وَسَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَيَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ

الہام الرحمٰن فی تفسیر القرآن اردو

سورۃ الفاتحہ — سورۃ المائدہ

قرآن عظیم کی حکیمانہ انقلابی ○ بین الاقوامی تفسیر

از

مجدد اعظم امام انقلاب علامہ مولانا عبید اللہ سندھی

املاہ علی العلامہ موسیٰ جار اللہ رحمہما اللہ

قرآن عظیم مع ترجمہ اردو از

شیخ الہند حضرت مولینا محمود الحسن قدس سرہ

ناشر: علامہ مولانا محمد معاویہ ○ ادارہ بیت الحکمۃ للامام ولی اللہ الدہلوی

کبیر والہ، ضلع ملتان جھنگ روڈ

(مسعود پرنٹرز۔ لاہور)

وَسَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَيَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ

الہام الرحمٰن فی تفسیر القرآن (اردو)

سورۃ الفاتحہ — سورۃ المائدہ

قرآن عظیم کی حکیمانہ انقلابی ○ بین الاقوامی تفسیر

— از: —

مجدد اعظم امام انقلاب علامہ مولانا عبید اللہ سندھی رح

املاہ علی العلامہ موسیٰ جار اللہ رحمہما اللہ

قرآن عظیم مع ترجمہ اردو از

شیخ الہند حضرت مولینا محمود الحسن قدس سرہٗ

ناشر: علامہ مولانا محمد معاویہ رض ○ ادارہ بیت الحکمۃ الامام ولی اللہ الدہلوی

کبیر والہ، ضلع ملتان جھنگ روڈ

(مسعود پرنٹرز - لاہور)

عرضِ ناشر

اسلام کے بین الاقوامی انقلاب کی چار منازل

اسلام کے بین الاقوامی انقلاب کی پہلی منزل

لاثانی یتیم اور کل انسانیت کے بین الاقوامی نبی آخر الزماں علیہ السلام خلیفۃ اللہ فی الارض تھے۔ ان کے بعد حضرت ابوبکر صدیق نبی آخر الزماںؑ کے خلیفہ ہوئے اور نبی آخر الزماں علیہ السلام کے اس قول خَیرُ القُرُونِ قَرنِی سے مراد نبی علیہ السلام اور ابوبکر صدیقؓ دونوں کا زمانہ ہے۔ کیونکہ ابوبکر صدیقؓ کی خلافت علی وجہ الکمال نبی علیہ السلام کے منہاج خلافت پر تھی اِن دونوں کے درمیان ایک ذرہ کا فرق بھی نہیں۔ کیوں کہ حضور علیہ السلام کی خلافت کے زمانہ میں جو شخص اسلام میں داخل ہوتا تھا۔ اس کو اوروں کے برابر درجہ دیتے تھے۔ حبش آئے تو ایرانی آئے تو عربی وغیر عربی میں کوئی امتیاز نہیں تھا۔ بلکہ جس ملک کا آدمی مسلمان ہوتا ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس کو اس ملک کا بادشاہ بنا دیتے ہیں۔ حضرت ابوبکر صدیق کی خلافت میں بھی اس رنگ میں ذرہ فرق نہیں آیا اسلئے ان کا زمانہ حضور کے زمانہ میں داخل

امام سندھیؒ فرماتے ہیں:۔ سورۃ بقرہ: ۱۲۹، اور ۱۵۱ میں اور جمعہ: ۲ میں آتا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم (۱) تلاوت آیت کرتا ہے ان کے لیئے (۲) یزکیھم (۳) یعلمھم الکتاب (۴) یعلمھم الحکمۃ (۵) ویعلمھم مالم یکونوا یعلمون ۔ آداب اجتماعیہ میں تزکیئے کے دو درجے ہیں۔ (۱) ابتدائی اور انتہائی، اس لئے ان آیات میں تزکیئے کا ذکر ایک مرتبہ دوسرے درجے پر اور ایک دفعہ چوتھے درجے پر آ رہا ہے نبی اکرم کی صحبت سے حکماء پیدا ہوں گے، قرآن کی اصلاح میں حکیم کو صدیق کہتے ہیں، مثلاً ابوبکرؓ اور علی وغیرہ یہ لوگ قرآن کے مقاصد کو خوب سمجھتے ہیں (صفحہ ۱۰)

حضرت صدیق اکبرؓ نے ان پر عہد خلافت میں تمام لوگوں کو ارتفاقات اور وظائف کے لحاظ سے ایک درجے

ہے تو ان کی خلافت گویا حضور اکرم ہی کی خلافت ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قول کا دوسرا حصہ ثم الذین یلونہم سے مراد خلافت حضرت عمر ہے کیوں کہ حضرت عمر کے زمانہ میں کسی قدر قوم عرب کا غلبہ اوروں پر ظاہر ہو گیا تھا گو وہ قانونی رنگ میں نہیں تھا۔ اور نہ ہی اسکو قانونی شکل دی گئی تھی مگر تاہم لوگوں کی نظروں میں عربوں کا کسی قدر تفوق نمایاں تھا۔ لہٰذا وہ حضور اور حضرت ابو بکر کے زمانہ سے کسی قدر اُترا ہوا تھا۔ حضور علیہ السلام کے قول کا تیسرا حصہ ثم الذین یلونہم سے مراد خلافت حضرت عثمان ہے وہ حضرت عمر کے زمانہ سے بھی کسی قدر اترا ہوا تھا اسلئے کہ ان کی خلافت کا ابتدائی حصہ تو بالکل ہی خلافت فاروقی کے مطابق تھا ———————— لیکن ان کی خلافت کے آخری حصہ میں نیم عرب قومیت کا رنگ آگیا تھا۔ اور حضرت امیر شام امیر معاویہ کے زمانہ میں اسکو قانونی شکل میں لایا گیا۔ اسلامی تاریخ جن مختلف ادوار سے گزری ہے۔ اس کا خلاصہ یہ ہے:-

حضرت ابو بکر صدیق سے لے کر تحکیم صفین تک خلافت راشدہ کی اسلامی حکومت کا مثالی دور ہے۔ یہاں اسلام کے بین الاقوامی انقلاب کی پہلی منزل ختم ہوئی۔

اسلام کے بین الاقوامی انقلاب کی دوسری منزل

الغرض السابقین الاولین کی مثالی حکومت اور عربی قومی حکومت (جس کی بنیاد امیر شام حضرت معاویہ نے رکھی) کی بیچ کی کڑی حضرت علی کا دور ہے۔ حضرت علی شیخین کے عہد کو تازہ کرنے کے متمنی تھے۔ لیکن کوفہ

بقیہ حاشیہ صے

پر رکھا، اور ہر شخص کو بیت المال سے اس کی ضرورت کے مطابق دیا اور سبقت فی الاسلام، نصرت اسلام، ہجرت یا ذاتی فضیلت کی بنا پر کسی کو کچھ زیادہ نہیں دیا، چنانچہ ایک مرتبہ جب قلمرو خلافت سے مال کثیر وصول ہوا تو صدیق اکبر نے مستحقین میں برابر برابر تقسیم کرنا شروع کر دیا، یہ دیکھ کر بعض مسلمانوں نے عرض کیا، خلیفۂ رسول! آپ نے اس تقسیم میں سب کو برابر کر دیا، کاش آپ اہل سوابق وقدم کو فضیلت دیکر دوسروں سے زیادہ دیتے، صدیق اکبر نے یہ سن کر فرمایا:

اما ما ذکرتم من السوابق والقدم والفضل فما اعرفنی ذلک وانما ذلک شیٔ ثوابہ علی اللہ جل ثناءھا وھذا معاش فالاسوۃ خیر من الاثرۃ (کتاب الخراج صہ۴۲ وکتاب الاموال صہ۲۶۳ اسلام کا اقتصادی نظام صہ۱۰۴)

وبصرہ میں جن لوگوں سے ان کو سابقہ پڑا وہ عہد اول کی بلند نظری تو کجا عربی تنظیم سے بھی بے بہرہ تھے۔ ان کے خلاف حضرت معاویہؓ عربوں کو بحیثیت ایک قوم کے منظم کر کے اسلام کا محافظ بنانا چاہتے تھے۔ چنانچہ انہوں نے شام والوں کو عربیت کے نام سے جمع کیا۔ نصب العین تو ان کا بھی اسلام رہا لیکن انکے ہاں یہ نصب العین عرب قوم کا قومی مسئلہ بن گیا۔ حضرت عمرؓ کی شہادت کے واقعہ سے عربوں کا اعتماد عجمیوں سے اُٹھ چکا تھا۔ اور اسلام کے اصل دشمن بد طینت یہودی اپنی تخریب کاریوں کا آغاز حضرت عثمانؓ کے آخری دور سے کر چکے تھے۔ اس لئے حضرت معاویہؓ نے اسلام کو عربوں کا قومی مسئلہ بنا کر اسلام کی اجتماعیت کو مستحکم کر دیا۔ اور ادھر عجمیوں کو حکومت سے نکال کر اسلامی اجتماعیت کی پوری باگ ڈور عربوں کے ہاتھ دے کر خود ان کی حکومت کو مضبوط و بے خوف کر دیا جب کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ آخر تک شیخین کے بین الاقوامی مثالی دور کے تازہ کرنے کے موقف پر بڑی اولی العزمی سے ڈٹے رہے۔ آل علی کا بھی بعد میں یہی رجحان رہا اسی وجہ سے ان کو عربوں کی بجائے ہمیشہ غیر عرب مسلمانوں میں حامی و مددگار ملے آخر میں جب ایرانیوں میں قومی شعور بیدار ہوا اور انہوں نے اسلام کو بھی قومی رنگ دیا تو ان لوگوں نے اسلام کی ایسی تعبیر کی جس میں عربیت کا اثر کم سے کم تھا بلکہ ایک حد تک عربوں سے تنفر کا جذبہ بھی موجود تھا۔ شیعت اسلام کی ایرانی تعبیر ہے۔ حضرت معاویہؓ نے جس قومی حکومت کی بنیاد ڈالی اس کا انتہائی عروج ولید بن عبد الملک کی سلطنت میں تھا اور خلیفہ ہارون الرشید پر عربوں کی سیادت کا دور ختم ہوتا ہے۔ یہاں اسلام کے بین الاقوامی انقلاب کی دوسری منزل ختم ہوتی ہے۔

بقیہ حاشیہ ۳

لیکن سیدنا فاروق اعظم نے سبقت وفضیلت کے مطابق اعطیہ میں کمی بیشی کر کے اصول پر تقسیم اموال شروع کر دی۔ لیکن بعد میں انہیں تنبہ ہوا اور فرمایا کہ اگر میں صدیق ہی کا اتباع کرتا رہتا تو اچھا ہوتا، اس کا ذکر امام طحاوی نے اپنی کتاب معانی الآثار کے باب تقسیم خمس میں کیا ہے،

لئن عشت الی هذه اللیلة من قابل لالحقن اخر الناس باولاهم حتی یکونوا فی العطاء سواءً ،

(کتاب الخراج ص۴۶ اور کتاب الاموال ص۲۴۷ ، اسلام کا اقتصادی نظام ص۱۰۱)

ہم اس مساوات کو نظام اسلامی کی بنیاد قرار دیتے ہیں، کیونکہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور سیدنا صدیق اکبرؓ اس اساس پر کام کرتے رہے بلکہ فاروق اعظم نے کمی بیشی کو دینے کے باوجود اس بات کو تسلیم کیا کہ مساوات احسن ہے، یہ مقام عزیمت اور فاروق اعظم کا فعل رخصت ہے سلاطین اور فقہاء میں سے جن کسی نے حضرت نبی اکرم صلعم کے نظام اور سیدنا صدیق اکبر کے نظام کی مخالفت کی ہیں، ہم اسکو کوئی وقعت نہیں دیتے، اگر ہمیں کبھی اجتماعیت قائم کرنے کا موقعہ مل گیا جس میں یہ حکومت چلا سکیں اور ان لوگوں نے اس کی مخالفت کی تو ہم انہیں اس طرح قتل کر دیں گے، جیسے عاد و ثمود کو برباد کیا گیا (یہ کلمات حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہیں خوارج

اسلام کے بین الاقوامی انقلاب کی تیسری منزل

ہارون الرشید کی خلافت کے بعد مامون سے زوال بغداد تک عجمی قو بین عباسی خلافت کے زیر سایہ برسر اقتدار آتی ہیں۔ یہ بنی عباس کا دور ہے جسکی بنیاد حضرت علی کرم اللہ وجہٗ نے ڈالی۔ یہاں اسلام کے تیسرے بین الاقوامی انقلاب کی منزل ختم ہوتی ہے۔ گویا ہارون تک بارہ خلفا ختم ہوتے ہیں۔ حضرت ابوبکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ، علیؓ حضرت معاویہؓ، عبد الملک، ولید، سلیمان، ہشام، منصور، مہدی، ہارون الرشید۔ پہلے چار خلفاء کی خلافت راشدہ تھی۔ اور بین الاقوامی تھی۔ اور باقی آٹھ خلفا کی خلافت بین الاقوامی نہیں تھی، بلکہ قومی تھی۔ مگر باوجود قومی ہونے کے ان میں اس قدر عقل تھی کہ انہوں نے اپنی قوم کو تفوق دینے کے باوجود ماتحت قوموں کو راضی رکھا اور بغاوت نہیں کرنے دی۔

اسلام کے بین الاقوامی انقلاب کی چوتھی منزل

زوال بغداد سے عربیت کا کلی خاتمہ ہوتا ہے۔ اور خالص ترکی دور شروع ہوتا ہے۔ ۱۹۱۸ء میں ترکی دور کی آخری نشانی یعنی عثمانی سلطنت کا چراغ سحری بجھ جاتا ہے اور یہاں اسلام کے بین الاقوامی انقلاب کی چوتھی منزل ختم ہوتی ہے۔

بقیہ حاشیہ ۴

کے بارے میں)

(۱) سورۃ البقرہ میں نبوی درجہ کی اجتماعیت کا ذکر ہے جو تورات کے مشابہ ہے۔

(۲) آل عمران میں اس نبوی درجے کی اجتماعیت کا ذکر ہے جو انجیل کے مشابہ ہے،

(۳) سورۃ العنکبوت میں نبوی درجے سے کم درجے کی اجتماعیت کا ذکر ہے جس میں احسان کی شان غالب ہو،

(۴) سورۃ روم میں نبوی درجے سے کم درجے کی اجتماعیت کا ذکر ہے جس میں عدل غالب ہو،

(۵) سورۃ لقمان میں نبوی درجے سے کم درجے کی اجتماعیت کا ذکر ہے جس میں حکمت اور اس کی نشر و اشاعت کا غلبہ ہو،

(۶) سورۃ السجدہ میں اس اجتماعیہ کا ذکر ہے جس قانون کی اطاعت اور اس کے احترام کا غلبہ ہو،

(صفحہ ۱۳۷) ہم سیدنا فاروق اعظم کے عہد خلافت کو دوم درجے پر رکھتے ہیں اسے اکثر ایسے عظیم عقلمند طبقات تسلیم کرتے ہیں، صرف بعض ایرانی تسلیم نہیں کرتے، ایسے ہی ہم امام معاویہ تک کے زمانے کو تیسرے درجے پر رکھتے ہیں

صفحہ ۱۳۸ ہاشمیوں اور ان کے ہمنواؤں نے امیر معاویہ کے خلاف بڑا زہر اگلا ہے وہ سب کذب محض ہے اس کا ثبوت یہ ہے کہ امیر

بقیہ حاشیہ ۵

معاویہ کے مخالفوں میں سے خواہ وہ ہاشمی تھا یا فاطمی امیر معاویہ کی حکومت سے بہتر اجتماعیۃ قائم کر کے نہیں دکھائی چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمر فرمایا کرتے تھے کہ رسول اللہ کے بعد میں نے امیر معاویہ سے بہتر حاکم نہیں دیکھا ان سے کہا گیا کہ کیا وہ صدیق اکبر اور فاروق سے بھی بہتر تھے ۔؟ انہوں نے فرمایا کہ لاریب سیدنا صدیق اکبر اور سیدنا فاروق اعظم امیر معاویہ سے بہتر تھے لیکن امیر معاویہ سے بہتر حاکم نظر نہیں آیا حضرت امام احمد فرماتے ہیں کہ عبداللہ بن عمر کا مطلب یہ تھا کہ امیر معاویہ کا حلم اور کرم بہت زیادہ تھا ،

بات یہ ہے کہ اسلامی حکومت اجتماعی ہے قومی نہیں بلکہ اقوام کی اجتماعی حکومت ہے جن کی زبانیں اور رجحانات مختلف ہوتے ہیں ، اسلام نے کم سے کم مدت میں بہت سی اقوام پر غلبہ پالیا ، تاریخ عالم میں اس کی نظیر نہیں ملتی اس وقت کی حکومت کی تنظیم ڈیموکریٹک اصول پر جس میں ہر اہل رائے کی رائے کو دخل ہو صدیوں کے بعد ہی ممکن ہے ،

جب کوئی شخص تمام اسلامی ملکوں پر حکومت قائم کرلے اور ساری عمر حکومت کرتا رہے اور پھر بھی کوئی اس کے دشمنوں کے سوا اس پر اعتراض نہ کرے بلکہ اکثر لوگ اس سے خوش رہیں تو ایسے شخص کی حکومت پر کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا ۔ ایسا شخص اہل صلاح میں سے ہے اس کی حکومت خلافت راشدہ کے بعد کے درجے میں آتی ہے ،

اسلام میں خلافت کی ترتیب اس آیت کے مطابق آئی ہے ،

ومن یطع اللہ والرسول فاولئک مع الذین انعم اللہ علیہم من النبیین ، والصدیقین والشہدأ والصالحین - چنانچہ

(۱) سب سے پہلے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خلیفۃ اللہ تھے ،

(۲) ان کے بعد صدیق اکبر آئے جو خلیفہ رسول اللہ تھے ،

(۳) ان کے بعد شہداء ثلاثہ ہوئے یعنی فاروق اعظم عثمان غنی اور علی المرتضیٰ ،

(۴) ان کے بعد اہل الصلاح کا دور آیا ، جن کے سرخیل امیر معاویہ ہیں ،

(۵) عبدالملک ، ولید ، سلیمان ، ہشام ، منصور ، مہدی اور ہارون کی خلافت اسی ذیل میں ہم رکھتے ہیں ، ان میں سے معاویہ سے بہتر کون ہے ؟

حضرت ابن عباس کا قول ہے کہ امراء المؤمنین چار گزرے ہیں

(۱) ابوبکرؓ (۲) عمرؓ (۳) عثمانؓ (۴) علی المرتضیٰؓ ،

بادشاہ بھی چار ہوئے ہیں ، (۱) معاویہ ، عبدالملک ، ہشام اور میں ،

اس قول کی تردید کون کر سکتا ہے ؟

حضرت معاویہ کے زمانے میں بھی اجتماعیۃ کا مرکز حجاز ہی رہا یعنی حرم مکہ اور اس کے تابع ہو کر حرم مدینہ ، اگرچہ انہوں نے دمشق کو پایہ تخت بنا لیا تھا لیکن مرکز اجتماعیۃ مدینے سے باہر نہیں تھا ،

قومی جمہوریتوں کا دور

اور یہاں سے قومی جمہوریتوں کا آغاز ہوتا ہے۔ ہمارا یہ دور قومی جمہوریتوں کا دور ہے۔ اس نئے دور کو سمجھنے کے لئے چند تمہیدی امور کا سامنے رکھ لینا ضروری ہے۔

یورپ کی چار تحریکوں کا تعارف

یورپ نے جو ترقی کی ہے یہ مذہبی ترقی نہیں بلکہ یہ ترقی مادی سائنسی ترقی ہے۔ یورپ اپنے تغلب سے جن تحریکوں کا تعارف کراتا ہے وہ چار ہیں۔

انڈسٹری ازم

انڈسٹری ازم صنعتی ترقی۔ یورپ والوں نے چھوٹے بڑے کاموں کے لئے مشینری کو ایجاد کیا ہے۔ یورپ کی اس انڈسٹری ترقی کو تمام دنیا کے ملکوں میں قبول کر لیا گیا۔ اور اس کے سوا کوئی چارہ نہیں تھا کہ اگر اس ترقی کو قبول نہ کیا جاتا تو ہزاروں سال پیچھے جا کھڑے ہوتے۔ مشینری کا یہ خاصہ ہے کہ وہ ملک کے ہر طبقہ کو جمع کرتی ہے۔ صنعت و حرفت کے اس ترقی یافتہ دور میں پرانے شاہی دور ختم ہوتے ہیں۔ اور شورائیت و توفیت کے وہ اصول جو مغربی ممالک میں بالعموم اور برطانیہ میں بالخصوص پختہ ہو چکے تھے نظام جمہوریت کی صورت میں عرب ممالک اور مشرقی ملکوں میں خصوصاً ہند میں ظاہر ہوئے۔ جمہوریت کا آغاز مشینری ترقی کے اس دور میں چوں کہ یورپ سے ہوا۔ اور وہاں طبعی طور پر رفتہ رفتہ ترقی پذیر ہوا۔ ترکی، جاپان، ایران، ہندوپاک، مشرق وسطیٰ ایسے ملکوں کے لئے اس کے سوا کوئی چارۂ کار نہیں تھا کہ صنعتی اور شورائیت (جمہوریت) نظام میں یورپ کی پیروی کریں۔ حکومت بادشاہ کے نام سے ہو یا منتخب رئیس کے نام سے بہر صورت ملک کے اہل آراء پارلیمنٹ کے مشورہ سے کام ہو رہا ہے۔

ملٹری ازم

دوسری تحریک جس کا یورپ تعارف کرانا چاہتا ہے وہ ہے ملٹری ازم یعنی نیا عسکری نظام اسے بھی ہر ملک میں اپنے اپنے عسکری نظام کی اساس مان کر یورپ کی پیروی کی گئی ہے اس کے بغیر بھی چارہ نہیں۔

لبرل ازم

تیسری تحریک لبرل ازم ہے مشینری کو چلانے والے طبقے کا نام یورپ میں مزدور ہے مشین پر کام کرنے والے جن ملکوں میں انقلاب پیدا کرنے کی فکر کرتے ہیں وہاں کے کاشتکار طبقہ کے افراد بھی اُن کے ساتھ شامل ہو جاتے ہیں۔ اگر وہ منظم ہو چکے ہوں تو۔

سوشلزم

کسانوں اور مزدوروں محنت کش جیسے انسانیت کے پسماندہ طبقوں کو ایک عالمگیر انقلاب للکار رہا ہے کہ اٹھو بہادر و مزدور و کسانوں۔ غاصبوں سے اپنا حق چھینو جو ظلم پر جی رہے۔ انہیں ختم کر دو جو مذہب و اخلاق تمہارے سد راہ ہو اس کا انکار کر دو یہ عالمگیر انقلاب سوشلزم ہے اور یورپ جن چار تحریکوں کا تعارف کراتا ہے ان میں یہ چوتھی تحریک ہے، اس عالمگیر انقلاب نے فلسفہ بھی وضع کیا ہے انقلاب کا یہ فلسفہ خدا کے وجود کا انکار کرتا ہے لیکن اس کا دعویٰ اور کوشش یہ ہے کہ ساری کی ساری خلق (خدا) بغیر کسی رنگ و نسل کے ملک و مذہب کی تمیز کئے آزادی و مساوات اور اقتصادی خوشحالی کی نعمتوں سے یکساں فیضیاب ہو۔ یہ فلسفہ مظلوموں کو انصاف کی امید دلاتا ہے۔ اس سے ذلیل اور پسماندہ انسان اقبال و عزت کے خواب دیکھنے لگتے ہیں کہ ہمتوں میں جرأت اور حوصلہ پیدا ہوتا ہے اور یہ اتفاق یہ ہے کہ آج اس زمانے میں ان مظلوم پسماندوں کم ہمتوں کی کثرت ہے اور خدا کی بیشتر مخلوق دکھوں اور روگوں ہی میں گرفتار ہے۔

دہشت ناک حقیقت کا انکشاف

نیز ہمارے سامنے ایک اور دہشت ناک حقیقت ظاہر ہوئی ہے جس نے شدید قسم کا مسلمانوں کے بین الاقوامی انقلابی مفکرین کے افکار پر خوف و ہراس طاری کر دیا ہے وہ یہ ہے کہ جمہوریت کے عام یورپین داعی بھی دین کا سرے سے انکار کرتے ہیں۔ موجودہ جمہوریت و شورائیت کی بنیاد ان کے یہاں فلسفہ و سائنس پر ہے کسی مذہب یا دین پر ہرگز نہیں۔ سائنس کی ترقی کیساتھ مذہبی قانون تو الگ رہا۔ سرے سے خدا کا انکار بھی عام طور پر ضروری ہو گیا ہے۔ وہ مسلمان لیڈر جو مذہبی جماعتوں کی نمائندگی کرتے ہیں ان کے لئے یہ ایک مہیب صورت سامنے آئی ہے کہ اگر انقلاب (جمہوریت) سے کنی کترا کے ایک طرف ہو جائیں تو پھر غلبہ اسلام اور جہاد سے ہی دست کش ہو کر ذلت و خواری میں مبتلا ہو کر پیچھے رہیں اور اگر ان جمہوریت پسندوں کے نقش قدم پر چلیں تو اپنے ہاتھوں سے دین کی جڑیں کھو دیں۔

یورپ جس نے تمام اسلامی سلطنتوں کو اپنے اس انقلاب میں ہضم کر لیا ہے۔ اس میں اس کی اڑھائی صد سالہ ترقی کام کر رہی ہے۔

اسلام کے جمہوری انقلابی نظام کی ہند میں مقبولیت کی کوشش اور اس کی ناکامی

تاریخ ہند کے واقعات اور ان واقعات کے پیدا کرنے والی قوتوں پر غور کرنیوالوں کو معلوم ہے کہ ہمارے اہل علم اور صاحب امر لوگوں کی ایک جماعت اسلامی دولت ہندیہ کی بربادی سے پہلے اس قسم کے اسلامی جمہوری اور انقلابی نظام کو اہل ہند میں مقبول بنانے کی کوشش کر رہی تھی لیکن بدقسمتی سے ہمارے محنت کش طبقہ کی کم فہمی اور کند ذہنی اور سرمایہ دار حکمرانوں کے پروپیگنڈہ نے ہمارے ملک کے عوام کو خواب غفلت میں مبتلا کر دیا جس سے اُن کی آنکھ ترکوں کی خلافت عثمانیہ کے سقوط تک نہ کھلی ہمارے وطن میں بھی یورپ کے ان انقلابات کے سمجھنے کی استعداد ابھی تک بھی اگر پیدا نہ ہوئی تو ہمارے حصہ میں سر بسر نقصان ہی آئے گا۔ یورپ کی سیاست پر قابلیت سے غور کرنے اور اس کے انقلابات کا گہری نظر سے مطالعہ کرنے کی ضرورت ہے۔

امام ولی اللہ کی امامت کی اشد ضرورت

امام سندھیؒ فرماتے ہیں کہ عہد گذشتہ کی تاریخ کا نہایت گہری نظر سے مطالعہ کرنے کے بعد ہمیں پورا پورا یقین ہو چکا ہے کہ ان حیران کن حالات سے جو مایوسی قعود و جمود تک پہنچ چکی ہے۔ نکلنے کا ایک ہی راستہ ہے۔ اور وہ یہ کہ ہم تسلیم کر لیں کہ ہمیں اپنے دینی آئمہ میں سے ہی ایسے امام کو اپنا مقتدیٰ بنانے کی اشد ضرورت ہے کہ جس کی پیروی کر کے ہم اس انقلاب (جمہوریت) اور عالمگیر انقلاب (روس) سے جس میں ہم مبتلا ہیں صحیح سالم نکل آئیں۔ امام سندھیؒ کے نزدیک اس ضرورت کو پورا کرنے کے لئے امام ولی اللہ دہلوی ہیں جو کہ دولت ہند کے آخری بادشاہ اور دین کی تجدید کرنے والے اور اجتماع کے بانی سلطان محی الدین اورنگ زیب عالمگیر کے عہد میں جو اجتماعیت وجود میں آئی اس سے تربیت یافتہ اور اپنے ذاتی تجربہ اور مشاہدہ کی بناء پر ہند کی خاص و عام اجتماعیت کے امراض کا پورا علم رکھنے والوں میں سے ہیں۔ پورے ہند میں دینی علوم اور خدا شناسی کے طریقے اور ہندوستان کی سیاسی و اجتماعی تاریخ جن ائمہ مشائخ سے سیکھی ہے۔ وہ ان اماموں

کے امام حکیم الہند امام ولی اللہ دہلویؒ ہیں۔ جن کے نظریات و عملیات پر ہند میں ایک جماعت تیار ہوئی۔ اور ان کے اجتہاد و جہاد کا سلسلہ نسلاً بعد نسلاً جاری ہے۔ گویا کہ امام ولی اللہؒ کے سیاسی فکر اور ان کے بتائے ہوئے راہِ عمل کی اصابت اور ترجیح کی وجہ یہ ہے کہ اورنگ زیب عالمگیر کے بعد جب اسلامی سلطنت میں انتشار شروع ہوا۔ اور اس ملک پر یورپی طاقتوں کے غلبے کی ابتدا ہوئی تو عین اُس وقت شاہ ولی اللہؒ اپنی سیاسی تحریک کی بنیاد رکھتے ہیں۔ اور اس نئے سیاسی نظام کی ضرورت بھی بتاتے ہیں۔ اور اس کے لئے سائیٹفک یعنی حکیمانہ اساس بھی وضع کرتے ہیں۔ چنانچہ شاہ صاحب ہمارے ملک کی سیاسی زندگی کا رشتہ کہیں ٹوٹنے نہیں دیتے۔ اور وہ ایک آزاد ہندوستانی اسلامی ملک کی شکست کے بعد ساتھ ہی دوسرے سیاسی نظام کا نعم البدل پیش کرتے ہیں۔ اسی لئے امام سندھیؒ فرماتے ہیں کہ پہلے تو یورپ کی سیاست کو سمجھو اور پھر امام ولی اللہؒ کی حکمت کا عمیق مطالعہ کرو۔

لادینی فلسفہ کی زد سے بچنے کے لئے نئے جمہوری دور کے معنوی وجود کی امام ولی اللہ کے دینی فلسفہ سے تشکیل

امام سندھیؒ مشین اور نئے دور جسے دورِ جمہوریت کہا جائے کی برکات کو ہر خاص و عام میں مشترک کرنا چاہتے ہیں۔ ان کے نزدیک اپنے اس ملک کے اجتماعی نظام کا ظاہری ڈھانچہ تو بے شک جمہوریت کے عنصر سے ترکیب پائے لیکن اس کا معنوی وجود یورپ کے فلسفہ و سائنس سے (جسے یورپ نے اساس اجتماع بنایا ہے) مستعار نہ لیا جائے بلکہ یہ معنوی وجود خلاصہ ہو ہمارے وطن کے اس سلسلہ ارتقاء کا جو ہزارہا سال سے اس ملک میں جاری ہے۔ جسے پہلے تو آریائی فکر و ذہن نے نمو بخشا پھر صدیوں تک مسلمان اس کو سنوارنے اور ترقی دینے میں لگے رہے۔ اور اب ضرورت اس کی ہے۔ کہ وطن کے اس معنوی وجود کی بنیاد پر اس زمانہ کے تقاضوں کے مطابق آزاد جمہوری ملک کی تعمیر کی جائے۔ اس معنوی وجود کے بہترین شارح اور آخری ترجمان وہی بلند نظر فلسفی اور مسلمہ مذہبی عالم امام ولی اللہ دہلویؒ ہیں۔ جو اپنے دینی فلسفہ و حکمت کی اساس پر اس نئے جمہوری نظام کے معنوی وجود کی تشکیل کرتے ہیں، ولی اللٰہی فلاسفی کی اساس مسئلہ وحدت الوجود ہے جو سب ادیان کی اصل ہے جس سے ایک سائنس دان کو بھی خدا کے وجود کا یقین دلایا جا سکتا ہے اور اسی اساس

پھر آج کل کے جمہوری نظام کو لادینیت کی زد سے بچایا جاسکتا ہے۔

سوشلزم کے عالمگیر انقلاب کے ہولناک نتائج

ساتھ ہی امام سندھیؒ فرماتے ہیں کہ سوشلزم کا لادینی فلسفہ جو آگ کی طرح ساری دنیا میں پھیل رہا ہے۔ تمہارے ملک کے ان پسماندہ مزدور اور کسان ایسے بدنصیب طبقوں کو دوسرے ملکوں کی طرح تمہارا جانی دشمن بنادے گا۔ اور اگر تمہاری غفلت سے ان کی دشمنی کی آگ بھڑک اٹھی تو اس کے شعلے تمہیں جلا کر خاک سیاہ کریں گے۔ لیکن اس کے ساتھ تمہارے علم، کلچر۔ اور مذہب کی خیر ہرگز نہیں ہوگی۔

انسانیت کے پسماندہ طبقوں کو عزت و اقبال دینے والے عالمگیر انقلاب کے دینی فلسفہ کی دعوت

امام نے فرمایا کہ اس قسم کے انقلاب اور اس کے لادینی فلسفہ کے ہولناک نتائج سے بچنا چاہیے ہو تو انقلاب کے دینی فلسفہ کو اختیار کرو۔ جس کی ترجمانی امام ولی اللہ دہلویؒ کرتے ہیں۔ جس کے ذریعے تم خدا کو مانتے ہوئے۔ خدا کی مظلوم مخلوق کو خوشحال بناسکو۔ اگر دینی فلسفۂ انقلاب کے علمبردار اپنے بلند بانگ دعاوی کے ساتھ پسماندہ انسانیت کو نئی زندگی کی دعوت دیتے ہیں۔ تو تم ساری انسانیت کو خدا کی ایک سی مخلوق ماننے" والے اور اسے ہر ذی روح کا رازق اور رب جاننے والے ایسا فکر پیش کرو۔ جس سے اسکی ساری مخلوق کی بھلائی ہو۔ اس انقلابی فکر کا اپنی تاریخ سے ڈھانچہ بناؤ۔ مولانا کے نزدیک اس دینی فکر کا سب سے بڑا سرچشمہ قرآن عظیم ہے۔ جو تمام الہامی کتابوں کی انقلابی تعلیمات کے اساسی اصولوں کا حافظ و جامع ہے۔ قرآن کریم کے اس فلسفہ انقلاب کو معین کرنے میں امام سندھیؒ کے لئے امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ ہی دلیل راہ بنے۔ اور شاہ صاحبؒ کی تعلیمات ان کی حکمت اور ان کے طریق کار کی روشنی میں موصوف نے قرآن کو کل نوع انسانی کے لئے انقلاب کا ایک پیغام اور سنت کو اس انقلاب کی عملی تاریخ سمجھا۔ امام سندھیؒ امام شاہ ولی اللہ کے علوم و حکمت میں بڑی دستگاہ رکھتے تھے۔ امام ولی اللہ دہلویؒ کے اصول پر قرآن عظیم کی تعلیم کا امام سندھیؒ کو اس زمانے میں قابل عمل ایک اعلیٰ نصاب تعلیم نظر آیا۔ امام ولی اللہؒ کی انقلابی حکمت اور امام سندھیؒ کے افکار و نظریات کی تفصیلات کو بیان کرنے کی نہ تو یہاں گنجائش ہے۔ اور نہ اس کا یہ موقعہ ہے۔ جن لوگوں کو ان مسائل کے متعلق امام سندھیؒ کے دینی فلسفہ اور سیاسی نصب العین کی تفصیلی ادراک معلوم کرنا ہوں۔ وہ علّامہ مولانا پروفیسر

محمد سرور صاحب کی معرکۃ الآراء کتاب (مولانا عبید اللہ سندھی) کا مطالعہ کریں۔ یہ انہوں نے حضرت اللہ امام کی زندگی میں مرتب کی اور حضرت نے اس پر صاد فرمایا۔

امام ولی اللہؒ کے فکر و فلسفہ پر انکی کتب کا اجمالی تعارف

امام سندھیؒ کے نزدیک یورپین انقلابی امام ولی اللہ کے نظریات سے آگے نہیں بڑھ سکے۔ امام ولی اللہ کی حدیث و فقہ میں جس قدر ضرورت ہے۔ اس سے زیادہ ان کی حکمت و فلسفہ و سیاست سمجھنے کی احتیاجی ہے۔ امام سندھیؒ کو "حجۃ اللہ البالغہ" اچھی طرح دلنشین تھی۔ جو کہ علم حدیث کی اصولی و فروعی شرح کرتی ہے اور یورپ کے اقتصادی انقلاب کے مقابلہ میں اس زمانہ حال کی ضرورتوں کے مطابق اسلام کے اقتصادی انقلاب کا فکر پیش کرنے میں بے نظیر کتاب ہے۔ اس کی نچلی سطح پر امام سندھیؒ کے سامنے ازالۃ الخفا ظاہر ہوئی۔ جو دور اول کی تاریخ کا فلسفہ اور اصول سیاست سکھاتی ہے۔ اور مسوا من الموطأ جو اہلسنت کی فقہ مجتہدانہ سمجھنے میں مدد دیتی ہے

فقہ و حدیث کی تطبیق

ان دونوں کے مطالعہ سے امام سندھیؒ نے فقہ و حدیث کی تطبیق کی اور انہوں نے اس پر سات سال صرف کئے۔ اسی طرح البدور بازغہ" نیچرل حکمت سکھاتی ہے۔ اور اس اصول کی تشریح میں بے نظیر کتاب ہے، کیوں کہ فطرت انسانیہ ادیان الٰہیہ کا معیار بنائی گئی ہے۔ "الخیر الکثیر" فلسفہ الٰہیات کو کتاب و سنت کی شرح میں استعمال کرنے کی قابل بناتی ہے

مدارس عربیہ کے نصاب میں امام ولی اللہؒ کے فلسفہ کی کتب داخل درس کرنیکی سفارش اور اصلاح شدہ جدید نصاب کی مخالفت

(امام سندھیؒ) مدارس عربیہ خصوصاً وہ مدارس جو مرکزی ہوں سے سفارش کرتے تھے کہ وہ ان کتابوں کو داخل درس کریں اور طلبا فنوں کی تکمیل معقولات و فلسفہ سمیت ضرور کریں ورنہ حجۃ اللہ جیسی کتاب کے سمجھنے سے عاری ہوں گے۔ شام و مصر کی طرح اگر نئے اصلاح شدہ عربی نصاب کو داخل درس کیا جانے لگے تو اُس کی سختی سے مخالفت کریں۔ مدارس عربیہ کے نوجوانوں کے لئے مولانا کا پروگرام ان کے خطبات میں "مولفہ مولنا پروفیسر محمد سرور" ملاحظہ فرمائیں۔

امام ولی اللہ کے انقلاب کی تنظیم

الغرض جس طرح یورپین اقوام نے اپنا انقلاب منظم کیا۔ امام سندھیؒ اسی طریقہ پر امام ولی اللہ کی دعوتِ انقلاب کو منظم کرنا چاہتے ہیں۔ امام ولی اللہ اخلاقیات کو اقتصادیات سے مرتبط کر دیتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مکی زندگی میں حکومت کی تاسیس مانتے ہیں۔ خیر القرون کی تفسیر مدنی خلافت کے اتفاقی دور پر ختم کر دیتے ہیں۔ مبعث سے اسلام کے پہلے ۴۰ سال دور کو قرآنی تعلیمات کا عملی نمونہ بناتے ہیں اس نظریہ میں وہ متفرد ہیں۔ اگر ایک دماغ اس فکر پر محیط ہو جائے تو وہ آج بھی قرآنی تعلیم دنیا کی بین الاقوامی رہبری میں امام سمجھ سکتا ہے۔ اور یہ بھی مان لے گا کہ دوسرا کوئی پروگرام اس کا مقابلہ نہیں کرسکتا حجۃ اللہ البالغہ کی روح یہی مسئلہ ہے۔

دینی لادینی انقلاب کی مرکزی شخصیتوں کا تقابل

الغرض انقلاب روس کی دو مرکزی شخصیتیں ہیں۔ کارل مارکس، لینین اور امام سندھی نے اپنی انقلابی دعوت کے لئے امام ولی اللہ اور امام محمد قاسم دو امام چنے ہیں۔ انقلاب روس لادینی ہے۔ اور امام سندھی کا انقلاب امام ولی اللہ کی تعلیمات کا عین خلاصہ اور نچوڑ ہے امام ولی اللہ کے فکر و فلسفہ کے توسط سے امام سندھی پر قرآن عظیم کی حکیمانہ تفسیر کا راستہ بنا اور علمی خزانوں کے ایسے دروازے امام سندھی پر کھلے اور ان سے استفادہ کی ایسی صورتیں میسر آئیں جن پر شاید دنیا کا ایک بہت بڑا بادشاہ بھی قادر نہ ہوسکتا

شیخ الہند کے معارف کا منبع

زمانہ طالب علمی میں ہی علم کی جو چاشنی امام سندھی کو حضرت شیخ الہند کے اسباق میں محسوس ہوئی وہ اور کہیں نہ تھی۔ اس کا منبع انہوں نے تلاش کیا تو مولانا محمد قاسم کا نام سامنے آیا انکا رسالہ قبلہ نما پڑھا تو امام سندھی کے دل و دماغ پر حاوی ہو گیا۔ انہیں محسوس ہونے لگا کہ جس علم کا بیج میری فطرت میں مشہور ہے۔ اس کی آبیاری اسی دریا سے ہو گی۔

مولانا محمد قاسم کی امامت

ان کے ساتھی طالب علم بعض بزرگ اساتذہ اور ائمہ کا نام محبت و تعظیم سے لیتے تھے ۲ امام سندھی کے لئے استاذ تھا تو محمود الحسنؒ۔ امام تھا تو محمد قاسم

امام سندھی کے لئے سید العارفین کی دعا

یہ منزل جو انہیں اس بلند مرتبہ تک لے گی۔ یہ سب ——— ان کے مرشد حضرت سید العارفین

حافظ محمد صدیق بھرچونڈی والوں کی دعا کی برکت تھی؛ شیخ الہند کی صحبت نے انہیں مولانا محمد قاسم اور ان کے رفقاء کی تحریک سے آشنا کر دیا۔ دیوبند کے خاص حلقے میں امام محمد قاسم مولانا محمد اسمعیل کے شبیہ مانے جاتے۔ امام سندھیؒ ان سے آگے بڑھ کر امام الائمہ امام ولی اللہ دہلویؒ امام عبدالعزیز دہلویؒ تک پہنچے۔

قیام جمعیۃ الانصار

امام ولی اللہ کی تحریک حزب ولی اللہ کے دوسرے دور میں شیخ الہند کے حکم سے امام سندھیؒ نے جمعیۃ الانصار قائم کی اس کے ناظم مقرر ہوئے۔ اس کے دو بڑے بڑے اجلاس میرٹھ و مراد آباد میں ہوئے۔ میرٹھ کے اجلاس میں خطبہ صدارت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے پڑھا۔ اور مسلسل تین گھنٹے امام سندھی کے علم و تدبر تقویٰ و حکمت و سیاست پر رطب اللسان رہے۔ (یہ خطبہ القاسم والرشید میں اس وقت شائع ہوا۔ یہ مجلہ مولانا حبیب الرحمٰن عثمانی مہتمم دیوبند کے زیر ادارت نکلا کرتا تھا)

امام سندھی کی ہجرت کابل اور آزادی افغانستان

بعد ازیں امام سندھیؒ شیخ الہند کے نائب کی حیثیت سے ان کے حکم پر کابل پہنچے۔ کابل پہنچ کر افغانستان جیسی کمزور اور چھوٹی سلطنت کو انگریزوں سے لڑا دیا اور درۂ خیبر کے سامنے قلعہ جمرود کی پہاڑیوں پر سے خود ایک فوج کی کمان اس محاذ پر کی اور میدان جنگ میں انگریز کو للکارا اور اپنے موقف کی تائید کرائی۔ اور افغانستان آزاد ہوا۔

امام سندھی کا روس کے انقلابیوں سے تعارف

اس کے بعد روس پہنچے۔ یہاں انہوں نے لادینی انقلاب کے عملی مظاہر اور اسکے نتائج کو خود اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ اور روسیوں پر امام ولی اللہ کا اقتصادی پروگرام حجۃ اللہ میں سے پیش کیا۔ روسی آپ کے افکار سے مستفید ہوئے۔ اور انہیں انگریزی میں شائع کیا اور آپ پر مافوق العادۃ اعتماد کرتے ہوئے اپنی حکومت کے اعلیٰ طاقت کے خزانے دکھائے۔

امام سندھی کا ایک تاریخی سیاسی منشور

روس سے ترکی پہنچے تو خلافت عثمانیہ ختم ہو چکی تھی۔ ترکی شتیؒ ترکیہ جمہوریہ بن چکا تھا۔ یہاں سے ۱۹۲۲ء میں تاریخی منشور

شائع کیا۔ جس کی اہم باتیں یہ ہیں کہ

(۱) ہندوستان کی کامل آزادی کے بعد آزاد ہندوستانی وفاقی نظام حکومت قائم کرنا۔

(۲) ہندوستان میں مسلمانوں اور دوسری اقلیتوں اور اسلام کو محفوظ کرنا۔

(۳) ہندوستان میں محنت کش طبقہ کی یعنی کسان مزدور اور دماغی کام کرنے والوں کی حکومت قائم کرنا

(۴) فاروق اعظم کے فیصلہ کے مطابق زمینداروں کو زمین کی ملکیت چھوڑنے اور امام ابوحنیفہ کے فیصلہ کے مطابق مزارعت چھوڑنے پر مجبور کرکے نظام زمینداری اور سرمایہ داری ختم کرنا اور امام ولی اللہ دہلوی کے فیصلہ کے مطابق مزدوروں کو ملوں کے حصہ میں نفع کا شریک بنانا تاکہ ملک کے عوام کمیونزم کے سبز باغ دیکھ کر دھوکہ نہ کھائیں محنت کشوں کے طبقہ کو مفت طبی امداد صاف ستھرے گھر اور ابتدائی اور مڈل کی تعلیم جبری اور مفت ہوگی۔

(۵) انشیاٹک فیڈریشن بنانا جس میں روس کو بھی شامل کرنا۔ تاکہ وہ آزادی کے بعد ہندوستان کے معاملات میں محنت کشوں کی حمایت کے بہانے دخل اندازی نہ کر سکے،

(۶) مرکزی حکومت کو معاملات جنگ خارجہ تعلقات اور کرنسی میں مکمل باختیار ماننا اور شورائیت اور اکنامکس میں امام ولی اللہ کے اقتصادی اور عقلی فلسفہ کو اساس مان کر مرکزی حکومت کو ملک کے ہر مذہبی فرقہ سے بے تعلق ماننا۔

(۷) جغرافیائی حیثیت سے ہندوستان کے حصوں کو ایسے صوبوں میں تقسیم کرنا جہاں ایک زبان بولی جاتی ہو۔ اور جہاں ایک ہی قسم کے رواج اور ایک ہی تمدن رکھنے والے افراد ہوں یہ صوبے اپنی اپنی جگہ سٹیٹ ہوں گے۔ انہیں معاملات خارجہ معاملات جنگ اور خارجی تجارت کے سوا اپنے تمام امور پر کامل اختیار ہوگا۔ صوبے کے اکثریتی افراد کا مذہب صوبہ کا سرکاری مذہب ہوگا۔ مگر اقلیتی افراد کو حکومت میں شریک کیا جائے گا۔

امام سندھی کی حجاز کو روانگی اور حرم محترم میں علمی و فکری مشاغل

ترکی سے اٹلی اور سوئٹزرلینڈ ہوتے ہوئے حرم محترم میں پہنچے اور بارہ سال تک وہاں مقیم رہے۔ اس طویل عرصہ میں اپنے تجربات، تاثرات جو کچھ دیکھا پڑھا سنا تھا۔ ان پر یکسوئی سے غور کیا۔ اپنے افکار کو اس طویل مدت میں خوب جانچا پرکھا۔ اور ان کے حسن و قبح میں تمیز کی اپنے افکار کو تاریخ

کی کسوٹی پر کسا خود اپنے تجربات کی روشنی میں ان کی صوابدید کی اور جو علم دین حکمت و سیاست و تقویٰ ان کے پاس تھا اور اپنے مرشدوں اور اساتذہ کی صحبت سے بصیرت عطا ہوئی تھی اپنے افکار کو ان کے روبرو پیش کیا اور سب سے بڑی بات یہ کہ حضرت امام شاہ ولی اللہؒ کو ہندوستان و پاکستان کے مسلمانوں کے اہل علم کا بہت بڑا طبقہ اپنا امام اور استاد مانتا ہے ایسے عظیم المرتبت عالم حکیم محدث، مجتہد اور خدا شناس بزرگ کے علم و حکمت کے ترازو میں تولا۔

امام سندھی کا یورپ کے انقلابات کا پیغامبر بن کر لوٹنا

الغرض چوبیس برس کی جلا وطنی کے بعد مولانا واپس لوٹے تو امام ولی اللہ دہلوی کے اس انقلاب کے نقیب بن کر لوٹے انقلاب کے اس دینی فلسفہ پر انہیں یقین حاصل ہو چکا تھا کہ یہ لادینی فلسفہ انقلاب سے انسانیت کے حق میں زیادہ مفید اور زیادہ پائیدار ہے امام ولی اللہ کے فلسفہ کے اصول پر قرآن عظیم کی حکیمانہ تفسیر کے مرحلے امام سندھی نے چالیس سال کے عرصے میں طے کئے ہجرت کابل سے قبل امام ولی اللہ کے فلسفہ کو سندھ میں پڑھایا اور کافی عرصہ بعد خود حضرت شیخ الہند سے پڑھا۔

امام سندھیؒ کے نزدیک دیوبند کے علمی مرکزوں کے متعلق سیاسی راہنماؤں کی جہالت

عجیب بات ہے کہ امام سندھی اپنی جماعت کے لئے جس مسئلہ کو بدیہیات سے مانتے تھے وہی سب سے پہلے زیادہ محل توجہ و محل تعجب بن گیا کہ دیوبند کے متعلق علمی مرکزوں میں سیاسی رہنما امام سندھی سے پوچھتے تھے کہ کیا شاہ ولی اللہ یا شیخ الہند کوئی سیاسی مسلک بھی رکھتے تھے۔

دفعیہ جہالت

امام سندھیؒ نے اس جہالت یا تجاہل کو دور کرنے کے لئے خاص جماعتیں بنائیں بیت الحکمۃ کے نام سے انہیں ایک سلسلہ میں منسلک کیا اور مرکزی بیت الحکمۃ جامعہ ملیہ دہلی میں بنایا۔

قرآن کی عالمگیر تعلیمات اور اُس کے اصولوں کی روشنی میں ہر قوم و ملک کے خصوصی حالات و طبعی رجحانات کے مطابق بننے والے فقہی مذاہب

دینِ اسلام کسی ایک ملک، قوم یا زمانہ کے لئے مخصوص نہیں اسلام تمام انسانیت کا دین ہے۔ اور قرآن کریم انسانیت کے اس دین کا ترجمان ہے۔ قرآن کی تعلیم عالمگیر اور ہمہ گیر ہے اس عالمگیر قانون کو حجاز میں جو عملی جامہ پہنایا گیا۔ اور قرآن نے جس قسم کی زندگی پیدا کی اور اس سلسلہ میں جو تمہیدی قوانین بنے اُن کی صحیح ترین تصویر موطا امام مالک ہے یہ جامہ اُس عالمگیر قانون کی ایک تعبیر ہے اس تعبیر کو اصل قانون کی طرح عمومی اور ابدی سمجھنا ٹھیک نہیں۔ قرآن کی تعلیمات ہی صرف عالمگیر اور اَبدی ہیں وہ ہر ملک کے لئے ہر قوم کے لئے ہر زمانے کے لئے لیکن یہ کسی کو گمان نہ گزرے کہ موطا میں جس نظام کو مدون کیا گیا ہے۔ قرآن کی ساری تعلیمات اسی میں منحصر ہیں بعد ازاں جب اسلامی سلطنت میں توسیع ہوئی اور عربوں کے علاوہ غیر عرب قومیں بھی مسلمان ہو گئیں تو انہوں نے قرآن کی عمومی تعلیم اور اس کی حجازی تعبیر موطا کی مدد سے اپنے اپنے ملک کے لئے اور فقہی قوانین بنائے اور یوں ہر قوم اور ملک میں وہاں کے خاص حالات اور طبعی رجحانات کے مطابق فقہ کے مذاہب بنے اُن میں حنفی فقہ ممتاز ہے۔ امت نے جس امام کو امام اکبر قرار دیا۔ وہ حضرت امام ابو حنیفہؒ ہیں۔ چنانچہ خلفائے عباسیہ سے لے کر سلطان محی الدین عالمگیر تک سب نے فقہ حنفی کو ہی اپنا دستور بنایا۔ عرب اقوام بربر یا دہ تر شافعی فقہ کا رواج ہوا۔ ایرانی ترک اور ہندوستانی فقہ حنفی کے پیرو بنے اور ہندوستان میں تو یہ مدتوں تک قومی مذہب کے نام سے حکمران رہی

امام اکبر امام ابو حنیفہ کے مسلک کی مختلف شاخیں

یوں تو امام ابو حنیفہ کے مسلک کے کئی مذہب بن گئے (۱) عراق کا مسلک (۲) بصرہ کا مسلک (۳) بخارا کا مسلک۔ بخارا سے غزنی اور دہلی کے مسالک پیدا ہوئے۔ جن امور کا تعلق کسی قوم کے ساتھ ہو اُس کا دن ہزار ماہ کا ہوتا ہے اور جن امور کا تعلق اقوامِ عالم کے

ساتھ ہو اس کا دن ہزار سال کا ہوتا ہے احادیث میں جو آیا ہے کہ ہر سو سال کے بعد مجدد آتا ہے تو یہ قومی حلقے کے متعلق ہے۔ مجتمع اسلامی میں تمام اقوام کا یہ مجدد ایک ہزار سال کے بعد آتا ہے جیسے قرآن حکیم میں ہے:

یدبر الامر من السماء الی الارض ثم یعرج الیہ فی یوم کان مقدارہ الف سنۃ

الف ثانی

الف ثانی میں مراکز حکومت اسلامیہ حسب ذیل تھے، (۱) آستانہ دارالسعادۃ (۲) اصفہان (۳) دہلی ان تینوں مرکزوں سے قانون کی تجدید ہوئی۔

(۱) آستانہ دارالسعادۃ میں سلیمان قانونی کے ہاتھوں (۲) اصفہان میں شاہ عباس نے شیعی فقہ کو رواج دیا، (۳) دہلی سے جلال الدین اکبر نے تجدید قانون کی اور اس میں ہندوؤں کو شامل کیا۔

جلال الدین اکبر کے قانون میں بعض ایسی باتیں آگئیں۔ جنہیں اہل اسلام نہیں جانتے تھے

امام لاثانی

امام لاثانی حضرت شیخ احمد سرہندی نے ان کی اصلاح کر دی۔ اکبر کی جن بدعنوانیوں کی حضرت شیخ نے اصلاح فرمائی۔ وہ حضرت شیخ کا بہت بڑا تجدیدی کارنامہ تھا۔ اورنگ زیب عالمگیر خود بہ نفس نفیس امام ربانی کے صاحبزادہ کا مرید تھا۔ اس لئے اس نے امام ربانی کے طریقہ پر اپنی سلطنت چلائی۔ بیرونِ ہند کے اسلامی ملکوں میں بھی اورنگ زیب عالمگیر کا نام ایک مسلمان بادشاہ کی حیثیت سے زبان زد عام ہو گیا۔ اور خاص طور پر اس کے اس کارنامے نے کہ خود اس کی اپنی نگرانی میں فتاوی عالمگیری ایسی اہم مبسوط کتاب مرتب کرائی۔ تمام دنیائے اسلام میں اس کی دھاک بٹھا دی۔ یوں مدتوں تک فقہ حنفی ہند میں قومی مذہب کے نام سے حکمران رہی۔

پورے ہزار سال کے لئے امام ولی اللہ دہلوی کے مجدد ہونے کا اعلیٰ مقام اور حضرت امام ربانی کا اُن کیلئے بطور ارہاص ہونا

اکبر کے ایک سو سال بعد امام ولی اللہ دہلوی ہوئے۔ یہ سارے الف ثانی کے لئے مجدد تھے امام ولی اللہ امام ربانی حضرت شیخ احمد سرہندی کو اپنے لئے ارہاص (راستہ صاف کرنے والا) قرار

دیتے ہیں۔ واضح رہے کہ مذہب یا دین مجموعہ ہوتا ہے حکمت اور فقہ کا حکمتِ دین کی عمومی حیثیت ہے قرآن کی حکمت میں جتنی عربیت ہے اتنی عجمیت اور ہندوستانیت بھی ہے حکمت انسان میں تلاش و تفحص نظر و فکر اور تقدم و تبدیلی کا ملکہ پیدا کرتی ہے۔ فقہ نام ہے نظام کی مدون صورت کا زندگی میں فقہ یعنی مدون قانون کی بھی ضرورت ہے اور حکمت کی بھی اگر حکمت اور فقہ ساتھ ساتھ رہیں تو انسان آگے بھی بڑھتا ہے اور ماضی سے بھی رشتہ قائم رکھتا ہے اگر حکمت ہی حکمت ہو تو نظام میں انتشار رہے گا۔ اور اگر فقہ ہی فقہ زندگی پر حاوی ہو جائے تو جمود ہی پیدا ہو گا۔ ترقی کا تو امکان ہی نہیں۔

حکیمُ الاسلام، فقیہ الاسلام

امام سندھی مثال کے طور پر فرماتے ہیں کہ امام مولانا محمد قاسم حکیم الاسلام تھے۔ جبکہ حضرت گنگوہی فقیہ الاسلام تھے نہ اوّل الذکر فقہ کی اہمیت کے منکر تھے۔ نہ آخر الذکر حکمت کے مخالف۔

جمُود و رجعت پر کاربند طائفہ

مولانا کے خیال میں بعد کے آنے والے حکمت و فقہ کا یہ لزوم بھول گئے اور یہی وجہ ہے کہ ان حضرات کی نام لیوا جماعت یا اُن کے متعلقین مسلمان مذہبی لیڈر آج تک اسلامی قانون اسلامی شریعت کی رٹ لگا رہے ہیں۔ اور اسلامی قانون سے مراد بھی ان کا وہ فقہی قانون جو پرانے شاہی دَور میں اسلامی سلطنتوں میں نافذ ہوا کرتا تھا مُراد ہے اور یہ اُن کو آج تک نہیں سوجھا کہ اس نئے دَور میں جو ہزار ہا اجتماعی سیاسی معاشی اقتصادی تمدنی معاشرتی مسائل پیدا ہو چکے ہیں۔ انہیں ملحوظ رکھتے ہوئے قرآن کی عالمگیر حکمت کے اصول ہند کی گذشتہ اسلامی سلطنت کی حکمران فقہ کی تعبیر اور اس کو اپنی قومی خصوصیات کے مدِنظر رکھتے ہوئے اسلامی سلطنت کے ٹوٹنے کے بعد تروبج کرنے والے ائمہ کی تجدیدی طریقوں کی روشنی میں ایسے قانون کی تدوین و ترتیب کی ضرورت ہے اور اس کے بغیر کوئی اسلامی قانون نہ چل سکتا ہے اور نہ ہی اس کا کوئی امکان ہے۔[1]

---

[1] یہ لوگ عجیب قول و فعل کے تضاد کا شکار ہو کر اپنے اکابر کی تحریک کو جمود و رجعت پہ کاربند کرنے پر عمل پیرا ہیں۔ پہلے تو یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم خلفائے راشدین کا دَور لائیں گے۔ ان فقیہان دین سے کوئی پوچھے کہ کیا تم نے تاریخ کے نئے فکر و فلسفہ کے مبادیات و اصول کی روشنی میں اپنی تاریخ پر (یعنی تاریخِ اسلام پر)

(باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

امام سندھی کا پورے ہزار سال کے لئے امام ولی اللہ کے نائب کی حیثیت سے مجدّد اعظم ہونے کا امتیاز

(قبلہ امام سندھی نے اس ضرورت کو بحمد اللہ پورا کر دیا ہے اُن کی فقہ حنفی کے قانون پر اس انداز کی ترتیب کے ساتھ ائمہ مجددین کے طریقہ کے مطابق التمہید الائمۃ التجدید کے نام سے کتاب شائع ہو چکی ہے) الغرض قانون کی شکل کو فقہ اور اس کی روح کو حکمت کہتے ہیں امام ولی اللہ نے قانون کی تجدید دونوں طریقوں سے کی۔ انہوں نے قانون کی حکمت ضبط کی اور پھر قانون اور فقہ کی شکل منضبط کی ہند میں اسلامی حکومت کی زبان فارسی تھی اس لحاظ سے ہند اور ایران ایک ہی مملکت قرار دیئے جا سکتے ہیں فقہ کے مجدد اوّل امام ابو حنیفہ کی اصل کابل سے ہے جو ہند کا حصہ ہے اور ان کی زبان فارسی تھی۔ امام ولی اللہ نے قرآن کریم کا فارسی میں ترجمہ کیا اور اپنے تمام علوم عربی اور فارسی میں مدون کئے وہ امام ابو حنیفہ کی طرح زبان کے اعتبار سے فارسی اور وطن کے لحاظ سے ہندی ہیں الف ثانی تک امام ولی اللہ

نظر کی ہے اور اسلام کی حکومتوں کے مختلف ادوار جس تسلسل کے ساتھ خلفاء راشدین سے لے کر خلافتِ عثمانیہ تک جن جن تبدیلیوں سے دوچار ہو کر جن منازل سے گزرے کبھی اس کا تجزیہ کیا ہے اور آج جس نئے دور (دورِ جمہوریت) میں تم داخل ہو چکے ہو اس کی اساس و فلسفہ پر قابلیت کے ساتھ غور کیا ہے۔ اور آج کے یورپ نے جن تمام اسلامی ممالک کا آسمان و زمین بدل کر رکھ دیا ہے اس یورپ کی اجتماعیت کو توڑنے کے لئے تمہارے پاس کوئی فکر ہے۔ دینِ اسلام بطور ایک سیاسی فکر کے ان کے پاس ہے کہاں دین اسلام اور اس کا فکر کچھ اور ہے اور یہ جو دین کا نام لے کر جو کچھ کر رہے ہیں یہ کچھ اور ہے۔ عوام کو انہوں نے دھوکہ دے رکھا ہے کہ اسلامی نظام آئے گا۔ اسلام اگر کبھی سیاسی فکر کی حیثیت سے آیا تو اس کا راستہ ایک ہے اور وہ ہے وہ راستہ جس کی ترجمانی امام ولی اللہ اور امام مولانا عبید اللہ سندھی کرتے ہیں یہ تو اسلامی نظام کا نعرہ لگا کر قوم سے ووٹ وصول کر کے بھی جمہوریت کے ظاہری ڈھانچہ کے ساتھ اس کی معنوی اساس سائنس و فلسفہ سے تجاہل و تغافل برتتے ہوئے خود جمہوریت کے راگ الاپتے ہیں حالانکہ انہیں معلوم ہو کہ اس جمہوریت کی اساس انکارِ خدا پر مبنی ہے۔ کم از کم اس کے معنوی وجود کی حقیقت جو امام ولی اللہ نے پیش کی ہے اس اساس پر تو اس کی تشکیل کر کے قوم کو اسلام کے غلبہ کا یہ تصور پیش کر کے عاقبت کی بربادی سے بچو۔ اور یہ جو تم کہتے ہو کہ خلفائے راشدین ہی کا دور لائیں گے تو اس کا مطلب تو یہ ہو گا کہ صدہا سال سے اسلامی حکومت اس دنیا سے ناپید ہے اور پھر جہاں تک اس زمانے کے حالات کا تعلق ہے بظاہر اس کا امکان نظر نہیں آتا کہ بعینہٖ اس دور میں اسی طرح کی خلافت معرضِ وجود میں آسکے۔ اگر ان کی یہ بات تسلیم کر لی جائے۔ تو اس کا مطلب یہ ہو گا کہ اسلام بحیثیت نظام سلطنت کے ان تیرہ سو سالوں میں صرف گنتی کے برس جی سکا۔ نعوذ باللہ من ذالک۔ اصل بات یہ ہے کہ یہ لوگ نہ یورپ کو سمجھے ہیں اور نہ ہی اسلام کے غلبہ کے لئے امام ولی اللہ کے فکر و فلسفہ سے تعلق

(باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

کا مثیل پیدا نہیں ہوا۔

امام ولی اللہ کی سیاسی تحریک

الغرض جب مسلمانوں کی سیاسی قوت فنا ہو گئی تھی لیکن وہ فکر جس نے سیاسی قوت کو عملی شکل دی تھی وہ موجود تھا اور اس کے ترجمان امام ولی اللہ اور ان کا خاندان ہے۔ امام ولی اللہ نے اپنے فکر و فلسفہ کی بنیاد فکر انسانی کی عموم و بصیرت عمومیت و افادیت پر رکھی۔ اپنے پروگرام کی تدوین کی اپنا نصب العین معین کیا۔ جمعیت مرکزیہ بنائی اور اس کی شاخیں ملک میں قائم کی گئیں۔ حکومت مؤقتہ قائم ہوئی۔ یہ فکر ولی اللہ کی تحریک کا پہلا دَور ہے۔ اس میں تین امام ظاہر ہوئے اور ایک امیر۔ اس کی تفصیل امام سندھی کے الفاظ حسب ذیل ہیں۔

(۱) امام ولی اللہ ۱۷۳۱ء تا ۱۷۶۲ء
(۲) امام عبد العزیز ۱۷۶۳ء تا ۱۸۲۴ء
(۳) امام محمد اسحاق ۱۸۲۴ء تا ۱۸۴۶ء

مؤقتہ حکومت کے امیر شہید سید احمد ۱۸۲۴ء تا ۱۸۳۱ء اس تحریک کا دوسرا دور امام محمد اسحاق نے ۱۸۳۱ء سے شروع کیا۔ آپ ۱۸۴۱ء تک دہلی میں رہے اور ۱۸۴۶ء تک مکہ معظمہ میں۔ دہلی میں ان کے نائب مولانا مملوک علی تھے۔ ان کے بعد الامیر امداد اللہ نائب بنے وہ بارہ برس یعنی ۱۸۵۷ء تک دہلی میں رہے اس کے بعد مکہ معظمہ چلے گئے ان کے پہلے نائب مولانا محمد قاسم ۱۸۷۹ء تک پھر مولانا رشید احمد گنگوہی ۱۹۰۵ء تک اور شیخ الہند مولانا محمود الحسن ۱۹۲۰ء تک اس سال اس تحریک مذکور کا دوسرا دَور ختم ہوا۔ تیسرے دَور کو مولانا شیخ الہند نے ۱۹۲۰ء سے تھوڑا عرصہ پہلے شروع کیا۔ اس تیسرے دَور کے فاتح اور امام ولی اللّٰہی قافلہ کے سالار مجدد اعظم امام انقلاب

رکھے ہوئے ہیں۔ یہ دراصل اسلام کو آڑ بنا کر اقتدار حاصل کرنا چاہتے ہیں اور عام سیاسی لیڈروں کی طرح سیاسی سرگرمیوں میں اسلام کے نام سے حصہ لے کر حکومت وقت سے متصادم ہوتے ہیں ان کو جو نقصان ہوگا۔ سو ہوگا۔ اس سے اسلام کو بھی نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہے۔ کالج اور مدارس عربیہ کے نوجوان انہیں مشت بعد از ہنگامہ جنگ سمجھ کر (امام سندھی اور امام ولی اللہ کے فکر و فلسفہ کے پیرو ہونے ہوتے) منہ نہ لگائیں۔ نوجوان طبقہ ان پر بھروسہ نہ کرے۔ یہ قوم کو زہر یلا رہے ہیں یہ لوگ جو اسلام کی خود ساختہ سیاست کے راج محل میں فروکش ہیں۔ اگر انہوں نے امام سندھی کی بات نہ مانی تو بخارا و سمرقند کے مسلمانوں جیسا ان کا حشر ہوگا۔ ظاہر ہے۔ اس کے بعد جو انقلاب آئے گا۔ وہ یقیناً لادینی ہوگا۔

مولانا عبید اللہ سندھی ہیں۔

امام علامہ موسیٰ جار اللہ

امام سندھی کے قیام ماسکو کے دوران روسی گورنمنٹ نے انہیں لینن گراڈ کی سیر کی پیش کش کی آپ نے اس کو قبول کیا اور لینن گراڈ میں آپ نے روسی گورنمنٹ کا مہمان بننے کی بجائے علامہ موسیٰ جار اللہ کے گھر پر قیام کو ترجیح دی جو کہ روس اور عالم اسلام کے بہت بڑے متبحر عالم تھے ۱۹۱۲ء تک ان کی اڑھائی سو تصنیفات قاہرہ میں شائع ہوئیں امام سندھی کا اور علامہ کا پہلی مرتبہ آپس میں لینن گراڈ ہی میں تعارف ہوا اس کے بعد قیام مکہ کے دوران امام سندھی کو علامہ صاحب ملے اور امام شاہ ولی اللہ کے فلسفہ کا ان سے استفادہ کیا۔ اور امام شاہ ولی اللہ کے اصول پر امام سندھی کی یہ تفسیر عربی میں قلمبند فرمائی امام سندھی جب وطن واپس پہنچے تو یہ تفسیر آپ کے بھتیجے مولانا عزیز احمد (برادر حضرت مولانا احمد علی لاہوری) آپ کے دوسرے قلمی و مطبوعہ کتب کے ساتھ لائے۔ مولانا غلام مصطفےٰ قاسمی تلمیذ امام سندھی نے اس عربی تفسیر کے دو حصوں کو اپنی اصلاح شدہ ترتیب کے ساتھ شائع فرمایا۔ مگر امام سندھی کی تفسیر کے عربی مسودہ کا تحت اللفظ ترجمہ مولانا بشیر احمد بی اے (ولی اللہ سوسائٹی لاہور) نے مولانا عبد الرزاق (انقلابی فاضل دیوبند و تلمیذ امام سندھی) سے کرایا۔ اور مجھے طباعت کیلئے یہ مسودہ سورۃ بقرہ تا سورۃ مائدہ عنایت کیا۔ پھر یہ کہ محسن نے اس کی کتابت، طباعت، جلد کے لئے مالی تعاون فرمایا۔ ان الحاج میاں صاحب کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ جن کے سر اس عظیم کام کی خدمت کا سہرا ہے۔ اس کا اجر آخرت میں خدا وند قدوس عطا فرمائے۔ میاں صاحب کے ایک عزیز کے ارشاد کے بموجب میاں صاحب کے نام کی اشاعت نہیں کی جاتی۔ مقدمہ و فاتحۃ الکتاب کا ترجمہ علامہ استاد مولانا محمد قاسم کا ہے جو الہام الرحمن جلد ثانی کے کے لئے سورہ انعام تا سورہ توبہ کا ترجمہ کر چکے ہیں۔ عرض ناشر کے تحت مضمون کی حیثیت امام سندھی کے افادات اور ان کے مسترشدین کی کتب (خصوصاً پروفیسر محمد سرور کی کتب) کے خوشہ چین کی سی ہے۔ مولانا عاشق الٰہی کی حسن کتابت اور تصحیح کی سعی بلیغ سے انہیں مبارکباد پیش کرتا ہوں۔

گر بہ افتد قبول زہے عز و شرف (محمد معاویہ عبید الٰہی)
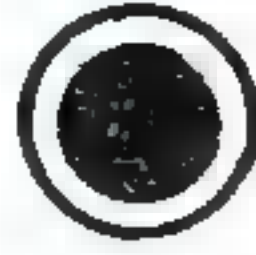
پیش لفظ	از علامہ موسیٰ جار اللہ رح
مقدمہ تفسیر	از امام السندی عُبید اللہ بن الاسلام
فاتحۃ الکتاب	〃 〃 〃
سُورۃ البقرہ	〃 〃 〃
سُورۃ آل عمرآن	〃 〃 〃
سُورۃ نسأ	〃 〃 〃
سُورۃ المائدۃ	〃 〃 〃

ناشر

امیر بیت الحکمۃ الامام ولی اللہ الدہلوی کبیر والا جھنگ روڈ ضلع ملتان

تعداد ایک ہزار باراوّل ۱۹۷۷ء قیمت

(مسعود پرنٹرز ۔ لاہور)

انتساب اور تشکر

قابل صد توصیف و احترام جناب شوکت شفیع صاحب کے والد ماجد میاں صاحب مدظلہٗ ایک ایسی مایۂ ناز ہستی ہیں جن کی مالی امداد و تعاون سے اس تفسیر الہام الرحمٰن کو منظرِ عام پر پیش کرنے کی اللہ تعالیٰ نے توفیق بخشی۔

میں

اس کتاب کا موصوف میاں صاحب کی طرف انتساب کرتے ہوئے تہہ دِل سے شکریہ ادا کرتا ہوں۔

خادم تحریک عبید الٰہی

محمد معاویہؒ فاضل جامعہ اشرفیہ لاہور مولوی فاضل

فقیر خانقاہ صدیقیہ (سید العارفین) حضرت مولانا حافظ محمد صدیق بھرچونڈی شریف سندھ و خانقاہ رحیمیہ قادریہ عزیزیہ حضرت قطب العالم مولانا شاہ عبدالرحیم رائے پوری رحمہ اللہ

پیش لفظ

از امام الہمام علامہ موسےٰ جار اللہ القازانی رحمۃ اللہ علیہ[1]

الحمد للہ الذی اصطفانا واورثنا کل کتاب انزلہ من قبلنا

الحمد للہ الذی ھدی البشر کافۃ بالقرآن الکریم الذی جعل بہ

رحمۃ للعلمین۔ وبالفرقان الذی انزلہ علی عبدہٖ لیکون بہ نذیراً للعالمین

اللّٰھم صل وسلم علی سیدنا محمد وعلی اٰل سیدنا محمد کما صلیت علی سیدنا ابراھیم وعلی اٰل سیدنا ابراھیم انک حمید

مجید۔ اللّٰھم بارک علی سیدنا محمد وعلی اٰل سیدنا کما بارکت علی سیدنا ابراھیم وعلی اٰل سیدنا ابراھیم انک حمید مجید:

---

[1] علامہ موسیٰ جار اللہ مرحوم دنیائے اسلام کی ایک بڑی بلند پایہ اور نامور علمی شخصیت تھے وہ روسی ترک تھے اکتوبر ۱۹۱۷ء کے اشتراکی انقلاب کے بعد بھی روس میں ان کی بڑی عزت کی جاتی تھی۔ اسٹالین کے دور میں وہ روس چھوڑنے پر مجبور ہو گئے۔ اس کے بعد ان کی ساری زندگی جلاوطنی میں گزری وہ کافی عرصہ ہندو پاک میں بھی رہے۔ علامہ جار اللہ کی تصنیفات عربی فارسی اور ترکی میں ہیں۔ اور دنیائے اسلام کے اعلیٰ علمی حلقوں میں ان تصانیف کا بڑا بلند مقام ہے۔ علامہ مرحوم کو ترک قوم پرستی کی وجہ سے روس سے نکلنا پڑا تھا۔ "برہان" دہلی کے ستمبر ۱۹۶۴ء کے شمارے میں ایک جاپانی عالم و مصنف کے ذکر میں علامہ موسےٰ جار اللہ کا ایک واقعہ مذکور ہے، جو درج ذیل ہے۔

مولانا سعید احمد اکبر آبادی میک گل (کینیڈا) کے اسلامی انسٹی ٹیوٹ میں اپنے مشاہدات و تاثرات کے ضمن میں لکھتے ہیں۔

ڈاکٹر ازٹسو دس بارہ زبانوں کے فاضل اور ماہر ہیں۔ جن میں انگریزی، فرنچ، جرمنی، عبرانی، ترکی اور عربی شامل ہیں۔ ان کا موضوع تحقیق جس پر انہوں نے بہت کچھ لکھا اور لکھ رہے ہیں۔ قرآن کا مطالعہ علم المعانی کے نقطہ نظر سے ہے۔ انہوں نے عربی زبان کس طرح سیکھی؟ اس کی داستان بھی بڑی دلچسپ اور سبق آموز ہے۔ کہتے تھے کہ میں ٹوکیو کے قرب جوار کا رہنے والا ہوں۔ میرے وطن میں کوئی شخص ایسا نہیں تھا۔ جس سے میں عربی پڑھ سکوں اتفاق سے روس کے ایک بہت بڑے مگر جلا وطن عالم جن کا نام موسیٰ جار اللہ تھا۔ (انڈو پاک کے علمی اور دینی حلقے موصوف سے خوب واقف

اللّٰھم بارک علےٰ سیدنا محمدٍ وعلےٰ اٰلِ سیدنا محمّد کما بارکت علےٰ سیدنا ابراھیم وعلےٰ اٰل سیدنا ابراھیم انک حمید مجید۔

امّا بعد: اللہ جل جلالہ نے اپنا جلال وجمال خوب واضح اور روشن فرما دیا ہے۔ اور اس کا انعام ہر عام وخاص پر پھیلا ہوا ہے۔ مجھے اس نے طلب قرآن، فہم قرآن اور کتاب اللہ کے علوم کے حصول میں اپنی زندگی وقف کرنے کی توفیق عنایت فرمائی۔ اگر خدا ہمیں اس کی ہدایت نہ فرماتا تو ہم ہدایت نہیں پا سکتے تھے۔ الحمد اللہ کہ اس نے ہمیں ہدایت بخشی۔

میں نے قرآن کریم اور وہ تمام علوم جو متقدمین سلف نے اس بارے میں مدون وتحریر کئے تھے ان کا مطالعہ کیا اور اسی طرح معارفِ عمومی کی، جن کا فہم قرآن کریم کے سلسلے میں انسان محتاج ہے طلب وجستجو کی اور جیسے جیسے ان کی طلب وجستجو میں میں نے اجتہاد وکوشش کی میرا شوق ورغبت قرآن کریم کی طلب وجستجو میں بڑھتا ہی گیا۔ ہمارے مدارس کا یہ حال ہے کہ علوم مطلوبہ کی تحصیل تعلیم وتعلّم کے ذریعہ کی جاتی ہے۔ اور کتابوں کے اندر جو کچھ لکھ دیا گیا ہے، اسے پڑھ لیا جاتا ہے۔ کتاب اللہ کی آیتوں کے ساتھ ساتھ کون کبیر“ کی آیتوں پر غور وتدبر کرنا نہیں سکھایا جاتا۔ اور طالب علم کو معلومات مستحضر ہوں۔ اور مطلوب کے لئے وہ کوشاں اور سرگرم ہے۔ اس کی طرف اس کا ذہن موڑنا جس سے وہ آگے اقدام کر سکے، یہ نہیں سکھایا جاتا۔ یہ طریقہ حفظ واخذ اور مضامین کتب کے محفوظ کرنے کا ہے۔ یہ طریقۂ نظر وبصیرت، غور وتدبر اور علوم میں تعمق کا نہیں ہے۔

طلب علم میں میں بھی اسی راہ پر گامزن ہوا۔ اور وہی طریقہ اختیار کیا گیا، جو عام طلبہ کا حفظ واخذ کا تھا۔ میں نے مطالعہ کا وہی طریقہ اپنایا جو مشائخ مدارس کا تھا۔ اور اسی طرح کتابوں کا مطالعہ کیا۔ جس طرح مشائخ مدارس کیا کرتے تھے۔ میں نے تمام تفاسیر مطبوعہ اور غیر مطبوعہ کا مطالعہ کرنا شروع کیا۔ مختلف

ہیں۔ تقسیم سے قبل دہلی آتے تھے تو جامعہ ملیہ اسلامیہ میں قیام کرتے تھے اپنے استاذ مولانا عبید اللہ سندھی کی طرح علم کے بحر ناپیدا کنار ہونے باوصف غضب کے درویش منش اور قلندر صفت تھے۔ مطالعہ نہایت وسیع اور حافظہ بلا کا۔ اور دماغ بڑا روشن تھا۔ راقم الحروف کو ان کے ساتھ بارہا شرفِ صحبت وتکلم حاصل ہوا ہے۔ اور اس زمانے میں ان کی ذہانت وذکاوت اور غزارتِ علم وفضل کے جو حیرت انگیز مناظر اپنی آنکھ سے دیکھے ہیں، ان کو قلم بند کیا جائے۔ تو ایک مستقل مقالہ

یقیہ حاشیہ

تیار ہو جائے) جاپان میں تشریف لائے اور ٹوکیو کی مسجد کے ایک کمرہ میں (یا کسی مکان پر؟ اب ٹھیک یاد نہیں رہا) قیام کیا مجھے اطلاع ہوئی تو انکی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور عربی پڑھنے کا شوق ظاہر کیا علامہ نے شروع میں ٹال مٹول کی مگر جب دیکھا کہ میرا اشتیاق واقعی طلب صادق ہے تو فرمایا اچھا میں تم کو عربی ضرور پڑھاؤں گا مگر پہلے ایک بات کا وعدہ کرو اور وہ یہ کہ تم اپنی عربی کے علم کو قرآن کریم اور اسلام پر حملہ کرنے کے لئے استعمال نہیں کروگے اسکے جواب میں جب میں نے یقین دلایا کہ میں محض ایک طالب علم ہوں اور میرا مقصد علمی نقطہ نظر سے قرآن کا مطالعہ کرنا ہے تو علامہ راضی ہو گئے۔ اور اب انہوں نے عربی پڑھانی شروع کی تو اس طرح کہ چند مہینوں میں جب تک کہ موصوف کا وہاں قیام رہا، برسوں کی مسافت طے کرا دی۔ علامہ مجھے صرف عربی نہیں پڑھاتے تھے۔ بلکہ قرآن پر لکچر بھی دیتے رہتے تھے۔ اس کا اثر یہ ہوا کہ مجھ کو قرآن سے خاص شغف پیدا ہو گیا۔ اور میں نے اس کو اپنے مطالعہ اور تحقیق کا خاص موضوع بنانے کا فیصلہ کر لیا۔ علامہ صحیح معنوں میں ابن بطوطۂ وقت تھے۔ کسی ایک جگہ جم کر رہنا جانتے ہی نہ تھے۔ چنانچہ چند ماہ کے بعد یہاں سے بھی روانہ ہو گئے۔

مختلف لائبریریوں میں پہنچا۔ جن میں مطبوعہ اور غیر مطبوعہ تفاسیر موجود تھیں۔ مثلاً میں نے کتاب «البصائر» صاحب قاموس اور نظم الدرر امام بقاعی کا، جو آیات قرآنی اور اس کی سورتوں کی مناسبت پر لکھی گئی ہیں، مطالعہ کیا۔ ان بے شمار تفاسیر میں میں نے مطلوبہ افادیت اور وضاحت بیان نہ پائی۔ اور تمام کو ایک ہی راہ پر چلتے دیکھا اور وہ یہ ہے کہ "ہم کہتے ہیں۔ اور ایسا کہتے ہیں" میں نے ان میں تکرارِ مضامین اور اختصار کے سوا کچھ نہ پایا۔ یہ لکھتے لکھتے ان مفسرین کے قلم تھک گئے۔ لیکن اس سے افکار اور عقلیں سیراب نہ ہو سکیں جب میں سنہ ۱۳۵۶ھ (۱۹۳۷ء) سیاحت نجد و یمن کے لئے مکہ مکرمہ پہنچا۔ تو میں نے حرم مکہ میں امام عبید اللہ بن سلام[1] کو پایا۔ اللہ تعالیٰ ان کی زندگی میں برکت عطا فرمائے[2]۔ اور ان کے افادات میں جو اسلام کے طلبہ اور استاذان ہند اُن سے حاصل کر رہے ہیں، خیر و برکت عطا فرمائے۔

---

[1] عربوں کے ہاں چونکہ والد کا نام لکھنا ضروری سمجھا جاتا ہے اسلئے مولانا عبید اللہ سندھی عربی میں اپنا نام عبید اللہ بن اسلام لکھا کرتے تھے، یہ گویا اشارہ تھا ان کے نومسلم ہونے کی طرف [2] اس وقت مولانا سندھی زندہ تھے۔

میں پہلے سے اس استاذ شفیق کو جانتا تھا اور مجھے بھی وہ جانتے تھے میں نے دیکھا کہ وہ مکہ مکرمہ میں فارغ بیٹھے ہوئے ہیں اور ان کے پاس تک کوئی نہیں پھٹکتا۔[1] اور شاذ و نادر ہی کوئی شخص ان کے پاس جاکر بیٹھتا اور وہ بھی استفادہ کی غرض سے نہیں بلکہ حسب عادت تبرک حاصل کرنے کی غرض سے۔

امام سندھی نے اپنی ساری عمر قرآن کریم اور اس کے فلسفہ کے لئے وقف کردی ہے۔ وہ قرآن کریم کے فلسفہ کو جیسا کہ اس کے جاننے کا حق ہے۔ جانتے ہیں۔ اور امام شاہ ولی اللہ دہلوی کے اصول پر جانتے ہیں۔ امام سندھی نے شاہ ولی اللہ دہلوی کے فلسفہ کی تحصیل اور اس کی شرح میں مدتیں گزاریں یہاں تک کہ انہیں اس پر یقین کامل ہوگیا۔ انہوں نے اس فلسفہ کو تمام فلسفوں پر ترجیح دی۔ اور پھر امام ولی اللہ دہلوی کے اس فلسفہ پر پورے قرآن کی تعبیر کی۔

امام سندھی شاہ ولی اللہ دہلوی سے ایک خاص عقیدت رکھتے تھے۔ ایسی عقیدت میں کسی کے اندر نہیں پاتا۔ وہ امام ولی اللہ دہلوی کا غائت درجہ کا احترام کرتے تھے۔ اور انہیں تمام اماموں سے افضل اور امام الائمہ مانتے تھے۔ بلکہ امام سندھی کا یہ اعتقاد تھا کہ سارے عالم کو امام ولی اللہ کا احترام کرنا چاہیے ایسا احترام جیسا کہ صحابہ کرام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کرتے تھے۔ اس سے پیشتر میں امام شاہ ولی اللہ دہلوی کی کتاب حجۃ اللہ البالغہ[2] اور ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء پڑھ چکا تھا۔ ان کتابوں کو میں نے ایسا پایا جس کی مثال اور نظیر کتب اسلام میں نہیں مل سکتی۔ ان ہر دو کتابوں سے میں کافی مستفید و مستفیض ہوا۔ اس کے بعد میں نے امام سندھی سے شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی دوسری کتابیں پڑھیں مثلاً الخیر الکثیر، بدور البازغہ، سطعات، الطاف القدس، اور تاویل الاحادیث۔ از خود التفہیمات کا مطالعہ کیا اور

---

[1] میں ۱۹۳۷ء میں حج بیت اللہ کے لئے گیا ہمارا قافلہ ہندوستان سے پہلا قافلہ تھا۔ ظہر کی نماز کے لئے ہم حرم میں گئے تو جماعت سے ایک شخص آیا اور میرا نام لے کر کہا کہ اس نام کا آدمی کون ہے؟ میں نے کہا میں ہوں، وہ مجھے بلا مولانا عبید اللہ صاحب کے پاس لے گیا پہلے تو انہوں نے مجھ سے بات کرنے میں تامل کیا لیکن چونکہ میری کتاب "ولی اللہ" سوانح حیات شاہ ولی اللہ پہلے ہی پڑھ چکے تھے اس لئے بہت جلد بے تکلف ہوگئے اور مجھ سے بلا تکلف باتیں کرنے لگے۔ محمد اسمٰعیل گوجرانوالہ

[2] الحمد للہ کہ ہم شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی کتاب حجۃ اللہ البالغہ کا ترجمہ ۱۹۴۶ء میں کرچکے ہیں جسکو

"العقبات" امام سندھی سے پڑھی۔

جب میں امام شاہ ولی اللہ دہلوی کے فلسفہ سے بہت کچھ آگاہ ہو گیا تو مجھے اور بھی شوق و رغبت ہوئی کہ امام شاہ ولی اللہؒ کے فلسفہ کے مطابق قرآن کی تفسیر پڑھوں۔ میں نے مولانا سندھی سے اس کی درخواست کی اور ان سے اپنا ارادہ ظاہر کیا تو وہ بہت خوش ہوئے اور حق یہ ہے کہ مجھ سے زیادہ میرے ان خیالات سے خوش ہوئے اور اس بارے میں بڑے شوق کا اظہار فرمایا۔

میں نے امام شاہ ولی اللہ کے فلسفہ کے مطابق قرآن کریم کی تفسیر کو اپنانے میں پوری پوری کوشش کی ہر روز طلوع آفتاب سے لے کر ظہر کی نماز یا عصر کی نماز تک امام سندھی سے استفادہ کا یہ سلسلہ جاری رہتا وہ عربی میں جو کچھ فرماتے ہیں اسکو لکھ لیتا۔ اور میری پوری پوری کوشش تھی کہ اس املاء کتابت میں ایک جملہ بھی نہ چھوٹ جاتے چنانچہ میں نے ایک سو پچاس دنوں میں ایک ہزار چار سو صفحات لکھ ڈالے۔

۱۸ جمادی الاولیٰ پیر کے دن ۱۳۵۶ھ سے لے کر ۱۳ ذی قعدہ ۱۳۵۶ھ تک یا ۲۶ جولائی ۱۹۳۷ء سے لے کر ۱۲ جنوری تک یہ کام میں نے انجام کو پہنچا دیا۔

میرے استاذ مولانا سندھی املاء کرانے سے تھکنے کا نام نہ لیتے۔ اور میری خوشی کا یہ عالم تھا کہ مجھ میں سننے اور لکھنے کا اشتیاق بڑھتا ہی جاتا تھا باوجود اس کے کہ بعض اوقات میں سخت بیمار ہوتا تھا۔ جب میں درس سے فارغ ہوا تو میں نے امام سندھی کا تہہ دل سے شکریہ ادا کیا۔ یہ ان کا کرم تھا کہ جب انہوں نے میرا عزم و ثبات۔ میری مسرت و خوشی اور میری کوشش بلیغ دیکھی تو بہت خوش ہوئے۔ جب امام سندھی نے اپنے امالی پوری طرح دیکھ لیا، اور یہ بھی دیکھا کہ میں نے اس سلسلے میں ضبط و نظم پر پوری توجہ دی ہے اور پورے اہتمام سے لکھا ہے تو وہ بہت خوش ہوئے اور اپنی مسرت کا اظہار کیا۔

امام سندھی جب قرآن کریم کی تفسیر کرتے تو اس میں معترضہ جملہ بھی گاہ گاہ کہہ دیتے اور ساتھ ہی یہ بھی کہہ دیتے کہ یہ جملہ معترضہ ہے۔ چنانچہ میں اسکو جملہ معترضہ کر کے لکھ دیتا یہ جملہ معترضہ جملے چھوٹی بڑی فصلوں کی مانند ہوتے۔ اور مختلف فوائد کے حامل ہوتے اور میں بھی اس طریقہ کو پسند کرتا تھا۔ ان معترضہ جملوں میں

بقیہ حاشیہ۔ شیخ غلام علی اینڈ سنز نے کشمیری بازار اور بندر روڈ کراچی سے شائع کیا ہے۔ یہ کتاب حقیقتاً وہی شان رکھتی ہے جو امام موسیٰ جار اللہ نے بیان کی ہے ——— ابو العلاء محمد اسمٰعیل گودھروی کان اللہ لہ۔

زیادہ تر حکایتیں، لطائف اور نوادر ہوتے تھے اور یہ بہت سے فوائد پر مشتمل ہوتے تھے۔ جب مناسب ہوتا اور انہیں فرصت ہوتی تو امام سندھی سیاسی باتیں شروع کر دیتے اور میں سمجھتا تھا یہ باتیں امانت ہیں، قابل اظہار نہیں ہیں لیکن جب اسلام کی تعلیم کے دوران اُمور سیاسیہ اجتماعیہ کی بحث ہوئی تو صاف صاف کہہ دیتے اور صریح اور قطعی طور پر بتا دیتے۔ اور کسی سے نہ ڈرتے وہ خواہ مخواہ خوشامد نہیں کرتے تھے اور نہ چکنی چپڑی باتیں کرتے تھے۔

والسلام

موسیٰ جار اللہ غفر لہٗ۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مقدمہ

جاننا چاہیئے کہ انسانی طبقات میں سے اعلیٰ طبقہ کے لوگ وہ ہیں جنہیں فہم و فراست کے زیور سے آراستہ کیا گیا ہے۔ پھر یہ بہت سے اقسام ہیں اور ہر ایک قسم کی استعداد دوسرے سے مختلف ہے۔ جب حکمت خداوندی کا تقاضا ہوا کہ اپنی مخلوق کی طرف اس اعلیٰ طبقہ کے کسی ایک فرد کو مبعوث کرے تاکہ وہ انسانوں کے لئے ظلمات سے نور کی طرف خروج کا سبب بنے۔ اور اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر فرض کر دے کہ اپنے ظاہر و باطن سے اس کے "تابع ہو جائیں۔ اور جو بھی اس کے ساتھ مل گیا اور منقاد ہوا تو ملا اعلیٰ میں ایسے آدمی کے لئے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کا تاکیدی اعلان ہو جاتا ہے لیکن جو شخص اس سے دور ہوا اور مخالفت پر کمربستہ رہا ایسے پر اللہ کی لعنت ہو جاتی ہے۔ جب اللہ تعالیٰ مذکورہ بالا فرد مبعوث کی بعثت اور لزوم اطاعت سے انسانوں کو خبر کر دیتے ہیں تو یہی نبی کہلاتا ہے نبی کے علاوہ مفہمین[1] کے دوسرے اقسام یہ ہیں۔ کامل[2] حکیم[3] خلیفہ[4]۔ مؤیدون[5] بروح القدس۔ الہادی[6] المزکی۔ امام[7] اور منذر[8] بھی انہیں سے ہیں۔

بلحاظ شان اعظم الانبیاء وہ ہے جسے بعثت کا نوع آخر بھی حاصل ہو وہ بایں صورت کہ اللہ تعالیٰ کا ایسے شخص کے متعلق یہ ارادہ ہو کہ وہ خود تو انسانوں کے لئے ظلمات سے نور کی طرف خروج کا سبب اور

---

[1] اصل میں المفہمون ہے یہ انسان ایسی صلاحیت کے مالک ہیں جن کی ملکیت انتہائی بلند ہوتی ہے انکو نظام مطلوب کی اقامت کے لئے داعیہ حقانیہ کے ساتھ مبعوث کیا جانا ممکن ہے۔ اور انہیں پر ملا اعلیٰ سے علوم و احوال خداوندی کا ترشح ہوتا ہے۔ حجۃ اللہ البالغہ ج ۱ ص ۸۴۔ [2] الامام ولی اللہ دہلوی رحمہ اللہ اپنی کتاب حجۃ اللہ البالغہ میں فرماتے ہیں۔ مفہمون کی کثیرہ اقسام ہیں اور ہر ایک میں مختلف استعداد رکھی گئی ہے۔ تو جس کا اکثر حال یہ ہو کہ اسکو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایسے علوم کا حصول ہوتا ہے کہ عبادات کے ذریعہ تہذیب النفس ہو سکے تو یہ قسم کامل ہے۔ اور جس کا اکثر حال یہ ہو کہ اخلاق فاضلہ اور علوم تدبیر المنزل و نحو ذالک کی تحصیل متعلق کرتا ہو تو وہ حکیم ہے۔ اگر اسے تمام سیاسیات کا حصول بھی ہوتا ہو۔ اور اسے انسانوں میں عدل کے قائم

اور اپنے اپنے ممالک پر حکم تمام رُوئے زمین پر غالب ہونے کے مانند تھا۔ اور ان کی عیاشی کی عادات ان تمام ملکوں میں جاری وساری تھیں جو اُن کے ماتحت تھے۔ اور اِن عادات کو بدلنا اور ان سے روکنا تمام ممالک کے لئے تنبیہ کا باعث بنتے تھے۔

لیکن باقی جو کہ معتدل مزاجی سے دور تھے۔ اُن میں مکمل مصلحت قبول کرنے کی سکت نہ تھی۔ خلاصہ یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے ایک عالی ملت کے قائم کرنے کا ارادہ فرمایا۔ اور یہ کہ لوگوں کے لئے ایک ایسی اُمت ظاہر فرمائے۔ جو کہ اُنہیں بھلے کاموں کا حکم کرے۔ اور بُرے کاموں سے روکے۔ اور ان کی بُری رُسوم سے روکے۔ اور یہ اِن دو حکومتوں کے مٹ جانے پر موقوف تھا۔ جو کہ ان کے احوال کے لئے آسان تھا۔ کیوں کہ اُن دونوں حکومتوں کے حالات تمام اچھے ممالک تک پہنچ جاتے تھے۔ تو اللہ تعالیٰ نے انکی حکومتیں مٹانے کا فیصلہ فرمایا۔ اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم نے خبر دی کہ کسریٰ ہلاک ہوگیا۔ اب اسکے بعد کوئی کسریٰ نہیں۔ اور قیصر ہلاک ہوگیا۔ اب اس کے بعد کوئی قیصر نہیں۔

تو رُوئے زمین کے باطل کو مٹانے والا حق آیا۔ کہ عرب کا باطل حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام رضؓ کے واسطہ سے مٹ گیا۔ بعد ان دونوں بادشوں کا باطل عرب کے ذریعہ سے مٹ گیا۔ اور تمام ممالک کا باطل اِن جماعتوں کے ذریعہ سے مٹ گیا۔ اور اللہ تعالیٰ کے لئے کامل وغالب دلیل ہے۔ پہلے مہاجرین وانصار قریش اور ان کے اردگرد کے لوگوں کے اسلام میں آنے کا سبب تھے۔ پھر اللہ تعالیٰ ان لوگوں کے ہاتھوں پہ عراق اور شام کو فتح کرایا۔ پھر انہیں کے ہاتھوں پہ فارس اور روم کو فتح کرایا۔ پھر ان کے ہاتھوں پہ ہندوستان، ترک اور سوڈان کو فتح کرایا۔ یہ بمنزلہ بنیاد کے بن گیا جس پر کہ دیوار قائم ہوگئی اور دیوار پہ چھت رکھی گئی

فوائد متفرقہ حضور اکرم صلّی اللہ کی دعوت حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ملت کا حضرت اسمٰعیل عؑ کے طریقہ پر زندہ کرنا تھا۔ اور اس کی پہلے مثال احیائے ملتِ ابراہیمی عؑ کی حضرت موسیٰ عؑ کے واسطہ سے طریقہ اسرائیل پر گذری۔ اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم شریعتِ موسوی عؑ کے خصوصًا تابع تھے۔ اسی لئے قرآنی سورتوں کے اوائل میں اس کا ذکر آتا ہے۔ اِنَّا اَرْسَلْنَا اِلَيْكُمْ رَسُوْلًا شَاهِدًا عَلَيْكُمْ كَمَا اَرْسَلْنَا اِلٰى فِرْعَوْنَ رَسُوْلًا (بیشک ہم نے تمہاری طرف رسول بھیجا جو کہ تم پر گواہ ہے۔ جیسا کہ

فرعون کی طرف رسول بھیجا تھا) اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم تمام جہاں کے لوگوں کو چیلنج دیتا تھا۔ کہ تورات و قرآن کی تعلیم کی طرح اور تعلیم لائیں۔ اور بیشک اگر اس سے زیادہ ہدایت والی شئی ہوگی۔ تو وہ اس کا اتباع کرے گا۔ اور یہ تمام دنیا کے لئے چیلنج ہوتا تھا۔ لیکن خاص عرب کے لوگوں کو چیلنج کرنا وہ محض قرآن مجید کے ذریعہ تھا۔ ہم نے آجکل یہود و نصاریٰ کی موجودہ اُمتیں دیکھیں جو کہ تورات کی تعلیم پیروی کرتے۔ اور صابئین کے ہاں وہ لوگ جو کہ ایران کے مجوسی تھے۔ اُن کے کتاب "زرادست" ہے۔ اور ہندوؤں کے ہاں جو کہ یہود و نصاریٰ کی طرح گروہ ہیں۔ برہمن ہیں۔ جن کے ہاں کتاب "ویدک" ہے۔ جس کی وہ اتباع کرتے ہیں۔ وہ یہودیوں کی طرح ہیں۔ اور سمینہ گروہ بوذا کے پیروکار نصاریٰ کی طرح ہیں۔ ان کے بوذا اور اُس کے تابع لوگوں کی حکمت ہے۔ لیکن ان تمام مجوس ایران برہمن ہند اور سمینہ کے ہاں کوئی کتاب تورات کی طرح نہیں۔ اور وہ خود بھی اس کا اعتراف کرتے ہیں۔

صابئہ میں سے ایک جماعت ہے۔ جو کہ عقلی نظریوں پر اعتماد کرتے ہیں۔ ان کا مرکز یونان اور رُوم تھا اور یہ لوگ جب ایک قوم کو اکٹھا کرتے اور اپنے شہری قوانین سے اعلیٰ قانون کے محتاج ہوتے۔ تو اہل کتاب (یہود) سے وہ کچھ لیتے جو کہ اُن کے مزاجوں کے مناسب ہوتا۔ پھر جب ایک عام گروہ بن جاتا تو کسی جابر بادشاہ سے مدد حاصل کرتے (دکتوریہ) یا کسی دین کی دین کی طرف رجوع کرتے۔ اور پہلے دُنیا میں کوئی ایسی کتاب نہ تھی۔ جو کہ انبیاء کی لائی ہوئی شریعتوں کو لکھتی اور جمع کرتی۔ جیسا کہ تورات ہے۔

پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام کا دین ایک مقام یا ایک قوم کے ساتھ مخصوص نہ تھا۔ بلکہ روئے زمین کی تمام انسانی مخلوق کے لئے عام تھا۔ جو فرش زمین پر موجود تھی۔ لیکن حضرت ابراہیمؑ کے بعد حضرت ابراہیم کی طرح تمام انسانوں کے لئے عمومی دعوت دینے والا کوئی آدمی پیدا نہیں ہوا اللہ تعالےٰ کے اس قول کا یہی مفہوم ہے اِنِّیْ جَاعِلُکَ لِلنَّاسِ اِمَامًا۔

حضرت ابراہیمؑ کے دین کی رُوح یہ تھی ۱۔ اجتماعیات میں بعض مسلمانوں کی ملوکیت کو مٹانا ۲۔ مخلوق کی معبودیت کو مٹانا اور یہی خالص توحید ہے۔ یہ ایسا فکر ہے کہ ہر سلیم الفطرۃ آدمی اسی کی ترجمانی کرے گا۔ اس لئے کوئی انسان یہ برداشت نہیں کرتا کہ اپنے جیسے انسان کا خادم بنے۔ اور ہر ایک انسان کا طبعی میلان یہی ہے کہ ان کا ہر ایک کام باہمی مشورہ سے طے ہو اور اسے بھی شوریٰ میں دخل ہو اور یہ فطرت انسانی کا مقتضیٰ ہے۔

اور اس کی قوم خیر امّت بنے جو تمام انسانوں کیلئے برپا ہوئی ہے۔ تو اس کی بعثت اس بعثت آخر کو شامل ہوئی۔ اس پہلی۔ اس پہلی بعثت کیطرف اللہ تعالیٰ کے قول هو الذی بعث فی الامیین رسولاً منهم میں اشارہ موجود ہے۔ اور کنتم خیر امةٍ اخرجت للناس اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قول فانما بعثتم میسرین ولم تبعثوا معسرین میں بعثت آخر کی طرف۔ اور ہمارے نبی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مفہمین کے تمام اقسام کے جامع اور آپ کو دونوں بعثتیں بطریق اتم ملی ہیں۔ حالانکہ آپ سے پہلے انبیاء علیہم السلام کو ان تمام اقسام و فنون میں سے کسی کو ایک یا دو اقسام سے زیادہ حاصل نہیں تھے۔

جاننیئے۔ بعثت رسول کے لئے حکمت الٰہیہ کا اقتضاء اس خیر نسبتی میں منحصر ہے جو تدبیر فی البعث میں معتبر ہے۔ لیکن اس کی حقیقت کو علام الغیوب کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ البتہ ہم یہ قطعی جانتے ہیں کہ یہاں کچھ اسباب ایسے ہیں جن سے اس بعثت کا تخلّف نہیں ہوتا اور یہ اس طرح کہ وہ وقت ایک ایسی سلطنت کے ظہور کا وقت ہوگا۔ جس سے باقی سلطنتیں مٹ سکتی ہیں۔ تو ایسے وقت اللہ تعالیٰ ایسے شخص کو مبعوث فرماتے ہیں جو مذکورہ سلطنت کے والیان کیلئے دین کو قائم کر جاتا ہے۔ جیسے سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت۔

جب ہر ایک قوم ایک علیحدہ ملّت کے ساتھ علیحدہ ہو جاتی ہے۔ اور اپنے لئے مختلف طریقے

بقیہ حاشیہ کرنے اور ظلم کے دفع کرنے کی توفیق بھی دیگئی ہو تو وہ الخلیفۃ کہلاتا ہے۔ اور جس پر ملاء اعلیٰ کا نزول و الہام ہوا اور ملاء اعلیٰ کیطرف سے علم و خطاب سے نوازا جائے وہ اسے نظر بھی آئیں اور مختلف اقسام کرامات کا ظہور بھی ہو تو اس کا نام المؤید بروح القدس ہے اور ایسا شخص جس کی زبان اور دل میں ایسا نور رکھا گیا ہے کہ اس کی صحبت اور نصیحت سے انسانوں کو فائدہ اور نفع ہو اور اس کے اصحاب میں سے حواریین کی طرف اس کا نور اور سکینہ منتقل ہو جس کے واسطہ سے کمال کی نہایات کو پہنچ جائیں اور وہ ان کی ہدایت پر برانگیختہ ہوتے ہیں تو یہ ہے۔ الہادی المزکی۔ اور جس کے علم کا اکثر حصہ ملّت کے قواعد اور ان کی بہتری کی معرفت ہو ان میں سے ہر قاعدہ اور مصلحت جو مٹ چکی ہے اس کے قائم کرنے کی کوشش اور لگن رکھتا ہے وہ اماما ہے اور اگر اس کے قلب میں یہ بات ڈال دی گئی ہو کہ لوگوں کو یہ اطلاع اور خبر دے کہ دنیا میں ان پر بہت بڑی مصیبت اور عذاب

اور سنتیں گھڑ لیتے ہیں۔ اور ان کی تردید کرنے والوں کی زبان سے مدافعت کرتے ہیں۔ اور تیر و سنان سے قتل و قتال ہوتا ہے اور ان میں ظلم و ستم واقع ہوتا ہے۔ وہ خوبیاں اور تعلقات جو لائق اور مناسب تھے ضائع ہو جاتے ہیں۔ جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ایک ملت دوسری ملت پر لعنت گماں ہوتی ہے اور ان میں خوب جنگ برپا ہوتی ہے اور حق و باطل رسم و رواج میں چھپ جاتا ہے تو ایک ایسے امام راشد کی ضرورت لاحق ہوتی ہے جو ان ملتوں کے ساتھ ایسا معاملہ کرے جیسے خلیفہ ظالم بادشاہوں کے ساتھ کرتا ہے۔

اور یہ امام جو مختلف امتوں کو جمع کرکے ایک اُمت بنا دے چند اصول و قواعد کا محتاج ہوتا ہے۔

ایک یہ کہ اپنی قوم کو سنت راشدہ کی طرف دعوت دے اور ان کے حال کی اصلاح و تزکیہ کرے پھر ان کو بمنزلہ اپنے اعضاء اور بازو کے بنائے تو پھر اہل زمین کے ساتھ جہاد کرے اور اپنے تربیت یافتوں کو اطراف عالم پھیلا دے یہی بات اس آیت کریمہ جو قولہ تعالیٰ کنتم خیر اُمۃ اُخرجت للناس۔ تم سب سے اچھی امت ہو۔ جو لوگوں کے لئے بنائے گئے۔

اور یہ اس لئے کہ یہ امام خود اس سے بیشمار اُمتوں کا مجاہدہ نہیں آسکتا۔ اور زیادہ یہ ہے۔ کہ دوسروں کا تابع ہونا ایسی مدت تک کے لئے ہوتا ہے۔ کہ نبیؑ کی عمر اس وقت تک لمبی نہیں رہتی۔ جیسا کہ موجودہ شرلعیتوں میں اب واقع ہوا۔ بیشک یہود و نصاریٰ اور مسلمان ان میں سے پہلے مومن ایک جماعت ہوتی ہے۔ پھر وہ اس کے بعد غالب ہو جاتے ہیں۔ اور وہ ممالک جو کہ درمیانے مزاجوں کے پیدا ہونے کی صلاحیت رکھتے ہیں، دو بڑے بادشاہوں کے ماتحت قرب قیامت میں ہو گئے ایک کسریٰ جو کہ عراق۔ یمن۔ خراسان اور ارد گرد کے ممالک پر حاکم تھے۔ اور ماوراء النہر اور ہندوستان کے بادشاہ اُس کے حکم کے ماتحت تھے۔ اور ہر سال اُسے ٹیکس ادا کرتے تھے۔

دوسرے قیصر۔ جو کہ شام۔ روم اور ارد گرد کے ممالک پر حاکم تھے۔ اور مصر۔ مغرب اور افریقہ کے بادشاہ اُس کے حکم کے ماتحت تھے۔ جن کی طرف سے اُس کے ہاں ٹیکس آتا تھا۔ اِن دو بادشاہوں کی حکومت

بقیہ حاشیہ صفحہ ۸ کا آنا مقدر ہو چکا ہے یا کسی قوم کا اللہ کی لعنت کا مستحق ہونا معلوم کر کے ان کو اس کی خبر دیدے تو اس کا نام منذر ہے ——— حجۃ اللہ البالغہ ج ۱ صفحہ ۸۹ طبع ہند۔

ترقی یافتہ عقل والوں کا ایک گروہ ثابت کر چکا ہے کہ ان جسمانیات کے ماوراء ایک ایسا الٰہ ہے جو بذریعہ اپنی صفات لازمہ کے اس کائنات کو اپنے قبضہ میں رکھے ہوتے ہے۔ جب کوئی انسان الوہیت کے بارے میں صحیح فکر کرے گا تو اُسے لازم ہو جاتا ہے کہ اس جیسے عقیدہ کا معتقد ہو جائے اور ہر اس محسوس شئی کے الٰہ ہونے کا انکار کر دے جسے حواس سے ادراک کیا جا سکے۔ اس عقیدہ سے تمام دجالوں کی غلامیت سے چھوٹ جاتا ہے اور یہ عین فطرت انسانی ہے۔

لیکن یہ دعوت ابراہیمی علیہ السلام تمام انسانوں تک حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانہ میں نہیں پہنچ پائی۔ اس وجہ سے حضرت ابراہیم کا ارادہ ہوا کہ ان کی ذریتہ میں ایسی قوت ارادیہ ظاہر ہو جو تمام انسانوں میں اس فکر و دعوت کو پھیلائے۔ اسی بناء پر اللہ تعالیٰ سے اعطاء ولد کے طالب ہوئے جس پر حضرت اسمٰعیلؑ اور حضرت اسحاقؑ کا دربار خداوندی سے ہبہ ملا۔ حضرت ابراہیم نے دونوں بیٹوں کے لئے مسجدیں تعمیر کیں مسجد قدس اسحاق کے لئے اور مسجد مکہ اسماعیل کے لئے۔

اور ہر وہ مرد جو ذریت ابراہیم علیہ السلام میں پیدا ہوا اور اولوالعزم تھا اسے بات محبوب ہوئی کہ تمام انسانوں تک اس دین کی نشر و اشاعت میں امام بنے انہیں میں سے ایک حضرت موسیٰؑ بھی ہیں۔ لیکن ان کو اس کی استطاعت نہ ہوتی۔ اس لئے کہ ان کی قوم جو نبی کے لئے بمنزلہ جوارح ہوتی ہے انہیں کے ذریعہ وہ نبی اپنے فکر و دعوت کی نشر و اشاعت کرتا ہے اس قوم نے حضرت موسیٰ کی مناسب اطاعت نہیں کی۔ جبکہ موسیٰ علیہ السلام ارادہ رکھتے تھے کہ اپنی قوم کو مصر سے قدس کی طرف لے جائیں اور وہاں اپنے اصلی وطن میں اس فکر و دعوت کو جو حقیقی مطلوب تھا کی تکمیل کے لئے ادارہ قائم کریں لیکن وہ قدس میں نہیں پہنچ سکے بلکہ راستہ میں اجل نے آلیا۔ پھر بنی اسرائیل میں موسیٰ علیہ السلام جیسا ان کے بعد عالی ہمت پیدا نہیں ہوا پھر عیسیٰ علیہ السلام تشریف لاتے ہیں ان کا ارادہ بھی یہی ہوا کہ اس دعوت کی تعمیم کے لئے موسیٰ علیہ السلام کے قائم مقام بنیں۔ لیکن یہود نے ان کو قبول نہیں کیا۔ اس واقعہ کے بعد انہوں نے ایک جمعیۃ تبلیغیہ کی بنیاد ڈالی تاکہ جمیع امم میں اس فکر کو پھیلایا جائے۔ اور اس کے بعد مشرقی روم کے بادشاہ نے عیسائیت کو قبول کر لیا اور ان کو اس طرح ایسے کام کرنے کی قدرت اور استطاعت حاصل ہو گئی جن کے کرنے کی یہود کو کبھی استطاعت اور قدرت نہیں ہو سکی۔

خلاصہ یہ کہ یہودیوں نے بنی اسرائیل قومیت کی بنیاد پر یہودی تحریک کی اساس رکھی اور وہ دین ابراہیم علیہ السلام سے متجاوز نہیں ہوتے تھے اور ہر اس شخص سے نافرمان اور باغی ہو جاتے جو بنی اسرائیل کے علاوہ دوسری اقوام میں اس ملت کی نشر و اشاعت کا ارادہ رکھتا۔ جب عیسٰی علیہ السلام یہود سے ناامید ہوئے تو اس نکرہ دعوت حنیفیہ کو تمام عالم میں نشر و اشاعت کی غرض سے ایک علیحدہ جماعت بنائی اور اس کام کرنے کا اپنے حواریین سے عہد و پیمان لیا تو اس پر دو ملتیں منظم ہو کر معرض وجود میں آئیں ایک بنی اسرائیل میں مختص تھی دوسری غیر بنی اسرائیل کے لئے ہوئی۔

حضرت ابراہیمؑ کو یہ پختہ یقین تھا کہ اللہ تعالیٰ اپنا وعدہ پورا فرماتے ہوئے ان کی اولاد سے ایک آدمی کھڑا کریں گے جو تمام اطراف زمین میں اس دین کی اقامت کا باعث ہوگا۔ اور اپنی فراست سے پہچان چکے تھے کہ ایسا شخص اولاد اسماعیلؑ سے ہوگا۔ اسی وجہ سے انہوں نے اسمٰعیل کو وادی غیر ذی زرع میں سکونت پذیر بنایا۔ چوں کہ وہ جانتے تھے ہر وہ قوم جو زراعت پیشہ ہوئی ایک وطن کے ہو رہتے ہیں اور جب ان کا عقیدہ وطنیت بن جاتا ہے تو اسی پر اشتداد اور جمود اختیار کر لیتے۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وطنیت انسانوں دیگر اقوام عالم سے منفرد کر دیتی ہے۔ اور ان پر نسبیت غالب آجاتی ہے۔ اور سب ان کے آبا کی کچھ اولاد دوسرے علاقہ اور وطن میں آباد ہوا در ان کی وطنی مصلحت پر ان بھائیوں کی مصلحت غالب نہیں ہو سکتی۔ اور اس طرح جب کسی ملت کی بنیاد اگرچہ عقائد حقہ پر ہی ہو لیکن انہوں نے اپنے حصہ کو کسی ایسے علاقہ کے ساتھ متعلق کر لیا ہو جو اپنے اندر کثرۃ مال رکھتا ہو اور زرخیز بھی ہو تو ان کیلئے دوسری اقوام کے وہ مصالح اور ضروریات جو ان کی وطنی مصالح اور ضروریات کے معارض ہوں کوئی اہمیت نہیں رکھتے اگرچہ وہ اقوام ان کی ملت کے ہی کیوں نہ ہوں۔

حضرت اسماعیل علیہ السلام کو غیر آباد علاقہ میں سکونت پذیر بناتے وقت حضرت ابراہیمؑ کا ارادہ یہ تھا کہ ان میں عصبیت وطنی نشو و نما نہیں پائے گی۔ بلکہ ان میں مصلحت ملی کی محبت راسخ ہو گی اور اپنی فراست سے یہ بھی جان چکے تھے کہ وہ شخص ان کی اولاد سے ہو کر مکہ ہی میں پیدا ہوگا جو اس مقصد پر فائز المرام ہوگا اگرچہ اس کے حصول کی کوشش کرنے والے بہت ہوں گے لیکن وہ کامیاب نہ ہو سکیں گے۔ بایں وجہ جب کسی قسم تمدن میں غرق ہو چکیں گے تو اپنے اوپر دوسرے اہل تمدن کی فوقیت کو قبول

نہیں کریں گے۔ اسی سبب سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کامل العصمت ہونے کے باوجود اپنے مقصد پر نہیں پہنچ پائے۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنے گرد یہود کے جمع ہونے اور اس دعوت کی تعمیم اور نشر و اشاعت پر کمربستہ ہونے سے ناامید ہو چکے تو ان کو تنبیہ ہوئی کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ایسے شخص کی بعثت کو اولاد اسمٰعیل علیہ السلام میں ہی اپنی فراست کے معلوم کر چکے ہیں اور ان کی فراست صادقہ ہوگی۔ تو بشارت دیدی کہ میرے بعد ایک ایسا شخص آئے گا جو اس بات کو پورا کرے گا جس کی تکمیل کا وہ ارادہ کر چکے ہیں۔ اور انہوں نے اپنے حواریوں کو اس کی وصیت بھی کی لیکن ان کے حواری چونکہ قوم یہود سے تھے تو مناسب تصریح کرنا ان کو ممکن نہ ہوا بلکہ مُبہم طریقہ سے فرمایا۔ میں تمہارے پاس آؤنگا۔ پھر اس کی تفسیر کر کے فرمایا۔ میں تمہاری طرف فارقلیط بھیجوں گا وہ مجھ ہی سے ہوگا۔ وہ جو کچھ کہے گا اللہ کیطرف سے کہے گا۔ اور جو بات کہیگا وہ اللہ کی ہوگی تو ان کے بارے میں کہا وہ مجھ سے ہوگا۔ اور فرمایا۔ وہ آئے اور تمہیں ان باتوں کی تعلیم دے گا جن کے بتانے کی اب مجھے طاقت نہیں ہے۔ وہ زمین پر اللہ تعالیٰ کی حکومت قائم کریں گے۔

یقیناً یہ بشارت ہمارے نبی محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے حق میں تھی لیکن یہود اسکے سننے اور تحمل کی قدرت نہیں رکھتے ہیں تو فاسد اور بعید از قیاس تاویل سے اس بشارۃ کو مسخ کر ڈالا اگرچہ کلمات اللہ کی تغییر پر قادر نہیں ہوئے۔ لہذا آج بھی وہ شخص جو ان سرکشوں کی تفسیر سے ہٹ کر تورات و اناجیل کا مطالعہ کرے تو یقیناً ادراک حق کرے گا۔

(ہمارے نبیؐ کا مقصد حکومت قویہ کی اقامت ہے)

ہمارے نبی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی وہ جن کے بعثت کی حضرت ابراہیم علیہ السلام و اسمٰعیل علیہ السلام امید رکھنے اور جس کی عیسیٰؑ نے بشارۃ دی تو ہمارے نبی علیہ السلام کا مقصد متعین ہو جاتا ہے۔ اور وہ ہے ایسی قوی حکومت کا قائم کرنا جس میں مختلف اقوام و امم ملت حنفیہ پر متحد ہو اور دوسری کوئی حکومت اس دنیا میں باقی نہ رہے جو اس کا معارضہ کر سکے اور نبی علیہ السلام اپنے اس مقصد میں کامیاب ہوتے ہیں جب خلفاء ثلاثہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم کی کارکردگیوں کو حضور علیہ السلام کی کارکردگی کیساتھ ملا کر دیکھا جائے تو تمہیں معلوم ہوگا کہ حضور علیہ السلام جس چیز کا ارادہ رکھتے تھے انہوں نے اسکو کمال تک پہنچا دیا ہے۔ (یعنی حکومت قویہ کی اقامت ۱۲)

اور قرآن نے بھی حضور علیہ السلام کو ایک مثال کے ساتھ اپنی کامیابی کی بشارۃ سنائی تھی جو یہ ہے محمّدٌ رَّسُولُ اللّٰہِ وَالَّذِینَ مَعَہٗ اَشِدَّآءُ عَلَی الْکُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیْنَھُمْ الآیۃ۔ اور ہمارے نبیؐ کی کارکردگی میں ملّت ابراہیمی کی روح دکھائی دیتی ہے۔ اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ کام سرانجام دیئے جن کے کرنے کی کسی بشر کو کبھی طاقت نہیں ہوئی۔ لیکن قرآن شریف نے جمیع اعمال مذکورہ کی نسبت اکیلے حضور محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف نہیں کی بلکہ آپؐ اور اُن لوگوں کی طرف جو آپ کے ساتھ تھےؓ کی ہے۔ لہذا اب یہ ممکن ہی نہیں رہا کوئی انسان آپؐ کو اِلٰہ (معبود) یا فرشتہ بنا ڈالے جب تم اِس فکر کے تحت قرآن پڑھوگے تو ہمارے انکار کا مطمع نظر اسی واقعہ کا ثابت کرنا ہوگا اور وہ صُور قرآن کیطرف یہ بات زیادہ قریب معلوم ہوگی۔ اس مقصد کی طرف ائمہ دین میں سے امام ولی اللہ الدھلویؒ ہم سب سے گویا سبقت لے گئے۔ فلہذا ابتداً ہیں ان کی کتاب سے ایسی عبارات کا اقتباس کیا ہے جو اس مقصد کی طرف اشارہ کرتی ہیں۔ اور اب تو نظریات ہماری نظریات نہیں بلکہ یہ امام ولی اللہ الدھلویؒ کے نظریات کہلائیں گے۔ اور بحمد اللہ ہمیں قدرت ہے تمام کتب سماویہ تورات۔ انجیل پھر قرآن کے مضامین کو اس مقصد کے ساتھ منطبق کریں۔ اور اس کے ساتھ یہ اضافہ بھی کرتے ہیں کہ جن حکماء نے اپنے عقلی نظریات پر اعتماد کیا ہے۔ انسانیت کے لیے قرآن جیسا اجتماعی نظام لانے سے قاصر رہے ہیں۔ اور یہی قرآن کی تحدی (چیلنج) کا مفہوم ہے فاتوا بسورۃ من مثلہ۔ قل لئن اجتمعت الانس والجن علی ان یأتوا بمثل ھذا القرآن لا یأتون بمثلہ الآیہ کے ساتھ ایک اور اضافہ بھی کرتے ہیں وہ یہ کہ صابیہ ادیان جو پارسیوں اور ہندؤں اور جینیوں کے ہاں موجود ہیں وہ سارے اسی مقصد کے گرد گھومتے ہیں اور ان میں ایسے انسان وجود پذیر ہوئے ہیں جو کمال کے انتہائی درجات پر کامیابی میں اپنی نظیر نہیں رکھتے لیکن وہ دعوت اجتماعیہ کے انشاء پر قادر نہیں ہوئے جیسے کہ دین ابراہیمی علیہ تمام انسانوں کو اکٹھا کر دیتا اور بحمد اللہ ہمیں ہندؤں اور ایرانیوں۔ یونانیوں اور جینیوں کے کتب کی پوری معرفت ہے ہم نے ان کو دیکھا کہ وہ ملت حنیفیہ والوں سے کسی طرح بھی آگے نہیں ہو سکے۔ اصحاب فکر کے افکار ایک دوسرے کی تائید کرتے لیکن فکر حق اور صحیح کبھی کسی ایک فرد کا ہوتا ہے۔ لیکن اجتماعیات کا تکوّن ایک فرد سے بالکل نہیں ہو سکتا۔ یہ جب ہو سکتا ہے کہ افراد انسان مل بیٹھیں اور

کسی ایک پر اتفاق رائے ہو جائے۔ اور ہم بحمد اللہ ہند کی گذشتہ صدیوں کی تاریخ سے پورے واقف ہیں اور ہم جانتے ہیں کہ مسلمانوں میں الامام شاہ ولی اللہ الدہلوی اور ان کے متبعین نے پہلے کوئی اجتماعی تحریک نہیں تھی جو اپنے اندر تقدم رکھتی ہو۔ متمدن مسلمانوں کا اعلیٰ طبقہ جو ہندوستان میں حنفیہ کا دعویدار ہے جیسے دیوبندی یا آزاد منش جیسے اہل الحدیث یہ طائفہ تو آج امام ولی اللہ الدہلوی کی امامت کے معترف ہیں۔

دہلی سے ایک رسالہ الجامعہ نکلتا تھا جس میں ایک مقالہ کے اندر الشیخ اسلم مدرس الجامعہ نے اس مسئلہ کو تفصیل سے بیان کیا ہے۔ اور ہندوستان میں الامام ولی اللہ الدہلوی کی امامت کو تمام گروہوں کیلئے ثابت کیا ہے خواہ مسلمان ہیں یا ان کے اغیار جس کی معرفت پر وہ قادر بھی ہوتے ہیں ہم بحمد اللہ کئی سالوں سے اس مسئلہ کی طرف متوجہ رہے اور امام ولی اللہ الدہلوی کے فلسفہ کیطرف خالص نظر سے ہوا اور یہ فلسفہ ہندوؤں میں بھی ایسا مؤثر ہے جیسے کہ مسلمانوں میں۔ کیوں کہ شیخ کے فلسفہ کی بنیاد ہندوؤں کے فلسفہ کے موافق ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہدایت دینے والے اور اپنی قوم قریش کا تزکیہ کرنے والے تھے تو آپ کی پہلی توجہ تکمیل قریش کی طرف ہی تھی۔ کیونکہ جاہلیت میں انہیں تمام قبائل عرب پر دینی سرداری حاصل تھی۔ اِس خانۂ کعبہ کی تعظیم کے مطابق تھی۔

عرب عام طور پر حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کی اولاد کی تعظیم کرتے تھے۔ اور بنی اسرائیل کی فضیلت ان کے علم اور حکم میں جانتے تھے لیکن وہ ان کی قوم میں داخل نہیں تھے۔ اور اولاد اسمٰعیل علیہ السلام میں سے ایک گروہ ملک عرب میں رہتا تھا۔ اور انہیں میں سے ہو گئے۔ تو قبائل عرب جب حضرت ابراہیم اور اسکی سجدہ کی تعظیم کرتے۔ تو اولاد اسمٰعیل علیہ السلام کی طرف مڑ جاتے۔ یعنی قریش کی طرف۔ جیسا کہ وہ اپنی قوم کی طرف مڑتے تھے۔ اور اقرار کرتے تھے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں دین کے لئے چُن لیا ہے۔ اور قریش صاحب تجارت تھے یعنی انسانوں کا درمیانی طبقہ بادشاہوں کو اور ان کے احوال کو سمجھتا تھا۔ اور ان کے ساتھ وہ معاملات کرتے جو انہیں ان سے راضی کر دیتے تھے۔ اور ان میں لوگوں کے دل نرم کرنے میں بڑی مہارت حاصل تھی۔ ان کے اموال خرچ کرنے میں۔ اور وہ اِس خانۂ کعبہ کے ارد گرد حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے سو سال پہلے تک اکٹھے ہوتے تھے۔ لیکن پہلے وہ قبائل عرب میں پھیلے ہوئے تھے۔ اور وہ اُن کے ہاں معزز تھے جیسا کہ بڑے مشائخ کی اولاد کی عزت کی جاتی ہے جب کہ اُن میں کوئی صلاحیت اور عمدہ اخلاق ہوتے۔ اگر ان میں

سے کوئی ایک ایسے کام کو کرنا کہ جس کی طرف تمام لوگ محتاج ہوتے۔ تو اُن کی اطاعت لوگوں پر آسان ہو جاتی
بہ نسبت ان لوگوں جو اُن جیسے نہ ہوتے۔ اور اِس طرح کی بات ان قبائل قریش کو حاصل تھی جو کہ قبائل عرب میں
پھیلے ہوئے تھے۔ تو قبائل قریش تمام عرب پر بعض وجوہ کے بہ سبب سردار تھے۔ اگرچہ یہ پوری سرداری نہ تھی
اور اُن کے قریب ملک عرب کے شمال میں یہودیوں کے گروہ تھے۔ اور وہ ملکِ حجاز میں رہ رہے
تھے۔ اور انہیں حجاز کی اقتصادیات میں بہت غلبہ تھا۔ تو وہ طبعاً قریش کی طرف متوجہ ہوتے تھے۔ کیونکہ وہ
تاجر تھے۔ اور وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرف منسوب ہوتے تھے۔ تو یہود ان کے قریب ہیں قریش کے
تعلقات میں نسبی قرب پاتے تھے۔

یہ قریش کے کچھ حالات حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے کے ہیں۔ اور جب
حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ملتِ حنیفی کے قیام کے لئے حسب وعدہ مقرر ہوئے تو آپؐ کے لیے اس کام پر نبی
اور قوم کی طرف سے شہادت تھی۔ یہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ سلم کی بعثت سے پہلے تھا۔ پھر آپ پر وحی اُتاری
ہوئی تو آپ کا ارادہ پورا ہو گیا۔ اور اپنی آغاز عمر سے مکمل فرمایا۔ آپ نہ نبوت کو جانتے تھے۔ اور نہ
ہی اس کی امید تھی۔ لیکن آپ قریش کی باتوں کو تمام اہالیانِ زمین پر بلند کرنا چاہتے تھے حضرت ابراہیم علیہ السلام
اُن کے دادا کی تعلیم کو زندہ کرنے سے اور فقط اس کی مسجد تعمیر کرنے سے۔ اور اُسے تمام دنیا کا قبلہ بنا دیا۔
اور یہ آپؐ کی فطرت اور طبیعت کا تقاضا وحی سے پہلے ہی تھا۔ اور جب آپؐ پر اللہ تعالیٰ نے وحی اور نبوت
کی فضیلت بخشی تو آپؐ پر وُہ بات آسان کر دی جس کا آپ پہلے سے ارادہ رکھتے تھے۔

اور حضور اکرمؐ کا میزانیہ یہ تھا کہ اپنی قوم کی اصلاح کو مقدم رکھیں [illegible]
تھا۔ اور قریش کے حجاز میں قریبی قبائل کی طرف جو کہ پہلی اور سب سے اہم بات تھی۔ جب آپ اس سے
فارغ ہوئے۔ اور آپ کو اپنی قوم میں قوت حاصل ہو گئی۔ تو اُن قریبی قریبی گروہوں کی تکمیل میزانیہ کی طرف
رجوع فرماتے حتیٰ کہ روئے زمین تک پہنچے۔

فصل حضرت امام ولی اللہ دہلوی نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اُس طریقہ کے لئے (جس کی
طرف حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دعوت دیتے اور ان کا تزکیہ کرتے تھے) چند اصول بتلائے۔ اور وہ
چار فضائل حاصل کرنے کا مرجع تھے۔ اول سے۔ پاکیزگی۔ انسان اپنی فطرت سے بعض چیزوں کو اپنے

بدن کے لئے پلید کرتا ہے۔ اور اپنی پوری وسعت سے اُن سے بچتا ہے۔ اور یہ پیشاب پاخانہ وغیرہ کی طرح ہے یہ چیز انسان کے لئے پلیدی کا سبب بنتی تو ناممکن تھا کہ وہ اس سے نہ تڑ جائے اگر چہ ایک لحظ کے لئے ہو۔ جب اُس میں یہ فضیلت پیدا ہو جائے تو اس کے بعد اسکو مکمل کرنا اس پر آسان ہو جاتا ہے۔ جب آدمی کی جان میں کوئی کلام یا کوئی فکر یا کوئی عادت دل پر مؤثر ہو جائے جیسا کہ پیشاب کا ایک قطرہ اثر کرتا ہے جبکہ اس کے بدن پر پڑتا ہے یا پاخانہ کچھ حصہ جو اُسے پلید کر دیتا ہے اور وہ اس سے ممکن حد تک بچتا ہے۔ اور اُسے دُور کرنے کا پُورا ارادہ کر لیتا ہے۔ جتنا کہ وہ اس کا مکلّف بھی ہے تو اس میں ایک خصلت پیدا ہوتی ہے۔ اور یہی خصلت دین کی ایک چوتھائی ہے۔

دوسری خصلت تواضع ہے۔ اس کی حقیقت یہ کہ انسان جب اپنے آبار میں سے کسی آدمی کی تعظیم کرتا ہے یا کسی مُرشد کسی معلّم یا کسی بادشاہ اور صالح امیر کی تعظیم کرتا ہے تو انکے سامنے اپنے دل میں تواضع پاتا ہے۔ اور اپنے دل کی گہرائی سے پسند کرتا ہے کہ وہ جب اسے کسی کام کا حکم کریں تو وہ ان کی اطاعت کرے۔ اور پسند کرتا ہے کہ وہ اُسے کسی کام کا حکم دیں حتیٰ کہ وہ انکے حکم کو پُورا کرے اور انکے حکم کے مطابق کام کرے اور وہ اپنے دل میں عجیب لذت محسوس کرتا ہے جب اُن کے قریب ہوتا ہے۔ اور یہ سب کچھ فطرت انسانیہ ہے۔ جسے وہ اپنے دل میں پاتا ہے اگر اُسے کوئی آدمی جانتا ہے ہیں پس جب کہ کوئی آدمی اپنے دل کی طرف سے ہدایت پر مومن ہو۔ یا کسی نیک آدمی کے اشارہ تو وہ اپنے دل میں ایسے ہی خشوع وخضوع پاتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ کی ایسے درجے میں قربت و احب ہو جاتی ہے جس میں کوئی دوسرا شریک نہیں ہوتا۔ اور آبار واجداد۔ مرشد اور بادشاہوں کی اطاعت کو ایسی خضوع کی وجہ سے عاجزانہ ادا کرتا ہے جب اُسے اُس کا باپ کسی کام کا حکم دے وہ جان لیتا ہے۔ کہ یہ اللہ تعالیٰ کو پسند ہے تو وہ اس کی اطاعت کرتا ہے۔ اور ایسے اطاعتِ ربّی سے تعبیر کرتا ہے۔ کیونکہ یہ تقرب الی اللہ کا وسیلہ بنتا ہے۔ تو جب یہ خصلت اس کے دل میں مضبوط ہو جاتی ہے۔ اور اس میں اُسے ملکہ نصیب ہوتا ہے۔ تو ہم کہیں گے کہ اسے اللہ تعالیٰ کے لئے خضوع حاصل ہو گیا۔ اور اُسے دین کی دوسری چوتھائی نصیب ہو جاتی ہے۔

تیسری خصلت سخاوت ہے۔ آدمی فطرۃً بہت سی چیزوں سے محبت کرتا ہے۔ مثلاً وہ

پسند کرتا ہے کہ اچھی چیز کھائے۔ اچھا پہنے۔ اور ایسے ہی پسند کرتا ہے۔ کہ اس کا مکان اچھا ہو۔ اور پسند کرتا ہے۔ کہ لوگوں میں وہ محترم اور معزز رہے۔ پھر پسند کرتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کا مقرب ہو جائے۔ یہ سب انسانی ضروریات کا نقشہ ہے۔

جب انسان کی فطرت ہی یہ ہو۔ کہ جب وہ بہت عمدہ کھانا کھائے تو وہ کھانے کے بعد اُسے نہ بھولے۔ اور یہ لذت اُسے کسی اور چیز کے ساتھ مشغول ہونے سے اور کسی دوسری ضرورت کو پورا کرنے سے روکتی ہے۔ اور ایک اور آدمی اسکے خلاف ہے۔ وہ جب عمدہ کھانا کھاتا ہے تو کھانے سے لذت پاتا ہے۔ لیکن جب کھانے سے فارغ ہوتا ہے تو وہ اُسے بھول جاتا ہے اور اُسے نہیں سوچتا۔ اور یہ کھانا اسکے لئے کسی اور مشغولیت سے نہیں روکتا۔ یا کسی اور ضرورت کی تکمیل سے نہیں روکتا تو یہ آدمی اپنے اخلاق کی تکمیل کا مستحق ہے۔ بخلاف اُس پہلے آدمی کے۔

ہم اس کی ایک مثال بیان کرتے ہیں۔ کہ ایک مضبوط آدمی بہت خوبصورت عورت سے شادی کرتا ہے۔ اور اُس سے بہت محبت کرتا ہے۔ اور جماع کے وقت بہت عجیب لذت پاتا ہے۔ اس سے زیادہ جتنی کہ دوسرے لوگ اپنی بیویوں سے مباشرت میں پاتے ہیں۔ باوجود اس کے جب وہ اس سے فارغ ہوتا ہے۔ اور کسی فکر اور نظریے میں مشغول ہوتا ہے۔ اور کسی مسئلے کے حل کی طرف مشغول ہوتا ہے۔ تو وہ لذت نہیں پاتا۔ اور نہ ہی اُسے یاد کرتا ہے۔ اور ایسے ہی جب مسجد کی طرف جاتا ہے۔ اور اپنے رب کی عبادت کرتا ہے۔ تو وُہ لذت نہیں پاتا۔ اور وُہ اُسے اپنے رب کی یاد اور عبادت سے مشغول رکھتی ہے۔ یہ خُلق کہ جب ایک انسان اپنی نفسانی ضروریات سے پورے طور پر مشغول ہو پھر جب اُس سے فارغ ہو۔ اور اُسے اپنے رب کی یاد اور عبادت سے مشغول رکھتی ہے۔

یہ خُلق کہ جب ایک انسان اپنی نفسانی ضروریات سے پورے طور پر مشغول ہو پھر جب اُس سے فارغ ہو۔ اور اُسے چھوڑ دے۔ تو وہ اپنی تمام ضروریات بھول جاتا ہے۔ اُسے نہیں سوچتا۔ اور وہ اُسے دوسری چیزوں سے مشغول نہیں کرتیں۔ تو اس کی فطرت اُس پانی کی طرح ہو جاتی ہے۔ کہ جس میں ہم اپنی انگلی ڈالیں تو اُس میں ہم بہت سا فاصلہ پاتے ہیں۔ اور جب اُس سے انگلی اٹھا لیتے ہیں۔ تو پانی ایسے ہو جاتا ہے جیسا کہ اُس سے پہلے تھا۔ گویا کہ اس میں کوئی چیز بھی داخل نہیں ہوئی۔

اور اس خلق کو ہم سماحت و سخاوت کا نام دیتے ہیں۔ اور یہ حضرت امام ولی اللہؒ کے اصول کے مطابق دین کی تیسری چوتھائی ہے۔

چوتھی خصلت عدالت ہے۔ عدالت لوگوں میں صاف اور واضح ہے۔ اس سے کوئی آدمی ناواقف نہیں ہے جسے لوگوں کے اجتماعات میں کچھ حصہ ہے پس جبکہ انسان طبعاً اجتماعی ہے۔ جانتا ہے کہ اجتماع عدل کے ذریعہ ہی سے مضبوط رہتا ہے۔ تو عدالت انسانیت کے لازم ملزوم ہے۔ ہر آدمی یا ہر گھر یا ہر قبیلہ یا ہر گروہ جس کے لئے عدالت سے عمدہ حصہ نہیں۔ وہ انسانیت کے کسی حصے میں نہیں

حضرت امام ولی اللہؒ اس خصلت کو پہلی تین خصائل کا مرجع شمار کرتے ہیں۔ پس جب کہ ایک آدمی کے ہاں پاکیزگی تواضع اور سخاوت ہو اور اس میں عدالت نہ ہو اس کی کوئی چیز معتبر نہیں اور دین میں اس کے لئے کوئی حصہ نہیں اگرچہ ذرہ برابر کیوں نہ ہو۔ اور اگر بہ فرض محال کی ہو یعنی کہ یہ ٹھیک نہیں۔ کہ ایک آدمی پاک متواضع اور سخی ہو اور عادل نہ ہو۔ پس جب ایک آدمی ان تین فضائل کا مالک ہو تو وہ طبعاً عدالت میں بھی مکمل ہوگا۔

یہ چار فضائل ہیں۔ جنہیں حضرۃ امام ولی اللہؒ تمام مامورات کا مرجع بناتے ہیں۔ اور اس کی ضد شرعاً رد کی ہوئی چیزوں کو بتاتے ہیں۔ اور کتاب حجۃ اللہ البالغہ اس مقصد کی پوری شرح ہے۔

اب ایک چیز باقی رہ گئی جسے شیخ نے تعظیم شعائر اللہ کا نام دیا ہے۔ پس چار فضائل شعائر اللہ کی تعظیم کے شعائر اللہ کے ساتھ اور ان کی ضد چھوڑنے کے ساتھ اسے شیخ خدائی دین کا خلاصہ بتاتے ہیں جسے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم لے کر آئے۔

ہم پر یہ آسان تھا کہ ہم حجۃ اللہ البالغہ سے کچھ اقتباسات لکھتے۔ لیکن یہ ہمیں محبوب کہ ہم اپنی شرح سے ملا ڈالیں تاکہ صاحب زمانہ کے سمجھانے کے زیادہ قریب ہو۔

تعظیم شعائر اللہ ـــ مختصر بات سے ہم اس کی شرح کرتے ہیں اور ہم کہتے ہیں۔

فصل

اللہ والے حکماء نے اپنے اجماع سے دریافت کیا کہ اس جہان کا موثر اور پیدا کرنے والا معبود ہے۔ جس کی طرف لوگوں کے عقول ایک خاص طریقے سے جاتے ہیں۔ اور ان لوگوں کے اس میں اصطلاحات اور طریقے ہیں۔

ان میں سے اجتماعیوں کی ایک جماعت نے اِس بات پر اتفاق کیا کہ تجلیات اللہ تعالیٰ کیلئے ہیں۔ تو انسان
جیساکہ اپنی نظر سے ایک دور سے چیز کیطرف دیکھتا ہے۔ اور اُس وقت نظارہ کیطرف بالکل غور نہیں کرتا۔ اور جانتا ہے۔ کہ وہ اُس خاص چیز
کو دیکھتا ہے اسطرح جب ہم کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی شانوں میں سے کوئی شان دیکھیں تو ہم بعض مخلوقاتِ الٰہی کو اس
شان کے دیکھنے کے لئے نظارہ کی طرح کرتے ہیں اور اُسی کا نام تجلّی رکھتے ہیں۔ اور اس میں بحث
حضرت اسمٰعیل شہیدؒ کی عبقات میں پوری ہے۔ جسے امام ولی اللہؒ نے پایا۔ اور عبقات امام ولی اللہؒ
کی کتب کا زیادہ قریبی مقدمہ ہے

انبیاء علیہم السّلام نے رب تعالیٰ کی پہچان میں تجلیات کے ثابت کرنے پر اعتماد کیا۔ پس وہ
تجلّی جو کہ عرش عظیم پر برابر ہے۔ اُسے رحمٰن کہتے ہیں اور وہ آخری چیز ہے۔ جس کی طرف انسان اپنی
ترقی اور بلندی میں پہنچتا ہے۔ جب ایک آدمی کے ہاں یہ بات پکی ہو جاتی ہے کہ یہ امر مثلاً الٰہی تجلی
ہے۔ تو اس پر ضروری ہے۔ کہ وہ اس کی حد تعظیم جتنا تعظیم کرے۔ اور یہ تعظیم دراصل
اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹتی ہے۔ کیونکہ واسطہ نظارہ کی طرف توجہ نہیں ہوتی ہے۔ جب اُس کی طرف توجہ
کرتا ہے۔ تو اس کا نام ہم شعائر اللہ رکھتے ہیں۔ اور توجہ نہ ہونے پر تجلّی نام رکھتے ہیں۔

پس شعائر اللہ کی تعظیم (جو کہ آدمی کے ہاں ثابت ہو چکے کہ یہ شعائر اللہ ہیں) اللہ تعالیٰ
پر ایمان کا بڑا حصّہ ہے۔ اور وہ انسان کو اللہ تعالیٰ کی طرف بلاواسطہ قریب کر دیتا ہے۔ اور انسان
کے دل میں ایک طاقت ہے جس پر پیدا ہوا جس سے اللہ تعالیٰ کو بلاواسطہ پانے کی لذت پا سکے
لیکن یہ چار خصائل انسان کو کامل کر دیتے ہیں۔ جیساکہ اللہ تعالیٰ کے مقرب فرشتے ہیں امام
ولی اللہؒ ان حقائق کو مختصر کرتے ہیں۔ اور صرف کلموں سے اس کی تعبیر کرتے ہیں۔

اوّل سے جبروت کی طرف جھانکنا دوسرا ملکوں کے ساتھ مشابہت اور وہ امام ولی اللہ کے
ہاں انسانی کمال کی انتہا ہے۔ اور یہ سب آدمی ہر انسان پر ضروری ہے۔ اس کے پوشیدہ لطائف
کے تقاضا کے موجب اور موافق فطرت انسانی جبلت میں پاک موجود طاقتوں کے موجب تو تعلیم دین
ایک مثال کی طرح ہے ایک نوجوان کی طرح جو کہ ایک عورت کے ساتھ شادی کرنے کے اسباب
اس طرح پر پاتا ہے۔ کہ جس اجتماع محبت کرتا ہے اور عزت کرتا ہے۔ اگر اس جوان میں پیدائشی مردانگی طاقت نہ ہو

تو اُسے شادی اور نکاح کی ضرورت نہ پڑے۔ اگر یہ نوجوان چھوڑ دے۔

اور اس کا حال اپنی شہوت کے پورا کرنے میں اور فطرت کے موافق اُس شہوت کو اپنے علم کے مطابق پورا کرنے میں ہو۔ تو وہ ایسی چیزیں عمل میں لائے گا۔ جو کہ اجتماعی لوگوں کے ہاں خراب اور بیوقوفی کی ہوں۔ اور اسکے بعد وہ اپنے حالات کی اصلاح پر قادر نہ ہوگا۔ اور نہ ہی اپنی جان کی نافرمانی دُور کرنے پر قادر ہوگا۔

اور جب اُسے ان کا باپ اجتماعی ضروریات کا عادی بنا دے۔ جیسا کہ اُن کے عمدہ طریقوں میں اپنے تجربے ہیں۔ اور اپنے نوجوان لڑکے کی اس میں امداد کریں۔ تو یہ فطرتِ انسانیہ ہی کی تکمیل ہوگی۔ تو ایک نوجوان کا امر نکاح میں اپنے ماں باپ کے مشورہ سے فائدہ لینا۔ اور اس کا انبیاء علیہم السلام کی نصائح سے فائدہ حاصل کرنا ایک دانا کی نظر میں یہ دونوں ایک ہی امر ہیں۔

یہ بحث تمہید تھی حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے اپنی قوم ہدایت دینے میں طریقے کی اور ان کے تزکیہ کرنے میں۔ تاکہ انہیں روئے زمین کے لوگوں کی طرف ہدایت پھیلانے کا ذریعہ بنائے ہم اسکے بعد بعض آیات کو فقط قریش کی ہدایت کی تکمیل کے لئے ذکر کریں گے۔ اور بعض دوسری آیات دوسری امتوں کی ہدایت کے لئے۔

فصل اس سے پہلے ہم نے عدالت کے بارے میں کلام کی ہے۔ لیکن ہم نے مختصر کہا۔ اور اجمالاً باتیں کہیں۔ اسی لئے ہم ارادہ کرتے ہیں۔ کہ اس خصلت کی مزید شرح وضاحت کر دیں۔

اس سے گزر چکا ہے۔ کہ انسان کیا ہے؟ حکمار کا ایک گروہ اُسے یہی جانتا ہے کہ وہ حیوان ناطق ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے۔ کہ وہ سوچنے والا ہے اور اپنی فکر کی تنظیم پر اور اسے مختلف فنون کی طرف تقسیم کرنے پر قادر ہے۔ اور اس کی تعبیر ایک ایسی فصیح و بلیغ کلام کرنے پر قادر ہے اپنی طرف سے ایجاد کرتا ہے۔ اور ایک گروہ انسان کو یہی سمجھتا ہے۔ کہ وہ حیوان جو کہ آلات کو استعمال کرتا ہے۔ پہلے معنیٰ کی شرح ہم نے پہلی فصلوں میں کر دی۔ اور اس فصل میں دوسری تعریف کی تفصیل پیش کرتے ہیں۔ آدمی تمام جانوروں کی طرح محتاج ہے۔

اپنی غذا میں ان چیزوں کی طرف سے الٰہی قدرت نے پیدا فرمایا۔ جس میں انسان کا کوئی دخل نہیں۔

پس انسان میٹھے میوے کھاتا ہے اور خالص پانی پیتا ہے اور اس میں اس کی اور علم کا کوئی دخل نہیں۔ اور وہ اس میں باقی حیوانات کی طرح ہے۔ پھر بعض چیزوں دیکھتا ہے۔ یہ خواہش کرتا ہے کہ انہیں اپنے ہاتھ سے حاصل کرلے لیکن وہ ان کی طرف نہیں پہنچتا۔ اور نہ ہی اس کی طبعی طاقت ہوتی ہے۔ تو وہ ان مطلوبہ اشیاء کو حاصل کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ کی بعض مخلوق اشیاء کو ذریعہ ہے۔ یہ آلات کے استعمال کرنے کا مطلب مثلاً ایک درخت کی ٹہنی پر پھل دیکھتا ہے جسے اپنے ہاتھ سے حاصل نہیں کرسکتا۔

اور نہ ہی تک پہنچتا ہے۔ اور نہ ہی یہ ممکن ہے کہ اس درخت پر چڑھ جائے۔ تو زمین سے ایک پتھر اٹھاتا ہے اور درجب پر پھینکتا ہے۔ تاکہ وہ پھل گر پڑے جس یہ محتاج ہے۔ جب پتھر نہیں پاتا۔ تو اسی سے ٹہنی توڑتا ہے۔ اور اس کے ذریعہ سے اس پھل گرانے کی مدد حاصل کرتا ہے۔ تاکہ اسے کھالے۔ یہی الآت کا استعمال کرتا ہے۔ تو انسان کے لئے روزانہ اس کی ضروریات مطابق نئے نئے ہتھیاروں کا بنانا ہوگا اور یہ اس کے سوا ناممکن ہے کہ وہ اس نئے ہتھیاروں کے حصول میں ہمیشہ فکر کو لگادے۔ تو اسکی طرف رستہ پالے گا۔ اگر ایک کافی مدت کے بعد اور کافی تھکان کے بعد ہو۔ ہر وہ آدمی جس کی طاقت میں ہو کہ نئے ہتھیار بنالے وہ غنی ہوگا۔ اور جسے اس کی طاقت نہ ہو۔ وہ فقیر اور مفلس ہوگا۔

طاقتور حیوانات جیسے ہاتھی شیر وغیرہ کبھی اپنے مقصود کی طرف اپنی طبعی طاقت کے ذریعہ سے پہنچتے ہیں۔ اور انسان جبکہ ان حیوانات کی بہ نسبت کمزور ہے۔ تو اس میں اللہ تعالیٰ نے ایسے ہتھیار بنانے کا خیال ڈالا ہے۔ جس سے معمولی نظر سے اپنے مقصد کو حاصل کرنے سے مدد حاصل کرلے گا۔ اور بالکل معمولی اور بالکل معمولی قوت سے اس زیادہ جتنا طاقتور حیوانات ہاتھی اور شیر وغیرہ کی طرح اپنی طبعی قوت سے حاصل کرتے ہیں

پس طبعی چیزوں کا معمولی نظر اور قوت کے ذریعہ سے حاصل کرنا اور آلات استعمال کرنے میں معمولی مدت کا لگانا جسے امام ولی اللہؒ نے ارتفاق (نفع حاصل کرنا) کا نام دیا ہے۔

اور حیوانی و انسانی قوت جو کہ ملکی نظریات کی حامل ہے اسے ہم عقل کہتے ہیں ہیں۔ اور جب ان میں ملکی نور آجائے۔ اور حیوانی قوتوں سے جدا ہو جائے۔ تو وہ انسان کے لئے عقل بن جاتا ہے۔ اور وہ حیوانی طاقتوں کا امام اور بڑا ہے۔ اور انہیں طاقت کے ذریعہ سے انسان آلات بنانے کے لئے خوش ہوتا ہے۔ جن پر بہت سے اوقات اور زمانے گزر چکے ہیں۔ اور مطلوب حاصل کرنے میں طاقت

اگر ایسی نہ ہوتی تو ایسے مطالب حاصل نہ ہوتا۔ اور ایک طبعاً مسکین انسان ایک غنی انسان کا تابع ہوگا۔
وہ اُسے استعمال کرے گا۔ اور ان آلات کے استعمال کرنے میں اس کی قوت کو خرچ کرے گی۔
اور اس کے منافع میں اُسے شریک کرے گا۔ اگر وہ قومی ہے۔ تو ملک (بادشاہ) بن جائے گا۔ اور اگر
اس کی قوت مسکین کی قوت کے برابر ہوگی۔ تو وہ ایک شہری آدمی ہو جائے گا۔ جو کہ لوگوں کے
مشورے حاصل کرتا ہے۔ اور ان کا رئیس بن جاتا ہے۔

یہ ارتفاقات کی مثال ہے۔ اور کتاب حجۃ اللہ البالغہ نے ارتفاقات کی تفسیر میں ایک باب
خاص کیا ہے۔ اور اسکی کئی تفصلیں بتائی ہیں۔ ارتفاق اول اس سے آدمی خالی نہیں ہوتا جہاں کہیں بھی ہو۔
دوسرا روزی کے آداب میں۔ تیسرا گھر کی تدبیر ہیں۔ چوتھا معاملات کے بارے میں پانچواں گھریلو
سیاست کے بارے میں۔ چھٹا ملکوں کی سیاست میں۔ اور یہ سیاست مختلف ہوتی ہے۔ اور امامؒ نے
اس کا نام خلافت رکھا ہے۔ اور آدمی اس پر اکتفا نہیں کرتا مثلاً کہ اس کے ساتھ بڑی خلافت ملالے
کہ لوگوں کی بہت بڑی جماعت کو بھی اس کی مخالفت کی طاقت نہ ہو۔ اور آلات استعمال کرنے میں تکمیل ہوگی

فصل الامام ولی اللہؒ نے پہلی چیزیں فطرتِ انسانیہ کا تقاضا بتائی ہیں۔ کیوں کہ وہ اسے
باہر سے نہیں چھٹیں۔ فرمایا: اگر ایک آدمی شہر سے بہت دور جنگل میں پرورش پاتے۔ اور کسی سے کوئی
بات نہ سیکھے۔ تو ضرور اسے چند حاجات ہونگی جیسے بھوک۔ پیاس۔ پیسے اور ایک عورت کا مشتاق ہوگا۔
اور ان کے صحیح مزاج ہونے پر اولاد کا ہونا بھی ضروری ہے۔ اور گھر والوں سے مل جائے گا۔ اور ان میں
اپنے معاملات کی پرورش پائے گا۔ تو پہلا ارتفاق مکمل طور پر حاصل کرے گا۔ پھر جب بہت ہو جائیں گے
تو ضروری ہے۔ کہ ان میں عمدہ اخلاق والا ہو۔ اور اُن میں وہ واقعات ہوں جو کہ تمام ارتفاقات کے موجب
ہوں۔ تو ایک قوم میں شاہی کی پرورش عدالت کے نظام کے ماتحت ہوگی۔ اور خلافت کی پرورش مختلف
گروہوں میں نوع انسان کا تقاضا ہوگی۔

پس انسان جبروت کی طرف چڑھنے اور ملکوت کے ساتھ مشابہت اور ارتفاقات کو مکمل
کرنے میں جامع ہے۔ پس نبی صلے اللہ علیہ وسلم جیسا کہ لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ اور شعائر اللہ کی تعظیم سکھلاتا
ہے۔ اور بہترین اخلاق سکھلاتا ہے۔ جن کا نفع نہ صرف انہیں کی طرف لوٹتا ہے۔ بلکہ نوع انسانی کی طرف

عام طور پر لوٹتا ہے۔ اور وہ اس سے ایسے فوائد حاصل کرتے ہیں جیسا کہ ایک جماعت کا فرد نفع حاصل کرتا ہے۔ یہ فرشتوں کے اخلاق ہیں۔ ایسے ہی انہیں ارتفاقات بھی سکھلاتا ہے۔ اور جو چیزیں اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے دنیا و آخرت میں پیدا کی ہیں۔ ان سے کبھی معمولی قوت کے ساتھ نفع حاصل کرے۔ اور فوائد زیادہ پاتے ہیں۔ تو فرشتے بنی آدم کے اعمال پر حیران ہوتے ہیں۔

فصل :- فی فائدہ اُخریٰ،

بعض پر بعض ترتیب دی ہوئی چیزوں کا اثر جب بعض پر پڑ جائے۔ تو باقی میں بھی استعداد کے مطابق اثر پڑ جائے گا۔ اس کی مثال یہ ہے۔ کہ جب ہم چند شیشوں کو ترتیب دیں۔ اور ان کے سامنے ایک شمع جلا کر رکھ دیں۔ تو اس شمع کا شعلہ تمام شیشوں میں ان کے رنگوں کے مطابق ظاہر ہوگا۔ اگرچہ شعلہ صورت مختلف ہوگی۔ لیکن عقلمند اور دانا آدمی کا فیصلہ یہی ہوگا۔ کہ یہ شعلہ وہی ہے۔ ہم اس مثال سے انسانی کی طرف منتقل ہوتے ہیں۔ اس۔ انسان کی ادنیٰ جز یہ بدن ہے جسے انسان کے مرنے بعد یا مٹی میں دفنایا جاتا ہے یا آگ میں جلایا جاتا ہے۔ اور دوسری جز انسانی وہ طبیعی روح ہے جو اس سارے بدن میں سرایت کئے ہوئے ہے۔ اور اس بدن کی تمام قوتوں کا حامل ہے۔ اور روح کی شکل بدن کی سی ہے لیکن درحقیقت روح ایک ایسی ہوا ہے جو قوت نورانیہ سے جامد ہو کر بعینہ بدن جیسی صورت کی شکل اختیار کر لیتی ہے۔ تو اس دنیا میں انسان کا مصداق یہی بدن تھا لیکن مرنے کے بعد انسان کا مصداق یہ روح طبعی بن جاتا ہے جسے نسمہ بھی کہتے ہیں۔ اور یہ روح تمام حیوانوں میں مشترک ہے۔ انسان کی تیسری چیز نفس ناطقہ ہے جو ایک روحانی اور نورانی چیز ہے اور طبقہ عالیہ میں صورت انسانیہ کی وہ مثال جو تحت العرش موجود ہے جس کے سامنے اس صورت انسانیہ کے پرتو ہیں۔ ان میں سے یہ نفس ناطقہ بھی ایک عکس اور اس صورت انسانیہ کا پرتو ہے جو عرش کے نیچے طبقہ عالیہ میں عالم مثال سے ہو اور اس کی صورت عالم مثال کے صفحے سے نوع انسانی کی صورت کے عکس میں سے ایک عکس ہوا۔ اور نسمہ انسانیہ کا نسمہ حیوانیہ سے امتیاز تو اس صورت انسانیہ سے ہوگا۔ جب اس نفس ناطقہ کی اس میں تاثیر ہوگی۔ دوزخ اور بہشت میں ان دونوں جزوں یعنی نسمہ اور نفس ناطقہ کا اتحاد ضروری ہے۔ اور جب انسان بہشت کے کسی بہت بلند و بالا مکان پر ترقی کر جائے جہاں تک نسمہ کی پہنچ نہ ہو تو انسان کا مصداق نفس ناطقہ ہی ہوگا۔ انسان کی چوتھی جز روح

روح ملکوتی یا روح الہٰی   ہوتی ہے جو درحقیقت ایک شئی سے تعبیر کیا گیا ہے جس کا حصہ فرشتوں سے ہے۔ جس میں حق تعالیٰ کی تجلی اعظم کی صورت منقش ہوجاتی ہے اور اس نفس کا نفس ناطقہ کے ساتھ اتحاد ہوجاتا ہے۔ جیسا کہ نسمہ کا نفس ناطقہ کے ساتھ اتحاد تھا۔ پھر جب انسان جنت عالیہ کے ادنیٰ درجات تک ترقی کر جائے تو نفس ناطقہ کی روح الہٰی کے ساتھ مرافقت واجب ہے گی۔ پھر جب اس رہائش گاہ سے اسی درجہ کی جگہ آئے گی جہاں تک نفس ناطقہ کی رسائی نہیں تھی تو اس مقام میں انسان کا مصداق روح الہٰی یا روح ملکوتی ہی گا۔

فصل بدن انسانی اور نسمہ یا روح طبیعہ اور نفس ناطقہ اور روح ملکوتی یہ چاروں اجزاء متناسق اور مناسب ترقی سے مقرب ہیں۔ تو وہ شی جو روح الہٰی یعنی روح ملکوتی میں ہوئی۔ اس کا ظہور نفس ناطقہ میں اس کے مزاج کے موافق ہوگا۔ اور نسمہ میں اس کی طبیعت کے موافق اور بدن اس کی اس مقدار کے مناسب ظہور ہوگا۔ پس صورت اگرچہ تبدیل ہوچکی ہے لیکن دانا اور حکیم کی نظر میں امر حقیقی ایک ہی ہوگا۔ تو انوار الہٰیہ کا پرتو روح ملکوتی پر پڑے گا۔ اور درجات ثلاثہ کی طرف نزول کرے گا۔ پھر جسم میں عمل کرنے کے بعد روح الہٰی کی طرف نزول کے موافق اس کا رجوع وصعود ہوگا۔ یہ فطرت انسانیہ ہے جس پر انسانیت کی پرورش ہوتی ہے۔ پس احسن اور ارتفاقات کی وہ صورت ہوئی جس میں اس نور کی توجہ اور چہرہ روح الہٰی کی طرف صعود کر رہا ہو۔ اور ان ارتفاقات کی فاسد ترین صورت وہ ہے کہ بدن انہیں ہی ان سے مستفید ہو اور نسمہ اسے قبول نہ کرے اور وہ صورت کہ نسمہ تو قبول کرے اور نفس ناطقہ قبول نہ کرے۔ پہلی صورت احسن ہوگی اور وہ صورت کہ اسکو نفس ناطقہ تو قبول کرلے اور اس کو نفس ملکوتی قبول نہ کرے اوس صورت سے احسن ہوگی اس سے کہ جسے نسمہ نے قبول کیا ہو۔ اور جس کو روح ملکوتی نے قبول کیا ہے۔ اس روح ملکوتی کے دوام سے اس کو دوام ہوگا۔ اور اس کے ساتھ لذت اور سرور کامل اور وافر ہوگا۔ جس کے مقابلہ میں کوئی دوسرا اتم اور وافر نہیں ہے۔ پھر جب انسان اپنے طبعی ارتفاق میں اخلاق اربعہ سے مہذب ہوا اور نفس ناطقہ شعائر اللہ کی تعظیم کرنے والا ہوگا۔ تو انسانیۃ کاملہ ہوگی۔ تو ہمارے اس قول کہ نبی علیہ السلام اپنی قوم کے ہادی اور مزکی تھے، کا معنیٰ یہ ہے کہ اس قوم کی ارتفاق صالح کی طرف راہنمائی کرتے اور اخلاق اربعہ کے ساتھ آراستہ کرتے درانحالانکہ وہ لوگ بواسطہ

شعائر اللہ اللہ تعالیٰ کی طرف مائل اور متوجہ ہو جائے۔ جب نبی امی قوم کی ہدایت اور تزکیہ کو پورا کر لیتا ہے تو ان کو حکم دیتا ہے کہ مختلف قبیلوں اور امتوں کو اسی تعلیم و تہذیب پر جمع کریں۔ اور ان کے لئے اس نبی علیہ السلام کے طریقہ پر چلنا اور ہر ایک قوم کی ہدایت اس طور پر ان کو میسر ہوئی آسان ہو جاتے ہیں تو اس وقت وہ نبی علیہ السلام خلافت کا قائم کرنیوالا ہوتا ہے۔ اور خلافت بصورت اتم وہ ہوتی ہے جس کی بنیاد نبی علیہ السلام نے رکھی ہو اور اس بنیاد پر تعمیر اس نبی کے صحابہ کے ہاتھوں ہوتی ہو۔ جیسے خلفاء ثلاثہ ابو بکر عمر عثمان علیہم الرضوان تو ان صحابہ نے اس زمین کو جس کا وعدہ اللہ تعالیٰ ابراہیمؑ کے واسطے کیا تھا نور حنیفیہ سے پاکیزہ کر دکھایا اور تین مسجدوں یعنی مسجد نبوی اور دو مساجد ابراہیمی یعنی بیت المقدس اور بیت اللہ کو اسی تعلیم کے مراکز بنا دیا۔ اور انہوں نے دو بڑی سلطنتوں یعنی کسری اور قیصر اس دین اسلام کی تعظیم اور جذبہ کے حکم کو قبول کرلیں۔ تو یہ انسانیت کی ایک پاکیزہ مثال قائم ہوئی۔ اور اللہ تعالیٰ نے اس نبی علیہ السلام میں برکت ڈالی تو آپ کی قوم نے اس خلافت میں پانچ صد سال حکومت کی اور دیگر امم اسلامیہ نے اس خلافت میں بقیہ پانچ صد سالہ حکومت قائم کرنے کا ارادہ نہیں کیا اگرچہ وہ اس دین پر قائم نہ رہیں۔ تو دینی احکام جیسے نبی علیہ السلام کی قوم کی خلافت کے زمانہ معمول بہا رہے۔

سورۂ جمعہ میں آیا ہے ھو الذی بعث فی الامیین رسولاً منھم الآیۃ، اللہ تعالیٰ کا یہ قول وَآخَرِينَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوا بِهِمْ وہ امتیں جو فارس، روم، ہند، ترک اسلام میں داخل ہوئیں۔ جنہوں نے اللہ کے دین کی اقامت کے لئے زمین کی اطراف میں بڑی بڑی حکومتیں قائم کیں۔ جب انسانیت کا نظام ان کی ترقی کے ارتفاقات میں تبدیل ہوا تو حکومت کی صورت بھی ان کی اجتماعیت کے موافق تبدیل ہوگی۔ پہلے ہزار سال کے بعد میں لوگوں میں ان چیزوں میں تبدیلی ہوئی جس کی ابتدائے ہزار سال میں تھے تمام مسلمان زعماء اپنی ترقی کی حفاظت اور اپنے طریقے کی تبدیلی اور عظمت کی طاقت نہ رکھ سکے یہاں تک وہ ہار گئے جہاں آپ کو علم ہے۔

ہم اللہ کی حمد اور توفیق سے اپنی فہم جو امام ولی اللہ دہلوی کے اصول پر دین میں سے یقین کرتے ہیں کہ خطا ہم سے ہے اللہ اور رسول دونوں اس سے بری ہیں۔ رَبَّنَا ظَلَمْنَا أَنفُسَنَا وَإِن لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ الخ۔ آمین۔

سُورۃ الفاتحہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بیحد مہربان نہایت رحم والا ہے

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱﴾

سب تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جو پالنے والا سارے جہاں کا

العٰلمین سے مراد انسانی امّتیں اور قومیں ہیں۔ (فی فضلتکم علی العٰلمین یعنی تمہارے زمانہ کی موجود قوموں پر تمہیں فضیلت دی۔ اس کے سوا دوسری مخلوق میں بھی لفظ عالم مستعمل ہوتا ہے۔ تو اس کا کل ماسوی اللہ پر اطلاق کیا جاتا ہے۔ مخلوقات کی ایک جنس پر بھی اطلاق ہوتا ہے۔ عام اہل علم اس بات کو پسند کرتے ہیں کہ عمومی معنی مراد لیں تو اس سے کل کائنات مراد ہوگی۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کی حمد ان کمالات کے بدلے میں جن کا ظہور کل کائنات میں ہے کامل ترین ہوگی۔ اور ہمارا رجوع اس طرف ہے کہ لفظ عالم سے مراد فقط قومیں ہیں۔ اس لئے کہ یہ سورۃ قرآن عظیم کا خلاصہ ہے جس کی اس ذات کی طرف وحی ہوئی جو خاتم النّبیین ہے۔ اور نبوّت کا موضوع اجتماعیت انسانیہ ہے۔ بایں وجہ جب قرآن مجید میں اُن چیزوں کا ذکر آئے جو انسانیت سے متعلق ہیں۔ جیسے آسمانوں اور زمینوں، جن اور ملائکۃ اللہ اور جنّت اور نار وغیرہ کا ذکر تو ان کا ذکر بالتبع آجاتا ہے۔ اور مقصد اجتماعیت انسانیہ کی تکمیل ہی ہے۔ اور تمام نبیّوں کا علی وجہ العموم بھی ایک مقصد ہے۔ لیکن ہمارے نبی خاتم الانبیاء کی نبوت کا مقصد جمیع اُمم کے لئے نظام فطرت انسانیہ کے تحت ایک تحریک عمومی کی تکمیل ہے۔ جب جمیع اقوام عالم کیطرف نظر ہونے کے سبب قرآن کا موضوع اجتماعیت انسانیہ ہوئی تو وہ سورت جو اجمالاً مقاصد قرآن کی جامع ہوگی جب اس میں لفظ عالمین ذکر کیا گیا تو اس کا معنی اقوام و اُمم ہوگا۔

قرآنی وحی کی ابتدا سورت اقرار کے نزول سے ہوئی جس سے غرض اس بعثت نبویہ کے درجہ اولیٰ کا افتتاح تھا جس کا مقصد قریش اور انکے گردو پیش کی اصلاح تھا تو اس سورت کی ابتدا میں (اقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ) ذکر ہوا اسلئے کہ قوم کے مفہوم کو انسان اس صورت میں جانتا تھا کہ اس کی طرف علاقات طبیہ کا انشعاب ہوتا ہے اور آباؤ امہات کا ایک نسبی سلسلہ پھوٹتا ہے اگر انسان سلسلہ نسب کی یاد داشت کو آخر تک تتبع اور تلاش اور جستجو کرے تو اکثر افراد اُمت کو اپنے گھر کے افراد پائے گا جب قوم سے متعلق معرفت انسان کا مدار خود اس کا نفس ہوا تو اللہ تعالیٰ نے اس سورت کا اپنے قول اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ سے افتتاح فرمایا۔ اور بعثت نبویہ کا دوسرا درجہ کل امم کا ملت ابراہیمی کے تحت جمع کرنا ہے۔
بایں وجہ اللہ تعالیٰ نے اپنے قول الحمدللہ رب العٰلمین سے سورت فاتحہ کا افتتاح فرمایا۔

پس وہ سورت جو مصحف شریف کے مقدمہ میں ہی نبوت کے اس درجہ ثانیہ کی طرف اشارہ کر رہی جو بعثت نبوی کا حقیقی مقصد ہے درحقیقت یہ اسطرف اشارہ ہے کہ نبوت سے مقصد اور غرض و غایۃ بھی یہی ہے، اور سورت اقرأ کو مصحف شریف کے آخر میں رکھا گیا ہے جس سے اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ نبوت کا درجہ اولیٰ درجہ ثانیہ کے لئے سیڑھی اور وسیلہ ہے لاغیر۔ یعنی اس کے سوا اور کچھ نہیں۔ اس بیان کے مطابق مناسب یہ ہے کہ اسلام کا عنوان الحرکۃ العالمیۃ الانسانیۃ یعنی انسانیت کی عالمی تحریک نہ کہ عربیت کی تحریک۔ اگرچہ یہ تحریک عربیت عالمی تحریک کے مبادیات میں سے تھی۔ عام مورخین نے عالمی تحریک کو سکندر مقدونی یا اس جیسے دیگر رجال سے مقرر کی ہے جن کا اس پر کچھ زمانہ تقدم ہے۔ لیکن ہمارے ہاں صحیح تحقیق یہ ہے کہ اس عالمی تحریک کی ابتدا حضرت ابراہیم خلیل اللہ سے ہوئی اس لئے کہ اللہ نے ان کو تمام لوگوں کا امام بنایا اور ان کی اولاد تمام امم کو ان کے دین میں داخل کر کے اسی امامت کی توسیع میں کوشاں رہے۔ تو اس صورت میں بے شک یہ عالمی تحریک بن جاتی ہے۔ ازاں بعد کچھ لوگ دینی تحریک اور سیاسی تحریک کے مابین تفریق کرتے ہیں۔ اور دینی تحریک کو ایک خیالی تحریک سمجھتے ہیں لیکن سیاسی تحریک کو حقائق اور واقعات پر مبنی بتاتے ہیں۔ تو جب وہ یہ بات سنتے ہیں کہ عالمی تحریک کے مبدع اور اساس ڈالنے والے حضرات ابراہیم خلیل اللہ ہیں تو اس طرف کوئی التفات نہیں کرتے کیوں کہ ان مورخین کے نزدیک یہ دینی تحریک تھی۔ یہ تفریق جو موجودہ اہل زمانہ کے اذہان میں پیدا ہوئی ہے صحیح نہیں اور نہ ہی اس تفریق

کی بنیاد ایسی اساس پر ہے جو دلیل سے ثابت ہو سکے۔ دینی اور سیاسی دونوں طرف کے لوگوں سے معاً ایسی غلطیاں صادر ہوئیں جن سے یہ معاملہ اور امر دشوار اور مشکل بن گیا۔ درحقیقت انسانیت از اول تا آخر ایسی شیئ واحد ہے جس کی تقسیم ممکن ہی نہیں تو اجتماعیت انسانیہ کی تحریک کا نام اگر دینیہ یا سیاسیہ رکھا گیا تو اس تسمیہ سے دو نوع کی طرف حقیقت میں متنوع نہیں ہو جائے گی جب کہ ان دونوں تحریکوں کا مطمح نظر حقیقت انسانیہ ہو۔

لیکن جب اہل دین لوگوں نے ان اعمال و تخیلات کی طرف رجوع کیا جو انسانیت میں محقق موجود نہیں تھے۔ اور اہل سیاست کا رجوع ان امور کی طرف ہوا جو انسانیت کی معاش کے لئے تھے فقط اور ارتقار ذہنی سے اعراض کئے رکھا۔ یہ تو اصطلاحی اختلاف بن گیا جو فریقین کو فقط منازع اور دھینگا مشتی کی طرف لے چلا اور ہم ان لوگوں کی طرف التفات نہیں کرتے جو انسانیت کی طرف جمیع نواحی و اطراف سے توجہ نہیں دیتے۔ اور ان کی غرض فقط انسانیت کے بعض گوشوں میں بحث کرنا ہے۔ پس وہ دین صحیح جس کے امام و پیشوا حضرت ابراہیمؑ ہیں۔ وہ تو فطرت انسانیہ کی کامل ترین طریقہ سے بحث کرتا ہے تو وہ عالمی تحریک معاً دینی بھی ہوئی اور سیاسی بھی۔ بعض بادشاہ اپنے لئے ملک گیری میں فقط کوشاں رہتے ہیں اور اسی طرح بعض معلمین فقط قوۃ عقلیہ کی اصلاح پر قانع رہتے ہیں ان جیسوں کے اعمال تکمیل انسانیت کے مبادیات میں سے ہیں جن کے مابین کوئی تعارض و تضاد نہیں اور ہم اسے ایک مثال سے واضح کرتے ہیں۔ ایک آدمی صاحب علم جو انسانیت کے لئے اپنے علم کو نفع مند سمجھتا ہے۔ تو وہ ہر اس آدمی کو تعلیم دیتا ہے جو اس پر قادر ہے اور ان کی جماعت بندی کر دیتا ہے تاکہ اپنی اجتماعی صورت میں اس سے امداد لیں اب اگر وہ معلّم یہ ارادہ رکھتا ہو کہ اسکے عمل کو بالقوۃ ایسا کوئی شخص باطل و فاسد نہ کر دے جو اس کا طریقہ نہیں جانتا تو کیا اس پر واجب نہیں ہو جاتا کہ اس کے دفاع کے لئے قوۃ تیار کرے تو علم کے لئے مملکت کا ہونا لازمی ہوا۔ یہی معنی ہے ہمارے اس قول کا کہ انسانیت منقسم نہیں ہوتی۔ اب اگر کوئی جماعت منافع انسانیت کے کسی حصہ کی ضرورت اپنے ذمہ لے کر اس کی سرانجامی میں مشغول ہوتی جاتی ہے اور انسانی اجتماعیت کے ایک جزء اور حصہ ہونے سے انکاری اور ناک بھوں نہیں چڑھاتے تو ان کے افعال میں سے کسی کا انکار نہیں کیا جائے گا۔ مختلف دینوں کے ائمہ اور پیشوا تو اجتماعیت انسانیہ کے ائمہ اور پیشوا تھے اور وہ لوگ جو منافع انسانیت کے کچھ

حصہ کا تعرض کرتے ہیں اگرچہ یہ بھی جماعتہ انسانیہ سے دور اور برکنار نہیں ... لیکن ائمہ اجتماعیت انسانیہ کے مراتب سے انکا رتبہ ادنی اور اقل درجہ کا ہے۔

ہماری کلام کا خلاصہ یہ ہوا ائمہ ادیان درحقیقت وہی اجتماعیت انسانیہ کے ائمہ ہیں لیکن فقط سیاسی اور فلسفی جب وہ خود اقرار کر چکے ہیں کہ اُن ائمہ ادیان کے تحت ان کی اجتماعیت جامعہ کے اجزا رہیں تو یہ ان سے دوسرے درجہ میں ہوئے۔

ہمارے ہاں یہ بات مسلمات میں سے ہے کہ جب کوئی انسان معنیٰ دین کی معرفت رکھتا ہو اور اجتماعیت انسانیہ کو جانتا ہو اور فلاسفروں اور سیاست دانوں کو انسانیت کے خدام سمجھتا ہو تو ایسا شخص اجتماعیت انسانیہ کے ائمہ صرف ائمہ ادیان ہی کو سمجھیگا۔ جب قرآن حکیم کا ارادہ یہ ہوا کہ اس عالمی تحریک کی تکمیل و تتمیم کی جائے جو تمام اقوام کی جامعیت کا دعوی رکھتی ہے جس کی ابتدا حضرت ابراہیمؑ سے ہوئی تو اب قرآن کی پہلی سورت کا افتتاح اللہ تعالیٰ کے لئے رب العلمین کی صفت کے ذکر کے ساتھ کرنا زیادہ بہتر ہوا۔ اَلحمد لِلّٰہِ ربّ العٰلمین اس کا معنیٰ یہ ہوا کہ وہ عالمی نظام جو مختلف اُمتوں میں موجود ہے یہ وہ نظام ہے جسے اللہ رب العلمین نے قائم رکھا کر رکھا ہے ذات قابل حمد ہے اس لئے کہ اس کے اس نظام میں کسی قسم کا کوئی نقص نہیں پایا جاتا۔

پس یہ نظام جسے اللہ تعالیٰ نے امتوں میں موجود کیا ہے اور اسے فطرۃ انسانی کے عین مطابق بنایا اس کے مقابل ایسے کسی نظام کا تخیل کرنا جو اس سے احسن ہوگا۔ بدمغزی اور بے عقلی کے سوا کچھ نہیں۔ اس متخیل (خیال کنندہ) کو چاہیئے کہ اپنی پوری قوت کو جمع کر کے ذیل کے تین امور میں لگا دے ۱ اس نظام کے سمجھنے میں ۲ فطرۃ انسانیہ پر قائم کرنا ۳ اس فطرۃ کے مناقض نہ ہونے میں۔ اور یہ بات ہر اس شخص پر لازم ہے جو اس نظام کے مقابلہ میں کسی دوسرے نظام کے احسن ہونے کا تخیل رکھتا ہو۔ اور اس پر یہ بھی واجب ہے کہ جس نظام کا وہ تخیل رکھتا اور اسے محبوب سمجھتا ہے۔ اس نظام کی اقامت میں انتہائی کوشش کرے تاکہ وہ نظام فطری بن جائے لیکن سورۂ فاتحہ کا یہ جملہ الحمد للہ رب العلمین اس طرف اقدام کرنے سے مانع بن رہا ہے اس لئے کہ ایسے کسی نظام کا ہونا ناممکن ہے۔ اور بعض حکما تو یہاں تک کہہ چکے کہ جو نظام اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہو چکا اس سے زیادہ عمدہ کسی کے امکان میں نہیں ہے تو گویا یہ قول اس کے کمال حکمت اور اس فطرت پر

جس پر اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو پیدا فرمایا ہے کے فہم اور سمجھ جانے کی دلیل ہے۔ لیکن ہم نے کچھ لوگوں کو دیکھا کہ اس حکیم کے کلام کو سمجھنے پر قادر نہیں ہو سکے۔ اس لئے جو چیز انہوں نے حاصل کی ہوئی ہے وہ تخیلات کی پیداوار ہے اور وہ حکمت کی کسی چیز کا عرفان تک نہیں رکھتے۔ البتہ وہ بلحاظ قوت خیالیہ اس پر قادر ہیں کہ لوگوں کو ایک ایسے عالم کا نقشہ کھینچ دیں جو موجودہ عالم کے حسین ترین ہو۔ لیکن اگر ان لوگوں کے ہاں ایجادات کی قوت ہوئی اور خیالی نقشہ کو کر دکھانے میں شروع ہو جاتے تو ان کی عاجزی ظاہر ہو جاتی اور وہ خیالی نقشہ پہلے ہی قدم باطل ہو کر رہ جاتا۔ اور انسان کو انتہائی تعجب ہوتا ہے جب کہ ایسوں کو اکابر علماء اسلام سے شمار کرتے ہیں۔ اس حکیم سے مراد امام حجۃ الاسلام الغزالی ہیں اور ان کے معارض قاضی عیاض اور ان کے متبعین ہیں۔ اب ہم ارادہ رکھتے ہیں کہ ان کے اختلاف کی بنیاد کو واضح کریں تو ہم کہتے ہیں حکماء نے ذکر کیا ہے کہ کائنات عالیہ کی ابتداء نہیں اور انتہاء بھی نہیں۔ جیسے اللہ تعالیٰ کی ان صفات کیلئے جو اس کائنات کی موجب ہیں کوئی ابتدا اور کوئی انتہاء نہیں ورنہ صفات کا تاثیر سے معطل ہونا لازم آتا ہے۔ اور یہ کائنات ادوار مختلفہ کی طرف منقسم ہے اور ہر دورہ سابقہ دورہ لاحقہ کے لئے علت بنتا ہے۔ تو بتقاضائے حکمت ادوار کا تسلسل ہوا۔ پھر انسان کو بالتفصیل فقط ایک دورہ کا احاطہ کرنا بھی ممکن نہیں اور اس کے دل میں دور سابق اور دور لاحق کا کچھ حصہ بھی نہیں کھٹک سکتا۔ لیکن جب انسان اللہ تعالیٰ کی صفات کی ازلیت اور ابدیت پر نظر کرتا ہے تو اپنے دل گہرائی میں پختہ اعتقاد کر لیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی صفات کا معطل ہونا ممکن نہیں۔ اگرچہ یہ علم اسکو مستحضر نہیں ہو سکتا جب اس سے پوچھا جائے تو اس سے کسی احسن شئی کا تو بغیر شعور اس کا صفات الٰہیہ کا ملہ کیطرف ملتفت اور متوجہ ہوگا تو کہہ دے گا ہاں اس سے احسن کا ہونا ممکن ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ علیٰ کل شئی قدیر ہے لیکن اس کی مراد یہ ہوگی کہ دوسرے ادوار میں ممکن ہے۔ اگرچہ ان کا استحضار اور شعور نہیں ہوگا۔ اور جو یہ کہتا ہے کہ ما کان سے ابدع زیں کا ہونا امکان سے خالی نہیں۔ تو فقط اس دورہ کی طرف نظر رکھنے کیوجہ سے کہہ رہا ہے۔ اس وضاحت کرنے سے ہماری غرض یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام اشیاء کو ایک مخصوص فطرۃ پہ پیدا کیا ہے اور یہ ممکن ہی نہیں کہ ان اشیاء میں کی کوئی شئی اپنے سے احسن ہو سکے۔ لہذا ہم کہتے ہیں کہ یہ فطرت انسانیہ جو جمیع افراد اُمم میں مشترک ہے جس پر اجتماعیت انسانیہ کی تنظیم ہے اس میں سے کسی شئی کے اندر ہم کچھ نقص بھی نہیں پاتے اور اسی وجہ سے ہم اپنے رب کی حمد و ستائش کرتے ہیں۔

پس جب یہ معرفت اس انسان کے دل میں راسخ ہو گئی جو دین اسلام کے ساتھ متدین ہونے کا ارادہ رکھتا ہے تو ایسا آدمی حکیم کہلاتا ہے۔ اور دین کو دین کے طریق پر سمجھنے کی اس میں استطاعت ہو جاتی ہے اور جب یہ معرفت اسکے دل میں راسخ نہ ہو تو ایسا آدمی مختلط الخیال ہوتا ہے۔ اور کبھی صراط مستقیم کی طرف راہنمائی نہیں پاتا۔

فصل :- ام الکتاب ایسی سات آیات پر مشتمل ہے جو ہمارے نزدیک قرآن حکیم کے کل مقاصد کا خلاصہ ہے۔ پس جب ہم قرآن مجید میں کسی بحث کو اس قائمہ اور فہرست سے باہر پائیں گے۔ ہم معلوم کر لیں گے کہ قرآن حکیم نے اس منزل مقصود کا ارادہ نہیں کیا۔ تو نظام کائنات کی اس حکمت کا بیان کرنا جو انسان تک بتسلسل طبقات پہنچا ہے پھر اجتماعیت انسانیہ جو اس کی فطرت سے ہے اور حقیقت انسانیت کا بیان کرنا۔ اور اک چیز کا بیان کرنا کہ جو اس سے تجاوز کا ارادہ کرے تو فطرۃ اسے بیٹھا اور پیچھے دھکیل دیتی ہے تو ایسا آدمی اپنے مقصد اور اعمال میں خائب و خاسر ہو جاتا ہے۔ تو یہ کل بیان اسی آیت کریمہ کی تفسیر ہے اور یہ بات پوشیدہ نہیں کہ فطرت انسانیہ کا اس گہرائی نظر اور تدقیق سے حاصل کرنے پر وہی شخص قادر ہو سکتا ہے جس کی حکمت پر جبلت رکھی گئی ہو۔

تو ہم اس سے اشارہ اخذ کرتے ہیں کہ قرآن عظیم کا ارادہ اس طائفہ اور گروہ کو اکٹھا کرنے جن کے نزدیک فطرۃ کی حکمتوں کی معرفت دوسری اشیاء کے مقابل زیادہ اہمیت رکھتی ہے۔ پھر جب یہ طائفہ مجتمع ہو جائے تو قرآن عزیز امور انسانیت کے چلانے کے لیئے اور انسانیت کی ترقی کا مرکز بنا کر ان کو ایک مرکزیہ میں جوڑ دیتی ہے۔

الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ۝۲

بے حد مہربان نہایت رحم والا

انسان بلحاظ اپنی فطرت ماں باپ کیطرف اور ان کی شفقت و الفت کی طرف اس لیئے محتاج ہے کہ اس سے اس کی فطرت کامل ہوتی ہے۔ پھر وہ انتہا میں ان دونوں سے مستغنی ہو جاتا ہے اور دوسرے انسان کا ماں۔ باپ میں کا ایک فرد ہو جاتا ہے۔ پس انسانیت اولاد پر آباء کی رحمت میں طرفین سے مخمور اور

پوشیدہ ہے ہمارے آباء ہم پر رحم کرتے تھے۔ اور ہم اپنی اولاد پر رحمت کرنے کے لئے پیدا ہوئے ہیں اور رحمت کا معنیٰ ہمارے ہاں معروف ہے۔ اور اس طریق سے معلوم ہو سکتا ہے۔ جس کا آباء اور اولاد تعامل رکھتے ہیں۔ حضور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے خبر دی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت کو یکصد اجزاء میں تقسیم فرمایا ہے۔ اور ان میں سے ایک جزء کو اپنی تمام مخلوقات میں بانٹ دیا ہے۔ اور اسی کی وجہ سے ماں۔ باپ اپنی اولاد پر رحمت سے پیش آتے ہیں الخ کما قال۔

اس حدیث کی شرح میں ہمارا ایک مخصوص طریقہ ہے وہ یہ کہ ہم آباء اور امہات کی وہ رحمتیں جو اولاد پر ہوتی ہیں حساب وشمار کے قاعدہ پر جمع کرتے ہیں تو کروڑوں کروڑ ہو جائیں گی پھر اس کے بعد حیوانات کی رحمتیں بھی اسمیں داخل کر لیتے ہیں تو عدد زیادہ اور زیادہ ہو جائے گا۔ پھر جب ہم ان تمام اعداد کو بطریق اجمال اپنے ذہن میں جمع کریں۔ اور حاصل جمع کو سو میں ضرب دیں تو پھر اللہ تعالیٰ کی رحمت جو اپنے بندوں پر ہے سمجھ آئے گی۔ اور اللہ تعالیٰ کی رحمت شمار شدہ صورت سے ہمارے فکر میں متعین ہو جائے گی۔ اور ہم رحمت آباء اور رحمت امہات میں واضح فرق دیکھتے ہیں۔ اور وہ یہ ہے کہ والد کو یہ چیز محبوب ہوتی ہے کہ اس کا بیٹا بزرگی اور شرف کے اوج کمال پر ترقی کر جائے۔ اور سیادت کے اعلیٰ درجات تک جا پہنچے اور ان مصائب اور مشقتوں کی پرواہ نہیں کرتا جو اس کی راہ میں پیش آتی ہیں اور نہ ہی ان سے متاثر ہوتا ہے۔ اور ماؤں کی رحمت دیگر نوع کی ہے۔ وہ اپنی اولاد کی طرف اس نظر سے نہیں دیکھتیں کہ وہ ترقی کریں گے یا نہ کریں گے۔ ان کی نظر صرف اس چیز کی طرف ہوتی ہے کہ ان کی اولاد کسی ایسی چیز میں نہ پڑے جو ان کی تعب اور شفقت کا سبب بنے اور ان کے ایسی مصیبت میں پڑنے سے ان کے دل زخمی ہوں فقط۔

جب ہم نے اس کو سمجھ لیا تو آسانی سے سمجھنے کے لئے ہم اپنے رب کی رحمت کو دو قسم پر تقسیم کر دیتے ہیں۔ ایک قسم اس کادہ ہے جو جمیع آباؤ کی رحمت کے مقابلے میں سو سے بھی زیادہ ہے۔ اس قسم کو ہم کلمہ الرحمٰن کا مصداق ٹھہراتے ہیں۔ اور ہم قرآن عزیز میں الرحمٰن علم القرآن اور دوسرے وہ کمالات جو اسی صورت میں مذکور ہیں جن کا حصول بغیر مشقت اور تعب کے نہیں ہو سکتا۔ مثلاً البیان اور معرفت حساب کے نشانات وعلامات اور وہ آلات جن کے ذریعہ اپنی طبیعت کے رجوع الی الرّ اللہ تعالیٰ کو سمجھ سکے۔ اور اس کے واسطے سجود کو علاوہ ازیں وہ کمالات جو سارے بغیر مشقت حاصل

نہیں ہو سکتے۔ اور اس رحمت کا دوسرا قسم وہ جمیع امہات کی رحمت کے مقابلہ میں ننو سے زیادہ ہے۔ اور ہم
اس کو اسم الرحیم کا مصداق بناتے ہیں۔ اور سورت شعراء میں کافرین اور مومنین کے مابین مقابلے کا ذکر
آتا ہے۔ بطور نتیجہ کفار معذب اور مغلوب ہونگے اور مومنین آخرت میں رحم کا برتاؤ کئے جاویں گے۔ اور یہاں
اللہ تعالیٰ نے اپنے اسماء سے دو نام ذکر فرمائے ہیں۔ وہ یہ وَاِن ربّکَ ھو العزیز الرّحیم ہیں۔ تو
العزیز بانسبت ان کفار کے ہے جنہوں نے عزت العزیز کے اقتضاء کی مخالفت کئے رکھی تو عذاب
میں گرے۔ اور الرحیم مؤمنوں کو جنت کی طرف پہنچانے کی نسبت سے ہے جس میں کوئی تھکاوٹ اور تکلیف
نہیں ہوگی۔ پس جمیع اقسام کی وہ رحمت جس کو کتاب عزیز میں ذکر کیا جاتا ہے اور اس کے مدارج کا اشعار
ہوتا ہے۔ وہ ان دو صورتوں میں منحصر ہے۔ یا وہ رحمت انسانیت میں ہوگی یا رب تعالیٰ کی رحمت انسان
کے کسی گروہ پر ہوگی۔ ان تمام بیانات کا مرجع یہی آیت کریمہ ہے۔ پھر جب انسان اس بات پر متنبہ ہو جائے
کہ الرحمٰن اور الرحیم یہ دو اسم جمیع انسانیت کے لئے آباء اور امہات کے قائم مقام ہیں تو اسے ان
دونوں سے اُنس پیدا ہوگا۔ اور اس سے وہ گھبراہٹ جو ماں باپ کی موت کے سبب اس پر آئی تھی چلی
جائے گی اور آسانی سے مدارج انسانیت میں ترقی کرنے کی اس کو استطاعت ہو جائے گی۔ تو یہ تعلیم بھی
فطرت انسانیہ کی تکمیل کرتی ہے۔ اور اس کی حاجات مہمہ کا پورا کرتی ہے۔

مَالِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ﴿٣﴾

مالک روز جزا کا

رحمت جب ان اشخاص کی طرف متوجہ ہو جو متفرق یعنی جُدی جُدی اور باہمیں مختلف اور متباین الاستعداد والے
ہیں اور یہ رحمت ان کی تکمیل فطرت کی مُعد (تیار کرنے والی) ہے تو یقیناً ان کے مابین اختلاف واقع ہو
طبعی امر ہے۔ اور انسانیت میں یہ اختلاف اس طرف پہنچا دیتا ہے کہ بعض انسان دوسرے بعض پر ظلم کریں
اور بعض دوسرے بعض کو قتل کر ڈالیں۔ اور یہ امر اجتماعیت انسانیہ کے مقتضیٰ میں سے ہے۔ لیکن یہ کہنا کہ
ان لوگوں میں اجتماعیت انسانیہ ترقی پذیر نہیں ہوئی یہ دوسری شئی ہے۔
جب ایک جھنڈ کے تمام درختوں میں درازی آجائے تو یقیناً ان درختوں کی ٹہنیاں دوسرے درختوں کی

کی ٹہنیوں میں ٹکڑائیں گی اور پھیلیں گی۔ تو اس حالت میں بھی فطرت انسانیہ کسی حکم کی مقتضی ہوگی۔ اور ہم اس حکم
کا نام انصاف رکھتے ہیں اور یہ اللہ کا حکم ہے۔ پس اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے انسانیت کو یوں نہیں چھوڑ دیا
جب انسانوں میں جھگڑا اور مخالفت اور قتل وقتال واقع ہو اور اللہ تعالیٰ ان میں عدل سے فیصلہ نہ فرمادیں
یہاں تک کہ وہ سب فنا وبرباد ہو جائیں اس طریقہ سے انسانیت کا سلسلہ چلتا رہے گا۔ اور انسانیت ترقی کرتی جائیگی
پس انسان جیسے رحمت رب کیطرف محتاج تھا اور رحمت انسانی ربوبیت رب کی تفسیر تھی اسی طرح انسان حق تعالیٰ کے انصاف
کی طرف محتاج ہے اور یہ انصاف رب العزت کی ملوکیت (شہنشاہیت) کی شرح ہوگی۔ تو الرحمٰن الرحیم کا معنیٰ
ہوا انسانوں کا رب اور مالک یوم الدین کا معنیٰ ہوا انسانوں کا شہنشاہ۔ نتیجہ یہ ہے کہ اجتماعیت انسانیہ
ایسے بادشاہ سے جو تمام انسانوں پر اللہ جل وعلا کی شہنشاہیت کا مظہر ہو کبھی مستغنی نہیں ہوسکتی اس لئے یہ
انسان اپنی سرشت میں اپنے رب کے سائل ہوتے ہیں کہ ان میں حق وانصاف سے فیصلہ فرمائے
اور یہ ظلم اور آپس میں لڑائی جھگڑا اجتماع انسانی میں عموماً ظاہر ہوتے ہیں جیسے کہ ہر وہ شخص جو دوسرے انسانوں
کا اجتماع وانبوہ کو دیکھے کا تو ان کو آپس میں لڑتا ہوا اور ایک دوسرے پر ظلم کرتا ہوا پائے گا۔ اسی وجہ سے
تو فرشتوں نے بارگاہ خداوندی میں عرض کی تھی أتجعل فیها من یفسد فیها ویسفك الدماء کیا
ایسے افراد مخلوق زمین پر مسلط کئے جارہے ہیں جو اس میں خونریزی اور فساد پھیلائیں گے ؟۔
اور جب وہ اجتماعیت میں داخل ہو کر انسانیت کے اندرونی کیفیات کا جائزہ لے گا۔ اور دیکھیگا۔
کہ ہر فعل اپنے مسلسل اسباب کی طرف منسوب ہے۔ تو اسے جزم ویقین ہو جائے گا کہ حکمت ان افعال کے
صدور من الانسانیہ کی موجب ومقتضی ہے۔ اور یہ اسباب حادی اور یکساں نہیں۔ اور اس کے بعد ان
کے آپس کے اختلاف اور جنگ وجدل کے راز کا وجدان ہو جائے گا۔ ہر آدمی خواہ ظالم ہو یا مظلوم
اپنی طبیعت سے چاہتا ہے کہ کوئی حاکم عدل وانصاف سے ان دونوں پر اپنا فیصلہ اور حکم نافذ کرے تو
اللہ رب العزت کا ملک الناس ہونا ظاہر ہوگا۔ اس طریق بیان سے انسانیت کے ماسوائے دوسری
مخلوقات کے کسی حصہ میں رب العزت کی شہنشاہیت کا ظہور نہیں ہوگا۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا قہر وقدرت
جمیع مخلوقات اور مصنوعات میں ان کے ارادہ وچاہیت کے بغیر نافذ ہیں لیکن اسکے حکم کا نفاذ انسانیت
کے اقتضاء ارادہ سے ہے لئے ان دونوں کے مابین تو بہت بڑا بُعد ہوا۔ الامام ولی اللہ الدہلوی کی حکمت سے ہمیں

اس بات کا علم وعرفان ہو چکا ہے کہ ہر فعل کی سزا و جزا کا وقوع اس فعل کے صدور من الانسان ہو جانے کے بعد کی حالت میں ہوتا ہے۔ اور یہی سلسلہ سزا و جزا ہی الدین کا معنی اور مفہوم ہے۔ پس انسان اپنے جمیع اعمال میں ایسی ذات کا محتاج ہے جو مالک یوم الدین ہو جب انسان اپنے افعال میں سے مشغول ہوا تو یہ دن یوم العمل کہلائیگا پھر جب وہ اپنے اس فعل سے رُک گیا تو اسی وقت سے یوم الجزا شروع ہو جاتا ہے۔ یہ صورت ہر اس فعل میں ہے جس کی جزا و سزا کا اجرا علی الفور ممکن ہو۔ اور جب بہت بڑی اجتماعیت کے لئے بہت بڑا کام ہو تو کئی صدیوں بعد اس کی انتہا ہو گی۔ اور جزا تام کا وقوع قوانین حکمت میں انقضا فعل کے بعد ہی ممکن ہے۔ ہر عمل خیر ہو یا کبیر (بڑا عمل ہو یا چھوٹا) جزا و سزا کا پہنچنا علی الفور یا علی التراخی اسی قانون کے تحت مقرر ہو چکا ہے جس کی فطرت انسانی مقتضی ہے۔ پس جب تمام انسانی قوموں کی اجتماعیت عامہ جن اعمال میں شریک ہوں گی۔ تو ان تمام اعمال کی جزا کا وقوع سطح زمین سے کل انسانیت کے اختتام و انقضا کے بعد ہو گا اور وہ دن جس میں یہ جزا واقع ہو گی وہ عظیم ترین یوم الدین ہو گا۔ پھر جب یوم الدین کا اطلاق ہوا تو اس سے یہی دن مراد ہو گا۔ اور اسی وجہ سے وہ اعمال جن میں انسانیت اجتماعیت جامعہ کے اندر شریک ہے ایسے اعمال کی جزا کا وقوع دنیا میں نہیں ہو سکتا۔

لیکن بعض مواضع میں عاملین پر جزا و سزا کے وقوع کو انسانوں کے سپرد کر دیا جاتا ہے اور وہ اپنے اس عمل میں غلطی کرتے اور جان بوجھ کر ظلم و خطار کرتے ہیں تو ایسے فیصلوں کی واقعہ دنیا میں ممکن نہیں پھر ان جیسے امور کا بھی فیصلہ یوم الدین میں کیا جائے گا یعنی بادشاہوں اور قاضیوں کے فیصلوں میں نظر کی جائے گی اگر ان میں کچھ ظلم اور لوگوں کے حقوق میں کمی اور خورد برد ہوا تو پہلے فیصلہ کو توڑ دیا جائے گا۔ اور لوگوں کے مابین صحیح اور حق کا فیصلہ کیا جائے گا۔ پس انسان دائمی طور ایسے بادشاہ کی طرف محتاج ہونے سے خالی نہیں جس کی استطاعت میں جزا و سزا دنیا ہو اور ظالم سے خورد برد شدہ حق لے سکے۔ یہ سارا مفہوم مَالِكِ يَوْمِ الدِّينِ کے کلمہ میں داخل ہے۔ پھر جب انسان اپنی اس معرفت پر اعتماد کر لے گا تو اپنے حقوق کی ضیاع سے فارغ البال ہو جائے گا۔ اور اس کی کوشش سے اس کو اپنے عمل کی جزا بطریق حق پہنچتی رہے گی۔ بعد ازاں انسانیت سے ایک قوۃ قاہرہ کا خروج ہو گا جو انسانیت کو منظم کر دے گی جب لوگ اپنے اعمال کی جزا کے وقوع پر ایمان نہ رکھتے ہوں تو وہ اپنے اعمال میں کسی ایسے قانون کی

اتباع کریں گے۔ جو اجتماعیت میں حیوانیت سے ترقی کا سبب ہوگا۔ پس وہ فساد جو انسانیت کی تنظیم میں ہوگا اس کا مبدا عقل انسانی میں اس معرفت کے ثبوت کا نہ ہونا ہے۔ پس جمیع وہ قواعد جو دنیا اور آخرت میں رجال یا اقوام کے لئے رب العزت کی جزا و سزا کے ہیں ان تمام کا رجوع اسی آیت کریمہ کی طرف ہے۔

اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ﴿۴﴾

تیری ہی ہم بندگی کرتے ہیں اور تجھی سے مدد چاہتے ہیں

جب انسانیت کی نسبت اپنے خالق کی طرف بایں صورت متعین ہو چکی کہ وہ جمیع امم کا رب ہے اور اسکی ربوبیت کا رجوع انسانوں کی طرف ایسے ہے جیسے ربوبیت والدین کی اپنی اولاد کے لئے۔ اور ان کے جھگڑوں کا فیصلہ اور ان کے فیصلوں پر نظر ثانی اور ان کے حقوق کا ایفاء وغیرہا ان کی طرف راجع ہوں گے۔ اس ذات کے فضل جو الملک الدیان ہے اور اس حالت میں پوری انسانیت اس اللہ تعالیٰ کے سوا جو ان کا رب ہے، کسی حاکم یا بادشاہ کی طرف محتاج ہی نہیں ہوگی۔ اور کسی ایک کی حکومت پر اور اپنے اوپر تسلط ملکیت میں مطمئن نہیں ہوں گے۔ پس انسانیت جب اس اللہ کے ساتھ بندھ چکی جو رب الناس اور ملک الناس ہے اور اس سے ہٹ کر غیر کیطرف تعدی اور تجاوز نہ کرے تو اسے کسی قسم کی حسرۃ نہیں ہوگی یہی معنی اللہ تعالیٰ کے قول اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ کا ہے۔ ہم اپنے رب کے سوا ہر ایک نسبت آزاد ہیں تو ہم اپنے رب کی ایسے دل سے جو اس کی محبت خالص سے بھرا ہو۔ اور ہمارے عقل اس کی معرفت تامہ رکھتے ہوں عبادت کریں گے اور ہمارے جوارح اس کیلئے ہماری خوشی و رضا سے منقاد ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ کا غیر ہم سے ایسی امید نہیں رکھ سکتا۔

عبودیت کے معنی تو معین ہیں لیکن بسبب استعمال مجاز الفاظ میں اشتباہ واقع ہو جاتا ہے۔ اسی لئے واجب ہوا کہ کلمہ عبودیت سے جو ہمارا مقصد اور مراد ہے اس کی متعین کر دیں۔ ہم کسی ایک سے کسی شئی پر اپنے رب کے غیر سے امداد نہیں مانگیں گے۔ پس اگر مخلوق میں سے کوئی ایک ہم سے اس چیز کی امید رکھے کہ ہم اس کے احکام کے کیساتھ بندھ جائیں گے بایں سبب کہ اس نے کسی شئی کی ہمیں امداد دی ہے۔ یا ہماری زندگی کے لوازمات میں سے مایحتاج الیہ ہمیں پہنچاتے ہیں تو اسے متنبہ ہو جانا چاہیئے اور اسے

اس کا علم ہونا چاہیئے کہ ہم اس کا اقرار ہی نہیں کرتے کہ اس نے کسی شئی کی ہمیں امداد دی ہے تاکہ ہم پر واجب ہو تاکہ ہم اس کے احکام اور اوامر کے مقید ہو جائیں اس کے بعد اسے اختیار ہے جس کی امداد کرتا تھا وہ ہم سے روک لے اگر چاہے تو ایسا کر سکتا ہے، ہماری زندگی صرف ہمارے رب کی معونت اور امداد سے چلے گی اسی وجہ سے ہم اپنے رب کے سوا کسی کے محتاج نہیں ہیں۔ اگر اس نے اللہ تعالیٰ کے ان انعامات میں سے جو اللہ نے اسے دیئے تھے کوئی شئی ہم تک پہنچائی تو ہم اس کا شکریہ اور ثنا کریں گے۔ کہ اس نے اللہ تعالیٰ کے امر کی اطاعت کی ہے۔ لیکن اس کے اوامر کے لئے خضوع اور اللہ تعالیٰ کے امر کی مخالفت ہم سے نہیں ہو سکے گی۔ پس اگر ہم اس کو وسائط مختلفہ میں سے ایک واسطہ سمجھ کر عبادت کے کچھ حصہ کا مستحق بنالیں اور اس کی عبادت کر ڈالیں۔ تو پھر جمیع وسائط اسی چیز کے ہم سے طالب ہوں گے۔ ہم تو پھر اسفل السافلین میں جا گریں گے۔ تو ہمارے عمل کی بنیاد یہ ہے کہ ہم اپنی ضروریات کے پورا ہونے میں غیر اللہ پر اعتماد کرنا چھوڑ دیں۔ اور اس سے ان کی پوجا پاٹ سے ہمیں انکار کی استطاعت ہو سکے گی۔ اور ہم استراحت میں ہوں گے۔ اور آزاد ہوں گے۔ لیکن جب ہم اپنے رب سے غیر کی طرف اپنی احتیاجی کی وجہ سے اپنے افکار کو مقید کر دیں تو یہ چیز ہمیں یہاں تک لے پہنچے گی کہ ہم ہر دہندہ کے غلام بن کر رہیں۔ اور وہ ہماری آزادی کو چھینتا پھرے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ کلمہ ایاک نستعین در حقیقت کلمہ ایاک نعبد کی تشریح ہوا جب کسی شخص کو اس بات کا ادراک و علم ہو چکا کہ اس کا خالق ہی ہر چیز پر قادر اور ہر شئی دینے والا ہے اور باایں ہمہ وہ اپنی ضروریات کے پورا ہونے میں غیروں پر بھروسہ کرتا رہے تو ایسا شخص کبھی موحد اور آزادی پسند نہیں ہو سکتا۔ بلکہ غلام اور مشرک ہوگا۔

قرانی تعلیم ہیں باایں صورت جسکو ہم نے بطریق امام ولی اللہ رحمہ اللہ تعالیٰ سمجھایا ہے کہ کلمہ مشرک اور وہ بیانات جو مشرک پر رد میں وارد ہوتے ہیں۔ اور وہ باتیں جو از قسم سزا دنیا اور آخرت میں اس کے لئے مقرر ہوئی ہیں۔ اور کلمہ موحد جس کا معنیٰ ہماری موجودہ اصطلاح کے مطابق آزادی ہے اور وہ تمام چیزیں دنیا اور آخرت میں از قسم فضائل اور فوائد ان کل کا رجوع اسی آیت کریمہ ہی میں ہے۔ اور اس بیان تک نصف سورۃ کا تمام ہوا جسمیں انسان سے متعلق بحث تھی۔ اس اجتماعیات کے بارہ میں لیکن ہر ایک کی علیحدہ علیحدہ اور اس کے بعد انسان سے متعلق بحث بحیثیت اجتماع آرہی ہے۔

اِهۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِيۡمَ ۝۵

بتلا ہم کو راہ سیدھی

یہ ایک قسم کی دعا ہے۔ اور دعا کا معنی ہمارے نزدیک اس شئی کا ظاہر کرنا جو ہمارے دلوں میں متقرر ہو چکی ہے یعنی ہم ارادہ رکھتے ہیں کہ اس امرِ معہود کو کریں تاکہ وہ امرِ مطلوب جو ہمارے ہاں مقرر ہے ہمارے قرار سے حاصل ہو سکے۔ اور ہم اپنی پوری قوت سے اس کے حصول میں کوشاں رہیں گے۔ لیکن بسااوقات رکاوٹیں آجایا کرتی ہیں اور ہمارے راستہ میں ایسی مشکلات کھڑی ہو جاتی ہیں کہ جن کے ہٹانے کی ہمیں قدرت نہیں تو ہم اپنے ایسے رب سے جو الرحمٰن، الرحیم، الملک اور ہر شئی پر قادر ہے۔ اس چیز کے طالب ہوتے ہیں کہ ان رکاوٹوں کو دور کر دے اور ہمارے راستہ سے ان مشکلات کو دفع کر دے تاکہ ہم اپنے امرِ مطلوب کو پالیں۔ اور ہم اللہ تعالیٰ کے مخلص بندوں کے واسطہ سے یہ معلوم کر چکے ہیں کہ اللہ سبحانہٗ اپنے بندہ سے اس دعا کے ذریعہ راضی ہو جاتا ہے اور قبول استجابت فرماتا ہے۔ پھر ہم نے اس کا تجربہ کیا تو اس کو ایسا ہی پایا۔ اسی وجہ سے ہم اسے پکارتے ہیں۔ اور اسی سے اپنی ضروریات پوری ہونے کے طالب ہوتے ہیں اور وہ لوگ جو تعلیمات انبیاء کے محرف اور فطرت انسانیہ کے بدل ڈالنے والے تھے اس دعا کا معنی اس سے علیحدہ ایک دوسرا بنا ڈالا اور جس کا فطرۃ سلیمہ والوں نے انکار کر دیا ہے تو ہم ان سے اظہار براءۃ کرتے ہیں اور اُن سے ہم تو حکمت عملیہ میں دعا کو اعمال کے لئے علۃ تامہ کا جزء بناتے ہیں۔ اس لئے کہ موانعات کا دفعیہ علۃ تامہ کے اہم اجزاء میں سے ہے پس جب کسی مؤمن کا یہ اعتقاد ہو اور پورے اخلاص کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے سوال کرے اور اپنے نفس میں اس اعتقاد کا احضار رکھتا ہو اور یہ یقین رکھتا ہو کہ اس کا رب اس کی حبلِ ورید سے بھی زیادہ قریب ہے۔ تو اس کے قلب کو اطمینان ہوگا۔ اور اس کے ظاہر حال میں بشاشت، خوشی اور نشاط کے آثار نمایاں ہوں گے۔

اور ہم اس پر اعتقاد رکھتے ہیں کہ انسان کی قوت ارادیہ ہی اعمال کے لئے علیت کے دس حصص میں سے نو حصہ کی علت ہے۔ اور دعا و اطمینان قلبی کے بعد تو اپنے جمیع مظاہر کے ساتھ قوت ارادیہ کا ظہور ہوگا۔ اور جب انسان کے دل میں یہ خطرہ کھٹکا ہو کہ وہاں مطلوب تک پہنچنے کے لئے رکاوٹیں ہیں تو قوۃ علمیہ ارادیہ اس عمل میں نشاط اور خوشی کو مفقود پائے گی تو قوت ارادیہ اپنے پورے اجزاء کے

ساتھ عمل نہیں کر سکے گی اور نتیجہ بطریق مظہر تام ظہور میں نہیں آئے گا۔

فصل فطرت اور اس کے مقتضیات کے مطابق چلنے کو صراط مستقیم کہتے ہیں اور ہم جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنی حکمت میں فطرت انسانیہ کی تکمیل فرماتے ہیں اور اس کے ہاں اوامر اور نواھی اسی فریضہ کو پورا کرنے کیلئے ہیں۔ اور جب ہماری طبیعت مخلوقات کی بندھنوں یعنی قیود و قید سے آزاد ہوگی اور ہم اپنی پوری قوت سے اپنے رب پر اس سے زیادہ اعتماد کرنے لگے جیسے کہ اولاد اپنی پیدائش کے بعد ابتدائی دنوں میں اپنے والدین پر اعتماد رکھتے ہیں تو پھر ہمیں اپنی فطرت کی تکمیل کے علاوہ کسی بارہ میں فکر دامن گیر نہیں ہوگا اور اس وقت ہم اپنے رب ہی سے صرف بایں الفاظ پکار اٹھیں گے۔ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ

فصل: ہمارے ابدان میں کثیر التعداد اعضاء ہیں جن کے مخصوص اور معین افعال ہیں اور ان اعضاء میں کا ہر ایک اپنی مد سے متجاوز نہیں ہوتا۔ اور ہم اس سے ان حقائق مختلفہ کی طرف ترقی کرتے ہیں جو ہماری ذوات میں موجود ہیں پھر ہم ان کو پہلی نظر میں دو قسموں پر تقسیم کرتے ہیں ۱۔ قوی علیہ ۲۔ قوی عملیہ۔ پھر ہمارے دلوں میں یہ خیالات آتے ہیں کہ ہم اپنے اجتماع میں مدح و ستائش کے قابل بنیں اور علم و عمل میں ترقی کریں اس لئے کہ یہ سارے کا سارا فطرۃ انسانیہ کا تقاضا ہے اور یہ کہ جب ہمارے مختلف قوائے طبیعہ کے اقتضاء کیوجہ سے ہمارے اوپر امور مختلفہ کا ورود ہو تو بقدر امکان بطریق احسن اطمینان و قرار کا ہونا ہمیں محبوب ہے، پس یہی قرار و سکون وہ صراط مستقیم ہے جس پر ہم اپنی پوری قوت سے چلنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ اور یہ قوت عملیہ کا پہلا مظاہرہ ہے۔

صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۙ

راہ ان لوگوں کی جن پر تو نے فضل فرمایا

انسان کی کل قوی فطریہ کامل نہیں ہو سکتیں جب تک اسے اجتماع انسانی میں تمام قوی کی تکمیل کے لئے کوئی نمونہ حاصل نہ ہو جائے۔ پس ہماری دعا اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ بمنزلہ نظریات کے تھا اور اسے ہم اس آیت میں عملیات کے ساتھ بدل چکے ہیں الصراط المستقیم فقط ایک امر نظری ہی نہیں تھا بلکہ (پوری) زندگی کا میزانیہ تھا۔ جس کا اجتماعیت میں داخل ہوئے بغیر نفاذ و اجراء ممکن ہی نہیں۔ پس ایسی جماعت

کہ یہ اجتماع جس کی جزر ہے اس پر صادق آئے گا کہ انعمت علیہم بایں صورت کہ ان کی تمام قویٰ فطریہ کامل بن چکی ہیں۔ اور ان کی ترقی کے اسباب و ذرائع مہیا ہو چکے ہیں اور ان کی اجتماعیت محکم اور مضبوط بنیادوں پر بن چکی ہے۔ اور جو بھی اس جماعت کے راستہ پر چلا اسے یہی خیال ہوگا کہ وہ صراط مستقیم پر چل رہا ہے۔ اور ان دونوں آیات سے ہم بطریق اشارہ سمجھ رہے ہیں کہ صراط مستقیم کی تعیین اور اجتماعیت کی تلاش انسانی ضروریات اور فرائض میں سے ہے۔ پس جب کوئی انسان اس فریضہ میں کوتاہی کرے گا تو وہی قابل ملامت ہوگا۔ اس کی مثال یوں سمجھئے: دو شخص ہیں ایک بھوکا اور پیاسا ان دونوں پر لازم ہے کہ جس جگہ سے کھانا اور پینا میسر ہوتا نظر آئے اسے تلاش و طلب کریں۔ پھر اگر اپنی پوری قوت سے تلاش نہیں کرتے اور بھوکا و پیاسا مر جاتے ہیں تو ملامت انہیں کو کی جائے گی۔ اور الذین اَنعَمَ اللہُ علیہم کی قرآن عظیم میں النّبیّین اور الصدیقین اور شہداء اور صٰلحین کے ساتھ تفسیر آ چکی ہے۔ انسان علم و عمل دونوں کا جامع ہے ان میں سے ایک کا دوسرے سے جدا کرنا ممکن ہی نہیں جب کہ فطرت سلیمہ ہو۔ لیکن بعض مردوں میں دوسروں کی نسبت کچھ قویٰ اکثر اور غالب تر ہوتی ہیں۔ جس کی وجہ سے رجال میں باہمیں تفاضل و برتری ہوتی ہے۔ اور ہر ایک ان میں کا دوسرے کی طرف محتاج ہوتا ہے۔ پس وہ اشخاص جن پر قوت عملیہ کا غلبہ ہوتا ہے اور وہ درجہ عالیہ میں ہوتے ہیں تو یہ افراد و اشخاص علم کو منبع انسانیت یعنی انبیاء علیہم السلام سے حاصل کرتے ہیں۔ اور وہ اشخاص جو ان کے برابر ہیں۔ لیکن منبع علم سے اخذ علم میں ان سے مؤخر ہیں۔ اور قوت عملیہ میں انبیاءؑ کے ساتھ ان کی مساوات متحقق ہے۔ یہ صدیقین کا گروہ ہے اور وہ اشخاص جن پر قوت عملیہ کا غلبہ ہے اور درجہ عالیہ کی نہایت میں اس حد تک پہنچ چکے ہیں کہ اگر وہ اپنے مقصود کو نہ پالیں تو قتال کریں گے یہ شہداء ہیں۔

اور وہ انسان جو ان کے بعد ہیں وہ اس درجہ میں تو نہیں پہنچے کہ اپنے نفسوں کو فدا کریں لیکن اپنی زندگی کے ایام میں تکمیل مقصد کی انتہائی کوشش کرتے ہیں۔ یہ ہیں صالحین اور یہی عاملین کا دوسرا درجہ ہے۔

اب ہمارا مقصود یہ ہے کہ ہم قویٰ علمیہ و قویٰ عملیہ میں درجہ ثانیہ سے نہ گریں اور اگر درجہ اولیٰ تک پہنچ سکیں تو یہ بہت ہی اچھا ہوگا۔ لیکن بایں شرط کہ اس درجہ تک پہنچنا ہمیں علم و عمل کے دوسرے درجہ سے انحطاط کی طرف نہ پہنچا دے۔

پس وہ لوگ جنہوں نے حق کا علم و عرفان کیا اور انہیں اس کی معرفت حاصل ہو چکی کہ ان کی

فطرت صراط مستقیم کی مقتضی ہے اور اس کے باوجود اس مقتضی پر عمل کرنے کے لیے کوشش نہیں کرتے یہ لوگ عمل کے دوسرے درجہ میں ہیں جن کی المغضوب علیہم سے تعبیر کی گئی ہے۔ لیکن وہ اشخاص جن میں قوت عملیہ تو قوی ہے مگر وہ بطریق علم فطرت کے مقتضیات تک راہ یافتہ نہیں ہوئے۔ یہ لوگ علم کے درجۂ ثانیہ میں ہیں۔ جن کی تعبیر ضاآلین سے کی گئی ہے۔

غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ۝

جس پر تیرا نہ غصہ ہوا — اور نہ وہ گمراہ ہوئے

اور ہم اُمید رکھتے ہیں کہ ہمیں ایسا اجتماع صالح حاصل ہوگا جو اہل علم کے طبقۂ ثانیہ پر مشتمل ہوگا۔ اور عاملین کے طبقۂ اولیٰ اور ثانیہ دونوں پر مشتمل ہوگا۔ اور ہم اس اجتماع میں ایسوں کو داخل نہیں ہونے دیں گے جو علم و عمل کے تیسرے درجہ میں ہیں۔ بلکہ اگر وہ اس اجتماع میں ہوئے تو ہم ان کو نکال باہر کریں گے۔ اس پر غیر المغضوب علیہم و لا الضالین کی تفسیر تمام ہوئی۔

فصل اب اس دعا کا مفہوم ہوا کہ اگر اس فرش زمین پر ایسی اجتماعیت و اجتماع موجود ہو جو ہماری تمام ضروریات کو پورا کر سکے تو اسے اللہ ہمیں اس جماعت تک پہنچا اور اس کے لیے ہمیں چلنے کی توفیق دے۔ اور اگر کوئی ایسی اجتماعیت نہیں تو اسے اللہ ہمیں توفیق بخش کہ ہم ایسی اجتماعیت برپا کر سکیں۔ یہ آسان نہیں ہے۔ اور اس ارادہ کے بغیر الصراط المستقیم کی تعمیم پوری نہیں ہوتی۔ اور اگر کوئی ایسا انسان ہے جس کا ارادہ ہے کہ صراط مستقیم پر چلے لیکن اس شرط پر کہ اس کو ایسا مجتمع اور جماعت مل جائے اور وہ اس میں ہو اور اگر اسکو اس طریقہ پر چلنے والی جماعت نہ ملے تو وہ اپنے کو معذور کی طرح سمجھے۔ کیونکہ کوئی انسان ایسے عظیم عمل کے لئے اجتماعیت کے بغیر اکیلا کھڑا نہیں ہو سکتا۔ تو ایسا شخص جو یہ رائے رکھتا ہے عزم و ارادہ میں ناقص ہے۔ لیکن وہ شخص جس کی یہ رائے ہو کہ اگر اسکو ایسا اجتماع میسر نہ ہوا تو وہ اپنی پوری کوشش سے ایسے اجتماع کو قائم اور برپا کر دے گا تو ایسے شخص کا عزم کامل ہے۔ اور یقین جاننا چاہیے کہ ایسے مجتمع اور جماعت کا قیام از سر نو اس شہر کی طرح ہے جیسے خالی خولی جنگل میں بسایا جاتا ہے۔ اور اس کی دشواری پوشیدہ نہیں ہے لیکن یہ چیز ان لوگوں پر آسان ہے جو عالی ہمت ہیں۔

فصل :- قرآن عظیم تو درحقیقت ایک ایسی اجتماعی تحریک کی دعوت کا نام ہے جو عالمی (انٹرنیشنل) تحریک ہے۔ تو اس دعا میں جو دراصل عنوان ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ اُن اشیاء میں سے جو قوموں کے مخصوص مقتضیات ہیں کسی شئی کا متعین ہونا ہے۔ انسان کے عقلی نظریات میں مختلف طبقات ہیں۔ پس ایک مقصد کو ایک گروہ ایک وجہ سے پاسکتا ہے اور دوسرا گروہ دوسری وجہ سے پالیتا ہے۔ اور یہ مقصد فطرۃ انسانیہ کی تکمیل کے لئے ہے۔ پس صراطِ مستقیم ایک قوم کے نزدیک ایک صورت میں متشخص و متعین ہوگا تو دوسری قوم کے ہاں دوسری صورت میں متعین ہوگا۔ پس وہ دعاء جو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو الہام فرمائی ان تعینات سے عام تھی۔ اور ہر آدمی جو اپنی فطرت کیساتھ اپنے رب پر اعتماد رکھتا ہے۔ کیا اس پر یہ گراں ہے کہ اللہ تعالیٰ سے صراطِ مستقیم کا سوال کرے! پس جب کوئی آدمی لوگوں کی پیشوائی کرتا ہوا اپنے رب سے دعاء مانگے کہ اللہ تعالیٰ اُسے صراطِ مستقیم پر چلائے تو کیا کوئی سلیم الفطرۃ انسان اس کے باوجود اجتماعیت صالحہ سے تخلّف کر سکتا ہے۔ اور صراطِ مستقیم کے تشخصات اُسے ضرر نہیں دے سکتے۔ تو بیشک امام صراطِ مستقیم کی تعیین میں اپنے رب پر اور اُس کی ہدایت پر بھروسہ و اعتماد کرے گا۔

پس اس اجتماعیت کی تسہیل تمام اُمتوں کے لئے ایک ہی دعاء پر ہوگی۔ لیکن جب مختلف قوموں کا مقصد ایک ہی چیز نہیں ہوگا۔ تو ان کے لئے یہ اجتماعیت کیسے ممکن ہوگی۔ اور اسی طرح صراط مستقیم کے عملیات کی تعیین اور صراط الذین انعمتَ علیہم کے ساتھ تفصیل بھی ایسی ہوگی۔ کیونکہ اس میں عظماء کے قوم کے کسی رجل کا نام ہو اور دوسری قوم کے رجل کا نام نہ ہو ایسا کوئی ذکر نہیں ہے۔ جیسے ہم یوں نہیں کہیں گے صراطِ محمدؐ و ابی بکرؓ و عمرؓ ایسے یوں بھی نہیں کہیں گے صراط موسیٰؑ اور صراطِ عیسیٰؑ ایسی وہ اُمتیں جن میں رجال عظیم المرتبت ہوئے ہیں لیکن باوجود اس کے ان میں سے کسی ایک کا نام مذکور ہوا۔ پس وہ شخص جو اپنی فطرت سے اپنے رب پر اعتماد رکھتا ہے۔ الذین انعم اللہ علیہم کی اجتماعیت سے کیا پیچھے رہ سکتا ہے۔ لیکن الذین انعم اللہ علیہم کی تعیین اللہ تعالیٰ کے سپرد ہوگی۔ اور ہم تو اس سے صرف یہ کہتے ہوئے دعا مانگا کریں گے۔

اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیہم فقط اے اللہ ہمیں صراط مستقیم کی ہدایت فرما یعنی ان لوگوں کے راہ پر چلا جن پر تیرا انعام ہوتا رہا۔ فقط۔ ہم نے انبیاء علیہم السلام کی تمام کتابوں میں کوئی ایسی دعا نہیں دیکھی جس میں اس دعاء کی طرح انتہائی انصاف ہو جو تمام لوگوں کو ایک ہی کلمہ پر جمع کر دے۔

اور اسی طرح ہم مغضوب علیہم کی اور ضالین کی تعیین بھی نہیں کریں گے۔ فصل تمام ہوئی۔

لطیفہ:۔ ہمارے خیال میں مغضوب علیہم موجودہ زمانہ میں وہ لوگ ہیں جو یہ کہتے پھرتے ہیں کہ قرآن کے معانی تو سمجھے جا سکتے ہیں لیکن ان پر عمل کرنا ناممکن ہے یا بذریعہ محال ہے۔ اور ایسے ہی ہم ضالین ان کو بتاتے ہیں جو کہا کرتے ہیں کہ اس زمانہ میں قرآن کا علم حاصل ہونا محال ہے۔

لطیفہ شیخ نے فرمایا تھا کہ ہم اپنے زمانہ میں مغضوب علیہم کی تفسیر ان لوگوں کو بتاتے ہیں جو یہ کہیں کہ قرآن کے معانی قابل فہم ہیں لیکن ان پر عمل کرنا مستحیل یا کالمستحیل ہے تو ایسے لوگوں کو ہم مغضوب علیہم سے بتاتے ہیں اور حدیث شریف میں آیا ہے کہ نبی علیہ السلام نے ان کی تفسیر یہود کے ساتھ فرمائی تھی تو یہ بات مخفی نہ رہنا چاہیے کہ یہ تفسیر تمام زمانوں کے لئے نہیں تھی بلکہ یہ ایک ایسی مثال اور نظیر تھی جو اس وقت موجود تھی تو ہر انسان اپنے زمانہ اور اپنے شہر میں ہر اس قوم سے اس کی تفسیر کر سکتا ہے جو یہود کے ساتھ مشابہت رکھتے ہوں وہ اس قوم کو اس کا مصداق بنا سکتا۔

اور اسی طرح ہم ضالین کی تفسیر ان لوگوں کے ساتھ کرتے ہیں جو یہ کہیں کہ اس زمانہ میں قرآن کا علم کالمستحیل ہے۔ اور حدیث میں انکی تفسیر نصاری کو بتایا گیا ہے تو یہ بھی مثال اور نظیر ہوگی جو حضور صلعم کے زمانہ موجود تھی۔ میں ایک ایسا انسان ہوں جو نیا مسلمان ہوا ہوں میں اسلام میں اس وقت داخل ہوا۔ جب میری عمر ۱۶ سال کی تھی اور میں نے دینی علوم کو اپنے علاقہ میں علماء کی ایسی جماعت سے حاصل کیا کہ تمام انسان ان سے اخذ علم پر قدرت رکھتے تھے۔ اور میں کوئی مال دار یا صنعت کار انسان نہیں تھا بلکہ میں اسی طرح طلب علم کر رہا تھا۔ جیسے کہ عامۃ المسلمین طلب کرتے ہیں اور مسلمان بقدر کفایت ان کی بقدر ضرورت پوری کرنے کی کفالت کرتے ہیں۔ تو میں بطور تحدیث نعمت بحمد اللہ تعالیٰ کہتا ہوں کہ میں نے اپنے شیخ کے واسطہ سے جو شیخ الہند ہیں اور دیوبندی علماء کی جماعت کے فرد وحید ہیں فہم قرآن کی طرف پوری توجہ دی اور اس زمانہ میں ہمارے شیخ کے اقران اور ہمزمان صرف چار یا پانچ تھے۔ جن سے لوگ استفادہ کرنے میں ہمارے شیخ سے استفادہ کرنے کی طرح مشغول تھے۔ پھر میں اپنے شیخ حضرت قاسم العلوم والخیرات محمد قاسم نانوتوی رح کی تصانیف کیطرف متوجہ ہوا اور میں ہزاروں طلبہ کو جانتا ہوں جو ان تصانیف کیطرف متوجہ ہوتے ہیں۔ پھر میں نے الامام ولی اللہ الدہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ اور ان کے لڑکے الامام

عبدالعزیز الدھلوی رحمہ اللہ تعالیٰ اور ان کے پوتے مولانا محمد اسمٰعیل الشہیدؒ کے معارف کیطرف ترقی کی یہ ایسے باعظمت تھے کہ اکثر ہندوستان کے اہل حق علماء ان کی ایسی اکرام و تعظیم کرتے ہیں جیسے اکابر مجتہدین یا شیوخ طریقہ کے اکابرین کی تعظیم کرتے ہیں۔ اس بیان سے میرا مقصد یہ ہے کہ ان کا طریقہ لوگوں سے کوئی پوشیدہ نہیں تھا لیکن وہ لوگ ان سے اور ان کی تصانیف سے صرف اپنی دانستہ غفلت کی وجہ سے نفع نہیں اٹھا سکے۔ میں اپنے رب کی کثرت سے حمد بیان کرتا رہوں گا کہ اس نے میرے لئے اسباب ذرائع آسان فرما دیئے حتی کہ مجھے توفیق ہوئی کہ قرآن عظیم کی فہم ان ائمہ کے طریق پر اپنی زندگی کا مقصد وحید بنالوں۔ اور میرے دل میں یہ بات گذرتی کہ لوگوں میں سے کوئی ایک انسان ایسا ہوتا جو میرا استفادہ مجھ سے سن لیتا اس لئے کہ میرا معاملہ تو میرے نفس اور جی میں حقیر ہو کر رہ گیا تھا۔ تو اللہ سبحانہٗ کا میں شکر جمیل اور جزیل کرتا ہوں کہ میں نے اپنی زندگی میں اس چیز کا ایسے اشخاص کو درس دیتا رہا جو انتہائی صالح عقول کے مالک تھے اور دنیوی اور دینی امور میں عموماً مجھ سے زیادہ عقلمند اور بہت اچھے تھے تو وہ مجھ سے قرآن عظیم کے اخذ کے لئے ہی فقط متوجہ ہوئے۔ پھر میں نے ایسے گروہ کو درس دیا جنہوں نے مجھ سے اخذ کے بعد مدبر فی القرآن اور اسی کی درس و تدریس کو اپنا مقصد حیات بنالیا تو ان سے اخذ کرنے والوں کی بھی فوجیں در فوجیں نکلیں جو قرآن کی فہم رکھنے والے تھے۔ اس تجربہ کے بعد جو لوگ کہتے پھر رہے ہیں، اس زمانہ میں قرآن کا فہم ناممکن ہے۔ ان کے بارہ میں کہتا ہوں کہ یہ ضالین ہیں۔ اور میں اس کہنے میں ان کے رب کی طرف سے بینہ پر ہوں۔ یہ تجربہ شاہد ہوا کہ فہم قرآن میں اس طرح مشغول ہونا جیسے کہ میں مشغول ہوا تھا تمام مسلمانوں پر آسان اور سہل ہے۔ تو کیسے یہ کہنا صحیح ہوا" اس زمانہ میں قرآن کریم کو نہیں سمجھا جاسکتا تھا اور ہمیں اس وقت انتہائی تعجب ہوتا ہے جب ہم اسی گروہ کے بڑے آدمیوں (علماء) کو دیکھتے ہیں کہ وہ اپنے زعم باطل میں، امام مہدی کی آمد کے منتظر بیٹھے ہیں۔ کیا انہوں نے اللہ جل جلالہ کے ان انعامات کو جو بشکل قرآن عظیم اللہ تعالیٰ نے کئے ہیں، پورا شکریہ ادا کرلیا ہے کہ جس کی جزاء میں اللہ تعالیٰ کے انعامات میں سے زیادتی کے طالب ہیں۔ (الی اللہ المشتکی)

سورۃ فاتحہ جس کی قراءت ہی نماز ہے اور طہارت اور توجہ الی القبلہ یہ اسکے مبادیات سے ہیں اور رکوع و سجود تکمیل تک پہنچانے والے ہیں۔ اور اصل نماز درحقیقت انسان کا اپنا فکر اور اپنے تخیل میں حضور ہونا کہ میں اپنے رب کی بارگاہ اپنے مایحتاج الیہ کی عرض اور گذارشات پیش کر رہا ہوں

اور یہی طریق تمام انسانوں کے لئے معین ہے جو اس سورت کی صورت سے اسلام میں داخل ہو۔

پس نماز سے اصل مقصد اللہ تعالیٰ سے صراط مستقیم کی ہدایت کی دعا مانگنا ہے۔ اور ہم اس کیساتھ ایک دوسری سورت کو ملاتے ہیں جو اللہ کی طرف سے اس کا جواب ہے وہ یہ کہ ہدایت قرآن ہی ہے (ان الهداية هي القرآن) نتیجہ جتنا ہو سکے قرآن کو پڑھو ہدایت پالوگے (فاقرءوا ما تيسر من القرآن تهتدوا) پھر رکوع وسجود اس دعاء کی قبولیت واستجابت کا شکریہ بنیں گے۔ یہ ہے ہمارے نزدیک صلوٰۃ اور نماز کا معنیٰ ومفہوم جیسے ہمارے شیخ کے شیخ مولانا محمد قاسم رحمہ اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے۔ لیکن ہم اس پر قدرے زیادتی کرتے ہیں" کہ جس نے یہ نماز مسلمانوں کی جماعت میں پڑھی وہ مسلمان ہوگا۔ یہی ایک چیز ہے جس کا حاصل کرنا لوگوں کو مشکل اور صعب نظر آرہا ہے۔

تمت الحاشیہ۔۔

تفصیل ابواب سورۃ بقرہ

پہلا باب :- اثبات ضرورت قرآن ، آیت نمبر ۱ تا نمبر ۱۵۰

دوسرا باب - تہذیب اخلاق ، " نمبر ۱۵۱ تا نمبر ۱۶۲

تیسرا باب :- الاجتماعیۃ الادنیٰ فی القریٰ ، " نمبر ۱۶۳ تا نمبر ۱۷۶

چوتھا باب :- الاجتماعیۃ فی الامصار ، " نمبر ۱۷۷ تا نمبر ۲۵۲

پانچواں باب :- الاجتماعیۃ فی الاقوام (الخلافۃ) ، " نمبر ۲۵۳ تا نمبر ۲۸۶

آیت نمبر ۱ تا نمبر ۳۹ میں ضرورت قرآن ثابت کی گئی ہے۔ اور اس کے بعد نمبر ۴۰ سے نمبر ۱۵۰ تک بنی اسرائیل کے ساتھ مذاکرات ہیں۔ گویا آیات نمبر ۱۵۱ تا نمبر ۲۸۶ کے درمیان جملات معترضہ بنی اسرائیل مدعی ہیں کہ ان کی کتاب عام انسانیت کیلئے کافی ہے۔ ان جملات معترضہ میں اس خیال کی تردید کی گئی کہ جملات تین فصلوں پر ہیں۔

فصل اول :- نمبر ۴۰ تا نمبر ۴۶ ، بنی اسرائیل کی غلطیاں

فصل دوم :- نمبر ۴۷ تا نمبر ۱۲۱ ، بنی اسرائیل کے قبائح

فصل سوم :- نمبر ۱۲۲ تا نمبر ۱۵۰ ،

سورۃ البقرہ

تمہید | یہ پہلی سورت ہے جو مدینہ میں نازل ہوئی۔ یہ تورات کے صحائف کی مانند ہے۔ اس میں قرآن حکیم کی وہ تعلیم بھی گئی ہے جو پہلے مکہ میں نازل ہو چکی ہے۔ اب اس سورت میں اس تعلیم کو کتابی شکل میں معین کیا گیا ہے۔ اور پھر اس پر جہاد اور خلافت کبریٰ کے مسائل کا اضافہ کیا گیا ہے۔

نیز جس طرح مکی سورتوں میں قریش پر حجت تمام کی گئی تھی اسی طرح اس سورت میں نصیحت وصیت کے ساتھ بنی اسرائیل پر حجت تمام کی گئی ہے۔ ظاہر ہے کہ قریش مکہ اور بنی اسرائیل کے کہیں متوازی ہیں

مکہ کی سیاسی حالت | قریش میں اُس زمانے میں کم سے کم تین بڑے بڑے سیاسی گروہ تھے۔

(۱) الحنفاء:۔ یہ فقط سیدنا ابراہیم علیہ السلام اور سیدنا اسماعیل علیہ السلام کے طریقہ کا احیا چاہتے تھے ان کے اندر ایک نبی کی بعثت کی بشارت چلی آتی تھی۔ یہ عالم گیر غلبہ حاصل کرنا چاہتے تھے۔

(۲) دوسرا گروہ رومیوں کی طرف مائل تھا۔ اور وہ اس طاقت کی مدد سے غلبہ حاصل کرنا چاہتا تھا۔ اور تیسرا گروہ ایرانیوں کا طرف دار تھا اور یہ ان کی مدد سے غلبہ حاصل کرنے کا خواہشمند تھا۔

مدینے کے یہود بھی ایک نبی کے منتظر تھے۔ وہ اس کی قیادت میں تورات کا غلبہ دنیا میں قائم کرنا چاہتے تھے۔

مدینے کی معاشرتی حالت | اس زمانے میں مدینہ منورہ میں دو عرب قبیلے بستے تھے۔ یعنی

(۱) اوس ———— (۲) خزرج۔

اور یہودیوں کے تین قبائل آباد تھے۔ (۱) بنو قریظہ (۲) بنو نضیر اور بنو قینقاع۔

ان کے قریب قریب واقع تھے ان کے مجموع کا نام تھا یثرب۔

ہمارا خیال ہے کہ اس بستی کا نام جو بعد میں مدینہ پڑا۔ تو یہ لفظ سورۃ یٰسین کی اُس آیت سے لیا گیا ہے۔

مدینہ کا نام | بعثت نبوی کے دسویں سال میں یثرب کا ایک وفد حج کے لئے مکہ آیا۔ یہ وفد

اس غرض سے آیا تھا کہ اپنے دشمنوں کے ساتھ لڑائی کرنے میں قریش سے مدد طلب کرے۔ اتفاق سے اس وفد کی ملاقات حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہو گئی۔ جنہوں نے اس وفد کو اسلام کی کی دعوت دی۔ اور یہ خیال بھی ظاہر کیا کہ خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو مدینے میں بیٹھ کر دعوت اسلام کا مرکز قائم کریں۔ اس وفد میں ایک نوجوان تھا جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف مائل ہو گیا۔ اس نے وفد والوں سے کہا کہ جس کام کے لئے ہم آئے ہیں اس سے یہ بہتر ہے شیوخ وفد نے اُسے چُپ کرانا چاہا لیکن وہ اپنے خیال پر قائم رہا۔ اگلے سال وہ نوجوان پھر دوسرے وفد میں بھی آیا۔ اب کے یہ وفد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہجرت کی دعوت دی تو نوجوان بھاگا بھاگا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا۔ آپ نے وفد کے ساتھ ایک داعی بھیجا۔ اس سے اگلے سال یعنی بعثت کے تیرھویں سال ہجرت قرار پائی۔ اس سلسلہ میں سورہ یٰسین جو آیت میں ہے جاء رجل من اقصی المدینۃ اس مناسبت سے یثرب کا نام مدینہ رکھا گیا۔

یہودی اجتماعیت مدینہ میں یہود کی اجتماعیت غالب تھی۔ اور اوس اور خزرج اکثر امور اجتماعیہ میں یہودی کی پیروی کرتے تھے۔ گو وہ خود صابیت پر قائم تھے۔ بعض اوقات ان عرب قبیلوں میں سے لوگ یہودیت اختیار بھی کر لیتے تھے۔ غرض جس طرح مکہ میں کفار کو فوقیت حاصل تھی اسی طرح سے مدینہ میں یہودیوں کو غلبہ حاصل تھا۔ یہی وجہ ہے کہ اس سورت میں قریش اور یہود کو مخاطب کیا گیا ہے۔ کیونکہ دونوں عالمگیر غلبے کے خواب دیکھ رہے تھے۔

لیکن قرآن حکیم اس بات کا مدعی ہے کہ قرآن کی تعلیم پھیلانے والی پارٹی بھی ان پر غالب آئیگی اہل تورات غالب نہیں آسکتے۔ اس کی طرف الٓمٓ میں اشارہ کیا گیا۔

الٓمٓ کی تفسیر اپنے نظریے کے مطابق ہم کر چکے ہیں۔ اب ہم امام ولی اللہ کے طریق پر اس کی تفسیر بیان کرتے ہیں۔

مقطعات اور اشتقاق عربی زبان میں مقطعات کے مستقل معانی ہیں۔ جو طویل غور و فکر سے سمجھ میں آتے ہیں۔ پہلے ہم ان تینوں حرفوں پر غور کرتے ہیں۔ علم الاشتقاق کے ماہرین کا بیان ہے کہ جس کلمے میں ج اور ن جمع ہو جائیں اس میں پوشیدگی کے معنی پائے جائیں گے۔ مثلاً جن

جنین جنت وغیرہ ہیں۔ اب اگر ایسے الفاظ پر غور کیا جائے جن میں م ن حرف ج پایا گیا ہو تو اس حرف کا مفہوم مستقل طور پر معین کیا جا سکتا ہے۔ اس کے بعد حرف ن کا مفہوم معین کیا جا سکتا ہے۔ یہ بحث حروف مقطعہ کے مادّے کے اعتبار سے تھی۔

عربی اور سنسکرت ان حروف کی صورت اور مخارج سے خروج کے اعتبار سے بھی ان کے معانی کی تصویر کشی کی جا سکتی ہے۔ جو شخص عربی زبان کی ان لطافتوں کا ماہر ہو اور یہ جانتا ہو کہ فصحاً اور بلغاً نے کن رموز و اشارات کے اظہار کے لئے استعمال کیا ہے وہ ان کے معانی اس جہت سے بھی معین کر سکتا۔ امام ولی اللہ دہلویؒ نے یہی مسلک اختیار کیا ہے۔ ہم جانتے ہیں کہ سنسکرت میں بھی اس قسم کی نزاکتیں پائی جاتی ہیں لیکن قرون اولیٰ کے مسلمانوں نے سنسکرت کی طرف توجہ نہیں کی اس لئے وہ اس قسم کے معارف سے آگاہ نہیں ہو سکے۔ لیکن وہ دولت غزنویہ کے زمانے کے مشہور شاعر مسعود سعد سلمان نے جو عربی اور سنسکرت دونوں زبانوں پر کامل عبور رکھتا تھا۔ دونوں زبانوں میں شعر کہتے ہیں۔ یہ شاعر بے بدل ہندوستانی میں کہنے والوں کے طبقہ اوّل میں ہے۔ طبقہ متوسط میں امیر خسرو شامل ہیں اور متاخرین میں سید علی بلگرامی ہیں جو "سبحۃ المرجان فی آثار ہندوستان" کے مصنف ہیں سید علی بلگرامی کے عم بزرگوار سید علی بلگرامی زبیدی عربی کی مشہور لغت "قاموس" اور امام غزالی کی احیاء العلوم کے شارح ہیں۔ شارح قاموس نے سنسکرت کے بحروں میں عربی اشعار کہے ہیں۔ خود ہمارے ہم عصر سید علی بلگرامی ایک اور فاضل ہیں جو جرمن اور انگریزی کے ماہر ہیں،

غرض امام ولی اللہ نے حروف کے مخارج سے جو معانی استنباط کئے ہیں وہ انوکھی بات نہیں۔ سنسکرت میں بھی یہ بات پائی جاتی ہے۔ گویا امام ولی اللہ کے مسلک کی تائید سنسکرت سے ہوتی ہے اور ہمارے مسلک کی یہودی علوم سے ہوتی ہے۔

امام ولی اللہ کا مسلک امام ولی اللہ دہلوی کی حکمت میں شخص اکبر ہیں۔ شخص اصغر (ایک دوسرے کے مشابہ ہیں) شخص اکبر کے دماغ اور زبان حظیرۃ القدس ہے، شخص اصغر (انسان) حروف کو جوڑ کر ان کی اصوات کے مطابق معانی پیدا کرتا ہے جنہیں سننے والے سمجھتے ہیں۔ جس طرح شخص اصغر کی زبان و دہان سے نکلنے والے حروف ہیں اسی طرح کلام اللہ حظیرۃ القدس کے کلام کی طرف اشارہ ہونا چاہیئے (جو شخص اکبر کی زبان ہے) مثلاً آ حلق میں سب سے دور کے حصے سے نکلتا ہے

اس میں ان علوم کی طرف اشارہ ہے جو عرش پر قائم ہونی والی تجلی اعظم میں پوشیدہ ہیں۔ کیوں کہ یہ تجلی عرش ہیں۔ کیوں کہ یہ تجلی عرش سے بہت دور واقع ہے۔

ل وسطے مخارج میں سے ایک مخرج سے نکلتا ہے۔ یہ ان فرشتوں کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ جو حاملین عرش اور حافین من حول العرش ہیں۔ تجلی اعظم کی یہ برکات حظیرۃ القدس میں انہی وسائط سے نازل ہوتی ہیں۔

میم اس کا مخرج شفوی ہے۔ یہ ان علوم کے جو حظیرۃ القدس میں جائے گیر ہوتے ہیں خارج میں نازل ہونے کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ یہ امور نہایت معقول ہیں گو ان کا سمجھنا قدرے مشکل ہے۔

ہم بار بار بیان کر چکے ہیں کہ کرۂ زمین پر سات بڑے ملک ہیں۔ ان میں سات اقوام عظیمہ بستی ہیں جن کی ذہنیتیں ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔ حظیرۃ القدس سے جو علوم نازل ہوں گے وہ ان میں سے ہر ایک قوم کی ذہنیت کے مطابق نازل ہوں گے۔ اگرچہ علم اصل میں ایک ہی ہوگا۔ لیکن وہ شکل وصورت میں اس قوم کی ذہنیت اختیار کرے گا جس میں وہ نازل ہوگا۔ مختلف سورتوں کے شروع میں الف لام میم کے اختلاف سے یہی اختلاف صوری مراد ہے۔ الٓمٓ چھ سورتوں کے شروع میں آیا ہے۔

(۱) البقرہ ، (۲) آل عمران ، (۳) عنکبوت ، (۴) روم
(۵) لقمان ، (۶) السجدہ

دو سورتوں میں الٓمٓ آیا ہے، اعراف میں الٓمٓصٓ ہے، الرعد میں الٓمٓرٰ ہے جو شخص مذکورہ بالا طریق پر غور کرے وہ ان میں ایک مناسبت اور تناسق پائے گا۔

ان سورتوں میں اساس حکمت اجمالی طور پر بیان کی گئی ہے پھر آخرت کی زبان میں اس کی تفصیل پیش کی گئی ہیں مثلاً کفار و شیاطین کا جھگڑا۔ یا محشر میں تابع و متبوع کا جھگڑا یا انبیاء کا کلام سورۂ بقرہ میں یہود سے خطاب ہے جو ارض مقدس کی اقوام میں مرکزی مقام رکھتی ہے۔

ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ

اس کتاب میں کچھ شک نہیں راہ بتلاتی ہے۔

ہمارے نظریہ کے مطابق قرآن حکیم کی تعلیم نے مکی معاشرے میں یہ تاثیر کی کہ اس بستی میں ایک اجتماعی حکومت منظم ہوگئی۔ چنانچہ مسلمان اپنے تمام فیصلے حضرت محمد رسول صلعم کے توسط سے قرآن حکیم ہی کے مطابق کرتے تھے۔ اگر قرآن میں کوئی حکم آچکا ہے تو اسی کے مطابق فیصلے ہوتے تھے ورنہ خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف رجوع کرتے تھے۔ بہر کیف اس سے باہر کوئی فیصلہ نہیں ہوتا تھا۔ یہ نظام مسلمانوں کے مابین تھا۔ باقی رہے غیر مسلم تو مسلمان ان سے مکی معاشرے کے عام خاندانی دستور کے مطابق معاملہ کرتے تھے۔ قرآن حکیم نے ان خارجی معاملات میں اُس وقت دخل نہیں دیا بلکہ وہ صبر اور انتظار کا حکم دیتا رہا۔ حتیٰ یاتی اللہ بامرہ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ امر (امر جہاد) بھیجدے۔ اس قسم کی حکومت مکہ میں جب پیدا ہو چکی تھی۔ گویا قرآن حکیم کی تعلیم کا نتیجہ میں ایسی جماعت وجود میں آگئی جو عدل واحسان دُنیا میں بھی قائم کرنے پر تلی ہوئی تھی۔ یہ جماعت دوسرے لوگوں سے صلہ رحمی کے اصول پر سلوک کرنے تھے۔ سو وہ کسی ایسی تعلیم پر عمل نہیں کرتے تھے جو انسانی فطرت کے خلاف ہوتی۔ تقوٰی کے تیسرے حصے یعنی ایتاء ذی القربیٰ کے یہی معنیٰ ہیں۔ قرآن حکیم نے قریش اور دیگر عربی قبائل میں سے صالح افراد لے کر اور ان میں یہود ونصاریٰ کے صالح افراد کا اضافہ کرکے اور مجوس کے اچھے افراد بڑھا کر ایسی جماعت پیدا کر لی۔ جب یہ ثابت ہو جائے کہ اس کتاب کی تعلیم ایسی جماعت کی تخلیق کا ذریعہ اور سبب بنی ہے اور جماعت بھی وہ جس کی نظیر دُنیا کی اقوام اور ادیان میں نہیں ملتی تو جو شخص نبوت اور کتب الٰہیہ کو مانتا ہے اور قرآن کی پیدا کردہ جماعت کا مقابلہ دوسری کتب الٰہیہ کی پیدا کردہ جماعتوں کے ساتھ کرتا ہے اسے تسلیم کرنا پڑے گا۔ کہ قرآن حکیم کی پیدا کردہ جماعت نہایت اعلیٰ درجے کی ہیں اور خود قرآن حکیم کتاب الٰہی ہے۔

حاصل کلام یہ کہ اگر کوئی شخص تورات کو مانتا ہے (اور اُس وقت بیشمار لوگ اس کتاب کو ماننے والے موجود تھے) اور انسانیت میں تورات کی تعلیم کے اثرات اب تک موجود ہیں۔ ہم اس کتاب کے سچے ہونے کے قائل ہیں۔ کیونکہ اس کی تاثیر انسانیت میں بالبداہت دیکھنے میں آئی ہے۔ لیکن جب قرآن کو دیکھتے ہیں تو یہ ناقابل انکار حقیقت ہمارے سامنے آتی ہے کہ اس کی تاثیر تورات کی تاثیر سے زیادہ قوی ہے تو کیا ایک منصف مزاج انسان اس بات کے تسلیم کرلے سے انکار کر سکتا ہے۔

کہ قرآن حکیم بھی ایک آسمانی کتاب ہے۔

ہمارے نزدیک اس آیت کے یہی معنیٰ ہیں کہ یہ کتاب ان متقین کی پیدا کرنے والی ہے جو کہ ہیں پیدا ہوئے۔ یہ اس کتاب عظیم کے آسمانی کتاب ہونے کی پختہ بدیہی دلیل ہے

جملۂ معترضہ

جس طرح ہمارے بعض مفسرین قرآن حکیم کی اُن ابتدائی آیات کی تفسیر کی ہے اس سے اس کتاب عظیم کی ساری عظمت طالب علم کے دل سے نکل جاتی ہے۔ یہ لوگ عربی سوسائٹی کا حال جس میں سے وہ نزول قرآن کے وقت گزر رہے تھے نہیں جانتے تھے۔ انہوں نے فلاسفہ کی کتب میں سوفسطائیوں کی آراء و افکار کا مطالعہ کیا اور ان پر اعراب بادیہ کا قیاس کر لیا۔ اور ابتدائی سورتوں کا مخاطب انہی کو گر دانا۔ وہ اس کی تفسیر بھی اس انداز پر کرنا چاہتے ہیں لیکن انہیں اس کی کوئی راہ نہیں ملتی۔ اس پر وہ اس سورت کی آیتوں کی ایسی تاویلیں کرتے ہیں جو ان آیات کے قامت پر ٹھیک نہیں بیٹھتی مثلاً وہ کہتے ہیں کہ قرآن حکیم بلاریب حق ہے خواہ لوگ اسے سمجھیں یا نہ سمجھیں۔ وہ تو اندھے ہیں اگر سورج کو نہیں دیکھتے تو نہ دیکھیں۔

وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ ہدایت تو اس کے لئے ہوتی ہے جو جاہل اور گمراہ ہوں۔ متقیوں کے لئے اس کے ہدایت ہونے کے کیا معنیٰ؟ پھر خود ہی اس کی تاویل کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اس سے مراد ہیں وہ لوگ جو ہدایت کے طلبگار ہوں۔ پھر جب وہ تقویٰ کی تفسیر کرنے بیٹھتے ہیں تو اس کا صحیح مفہوم معین نہیں کر سکتے۔ پھر وہ مخاطبین اور ان کی طلب تقویٰ میں کوئی مناسبت نہیں پاتے۔ غرض ان کے قلوب پر شکوک بالائے شکوک چھا گئے۔ اب جو شخص فن تفسیر سے امام تسلیم کیا جاتا ہو اور اس کی ذہنیت اوہام سے ہو چکی ہو۔ اور وہ اس آیت کی تفسیر کرنے بیٹھے اور زورِ (تخیل) سے اس کی تفسیر لکھے۔ لیکن طالب علموں کے دلوں پر اب بھی شبہات باقی رہیں تو اس مسکین کا کیا حال جو قرآن سے اس لئے اعراض کرتا ہے کہ وہ قرآن نہیں سمجھتا۔

جب میں نے متقی کے معنے یہ پڑھے کہ تقوی کے طالب (الصائرین الی التقوی) اس کا نتیجہ میرے دل میں یہ بیٹھا کہ مخاطبین میں تقوے کے معنی نہایت مشہور ہوں گے۔ تو ہم کہتے ہیں کہ جو شخص تقوے چاہتا ہے وہ وہی تقویٰ چاہتا ہے جسے لوگ جانتے ہیں۔ چنانچہ قرآن حکیم اسی کی طرف راہنمائی

کرتا ہے۔ میں بیس سال تک تقویٰ کے صحیح مفہوم کی تلاش میں رہا لیکن مجھ پر اس کا صحیح مفہوم منکشف نہ ہوا بعض مفسرین کرام اس کے معنے یہ کرتے ہیں کہ کبائر سے اور صغائر پر اصرار سے اجتناب کرنا۔ اب تقویٰ کا مفہوم کبائر کے مفہوم سمجھنے پر موقوف ہو گیا۔ لیکن اس وقت یہ نہ کبائر کی تفصیل ملتی ہے نہ صغائر کی۔ اس زمانے میں ایک فقیہ کی تصنیف نظر سے گزری جس کا نام "الزواجر" تھا۔ اس مفسر نے سینکڑوں کبائر سے زیادہ گنوائے ہیں۔ میں نے جی میں سوچا کہ پھر تو قرآن نے کوئی بھی متقی پیدا نہ کیا۔ میں ہندو مذہب سے واقف ہوں جب کبھی انہیں شبہ پڑتا ہے وہ اس قسم کی تاویلات سے کام لیتے ہیں۔ میں اپنے احباب سے بھی ذکر کیا لیکن کسی کو تقویٰ کے معنوں میں مطمئن نہ پایا۔ اب میں نے اس تفتیش کا طریقہ چھوڑ دیا۔ اللہ کے فضل و کرم سے اب میں مشائخ دیوبند یہ مثلاً مولانا محمد قاسم کی کتب کی طرف راہنمائی پا چکا تھا۔ یہ مشائخ مقلد نہیں تھے۔ بلکہ محقق مجتہد تھے۔ یہ جماعت امام ولی اللہ دہلوی کے اتباع پر اعتماد رکھتی تھی۔ اب میں نے ان کی تفاسیر میں تفحص لکھنا شروع کیا۔ چنانچہ میں نے تفسیر **فتح العزیز** مصنفہ مولانا شاہ عبدالعزیز) کا مطالعہ کیا۔ پس مجھے مقصد کی طرف رہنمائی ہوئی۔ تقویٰ انہیں اس کتاب سے حاصل ہوا۔ یہ اس کتاب کے حق ہونے کا بیّن ثبوت ہے۔ پھر میں نے اپنے فکر کو اور وسعت دی جس سے میرے لئے قرآن کے سمجھنے کا ایک نیا باب کھل ہو گیا۔ جب میں نے اپنی تحقیق اپنے دوستوں کے سامنے پیش کی تو وہ بھی بہت خوش ہوئے۔ اب میں نے امام ولی اللہ کی جماعت کو تعلیم قرآن کے سلسلہ میں مجدد مان لیا۔ اور رازی اور بیضاوی وغیرہ سے استفادہ کی ضرورت نہ رہی۔ **فائدہ** جب امام عبدالعزیز کے مسلک کے مطابق هُدًى لِلْمُتَّقِينَ کے معنی میرے دل میں بیٹھ گئے تو میں نے رازی کے کلام کے ذریعے سے جو تفتازانی نے شرح عقائد میں نقل کیا ہے۔ اس معنی کی وضاحت کرنی چاہی۔ ان کے کلام کا حاصل یہ ہے کہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت پر ان کے معجزے سے استدلال پرانا طریقہ ہے۔ اب جبکہ ان کی نبوت عظمیٰ کے طفیل بیشمار اقوام ہدایت پا چکی ہیں اور دین اسلام کرۂ ارض پر استقرار حاصل کر چکا ہے اس طریق استدلال کی ضرورت نہیں رہی اور نہ اب اس بحث میں پڑنے کی ضرورت نہیں ہے کہ معجزہ دلیل نبوت ہے یا نہیں۔ امام رازی کے بیان کا یہ خلاصہ میرے ذہن میں رہ گیا ہے۔ میں استدلال کی طرز پر یوں کہتا

ہوں کہ مدینے میں معجزے کے ذریعہ سے نبوت ثابت کرنے کی ضرورت نہ تھی بلکہ اب یہ کہا جاسکتا ہے۔ کہ مکہ زندگی میں ایک ایسی جماعت تیار کی جاچکی ہے جس سے بہتر روئے زمین پر کوئی جماعت نہیں ہے اس جماعت کا وجود بھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر دلیل ہے۔ اب ہم اس آیت کی تفسیر بیان کرتے ہیں۔ ذٰلک الکتاب۔ حنفا کی زبان میں کتاب سے مراد تورات ہوتی ہے۔ پس اس کے یہ معنے ہوئے کتاب کہلانے میں قرآن حکیم لاریب تورات سے زیادہ حقدار ہے (کہ مقتضی کتاب ہے)
پس دعوٰی یہ ہے کہ قرآن حکیم لاریب ایک کتاب ہے اور اس کا ثبوت یہ ہے کہ یہ ھُدًی لِّلْمُتَّقِین ہے اس کتاب عظیم کی تعلیم سے تورٰۃ کی تعلیم کی بہ نسبت بہتر متقی پیدا ہو چکے ہیں اور ہو سکتے ہیں مثلاً اس کتاب کے ذریعے سے پیدا ہونے والے متقیوں کے یہ اوصاف ہیں۔

الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِالْغَيْبِ

جو کہ یقین کرتے ہیں بے دیکھی چیزوں کا

یہ لوگ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر اعتماد رکھتے ہیں اور تسلیم کرتے ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ اور حظیرۃ القدس کی طرف سے جو بیان فرماتے ہیں وہ حق ہے گو وہ اس منبع کو نہیں دیکھتے۔ اس کے مقابلہ میں تورٰۃ کے پیدا کردہ متقی کہتے ہیں کہ لن نؤمن لک حتّٰی نری اللہ جھرۃً

وَيُقِيمُونَ الصَّلٰوةَ

اور قائم رکھتے ہیں نماز کو

یہ لوگ نماز کا نظام قائم رکھتے ہیں۔ حالانکہ تورات کے متقیوں سے کہا جاتا ہے کہ وادخلوا الباب سجدًا وقولوا حطۃ تو ان ظالموں نے یہ الفاظ کا بدل ہے فبدل الذین ظلموا قولًا غیر الذی قیل لھم (البقرہ:) (۳) اکی تیسری صفت یہ ہے کہ

وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُونَ ۞

اور جو ہم نے روزی دی ہے ان کو اس میں سے خرچ کرتے ہیں

ان کے پاس تھوڑا ہو یا زیادہ اللہ کی راہ میں خرچ کر ڈالتے ہیں۔ باقی رہے یہودی تو ان کا بخل زبان زد خلائق ہے حاجت بیان نہیں۔ جب کتاب ایسے متقی پیدا کرتی ہے تو یہ کتاب کہلانے میں توراۃ سے زیادہ مستحق ہے یا نہیں؟ یہ معنٰی ہیں لاریب فیہ کے۔ ایک جگہ قرآن حکیم میں ہے کہ (وَاِذْ اَخَذَ رَبُّکَ مِنْ بَنِیْ آدَمَ مِنْ ظُہُوْرِہِمْ ذُرِّیَّتَہُمْ وَاَشْہَدَہُمْ عَلٰی اَنْفُسِہِمْ۔ اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ؟ قَالُوْا بَلٰی شَہِدْنَا اَنْ تَقُوْلُوْا یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ اِنَّا کُنَّا عَنْ ہٰذَا غَافِلِیْنَ۔ الاعراب۔ ۱۷۲)

اس سے ظاہر ہے کہ اللہ تعالٰے نے ہر ایک انسان کے قلب میں ایک جوہر رکھ دیا ہے جو اپنے پروردگار عالم کو پہچانتا ہے اسے حجر بحت کہتے ہیں۔ یہی قلب انسانی کے اندر تجلّی اعظم کا نمونہ ہے۔ انسان کو جو اپنے اعمال کا ذمہ دار (مکلف) گردانا گیا ہے تو اس نقطہ انسانیت کی بدولت ہے۔ انسان بسا اوقات مرافق حیات حیوانی اور عقلی میں پھنس کر اس نقطہ کے مقتضیات سے غافل ہو جاتا ہے۔ پھر کوئی شخص آتا ہے جس کا یہ نقطہ انسانیت (حجر بحت) بیدار ہوتا ہے اس کا تعلق حظیرۃ القدس اور اس کے توسط سے اس تجلی اعظم کے ساتھ ہوتا ہے۔ اس کی صحبت میں بیٹھنے سے اس غافل انسان کا حجر بحت بھی بیداری پا لیتا ہے۔ جو شخص حکمۃ امام ولی اللہ کا مطالعہ کر چکا ہو۔ اس کے سامنے اس حقیقت کو ان الفاظ میں بیان کر دینے میں بھی کوئی حرج نہیں ہے۔ کہ کتاب اللہ سے مراد وہ کلام ہے جو پہلے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حجر بحت سے ان کے عاقلہ پر صادر ہوا پھر فرشتہ وہی کلام حظیرۃ القدس سے لے کر آیا جب دونوں کلام ایک دوسرے پر منطبق ہو گئے تو حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یقین ہو گیا کہ یہ کلام الٰہی ہے۔ اس عرض کرنے سے ہماری غرض یہ ہے کہ کتاب اللہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حجر بحت کی تاثیر بھی شامل ہے۔ جو لوگ نبی کرام صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں بیٹھے اور ان کے حجر بحت متیقظ تھے انہوں نے حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی لطیف تاثیر سے فائدہ اٹھایا۔ اور کتاب اللہ پر یقین پایا۔ اس تاثیر کو چاہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کی طرف نسبت دے دیا کتاب اللہ کی طرف بات ایک ہی ہے۔ جب انسان کا حجر بحت بیدار ہو جاتا ہے تو وہ حظیرۃ القدس کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔ اس حظیرۃ القدس کو الغیب کہا گیا ہے۔ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت جبرئیل سے کلام الٰہی سنتے ہیں تو وہ کلام تجلّی کی طرف سے خود ان کے اپنے حجر بحت پر بھی نازل ہوتا تھا اس سے انہیں یقین ہوتا

ہے کہ یہ کلام الہٰی ہے۔ اسی طرح نبی اکرم صلعم کی صحبت میں بیٹھنے والے متقی جن کا حجر بحت بیدار ہے۔ آپ نے قلوب میں تجلی اعظم کی تاثیر پاتے ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے جو کلام سنتے ہیں تو اُسے اپنے نفس کے ہواجس پر اسی طرح منطبق پاتے ہیں جس طرح نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جبریل سے کلام سن کر اپنی حجر بحت کے آثار سے منطبق پاتے ہیں۔ اس سے یہ متقی لوگ غیب پر ایمان رکھتے ہیں کیونکہ جو کچھ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں وہ خود ان کے اپنے احساسات کی حکایت ہوتی ہے۔ نبوت کے بعد یہ انسان کا سب سے بڑا مقام ہو اسے حاصل ہو سکتا ہے۔

وَيُقِيمُونَ الصَّلٰوةَ۔ یہ اس رابطے کے تحفظ کے لئے جو ان کے اور حظیرۃ القدس کے مابین قائم ہے۔ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُونَ وہ جانتے ہیں۔ کہ جب انسانی فطرت کسی چیز کی محتاج ہوتی ہے تو وہ تو اس کے حصول کے لئے اپنا سب کچھ خرچ دیتی ہے۔ یہ لوگ عام محتاج لوگوں پر وہ سب کچھ خرچ کرتے ہیں جو ہم نے انہیں دے رکھا ہے وہ کم ہو یا زیادہ۔ اس سے ان کے دلوں میں اس طائفے کی محبت اور الفت پیدا ہو جاتی ہے وہ اس محبت کے ذریعے سے انہیں حظیرۃ القدس کی طرف جذب کرتے ہیں۔

اس سے ایک مرکزی اجتماعیت وجود میں آتی ہے۔ مکہ مکرمہ کے قیام کے دوران میں انہیں نبی اکرم کی صحبت اور کتاب اللہ کی تاثیر سے یہ بات حاصل ہو گئی تھی۔ پس اس جماعت کا مکہ میں پیدا ہو جانا اس کفایت کے اللہ کی طرف سے بواسطہ حظیرۃ المقدس نازل شدہ ہے اور جس پر یہ نازل ہوئی ہے وہ اللہ کے نبی ہیں۔ پس نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت علت اس جماعت کے وجود میں آنے کی۔

وَالَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِمَآ أُنْزِلَ إِلَيْكَ وَمَآ أُنْزِلَ مِنْ

اور وہ لوگ جو ایمان لائے اس پر جو کچھ نازل ہوا تیری طرف اور اس پر کہ جو کچھ نازل ہوا تجھ سے

قَبْلِكَ وَبِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوقِنُونَ ﴿۴﴾

پہلے اور آخرت کو وہ یقینی جانتے ہیں۔

اس بارے میں اختلاف ہے یہ آیت صفات ماقبل کے موصوفین کے صفات ہی بیان کرتی ہے۔ یہ کوئی اور جماعت ہے جس کے اوصاف بیان کرتی ہے۔ پہلی آیت کا تعلق مہاجرین کے ساتھ ہے

اور اس دوسری کا انصار کے ساتھ۔

ہمارے خیال میں ان آیات میں نبوت کا اثبات مقصود ہے۔ اور یہ اثبات۔ اس اجتماعیۃ کے ذریعے سے کرنا مقصود ہے۔ جو مکہ میں پیدا ہوئی۔ ہم جانتے ہیں کہ مدینے کے انصار کی زندگی ہی میں مہاجرین کے ساتھ منضم ہو چکے تھے۔ اس اجتماعیت کا دائرہ (اُم القریٰ) دھولھا ہے۔ اس میں مکہ کے ارد گرد کے قبیلے اور یثرب کے قبیلے داخل ہو گئے۔ پس اس آیت میں صفات کا صفات پر عطف ہے۔ امام ولی اللہ کی حکمۃ کا یہ طے شدہ مسئلہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دو بعثتیں ہیں۔

(۱) اُمیین عرب کی طرف (۲) تمام دنیا کی اقوام کی طرف۔

پس پہلی صفات جن پر ان صفات کا عطف ہے۔ دوسری بعثت کا مرکز ہیں اس کتاب کی تعلیم سے ان متقیوں نے جو تقویٰ حاصل کیا۔ اس سے ان میں دو قسم کے کمالات پیدا ہو گئے۔

اور حظیرۃ القدس کی طرف توجہ بذریعہ علم اور حال اور عمل۔

(۲) عالم کا حال جاننا اور اس لحاظ سے کہ وہ حظیرۃ القدس سے مختلف تعلیمات کے کیوں مقتضی ہوا۔ یہ حکماء ہیں جو عرب کی نبض پر ہاتھ رکھے ہوئے ہیں۔ انہیں یقین کامل ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر جو کچھ اترا ہے وہ عرب کے حالات کے عین مطابق ہے۔ چنانچہ اس کی طرف اشارہ ہے اس آیت میں وَالَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَیْکَ۔ یہ معرفت تفصیلیہ کا درجہ ہے۔ اور ان کے ایمان بالغیب ہی سے متفرع ہے۔ چنانچہ ان میں سیدنا عمر جیسے محدث ہیں۔ ان میں ایک عمر ہی نہیں بہت سے لوگ ہیں جن کے دلوں میں آتا ہے کہ فلاں فلاں قسم کے قانون ہونے چاہییں۔ یہ اس بات پر دلیل ہے کہ وہ ان اسباب کو خوب سمجھتے ہیں جو نزول شرائع کے مقتضی ہوا کرتے ہیں۔ یہ کتاب اللہ میں الحکمۃ کے لفظ سے ظاہر کیا گیا ہے۔ اور قرآن نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر کتاب اور حکمۃ سکھانا فرض کر دیا ہے۔ جو لوگ حکیم مزاج نہ ہوں وہ قرآن میں کیا تدبر کر سکتے ہیں؟ ایسے ہی ان ایک جماعت ہوتی ہے جو عالم کی نبض پہچانتے ہیں۔ وہ جانتے ہیں کہ شرائع سابقہ کے نزول کے اسباب کیا تھے۔ مثلاً یہودیوں میں نصاریٰ میں اور ان کے تتبع میں صابیوں اور مجوسیوں میں۔ ہم ذکر کر چکے ہیں کہ ہند کی دو ملتیں جو دنیا میں پھیلیں یعنی برہمنیت اور بدھ مت مزاج کے اعتبار سے یہودیت اور نصرانیت سے مشابہ ہیں۔

ویؤمنون بما انزل من قبلك اس صفت کی وجہ سے وہ نبی اکرم صلعم کی بعثت عالمی کے مصدق رہے
وبالاٰخرۃ ھم یوقنون جب انسان انسان کے عالمی نظام کا ادراک کر لیتا ہے۔ اسے آخرت
کے دن پر خواہ مخواہ ایمان لانا پڑتا ہے۔ ان کا آخرت پر یقین اس امر پر دال ہے کہ وہ عالمگیر فطرتِ
انسانیہ پر یقین رکھتے ہیں جو بسرعت تمام اقوام عالم میں پھیل رہی ہے۔ پس ملی ہیئت اجتماعیہ کو
وجود میں لانا اس بات کی دلیل ہے کہ قرآن حکیم کتاب الٰہی ہے۔

اُولٰٓئِكَ عَلٰی هُدًی مِّنْ رَّبِّهِمْ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ⑤

وہی لوگ ہیں ہدایت پر اپنے پروردگار کی طرف سے اور وہی ہیں مراد کو پہنچنے والے

ہدایت اور فلاح قرآن حکیم ہی میں ہے۔ ان کی فطرت کی تکمیل کر کے ان کے قومی پروگرام پر منطبق ہو کر انہیں
اقوام عالم کی رہنمائی کے لئے تیار کرتا ہے۔ جس جماعت کا پروگرام صرف قومی ہو وہ نہ ہدایت پر ہوتی
ہے اور نہ فلاح پائی ہے۔

تنبیہ: مسلمان عالمگیر دعوت کی تنظیم کے لئے اُٹھے وہ پچاس سال کے قریب عرصے میں
کامیاب ہو گئے۔ یہ تحکیم صفین کا زمانہ ہے۔ اس کے بعد صابی، یہودی اور نصرانی اقوام میں سے جو بھی اپنی
دعوت کے پھیلانے کے لئے اٹھتی ہے۔ وہ قرآن کے پروگرام سے مطابقت کے لئے مجبور ہے ورنہ وہ
کامیاب نہیں ہوتی۔ اور اس کا کام راستے ہی میں خراب ہو جاتا ہے۔ یہ وہ امور ہیں جن کا ہم نے حرکات
عالیہ یومیہ کے مطالعہ سے تفصیل بیان کی ہے۔ روسی انقلاب ایک اقتصادی انقلاب ہے، جس کا دین
کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے۔ اور نہ وہ حیات اخروی سے کوئی سروکار رکھتا ہے۔ ہم نے ان کی صحبتوں
میں بیٹھ کر نہایت لطیف طریق سے امام ولی اللہ دہلوی ؒ کے وہ پروگرام انہیں بتایا جو حجۃ اللہ البالغہ میں
مذکور ہے۔ جب انہوں نے ہم سے پوچھا کہ اس پروگرام پر کوئی قوم عمل بھی کرتی ہے تو ہمیں اس کا جواب
نفی میں دینا پڑا۔ تو انہوں نے کہا افسوس۔ اگر کوئی ایسی قوم ہوتی تو ہم ان کا مذہب اختیار کر لیتے اور جو
ہمارے پروگرام میں سخت مشکل پیش آتی ہے وہ دور ہو جاتی یعنی کسانوں کا مسئلہ۔ یہ ہے ان کی تمام باتوں
کا ملخص، اس فکر میں ہم نے کوئی تحریف نہیں کی۔ ہم اس سے یقین کرتے ہیں کہ وہ قرآن کے پروگرام کو قبول

کرنے پر مجبور ہیں خواہ کچھ عرصہ کے بعد ہی سہی۔

تاریخ انسانیت میں اشتراکیت سے بڑھ کر کوئی تحریک فطرت انسانی یعنی تعلیم قرآنی کے مخالف پیدا نہیں ہوئی۔ جب یہ تحریک بھی ہدایت قرآنی کے قبول کرنے کی محتاج ہے تو جس کی توضیح وتشریح اس تحریک کے ایک خادم نے کی۔ خود حضرت مولانا عبید اللہ سندھی جو مسلمان حکمار کے امام ہیں) تو ہمتیں یقین وفلاح۔ قرآن حکیم کے اتباع کے بغیر ناممکن ہے۔ اس آیت کریمہ کے ہمارے نزدیک یہی معنی ہیں واللہ اعلم۔

اس کے بعد آیت نمبر ۶ آتی ہے۔ جس پر مفسرین نے عجیب عجیب بحثوں کا اضافہ کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ متقین کے ذکر کے بعد کفار کا ذکر آتا ہے۔ اس پر وہ کلامی بحثیں کرتے ہیں۔ مثلاً کیا تکلیف مالا یطاق جائز ہے۔ ہم متحیر ہوتے تھے کہ ان آیات کی ذیل اس قسم کے مسائل کا بھلا کیا کام! لیکن بڑے بڑے مدارس میں یہ تفسیریں پڑھائی جاتی ہیں۔ اور (ما شاء اللہ) کوئی نہیں جو اس امر پر متنبہ کر سکے کہ ان ابحاث میں کس قدر قباحت ہے اور ان بیانات پر کلام کرنے سے منع کر دیا جاتا ہے گویا یہ بیانات ایسے ہیں کہ ان میں حق ختم ہو گیا ہے۔

لیکن میں کہتا ہوں کہ یہ اس دلیل پر ایک اعتراض کا جواب ہے وہ دلیل ہم پہلے بیان کر آئے ہیں۔ اعتراض یہ ہے کہ اچھا تم نے اس کتاب کے صدق پر مکے میں پیدا ہونے والی جماعت کے وجود سے استدلال تو کر لیا لیکن خود مکہ ہی میں اس جماعت کے پہلو میں ایک اور جماعت بھی تو تھی جو علم و عقل میں تمہاری بیان کردہ جماعت سے کم نہ تھی۔ انہوں نے تو اس قرآن کا شدید انکار کیا۔ اگر تمہاری جماعت کا وجود قرآن کی تاثیر کا رہین منت ہوتا۔ تو اس جماعت میں تو ہم قرآن کی کوئی تاثیر نہیں پاتے ایسی حالت میں یہ کیسے جائز ہو سکتا ہے کہ ہم مکہ میں متقین کی جماعت کے وجود کو قرآن کی تعلیم کا نتیجہ ہی قرار دیں ممکن ہے کہ یہ کسی اور بات کا نتیجہ ہو۔

اس کا جواب یہ ہے کہ جن لوگوں کا تم ذکر رہے ہو انہوں نے تو قرآن پر کان دھرا ہی نہیں اس لئے قرآن نے ان کے قلوب پر تاثیر ہی نہیں کی۔ کوئی علمی کلام کسی شخص کے دل پر اس وقت اثر کرتا ہے جب وہ اس کلام پر غور و فکر کرے۔ لیکن جب وہ علم کے دروازے ہی بند کرے تو وہ کلام اس پر خاک تاثیر کرے گا؟ اس حالت میں قرآن کی تاثیر کا کیا قصور؟ چنانچہ ان آیات میں اس کی طرف اشارہ ہے

اِنَّ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا سَوَآءٌ عَلَیۡهِمۡ ءَاَنۡذَرۡتَهُمۡ اَمۡ لَمۡ تُنۡذِرۡهُمۡ

بیشک جو لوگ کافر ہو چکے برابر ہے ان کو تو ڈرائے یا نہ ڈرائے وہ

لَا یُؤۡمِنُوۡنَ ⑥ خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰی قُلُوۡبِهِمۡ وَعَلٰی سَمۡعِهِمۡ ؕ وَ

ایمان نہ لائیں گے مہر کر دی اللہ نے ان کے دلوں پر اور ان کے کانوں پر اور

عَلٰۤی اَبۡصَارِهِمۡ غِشَاوَةٌ ۫ وَّلَهُمۡ عَذَابٌ عَظِیۡمٌ ⑦

ان کی آنکھوں پر پردہ ہے اور ان کے لئے عذاب ہے بڑا عذاب ہے

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تو انہیں ڈرانے میں پوری جدوجہد سے کام لے رہے ہیں۔ لیکن وہ ہیں کہ اپنی آنکھیں نہیں کھولتے کہ قرآن کی تعلیم کے نتائج دیکھیں۔ نہ وہ نبی کی آواز سننے کی کوشش کرتے ہیں نہ ان کے دل میں چھوٹا سا خیال آتا ہے کہ قرآن کو سمجھنے کی کوشش کریں۔ گویا ان پر اللہ کی لعنت ہے اور وہ اس نعمت عظمیٰ سے محروم کر دیے گئے ہیں۔ کیوں کہ وہ اس کی طرف التفات نہیں کرتے۔ ان کے دلوں میں بغض کا مرض تھا۔ ان کا ایمان نہ لانا لازم ہے۔ ان کو ڈرانا اور نہ ڈرانا برابر ہے۔ اس آیت میں اس قسم کی بحث بیکار ہے کہ تکلیف بالمحال جائز ہے یا نہیں؟

ہم نے اوپر کفار کے متعلق جو جواب دیا ہے کہ وہ اللہ کا کلام سنتے ہی نہیں سمجھیں کیسے؟ ایک اعتراض آتا ہے اور وہ یہ کہ اچھا کفار نے تو کلام الٰہی نہیں سنا اور نہ سمجھا لیکن منافقین؟ یہ لوگ تو قرآن پڑھتے ہیں اور نمازیں ادا کرتے ہیں وہ کیوں ہدایت یافتہ نہ ہوئے۔

ہمارا جواب یہ ہے کہ بیشک ایک جماعت ایسی موجود تھی۔ حقیقت میں انہوں نے کلام الٰہی کے سننے کی پروا نہیں کی وہ تو خود کہتے ہیں کہ ہم استہزاء کرتے ہیں۔ کیا وہ شاگرد جو استاذ کی باتوں کا مذاق اڑائے اس کی تعلیم سے فائدہ اٹھا سکتا ہے۔ اس صورت میں استاذ پر کیا دوش؟

وَمِنَ النَّاسِ مَنۡ یَّقُوۡلُ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَبِالۡیَوۡمِ الۡاٰخِرِ وَمَا

اور لوگوں میں کچھ ایسے بھی ہیں جو کہتے ہیں ہم ایمان لائے اللہ پر اور دن قیامت پر اور وہ

هُمۡ بِمُؤۡمِنِیۡنَ ⑧ یُخٰدِعُوۡنَ اللّٰهَ وَالَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا

ہرگز مومن نہیں۔ دغا بازی کرتے ہیں اللہ سے اور ایمان والوں سے

وَمَا يَخْدَعُونَ إِلَّآ أَنفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُونَ ﴿٩﴾ فِي

اور دراصل کسی کو دغا نہیں دیتے مگر اپنے آپ کو اور نہیں سوچتے

قُلُوبِهِم مَّرَضٌ فَزَادَهُمُ ٱللَّهُ مَرَضًا وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ

ان کے دلوں میں بیماری ہے پھر بڑھادی اللہ نے ان کی بیماری اور ان کے لئے عذاب دردناک ہے

بِمَا كَانُوا يَكْذِبُونَ ﴿١٠﴾ وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ لَا تُفْسِدُوا فِي

اس بات پر کہ جھوٹ کہتے تھے۔ اور جب کہا جاتا ہے ان کو فساد نہ ڈالو

ٱلْأَرْضِ قَالُوٓا إِنَّمَا نَحْنُ مُصْلِحُونَ ﴿١١﴾ أَلَآ إِنَّهُمْ

ملک میں تو کہتے ہیں ہم تو اصلاح کرنے والے ہیں جان لو وہی ہیں

هُمُ ٱلْمُفْسِدُونَ وَلَٰكِن لَّا يَشْعُرُونَ ﴿١٢﴾ وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ

خرابی کرنے والے لیکن نہیں سمجھتے اور جب کہا جاتا ہے ان کو

ءَامِنُوا كَمَآ ءَامَنَ ٱلنَّاسُ قَالُوٓا أَنُؤْمِنُ كَمَآ ءَامَنَ ٱلسُّفَهَآءُ

ایمان لاؤ جس طرح ایمان لائے سب لوگ تو کہتے ہیں کیا ہم ایمان لائیں جس طرح ایمان لائے بیوقوف

أَلَآ إِنَّهُمْ هُمُ ٱلسُّفَهَآءُ وَلَٰكِن لَّا يَعْلَمُونَ ﴿١٣﴾ وَإِذَا لَقُوا ٱلَّذِينَ

جان لو وہی ہیں بے وقوف۔ لیکن نہیں جانتے اور جب ملاقات کرتے ہیں

ءَامَنُوا قَالُوٓا ءَامَنَّا وَإِذَا خَلَوْا إِلَىٰ شَيَٰطِينِهِمْ قَالُوٓا إِنَّا

مسلمانوں سے تو کہتے ہیں ہم ایمان لے آئے ہیں اور جب ملاقات کرتے ہیں شیطانوں کے پاس تو کہتے ہیں

مَعَكُمْ إِنَّمَا نَحْنُ مُسْتَهْزِءُونَ ﴿١٤﴾

کہ بیشک ہم تمہارے ساتھ ہیں۔ ہم تو ہنسی کرتے ہیں

پس إِنَّمَا نَحْنُ مُسْتَهْزِءُونَ تک ان کے حالات کے بیان میں تدریج پائی جاتی ہے۔ چنانچہ آیت ششم (۸-۱۰) میں یہ تسلیم کرتے ہیں کہ ان میں ایسی جماعت پائی جاتی ہے آیات ومن الناس۔۔۔۔ وماھم بمومنین کے یہی معنی ہیں۔ یہ ثابت کرتی ہیں کہ انکا یہ قول کہ امنا باللہ وبالیوم الآخر بے بنیاد ہے۔

مکی زندگی میں دو جماعتیں پائی جاتی ہیں۔ (۱) اہلِ قرآن جو عدل واحسان کے قائم کرنے کے لئے اٹھے ہیں۔ بالفاظ دیگر تقوٰی قائم کرنے کے لئے اُٹھے ہیں۔

(۲) ان کے مقابلے میں دوسری جماعت ہے جو اپنے اسلاف کے نقش قدم پر مستقل طور پر بیٹھے رہنا پسند کرتی ہے۔ یہ دینی پروگرام پر قائم ہے۔ اور قرآن کی تعلیم کے بارے میں کچھ سننا پسند نہیں کرتے کیا دونوں جماعتیں مل کر کام کر سکتی ہیں؟ یا کیا ان کا اجتماع ممکن بھی ہے؟ ایک عقلمند انسان بآسانی سمجھ سکتا ہے کہ انقلابی اور ارتجاعی مل کر کام یقین کر سکتے۔ مؤمنوں کے مقابلے میں ایک اور ارتجاعی گروہ اٹھتا ہے۔ وہ اپنے آپ کو مومنوں کے مقابلہ میں پاک پانر خیال کرتا ہے اور یہ گمان کرتا ہے کہ اگر ہم لوگ مؤمنوں کی جماعت میں داخل ہو جائیں اور ان میں اٹھنا بیٹھنا شروع کر دیں تو ہم انہیں انقلاب سے روکے رکھیں گے۔ بلکہ یہ بھی ممکن ہے کہ ہم انہیں پھر سے ارتجاعی کی طرف سے آئیں۔ یہ لوگ اس پروگرام کے ساتھ مسلمانوں کی جماعت میں داخل ہوتے ہیں۔ یہ لوگ یوں تو اظہار ایمان کرتے ہیں لیکن اصل میں ان کا قصد یہ ہوتا ہے کہ مؤمنوں کو دھوکا دیں۔ لیکن یہ انقلاب تو وہ انقلاب ہے جو مشیت نے لے سے کر دیا ہے اور اسی نے مسلمانوں کی جماعت کو اس پر قائم کیا ہے۔ اب اگر یہ لوگ اللہ کو دھوکہ دے سکیں تو یقیناً مومنین کو بھی دھوکا دے سکیں گے۔ ورنہ وہ فریب خود ان پر لوٹ پڑے گا۔ کیوں کہ وہ مومنین کو فریب خود ان پر لوٹ پڑے۔ کیونکہ وہ مومنین کو فریب نہیں دے سکیں گے۔

آیت ۹ میں ان کی اسی فریب کاری کا ذکر ہے۔ یخادعون اللہ۔۔۔۔ وما یشعرون (۹)
حقیقت میں ان کے دلوں میں کبر ہے۔ وہ خیال کرتے ہیں کہ وہ بے نظیر انسان ہیں کہ وہ ہر ذکی وغبی کو فریب دے سکتے ہیں۔ جب وہ مسلمانوں میں داخل ہوئے اور ہر مسلمان کے فریب کو فی الفور نہ پہچان سکے۔ تو ان کا مرض اور بھی بڑھ گیا۔ وہ خیال کرنے لگے کہ یہ کامیاب ہو گئے وہ خیال کرتے ہیں کہ مسلمان انہیں فریب کار نہیں سمجھتے۔ بلکہ سچے اور پکے مسلمان ہی سمجھتے ہیں۔ اس سے وہ سمجھتے ہیں کہ ہر مسلمانوں کو

ایمان سے ارتجاع کی طرف لا رہے ہیں۔

فزادھم اللہ مرضا میں اسی طرف اشارہ ہے۔ ولھم عذاب الیمؐ بما کانوا یکذبون کچھ عرصے کے بعد ان منافقین کو سمجھ آگئی کہ مسلمان تو ہمارے فریب میں نہیں آئے۔ ان پر ہمارا کذب ظاہر ہو گیا۔ اس انکشاف سے منافقین خود اپنی نظروں میں ذلیل ہوگئے۔ کیوں کہ وہ سوسائٹی میں کذب سے متہم ہو گئے یہ حالت ایسے لوگوں کے لئے جو اپنے آپ کو بڑا آدمی سمجھتے ہوں۔ عذاب الیم سے کم نہیں ہے۔ ان کا پروگرام ناکام رہا اور لوگوں میں ان کی عزت بھی جاتی رہی (یہی کیفیت کس قدر المناک ہوگی جب یہ مرنے کے بعد کی زندگی میں پورے احساس کے ساتھ محسوس کی جائے گی)۔

واذا قیل لھم لا تفسدوا منافقین کی کیفیت کا یہ دوسرا درجہ ہے۔ جب مسلمانوں پر یہ واضح ہو گیا ہے کہ یہ لوگ (منافقین) انقلابی اور ارتجاعی جماعتوں کو ملانے اور اس طرح انقلاب کو روکنے کی کوشش کر رہے تو مومنوں نے ان نام نہاد مصلحین سے کہنا شروع کیا کہ اس قسم کی کوششوں سے ملک میں فساد برپا مت کرو۔ تو منافقین کہنے لگے کہ بھائی ہم تو دونوں فریقوں میں صلح کرا کے قتل کو روک رہے ہیں۔ ہم تو چاہتے ہیں کہ کچھ تم نیچے اترو کچھ دوسرا فریق نیچے اُترے اور اسی طرح دونوں میں صلح ہو کر لڑائی بھڑائی رُک جائے معلوم ہوا کہ یہ لوگ (منافقین) انقلاب کے معنیٰ سمجھے ہی نہیں انقلاب میں تو باطل کے ساتھ لڑائی کرنا لازم ہوتا ہے پس لڑائی سے روکنا اصل میں افساد ہے اصلاح نہیں ہے۔

الا انھم ھم المفسدون ولکن لا یشعرون ان کے اس بیان سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ ایمان باللہ اور ایمان بالآخرۃ کا مقصد ہی نہیں سمجھتے ان لوگوں نے ایمان کے کلمے کے الفاظ کا تلفظ کر لیا ہے اور بس۔ جب تک ان الفاظ کا مقصد اور مطلب دل میں نہ بیٹھ جائے طوطے کی طرح سے الفاظ رٹ لینے سے تو ایمان اور علم دل میں داخل نہیں ہو سکتا۔

(۱۳) اب آگے ان (منافقین) کے اور حالات بیان کئے جاتے ہیں، منافقین اصل میں تو ایمان لاتے نہیں لیکن وہ ایمان کے ادعا ضرور کرتے ہیں۔ اگر مومنوں کی طرف سے ان کی نسبت کہا جائے کہ وہ ایمان نہیں لائے ہیں تو وہ اس سے متفق نہیں ہوں گے۔ مومنوں کے جواب میں وہ کہہ سکتے ہیں کہ اگر قرآن کی تعلیم کو ہر ایک عاقل نہیں سمجھ سکتا (تو یہ کسی کام کی ہے اس قسم کی بحثوں سے بچنے کے لئے قرآن ان کے

پوست کندہ حالات ہی درجہ بدرجہ بیان کر دیتا ہے۔ وہ پہلے یہ کہتا ہے کہ یہ لوگ تکبر میں مبتلا ہیں۔ اس کی سزا آخرت میں ملے گی۔ ان کے حالات سے ظاہر ہے کہ جب وہ کفار سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم نے ان کے ساتھ یہ فریب کیا ہے۔ چند دن ٹھہر جاؤ یہ سب کے سب اسلام سے پھر جائیں گے۔ اور پھر اپنے آبائی دین میں آجائیں گے۔ اس سے ظاہر ہے کہ ان پر تکبر کا جو الزام لگایا جاتا ہے وہ صحیح ہے۔

اس کے بعد ایک عقلی بحث آتی ہے۔ وہ یہ کہ دو جماعتیں ہیں جو اپنے انکار میں انتہا کو پہنچی ہوئی ہیں ایسی جماعتوں کے درمیان جنگ ہو جانا ضروری اور قطعی طور پر لازم ہے۔ ایسی حالت میں یہ ایک عقلمند اس امر کا منتظر ہے کہ ایک جماعت غالب آئے تو حجاز میں اصلاح کی صورت پیدا ہو۔ ایسی حالت میں مسلمانوں کو آگے بڑھنے سے روکنا فساد کو قائم رکھنے کے مترادف ہے۔ اس بات کا نہ سمجھ سکنا منافقین کی کم عقلی کی دلیل ہے۔ تیسرا درجہ وہ جس میں۔ واذا قیل لھم امنوا کما امن الناس یعنی مومنوں میں ابوبکر اور عمر جیسے دانشمند اور صاحب عزم و ارادہ لوگوں میں تم بھی ان جیسے ہو جاؤ اور ان کے سے ایمان والے بن جاؤ یا انصار میں اوس اور خزرج کے لوگ ہیں جو ایمان لا چکے ہیں تم بھی اسی طرح ایمان لے آؤ تو وہ قالوا انؤمن کما امن السفھآء کہا ہم ان بے وقوفوں کی طرح ایمان لے آئیں؟ یہ تو سب کے سب بیوقوف ہیں۔ الا انھم ھم السفھآء تعجب کی بات ہے کہ جو شخص قرآنی جماعت میں داخل ہوگا وہ بیوقوف بن جاتا ہے! اگر یہ سب بیوقوف ہیں تو آپ کیوں ان میں شامل ہوئے ہیں؟ یہ اُن کی طرف سے تصریح ہے کہ وہ ایمان نہیں لائے۔

(۱۴) اب چوتھا درجہ آتا ہے۔ انما نحن مستھزءون انہوں نے یہ تو کہہ دیا کہ سب مسلمان بیوقوف ہیں۔ اس پر جب لوگوں نے الزام دھرا کہ پھر تم خود کیوں ان کی جماعت میں آتے جاتے ہیں تو انہوں نے کہا کہ ہم تو مسلمانوں کے ساتھ مذاق کرتے ہیں۔

اب ان لوگوں کا مومنوں کی طرف منسوب ہونے کا کوئی محل نہیں ہے۔ اس لئے یہ سوال پیدا نہیں ہوتا کہ قرآن نے ان میں کوئی تاثیر پیدا نہیں کی ایسی حالت میں ان کا یہ فیصلہ قرآن حکیم کوئی تاثیر نہیں رکھتا محض تعصب آمیز دعویٰ ہے۔ یہ لوگ خود کہتے ہیں کہ ہم مذاق کرتے ہیں۔ پس قرآن کی تاثیر میں کیا نقص رہ گیا۔

(۱۵) اب ان کے اعمال کا نتیجہ سامنے آتا ہے۔

(۱) ایک تو یہ کہ ایک مدت تک ان کی اپنی حقیقت خود ان پر ظاہر نہ ہوئی۔ وہ مدت دراز تک اپنے نفس کے متعلق جہل میں مبتلا ہے۔ مسلمان تو ان پر شروع ہی سے اعتماد نہیں کرتے۔ یہ لوگ مسلمانوں سے مسلمانوں کا سا سلوک کرتے رہے۔ اس کے باوجود انہیں ہدایت حاصل نہ ہوئی جو مسلمانوں کو حاصل ہو چکی ہے۔

اَللّٰهُ يَسْتَهْزِئُ بِهِمْ وَيَمُدُّهُمْ فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ أُولٰٓئِكَ

اللہ ہنسی کرتا ہے اُن سے اور ترقی دیتا ہے ان کو ان کی سرکشی میں (اور) حالت یہ ہے کہ وہ عقل کے اندھے ہیں یہ وہی

الَّذِيْنَ اشْتَرَوُا الضَّلٰلَةَ بِالْهُدٰى فَمَا رَبِحَتْ تِّجَارَتُهُمْ

ہیں جنہوں نے مول لی گمراہی ہدایت کے بدلے سو نافع نہ ہوئی ان کی سوداگری

وَمَا كَانُوْا مُهْتَدِيْنَ

اور نہ ہوئے راہ پانے والے

اس سلسلے میں اللہ تعالیٰ ایک کہاوت بیان فرماتے ہیں۔ وہ سوداگر ہیں۔ ایک سوداگر دوسرے سے ایک چیز مول لیتا ہے گویا ایک خریدتا ہے اور دوسرا بیچتا ہے۔ لیکن نفع کماتا ہے اور دوسرا خسارہ اٹھاتا ہے۔ حالاں کہ جہاں تک عملی تجارت کا تعلق ہے دونوں یہ عمل کرتے ہیں۔ صورت اعمال اور نتائج اعمال کے لحاظ سے یہی حال مسلم و منافق کا ہے۔ جو تاجر نقصان اٹھاتا ہے وہ نقصان اٹھا کر (حساب کرتا ہے تو) سمجھ جاتا ہے۔ کہ فلاں موقع پر فلاں سودے پر خسارہ رہا۔ اسی طرح منافقین کو بھی سمجھ لینا چاہیے کہ انہیں خسارہ کس سودے میں رہا۔ ایک جماعت ہے دنیا کی فساد زدہ حالت سے باخبر ہے۔ ان کے دلوں میں اصلاح عالم کا جذبہ موجزن ہے۔ وہ اپنی کامیابی کا یقین بھی رکھتے ہیں۔ ان لوگوں کو ایسے لوگ دھوکا دینا چاہتے ہیں جنہیں نہ اپنے گھروں سے نکلنا پڑا نہ انہیں اپنا قبیلہ چھوڑنا پڑا۔ اس فریب کار جماعت کے دو حصے کئے جا سکتے ہیں۔

(۱) وہ لوگ جو لیڈر ہیں۔

(۲) وہ لوگ جو اول الذکر کے پیرو ہیں۔

"لیڈر لوگ" جب مسلمانوں کو دھوکا نہ دے سکے تو انہوں نے اسلام کی ترقی یا تنزل کے متعلق سوچنا ہی چھوڑ دیا۔

مَثَلُهُمْ كَمَثَلِ الَّذِي اسْتَوْقَدَ نَارًا فَلَمَّآ اَضَآءَتْ

ان کی مثال اس شخص کی سی ہے جس نے آگ جلائی پھر جب روشن کر دیا آگ نے

مَثَلُهُمْ كَمَثَلِ الَّذِي ... مَا حَوْلَهُ ذَهَبَ اللّٰهُ بِنُورِهِمْ وَتَرَكَهُمْ فِي ظُلُمٰتٍ لَّا يُبْصِرُوْنَ ⑰

نے اس کے آس پاس کو تو زائل کر دی اللہ نے ان کی روشنی اور چھوڑا ان کو اندھیروں میں کہ کچھ نہیں دیکھتے

صُمٌّ بُكْمٌ عُمْيٌ فَهُمْ لَا يَرْجِعُوْنَ ⑱

بہرے ہیں گونگے ہیں اندھے ہیں سو وہ نہیں لوٹیں گے

یہ لوگ مسلمانوں میں داخل ہوئے لیکن ان پر جمود طاری تھا۔

اَوْ كَصَيِّبٍ مِّنَ السَّمَآءِ فِيْهِ ظُلُمٰتٌ وَّرَعْدٌ وَّبَرْقٌ

یا ان کی مثال ایسی ہے جیسے زور سے مینہ پڑ رہا ہو آسمان سے اس اندھیرے ہیں اور گرج اور بجلی

دوسری قسم کے لوگ ہیں حق کے اتباع اور باطل کے اتباع کی استعداد موجود ہے لیکن وہ متردد ہیں۔ اور آخر الذکر لوگوں کی مثال شہر کے باشندوں جیسی ہے یہ لوگ ارتفاقات معاشیہ میں لگے ہوئے ہیں۔ یہ لوگ بعض مرشدوں سے بیعت بھی کر چکے ہیں۔ یہ لوگ روزے بھی رکھتے ہیں اور نمازیں بھی پڑھتے ہیں اور آپس میں جھگڑا ہوا ہے تو اپنے مرشد کے سامنے حاضر ہو کر اس سے جھگڑا کہتے ہیں۔ جب لوٹتے ہیں تو پھر اپنے معاشی مشاغل میں جا لگتے ہیں۔ اس سے آگے بڑھ کر کچھ نہیں کرتے۔ یہ لوگ بھی کہتے ہیں آمنا باللہ و بالیوم الآخر یہ لوگ حقیقی مومن نہیں ہیں۔ یہ بعض اوقات جب کوئی خارجی قوت حاصل ہوتی ہے تو ایمان کے تقاضے کے مطابق کوئی بات کر گزرتے ہیں جب وہ خارجی قوت ضعیف ہو جاتی ہے تو اپنی طرف سے (وہ کچھ نہیں کرتے۔

يَجْعَلُوْنَ اَصَابِعَهُمْ فِيْٓ اٰذَانِهِمْ مِّنَ الصَّوَاعِقِ حَذَرَ الْمَوْتِ ؕ

دیتے ہیں انگلیاں اپنے کانوں میں مارے کڑاک کے موت کے ڈر سے

وَاللّٰهُ مُحِيْطٌ بِالْكٰفِرِيْنَ ⑲ يَكَادُ الْبَرْقُ يَخْطَفُ اَبْصَارَهُمْ ؕ

اور اللہ احاطہ کرنے والا ہے کافروں کا قریب ہے کہ بجلی اچک لے ان کی آنکھیں

كُلَّمَآ اَضَآءَ لَهُمْ مَّشَوْا فِيْهِ ۙ وَاِذَآ اَظْلَمَ عَلَيْهِمْ قَامُوْا ؕ

جب چمکتی ہے ان پر تو چلنے لگتے ہیں اس کی روشنی میں اور جب اندھیرا ہوتا ہے تو کھڑے رہ جاتے ہیں

وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَذَهَبَ بِسَمْعِهِمْ وَاَبْصَارِهِمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰی

اور اگر چاہے اللہ تو لے جائے ان کے کان اور آنکھیں بیشک اللہ ہر چیز پر

كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ﴿۲۰﴾

قادر ہے

ان کی حالت ظاہر کرتی ہے کہ ان میں اتباع حق کی قوت موجود ہے اگر وہ اسے استعمال نہ کرتے رہے۔ وہ ضائع ہو جائے گی۔ فطرت انسانی کا یہی ڈھنگ ہے کہ اس قوت کو برابر کام میں نہ لایا جاتا رہے تو وہ یا تو اس پر مُردنی چھا جاتی ہے اس آیت میں اسی حالت سے ڈرایا گیا ہے۔

یہاں تک ہمارے طریق کے مطابق ذلک الکتاب دعوے پر ھدًی للمتقین سے جو استدلال پر وہ تمام ہوا۔ منطق کی اصطلاح میں اسے استدلال انّی کہتے ہیں یعنی معلول کے وجود علت کے وجود پہ استدلال کرنا عوام کی فہم کے لیے دلیل انی سب دلائل سے زیادہ قریب الفہم ہوتی ہے۔ لیکن حکیم مزاج طبقہ دلیل اِنّی سے مطمئن نہیں ہوتا۔ وہ علت کو لمیّت کے اثبات سے بھی تعمیل کرنا چاہتے ہیں ہمارے طریق استدلال کے مطابق اگلے رکوع میں دلیل لمّی ہی کا بیان ہے۔

قرآن کی دعوت کس چیز کے لئے ہے؟ کیا قرآن کی تعلیم میں یہ صلاحیت ہے کہ اس سے متقی پیدا ہوں؟ یہ بحث آیت نمبر ۳۹ تک ہے

یٰٓاَیُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّكُمُ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ وَالَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ

اے لوگو بندگی کرو اپنے رب کی جس نے پیدا کیا تم کو اور اُن کو جو تم سے پہلے تھے

لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴿۲۱﴾ الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ فِرَاشًا وَّالسَّمَآءَ بِنَآءً

تاکہ تم پرہیزگار بن جاؤ جس نے بنایا واسطے تمہارے زمین کو بچھونا اور آسمان کو چھت

وَّاَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجَ بِهٖ مِنَ الثَّمَرٰتِ رِزْقًا لَّكُمْ فَلَا تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ

اور اُتارا آسمان سے پانی پھر نکالے اس سے پھل میوے تمہارے کھانے کے واسطے سو نہ ٹھہراؤ کسی کو اللہ

اَنْدَادًا وَّاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۲۲﴾ وَاِنْ كُنْتُمْ فِیْ رَیْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا

کے مقابل اور تم تو جانتے ہو اور اگر تم شک میں ہو اس کلام سے جو اتارا ہم

عَلٰى عَبْدِنَا فَأْتُوا بِسُورَةٍ مِّن مِّثْلِهِ وَادْعُوا شُهَدَآءَكُم مِّن

اپنے بندہ پر تو لے آؤ ایک سورت اس جیسی اور بلاؤ اس کو جو تمہارا مددگار ہو

دُونِ اللَّهِ إِن كُنتُمْ صٰدِقِينَ ﴿٢٣﴾ فَإِن لَّمْ تَفْعَلُوا وَلَن تَفْعَلُوا فَاتَّقُوا النَّارَ

اللہ کے سوا اگر تم سچے ہو پھر اگر ایسا نہ کرسکو اور ہرگز ایسا نہ کرسکو گے پھر بچو اس آگ

الَّتِي وَقُودُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ ۖ أُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِينَ ﴿٢٤﴾ وَ

سے جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں تیار کی ہوئی ہے کافروں کے واسطے اور

بَشِّرِ الَّذِينَ اٰمَنُوا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ أَنَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِي

خوشخبری دے ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے کہ ان کے واسطے باغ ہیں کہ بہتی ہیں

مِن تَحْتِهَا الْأَنْهٰرُ ۖ كُلَّمَا رُزِقُوا مِنْهَا مِن ثَمَرَةٍ رِّزْقًا ۙ قَالُوا

ان کے نیچے نہریں جب ملے گا ان کو وہاں کا کوئی پھل کھانے کو تو کہیں گے

هٰذَا الَّذِي رُزِقْنَا مِن قَبْلُ ۙ وَأُتُوا بِهِ مُتَشٰبِهًا ۖ وَلَهُمْ فِيهَا

یہ تو وہی ہے جو ملا تھا ہم کو اس سے پہلے اور دئے جائیں گے ان کو پھل ایک صورت کے اور ان کے لئے

أَزْوٰجٌ مُّطَهَّرَةٌ ۙ وَهُمْ فِيهَا خٰلِدُونَ ﴿٢٥﴾ إِنَّ اللَّهَ لَا يَسْتَحْيِ

وہاں عورتیں ہوں گی پاکیزہ اور وہ وہیں ہمیشہ رہیں گے بے شک اللہ شرماتا نہیں اس بات

أَن يَضْرِبَ مَثَلًا مَّا بَعُوضَةً فَمَا فَوْقَهَا ۚ فَأَمَّا الَّذِينَ اٰمَنُوا

سے کہ بیان کرے کوئی مثال مچھر کی یا اس چیز کی جو اس سے بڑھکر ہے سو جو لوگ مومن ہیں وہ یقینا

فَيَعْلَمُونَ أَنَّهُ الْحَقُّ مِن رَّبِّهِمْ ۖ وَأَمَّا الَّذِينَ كَفَرُوا فَيَقُولُونَ

جانتے ہیں کہ یہ مثال ٹھیک ہے جو نازل ہوئی ہے ان کے رب کی طرف سے اور جو کافر ہیں سو کہتے ہیں

مَاذَا أَرَادَ اللَّهُ بِهٰذَا مَثَلًا ۘ يُضِلُّ بِهِ كَثِيرًا وَيَهْدِي بِهِ كَثِيرًا ۚ

کیا مطلب تھا اللہ کا اس مثال سے گمراہ کرتا ہے خدا تعالیٰ اس مثال سے بہتیروں کو اور ہدایت کرتا ہے اس سے

وَمَا يُضِلُّ بِهِ إِلَّا الْفٰسِقِينَ ﴿٢٦﴾ الَّذِينَ يَنقُضُونَ عَهْدَ اللَّهِ

بہتیروں کو اور گمراہ نہیں کرتا اس مثال سے مگر بدکاروں کو جو توڑتے ہیں خدا کے معاہدہ کو

مِنْ بَعْدِ مِيْثَاقِهٖ وَيَقْطَعُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ يُّوْصَلَ وَيُفْسِدُوْنَ

مضبوط کرنے کے بعد اور قطع کرتے ہیں اس چیز کو جس کو اللہ نے فرمایا ملانے کو اور فساد کرتے ہیں

فِى الْاَرْضِ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿٢٧﴾ كَيْفَ تَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ

ملک میں وہی ہیں ٹوٹے والے کس طرح کافر ہوتے ہو خدائے تعالیٰ سے

وَكُنْتُمْ اَمْوَاتًا فَاَحْيَاكُمْ ۚ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ ثُمَّ اِلَيْهِ

حالاں کہ تم بے جان تھے پھر جلایا تم کو پھر مارے گا تم کو پھر جلائے گا تم کو پھر اُسی کی طرف

تُرْجَعُوْنَ ﴿٢٨﴾ هُوَ الَّذِىْ خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِى الْاَرْضِ جَمِيْعًا ثُمَّ اسْتَوٰٓى

لوٹائے جاؤ گے وہی ہے جس نے پیدا کیا تمہارے واسطے جو کچھ زمین میں ہے سب پھر قصد کیا

اِلَى السَّمَآءِ فَسَوّٰهُنَّ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ ؕ وَهُوَ بِكُلِّ شَىْءٍ عَلِيْمٌ ﴿٢٩﴾ وَاِذْ

آسمان کی طرف سو ٹھیک کر دیا ان کو سات آسمان اور خدا تعالیٰ ہر چیز سے خبردار ہے اور جب

قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّىْ جَاعِلٌ فِى الْاَرْضِ خَلِيْفَةً ؕ قَالُوْٓا

کہا تیرے رب نے فرشتوں کو کہ میں بنانے والا ہوں زمین میں ایک نائب کہا فرشتوں

اَتَجْعَلُ فِيْهَا مَنْ يُّفْسِدُ فِيْهَا وَيَسْفِكُ الدِّمَآءَ ۚ وَنَحْنُ نُسَبِّحُ

نے کیا قائم کرتا ہے تو زمین میں اس کو جو فساد کرے اس میں اور خون بہائے اور ہم پڑھتے رہتے ہیں

بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ ؕ قَالَ اِنِّىْٓ اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿٣٠﴾ وَعَلَّمَ اٰدَمَ

تیری خوبیاں اور یاد کرتے ہیں تیری پاک ذات کو فرمایا بیشک مجھ کو معلوم ہے جو تم نہیں جانتے اور سکھلائے اللہ نے

الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَى الْمَلٰٓئِكَةِ ۙ فَقَالَ اَنْۢبِئُوْنِىْ بِاَسْمَآءِ

آدم کو نام سب چیزوں کے پھر سامنے کیا اُن سب چیزوں کو فرشتوں کے پھر فرمایا بتاؤ مجھ کو نام

هٰٓؤُلَآءِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿٣١﴾ قَالُوْا سُبْحٰنَكَ لَا عِلْمَ لَنَآ اِلَّا

ان کے اگر تم سچے ہو بولے پاک ہے تو ہم کو معلوم نہیں مگر

مَا عَلَّمْتَنَا ؕ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ ﴿٣٢﴾ قَالَ يٰٓاٰدَمُ اَنْۢبِئْهُمْ

جتنا تو نے ہم کو سکھایا بیشک تو ہی ہے اصل جاننے والا حکمت والا فرمایا اے آدم بتا دے فرشتوں کو

بِاَسْمَآئِهِمْ ۚ فَلَمَّآ اَنْۢبَاَهُمْ بِاَسْمَآئِهِمْ ۙ قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ اِنِّیْٓ اَعْلَمُ

فرشتوں کو ان چیزوں کے نام پھر جب بتا دئے اس نے انکے نام فرمایا کیا نہ کہا تھا میں نے تم کو کہ میں خوب جانتا

غَیْبَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۙ وَاَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ

ہوں چھپی ہوئی چیزیں آسمانوں کی اور زمین کی اور جانتا ہوں جو تم ظاہر کرتے ہو

وَمَا كُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ ﴿۳۳﴾ وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا

اور جو چھپاتے ہو اور جب ہم نے حکم دیا فرشتوں کو کہ سجدہ کرو آدم کو تو سب سجدہ میں گر پڑے

اِلَّآ اِبْلِیْسَ ؕ اَبٰی وَاسْتَكْبَرَ ٭ وَكَانَ مِنَ الْكٰفِرِیْنَ ﴿۳۴﴾ وَقُلْنَا یٰٓاٰدَمُ

مگر شیطان اُس نے نہ مانا اور تکبر کیا اور تھا وہ کافروں میں کا اور ہم نے کہا اے آدم

اسْكُنْ اَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ وَكُلَا مِنْهَا رَغَدًا حَیْثُ شِئْتُمَا ۪

رہا کر تو اور تیری عورت جنت میں اور کھاؤ اس میں جو چاہو جہاں کہیں سے چاہو

وَلَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُوْنَا مِنَ الظّٰلِمِیْنَ ﴿۳۵﴾ فَاَزَلَّهُمَا

اور مت پاس جانا اس درخت کے پھر تم ہو جاؤ گے ظالم پھر ہلا دیا ان کو

الشَّیْطٰنُ عَنْهَا فَاَخْرَجَهُمَا مِمَّا كَانَا فِیْهِ ۪ وَقُلْنَا اهْبِطُوْا بَعْضُكُمْ

شیطان نے اس جگہ سے پھر نکالا ان کو اس عزت و راحت سے کہ جس میں تھے اور ہم نے کہا تم سب اترو تم ایک

لِبَعْضٍ عَدُوٌّ ۚ وَلَكُمْ فِی الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّمَتَاعٌ اِلٰی حِیْنٍ ﴿۳۶﴾

دوسرے کے دشمن ہو گے اور تمہارے واسطے زمین میں ٹھکانا ہے اور نفع اٹھانا ہے ایک وقت تک

فَتَلَقّٰۤی اٰدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ فَتَابَ عَلَیْهِ ؕ اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ

پھر سیکھ لیں آدم نے اپنے رب سے چند باتیں پھر متوجہ ہو گیا اللہ اس پر بیشک وہی ہے توبہ قبول کرنیوالا مہربان

قُلْنَا اهْبِطُوْا مِنْهَا جَمِیْعًا ۚ فَاِمَّا یَاْتِیَنَّكُمْ مِّنِّیْ هُدًی فَمَنْ تَبِعَ

ہم نے حکم دیا نیچے جاؤ یہاں سے تم سب پھر اگر تم کو پہنچے میری طرف سے کوئی ہدایت تو جو چلا میری

هُدَایَ فَلَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ ﴿۳۷﴾ وَالَّذِیْنَ كَفَرُوْا

ہدایت پر نہ خوف ہو گا اُن پر اور نہ وہ غمگین ہوں گے اور جو لوگ منکر ہوئے

وَكَذَّبُوا بِاٰيٰتِنَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۳۹﴾

اور جھٹلایا ہماری نشانیوں کو وہ ہیں دوزخ میں جانے والے وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

فصل ثانی (آیت ۲۱ تا ۳۹)

اس فصل میں قرآن کا مقصد بالاجمال بیان کیا گیا ہے

(۱) دعوت قرآنی میں پہلا امر عبادت الٰہی کی طرف دعوت ہے۔ اور منع انداد اس امر میں تمام کتب الٰہیہ متفق ہیں (۲۱، ۲۲)

یاایھا الناس اعبدوا متوسط طبقہ کو خطاب ہے جن میں تقوےٰ کی استعداد موجود ہو۔ جیسے کہ طبقہ سافلہ کی مثال اَوْ كَصَيِّبٍ مِّنَ السَّمَآءِ ہے اس کے علاوہ ایک اور طبقہ ہے جو خطاب کا مستحق ہی نہیں اسی واسطے آیا ہے فلا تجعلوا للہ اندادا وانتم تعلمون۔ اسی واسطے ولعلکم تتقون آیا ہے کہ وہ تقوی توحید کا مفہوم جانتے ہیں لیکن چوں کہ اس پر استمرار ان کا مشکل ہے۔ اسی واسطے اللہ نے جو انہیں پیدا کر دیا ہے تو انہیں پر خالص عبادت اللہ کو واجب کرتا ہے۔ اور مکی سورتوں میں عباد اللہ المخلصین آیا ہے کہ وہ دعوت الٰہیہ کا خطاب ہمیشہ انہیں لوگوں سے ہوتا ہے۔ پھر چوں کہ اس حالت پر استمرار قرآن کی اتباع کی وجہ سے ہو سکتا ہے۔ اس لئے ان کی نظر معارف قرآن میں بحث کی طرف مبذول کرائی گئی ہے۔ وان کنتم فی ریب مما نزلنا الخ ہم اس تفسیر کتب الٰہیہ کا ایک باب سمجھتے ہیں۔ پس قرآن کی سورتیں کتاب کے ابواب یا تورات کے صحائف کی طرح ہیں۔ پس سورت واحدہ سے مراد سورۃ البقرہ سمجھنا چاہیئے جب ہم اس کی تعلیم سے فارغ ہوں گے تو آپ تم معلوم کرو گے کہ تمام تعلیمات قرآنیہ کا مجموعہ ہے جو کہ مکہ میں نازل ہوئیں۔ اور اس کی تربیت ہدایت اقوام عالم کے لئے کفیل ہے۔ یہ قرآن کے ابواب میں سے ایک باب ہے تو اسی طرح تم توراۃ کا کوئی صحیفہ یا انجیل کی کوئی کتاب لے آؤ یا صابی تعلیمات میں سے کوئی تعلیم لے آؤ اس کا عربی میں ترجمہ کرا کے اہل حجاز کو تعلیم دو اگر اس کا نتیجہ بھی وہی نکلے جو قرآن سے نکلا ہے تو اتباع قرآن تمہارے لئے لازم نہیں ہوگا۔ بلکہ تم جس دین کی چاہو پیروی کرتے اور تم ہدایت یاب رہو گے۔ اگر ایسا ممکن نہ ہو تو قرآن سے اعراض کرنا انسانیت کی پستی کی طرف لے جانا ہوگا اور اس کا انجام جہنم ہوگا اس پر تمام کتب کا اتفاق ہے۔

ہمارے نزدیک یہ تحدی عجمی اقوام سے بلاغت کے سلسلے میں نہیں ہے۔ اس قسم کی تحدی قرآن کریم میں جن وانس سے آتی ہے۔ کیا عجمی قومیں عربی جانتی ہیں کہ وہ ایسی کوئی کتاب لے آئیں؟ یہ تفسیر قرآن میں تدبر نہ کرنے کا نتیجہ ہے۔ یہود نصاریٰ اور صابی گروہ حجاز میں موجود ہیں اور حجاز کے ارد گرد بھی ہیں اس سے انہیں چیلنج کیا گیا ہے کہ وہ کسی دین کی تعلیم لے کر آئیں اور امیوں کو سکھائیں جو اس طرح کی اجتماعیت پیدا کر دے پس تحدی حکمت علمیہ اور حکمت عملیہ اور معنویت کے لئے ہے (نہ کہ بلاغت کے لئے)

وادعوا شھداءکم یعنی اہل ادیان کو بلاؤ فان لم تفعلوا (اور یہ ظاہر ہے کہ وہ یہ نہیں کر سکیں گے ہم آج بھی لوگوں کو اس کا چیلنج کرتے ہیں کہ وہ دین اسلام سے زیادہ مضبوط دین لے آئیں۔ اسی بات کی طرف اشارہ ہے ولن تفعلوا فاتقوا النار الخ میں کافرین یعنی ارتجاع زدہ قوم جو اس نار سے ڈرائے جا رہے ہیں۔ ہماری حکمۃ میں یہ آگ عالم مثال کی چیز ہے۔ اور ذکر حجارہ ہماری حکمت میں ظاہر پر محمول نہیں۔ بلکہ اعمال انسانیہ ہی جہنم کے نچلے طبقات میں پہنچ کر شعلہ زن ہوتے ہیں۔ اس کی تحقیق یہ ہے کہ یہ ایسے عالم عناصر سے ہے جو عالم مثال کے قریب ہے اور ایک کا دوسرے میں منتقل ہونا ممکن ہے کیوں کہ بنیاد مشترک ہے ان کے درمیان۔ حجارہ کا جہنم میں ڈالے جانے سے زیادتی عذاب ہوگا۔ اس کی وضاحت شیخ اسماعیل شہید نے طبقات کی ہے کہ جو کسی چیز کا انسان کو علم حضوری بھی ہو مگر توجہ نہ ہونے کے باعث اس کے آثار ظاہر نہیں ہوتے۔ لیکن کسی چیز کا وجود خارج میں ہو اور اس طرف توجہ دلائی جائے تو ادراک کی طاقت سے بھی زیادہ اس کا اثر معلوم ہوتا ہے جیسے کہ بھوک پیاس درد بہت سے مشاغل میں محسوس نہیں ہوتے اگرچہ وہ اس کے علم میں ہوتے ہیں مثلاً اگر کوئی شخص جنگ میں ہو تو زخم سے درد کے آثار مرتب نہیں ہوتے اور اس کی دوڑ دھوپ میں کوئی فرق نہیں آتا باوجودیکہ اسے اپنے زخم کا علم بھی ہوتا ہے لیکن اگر وہ امور شاغلہ سے ہٹ جائے تو درد کا احساس تیز ہو جاتا ہے یہاں تک کہ وہ حرکت بھی نہیں کر سکتا۔ خاص کر جب خارج سے کوئی چیز واقع ہو جائے مثلاً مکھی زخم پر آجائے یا بھوکے کے سامنے روٹی یا پیاسے کے پاس پانی آجائے تو احساس تیز ہو جاتا ہے۔ عبقات میں اسی طرح میں کہتا ہوں کہ انسان کے اعمال جہنم میں اس کے سامنے ہوں گے اور وہ ان کے قصد و ارادہ سے ان کی طرف توجہ رکھتا ہے اور اس کے نتائج سخت ایذا دیتے ہیں کیوں کہ وہ شخص حظیرۃ القدس سے دور ہوتا ہے اور اس دوری کی وجہ سے اس کا حجر بحت سخت ایذا

پاتا ہے۔ اس حالت میں اگر اس پر پتھر پڑ جائے تو عذاب کا احساس شدید تر ہو جاتا ہے اور حجارہ کو عذاب کی طرف تمثیل دینا اتحاد وجود کی وجہ سے ہے۔ ہمارے نزدیک یہ خلاف عقل نہیں۔ ہماری حکمت کی بنیاد مسئلہ وحدت الوجود حقیقی پر ہے ہم اس بات کا اشارہ کرتے ہیں کہ ہماری حکمت فلسفہ ہنود کا فی موافقت رکھی ہے۔ بہت سے مسلمانوں نے اس مسئلے کو اچھی طرح نہیں سمجھا اور وہ انکار کر بیٹھتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ یہ اجانب کے پروپیگنڈے سے اسلام میں آگیا ہے مثلاً وہ یونان اور ایران کے فلسفہ ہند کا ذکر انہیں ایذا دیتا ہے۔ یہ دراصل انکی جہالت کا نتیجہ ہے وہ معاند نہیں بلکہ انتہائی جاہل ہیں اور رحم کے لائق نہیں وہ کچھ دنوں کے بعد اپنی غلطیوں پر متنبہ ہوں گے جب ہندو بیدار ہو جائیں گے۔ یا یوروپ ان کے جھک جائے گا۔

افسوس ہے کہ وہ ایک مسلمان کی بات نہیں مانتے غیر کوئی بات نہیں فَلَيْسَ الْآتِي بِبَعِيْدٍ (آنے والا وقت دور نہیں) بَشِّرِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوا الخ جو قرآن پر یقین رکھتے ہیں اور اس کی ہدایت پر اپنی زندگی منظم کرتے ہیں۔ ان کے لئے خوشخبری ہے۔ اَنَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ الخ ہم بیان کر آئے ہیں کہ جنات ارضیہ بھی جنات سماویہ اور مثالیہ میں داخل ہیں اور مراد مثال سے مثال فاعل و مؤثر ہے نہ کہ مثال منفصل و متأثرہ هٰذَا الَّذِيْ الخ یہ ہمارے اس نظریے کی دلیل ہے کہ وہ دنیا میں اپنی چیزوں کا رزق دیے گئے تھے جب وہ آخرت کی جنات میں دیکھیں گے کہ یہ ایسی ہی چیزیں ہیں تو ان کے نام وہ جانتے ہوں گے یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ آخرت اس دنیا کا تتمہ ہے۔ وَلَهُمْ فِيْهَا اَزْوَاجٌ تا خٰلِدُوْنَ خلود دنیا سے ابتدا ہو کر موت کے بعد ایک دراز مدت کا نام ہے اگر وہ تعلیم قرآن کی ترقی کے ذریعے سے آگے بڑھیں گے تو پہلے دنیا کی جنات لیں گے اور پھر موت کے بعد بھی آخرت کی جنات حاصل کریں گے اور ان کا یہ سلسلہ قائم رہے گا۔ اگر وہ قرآن پر عامل نہیں تو کوئی چیز جنات تک انہیں نہ پہنچائے گی اور وہ جہنم میں گریں گے۔ یہ تحدی امور عقلیہ معنویہ پر مبنی تھی۔ اب وہ فصل آئے گی جس کا تعلق امور مشاہدہ اور حسیہ سے ہے اور وہ قرآن کی صداقت پر دلیل ساطع ہے۔ اور یہ جزو ثانی ہے دعوت کا۔

جزو ثانی یہ جملہ معترضہ ہے ایک اعتراض دور کرنے کے لئے آیا ہے۔ عام مفسرین آیت تک اس طرح ترتیب دیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے پہلے مومنوں کا ذکر کیا ہے۔ پھر معاندین کا پھر منافقین کا لیکن وہ اس ترتیب میں اِنَّ اللّٰهَ لَا يَسْتَحْيٖ کو ربط نہیں دے سکتے اور وہ کہتے ہیں کہ ربط آیات لازم نہیں

لیکن ہم بحمد اللہ اپنے طریقہ پر متنبہ ہو چکے ہیں کہ یہ جواب ہے ایک سوال کا۔

اس کی پوری تقریر و وضاحت یہ ہے کہ پہلے قرآن کی اتباع کے لئے دعوت ہے اور تحدی کی گئی ہے کہ وہ کتب الہیہ میں سے کوئی چیز اس کے مثل لے آئیں۔ ان حالات میں مخالفین یہ کہیں گے کہ جو کلام پیش کیا جا رہا ہے اور جس کے مقابلے میں ہم سے سورت طلب کی جا رہی ہے پہلے وہ خود نقائص سے پاک ہونا چاہیئے اور اس کلام کو نقائص سے پاک کرنے سے پہلے تحدی مناسب نہیں۔ چنانچہ انہوں نے قرآن مجید میں یہ نقص ظاہر کیا بڑے کلام میں اشیاء خسیسہ کا ذکر نہیں ہوتا۔ جیسے مکھی مچھر لہذا یہ کلام خدا کا کلام نہیں ہو سکتا۔ اللہ نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ ان اللہ لا یستحی ان یضرب الخ کیوں کہ مفہوم کی وضاحت کے مثال ضروری ہوتی ہے اور اس کا اثر انسانی ذہنیت میں نہیں ہوتا۔ جب تک کہ اشیاء خسیسہ کا ذکر کیا جائے پس اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے ذہن تک معنی پہنچانے کے لئے خسیس اشیاء کا ذکر بھی تجویز کر لیا۔ اور "خسیس" عرفی لحاظ سے ہے۔ بسا اوقات وہ خسیس امور عظیمہ پر مشتمل ہوتا ہے۔ اور لوگوں کی مشکلات کو حل کرتا ہے یا امور تکوینیہ کے لئے ضروری ہوتا ہے۔ لہذا حکمت میں اس کے ذکر کو ترک کرنا جائز نہیں۔ البتہ لوگوں راضی کرنا مقصود ہو یا حیا مانع ہو تو ترک کر دیا جاتا ہے۔ لیکن اللہ بیان حق سے حیا نہیں کرتا تم الجواب یہ نتیجہ ہے جو معرفت حق سے مومنوں کو حاصل ہوتا ہے کیوں کہ مثال حقائق کھول دیتی ہے۔ اسی بات کا اشارہ ہے فاما الذین امنوا بعرف عام کی مخالفت سے بھی ایک فائدہ حاصل ہوتا ہے کہ منافقین کا انکار کتاب اللہ ظاہر ہو جاتا ہے اور اہل اسلام کو امور اجتماعیہ میں منافقین کا علم ہو جاتا ہے۔ اس کا اشارہ ہے و اما الذین کفروا بعض روایات تابعین میں اس سے مراد منافق ہیں۔

ماذا اراد اللہ الخ یہ بطور استفہام کے نہیں بلکہ بطور انکار کے ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ فائدہ بیان کیا ہے کہ اس سے اضلال کثیر اور ہدایت کثیر ہوتی ہے۔ چنانچہ لفظ یُضِلُّ میں اس طرف اشارہ ہے اور آگے چل کر یضلّ کی تعیین کر دی گئی ہے۔ وَمَا یُضِلُّ بِہٖ اِلَّا الْفٰسِقِیْنَ یعنی اس طرح سے فاسقین کا ضلال ظاہر ہو جاتا ہے۔ مراد یہ ہے کہ جن کا ارتقائی پروگرام قرآن کے پروگرام کے خلاف ہو۔ اور کافر سے مراد وہ شخص ہے جو ارتجاع رجعت کرے۔ اور ارتجاع کی وجہ سے قرآن کی ترقی بخش تعلیم کا معاند بھی ہو جائے تو جن لوگوں کا پروگرام ترقی کن ہوگا۔ ان کے خلاف تین قسم کے منکر اٹھیں گے (۱) نقض عہد اللہ مِنْ بَعْدِ میثاقہ کہ وہ کسی دین میں

میں داخل ہوتے ہیں اور اس کا صدق دل سے اتباع کرتے ہیں۔ ان کے دل میں خداع ہوتا ہے۔ جب وہ ادنیٰ ضرورت محسوس کرتے ہیں۔ تو اس جماعت سے فوراً نکل جاتے ہیں یہ انسانیت کے دامن پر دھبہ ہے۔ سو اُن کے انخداع فطرت کے باعث سے انسانیت کا تقاضا یہ ہے کہ انسان مرجائے لیکن حق کے خلاف باطل کو قبول نہ کرے لیکن یہ لوگ اپنے عقائد کو غلط سمجھے ہوئے ہیں (۲) ما امر اللہ ان یوصل سے قطع رحم مراد ہے یہ ان کے انخداع فطرت پر پہلی کے بعد زیادہ واضح دلیل ہے۔ **یفسدون فی الارض** جب انسانیت اپنی اجتماعیت میں بُطلان کی انتہا کو پہنچ جاتی ہے تو اس مطلب یہ نہیں ہوتا کہ اُس کے تمام اُمور اول سے آخر تک باطل ہوتے ہیں بلکہ اس میں فوائد صحیحہ بھی ہوتے ہیں جن کو بدلنے کی ضرورت نہیں ہوتی اور مفاسد بھی ہوتے ہیں جن کو باطل کرنا ضروری ہوتا ہے۔ ہاں جب کہ فساد عام ہو جائے اور غالب ہو جائے۔ اور وہ غالب حد پھلانگ جائے تو اس وقت اس کا مٹانا ضروری ہو جاتا ہے۔ کہ وہ خدائی امداد کو ٹکراتا ہے۔ اور اگرچہ اس میں موجود حق کا بدلنا ہو۔ کیوں کہ مناسب نہیں کہ غالب فاسد اُس صحیح کے لئے باقی رہے جو کہ نظرِ حکمت میں اسکے ساتھ ملا ہوا ہوا۔ اور وُہ حق بنیادیں جو کہ فاسد کا بدلنا اُس کے بدلنے کو لازم نہ قرار دے۔ وہ یقیناً اپنے حال پہ چھوڑے جائیں گے۔

یہ زمین میں فساد پھیلانے والے اِن بنیادوں میں بھی فساد پھیلاتے ہیں۔ پھر اس کے بعد انہیں طاقت نہیں ہوتی کہ وہ کبھی کسی طرح اِصلاح کر سکیں۔ وُہ لوگ کہ جن کے میزانیہ اِن بُرے کاموں پر شامل ہیں۔ اور باوجود اس کے وُہ دعویٰ کرتے ہیں۔ کہ وہ پُوری ترقی پر ہیں۔ اور مسلمانوں کی جماعت میں داخل ہیں باوجود اس کے وہ مسلمانوں کی طرح انقلابی ہیں۔ اِن لوگوں کا اسلام پر بہت سخت نقصان ہے۔ اگر وہ قرآن مجید میں مسلمانوں کے سامنے اِن معمولی چیزوں کے ذکر کرنے کا انکار کریں۔ تو اُن پر ان کی حقیقت کھل جائے گی۔ اور وہ ان کی خرابیٔ نیت سمجھ لیں گے۔ اور اس میں مسلمانوں کے لیے بہت بڑا نفع ہے۔ تو باعتبار نتیجہ ان حقیر چیزوں کا اس کے بعد ذکر کرنا کوئی عیب نہ ہوگا۔

أُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ وہ لوگ کیسے کامیاب ہو سکتے ہیں جن کے میزانئے اپنے گندی ہوئی باتوں پر شامل ہوں۔ کیف تکفرون باللہ وکنتم امواتا فاحیاکم ثُمَّ یمیتکم ثم یُحییکُم ثُمَّ اِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ۔ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کرنے سے مراد قرآن مجید سے کفر کرنا ہے۔ کیوں کہ اس سے

پہلے آچکا ہے (فاما الذین کفروا فیقولون ماذا اراد اللہ الخ) کیا قرآن مجید کا انکار اللہ کا انکار نہیں اور قرآن پر اعتراض ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ پر اعتراض کرنا۔ خدا تعالیٰ کے ساتھ کفر ہے۔ اسی لئے فرمایا۔ کَیْفَ تَکْفُرُوْنَ بالقرآن۔ یعنی تم کیسے قرآن کا انکار کرتے ہو۔ حالاں کہ اللہ تعالیٰ نے ارادہ کیا ہے۔ کہ تمہیں اپنے واسطے زمین میں نائب بنائے۔ کیونکہ خلافت انسانی امور میں اہم کام ہے جو کہ فطرت جبلّت انسانیہ میں رکھا گیا۔ اور وہ بہت سی صفات کو جامع ہے اُسی سے خلافت ہے اور تمہیں دو موتیں اور دو زندگیاں پیش آئیں گی تاکہ یہ بتائیں۔ کہ انسان بہت سے کاموں پر شامل ہے۔

پہلی موت زندگی کا تقاضا کرتی ہے۔ کیوں کہ زندگی کی قوت اُس پوشیدہ تھی۔ اور اگر اُسے موت سے تعبیر کیا جائے۔ تو موت محض عدم نہیں۔ تو تم مردہ تھے اور زندگی کو کام میں ظاہر کرنے والے نہ تھے۔ بیشک اس حالت میں زندگی قوت ہی میں تھی نہ کہ وجود و فعل میں۔ پھر خالق کی حکمت میں یہ بات تھی کہ موت پر زندگی کو لازم قرار دیا تو تمہیں زندہ کر دیا۔ اور یہ زندگی بھی موت چاہتی ہے۔ تو تم مرجاؤ گے۔ پھر وہ موت زندگی کو چاہتی ہے۔ تو تم مرجاؤ گے۔ پھر وہ موت زندگی کو چاہتی ہے۔ تو تم زندہ ہو جاؤ گے۔ اور اس کے بعد موت کبھی نہ ہوگی۔ پھر تم سب اُسی طرف لوٹا دیئے جاؤ گے۔ اور اللہ تعالیٰ طرف رجوع کا مطلب اللہ تعالیٰ سے ملنا ہے۔ اور یہ طور و طریق تمہارے پیش آئے۔ محض اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کی اہمیت کی وجہ سے اور اُس سے ملنے کی وجہ سے۔ اور اس کام کی اہمیت خلافت کی صورت میں ہی ظاہر ہو سکتی ہے۔ هُوَ الَّذِیْ خَلَقَ لَکُمْ مَّا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا ثُمَّ اسْتَوٰۤی اِلَی السَّمَآءِ فَسَوّٰىهُنَّ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ وَهُوَ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ تمام آسمان اور زمین انسانیت کے نفع کے لئے پیدا کئے گئے۔ اور اس لئے تاکہ انسان اُن میں خلافت کو قائم کرے۔ کیوں کہ اللہ تعالیٰ کا جلال اور بزرگی خلافت ہی کے ذریعہ ظاہر ہوتا ہے۔ وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ سے مَا لَا تَعْلَمُوْنَ تک۔ فرشتوں نے خون کے بہانے کو اولادِ آدمؑ کی طرف منسوب کیا۔ نہ کہ خود آدم علیہ السلام کی طرف۔ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کے امتحان کا ارادہ کیا۔ کہ وہ اولادِ آدم کا ذکر کریں کہ اسکے ہر فرد کی پیدائش مقصود ہے۔ کیوں کہ اُن میں سے ہر فرد کو پیدا کرنے کا مقصد اُس زمین میں خلافت کو قائم کرنا ہے۔ وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ سے اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ تک۔ اولاد آدم علیہ السلام فرشتوں کے پیش کی گئی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے فرشتوں سے

فرمایا۔ کہ مجھے اِن کے نام بتاؤ۔ لیکن فرشتے نہ جانتے تھے۔ اسی لئے ان کا حق نہیں تھا۔ کہ وہ زمین میں نائب بن کر رہیں۔ قَالُوْا سُبْحٰنَکَ تا انت العلیم الحکیم۔ اس سے فرشتوں نے اپنی عاجزی اور کم علمی کو ظاہر کیا۔ قَالَ یٰآدَمُ اَنْبِئْھُمْ سے مَاتُبْدُوْنَ وَمَا کُنْتُمْ تَکْتُمُوْنَ تک :۔ آدم علیہ السلام نے انہیں ان کے نام بتادیئے۔ تو کہا۔ کہ یہ بڑھئی ہے۔ اور یہ لوہار ہے۔ یہ مستری ہے اور یہ تاجر ہے اور آدم علیہ السلام انہیں طبعًا و بطور تقاضا جانتے تھے۔ لیکن فرشتے انہیں نہیں جانتے تھے۔ اور ہمارے اِس نظریے پر بہت سی مشکلات حل ہوجائیں گی۔ جو کہ مفسرین نے بیان کی ہیں۔ اور پھر ان کے وُہ جوابات دیتے ہیں۔ جن کا کوئی فائدہ نہیں۔ اور کبھی تو اس سے قرآن مجید کا کام بھی اُن پر معمولی ہوگیا۔ اور ان کے سینے سے اُس کا وقار اور اس کی شرافت چلی گئی۔ وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِکَۃِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ۔ یہ کام حضرت آدم ع کی خلافت زمین پر ہونے کا اعلان تھا۔ اور سجدہ اُس تجلی کے لئے تھا جو کہ آدم علیہ السلام کے دل پر قائم تھی۔ اور اس کے بعد کہ جب ملائکہ نے آدم علیہ السلام کو سجدہ کیا۔ تو زمین میں کام اس کے حکم سے کرتے۔ اور آدم علیہ السلام کی اطاعت اللہ تعالیٰ کی اطاعت تھی۔

اور یہاں ملائکہ سے مُراد تمام ملائکہ نہیں۔ جیسا کہ ذہن میں آتا ہے۔ اس مراد فقط نچلی جماعت تھی۔ اور امام ولی اللہ رح نے اپنی کتاب خیر کثیر میں اس کو مقرر کیا ہے۔ جو کہ متکلمین اور فلاسفہ کے خلاف ہے کیونکہ وُہ اِن مسائل پر متکلمین کی موافقت کو ضروری قرار نہیں دیتے۔ حجۃ اللہ کے مقدمہ میں اس کی تصریح فرمائی ہے۔ اور باوجود اس کے کبھی کبھار اہلِ زمانہ کی رعایت فرماتے۔ اور ان کی موافقت کے لئے تاویل کرتے۔ یہ اس لئے تھا۔ کہ آپ کے اہل زمان لوگ سابق متکلمین کی مخالفت پر صبر نہ کرتے تھے اسی لئے اپنی بعض تصنیفات میں فرمایا۔ کہ اوپر کی جماعت کے فرشتوں نے نیچے کی جماعت کے فرشتوں کی نقل کی۔ جب کہ انہیں سجدے کا حکم دیا گیا تھا۔ اور سب نے سجدہ کیا تو سجدہ تمام فرشتوں سے ہوگیا۔ فَسَجَدُوْا اِلَّآ اِبْلِیْسَ۔ نچلے طبقہ کی جماعت کے ساتھ ایک مخلوق ہے۔ جو کہ اُس حیوانی رُوح کے مشابہہ ہے۔ جو کہ انسان کے بدن میں ہے۔ اور یہ رُوح اُس مخلوق سے مدد حاصل کرتا ہے۔ جیسا کہ وہ مثال سے مدد حاصل کرتا ہے۔ جیسا کہ بدن عناصر سے مدد حاصل کرتا ہے۔ اور یہ مخلوقات جن ہے۔ اور وہ عالم مثال ہے۔ انہیں نچلی جماعت کے ساتھ سجدہ کرنے کا حکم دیا گیا تھا۔ تو انہوں نے سجدہ کیا۔ مگر ایک قسم یعنی

ابلیس نے سجدہ نہ کیا ——— اس کی تحقیق ایک مقدمہ کی محتاج ہے۔
اور وہ یہ ہے کہ انسان حیوانیت اور ملکیت سے مرکب ہے۔ حیوانات کا ایک گروہ اس حیوانیت کے موافق ہوتا ہے جو کہ انسانی وجود میں ملی ہوئی ہے۔ اور حیوانات کا ایک گروہ انسان سے ضد کرتا ہے۔ مثلاً سانپ کہ اس کو اس کا گوشت انسان کو نقصان پہنچاتا ہے۔ اور اس کی بنیاد اکھیڑ دیتا ہے۔ اور یہ حیوانات اس بات کی صلاحیت نہیں رکھتے کہ ادارۂ انسانیت میں کوئی بازو بنیں۔ اسی لئے ان حیوانات کی ادارۃ ایک جن کے سپرد کی گئی جو کہ نچلی جماعت کے مشابہ ہے۔ اور یہ وہ جنوں کی قسم ہے جس نے آدم علیہ السلام کو سجدہ نہ کیا۔ اور جنوں کی ایک قسم ان حیوانات کی تدبیر کرتی ہے۔ جو کہ اس حیوانیت کے موافق ہیں جو انسان میں ملی ہوئی ہے۔ انہوں نے نچلی جماعت کے ساتھ سجدہ کیا۔

اَبٰى وَاسْتَكْبَرَ وَكَانَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ ابلیس آدم کی خلافت کے منکرین میں سے تھا۔ لیکن اس کا اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر ظاہر نہیں۔ وہ تو آدم علیہ السلام سے خلافت کے بارے میں جھگڑا کرتا تھا۔ اور وہ بنی آدم کی روح میں اڑ لڑتا تھا۔ بعض جنوں میں وسوسہ ڈالنے کے ذریعہ سے۔ اور بعض حیوانات میں وساوس ڈالتا تھا۔ حتّٰی کہ انسان کو تکلیف دے اور انسان ہمیشہ اس سے چھٹکارے کی سوچتا ہے۔

قُلْنَا يٰاٰدَمُ اسْكُنْ سے مِنَ الظّٰلِمِيْنَ وہ جنت کہ جس میں آدم علیہ السلام اور آپ کی بیوی رہتے تھے زمینی جنت تھی۔ کیوں کہ ان کی حالت بچپن کے مشابہ تھی وہ اپنی گزران کی کمائی پر بھی قادر نہ تھے۔ اور نہ ہی اپنی ضروریات کے پیچھے جا سکتے تھے۔ اسی لئے انہیں کہا گیا کہ اس سے سیر ہو کر کھاؤ جہاں چاہو اور جنت ان کے لئے اس طرح تھی جیسے ماں اپنے بچے کو دودھ پلاتی ہے۔ اور جب کہ اولاد کو دودھ چھڑانا ضروری ہوتا ہے۔ اسی طرح سے ان کا جنت سے نکالا جانا بھی ضروری تھا۔
اور ماں دودھ چھڑانے پر اپنے پستانوں پہ کڑوی چیز لگاتی ہے اسی طرح آدم علیہ السلام اور آپ کی زوجہ جنت سے نکلنے کو پسند نہیں کرتے تھے۔ تو اللہ تعالیٰ نے ابلیس کو استعمال کیا جیسا کہ ماں دودھ چھڑانے پر اپنے پستانوں پہ کڑوی چیز استعمال کرتی ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ کا ابلیس کو استعمال کرنا ماں کی کڑوی دوا کے استعمال کرنے کے مغائر ہے۔ میرے نظریے میں اس کی تفصیل یہ ہے۔ کہ ان کا جنت میں رہنا اس وقت تک مقرر تھا حتّٰی کہ آدم علیہ السلام حوا علیہا السلام سے ملے رہیں۔ پھر جب وہ بلوغ

کو پہنچ گئے۔ تو وہ طبعاً جماع کی خواہش کرنے لگے۔ اس کے لئے راستہ اور تجویز ذہن میں نہ آئی کیوں کہ وہ تو
ان بچوں کی مانند تھے۔ جو آپ جیسے بچوں سے نہ ملے تھے۔ اور یہ بچے چند کاموں کو سوچتے۔ لیکن وہ ان
کاموں کو پورا کرنے کا پتہ نہ رکھتے۔ اور ہم نے اِس جیسی بہت سی باتیں دیکھی ہیں۔ اگرچہ یہ انسانی اجتماع یا
شہروں اور بستیوں میں کبھی کبھار ہوتا ہے۔

لیکن جنگل اور دیہات اور بڑے اجتماعات سے کٹ کر رہنے والوں کے گھر یا اُن لوگوں کے گھر
جو کہ اپنی اولاد کو دوسروں کی اولاد کے قریب نہیں پھٹکنے دیتے۔ تو اُن میں ایسی کم عقلی بہت ہوئی ہے
ابلیس اپنی جنسیہ کے ساتھ آیا اور جنّت کے باہر اُس سے جماع کیا۔ اُسے آدم علیہ السلام اور حوّا ع نے دیکھ
لیا۔ پھر ان کے سینوں میں وسوسہ ڈالا کہ وہ بھی یہ کام کریں۔ تو انہوں نے یہ کام کیا۔ تو جنت سے نکال دیئے گئے
پھر یہ جماع جہنم میں ایک درخت کے مشابہ ہو گیا۔ کیوں کہ جیسا کہ درخت ہر زمانے میں اپنی مدت
میں پھل دیتا ہے۔ اسی طرح سے جماع بھی زمانے میں اپنی مدت میں پھل دیتا ہے۔ ابلیس نے حیلہ کیا۔ اور
درخت کی طرف اشارہ کیا۔ اور انہیں کہ ان کی طاقت میں ہے کہ وہ بھی یہ کام کریں۔ تو انہوں نے درخت
سے کھایا۔ آدم ع اور حوّا ع کی طاقت پوری اور وافر تھی۔ جیسا کہ پوری جوانی کی طاقت ہوتی ہے۔ اسی لئے
انہیں جماع کی پوری طاقت ہوئی۔ تو ان کا یہی عمل جنّت سے نکالے جانے کا یہی عمل جنّت سے نکالے جانے
کا سبب بنا جیسا کہ ماں کے پستان پر کڑواہٹ دُودھ پیتے بچے کا دُودھ چھوٹنے کا سبب بنتی ہے۔ اور ان دونوں نے
جان لیا۔ کہ انہیں ان کے اِسی کام نے جنّت سے نکالا ہے۔ تو انہوں نے اپنے آپ کو ملامت کی۔
فازلھما الشیطن عنھا فاخرجھما مما کانا فیہ بیشک شیطان نے دُودھ چھڑانے کیلئے کڑوی
دوائی تیار کی تھی۔ جیسا کہ ماں کرتی ہے اسی لئے اس کی طرف نسبت کیا گیا ہے۔

وَقُلْنَا اهْبِطُوا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ وَلَكُمْ فِي الْأَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَمَتَاعٌ إِلَىٰ حِينٍ
یہ واللہ تعالیٰ کی طرف سے قول بنی آدم کے لئے ایک دوسرے سے بچاؤ کا سبب بنا۔ اور یہی پیدائش انسان
میں اسباب ترقی کی بنیاد ہے۔

فَتَلَقَّىٰ آدَمُ مِن رَّبِّهِ كَلِمَاتٍ فَتَابَ عَلَيْهِ إِنَّهُ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ ۝
آدم علیہ السلام کا یہ فعل جو کہ جنت سے نکلنے کا سبب بنا۔ معصیت اور گناہ نہیں تھا۔ اگرچہ کام کی صورت

معصیت کی تھی۔ کیوں کہ یہ فطرتِ انسانی کا تقاضا تھا۔ بلکہ یہ کام اُس کی تکمیل تھا جس پر اللہ تعالےٰ اُنہیں قدرت دی تھی۔ اور اس لئے کہ انسان کو یہ طاقت نہیں رہتی۔ کہ اُس حالت میں اپنے وعدے یاد رکھے جب کہ شہوت کا غلبہ ہو۔

اس لئے اللہ تعالیٰ نے انہیں سمجھایا کہ آپ کا یہ فعل وُہ جرم نہیں کہ جس پر گناہ کا مواخذہ ہو۔ اور یہ دورِ جاہلیت کا آغاز تھا۔ اور نئی پیدائش کی ابتدا تھی اور اللہ تعالیٰ نے انہیں ایسی چیزوں کی رہنمائی کی کہ اچھی اچھی باتیں کریں۔ جب کہ آدم علیہ السلام اپنی اولاد کا خلاصہ تھے۔ اور آپ انسانی صورت کا عنوان تھے تو جو کچھ احکام آپ پر جاری ہوئے۔ وہ انسانوں کے لئے بعد میں شریعت بن گئے۔

قلنا اھبطوا منھا جمیعًا یعنی اپنی اولاد کے ساتھ اور اُن کے ساتھ بھی وہی کچھ واقع ہوگا جو تمہارے لئے واقع ہوا۔ اور کبھی وہ اُس کام کو ترجیح دیں گے جو اُن کے لئے نقصان دہ ہوگا۔ اور نفع نہ پہنچائے گا۔ باوجود اسکے اللہ تعالیٰ اُن پہ رحم کرے گا۔ اور نیک کام کی طرف رہنمائی کرے گا۔ یا تو ان کے دلوں میں الہام ڈالے گا۔ یا اُن میں سے دانا لوگوں کے دلوں میں

فَاِمَّا یَاْتِیَنَّکُمْ مِّنِّیْ ھُدًی فَمَنْ تَبِعَ ھُدَایَ فَلَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ یَحْزَنُوْنَ

فمن تبع الآیہ۔ یعنی جو کوئی اُن میں سے میری ہدایت کے تابع ہوگا۔ وہ ترقی کرے گا حتّٰی کہ وہ اللہ تعالےٰ کی زمین میں اس کا نائب بن جائے گا۔

وَالَّذِیْنَ کَفَرُوْا وَکَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَآ اُولٰٓئِکَ اَصْحٰبُ النَّارِ ھُمْ فِیْھَا خٰلِدُوْنَ۔

یعنی جو کوئی پیچھے ہٹے اور اللہ تعالیٰ کی زمین میں خلیفۃ اللہ بننے کی طرف نہ بڑھے۔ تو وہ ابلیس اور اُس کے لشکروں کے ساتھ ہوگا۔ اور حیوانات موذیہ کے ساتھ ہوگا۔ تو ہمیشہ جہنم میں تکلیف اٹھائے گا۔ یہ بنیاد ہے جو کہ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام میں ڈالی اور بعد میں اس کی اولاد کو خلافتِ عالیہ کی طرف ترقی کرنا سکھایا۔ پھر قرآن مجید اس الہام کی تکمیل کیلئے آیا۔ تو تم اس سے کیسے کفر کرتے ہو۔ تو تم اپنی جبلّت اور فطرتِ سلیمہ کی طرف رجوع کرو۔ اور اس میں جو کچھ کہ انکی فطرتِ سلیمہ میں ہے۔ قرآن مجید کا مقصد متقی لوگوں میں اللہ تعالیٰ کی زمین میں خلافت کا قیام ہے۔ اللہ تعالیٰ کے نور اور ہدایت کے ذریعہ سے جو کہ قرآن کی ہدایت ہے ہو۔ کیا کسی سابقہ کتاب میں یہ طاقت ہے کہ امتوں میں سے کوئی امت خلافت کا منہاج اپنے لئے بنائے جبکہ یہ ناممکن ہے تو قرآن پاک متقی لوگوں کیلئے ہدایت ہوگا۔ یہ قرآنی ہدایت کا ثبوت ہے۔ یہ اسکا خلاصہ ہے جو ہم نے آیہ ٣٩ تک رکھا ہے

کیونکہ معترضین عدم ضرورت قرآن کے قائل ہیں۔ اس لحاظ سے یہ بنی اسرائیلی والے جملے ایک اہم بحث ثابت ہوئے جو اپنے ماحول کے اعتبار سے صرف یہود سے مذاکرات پر ضروری تھے۔

ان مذاکرات کو ہم تین فصلوں پر تقسیم کر سکتے ہیں۔

۱۔ فصل اول ازآیت ۴۰ تا ۴۶

۲۔ فصل دوم " ۴۷ تا ۱۲۱

۳۔ فصل سوم " ۱۲۲ تا ۱۵۰

ہر فصل کا آغاز **یا بنی اسرآئیل** کے لفظ سے ہوا ہے۔ پہلی فصل تنبیہ لطیف ہے۔ بنی اسرائیل کی ان خطاؤں پر جو ان میں مروج تھیں۔ اس اصول پر کہ جب انسان ان گناہوں سے ملوث ہو وہ اس حالت میں دوسروں پر برتری نہیں رکھتا۔

دوسری فصل میں بنی اسرائیل کی ان خرابیوں کے متعلق تنبیہ ہے جو ہر ایک انسان جانتا ہے۔ کہ وہ فی الواقع قبیح ہیں۔ اور ہر شخص جانتا ہے۔ کہ وہ خرابیاں بنی اسرائیل میں موجود تھیں۔ لہذا بنی اسرائیل کو خطاب کا ذریعہ تذکیر بالآلاء۔ نعمتہائے خداوندی کی یاد دہانی ہے۔ وہ نعمتیں جو ان پر کی گئی تھیں۔ ہم جانتے ہیں کہ نعمت سے قرآنی مراد علم۔ "حکمت اور قانون ہوتا ہے۔ لہذا علم کے مطابق حکم بھی خداوندی ہونا چاہیئے اور عقلاً اس حکم خداوندی سے بڑھ کر کسی دوسرے انسان کا حکم نافذ العمل نہیں ہونا چاہیئے۔ اور جو ضرورتیں ان لوگوں کے لئے پیدا ہوں گی وہ بغیر محنت و مشقت کے پوری کر دی جائیں گی۔ تو جس امت میں یہ خصائل و عادات پیدا ہو جائیں گی اس امت کو قرآنی زبان میں انعام یافتہ قوم کہا جائیگا۔ یعنی اس امت پر اللہ کی نعمت ہوگی۔ تو بنی اسرائیل بھی ایک زمانہ میں منعم علیہ قوم تھی جیسے کہ ذکر کیا جا چکا ہے۔ کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ سے لے کر زمانۂ داؤد و سلیمان تک ان کے برابر کوئی قوم نہ تھی۔ تمام قومیں اسے اپنا سردار مانتی رہیں۔ اسی نعمتِ خاص کا اشارہ آیتہ یا بنی اسرائیل

یٰبَنِیٓ اِسْرَآءِیْلَ اذْکُرُوْا نِعْمَتِیَ الَّتِیٓ اَنْعَمْتُ عَلَیْکُمْ

اے بنی اسرائیل یاد کرو میرے وہ احسان جو میں نے تم پر کئے۔

میں ہے۔ اور اس کتاب میں جو ان کے لیئے آئی گویا حکمت کا متن ہے۔ اور قانون ایک سخت تاکید ہے۔ کہ وہ نعمت ہمیشہ نہیں رہے گی۔ جب تک کہ وہ ان احکام پر سختی سے پابند نہیں ہوں گے۔ اور یہ بات کئی بار انبیاء یہود کی کتابوں میں نازل ہوئی ہے۔ اور پس جس وقت ان کا دعویٰ یہ ہے کہ ان کی کتاب انسانیت کے لیئے کافی ہے اور کسی دوسری کتاب کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ محاسبہ کرنا چاہیئے۔ کہ وہ جو اپنے احکام سے واقف ہوں۔ مگر اس پر عامل اور پابند نہ ہوں تو وہ تقدم و فوقیت کے حقدار نہیں ہیں۔ اور یہ بھی ظاہر ہے کہ وہ تمام احکام الٰہیہ کو چھوڑ چکے ہیں۔ اس لئے قرآن نے یہود کو ان کی کوتاہیوں غلطیوں اور گناہوں پر تنبیہ کیا۔

وَاَوۡفُوۡا بِعَهۡدِىۡٓ اُوۡفِ بِعَهۡدِكُمۡ‌ۚ وَاِيَّاىَ فَارۡهَبُوۡنِ ﴿۴۰﴾

اور تم پورا کرو میرا اقرار تو میں پورا کروں گا تمہارا اقرار۔ اور مجھ ہی سے ڈرو۔

ان کی کتاب میں بشارت ہے کہ اللہ تعالیٰ بنی اسرائیل میں ایک نبی پیدا کرے گا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرح تو انہیں اس خوشخبری پر ایمان رکھنا چاہیئے۔ کیونکہ وہ ابراہیمی طریقہ پر ہیں۔ اور جو ابراہیمی طریقہ کا متبع ہے۔ وہ اولاد ابراہیمی کے اس نبی کے ضرور اطاعت کریں خواہ وہ کسی قبیلہ میں مبعوث ہوا ہو۔ کیونکہ انبیاء تمام کے تمام ایک نبی کی طرح ہیں۔ اب جب مکہ میں نبی اکرمؐ تشریف لا چکے ہیں اور اس کی حقیقت ثابت ہو چکی ہے۔ اور اس کی صحتیں لوگوں پر واضح ہو چکی ہیں اور بنی اسرائیل خداوندی عہد و پیمان کو چھوڑ چکے ہیں۔ ان پر واجب ہے کہ وہ اپنے نبی کی تعلیمات پر دھیان دیں۔ اور اس پر ایمان رکھیں۔ اس بات کا اشارہ ہے۔

وَاٰمِنُوۡا بِمَآ اَنۡزَلۡتُ مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَكُمۡ

اور مان لو اس کتاب کو کہ جو میں نے اتاری ہے سچ بتانے والی ہے اس کتاب کو

تمام لوگ جانتے ہیں کہ تصدیق کا کیا معنی ہے یعنی جو احکام تورات میں ہیں وہی قرآن میں، لہذا جب تورات پر ایمان ضروری ہے تو قرآن پر بھی ضروری ہے۔ صرف یہی مراد نہیں بلکہ مراد یہ ہے کہ جو بشارت میں انہیں دی گئی ہے اگر وہ اس بشارت کے مطابق اس نبی پر ایمان نہ لائیں گے تو وہ گویا تورات پر بھی ایمان نہ لانے کے مترادف

ہے لہٰذا اس نبی پر ایمان تصدیق تورات کا مصداق ہے لیکن احکام کا توافق اور تطابق ایک ایسا امر ہے۔ جو احکام کی حکمت کے ساتھ تعلق رکھتا ہے۔ بعض احکام ایسے ہیں جن کے اصول کبھی نہیں بدل سکتے جب تک کہ فطرت انسانیہ نہیں بدل سکتی اور فطرت انسانیہ اس وقت تک نہیں بدل سکتی جب تک آسمان وزمین کی فطرت نہیں بدل سکتی۔ کیونکہ انسان پیداوار ہے آسمان وزمین کے تسلسل کی۔ اور انسانی فطرت بطور فطرت زمین کے سمجھ لینا چاہیے۔ اس طرح بعض احکام تو غیر متبدل ثابت ہوئے۔ لیکن ان کے علاوہ بعض احکام ایسے ہیں جو اوقات کے تغیر و تبدل سے بدلتے رہتے ہیں اور حالات مخصوصہ کے ماتحت تبدیلی واقع ہوتی ہے کیونکہ ان کا تعلق حالات و اوقات سے ہوتا ہے اس طرح کے احکام کے تبدل کے لئے وہ حکمت معلوم ہونی چاہیے جس کی بنا پر وہ تبدیل ہوئے۔ کسی متاخر نبی پر یہ ضروری نہیں کہ وہ نبی متقدم کے احکام کی ظاہری موافقت کرے بلکہ اصول میں موافقت کرنا ضروری ہے۔ تو تمام احکام تورات کی اتباع قرآن کے اتباع ہوتی ہے۔ صرف یہی مراد نہیں بلکہ تصدیق سے مراد یہ ہے کہ تورات کی بشارت کی تصدیق ہو۔

وَلَا تَكُونُوٓا۟ أَوَّلَ كَافِرٍۭ بِهِۦ

جو تمہارے پاس ہے اور مت ہو سب میں اول منکر اس کے

یہ مدینہ کے اہل کتاب کو خطاب ہے کیونکہ بنی اسرائیل اہل کتاب مدینہ کے پیرو ہیں اس لئے ان سب کا بوجھ اور گناہ بھی اہل کتاب مدینہ کے سر پر ہے۔ اس خطاب کی تخصیص سے سورۃ النساء کی چند آیات کو حل کرنے میں مدد ملتی ہے، وہ آیات ایسی ہیں کہ ان کے سمجھنے میں بہت سے مسلمان ششدر رہ جاتے ہیں مثلاً یسئلک اهل الكتاب ان تنزل عليهم كتابا من السماء (سورۃ النساء) یہ سائلین اہل مدینہ کا ایک گروہ ہے۔ اسی طرح۔ وان من اهل الكتاب الا ليؤمنن به قبل موته یہ اہل مدینہ کی طرف رجوع کرتی ہے۔ یعنی من اهل الكتاب سے من اهل المدينه مراد ہے۔ موت سے پہلے نبی پر ایمان لے آئیں گے یا تو اس لئے کہ ایمان انہیں نفع پہنچائے گا یا اس لئے کہ وہ مجبور ہوں گے اور احکام نبی کو تسلیم کریں گے۔ بہرکیف اطاعت نبی اور تسلیم حکم نبی کے سوا انہیں کوئی چارۂ کار نہ ہوگا

وَلَا تَشْتَرُوْا بِاٰيٰتِيْ ثَمَنًا قَلِيْلًا ؗ وَّاِيَّايَ فَاتَّقُوْنِ ﴿۴۱﴾

اور نہ لو میری آیتوں پر مول تھوڑا - اور مجھ ہی سے بچتے رہو -

اہلِ علم کو خطاب ہے کہ اپنے علم سے منحرف نہ ہو جاؤ یعنی دنیاوی زندگی کی سرگرمیوں اور آرام پرستیوں میں محو نہ ہو جاؤ کیونکہ دنیاوی زندگی بمقابلہ نعمت الٰہی کے ثمن قلیل ہے اور نعمتِ الٰہی احکام الٰہیہ کے اتباع سے ہی حاصل ہوتی ہے تو بنی اسرائیل کو یہ بھی انتباہ ہے کہ وہ اہلِ علم کے مقابلہ میں نقصِ عظیمہ کے مرتکب بنتے ہوں۔

وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُوا الْحَقَّ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۴۲﴾

اور مت ملاؤ صحیح میں غلط اور مت چھپاؤ سچ کو جان بوجھ کر

یہاں ایک دوسرا مسئلہ بھی قابلِ ذکر ہے کہ دین کی دو حالتیں ہیں۔ (۱) اوّل یہ کہ وہ امور مقصود بالذات پر مشتمل ہے۔ (۲) دوم یہ کہ دین ایسے امور پر مشتمل ہے جو مقصود تک پہنچنے کے لئے ذریعہ ہوتے ہیں خود مقصود بالذات نہیں ہوتے۔ اور وہ مقصود لوگوں سے پوشیدہ ہوتا ہے۔ لوگ وسائل کو بھی مقاصد سمجھ لیتے ہیں۔ مثلاً مستحب کو واجب شمار کر لیتے ہیں اس حالت میں وسیلہ کو مقصود بنالیا گیا۔ اسی طرح مقصود کو وسیلہ بنالیا جاتا ہے یہ دونوں تشکیل تلبس الحق بالباطل کی ہیں (یعنی حق و باطل کا اس طرح خلط ملط کرنا جس سے حق حق نہ رہے) اس تلبیس سے مقصود پوشیدہ کر دیا جاتا ہے بلکہ مقصود ایک مدت تک بھلا دیا جاتا ہے۔ اور یہی کتمان حق ہے اس کی مثال یوں سمجھ لیجیے کہ آج کل ہندوستان میں اہم اور مقصود غلبہ کفار سے نجات کا مسئلہ ہے لیکن اس مسئلہ سے مسئلہ اہلِ علم اور ارباب بست و کشاد ایک مدت کے لئے غافل ہیں۔ البتہ ایک مختصر سا گروہ اولی اللہ مستثنیٰ ہے۔ گاؤ کشی ہمارے ہاں ضروری تھا گویا یہ غلبہ بر کفار کا ذریعہ اور وسیلہ تھا اور اس لئے تھا کہ مسلمان ہندؤں سے اجتناب کریں اختلاط نہ کریں، یہ طریقہ اس وقت تھا جب کہ ہندوستان کو شروع شروع میں مسلمانوں نے فتح کیا تھا اب اس وسیلہ کو مقصود سمجھ لیا گیا ہے اور یہ غلط ہے کیونکہ اب حالات بدل چکے ہیں اب مسلمانوں پر یورپین قوم کا تسلط اور غلبہ ہو چکا ہے ان کے ہاں گاؤ کشی کوئی معنی نہیں رکھتی۔ لیکن مسلمان علماء ہیں کہ لکیر کے فقیر کی طرح ابھی تک گاؤ کشی کو مقصود اہم کیے ہوئے ہیں اور اس طرح اس رسم سے چمٹے ہوئے ہیں۔ گویا گاؤ کشی فرض و واجب ہے۔ یہی کتمان حق ہے۔ برعکس اس کے جہاد کا نام و

نشان تک باقی نہیں رہا۔ علماء اس سے خالی اور غافل ہو چکے ہیں۔ تو وسیلہ کو مقصود بنا لینا تلبیس باطل بالحق ہے۔

ایک دوسری مثال ملاحظہ فرمایئے علم کتاب یعنی قرآنِ حکیم کا تعلیم و تفہیم یہ اصل فی الدین ہے۔ اور سنت کی مثال اس طرح ہے جیسے کتاب کا حاشیہ۔ لیکن اکثر اہلِ علم نے دونوں کو ایک درجہ پر اصل فی الدین بنا دیا ہے اور امام ولی اللہ دہلوی کے اکثر اتباع بھی اس عقیدہ کے حامل ہیں۔ اسی طرح علم عربی مثلاً منطق، اصول، و فروع فقیہہ مبادی تھے لیکن اب اسے تعلیم کا مقصود اور اصل بنا دیا گیا ہے ہمارے ہاں یہی تلبیس حق بالباطل ہے اور کتاب و سنّت کی اصل روح کو بھولنا ہی کتمان حق ہے اسی طرح کے لوگ خاص طور پر یہود آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلّم کے زمانہ مبارک میں تھے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ نے انہیں اس طرح متنبہ کیا۔ ولا تلبسوا الحق بالباطل وتکتموا الحق وانتم تعلمون ؏

دوسرا مسئلہ:۔ دین کے مقاصد کو حاصل کرنے کے لئے انبیاء کرام شریعت اور قانون لاتے ہیں جن کی بنیاد دو عملوں کی طرف رجوع کرتی ہے۔

اوّل اقامت صلوٰۃ یعنی ملت کے تمام افراد حظیرۃ القدس کی طرف اپنی توجہ مرکوز رکھیں اور کتاب الٰہی میں غور و فکر کریں۔ دوم "ایتاء زکوٰۃ" یعنی ارتفاقات ضروریہ میں اشتراک تفصیل یہ ہے کہ ہر وہ شخص جس کے پاس اپنی ضروریات سے زائد اشیاء رہوں اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ ضرورت مند لوگوں پر انفاق اور خرچ کرے۔ ان دونوں عملوں یعنی اقامت الصلوٰۃ ایتاء الزکوٰۃ کی عمومیّت تقاضا کرتی ہے کہ محل اجتماع ہو اور حد معین ہو جس کے لئے مساجد اور کنائس کی ضرورت محسوس ہوئی تاکہ اجتماعی اور جماعتی طور پر ادائیگی ہو یہ دونوں اصول ہر دیندار شخص کے لئے چونکہ ضروری تھے اور انہی دو عملوں سے یہود غافل اور متکاسل ہو گئے تھے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے تنبیہاً فرمایا۔

وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَارْكَعُوْا مَعَ الرّٰكِعِيْنَ ﴿۴۳﴾

اور قائم رکھو نماز اور دیا کرو زکوٰۃ اور جھکو نماز میں جھکنے والوں کے ساتھ

ایک دوسرا مسئلہ ، کوئی کتاب الٰہی نہیں جس کی تعلیم تو دی جائے لیکن اس پر عمل نہ کیا جائے یعنی تعلیم کے لئے یہ ضروری ہے کہ خود بھی اس پر کاربند اور عامل ہو۔ انسان اس بات پر قادر نہیں کہ وہ ایک عمل کے لئے لوگوں کو تبلیغ دعوت کرے حالانکہ وہ خود اس پر عمل نہ کرتا ہو ایسے شخص کی مثال اس مدرس کی طرح ہوگی۔ جو بغیر علم کے درس وتدریس کرے ۔ بلحاظ حکم یہ دونوں برابر ہیں یعنی جاہل اور عالم بے عمل برابر ہیں۔ لہذا اللہ تعالیٰ نے اس طرح متنبہ فرمایا۔

أَتَأْمُرُونَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنسَوْنَ أَنفُسَكُمْ وَأَنتُمْ تَتْلُونَ

کیا حکم کرتے ہو لوگوں کو نیک کام کا اور بھولتے ہو اپنے آپ کو

الْكِتَابَ أَفَلَا تَعْقِلُونَ ﴿۴۴﴾

اور تم تو پڑھتے ہو کتاب پھر کیوں نہیں سوچتے ہو ۔

ایک اور بات ، جب انسان اپنی طبیعت اور اپنی زندگی میں انقلاب پیدا کرنا چاہے اور اپنی ان خطاؤں و کوتاہیوں کو ترک کرنا چاہے جو اس پر سوار ہیں۔ تو اپنے سامنے انسان بہت سی مشکلات اور مصائب دیکھے گا لوگ اسے ترک کریں گے قطع تعلق کی نوبت کا خطرہ لاحق ہوگا۔ جس سے دنیاوی زندگی میں سہولت سے وہ نہ چل سکے گا لہذا اللہ تعالیٰ اس مشکل پر غالب آنے کے لئے صبر وصلوٰۃ سے استعانت واستعداد کا حکم دیتے ہیں۔ صبر کے معنی ثابت قدمی کے ہیں۔ یعنی حق کے راستہ پر جم جانا ۔ ڈٹ جانا۔ صلوٰۃ کے معنی اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع و توجہ کے ہیں۔ تاکہ وہ مشکلات کو آسان کرے۔ تو ایک عامل دین کے لئے ان دونوں عملوں سے مددگیری ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ یوں فرماتے ہیں۔

وَاسْتَعِينُوا بِالصَّبْرِ وَالصَّلَاةِ وَإِنَّهَا لَكَبِيرَةٌ إِلَّا عَلَى الْخَاشِعِينَ ﴿۴۵﴾

اور مدد چاہو صبر سے اور نماز سے اور البتہ وہ بھاری ہے مگر انہی عاجزوں پر ۔

مسائل دیگر ، یہ استعانت بھی مشکل ہے۔ اور اس کی سہولت اور آسانی بھی ممکن نہیں جب تک کہ کچھ علم نہ ہو یا دوسرے لفظوں میں ایک عقلی اور فلسفی دلیل یہ ہے کہ انسان بہرکیف خدا تعالیٰ کی طرف رجوع کیلئے

محتاج ہے خواہ وہ دیندار ہو یا زندیق۔

انسان اپنی فطرت میں خداوند تعالیٰ کا محتاج ہے کیوں کہ وہ آب و دانہ کا محتاج ہے جس وقت اس کا فکر ذہن صاف ہوگا اور وہ اس امر میں غور و خوض کرے گا۔ اور کسی ایسے صاحب دین سے ملیگا تو وہ تو انسانیت کے سلوک و ملاقات کے طریقے جانتا ہے تو اس کا دل مطمئن ہو جائے گا جب یہ منزل حاصل ہو جائے گی تو استعانت بالصبر والصلوٰۃ بھی اسے حاصل ہو جائے گی اور وہ اپنے دین پر قائم رہ سکے گا۔ اس کی تشریح یہ ہے کہ وہ زمین میں سیر و سیاحت کریں گے کسی جماعت کی تلاش کریں گے اور لوگوں گے ماحول میں رنگے جائیں گے۔ اگر ایسا نہ ہو وہ کسی امید کو قائم نہ کر سکیں گے تو انہیں قدرتی طور پر نبی اور اس کے اصحاب سے اجتماع کا موقعہ ملے گا۔ اور وہ اس سوسائٹی سے اس خلق کو حاصل کریں گے لیکن دعوت عمومی ہوگی۔ جو انہیں راہ نمائی کرے اللہ کی ملاقات کے لئے اور ان کے دلوں میں یہ ممکن ہو تو ان پر لازم ہے کہ وہ اس کی طرف رجوع کریں جب وہ توجہ کریں گے کسی گوشہ زمین تو تو سوائے پیغمبر اور اس کے اصحاب کے وہ کوئی ماحول نہیں دیکھ سکیں گے۔ اس کی مثال یہ ہے کہ میں اپنے دوستوں کو جو ہندوستان میں ہیں یہ کہتا ہوں کہ اگر وہ تمام مصائب سے بچنے کا حل ڈھونڈھنا چاہتے ہیں اور مشکلات سے نجات چاہتے ہیں جو کہ دو صدیوں سے ہم پر نازل ہیں تو وہ ایک ایسی حکمت تلاش کریں جو ان کے تمام افکار دینیہ کو متحد کر لے اور ان کے لئے دنیا کے بڑے بڑے اجتماعات میں ترقی کا راستہ صاف کر دے۔ مجھے یقین ہے کہ اگر وہ اس طرز سے تلاش کریں تو وہ اس مقصد کے لئے سوائے امام ولی اللہ دہلوی کے اور کوئی شخصیت نہ پا سکیں گے۔ کیوں کہ یہ دعوت صرف ان کے ہاں ہی مل سکتی ہے۔ میرے مشائخ کے اتباع سے یہ ممکن ہے۔ اسی طرح قرآن حکیم بنی اسرائیل کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کے لئے لطیف طریقے سے رہنمائی کر رہا ہے۔ جس سے ان کو بوجھ بھی محسوس نہ ہو۔ اس بات کی طرف اشارہ ہے۔

الَّذِينَ يَظُنُّونَ أَنَّهُم مُّلَاقُو رَبِّهِمْ وَأَنَّهُمْ إِلَيْهِ رَاجِعُونَ ﴿۴۶﴾

جن کو خیال ہے کہ وہ رو برو ہونے والے ہیں اپنے رب کے اور یہ کہ ان کو اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے

فصل ثانی آیت ۴۷ تنبیہات اجمالیہ کی تفصیل :-

عنوان اول بنی اسرائیل نے حکم خداوندی سے روگردانی کی اور فرعونی حکومت میں وہ مغلوب و محکوم رہے، ان میں سے چند حضرت موسے کے ساتھ مطیع ہوکر رہے

عنوان ثانی مدارج کمال میں بنی اسرائیل کا ترقی کرنا اس کے باوجود وہ نقائص سے رہائی نہ پا سکے بلکہ ان پر ہمیشہ قائم رہے۔ یہ بات ان کے مختلف حالات سے سرزد ہوئی ہے۔

عنوان ثالث مسلمانوں کے لئے ضروری ہے کہ وہ بنی اسرائیل سے اجتناب و پرہیز کریں اور ان سے اشتراک کی خواہش نہ کریں کہ ان کے اشتراک سے ان کی بہبودی متوقع نہیں۔ اور انکی عادات کی اتباع عام حالات میں قطعاً نہ کریں۔ یہ آیت ۴۰ اسے ۱۲۱ تک ہے۔

فصل ثالث

بنی اسرائیل کو انکی اپنی کتاب سے تذکیر اور مسلمان کو اس بات سے منع کرنا کہ ان کی موافقت نہ کریں کیونکہ بنی اسرائیل مسلمانوں سے عناد رکھتے ہیں۔ —— فصل ثالث ۱۲۲ سے ۱۵۰ تک ہے۔

يٰبَنِيٓ إِسۡرَٰٓءِيلَ ٱذۡكُرُواْ نِعۡمَتِيَ ٱلَّتِيٓ أَنۡعَمۡتُ عَلَيۡكُمۡ وَأَنِّي

اے بنی اسرائیل یاد کرو میرے احسان جو میں نے تم پر کئے اور اس کو میں نے تم

فَضَّلۡتُكُمۡ عَلَى ٱلۡعَٰلَمِينَ ﴿٤٧﴾

کو بڑائی دی تمام عالم پر

ان فصلوں کے تحت عنوان اول ہے فصل ثانی کا آیۃ ۱۲۱-۴۷ میں۔ پہلے انہیں نعمت الہٰی سے تذکیر کی گئی ہے پھر ان کا اقوام عالم پر فضیلت وار ہونا ظاہر کیا گیا ہے۔ اقوام عالمین سے مراد لیا گیا ہے جو سات زیلنوں میں ہیں ان سے حکمت و حکومت میں کوئی قوم برتری نہیں رکھی تھی۔ میں نے پہلے ایک ہندوستانی کا قول اور صرف بنی اسرائیل ہی ایک قوم ہے جس نے اپنی تاریخ کو محفوظ رکھا تو ہم نے یہ یقین کیا کہ بنی اسرائیل سے بڑھ کر کوئی قوم مکمل نہیں، دین کی تحقیق کے معاملہ میں۔

تنبیہ :- ہم اس پر ایک اور بات کا اضافہ کرتے ہیں کہ بنی اسرائیل کے بعد کوئی قوم ادیان کی تحقیق میں

قائم نہیں رہ سکی۔ مجھے افسوس ہے اپنے ممالک پر کیوں کہ وہ عموماً اپنی تاریخ کی تحقیق کی طرف متوجہ نہیں ہوتے اور نہ ہی وہ کتاب اللہ کی تفسیر پر دھیان دیتے ہیں حالاں کہ مذکورہ بالا دونوں باتیں کسی قوم و ملت کی تقویم میں اہمیت رکھتی ہیں۔ یہ بات بالکل ظاہر ہے

بیان کیا ہے کہ یہود ہندؤں پر فوقیت رکھتے ہیں کیوں کہ یہودیوں نے اپنی تاریخ کو محفوظ کر لیا تھا جس ہندوستانی کا میں نے ذکر کیا ہے وہ ہندوستانیوں کے خلاف ہے۔ لیکن میں اقوام عالم کے خلاف کہتا ہوں کہ کوئی علم و فن کسی ایک آدمی یا ایک جماعت سے مکمل نہیں ہو سکتا مخصوص زمانوں میں بلکہ علم و فن کی تکمیل بہت سی جماعتوں کے میل ملاپ سے بہت سے زمانوں میں جاکر ہوتا۔ گویا اس لحاظ سے تکمیل فن محتاج ہے تاریخ کو منضبط کرنے کے لئے جب ہمیں یہ معلوم ہو گیا کہ گذشتہ قومیں اپنی تاریخ کو محفوظ اور ضبط نہ کر سکیں ہم خدا کا شکر ادا کرتے ہیں کہ امام ولی اللہ دہلوی ان دونوں امور کی ترقی کے لئے سامان مہیا کر چکے ہیں۔

وَاتَّقُوا يَوْمًا لَّا تَجْزِي نَفْسٌ عَن نَّفْسٍ شَيْئًا وَلَا يُقْبَلُ مِنْهَا شَفَاعَةٌ

اور ڈرو اس دن سے کہ کام نہ آئے کوئی شخص کسی کے کچھ بھی اور قبول نہ ہو اس کی طرف سے سفارش

وَلَا يُؤْخَذُ مِنْهَا عَدْلٌ وَلَا هُمْ يُنصَرُونَ ﴿۴۸﴾

اور نہ لیا جائے اس کی طرف سے بدلا اور نہ ان کو مدد پہنچے

اس کا معنی یہ ہے کہ اپنا تقویٰ اُس دن کے لئے تیار کرو کیوں کہ تمہارا افضل اس دن صرف بقدر تقویٰ ظاہر ہوگا جتنا تقویٰ ہوگا۔ اور تقویٰ کا مطلب عدل و احسان قائم کرنا ہے۔ نیز ذی القربیٰ کو ایتار کرنا ہے اس سے ہمیں معلوم ہوا کہ تمام شریعتوں کا مقصد ایک ہے یعنی عدل و تقویٰ قائم کرنا۔

آجکل بعض نام نہاد عالم عدل کا انحراف کرتے ہیں اور شریعتوں کا مقصد عدل کو نہیں ٹھہراتے۔ ان کی طرف التفات کرنا دینی لحاظ سے حرام ہے۔ ہماری ملت میں اس آیت کے بارہ میں بہت مباحث اختلافی واقع ہیں۔ وَلَا يُقْبَلُ مِنْهَا شَفَاعَةٌ ہمارے نزدیک اس کا مطلب یہ ہے کہ شفاعت بلا اذن جو اعمال انسانی کا نتیجہ ہے تو شفاعت کی نفی اس کے ظاہر پر ہے۔ شفاعت کے معنی میں تحریف اخلاق

بگاڑ دیتی ہے۔ اور شخصی باز پرس اخلاق کی بنیاد ہے اسی کی طرف اشارہ آیت ۴۸ میں۔ ہر وہ چیز جسے متشرعین لا رہے ہیں مثلاً کفارہ اور شفاعت اس آیت کی نص سے مردود ہے۔ سمجھدار آدمی روایت صحیحہ کی تاویل میں جو اس آیت کے مفہوم کے بارہ میں ہے غلطی نہیں کرتا۔ میں یہ پسند کرتا ہوں۔ طالب علم اس آیت کے متعلق روایات میں تاویل اتباقی رنگ میں پیدا کرے اگر وہ ان روایات کی تاویل پہ قادر نہ ہو۔ تو ان کو قبول کرنے سے توقف کرے، بہر صورت ان آیات کے مفہوم کو باطل نہ کرے۔ کیوں کہ یہ آیات محکمات ہیں جو تاقیام سمٰوٰت و ارض تبدیل نہیں ہو سکتیں۔ تو ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔ کہ حضرت امام ولی اللہ کی حکمت میں کہ اطبع کا لفظ ہے اور ہم انسانی سوسائٹی سے خارج کر چکے ہیں، اسے حیوانات کے زمرہ میں شامل کر دیا ہے۔ جو شخص بھی شخصی مسئولیت کا احساس نہیں کرتا وہ عبد الطبع ہے۔ ہم نے اپنی سوسائٹی کو برباد کر دیا ہے۔ اپنی اولاد (اور اپنی مستورات پر ناروا قبضہ رکھنے سے حتیٰ کہ وہ اپنی شخصیات کو فراموش کر چکے ہیں اور ذلیل حالت میں پہنچ گئے ہیں۔ میں اپنی ایک ذاتی حکایت پیش کر رہا ہوں، اسکے بعد میں متنبہ ہو گیا۔ اور میں نے رجوع کر لیا۔ اللہ سے امید کرتا ہوں کہ مجھے بخش دے۔ میں چاہتا ہوں کہ ہر شخص کا محاسبہ کیا جائے بڑی ایک ملی کے ساتھ مجھے اس قسم کے لوگوں کی باگ ڈور دی گئی ہے میں ان پر حکم بھی کرتا رہوں، میں نے بہت سے ایسے گھر دیکھے ہیں جن میں تمام تر ذمہ داری کسی ایک شخص کے سپرد کر دی جاتی تھی۔ مگر ان میں کوئی بھلائی نہیں پائی، میرے گھر میں ایک ظالم حکومت تھی یہاں تک کہ میں اس استبداد کو اشخاص کی باز پرس نہ ہونے کی وجہ سے سمجھتا ہوں، وہ لوگ جو میرے تابع تھے، میں اس غلطی پہ متنبہ ہو گیا کہ ان کے حقوق پر تغلب روا نہیں، بالآخر میں نے انہیں شخصی مسئولیت کا حق سونپ دیا۔ دراں حالاں کہ شخصی حکومت بھی ویسے ہی قائم ہو۔ میں چاہتا ہوں کہ بست و کشاد پر کڑی تنقید اور محاسبہ گھروں میں ہو۔ اس طرح گھریلو حکومت منظم رہے گی۔ اور شخصی مسئولیت باطل نہیں ہو گی۔ میں بحمد اللہ اپنی اصلاح پر خوش ہوں۔ میں اپنے کنبہ کو اپنے وطن (ہندوستان) میں چھوڑ آیا ہوں۔ اور ان کے لئے کوئی مستقبل کا پروگرام مرتب کر کے نہیں دے آیا۔ کیوں کہ مجھ پر بہت سے واقعات گھر کر آ گئے تھے۔ جنہوں نے میرے لئے اس قسم کی کوئی فرصت کا موقعہ نہیں دیا تھا۔ بحمد اللہ اب میرے تمام عزیز اپنے پاؤں پر کھڑے ہو گئے۔ اور سب اپنے رب پر بھروسہ رکھتے ہیں۔ مزید برآں میرے حسن تربیت کا وہ اعتراف بھی کرتے ہیں، یہ سب اللہ کی مہربانی ہے۔

الاعتقادات

اعتقاد ۱ اعتقاد الکفارۃ ⊙ اعتقاد ۲ اعتقاد الشفاعۃ

میں عقیدۂ شفاعت کا قائل ہوں، لیکن میرے اعمال کا نتیجہ فرشتے نہیں لکھتے اسے صرف خدائے واحد ہی جانتا ہے۔ اور خدا تعالیٰ کسی

جانتا ہے اور خدا تعالیٰ کسی عمل کو ضائع نہیں کرتا اگرچہ وہ عمل ذرہ برابر ہو۔ ہر عمل کا بدلہ دیا جائے گا۔ اس کے خاص بندے جن سے میرا تعلق ہے اگر میری شفاعت کریں تو اس سے شخصی مسئولیت کے مسئلہ پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ ہر شخص پر ضروری ہے کہ وہ اپنی اولاد و اتباع کو شخصی مسئولیت کے اعتقاد کی تربیت دے۔ میں نے سیاسی رہنماؤں، مسلمان حاکموں اور یورپین سیاست کو دیکھا ہے۔ مگر پوری سیاست میں میں نے یہ فرق دیکھا ہے کہ وہ ایک نام سے وزیر تک کو مسئولیت سے مستثنیٰ نہیں سمجھتے لیکن مسلمان اپنے جیسا کسی کو نہیں سمجھتے جب تک کوئی شخصیت ان میں ہال نہ قرار دی جائے میں نے کابل میں ایک سمجھدار انسان کو دیکھا ہے جو اپنے کسی دوست کے متعلق یہ کہتا تھا کہ اگر وہ بہشت میں ہے تو میں اس کیساتھ ہوں گا مجھے اس کی عجز و انکساری پر افسوس ہوتا ہے۔ مجھے اپنے گھر بیجاتا تھا۔ میں نے دیکھا کہ شخصی مسئولیت سے تجاوز کرتا تھا میں نے ایک دن اسے کھلم کھلا کہا کہ جیل جانا مجھے منظور ہے مگر میں یہ عمل تمہارا قبول نہیں کرتا۔ میں اس کے فضل کا اعتراف کرتا ہوں کہ جس جس چیز کا میں نے انکار کیا اس نے قبول کیا میں نے اسے ایک مجرب اور سمجھدار انسان پایا نیز مجھے معلوم ہوا کہ وہ امیر کے دبدبہ کی وجہ سے مظلوم تھا۔ اسی طرح کے حالات میں نے نادر خاں کے متعلق سنے ہیں جب کہ میں امیر حبیب اللہ کے ساتھ تھا۔ میں چاہتا ہوں کہ اس نقص سے مسلمان متنبہ ہو جائیں۔ اجتماعیت چار مدارج تک ترقی کرتی ہے۔

① خانگی اجتماعیت جس میں شخصی مسئولیت اور اخلاقی مسئولیت کا تعلق ہے۔

② دیہاتی اجتماعیت ③ شہری اجتماعیت ④ قومی اجتماعیت

بنی اسرائیل جس وقت مصر سے چلے گئے تھے تو وہ آخر تک موسیٰ علیہ السلام کے زیر تربیت رہے حضرت موسیٰ انہیں چار اجتماعی درجات تک رہنمائی اور تربیت دیتے رہے اس لئے ہم نے آیت مندرجہ ذیل ... قائم کیا ہے کہ وَاِذْ نَجَّيْنٰكُمْ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ سے لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ تک مرتبہ ... تفریط کا امکان ضروری ہے جب شاگرد کو دونوں امور کا علم و تجربہ ہو جاتا ہے تو وہ ایک ... اپنا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آیت نمبر ۴۹ سے ۵۰ تک بیان کیا ہے۔

وَاِذْ نَجَّيْنٰكُمْ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ يَسُوْمُوْنَكُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ يُذَبِّحُوْنَ

اور یاد کرو اس وقت کو جب کہ رہائی دی ہم نے تم کو فرعون کے لوگوں سے۔ جو کرتے تھے تم پر بڑا عذاب ذبح

اَبْنَآءَكُمْ وَيَسْتَحْيُوْنَ نِسَآءَكُمْ ۭ وَفِىْ ذٰلِكُمْ بَلَاۗءٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَظِيْمٌ ﴿۴۹﴾

کرتے تھے۔ تمہارے بیٹوں کو اور زندہ چھوڑتے تھے تمہاری عورتوں کو اور اس میں آزمائش تھی تمہارے رب کی طرف سے بڑی

وَاِذْ فَرَقْنَا بِكُمُ الْبَحْرَ فَاَنْجَيْنٰكُمْ وَاَغْرَقْنَآ اٰلَ فِرْعَوْنَ وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ ﴿۵۰﴾

اور جب پھاڑ دیا ہم نے تمہاری وجہ سے دریا کو پھر بچا دیا ہم نے تم کو اور ڈبو دیا فرعون کے لوگوں کو اور تم دیکھ رہے تھے

دونوں آیتیں یاد کریں اور احسان کی محافظت کریں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے آیت نمبر ۵۱ میں ان کی تفریط کا ذکر کیا ہے

وَاِذْ وٰعَدْنَا مُوْسٰٓى اَرْبَعِيْنَ لَيْلَةً ثُمَّ اتَّخَذْتُمُ الْعِجْلَ

اور جب ہم نے وعدہ کیا موسٰی سے چالیس رات کا پھر تم نے بنا لیا بچھڑا

مِنْۢ بَعْدِهٖ وَاَنْتُمْ ظٰلِمُوْنَ ﴿۵۱﴾

موسٰی کے بعد اور تم ظالم تھے

یہ تفریط لازمی طور پر ان سے صادر ہونا تھی۔ آیت نمبر ۵۲ میں

ثُمَّ عَفَوْنَا عَنْكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۵۲﴾

پھر معاف کیا ہم نے تم کو اس پر بھی تاکہ تم احسان مانو

کہ جب تم تفریط سمجھ چکے ہو تو آئندہ اس کا موقعہ نہ آنا چاہیے۔ یہ معنٰی ہے شکر کا۔ پھر دوسری نعمت کا ذکر کیا جاتا ہے

وَاِذْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ وَالْفُرْقَانَ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ﴿۵۳﴾

اور جب ہم نے دی موسٰی کو کتاب اور حق کو ناحق سے جدا کرنے والے احکام تاکہ تم سیدھی راہ پاؤ

اس نعمت میں افراط ہے یہ آیت نمبر ۵۳ میں ہے۔ پھر آیت نمبر ۵۴ میں ذکر کیا گیا ہے کہ وہ قتل کرتے ہیں۔ یہ ان سے مقدم ہو چکا ہے۔ مدارج احسان تک بعد اسکے کہ ان کے پاس کتاب و فرقان آچکا ہے۔ نمبر ۵۴ میں اشارہ اس بات کی طرف ہے۔

وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ يٰقَوْمِ اِنَّكُمْ ظَلَمْتُمْ اَنْفُسَكُمْ بِاتِّخَاذِكُمُ

اور جب کہا موسٰی نے اپنی قوم سے اے قوم تم نے نقصان کیا اپنا یہ بچھڑا

الْعِجْلَ فَتُوْبُوْٓا اِلٰى بَارِئِكُمْ فَاقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ عِنْدَ

بنا کر سو اب توبہ کرو اپنے پیدا کرنے والے کی طرف اور مار ڈالو اپنی اپنی جان یہ بہتر ہے تمہارے لئے

بَارِئِكُمْ فَتَابَ عَلَيْكُمْ اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ﴿۵۴﴾

خالق کے نزدیک پھر متوجہ ہوا تم پر بیشک وہی ہے معاف کرنیوالا نہایت مہربان

اس کے بعد افراط فی الاحسان آیۃ نمبر ۵۵ میں ہے

وَاِذْ قُلْتُمْ یٰمُوْسٰی لَنْ نُّؤْمِنَ لَکَ حَتّٰی نَرَی اللّٰہَ جَھْرَۃً فَاَخَذَتْکُمُ

اور جب تم نے کہا اے موسیٰ ہم ہرگز یقین نہ کریں گے تیرا جب تک کہ نہ دیکھ لیں اللہ کو سامنے پھر آلیا تم کو

الصّٰعِقَۃُ وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ ﴿۵۵﴾

بجلی نے اور تم دیکھ رہے تھے

یہ افراط ہے اور آیۃ نمبر ۵۶ میں

ثُمَّ بَعَثْنٰکُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَوْتِکُمْ لَعَلَّکُمْ تَشْکُرُوْنَ

پھر اٹھا کھڑا کیا ہم نے تم کو مر گئے پیچھے تاکہ تم احسان مانو

یعنی آئندہ افراط و تفریط تم سے پیش نہ آئے دیکھو تفریط و افراط کلمہ کی وحدت، آیت نمبر ۵۲ اور نمبر ۵۶ میں لَعَلَّکُمْ تَشْکُرُوْنَ یہ اجتماعیت فی البادیہ تھی۔ تہذیب اخلاق کے لئے اور یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ آیت نمبر ۵۷ میں

وَظَلَّلْنَا عَلَیْکُمُ الْغَمَامَ وَاَنْزَلْنَا عَلَیْکُمُ الْمَنَّ وَالسَّلْوٰی کُلُوْا مِنْ

اور سایہ کیا ہم نے تم پر ابر کا اور اتارا تم پر من اور سلوا کھاؤ پاکیزہ

طَیِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰکُمْ وَمَا ظَلَمُوْنَا وَلٰکِنْ کَانُوْا اَنْفُسَھُمْ یَظْلِمُوْنَ

چیزیں جو ہم نے تم کو دیں اور انہوں نے ہمارا کچھ نقصان نہ کیا بلکہ اپنا ہی نقصان کرتے رہے

کہ وہ صحرا میں تھے۔ دورِ اول آیت کے آخر میں جملہ وَمَا ظَلَمُوْنَا وَلٰکِنْ کَانُوْا اَنْفُسَھُمْ یَظْلِمُوْنَ اس کا مطلب ہمارے نزدیک یہ ہے کہ انہوں نے اس درجہ کو مکمل نہیں کیا۔ جیسا کہ مناسب تھا۔

دورِ ثانی آیت نمبر ۵۸

وَاِذْ قُلْنَا ادْخُلُوْا ھٰذِہِ الْقَرْیَۃَ فَکُلُوْا مِنْھَا حَیْثُ شِئْتُمْ رَغَدًا وَّ

اور جب ہم نے کہا داخل ہو اس شہر میں اور کھاتے پھرو اس میں جہاں چاہو فراغت سے اور

ادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا وَّقُوْلُوْا حِطَّۃٌ نَّغْفِرْ لَکُمْ خَطٰیٰکُمْ وَسَنَزِیْدُ الْمُحْسِنِیْنَ ﴿۵۸﴾

داخل ہو دروازے میں سجدہ کرتے ہوئے اور کہتے جاؤ بخش دے تو معاف کر دیں گے ہم تمہارے قصور اور زیادہ بھی دیں گے نیکی والوں کو

اُدْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا یہ ایک قید ہے۔ یعنی نماز اس وقت ادا کرو جب دیہات میں داخل ہو رہے ہو۔ زمانہ کا تقارب حال میں اور ذی الحال میں ہمارے نزدیک کافی ہے۔ جب نماز سے فارغ ہوں تو فوراً داخل ہو جائیں اور لغویات کے التزام کی ضرورت نہیں۔ بعض نحوی حال اور ذی الحال کی وحدت کے قائل ہیں جب داخل

بھوکے ننگے ہیں بستی میں تو ان کی طبیعت زیادہ کھانے میں للچائے گی۔ جو ضرورت سے زائد ہو۔ تو جس وقت وہ دروازے پر کچھ دیر توقف کریں گے اور ذکر رب کریں گے۔ اور سجود کریں گے تو دونوں چیزوں کی توجہ کی وجہ سے اعتدال پیدا ہو گا۔ پھر انہیں حکم ہے۔ قُولُوا حِطَّةٌ جب کہ وہ بستی میں بہت زیادہ قیام کریں گے۔ حطہ حطہ کہیں۔ ہمارے نزدیک اس کے معنی رَبِّ اغْفِرْ رَبِّ اغْفِرْ ہے۔ یہ خدا تعالیٰ کی طرف توجہ دلانے کے لئے حکم ہے اور کہ وہ کھانے پینے سے نظر ہٹا لیں تاکہ وہ زیادہ نہ کھائیں اور اسی پر رضامند ہو جائیں۔ یہ بچے کی مثال ہے کہ جب وہ دستر خواں پر بیٹھا ہو۔ اور اسے وضو اور نماز کا حکم دیا جائے۔ اور جب وہ کھانے کے لئے بیٹھے تو اس کے سامنے کوئی مزیدار کہانی شروع کر دی جائے تاکہ اس کا ذہن کھانے پینے میں مستغرق نہ ہو جائے۔ جس دن اس کے خلاف کرے اور زیادہ کھائے تو وہ بیمار ہو جائے گا۔ شرعی قوانین کی قدر اس وقت ہو گی۔ کیونکہ تمام قوانین شرعی کا فائدہ ہماری ذات کے لئے ہے۔ اس بیان سے وَادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا کا مطلب صاف ہو گیا۔

التزام قانون: یعنی قانون کی پابندی اس کے بہتر حال رکھنے کے لئے ہوتی ہے کیوں کہ انسان طبعاً زیادہ پسند واقع ہوا ہے۔ یہ مثال ہر معاملہ میں۔ یہ شرط صرف طعام ہی میں نہیں بلکہ سمجھدار آدمی اسی طرح نیند بیداری۔ لباس اور تمام امور میں اعتدال پیدا کرنے کے لئے تقیدات پیدا کرے گا۔ تمام انسانی حالات میں۔ تاکہ وہ ایک جماعتی اور گروہی زندگی میں استوا پیدا کر سکے۔ پھر آیۃ ۵۹ میں اشارہ ہے کہ وہ اس درجہ پر پہنچ چکے کہ بغیر احتیاط کھانے پینے حتیٰ کہ ہیضہ کی شکایت پیدا ہو گئی۔

فَبَدَّلَ الَّذِينَ ظَلَمُوا قَوْلًا غَيْرَ الَّذِي قِيلَ لَهُمْ فَأَنْزَلْنَا عَلَى الَّذِينَ

پھر بدل ڈالا ظالموں نے بات کو خلاف اس کے جو کہہ دی گئی تھی ان سے پھر اتارا ہم نے

ظَلَمُوا رِجْزًا مِّنَ السَّمَاءِ بِمَا كَانُوا يَفْسُقُونَ ﴿۵۹﴾

ظالموں پر عذاب آسمان سے ان کی حکم عدولی پر

ہمیں مفسرین پر تعجب ہے، کہ وہ کہتے ہیں کہ بجائے حطہ کے بنی اسرائیل نے حنطہ حنطہ کہنا شروع کر دیا تھا۔ حالاں کہ اصل حقیقت سے مفسرین متنبہ نہیں ہوئے کہ دراصل بنی اسرائیل نے ترک قانون کیا تھا۔ دور ثانی ختم ہو گیا۔

دورِ ثالث پھر بستی سے شہر کی طرف منتقل ہونا ہے۔ بستی میں صحرائیت بھی شامل ہے۔ قریہ شہر کے متصل نہیں ہوتی۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ کیا انہوں نے درجہ اوّل پر محافظت کی ہے یا نہیں۔ صحرا میں ان کے متعلق ایک اور قانون اللہ تعالیٰ نے اضافہ کیا ہے اور وہ امر مشترک کی تقسیم ہے۔

وہ امر جو ہر دل کے ساتھ مشترک ہے ان پر ایک ایسا واقعہ پیش آیا کہ پانی انہیں میسر نہ رہا۔ پانی کی طلب و خواہش کی حضرت موسیٰ نے اپنا عصا پتھر پر مارا اس سے ایک چشمہ سرزد ہوا۔ وہ چشمہ ان گروہوں کی تعداد کے مطابق تھا۔ یعنی اگر ایک گروہ کے دشمن تھوڑے تھے تو اس کے مطابق چشمہ بھی چھوٹا تھا۔ دوسرے گروہوں کے دشمن زیادہ تھے تو چشمہ بھی بڑا تھا۔ جب چشمے ان کے درجات کے مطابق ظاہر و رونما ہو گئے۔ تو صحیح تقسیم ان کی قوت اعتدال کی طرف رجوع کرے گی۔ اس بات کی طرف اشارہ ہے۔

وَاِذِ اسْتَسْقٰى مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ فَقُلْنَا اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْحَجَرَ فَانْفَجَرَتْ

اور جب پانی مانگا موسے نے اپنی قوم کے واسطے تو ہم نے کہا مار اپنے عصا کو پتھر پر سو بہہ نکلے

مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَيْنًا قَدْ عَلِمَ كُلُّ اُنَاسٍ مَّشْرَبَهُمْ

اس سے بارہ چشمے پہچان لیا ہر قوم نے اپنا گھاٹ

یعنی ہم نے تقسیم کا اختیار خود انہیں ہی دے دیا یہ معنی ہے کُلُّ اُنَاسٍ مَّشْرَبَهُمْ کا۔ ان کے اس عمل سے یہ قاعدہ نکلتا ہے

كُلُوْا وَاشْرَبُوْا مِنْ رِّزْقِ اللّٰهِ وَلَا تَعْثَوْا فِى الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ ﴿٥٩﴾

کھاؤ اور پیو اللہ کی روزی اور نہ پھرو ملک میں فساد مچاتے

اس کا معنی یہ ہے کہ ہر وہ چیز زمین کی جو پاکیزہ ہے اس سے انسان نفع اور فائدہ اٹھاتے وہ اللہ کا رزق ہے، اکل حلال ہے لیکن ایک شرط ہے کہ وہ کسی ضرورۃ مند انسان کو محروم نہ رکھیں جو ان چیزوں کی احتیاج رکھتا ہے۔ اور یہی اشارہ ہے وَلَا تَعْثَوْا فِى الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ سے تقسیم کا ظلم ہی فساد کا سبب ہوتا ہے۔ حکمت اجتماعیہ اس تیسرے دور میں یعنی اجتماعیت مدنیہ میں جانے کی ضرورت تب ہوتی ہے۔ جب کہ حاجات، ضروریات ہیں۔ اور طبیعت کا تقاضا بڑھ جاتا ہے۔ اور منافع اور مضار یعنی نفع اور نقصان متبادل ہو جاتے ہیں۔ یعنی جب شہری زندگی ان کے طبیعت کے خلاف واقع ہو تو وہ دیہاتی زندگی کیطرف لوٹنا چاہیں گے۔ لیکن ساتھ ساتھ جہاں اجتماعیت مدنیہ میں نقصانات ہوں گے وہاں منافع بھی ہوں گے۔ اس لئے وہ شہری اجتماعیت پہ صابر ہو جاتے ہیں اور شہروں ہی میں رہنا پسند کرتے ہیں۔ اسی بات کی طرف اشارہ ہے۔

وَاِذْ قُلْتُمْ يٰمُوْسٰى لَنْ نَّصْبِرَ عَلٰى طَعَامٍ وَّاحِدٍ فَادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُخْرِجْ

اور جب کہا تم نے اے موسیٰ ہم ہرگز صبر نہ کریں گے ایک ہی طرح کے کھانے پر سو دعا مانگ ہمارے واسطے اپنے

لَنَا مِمَّا تُنْۢبِتُ الْاَرْضُ مِنْۢ بَقْلِهَا وَقِثَّآئِهَا وَفُوْمِهَا وَعَدَسِهَا وَبَصَلِهَا

پروردگار سے کہ نکال دے ہمارے واسطے جو اگتا ہے زمین سے ترکاری اور ککڑی اور گیہوں اور مسور اور پیاز

کہ وہ ضروریات کے تقاضا سے شہری زندگی چاہتے ہیں۔ دیہاتی زندگی میں مضرات کثیرہ نہیں ہوتے ہر شخص آزاد ہوتا ہے لیکن شہریت میں اجتماعی قوانین کی قیدو شرط پائی جاتی ہے۔ اس کا اشارہ ہے۔

قَالَ اَتَسْتَبْدِلُوْنَ الَّذِیْ هُوَ اَدْنٰی بِالَّذِیْ هُوَ خَیْرٌ

کہا موسیٰ نے کیا لینا چاہتے ہو وہ چیز جو ادنیٰ ہے اس کے بدلے میں جو بہتر ہے

اجتماعیت کی قید ادنیٰ ہے بنسبت اس آزادی کے جس کی عادت انہوں نے دیہاتی زندگی میں ڈالی تھی۔

اِهْبِطُوْا مِصْرًا فَاِنَّ لَكُمْ مَّا سَاَلْتُمْ

اُترو کسی شہر میں تو تم کو ملے گا جو مانگتے ہو

یہ تیسرا درجہ ہے اجتماعیت کا۔ اس کے بعد جو آیات باقیہ میں ہے وہ دلالت کرتا ہے کہ انہوں نے ان اجتماعی تقاضوں کو حسبِ منشأ انسانیت نہیں نبھایا بلکہ اپنی عادت نافرمانی اور تعدی کی وجہ سے ناقص کر دیا۔

عِصیان وہ تفریط ہے عُدوان افراط ہے

یہی افراط و تفریط ان کی عادت ہو گئی تھی۔ اور یہ عادت اللہ کی آیات سے انکار پر منتج ہوئی اور قتل انبیاء تک پہنچی۔ پھر اس فعل کا نتیجہ اللہ کا غضب رونما ہوا۔ اور جب وہ اس حالت پر دوام اور ہمیشگی قائم کر چکے تو ذلت اور مسکنت ان پر مسلط کر دی گئی۔ یہ تسلسل اسباب و نتائج حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد کے زمانوں میں جاری رہا۔ لیکن اس کی ابتدا یعنی عصیان و عدوان کی جس کی وہ عادت بنا چکے تھے اجتماعیت ثلاثہ و حضریت میں شروع ہوئی اس بات کا اشارہ ہے

وَضُرِبَتْ عَلَیْهِمُ الذِّلَّةُ وَالْمَسْكَنَةُ وَبَآءُوْ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ

اور ڈالی گئی ان پر ذلت اور محتاجی اور پھرے اللہ کا غصہ لے کر یہ اس لئے ہوا کہ

كَانُوْا یَكْفُرُوْنَ بِاٰیٰتِ اللّٰهِ وَیَقْتُلُوْنَ النَّبِیّٖنَ بِغَیْرِ الْحَقِّ ذٰلِكَ بِمَا

نہیں مانتے تھے احکام خداوندی اور خون کرتے تھے پیغمبروں کا ناحق یہ اس لئے کہ

عَصَوْا وَّكَانُوْا یَعْتَدُوْنَ ﴿۶۱﴾

نافرمان تھے اور حد پر نہ رہتے تھے

یہ اجتماع فی المصر ہے یعنی اجتماع قومی اس کا مطلب یہ نہیں کہ تمام افراد راہ اعتدال ترک کر چکے تھے۔ بلکہ اکثریت پر حکم ہوتا ہے، اور حکومت کی سپردگی کے لحاظ سے اکثریت کے تاثرات ہوئے ہیں۔ لہٰذا خطاب اکثریت کو ملحوظ رکھ کر کیا گیا ہے لیکن شخصی مکافات عمل تو معلوم ہونا چاہیے کہ جو ظلم سے متاثر نہیں ہوا وہ ہر حال میں مصیبت سے نجات پا گیا۔ جب

عمومی مصیبت پہنچی تو اللہ نے انہیں تدبیر خاص سے نجات دی۔ اور آخرت میں بھی ان کی نجات یقینی ہے۔ اور یہ مستند افراد کسی بھی قوم و ملت کے ہوں موجود ہیں۔ اور اسی طرف اشارہ ہے۔

دور رابع

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَالَّذِينَ هَادُوا وَالنَّصَارَىٰ وَالصَّابِئِينَ مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ

بیشک جو لوگ مسلمان ہوئے اور جو لوگ یہودی ہوئے اور نصاریٰ اور صابئیں جو ایمان لایا (ان میں سے) اللہ پر اور روز قیامت پر

وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَهُمْ أَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ (۶۱)

اور کام کئے نیک تو ان کے لئے ہے ان کا ثواب انکے رب کے پاس اور نہیں ان پر کچھ خوف اور نہ وہ غمگین ہوں گے

تمام ادیان اور تمام ملتیں اس حکم میں برابر ہیں اس آیت میں اَلَّذِیْنَ آمَنُوْا سے مراد مسلمان ہیں لیکن یہ اجمالی کلمہ ساری صابی دنیا کو شامل کر لیتا ہے یعنی صابی دنیا کے تمام ادیان پر مشتمل ہے۔ ہمیں قرآن حکیم میں معلوم ہوا ہے کہ حظیرالقدس سے انذار ہر ملت کے لئے مشعل ہے۔

منذرین یا تو انبیاء ہوتے ہیں یا محدثین اور محدثین بھی انبیاء کے حکم میں ہوتے ہیں اور کوئی ملت ایسی نہیں جس میں انبیاء سے مراد معنی اول یا معنی ثانی ہو۔ یہ تمام موجودہ ملتوں کے لئے حکم ہے جو روئے زمین پر ہیں۔ لوگوں کا خیال ہے ملتِ مجوس اشرف ہے۔ ایران کی عظمت تاریخ میں ثابت ہے۔ ایران اپنی تاریخی عظمت میں توران پر بھی مشتمل ہے یعنی ایران توران عظمت میں دونوں شامل ہیں۔ فردوسی کی روایت دیکھتے ہوئے معلوم ہوتا ہے کہ فریدوں کے دو لڑکے تھے۔ ایک کا نام ایرج جو ایران کا مالک تھا۔ اور دوسرے کا نام تورج جو توران کا مالک تھا۔ ہماری سمجھ میں ترک بھی تور کے ساتھ منسوب ہو کر ترک بولا جاتا ہے۔ بہر حال حکومت اور مذہب کے لحاظ سے تور اور ایرج جب بھائی ہیں تو دونوں ملک بھی شقیقہ ہیں۔ اور مجوسیت میں بھی انسانیت کے تمام ادوار برابر ہیں۔ صابی دور کے بعد مجوس مشہور ہوئے۔ اس میں کوئی اصل شرعی نہیں۔ البتہ مجوس ملت کی عظمت کا انکار نہیں کیا جا سکتا۔ اس عظمت کے پیش نظر یہ ممکن نہیں کہ اس میں کوئی نبی نہ آیا ہو۔ حالاں کہ بہت سی آیات میں مجوس کا لفظ بھی استعمال کیا گیا ہے۔ اسی طرح ہندوستان میں بھی برہمن مذہب ہے، جو اپنے طریقوں میں بہت حد تک مجوسیوں سے مشابہ ہے اور دونوں زبانیں بھی ایک اصل سے نکلی ہیں اور فارسی کے سینکڑوں ہزاروں الفاظ مشترک ہیں۔ کیا ممکن ہے کہ ان میں کوئی نذیر نہ آیا ہو۔ پھر ہند سے بھی ملت شاخ در شاخ نکلی ہے چین۔ توران اور ایران کا ایک ٹکڑا یہاں تک بہت سے شہروں میں یہ ملت پھیلی۔ کیا ممکن ہے کہ ان میں کوئی نذیر نہ آیا ہو۔ تو ہماری سمجھ میں کلمہ صابئہ تمام ملتوں

پر حاوی ہے اور تمام امتیں اس میں آجاتی ہیں۔

ابنِ اثیر اپنی کامل میں صراحتہً لکھتا ہے۔ کہ ایران چین روم اپنی عیسائیت سے پہلے صابی تھے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ وہ حقیقتِ حال سمجھتا تھا۔ اور ایسے لوگ جو کسی قریہ یا قوم پر حکومت نہیں کرسکتے اس کی اصل وجہ یہی ہوتی ہے کہ وہ ملتوں اور دینوں کو ہی نہیں جانتے ہوتے۔ جو شخص اجتماعیت باطلہ ظالمہ میں نہ داخل ہوا ہو اس کا حکم برابر ہے۔ تمام ملتوں کے لئے۔ خواہ مسلم ہوں یہودی ہوں صابی ہوں۔ میں نے ترجمہ قرآن دیوبند میں پڑھایا جب اس آیت کی تفسیر کی تو بجلی کی طرح انہیں میری بات لگی۔ حالاں کہ میرا خیال تھا کہ وہ اس میں اختلاف نہیں کریں گے۔ بلکہ بتدریج انہیں سکون حاصل ہوا۔ اسی کے ساتھ دورِ رابع ختم ہوا۔ اور اس کی طرف اشارہ ہے۔

وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَكُمْ وَرَفَعْنَا فَوْقَكُمُ الطُّوْرَ خُذُوْا مَآ اٰتَيْنٰكُمْ بِقُوَّةٍ

اور جب لیا ہم نے تم سے قرار اور بلند کیا تمہارے اوپر کوہ طور کو پکڑو جو کتاب ہم نے تم کو دی زور سے

وَّاذْكُرُوْا مَا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴿۶۳﴾ ثُمَّ تَوَلَّيْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ فَلَوْلَا

اور یاد رکھو جو کچھ اس میں ہے تاکہ تم ڈرو پھر تم پھر گئے اس کے بعد سو اگر نہ ہوتا

فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ لَكُنْتُمْ مِّنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿۶۴﴾

اللہ کا فضل تم پر اور اس کی مہربانی تو ضرور تم تباہ ہوتے

جو قانون تمام اقوام اور تمام ملتوں کے لئے نازل ہوا اس کے بیان کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں خُذُوْا مَآ اٰتَيْنٰكُمْ بِقُوَّةٍ وَّاذْكُرُوْا مَا فِيْهِ یعنی جب دوسری قوموں کے متعلق استنباط کا علم نہیں ہوگیا۔ اس کے بعد عہد و پیمان کیا گیا۔ فَوْقَكُمُ الطُّوْرَ رفع الطور کے متعلق بھی تفسیروں میں اختلاف ہے، ہم ان چیزوں پر التفات نہیں کرتے لیکن بعض اوقات طالب علم اس کو حل کرنے کے لئے محتاج ہوتا ہے۔ اس لئے ہم نے ایک نظریہ قائم کیا ہے۔ پہاڑ کے ساتھ جب کوئی کھڑا ہو اور اس پہاڑ کا ایک ٹکڑا جو سایہ کئے ہو۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے انہیں ڈرایا دھمکایا کہ اگر وہ مضبوطی کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے قانون کو نہ پکڑیں گے۔ تو ان پر یہ پتھر گر پڑے گا۔ یہ مفہوم کی تصویر ہے کہ جب وہ اس دین کو چھوڑ دیں گے تو قوم ختم ہو جائے گی۔ اور وہ مر جائیں گے۔ دین ان کی زندگی کا سبب ہے اور دین میں عمومیت ہے تمام انسانیت کے لئے جیسا کہ پہلی آیت میں اشارہ ہو چکا ہے۔ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ اللہ تعالیٰ نے بیان کیا ہے کہ وہ اس درجہ میں بھی پورے نہیں اترے اس کی طرف اشارہ ہے ثُمَّ تَوَلَّيْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ تا الخٰسرین، دین عمومی کا یہ طریقہ ہے کہ بقدر ضرورت قانون بنایا جاتا ہے۔ جب کہ اس

میں سمجھدار آدمی شامل ہوتے ہیں اور وہ اپنی ملتوں کے لئے باقی قوانین بناتے ہیں۔ اس کو ہم فقہ کہتے ہیں۔ اور فقیہ قوانین بناتا ہے۔ فقیہ کا نام آج ہم حکیم کہتے۔ حکیم عین مقصود کو مدنظر رکھتے ہوئے ملت کو بیدار کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ جب حکیم یہ دیکھ لے کہ لوگ اس قانون سے بھی مقصود تک نہیں پہنچ سکتے تو وہ قانون کو بدل دیتا ہے اور اسلام کا بیڑا دوبارہ اٹھاتا ہے

وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ الَّذِينَ اعْتَدَوْا مِنكُمْ فِي السَّبْتِ فَقُلْنَا لَهُمْ كُونُوا قِرَدَةً

اور تم خوب جان چکے ہو جنہوں نے کہ تم میں سے زیادتی کی تھی ہفتہ کے دن میں تو ہم نے کہا ان سے ہو جاؤ

خَاسِئِينَ ﴿٦٥﴾ فَجَعَلْنَاهَا نَكَالًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهَا وَمَا خَلْفَهَا وَمَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِينَ ﴿٦٦﴾

بندر ذلیل ۔ پھر کیا ہم نے اس واقعہ کو عبرت ان لوگوں کے لئے جو وہاں تھے اور جو پیچھے آنے والے تھے اور نصیحت ڈرنے والوں کیلئے

عدوان و تعدی سنیچر کے روز کرتے تھے۔ اس عدوان نے انہیں انسانیت سے نکال کر حیوانیت کی منزل تک پہنچا دیا۔ انسان اور حیوان میں فرق صرف اتباع قانون کا ہے گویا جب انہوں نے ترک کر دیا تو وہ بندر ہو گئے۔ انسان جب تنزل کی منزل پر پہنچتا ہے تو سب سے پہلا حیوان جو اس کے متصل ہے وہ بندر ہے۔

قانون ① مکمل انسان میں قانون اجتماعیت کے بعد پیدا ہوتا ہے جب تک انسان ایک فرد ہوتا ہے تو وہ اپنی ذات کے لئے کوئی قانون نہیں بناتا اسے اخلاق کہا جاتا ہے۔ اور جب دو انسان جمع ہو جاتے ہیں اور مل کر کسی چیز پر اتفاق کرتے ہیں وہ قانون بن جاتا ہے۔ قانون طبیعی پیدا ہوتا ہے۔ مرد اور عورت کے درمیان حیوانی معاندہ کی صورت میں جسے ہم نکاح کا نام دیتے ہیں۔ اس معاندہ کی بنیاد قوت حیوانیہ ہے۔ جسے ہم وقاع کہتے ہیں اور یہ وقاع انسان کے زندگی تمام ادوار میں چلتا رہتا ہے۔ اور یہ انسان کے ساتھ مخصوص ہے۔ اور یہ وقاع مخصوص عدم اشتراک کثیرہ ہے۔ ایک عورت میں ایک وقت میں۔ اور عدم تمتع ہے دو مردوں کے ساتھ۔ یہ نکاح کامل ہے انسان میں اور یہی اجتماعی قانون کے صادر ہونے کا مقام ہے۔ جب ہم مرد کی تخصیص کسی ایک عورت سے ختم کر دیں اور اشتراک جائز سمجھ لیں وطی و جماع پر ایک وقت میں، تو اس قسم کا حیوانات میں سے خنزیر پایا جائے گا۔ اور وہ حیوان جس میں دو مردوں کا استمتاع روا ہے وہ بندر ہے۔ جن قوموں میں انحطاط اور تنزل پیدا ہوا انہیں اللہ تعالیٰ نے بندر اور سور بنا دیا۔ انسانوں نے جب وقاع کی مدات کو تباہ کر دیا نیز ان میں عصیان بڑھ گیا۔ تو ایک راندہ ہوئے حیوان کے آثار پیدا ہو گئے اور انسانی عبرت کا نشان بن گئے یہ مفہوم قردہ خنازیر ہونے کا عقل سے بعید بھی نہیں لیکن آیت کا مفہوم خاص معنی کے لئے لینا جیسا کہ مسخ شکل کا تصور مفسرین میں پایا جاتا ہے۔ ہم اسے تحریف معنی سمجھتے ہیں۔ یہ استنباط ہے قوت قانونیہ کا جو انسانیت میں پوشیدہ ہے۔

قانون ② انسان کا اتصال حظیرۃ القدس کے ساتھ تاکہ وہ انسانیت کے معانی مقصودہ سمجھ سکے۔ اور حظیرۃ القدس کے ساتھ اتصال تجلی نازل ہونیکی صورت میں ہوتا ہے۔ جو حجر بحث پر واقع ہوئی ہے۔ تجلی نازل ہونے کا اثر اس وقت سمجھا جاتا ہے۔ جب کہ تجلی سے کوئی امر صادر ہوا اس کی تاثیر اس طرح ہوئی ہے جیسے ارادۂ حق کی تاثیر قرآن پاک میں اِنَّمَا اَمْرُہٗ اِذَا اَرَادَ شَیْئًا اَنْ یَّقُوْلَ لَہٗ کُنْ فَیَکُوْنُ ط مردوں کو زندہ کرنا صرف اللہ تعالیٰ کے افعال کے ساتھ مخصوص ہے۔ جب یہ دیکھا جائے کہ کسی انسان کی زبان سے کلمہ نکلے اور مردہ زندہ ہو جائے تو یقین کرو کہ دل میں تجلی نازل ہوئی ہے۔ انبیاء حظیرۃ القدس کے ساتھ متصل ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کی زبان کے ذریعہ کلام کرتا ہے۔ انبیاء کے حواری اور ہر وقت ساتھ رہنے والے ان علامات و آیات کو اچھی طرح سمجھتے پہچانتے ہیں پھر اولوالعزم پیغمبر اپنے حواریوں میں اس طرح کی قوت پیدا کر دیتے ہیں۔ اسی لیے وہ حواری بھی تجلی اُتارنے پر قادر ہوتے ہیں۔ یعنی حواری پھر اپنے ساتھیوں کے دلوں میں وہ تجلی اتارنے پر قادر ہوتے ہیں۔ جب تک یہ قوت موجود رہتی ہے۔ نفع قوم کا کام بھی باقی رہتا ہے۔ جب یہ قوت سلب کر لی جاتی ہے تو لوگ قانون کو بے مقصد و بے معنی سمجھنے لگ جاتے ہیں۔ یہ لوگ جن سے یہ قوت سلب کر لی جائے اور وہ عقلی لوگ جن کا حظیرۃ القدس سے اتصال نہیں ہوتا۔ برابر ہیں۔ یہ تمام اعمال نتیجہ ہیں اس احسان کا جو تقوٰی کا جزو ہے۔ ہم جانتے ہیں کہ انجیل میں اس طرح کا ایک حکم ہے۔ کہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام نے حواریوں سے یہ کہا اگر تمہارے دلوں میں اسی طرح ایمان باقی رہا جس طرح ایک رائی برابر دانہ تو تم بھی میری طرح مردوں کو زندہ کرنے پر قادر ہو گے۔ اس سے ثابت ہوا کہ انبیاء عظام اگر اپنے ساتھیوں کو حظیرۃ القدس سے اتصال پر قادر نہیں ہوئے تو وہ کوئی نعمت نہیں لائے جو انسانیت کے لئے نعمت تامہ ہو۔ اکثر وہ لوگ جو کوتاہی اور نقص کے درجہ پر رہ گئے۔ وُہ وہ تھے جنہوں نے اپنے پیغمبروں کی پرستش شروع کر دی تھی۔ انہوں نے انبیاء کو بشر نہیں سمجھا۔ لیکن جب وہ کامل قسم کے انسان بنے اور خداشناسی کی تو وہ انبیاء کی عظمت جاننے کے قابل ہو سکے۔ لیکن بشریت سے انبیاء کو انہوں نے خارج نہیں کیا۔ اب ہم چاہتے ہیں کہ گائے کے واقع کی تشریح کریں۔ صالحین کی ایک جماعت نے ایک معین نقطہ کی طرف توجہ کی ایسا نقطہ معینہ جس سے تجلی الٰہی کے نزول کی قوت پیدا ہو یہ بات آسان ہے بنسبت ایک کامل آدمی کے۔ تم جانتے ہو کہ شریعت میں استسقار کیا ہے۔ بارش کا نازل ہونا۔ خلق کی ایک قسم۔ صالحین جمع ہوتے ہیں کہ نقطۂ معینہ کی طرف متوجہ ہوں، جب کہ اس کے نازل ہونے کی حالت ہو۔ اللہ تعالیٰ ان کی طرف نزول فرماتے ہیں۔ اور حکم فرماتے ہیں کہ بارش نازل ہو۔

ہم تجلی کا مسئلہ بڑی تحقیق سے جانتے ہیں۔ اور گفتگو میں بلا حجاب استعمال کرتے ہیں۔ لیکن عام

اہل علم خواہ کسی دین کے ہوں تجلی کے معنی واضح طور پر نہیں سمجھا سکتے۔ پس وہ ان کلمات کے استعمال سے گھبراتے ہیں تو دو اس طرح کہہ دیتے ہیں کہ جب مومن مسلمان جمع ہوتے ہیں بارش طلب کرنے کی خاطر تو اللہ تعالیٰ اپنی رحمت نازل فرماتے ہیں معنی میں اختلاف نہیں۔ پس جو کچھ ہماری تحقیق اور ہمارا مطالعہ ہے وہ اس واقعہ کے متعلق یہ ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے اللہ کی رحمت نازل کرنے کا طریقہ سمجھانے کا ارادہ کیا کہ اگر وہ مردوں کو زندہ کرنا چاہیں تو اللہ تعالیٰ کی رحمت تائید کرے گی۔ مگر یہ ممکن اس وقت تک نہیں جب تک کہ احسان میں کمال پیدا نہ کر لیا جائے۔ اب ہم صورت واقعہ کو دیکھتے ہیں۔

وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖٓ اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تَذْبَحُوْا بَقَرَةً ؕ

اور جب کہا موسیٰ نے اپنی قوم سے اللہ فرماتا ہے کہ تم کو ذبح کرو ایک گائے

قَالُوْٓا اَتَتَّخِذُنَا هُزُوًا ؕ قَالَ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْجٰهِلِيْنَ ﴿۶۷﴾

وہ بولے کیا تو ہم سے ہنسی کرتا ہے۔ کہا پناہ خدا کی کہ ہوں میں جاہلوں میں

صدقہ کے متعلق یہاں کوئی چیز نہیں۔ بلکہ گائے کا ذبح کرنا ان کے لئے ایسے ہی دشوار تھا جیسے ہندوستان کے ہندوؤں کیلئے ایسے ہی اہل مصر اور کاشتکاروں کے لئے گاؤکشی ناقابل برداشت ہے۔ گائے کو کاشتکاری میں بڑا دخل ہے حتیٰ کہ اس کی نگہبانی اور نگرانی تقدس کے درجہ تک پہنچ چکی ہے۔ بنی اسرائیل بھی مصریوں کی طرح متاثر ہو چکے تھے اور گاؤ کشی سے جی چراتے تھے۔ ان کیلئے ذبح البقرہ ناگوار فعل ہو چکا تھا۔ اسی واسطے تو انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے یہ کہا تھا۔ اَتَتَّخِذُنَا هُزُوًا۔

قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّنْ لَّنَا مَا هِيَ ؕ قَالَ اِنَّهٗ يَقُوْلُ اِنَّهَا

بولے کہ دعا کر ہمارے واسطے اپنے رب سے کہ بتا دے ہم کو کہ وہ گائے کیسی ہے کہا وہ فرماتا ہے کہ وہ ایک

بَقَرَةٌ لَّا فَارِضٌ وَّلَا بِكْرٌ ؕ عَوَانٌۢ بَيْنَ ذٰلِكَ ؕ فَافْعَلُوْا مَا

گائے ہے نہ بوڑھی اور نہ بن بیاہی درمیان میں ہے بڑھاپے اور جوانی کے اب کر ڈالو جو

تُؤْمَرُوْنَ ﴿۶۸﴾ قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّنْ لَّنَا مَا لَوْنُهَا ؕ قَالَ

تم کو حکم ملا ہے بولے کہ دعا کر ہمارے واسطے اپنے رب سے کہ بتا دے ہم کو کیسا ہے اس کا رنگ کہا

اِنَّهٗ يَقُوْلُ اِنَّهَا بَقَرَةٌ صَفْرَآءُ ۙ فَاقِعٌ لَّوْنُهَا تَسُرُّ النّٰظِرِيْنَ ﴿۶۹﴾

وہ فرماتا ہے کہ وہ ایک گائے ہے زرد خوب گہری ہے اس کی زردی خوش آتی ہے دیکھنے والوں کو

پھر حضرت شیخ اسمٰعیل شہید نے شیخ عبدالحی دہلویؒ سے یہ واقعہ بیان کیا۔ شیخ عبدالحی دہلویؒ ان سے بڑے تھے۔ یہ شیخ حضرت امیر کے پاس آئے اور عرض کی میں بھی چاہتا ہوں کہ حضورِ قلب مستقر ہو! کیا ممکن ہے تو حضرت امیر نے فرمایا ہاں۔ شیخ عبدالحی دہلویؒ نے بھی دو رکعتیں حضرت امیر کے پیچھے ادا کیں انہیں بھی حضورِ قلب حاصل ہو گیا۔ دونوں شیخ اسمٰعیلؒ اور شیخ عبدالحی دہلویؒ عمر بھر سید امیر کے ساتھ ادنیٰ خادموں کی طرح رہے۔

شیخ عبدالحیؒ دہلوی غزوہ کے ایام میں وفات پا گئے۔ تو حضرت امیر ان کی طرف تشریف لائے۔ اور فرمایا کچھ چاہتے ہو؟ تو شیخ موصوف نے عرض کی ہاں میرے سینہ پر اپنا قدم مبارک رکھیں! حضرت امیرؒ نے قبول فرمایا۔ بعد امیر شہید اور صدر شہید دونوں نے ایک ہی واقعہ میں شہادت حاصل کی۔

یہ مثال لَمَا یھبط من خشیۃ اللہ کی ہے۔ امام ولی اللہ کے متعلق تو ہر ایک کو معلوم ہے کہ وہ معرفت کے سمندر تھے۔ ان کے بعد امام عبدالعزیز کی مثال مَن یشقق فیخرج منہ الماء ہے

عنوانِ ثانی

بنی اسرائیل حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد ان خرابیوں اور خامیوں میں اضافہ کرتے رہے جو ان میں موجود تھیں اس مضمون کی ابتدا ۷۰ سے ۱۰۳ تک ہے۔

مسئلہ تحریف

بنی اسرائیل کے علماء اپنی سمجھ کے مطابق بنی اسرائیل کی ترقی کے لئے چند نظریات مقرر کرتے تھے پھر کتاب اللہ یعنی تورات کی تحریف ایسی تاویلات سے کرتے تھے جن کا تعلق کتاب الٰہی سے دور کا بھی نہ ہوتا تھا۔ صرف اس لئے کہ ان علماء بنی اسرائیل کے جو نظریات ہیں وہ عوام الناس کو ذہن نشین ہوں اور صحیح سمجھ لئے جائیں۔ حالانکہ بنی اسرائیل کے علماء یہ بھی جانتے تھے کہ کلام الٰہی کا مفہوم وہ نہیں جو وہ لے رہے ہیں۔ عوام یہ سمجھتے تھے کہ علماء کتاب پر صحیح مفہوم کے مطابق عمل کرتے ہیں۔ علماء بنی اسرائیل کتاب الٰہی کے ترجمہ میں اپنی طرف سے چند کلمات بڑھا دیتے تھے۔ آجکل کے علماء یہ کہتے ہیں کہ اصل کتاب میں الفاظ یا حروف کا ہیر پھیر کیا کرتے تھے ایسا نہیں تھا۔ یہ تھی ان کی عادت۔ اور عام طور پر لوگوں کے پاس وہ ترجمے یا اصل کے نقل نسخے ہوتے تھے۔ اصل کتاب میں علماء بنی اسرائیل نے کسی قسم کا ردوبدل نہیں کیا۔ ان منقول نسخوں میں وہ کلمات کا اضافہ کرتے تھے۔ وہ کلمات اس طرح سمجھ لینے چاہئیں جیسے کہ کسی کتاب کے حاشیے کتاب کی تاویل اور مفہوم سمجھنے کے لئے ہوتے ہیں۔ اس طریقہ سے حواشی منتقل نسخوں میں داخل ہوتے چلے آئے۔ مرکز میں ایسا نہیں تھا۔ جب مرکز برباد و باطل ہو گیا تو صرف خواص کے سوا عوام کو ان حواشی اور اصل کتاب الٰہی کے درمیان امتیاز و تمیز کی صلاحیت باقی نہیں رہی

یہ طریقہ ہے تحریف کتاب کا

تنبیہ

مسلمان اپنی تاریخ جانتے ہیں کہ ان کے اسلاف نے قرآن پاک پر کسی کلمہ کے زیادہ کرنے اور اضافہ کرنے کو روا نہیں سمجھا حتیٰ کہ اعراب و حرکات نقاط سورتوں کے نام تک بھی نہیں بدلے۔ یہ اسلئے کہ وہ یہودیوں کی تحریفی نوعیت سمجھتے تھے کہ یہود نے بتدریج کتاب الہیٰ میں تحریف کی۔ لیکن قرآن حکیم کی حفاظت کا سامان صرف یہی نہیں بلکہ قرآن لوگوں کے سینوں میں محفوظ ہو چکا تھا۔ اور تواتر کبھی منقطع نہیں ہوا۔ سنہ تراویح سے یہ دور حفاظت صحیح معنوں میں شروع ہوتا ہے یہ حضرت فاروق اعظم کے زمانہ میں تراویح کا باقاعدہ سلسلہ جاری ہوا۔ اس حساب سے اگر مسلمانوں کی ہزار مسجدیں تھیں۔ تو ہزار حفاظ قران بھی تھے۔ حالاں کہ صرف ہزار مساجد اور ہزار حفاظ ہی نہیں تھے۔ بلکہ یہ ایک مثال ہے۔ اسی قاعدہ کے مطابق آہستہ آہستہ مساجد اور حفاظ کا سلسلہ بڑھتا گیا۔ اور تراویح کا باقاعدہ آغاز حضرت عمر فاروق کا مبارک عمل ہے اسی لئے اسلام کو نفع پہنچا۔ ہم نے ایسے فقہا کو دیکھا جنہیں حکمت اجتماعیہ سے کوئی تعلق نہیں کہ وہ تراویح کے ابطال کی کوشش کرتے ہیں اور اس کو بدعت کہتے ہیں۔ حالاں کہ انہیں قرآن سمجھنے کا کوئی ملکہ ہی نہیں اسی بات کی طرف اشارہ ہے

أَفَتَطْمَعُونَ أَن يُؤْمِنُوا لَكُمْ وَقَدْ كَانَ فَرِيقٌ مِّنْهُمْ يَسْمَعُونَ

اب کیا تم اے مسلمانو توقع رکھتے ہو کہ وہ مانیں تمہاری بات اور ان میں ایک فرقہ تھا کہ سنتا تھا

كَلَامَ اللَّهِ ثُمَّ يُحَرِّفُونَهُ مِن بَعْدِ مَا عَقَلُوهُ وَهُمْ يَعْلَمُونَ ۝٧٥

اللہ کا کلام پھر بدل ڈالتے تھے اس کو جان بوجھ کر اور وہ جانتے تھے۔

کہ مسلمانوں کو ان میں طمع کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ کیونکہ اہل نظر اور اہل الرائے کا فکر اجتماع پر غالب ہوتا ہے اور وہ تحریف کو اصل سمجھنے لگتے ہیں۔ اور یہ تحریف اخفاء الکتاب ہے یعنی کتاب کو عوام سے چھپانا۔ اسی بات کی طرف اشارہ ہے آیت نمبر ۸۶ میں۔

وَإِذَا لَقُوا الَّذِينَ آمَنُوا قَالُوا آمَنَّا وَإِذَا خَلَا بَعْضُهُمْ إِلَىٰ

اور جب ملتے ہیں مسلمانوں سے کہتے ہیں ہم مسلمان ہوئے اور جب تنہا ہوتے ہیں ایک دوسرے کے پاس

بَعْضٍ قَالُوا أَتُحَدِّثُونَهُم بِمَا فَتَحَ اللَّهُ عَلَيْكُمْ لِيُحَاجُّوكُم

تو کہتے ہیں تم کیوں کہہ دیتے ہو اُن سے جو ظاہر کیا ہے اللہ نے تم پر تاکہ جھٹلائیں تم کو

بِهِ عِندَ رَبِّكُمْ ۚ أَفَلَا تَعْقِلُونَ ۝٧٦

اس سے تمہارے رب کے آگے کیا تم نہیں سمجھتے

اَوَلَا يَعْلَمُوْنَ اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا يُسِرُّوْنَ وَمَا يُعْلِنُوْنَ ﴿۷۷﴾

کیا اتنا بھی نہیں جانتے کہ اللہ کو معلوم ہے جو کچھ چھپاتے ہیں اور جو کچھ ظاہر کرتے ہیں

تم جانتے ہو یا نہیں مگر اللہ جانتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے کتاب کو اس لئے نازل کیا ہے کہ لوگ فائدہ حاصل کریں

وَمِنْهُمْ اُمِّيُّوْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ الْكِتٰبَ اِلَّآ اَمَانِيَّ وَاِنْ هُمْ اِلَّا يَظُنُّوْنَ ﴿۷۸﴾

اور بعض ان میں بے پڑھے ہیں کہ خبر نہیں رکھتے کتاب کی سوائے جھوٹی آرزوؤں کے اور ان کے پاس کچھ نہیں مگر خیالات

یہ حالت عام لوگوں کی ہے کہ وہ اہل نظر اور اہل الرائی کی طرح صرف الفاظ کو جانتے ہیں کتاب کا صحیح مفہوم نہیں جانتے الامانی سے مراد الفاظ ہے وہ عقائد اور معانی کتاب سے حاصل نہیں کرتے۔ کیوں کہ وہ کتاب کو نہیں سمجھتے بلکہ اسے انہوں نے اپنے علماء سے سیکھا ہے۔ یہ تقسیم جو اہل النظر اور عوام کی ہے اس سے میں نے یہ سمجھا ہے کہ یہود کی طرح آج مسلمانوں میں بھی اسطرح دو قسم کے گروہ ہیں اہل النظر کا گروہ بہت مختصر ہے جو قرآن کی روح صحیح طریقہ سے سمجھتا ہے۔ عوام علما بھی کتاب کو نہیں مانتے۔ ہاں اس وقت وہ مانتے ہیں جب کہ ان کے بزرگان کی رائے کے مطابق تفسیر کی جاتے۔ حالاں کہ وہ اپنے علماء کی کمزوریوں اور ضعیف آرا پر بھی آگاہ ہیں تو معنوی تحریف جو یہودیوں میں تھی وہ آج مسلمانوں میں بھی موجود ہے۔

فائدہ غور کرنے والے کے لئے ضروری ہے کہ وہ متکلمین اور فقہاء کے کلام کو اس طرح دیکھنے کی کوشش کرے کہ کس متکلم یا فقیہ کا کلام قرآن سمجھنے کا ذریعہ بن سکتا ہے۔ اس کی علامت یہ ہے کہ جب وہ اپنے ائمہ کے کلام میں ضُعف اور کمزوری پائیں نیز یہ دیکھیں کہ ان کی رائے کتاب اللہ کے ساتھ منطبق نہیں تو وہ ان کے اقوال ترک کر دیں اور ان ائمہ کے اقوال اخذ کریں۔ جن کے اقوال کتاب اللہ سے اس خاص مسئلہ میں منطبق ہو جائیں۔ مگر یہ لوگ اپنے اماموں کو نہیں چھوڑ سکتے بلکہ ان کی کماحقہ اتباع کرتے ہیں۔ جو لوگ اپنے بزرگوں کی کمزوری اور کتاب اللہ سے عدم انطباق دیکھ کر بھی انہیں خیرباد نہ کہیں وہ بھی یہودیوں کے زمرہ میں شامل ہیں۔

فائدہ آخری عام طور پر لوگ جب قرآن کی تلاوت لفظی کرتے ہیں تو وہ سمجھتے ہیں کہ انہوں نے کتاب اللہ کے حقوق ادا کر دیئے۔ لیکن امام ولی اللہ نے اس چیز کو محسوس کیا کہ جب تک ان کی اپنی زبان میں کتاب اللہ کا ترجمہ نہ ہو عام مسلمان فائدہ نہیں اُٹھا سکتے۔ اس لئے انہوں نے حکومت ہند کی زبان میں قرآن پاک کا ترجمہ کیا۔ تاکہ عوام مسلمان قرآن سمجھیں۔ عوام وہ مراد ہیں جو تفاسیر قرآن نہیں پڑھ سکتے اور قرآن بغیر ترجمہ کے نہیں سمجھ سکتے۔ اسلئے ان کے لئے ترجمہ قرآن امام صاحب نے ضروری سمجھا اس ترجمہ کا نام امام صاحب نے "فتح الرحمٰن" رکھا۔ ہم نے اس ترجمہ سے جتنا استفادہ کیا ہے بڑی بڑی تفسیروں سے بھی اتنا فائدہ نہیں اٹھا سکے۔ اس کے بعد شیخ عبدالقادرؒ نے اس وقت کی زبان میں قرآن کا ترجمہ کیا۔

جو اہل ہند کی عام زبان میں تھا۔ انہوں نے "موضح القرآن" ترجمہ کا نام رکھا۔ اور اس کے بعد شیخ الہند نے "موضح القرآن" کی اصلاح کی۔ اب ہمیں یہ محسوس ہو گیا ہے جب کہ ہم بہت سے اسلامی ممالک کی سیاحت کر چکے ہیں۔ کہ دین کی بیداری ہندوستان میں بنسبت باقی اسلامی ممالک کے عام مسلمانوں کے زیادہ ہے۔ اسی لیئے ہم نے قرآن کی تعلیم کو اس ملک کی اپنی زبان میں ترجمہ کرنے کے قائل ہیں۔

فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ يَكْتُبُوْنَ الْكِتٰبَ بِاَيْدِيْهِمْ ثُمَّ يَقُوْلُوْنَ هٰذَا

سو خرابی ہے ان کو جو لکھتے ہیں کتاب اپنے ہاتھ سے پھر کہہ دیتے ہیں یہ

مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ لِيَشْتَرُوْا بِهٖ ثَمَنًا قَلِيْلًا ؕ فَوَيْلٌ لَّهُمْ مِّمَّا كَتَبَتْ

خدا کی طرف سے ہے تا کہ لیویں اس پر تھوڑا سا مول سو خرابی ہے ان کو اپنے ہاتھوں کے

اَيْدِيْهِمْ وَوَيْلٌ لَّهُمْ مِّمَّا يَكْسِبُوْنَ ﴿۷۹﴾

لکھے سے اور خرابی ہے ان کو اپنی اس کمائی سے

یہ ان لوگوں کا حال بیان کیا گیا ہے جو اپنے من سے کوئی بات کتاب الٰہی میں شامل کر لیتے تھے اور کلام الٰہی کو منسوخ کرتے تھے۔ اور اس میں حواشی زیادہ کر دیتے تھے۔ نیز انہیں اپنے اس فعل میں کوئی مضائقہ محسوس نہ ہوتا تھا۔

مسلمانوں نے قرآن پاک کے متن میں تو تحریف نہیں کی۔ اور کسی قسم کا اضافہ نہیں کیا لیکن قرآن کی شروح اور تفاسیر میں ویسے ہی تحریف کی ہے جیسے یہودیوں نے۔ ہم ایک ایسی مثال پیش کرتے ہیں جس سے لوگ اس فعل شنیع کے متعلق وضاحت سے سمجھ سکیں گے۔ یہ فعل شنیع یہود و نصاریٰ اور مسلمانوں میں سب حنیفی ملّتوں میں موجود ہے۔

مثال:۔ ہم نے پہلے فقہ حنفی پڑھی، اصول و فروع فقہ کے اس کے بعد صحاح ستہ حدیث کا علم حاصل کیا ہم نے ایسی روایات پائیں جو ہماری فقہ سے مختلف تھیں اس کے بعد فقہاء حنفیہ محدثین کا بھی آپس میں اختلاف ہے۔ ایک گروہ احادیث کی تاویل کر کے فقہاء کے اقوال سے ملانے کی کوشش کرتا ہے اس قسم کا امام ہمارے ملک ہندوستان میں شیخ عبد الحق محدث دہلویؒ ہے اور ہندوستان کی اکثریت علماء اسی طریقہ پر ہے۔

دوسرا گروہ فقہا کے اقوال کی تاویل کر کے حدیث سے ملانے کی کوشش کرتا ہے۔ اگر تاویل نہیں کر سکتے تو فقہا کا قول ترک کر کے امام مالک کا قول لے لیتے ہیں۔ یا اس کے علاوہ کسی اور فقیہ کا قول لے لیتے ہیں طرہ یہ کہ وہ حنفی کے حنفی ہی رہتے ہیں۔ فقہاء حنفیہ کے ائمہ میں سے ایک امام ولی اللہ دہلویؒ بھی ہیں۔ امام ولی اللہ کے اتباع کے بھی کئی گروہ ہیں۔ مشائخ دیوبند بھی ان کے اتباع سے ہیں۔ لیکن مدرسہ دیوبند تدریس میں شیخ عبد الحق محدث دہلویؒ اور امام ولی اللہ کے طریقہ کو جمع کرتا ہے

تو تعلیم کا پہلا حصہ عموماً شیخ عبدالحق کے طریقہ پر ہوتا ہے اور شاہ ولی اللہ کے طریقہ پر خاص خاص مقامات میں اتفاق کیا جاتا ہے
اس کے بعد مخصوص جماعت کی تکمیل امام ولی اللہ دہلویؒ کے طریقہ پر ہوتی ہے۔ میں نے دونوں تعلیمی درجات برابر حاصل کئے
ہیں۔ درجہ اوّل سے فراغت کے بعد میں نے محسوس کیا کہ حدیث پر عمل نہیں کر رہا لیکن میرا جی چاہتا تھا کہ حدیث پر عمل کروں
میں حیران رہ گیا پھر اللہ تعالیٰ نے مجھے حدیث کی تحقیق کے لئے حضرت شاہ ولی اللہ کے طریقہ کی طرف رہنمائی کی حضرت شاہ
صاحب کے طریقہ پر میرے مشائخ اور ولی اللہی طریقے کے ائمہ نے رہبری کی۔ حتیٰ کہ میں نے سیر حاصل اس طریقہ پر اپنی تعلیم
کی تکمیل کی۔ لیکن عام طور پر جو ابتدائی درجہ کے طلبہ ہوتے ہیں۔ وہ سمجھتے ہیں کہ عامل حدیث ہیں۔ حالاں کہ ان کی تحقیق کا
طریقہ وہی ہوتا ہے جو ان کی کتب فقہیہ میں پایا جاتا ہے لیکن محقق سمجھ سکتا ہے کہ وہ غلطی کرتے ہیں۔ خاص طور پر وہ
لوگ جو میری طرح دونو درجات علمی کے تکمیل کرنا چاہتے ہوں۔ اب شاہ ولی اللہی کے طریقہ پر میں قرآن و حدیث کے درمیان ربط
اور نسبت پر قادر ہوں۔ اور علوم قرآن و حدیث کو سمجھ سکتا ہوں۔ گویا ہم یہاں پر بھی دو گروہ پاتے ہیں۔ کہ ایک گروہ جب حدیث اور
قرآن کے درمیان اختلاف محسوس کرتا ہے تو وہ قرآن کی تاویل کر کے حدیث کیساتھ منطبق کرنا چاہتا ہے اور یقین کر لیتا ہے کہ قرآن کا وہی مفہوم ہے۔
جو انہوں نے سمجھ لیا ہے۔ جیسا کہ فقہاءِ حنفیہ دیوبند کا پہلا طبقہ ہے اور دوسرا طائفہ جو روایات کی تاویل کر کے نصوصِ
قرآن سے ملانا چاہتا ہے اگر قادر نہیں ہوتا تاویل پر تو وہ روایات کو چھوڑ دیتا ہے۔ اور میں بحمد اللہ اس مقام
کی تعبیر بواسطہ امام ولی اللہ کر سکتا ہوں۔ ہم مصنفین سے پوچھنا چاہتے ہیں کہ جو گروہ قرآن کی تفسیر میں مشغول ہے
اور روایات کی خاطر قرآنِ کریم کی تاویل کرتا ہے کیا وہ محرف نہیں۔ جیسا کہ یہود و نصاریٰ میں محرف تھے۔ لہٰذا انسان
کو باریک بینی کے ساتھ تحقیق کرنی چاہیے۔ ہم اس طرح سوچنے پر قادر صرف امام ولی اللہ دہلوی کی اتباع ہی کے ذریعہ
ہو سکے ہیں۔

وَقَالُوا لَن تَمَسَّنَا النَّارُ إِلَّا أَيَّامًا مَّعْدُودَةً قُلْ أَتَّخَذْتُمْ

اور کہتے ہیں ہم کو ہرگز آگ نہیں لگے گی مگر چند روز گنے چُنے کہہ دو کیا تم لے چکے ہو

عِندَ اللَّهِ عَهْدًا فَلَن يُخْلِفَ اللَّهُ عَهْدَهُ أَمْ تَقُولُونَ

اللہ کے یہاں سے قرار کہ اب ہرگز خلاف نہ کرے گا اللہ اپنے قرار کے یا جوڑتے ہو

عَلَى اللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ

اللہ پر جو تم نہیں جانتے

پھر ایک اور مرض ہے۔ جو اس تحریف کے لوازم میں ہے جس کا اشارہ آیت نمبر ۸۰ میں ہے کہ محرف جانتا ہے کہ لوگ کسی

ایک راہ پر نہیں ہیں ، اگر لوگوں کو معلوم ہو جائے حقیقتِ حال تو وہ اس محرف کی ہرگز اتباع نہ کریں ۔ مگر ادھر محرف مجبور ہوتا ہے وہ نجات اور جنت اپنے طریقہ پر چلنے والوں کے لیے مخصوص بناتا ہے یہ بات لوگوں کے ذہنوں میں اچھی طرح بٹھا دیتا ہے ۔ اسی لئے عوام اس کی لغزش سے یکسر غافل ہو جاتے ہیں اور کہتے ہیں لَن تَمَسَّنَا النَّارُ اِلَّا اَیَّامًا مَّعۡدُوۡدَۃً نیز وہ شفاعت کے قائل ہوتے ہیں یہ حالت یہود کی تھی لیکن یہی آج مسلمانوں میں بھی رائج ہو چکی ہے کہ مسلمان بھی اتباع قرآن کو ذریعہ نجات نہیں گردانتے بلکہ ان اپنے بزرگوں کے طریقہ کی اتباع کو سمجھتے ہیں لیکن محقق کہتا ہے کہ جو کتاب اللہ کی اتباع کرے وہ ناجی ہے جب یہ ثابت ہو جائے کہ کسی بزرگ نے کتاب اللہ کو چھوڑ دیا ہے تو وہ رجوع کرلے ۔ اور یہ اجتہادی غلطی قابلِ بخشش ہے ۔ مگر جو غلطی پر اصرار کرے اس کے باوجود کہ وہ غلطی اس سے ثابت ہو جائے تو وہ ہالکین میں سے ہے ۔ اسی بات کا اشارہ دو آیتوں

بَلٰی مَنۡ کَسَبَ سَیِّئَۃً وَّ اَحَاطَتۡ بِہٖ خَطِیۡٓـَٔتُہٗ فَاُولٰٓئِکَ اَصۡحٰبُ

کیوں نہیں جس نے کمایا گناہ اور گھیر لیا اس کو اس کے گناہ نے سو وہی ہیں دوزخ کے رہنے

النَّارِ ۚ ہُمۡ فِیۡہَا خٰلِدُوۡنَ ﴿۸۱﴾ وَ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اُولٰٓئِکَ

والے وہ اسی میں ہمیشہ رہیں گے اور جو ایمان لائے اور عمل کیے نیک وہی ہیں

اَصۡحٰبُ الۡجَنَّۃِ ۚ ہُمۡ فِیۡہَا خٰلِدُوۡنَ ﴿۸۲﴾

جنت کے رہنے والے وہ اسی میں ہمیشہ رہیں گے

میں ہے :- تو ایمان اور عمل صالح اس بات کا محتاج ہے کہ تحریفات سے دوری اختیار کی جائے حالانکہ یہود تحریفات میں پھنسے ہوئے ہیں اور مسلمین کی اتباع نہیں کرتے ۔

مسئلہ اُخریٰ دین دو قسم پر شامل ہے (۱) تہذیب اخلاق ، عقائد کی تصحیح کے ساتھ اور اعمال صالحہ کا التزام اسے اصطلاح میں احسان کہا جاتا ہے (۲) حقوق اجتماعیت جو اجتماعیت تدبیر منزل اجتماعیت قریہ اجتماعیت مدنیہ اور اجتماعیت بین الاقوامی سب کو شامل ہے ۔ اجتماعیت مدنیہ سیاسیین کی اصطلاح میں قومی اجتماعیت کے معنی میں آتا ہے ۔ حقوق اجتماعیت کا تقاضا ہے کہ وہ اپنی زندگی کے معاملات میں انسانوں سے امداد لے اور دے ۔ مثلاً مثلاً والدین نے اسکے بچپن میں اس کی تربیت اور پرورش کی ہے لہذا جب وہ بڑھاپے کی عمر میں پہنچیں تو اس کا فرض ہے کہ یہ ان کی خدمت کرے ۔ اور یہی صلہ رحمی کا تقاضا اور حکم ونشا ہے ۔ اسی طرح اہل مدنیہ اور اہل دولت کا فرض ہے ۔ اسی عمل کا نام عدل ہے ۔ یہی عدل حقوق قوم کی ادائیگی میں دو چیزوں کو لازم کرلیتا

ہے۔ اس قوم کے ساتھ عداوت جو اس سے عداوت رکھے اور اس قوم کے ساتھ موالات و دوستی جو اس قوم سے موالات رکھے۔ یہی عداوت و موالات عام لوگوں کی زبان میں سیاست ہے لیکن اہل علم جانتے ہیں کہ یہ صرف حقوق اجتماع ہے اور سیاست ان کے نزدیک اجتماع میں عدل قائم کرنا اور اعداسے جنگ کرنے کا نام ہے۔ محققین کے نزدیک یہ دونوں سیاست کے جزو ہیں۔ احسان اور عدل میں تفریق وہ روا نہیں رکھتے۔ اور کسی دین خداوندی میں یہ فرق جائز نہیں سمجھا گیا کیونکہ یہ دونوں چیزیں تقوی کے مساوی جزو ہیں لیکن جب سوسائٹی کا مزاج فاسد ہو جائے تو وہ احسان اور تہذیب اخلاق کو دین کا نام دیدیتے ہیں۔ اور سیاست الگ کرکے اپنی خواہشات کے تابع کر دیتے ہیں۔ اور قانون دینی کے تابع نہیں رہنے دیتے۔ یہی فساد دینی ہے اور یہی فساد بنی اسرائیل میں رائج ہوگیا تھا۔ اور یہی فساد تحریف دین کا سبب بن جاتا ہے ان دونوں باتوں کا ہندوؤں میں نے تجربہ کیا ہے۔ ان کا دین باطل ہو چکا ہے۔ حالاں کہ یہ بہت بڑا مذہب تھا۔ آج مشکل ہے کہ ان کی کتابوں سے حق و باطل کی تمیز کی جائے۔ کیوں کہ ان میں احسان کی تجدید کرنے والے مفقود ہو چکے ہیں اور انہوں نے سیاست سے بھی اعراض کر لیا ہے لیکن چونکہ سیاست سے قطعی اعراض ناممکن ہے اس لئے وہ مختلف خواہشات کے ماتحت بہت فرقے اور گروہ بن چکے ہیں اور آپس میں اختلاف اور جنگ کرنے لگے ہیں۔ تو آج انسان تمیز حق و باطل نہیں کر سکتا۔ ایمان اسلام اور احسان ہیں علےٰ وجہ البصیرۃ۔

اگر ہندوں کی کتابوں کی طرف رجوع کیا جائے تو ان میں حق تمام اقسام کے ساتھ موجود ہے لیکن وہ باطل کے ساتھ خلط ملط ہے۔ اسی طرح ہمارے مسلمان فرقوں میں حق و باطل مخلوط طریقہ سے موجود ہے ہم اس مسئلہ کی باریکی کو اچھی طرح سے سمجھتے ہیں۔ اسی بات کی طرف قرآن میں (۸۳ تا ۸۶) اشارہ موجود ہے۔

وَاِذْ اَخَذْنَا مِیْثَاقَ بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ لَا تَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰهَ ۟

اور جب ہم نے لیا قرار بنی اسرائیل سے کہ عبادت نہ کرنا مگر اللہ کی

وَبِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا وَّذِی الْقُرْبٰی وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسٰكِیْنِ وَقُوْلُوْا

اور ماں باپ سے سلوک نیک کرنا اور کنبہ والوں سے اور یتیموں اور محتاجوں سے اور کہیو

لِلنَّاسِ حُسْنًا وَّاَقِیْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ ثُمَّ تَوَلَّیْتُمْ اِلَّا

سب لوگوں سے نیک بات اور قائم رکھیو نماز اور دیتے رہیو زکوٰۃ پھر تم پھر گئے مگر

قَلِیْلًا مِّنْكُمْ وَاَنْتُمْ مُّعْرِضُوْنَ ۝ وَاِذْ اَخَذْنَا مِیْثَاقَكُمْ

تھوڑے سے تم میں اور تم ہو ہی پھرنے والے اور جب لیا ہم نے وعدہ تمہارا

لَا تَسْفِكُوْنَ دِمَآءَكُمْ وَلَا تُخْرِجُوْنَ اَنْفُسَكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ

کرنہ کرو گے　خون آپس میں　اور نہ نکال دو گے　اپنوں کو　اپنے وطن سے

ثُمَّ اَقْرَرْتُمْ وَاَنْتُمْ تَشْهَدُوْنَ ﴿٨٤﴾ ثُمَّ اَنْتُمْ هٰٓؤُلَآءِ تَقْتُلُوْنَ

پھر تم نے　اقرار کر لیا　اور تم مانتے ہو　پھر تم　وہ لوگ ہو　کہ ویسے ہی خون

اَنْفُسَكُمْ وَتُخْرِجُوْنَ فَرِيْقًا مِّنْكُمْ مِّنْ دِيَارِهِمْ تَظٰهَرُوْنَ

کرتے ہو آپس میں　اور نکال دیتے ہو　اپنے ایک فرقہ کو　ان کے وطن سے　چڑھائی کرتے ہو

عَلَيْهِمْ بِالْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ ؕ وَاِنْ يَّاْتُوْكُمْ اُسٰرٰى تُفٰدُوْهُمْ

ان پر　گناہ　اور ظلم سے　اور اگر وہی آویں تمہارے پاس کسی کے قیدی ہو کر

وَهُوَ مُحَرَّمٌ عَلَيْكُمْ اِخْرَاجُهُمْ ؕ اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْكِتٰبِ

تو ان کا بدلہ دے کر چھڑاتے ہو حالانکہ حرام ہے تم پر ان کا نکال دینا بھی　تو کیا مانتے ہو　بعض کتاب کو

وَتَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ ۚ فَمَا جَزَآءُ مَنْ يَّفْعَلُ ذٰلِكَ مِنْكُمْ اِلَّا

اور نہیں مانتے ہو بعض کو　تو سو کوئی سزا نہیں اس کی جو تم میں　یہ کام کرتا ہے　مگر

خِزْيٌ فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يُرَدُّوْنَ اِلٰٓى اَشَدِّ

رسوائی　دنیا کی زندگی میں　اور قیامت کے دن پہنچائے جاویں　سخت سے سخت

الْعَذَابِ ؕ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿٨٥﴾ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ

عذاب میں　اور اللہ　بے خبر نہیں　تمہارے کاموں سے　یہ وہی ہیں　جنہوں نے

اشْتَرَوُا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا بِالْاٰخِرَةِ ؗ فَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ

مول لی　دنیا کی زندگی　آخرت کے بدلے　سو نہ ہلکا ہوگا　ان پر

الْعَذَابُ وَلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ﴿٨٦﴾

عذاب　اور نہ ان کو مدد پہنچے گی

زکوٰۃ کے لئے بھی احسان کا ذکر کیا گیا ثُمَّ تَوَلَّيْتُمْ (الآیۃ) یعنی احسان کو بہت تھوڑے لوگوں نے قائم کیا۔ اس کے بعد عدل اور حقوق الاجتماع کا مسئلہ شروع ہوتا ہے۔ آیت نمبر ۸۴ میں وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَكُمْ یہ قول حق ہے ہر قوم نے ایک ہی قانون کی اتباع کی ہے مدنی اجتماع میں۔ کہ قتل اور اخراج از ملک جائز نہیں۔

ثُمَّ اَقْرَرْتُمْ وَاَنْتُمْ تَشْهَدُوْنَ یعنی یہ باتیں تمہارے ہاں مقرر قانوں کی طرح ہیں۔ ان سے تم ناواقف نہیں ہو لیکن خواہشات کی اتباع کی جاتی ہے۔ آیت ۸۵ میں ثُمَّ اَنْتُمْ هٰٓؤُلَآءِ عدوان اس لئے ہے کہ وہ دوسری قوم کے ساتھ موالات رکھنے کے باوجود جنگ و محاربت کرتے ہیں۔ حالاں کہ وہ ان کے دین کے متبع ہیں۔ لیکن صرف اپنے حلف کی وفا کے طور پر اپنی قوم کے کسی فریق سے لڑتے ہیں۔ یہی ان کا فعل اتباع ہوا ہے۔ اور اثم و عدوان ہے حالاں کہ وہ یہ بھی جانتے ہیں کہ یہ عمل ان کے لئے حرام ہے

تنبیہ

ہمیں افسوس ہے کہ ہندوستان میں ہماری قوم انگریزوں کے تحت ہے اور بہت ضعیف حالت میں پہنچ چکی ہے اور یہی غلام اپنے مسلمان بھائیوں کے ساتھ جنگ کرتے ہیں۔ اپنی دوستی و موالات کی وفا کے طور پر جو وہ اپنے حکام یعنی انگریزوں کے ساتھ کرتے ہیں۔ مجھے فخر ہے بحمد اللہ میں اپنے مشائخ دیوبند کے طریقہ پر ہوں۔ اور اس موالات کیخلاف ہوں مشائخ دیوبند اس موالات کی قباحت سے واقف ہیں لیکن چونکہ وہ عام مسلمانوں کو منع بھی نہیں کر سکتے۔ اگرچہ انہوں نے اپنی ہمت کے مطابق مکار حکومت کے مکر سے لوگوں کو واقف کرنے کی کوشش کی لیکن یہاں کے لوگوں کا مزاج ہی حکومت کے قانون سے بالکل مرکب ہو چکا ہے۔ اس لئے سارا معاملہ بگڑ گیا۔ مگر ایک حرکت قلیلہ حق کی امداد کے لئے مفقود نہیں ہوئی۔ بلکہ تدریج ایک آگ کی صورت میں بھڑکی۔ اور جو سکون ہماری جماعت میں مولانا رشید احمد کے بعد پایا جاتا ہے۔ اس کے ہم خلاف ہیں کیوں کہ ہم جانتے ہیں کہ ہمارے مشائخ حضرت شیخ الہند کے بعد بھی جہاد میں ثابت قدم رہے۔ میں جانتا ہوں کہ یہ طویل سکون جو ہماری جماعت میں پایا جاتا ہے رجعت پسند اور متقاعدین کا ایجاد کردہ ہے۔ لیکن وہ اپنے مدعا کو صراحت سے نہیں کہہ سکتے۔ کیوں کہ ایک مجاہد جماعت بھی ان کے مقابلہ میں موجود ہے تو صرف حضرت شیخ الہند پر جہاد کا اختتام نہیں ہوا بلکہ مولانا محمد قاسم کے اتباع کی جماعت موجود ہے۔ مولانا رشید احمد گنگوہی کے گروہ کی حالت سنیئے کہ جب وہ مجاہد گروہ کے لئے حجاز تشریف لے گئے تو ان کے بعد مولانا عبد الرحیم رائپوری جانشین بنے اور یہ مولانا رشید احمد کے خواص میں سے تھے۔ حالانکہ وہ جہادی طائفہ حضرت شیخ الہند کی اتباع میں گیا تھا۔ ہم نے اس بات کی صراحت اس لئے کی ہے کہ جہاد کے مخالف لوگ مولانا رشید احمد کو اپنا امام سمجھتے ہیں۔ خاص کر اس تقاعد کے معاملہ میں۔ یہ قطعاً باطل ہے۔ ہمارے شیخ نے اس سکون کے زمانہ میں بھی وہ کام کئے ہیں کہ جن کی اجازت نہیں ظاہر کرنے کی۔ اور وہ جہادی کام تھے۔ وَاِنْ یَّاْتُوْكُمْ اُسٰرٰى تُفٰدُوْهُمْ وَهُوَ مُحَرَّمٌ عَلَیْكُمْ المتقاعدین جنگ کے خاتمہ کے بعد اعمال سیاسیہ میں مصروف ہو جاتے ہیں جیسے اہل ہند کی جماعت قائم ہوئی جنگ کے خاتمہ کے بعد خلافۂ عثمانی کی امداد کرنے کے لئے یہ فعل یہود کے موافق ہے۔ البتہ اس سے ایک مختصر

ساگروہ متشنٰی ہے جو جنگ کے اثنا میں قائم رہا۔ شیخ الہند کی اصل جماعت دیوبند میں تھی علماء دیوبند چھوٹے بڑے اسمیں سب شامل تھے لیکن شیخ الہند نے جب اس جماعت میں اصل مسلک سے انحراف محسوس کیا تو انہوں نے اپنی جماعت میں ڈاکٹر انصاری اور اس کے بعد حکیم اجمل خاں کو شامل کر لیا یہ دونوں ہمارے شیخ کے طریقہ پر بیعت کر چکے تھے۔ اس کے بعد مولانا ابوالکلام آزاد بھی شامل ہوئے مولانا آزاد پہلے اہل حدیث جماعت میں تھے اس کے بعد آفندی جماعت میں شامل ہوئے مجھے شیخ الہند نے علی گڑھ جماعت میں داخل ہونے کا حکم دیا۔ اور میرا تعارف ڈاکٹر انصاری کے ساتھ کرایا۔ ڈاکٹر انصاری میرے علی گڑھ میں قیام کا ذریعہ و وسیلہ بنے۔ علی گڑھ میں ایک طبقہ دیوبندی جماعت کا تھا انہوں نے میرے ہاتھ پر بیعت جہاد کرنے کی خواہش کی لیکن میں نے انکار کیا۔ پھر انہوں نے ارادہ کیا کہ شیخ الہندؒ کے دست مبارک پر بیعت کریں میں نے شیخ الہند سے یہ عرض کیا کہ لیڈر شپ آج کسی ایسے جوان کے ہاتھ ہونی چاہیئے جو یورپی علوم جانتا ہو شیخ الہند نے میری رائے قبول کر لی لیکن صراحۃً مجھے نہ فرمایا لیکن جب مولانا محمد علی سے شیخ الہند کی ملاقات ہوئی تو شیخ الہندؒ نے مولانا محمد علی کو لیڈر شپ کی باگ ڈور حوالہ کر دی مولانا محمد علی علی گڑھ میں مرکزی حیثیت رکھتے تھے اور ان کے حالات بخوبی جانتے تھے۔ مولانا محمد علی نے مولانا محمود الحسنؒ کو شیخ الہند کا خطاب دیا اور محمد علی تادم زیست حضرت شیخ الہند کو اپنا سردار اور قائد تسلیم کرتے رہے۔ یہ کام جو شیخ الہند نے تنزل کے زمانہ میں کیا اس گئے گذرے زمانہ میں ایسا مرد عظیم المرتبہ ہم نے نہیں دیکھا جو اس طرح کے حالات پر قابو پا سکتا۔ جنگ ۱۹۱۴ء ختم ہونے کے بعد جو لوگ جماعت کے رہے دو قسموں میں بٹ گئے۔

(۱) وہ لوگ جنہوں نے تقاعد سے توبہ کی اور ارادہ کیا کہ وہ آئندہ عملی زندگی گذاریں گے۔

(۲) وہ لوگ کہ جب جنگ ختم ہوئی تو وہ تقاعد کی طرف رجوع کر گئے۔

اسی دوسری قسم کے لوگوں کے لئے اللہ کی تہدید چسپاں ہوتی ہے جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے یہود کو تہدید فرمائی ہے۔ آیۃ میں اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْكِتٰبِ وَ تَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ فَمَا جَزَآءُ مَنْ يَّفْعَلُ ذٰلِكَ مِنْكُمْ خِزْيٌ فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يُرَدُّوْنَ اِلٰٓى اَشَدِّ الْعَذَابِ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ تو عدل کو احسان سے الگ کرنا ایسا ہے جیسا کہ دین خداوندی کا انکار۔ ہماری قوم اس میں کھلم کھلا مبتلا ہو چکی ہے لیکن ہم عام مسلمانوں اور مجاہدین میں فرق کرتے ہیں وہ مجاہد طائفہ وہ ہے جو جہاد میں مسلسل کوشاں ہے۔ ان مجاہدین کے مقابلہ میں حکومت کی پوری طاقت اور متقاعدین کی پوری قوت صرف ہو رہی ہے جو انہیں جہاد سے روکنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ اس لئے ہم جو لوگ کانگریس میں شامل ہیں اور ان متقاعدین سے الگ ہیں کیونکہ کانگریس ہی میں وہ کمزور گروہ مجاہدین کا مل چکا ہے

اور وہ آزادی حاصل کرنے کے لئے کوشش کر رہا ہے۔ اور یہ متقاعدین کا طبقہ ہمیں کانگریس سے ملنے سے روکتا ہے۔ اور وہ آیات اور احادیث پیش کرتا ہے جو کفار سے اشتراک نہ کرنے کے لئے موجود ہیں۔ حالانکہ یہ متقاعدین خود انگریزوں کے ساتھ مل چکے ہیں۔ اور یہ بہت بڑے گناہ کے خود مرتکب ہو چکے ہیں۔ اور یہ بھی بقول انکے ہماری طرح عمل کر رہے ہیں یعنی موالات بالکفار بس خدا کے سامنے ہی فریاد ہے۔ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اشْتَرَوُا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا بِالْاٰخِرَةِ فَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ یہ نتیجہ ہے سیاست کو احسان سے الگ کرنے کا۔ اور احسان بھی بدل جاتا ہے۔ کفر سے امداد کرنے سے اللہ اس سے ہمیں نجات دے اور مسلم قوم کو اس چیز سے بچانے کی کوشش کرتے ہیں۔ جب کہ مسلم قوم انگریزوں کے ساتھ موالات کر چکی ہے۔

مسئلہ اُخریٰ جب ذوقِ سیاست بگڑ جاتا ہے تو انسان حق و باطل کی تمیز پر قادر نہیں رہتا۔ اس بات کی تنبیہ اللہ تعالیٰ نے ۸۷ سے ۸۹ تک کی ہے۔

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ وَقَفَّيْنَا مِنْۢ بَعْدِهٖ بِالرُّسُلِ وَاٰتَيْنَا

اور بیشک دی ہم نے موسیٰ کو کتاب اور پے در پے بھیجے اس کے پیچھے رسول اور دیئے ہم نے

عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ الْبَيِّنٰتِ وَاَيَّدْنٰهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ ؕ اَفَكُلَّمَا

عیسےٰ مریم کے بیٹے کو معجزے صریح اور قوت دی اسکو روح پاک سے پھر بھلا کیا جب تمہارے

جَآءَكُمْ رَسُوْلٌۢ بِمَا لَا تَهْوٰٓى اَنْفُسُكُمُ اسْتَكْبَرْتُمْ ۚ فَفَرِيْقًا كَذَّبْتُمْ ؗ

پاس لایا کوئی رسول وہ حکم جو نہ بھایا تمہارے جی کو تو تم تکبر کرنے لگے۔ پھر ایک جماعت کو جھٹلایا

وَفَرِيْقًا تَقْتُلُوْنَ ﴿۸۷﴾ وَقَالُوْا قُلُوْبُنَا غُلْفٌ ؕ بَلْ لَّعَنَهُمُ اللّٰهُ بِكُفْرِهِمْ

اور ایک جماعت کو تم نے قتل کر دیا اور کہتے ہیں ہمارے دلوں پر غلاف ہے بلکہ لعنت کی ہے اللہ نے ان کے کفر کے

فَقَلِيْلًا مَّا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۸۸﴾ وَلَمَّا جَآءَهُمْ كِتٰبٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُصَدِّقٌ

سبب سو بہت کم ایمان لاتے ہیں اور جب پہنچی ان کے پاس کتاب اللہ کی طرف سے جو سچا بتاتی ہے

لِّمَا مَعَهُمْ ۙ وَكَانُوْا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُوْنَ عَلَى الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۚ فَلَمَّا جَآءَهُمْ

اس کتاب کو جو ان کے پاس ہے اور پہلے سے فتح مانگتے تھے کافروں پر پھر جب پہنچا ان کو جس کو پہچان رکھا تھا تو اس سے

مَّا عَرَفُوْا كَفَرُوْا بِهٖ ۚ فَلَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ﴿۸۹﴾ بِئْسَمَا اشْتَرَوْا بِهٖ

منکر ہو گئے سو لعنت ہے اللہ کی منکروں پر بُری چیز ہے وہ جس کے بدلے بیچا

أَنفُسَهُمْ أَن يَكْفُرُوا بِمَا أَنزَلَ اللَّهُ بَغْيًا أَن يُنَزِّلَ اللَّهُ

انہوں نے اپنے آپ کو کہ منکر ہوئے اس چیز کے جو اتاری اللہ نے اس ضد پر کہ اتارے اللہ

مِن فَضْلِهِ عَلَىٰ مَن يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ ۖ فَبَاءُوا بِغَضَبٍ عَلَىٰ غَضَبٍ

اپنے فضل سے جس چیز پر چاہے اپنے بندوں میں سے سو کما لائے غصہ پر غصہ

وَلِلْكَافِرِينَ عَذَابٌ مُّهِينٌ ﴿٩٠﴾

اور کافروں کے واسطے عذاب ہے ذلت کا

یہودی قوم نے حضرت موسٰی علیہ السلام کے بعد بہت سے پیغمبروں کا انکار شروع کر دیا۔ اور حضرت عیسٰی علیہ السلام کا انکار خاص طور پر کیا یہ تمام کا تمام ان کے ذوق سیاست بگڑ جانے کا نتیجہ تھا۔ کہ انہوں نے اتباعِ کتاب ترک کر دیا۔ اور خواہشات کی اتباع شروع کر دی۔ تو ان کا مذہب یہ بن چکا تھا۔ کہ جو خواہشات کے خلاف بات ہو وہ باطل ہے ان پر غضب نازل ہونے کا سبب یہی بات بنی۔ بتدریج ان سے حکومت چھن گئی۔ کیوں کہ ذوق سیاست کا بگڑ جانا انسان کو حکومت قائم کرنے سے محروم کر دیتا ہے۔ تو ان کا حکومت قائم کرنے سے دُور ہو جانا یہ ڈبل غضب ہے اس لئے غَضَبٌ عَلٰی غَضَبٍ ہے فرمایا گیا۔ تو اس سے معلوم ہوا کہ غضب کے معنٰی قرآن کی زبان میں یہ ہے کہ انسان دین سے واقف ہو لیکن سیاست قائم نہ کرنے والا ہو دین کے اصول پر پھر چوں کہ ان کے نظریات ایسے ہوتے ہیں جن کی تحقیق روئے زمین پر ممکن نہیں ہوتی اسلئے وہ ڈبل بُعد ہوتا ہے اسی وجہ سے غضب عَلٰی غَضَب ہوتا ہے۔ جب کسی قوم سے حکومت سلب ہو جاتی ہے تو وہ دوسری قوم کی اتباع کرنے لگتی ہے تو یہ بھی رسوا کرنے والا (مہین) عذاب ہوتا ہے انہیں دنیا میں وَلَقَدْ اٰتَیْنَا مُوْسٰی سے تَقْتُلُوْنَ تک

وَقَالُوْا قُلُوْبُنَا غُلْفٌ یعنی جب وہ محال قسم کے نظریات کا تخیل باندھتے ہیں۔ اور ان کے ذہن میں یہ بات بیٹھ جائے گی وہ ایسی سیاست چلانے کے قابل ہی نہیں رہتے جو روئے زمین پر چلنے کے قابل ہو۔ اور وہ ایسی سیاست سے موافق نہیں ہوئے جو دنیا پر چلنے کے قابل ہو کیوں کہ یہ بات ان کی عقلوں تک رسائی ہی نہیں کرتی یہی معنی ہے جو ہم نے قُلُوْبُنَا غُلْفٌ میں سمجھے ہیں۔ یعنی ان کے دل ایسی سیاست کو قبول ہی نہیں کرتے اور ایسے نظریات کو تسلیم ہی نہیں کرتے جو دنیا پر چلنے والی سیاست کے ہوں۔ اور دنیا پر رائج ہوں۔ دراصل یہ نتیجہ کفر کا ہے۔ جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے اس طرح کیا ہے اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْكِتٰبِ وَتَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ یہی کفر انکا ذوقِ سیاست بگاڑنے والا ہے ان رجعت پسند لوگوں کا۔ وہ لوگ اسی لئے انکار کرتے ہیں۔ جو اجتماعیات اور فطرۃ انسانیہ سے واقف ہوتے ہیں۔

کہ ان رجعت پسند لوگوں سے سیاست قائم کرنا اور حکومت چلانا ممکن ہی نہیں۔ یہود منتظر ہیں مسیح کے ایسا مسیح جو منجی ہے لیکن
جب پیغمبر آئے حتیٰ کہ مسیح بھی آیا تو انہوں نے انکار کیا، تکذیب کی۔ یا قتل کیا کیوں کہ ان کے ہاں مسیح کے حق میں چند مخصوص
افکار و خیالات ہوتے ہیں کہ وہ آسمان سے کوئی مدد لائے گا۔ اور اسی طرح کے اور عقائد۔ ذرا متقاعد مسلمان بھی اپنے
حالات پر غور کریں کیا ان کے ہاں بھی یہی خیالات ہیں؟ کہ انہوں نے یعنی مسلمانوں نے اپنے دین کے قیام کو معلق اور
موقوف کر دیا ہے ایک موہوم انسان پر جیسے مہدی یا مسیح کا آنا لیکن ہماری تحقیق احادیث اور تفسیر قرآن میں یہ کہ موہوم آنا ان
دو شخصیتوں کا ہے۔ یقینی باتوں میں سے نہیں۔

صاحب المواقف نے عقائد ایمانیہ میں ان چیزوں کا ذکر تک نہیں کیا۔ اکثر محققین کی غلطیوں کو دور کیا ہے۔ جو
شخص مہدی اور مسیح کو قیام اسلام کے لئے ضروری مانتا ہے وہ یورپ کے سوشلسٹوں پر ذرا نظر ڈالے کہ وہ بغیر مہدی اور
مسیح کے جہاد میں بڑھ رہے ہیں۔ اور مسلمان باوجود قرآن اور سنہری تاریخ اور ایک متحرک قوم کے محتاج ہیں ایسی بات
کی جس کے یہودی محتاج تھے پس چاہیے کہ ذرا غور و فکر کریں۔ ذرا انہیں غور و فکر سے معلوم ہوگا کہ یہ پست ذہن یہود و
نصاریٰ کی طرف سے ان کے اندر مل چکا ہے۔ ﴿لَمَّا جَآءَهُمْ كِتٰبٌ﴾ کافروں نے جس طرح بنی اسرائیل کے انبیاء کا انکار
کیا اسی طرح انہوں نے قرآن کا انکار کیا کیوں کہ ان کا ذوق سیاسی بگڑ چکا تھا اس بات کا اعتراف ابن عربی جیسے مہدی کے
معتقد نے بھی کیا ہے۔ کہ جو زیادہ منتظر ہیں مہدی کے وہی پہلے مہدی کے منکر ہوں گے اور مہدی انہیں قتل کرے گا۔
خلاصہ کلام یہ کہ مسلمان اپنی سیاست حاصل کرنے کے لئے حسب طاقت کوشش کریں اگر مہدی وغیرہ کوئی آئے گا تو ان کی
مدد کرے گا۔ اور ان میں شامل ہو جائے گا لیکن متقاعدین کی مثال تو ٹھیک ان یہودیوں کی طرح ہے جو پہلے منتظر
تھے۔ اور فتح حاصل کرنے کے گمان میں تھے لیکن جب پیغمبر آیا تو انہوں نے انکار کیا، برا کیا جو کچھ کیا۔ یہی بِئْسَ
مَا اشْتَرَوْا بِهٖ سے مُّهِيْنٌ تک میں فرمایا گیا ہے۔ اس سے یہ بھی ظاہر ہوا کہ وہ حق کا اعتراف نہیں کرتے
البتہ جب اُن کے رائے کے مطابق ہو تو وہ مانتے ہیں۔ اور جب حق دوسرے کے پاس موجود ہو تو بھی اتباع
نہیں کرتے۔

مسئلہ اخری: یہودیوں پر حجت قائم کی گئی ہے۔

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ اٰمِنُوْا بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا نُؤْمِنُ بِمَآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا

اور جب کہا جاتا ہے ان سے مانو اس کو جو اللہ نے بھیجا ہے۔ تو کہتے ہیں ہم مانتے ہیں۔ جو اترا ہے ہم پر

وَيَكْفُرُوْنَ بِمَا وَرَآءَهٗ وَهُوَ الْحَقُّ مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَهُمْ

اور نہیں مانتے اس کو جو سوا اس کے ہے حالانکہ وہ کتاب سچی ہے تصدیق کرتی اس کتاب کی جو ان کے پاس ہے

کہ وہ کہتے ہیں نُؤْمِنُ بِمَآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا یعنی تورات پر ایمان رکھتے ہیں۔ اور تورات کے سوا نہیں مانتے۔ لیکن جب تورات کے مطابق کوئی چیز نازل ہو اور اس پر ایمان نہ لائیں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ دراصل تورات ہی کے منکر ہیں اور ان کا پہلا ایمان ضعیف تھا۔ اسی بات کی طرف اشارہ ہے۔

قُلْ فَلِمَ تَقْتُلُوْنَ اَنْۢبِيَآءَ اللّٰهِ مِنْ قَبْلُ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿٩١﴾

کہدو پھر کیوں قتل کرتے رہے ہو اللہ کے پیغمبروں کو پہلے سے اگر تم ایمان رکھتے تھے۔

وَلَقَدْ جَآءَكُمْ مُّوْسٰى بِالْبَيِّنٰتِ ثُمَّ اتَّخَذْتُمُ الْعِجْلَ مِنْۢ بَعْدِهٖ وَ

اور آچکا تمہارے پاس موسیٰ صریح معجزے لے کر پھر بنالیا تم نے بچھڑا اس کے گئے پیچھے

اَنْتُمْ ظٰلِمُوْنَ ﴿٩٢﴾ وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَكُمْ وَرَفَعْنَا فَوْقَكُمُ الطُّوْرَ

اور تم ظالم ہو اور جب ہم نے لیا قرار تمہارا اور بلند کیا تمہارے اوپر کوہ طور کو

خُذُوْا مَآ اٰتَيْنٰكُمْ بِقُوَّةٍ وَّاسْمَعُوْا قَالُوْا سَمِعْنَا وَعَصَيْنَا وَاُشْرِبُوْا

پکڑو جو ہم نے تم کو دیا زور سے اور سنو۔ بولے سنا ہم نے اور نہ مانا اور پلائی گئی

فِىْ قُلُوْبِهِمُ الْعِجْلَ بِكُفْرِهِمْ

ان کے دلوں میں محبت اسی بچھڑے کی بسبب انکے کفر کے

کہ یہ ایمان مخلوط بالکفر ہے۔ اس لئے ان گناہوں کو چھوڑیں۔

قُلْ بِئْسَمَا يَاْمُرُكُمْ بِهٖٓ اِيْمَانُكُمْ اِنْ كُنْتُمْ

کہدے کہ بُری باتیں سکھاتا ہے تم کو ایمان تمہارا اگر تم

مُّؤْمِنِيْنَ ﴿٩٣﴾

ایمان والے ہو۔

اور نصرت حق میں مصروف ہو جائیں۔ اور ان کا موجودہ عمل کفریات کا ایسا ہی ہے جیسے کہ ان کا پہلا ایمان تھا یعنی بِئْسَمَا يَاْمُرُكُمْ بِهٖٓ اِيْمَانُكُمْ۔

مسئلہ اُخریٰ | ان کے بطلان کی عملی دلیل ہے جیسے کہ نظری دلیل ان کے کفر پر گذر چکی ہے۔

قُلْ اِنْ كَانَتْ لَكُمُ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ عِنْدَ اللّٰهِ خَالِصَةً مِّنْ دُوْنِ

کہہ دے کہ اگر ہے تمہارے واسطے آخرت کا گھر اللہ کے ہاں تنہا سوا اور

النَّاسِ فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۹۴﴾

لوگوں کے تو تم مرنے کی آرزو کرو اگر تم سچ کہتے ہو

یعنی اگر تم نجات کو اپنے لئے مخصوص کرتے ہو تو موت کو طلب کرو۔ یہی حال مسلمان فرقوں میں ہے کہ وہ سوائے اپنے فرقوں کے کسی دوسرے فرقہ کو ناجی نہیں سمجھتے یہ دراصل ان کے تقاعد کے سبب سے ہے۔ یعنی جب تمہاری نجات یقینی ہے تو جہاد کرو جنگ کرو اور جنت میں داخل ہو جاؤ اس حقیر زندگی پر کیوں اکتفا کرتے ہو۔ تمنائے موت کا مفہوم ہمارے نزدیک یہ ہے کہ جب کوئی شخص اپنے آپ کو حق پر سمجھتا ہے تو وہ باطل پرستوں کی مخالفت کرے۔ اور ان کے ساتھ جہاد و قتال کرے۔ اس کے لئے جہاد آسان ہے لیکن جب قتال سے دبکے ہوئے ہوں تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنی حقانیت پر یقین نہیں رکھتے۔ اسی طرف اشارہ ہے۔

وَلَنْ يَّتَمَنَّوْهُ اَبَدًۢا بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ ۗ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالظّٰلِمِيْنَ ﴿۹۵﴾

اور ہرگز موت کی آرزو نہ کریں گے کبھی بہ سبب ان گناہوں کے کہ بھیج چکے ہیں انکے ہاتھ اور اللہ خوب جانتا ہے گنہگاروں کو

وَلَتَجِدَنَّهُمْ اَحْرَصَ النَّاسِ عَلٰى حَيٰوةٍ ۚ وَمِنَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا ۚ

اور تو دیکھے گا ان کو سب لوگوں سے زیادہ حریص زندگی پر اور زیادہ حریص مشرکوں سے بھی

يَوَدُّ اَحَدُهُمْ لَوْ يُعَمَّرُ اَلْفَ سَنَةٍ ۚ وَمَا هُوَ بِمُزَحْزِحِهٖ مِنَ

چاہتا ہے ایک ایک ان میں کا کہ عمر پاوے ہزار برس اور نہیں اس کو بچانے والا

الْعَذَابِ اَنْ يُّعَمَّرَ ۗ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِمَا يَعْمَلُوْنَ ﴿۹۶﴾

عذاب سے اس قدر جینا اور اللہ دیکھتا ہے جو کچھ وہ کرتے ہیں

بلکہ وہ حیاتِ دنیا کی تمنا کریں گے۔ وَلَتَجِدَنَّهُمْ اَحْرَصَ النَّاسِ عَلٰى حَيٰوةٍ الخ

مسئلہ اُخرٰی جب کوئی قوم میدانِ عمل میں شکست کھاتی ہے تو وہ فلسفہ کی طرف رجوع کرتی ہے اور اسے اپنی خواہشات کے مطابق ڈھالنے کی کوشش کرتی ہے۔ اور لوگوں کے سامنے اس فلسفہ سے اپنی صداقت کا ثبوت مہیا کرتی ہے تو اس فلسفہ کا ابطال بھی اتمامِ حجت کے طور پر ہے۔ یہودی کہتے ہیں کہ بعض ستارے ہمارے دشمن ہیں۔ اور ہم ایسے دشمن ستاروں کے ذریعے نازل ہونے والے افکار کو قبول نہیں کر سکتے۔ یہ فکر دراصل صابی مذہب سے ماخوذ ہے کہ وہ ستارہ کی امداد کے متمنی ہوتے

ہیں. جب وہ ستارہ ہبوط کے مقام پر ہو تو وہ سمجھتے ہیں کہ ہم ترقی نہیں کر سکتے جب کہ یہ ستارہ عروج کی طرف نہ چلا جائے. تو یہ فلسفہ بھی ان کا باطل ثابت ہوا کیوں کہ اس میں بھی اختلاط ہے اور یقینی امر کوئی نہیں. یہودی اسی طرح حظیرۃ القدس کے ائمہ کے قائل ہیں. انہیں یہ معلوم نہیں کہ ائمہ حظیرۃ القدس ایک ہی مزاج پہ ہیں ان میں تفریق ممکن ہی نہیں. اس مسئلہ کی طرف قرآن نے اشارہ کیا ہے۔

قُلْ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّجِبْرِيْلَ فَاِنَّهٗ نَزَّلَهٗ عَلٰى قَلْبِكَ

تو کہہ دے جو کوئی ہوے دشمن جبریل کا سو اس نے تو اُتارا ہے یہ کلام تیرے دل پر

بِاِذْنِ اللّٰهِ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ وَهُدًى وَّبُشْرٰى

اللہ کے حکم سے کہ سچا بتانے والا ہے اس کلام کو جو اس کے پہلے ہے اور راہ دکھاتا ہے اور خوشخبری سناتا

لِلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۹۷﴾ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّلّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَرُسُلِهٖ

ہے ایمان والوں کو جو کوئی ہوے دشمن اللہ کا اور اس کے فرشتوں کا اور اسکے پیغمبروں کا

وَجِبْرِيْلَ وَمِيْكٰلَ فَاِنَّ اللّٰهَ عَدُوٌّ لِّلْكٰفِرِيْنَ ﴿۹۸﴾

اور جبریل اور میکائیل کا تو اللہ دشمن ہے ان کافروں کا

وَلَقَدْ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ اٰيٰتٍۢ بَيِّنٰتٍ ۚ وَمَا يَكْفُرُ بِهَآ

اور ہم نے اُتاریں تیری طرف آیتیں روشن اور انکار نہ کریں گے ان کا

اِلَّا الْفٰسِقُوْنَ ﴿۹۹﴾

مگر وہی جو نافرمان ہیں

حظیرۃ القدس کے بیانِ حقیقت میں یہ آیت واضح ہے اور اس آیت کا کوئی دین انکار نہیں کرتا. اس کا انکار وہی کرے گا. جو باطل پروگرام پر چل رہا ہو اور حق کا مقابلہ کر رہا ہو

مسئلہ اُخری: فلسفہ کا نتیجہ نظریات سیاسیہ ہے. لیکن جیسا کہ ان کا تخیل باطل ہو چکا ہے. اور حقائق سمجھنے پر کما حقہٗ قادر نہیں ہیں تو اس لئے ان کی قوتِ عملی بھی باطل ہو چکی ہے جو سیاست کے لئے چاہیئے تھی. اس لئے وہ معاہدات پر قائم نہیں رہ سکتے. اور یہ نقص اس درجہ تک پہنچ چکا ہے کہ وہ اپنے پیغمبروں کے ساتھ کئے ہوئے وعدوں کو بھی پورا نہیں کر سکیں گے. اس لئے انکا اشتراک بھی منکرین نبوت کے زمرہ میں ہو چکا ہے اسی بات کی طرف اشارہ ہے

اَوَ كُلَّمَا عٰهَدُوْا عَهْدًا نَّبَذَهٗ فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۰۰﴾

کیا جب کبھی باندھیں گے کوئی قرار۔ تو پھینک دے گی اس کو ایک جماعت بلکہ ان میں سے اکثر یقین نہیں کرتے

جب ان میں وفاءِ عہد کی قدرت نہیں تو سیاسیات عملیہ پر بھی قادر نہیں اسلئے کہ سیاسی جماعتیں اسکے لئے ہیں جو عہد پر مستقیم ہو اور جو ان سے خارج ہو جائے ان کا بدلہ قتل ہے۔ کیسے ممکن ہے کہ وہ سیاسیات میں رہ سکیں؟ یہی مراد ہے آیت نمبر ۱۰۰ سے

ائمہ دین سے نقص عہد کا مسئلہ مستقل طور پر آیت نمبر ۱۰۱ میں ہے

وَلَمَّا جَآءَهُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ نَبَذَ

اور جب پہنچا ان کے پاس رسول اللہ کی طرف سے تصدیق کرنے والا اس کتاب کی جو ان کے پاس ہے تو

فَرِيْقٌ مِّنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ ۙ كِتٰبَ اللّٰهِ وَرَآءَ ظُهُوْرِهِمْ

پھینک دیا ایک جماعت نے اہل کتاب سے کتاب اللہ کو اپنی پیٹھ کے پیچھے

كَاَنَّهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۰۱﴾

گویا کہ وہ جانتے ہی نہیں

جب انہوں نے یہ بھانپ لیا کہ پیغمبر اتباع کتاب کیلئے انہیں لازمی طور پر ہدایت کرتا ہے تو انہوں نے اپنا عہد ترک کر دیا جو عہد ان کا ائمہ دین سے تھا۔ کیوں کہ ائمہ کے ساتھ وفا کا معنیٰ یہ ہے کہ وہ کتاب اللہ کے قیام کا وعدہ کر چکے تھے۔ ان لوگوں نے کتاب اللہ کو چھوڑ دیا ہے۔ اور وحی شیاطین وحی ملائکہ سے ملی جلی باتوں کے پیچھے پڑ گئے ہیں۔ اور عملیات حُبّ اور بُغض کو دین سمجھ لیا ہے۔ یہی حال ہمارے مسلمانوں میں ائمہ مساجد میں پایا جاتا ہے کہ ان کے پاس عملیات کی کتابیں ہوتی ہیں۔ جن میں ادعیہ مبارکہ، سور قرآنیہ، اسمائے الٰہی ہوتی ہیں۔ اور عملیات ہوتی ہیں۔ مثلاً جب کوئی آدمی غریب ہو جائے تو سورۂ مزمل کو صبح کے بعد ہمیشگی کے ساتھ پڑھنے کو کہا جاتا ہے۔ یا کہا جاتا ہے کہ یا مُغنی یا یا باسط پڑھا کرو۔ سیحج کو اکب نکالنے کے متعلق عملیات ہیں۔ عملیات کی کتابیں دو فصلوں پر مشتمل ہوتی ہیں ہم نے ہندوؤں کی کتابوں میں مردوں اور عورتوں کے متعلق دعائیں دیکھی ہیں اسیطرح کو اکب سے التجا اور ان سے دعا بھی ان کی کتابوں میں موجود ہے۔ مسلمانوں کے دیہاتی امام مسجد بھی نماز جنازہ پڑھانے مردوں کی تجہیز و تکفین نومولود کے کان میں اذان دینے اور عقیقہ اور قربانی کی ذبح کرنے پر مامور ہوتے ہیں۔ یہ تمام اعمال ایسے ہیں جن کی طرف آج مسلمان اپنے معاشرہ میں ضرورت مند ہیں۔ جب امام پاک دامن ہو تو لوگ اس کی عظمت و عزت کرتے ہیں۔ پھر لوگوں کو حاجات درپیش ہوتی ہیں۔ اور ائمہ مساجد سے تعویذ لیتے ہیں اگر فائدہ ہو تو امام مسجد کی عظمت لوگوں میں بہت بڑھ جاتی ہے۔ میں نے پنجابی اور سندھی زبانوں میں اس قسم کے بڑے رسالے اور کتابیں ائمہ مساجد کے پاس دیکھی ہیں

جو عوام کے ایمانیات شرکیات اور عقائد پر ہوتی ہیں۔ اور جمعہ کے خطبہ کے متعلق اشعار کی کتابیں ہوتی ہیں۔ اور فقہ کی کتاب ان ائمہ مساجد کے نزدیک صرف طہارت کے مسئلے ہیں۔ یا نماز جنازہ یا جمعہ کے مسائل۔ یہ پست ذہن گروہوں اور آبادیوں میں ہندوستان میں چیزیں پائی جاتی ہیں۔ یہی حال یہود کا تھا۔ اور ہمارا گمان غالب ہے کہ مسلمانوں میں یہ چیزیں بھی یہودیوں سے آئی ہیں ہم آیت نمبر ۱۰۲ کی تشریح اسی نظریہ پر کرتے ہیں۔

وَاتَّبَعُوْا مَا تَتْلُوا الشَّيٰطِيْنُ عَلٰى مُلْكِ سُلَيْمٰنَ وَمَا كَفَرَ سُلَيْمٰنُ

اور پیچھے ہو لئے اس علم کے جو پڑھتے تھے شیطان سلیمان کی بادشاہت کے وقت اور کفر نہیں کیا سلیمان نے

وَلٰكِنَّ الشَّيٰطِيْنَ كَفَرُوْا يُعَلِّمُوْنَ النَّاسَ السِّحْرَ وَمَا اُنْزِلَ

لیکن شیطانوں نے کفر کیا۔ کہ سکھلاتے تھے لوگوں کو جادو اور اس علم کے

عَلَى الْمَلَكَيْنِ بِبَابِلَ هَارُوْتَ وَمَارُوْتَ

پیچھے ہوئے جو اترا دو فرشتوں پر شہر بابل میں جن کا نام ہاروت اور ماروت ہے

حضرت سلیمان نے قوی لوگ جمع کئے تھے مانند جنات کے۔ عام لوگ جب انکا تصور کرتے ہیں تو بشر سے انہیں بہت زیادہ قوی تصور کرتے ہیں حضرت سلیمانؑ نے ان قوی اور طاقتور لوگوں کو سرکش گروہوں سے ان کے بادشاہوں کے ذریعہ سے مسخر کئے تھے۔ اور سخت کاموں کے لئے انہیں مامور کیا تھا۔ اور بنی اسرائیل کو اچھے کاموں کے لئے مقرر کیا تھا۔ یہ جنات سلیمان علیہ السلام کے ماتحت فرائض سرانجام دیتے تھے اور قوی عاملین کی تسخیر کے ذریعہ کام کرتے تھے۔ ان یہودیوں کا عقیدہ تھا کہ وہ حضرت سلیمان کے علم کے بغیر بھاگ نہیں سکتے ہمارے نزدیک یہ حقیقت ہے کہ عالم مثال کے ادنیٰ طبقات میں سے مثالی قوتوں کو مسخر کرتے تھے۔ مگر یہ چند ایسے اعمال کے ذریعہ جنہیں وہ لازم اور ضروری کر لیتے تھے۔ اور یہ بھی جنات شیاطین کی وحی کے ذریعہ ہوتا تھا لیکن قوی عالیہ کے ساتھ انسان کا اتصال مشکل ہے۔ ان لوگوں نے سنت شرکیہ قائم کی تھی جس کے ذریعہ قوی مثالیہ کی تسخیر پر قادر ہوگئے تھے۔ یہ بات ہندوستان میں بھی موجود ہے مشرک ہندوؤں میں اولوالعزم لوگ ہیں جو تعویذات اور اعمال شرکیہ کے ذریعہ لوگوں کی مشکلات سے چھٹکارا دیتے ہیں مثلاً شفاء مرض وغیرہ۔ اگر ہم ان چیزوں کا نام جادو رکھیں تو کوئی حرج نہیں۔ کیوں کہ یہ تدین کے ذہن کے قریب ہے ورنہ حقیقت میں جادو مستقل دوسری چیز ہے۔ مسلم صوفیہ کی جماعت میں بھی وہ لوگ ہیں جنہوں نے جادو سیکھا ہے اور عملیات تمام کی تمام ہندوں سے لی ہیں پھر شرکیات سے انہیں الگ کر کے ان میں اسماء الٰہیہ شامل کر دیتے ہیں۔ تو ان میں تاثیر بھی پہلی رہتی ہے۔ اور شرک بھی نہیں ہوتا۔ ہمارے پاس ایک صوفی شیخ محمد غوث گوالیاری تھا

جس نے جواہر خمسہ کتاب تصنیف کی اور شیخ وجیہ الدین گجراتی بڑا عالم ہے جس کا حاشیہ جامی اور شرح نخبہ پر ہے۔ اس نے شیخ محمد غوث سے یہ طریقہ اخذ کیا۔ ان کے پاس بعض لوگ حجاز میں آئے اور بہت سے علما حجاز سے یہ چیزیں حاصل کیں مجتہدین مسلمان یہ باتیں دیکھ کر ہم سب کو باطل قرار نہیں دے سکتے۔ اسی واسطے امام ولی اللہ دہلوی نے تفہیمات الٰہیہ میں ان کے اصول کی شرح کی ہے۔ ایک مشہور مغربی عالم بالبونی کے پاس بھی اسی قسم کے اعمال ہیں۔

ہم کہتے ہیں کہ یہود نے کتاب اللہ کو چھوڑ کر شیطانی اعمال میں مشغول ہو گئے۔ وہ اعمال جو سلیمان کے زمانہ میں کفریات و شرکیات کے جاری ہو گئے تھے۔ جیسے آج کل کے ہندو مشغول ہیں۔ واتبعوا ما انزل علی الملکین الخ یعنی دو نیک آدمی مانند فرشتوں کے جیسے محمد غوث اور البونی کے۔ وہ بابل میں تھے یعنی ہاروت و ماروت، تو یہودیوں نے شیطان اور ملائکہ کے مخلوط اعمال کی اتباع شروع کر دی اور شیطانی اور ملکوتی چیزوں کی تعلیم حاصل کرنا شروع کر دیا وَ اتَّبَعُوْا مَا تَتْلُوا الشَّیٰطِیْنُ سے مَآ اُنْزِلَ عَلَى الْمَلَكَيْنِ الخ عام مفسرین نے ہاروت و ماروت کے لئے ضمیر بنائے ہیں اور خلط ملط کر دیتے ہیں۔ مولانا محمد اسمٰعیل شہید اپنی کتاب ایضاح الحق میں حالت اجتماعیہ مراد لیتے ہیں جو مسلمان عالموں کی ہے جیسا کہ وہ مسلمان عالم امام ولی اللہ کے خلاف سینہ سپر ہو گئے ہیں۔ کتاب اللہ کو چھوڑ کر فلسفہ یونانی ارسطو افلاطون فقہ حنفی شافعی کے پیچھے پڑ گئے ہیں۔ سوائے فلسفہ فقہ کے کچھ نہیں جانتے۔ مولانا اسمٰعیل شہید ان عالموں کو بھی ان یہودیوں کی طرح قرار دیتے ہیں۔ وہ یہود جو شیطانی ملکوتی تعلیم کے پیچھے پڑ جاتے ہیں ہم نے یہی بات دیکھی ہے جسے تفاسیر نے نہیں لیا۔ اور دینی اجتماعیت کو حالت انحطاط میں دیکھا ہے یہ اسی طرح تنزّل پذیر ہے۔ ہندوستان مسلمانوں میں یہ انحطاط عام ہے۔ ہمیں علم ہے کہ دولت عثمانیہ کے زمانہ میں حرمین میں اکثر لوگ عملیات کے متعلق سوال کرتے تھے اور حج کے موسم میں جمع ہوتے تھے دلائل الخیرات۔ قصیدہ بردہ دونوں کتابیں حرمین میں ظاہر و موجود ہیں۔ یہ نوع متقارب ہے۔ اسی طرح مختلف قسمیں ہیں لوگ بردہ مقصد حل کرنے کے لئے پڑھتے ہیں۔ لوگ مسلمانوں کو دعوت شرکیہ دیتے ہیں یہ ایک انحطاط کی حالت جاری ہو گئی ہے۔ اور ہمیشہ جاری رہے گی۔

وَ مَا كَفَرَ سُلَيْمٰنُ سے يُعَلِّمُوْنَ النَّاسَ السِّحْرَ شیاطین نے جادو کا طریقہ لوگوں میں پھیلایا ہوا تھا۔ اور حضرت سلیمان کے متعلق جمعیت سریہ منسوب کی ہوئی تھی۔ یہود ان باتوں سے متاثر ہوئے اور نبوت سلیمان پر ایمان نہ لائے اور یہ مشہور کر دیا کہ آخر عمر میں حضرت سلیمان علیہ السلام نے کفر و شرک کو رائج کر دیا تھا۔ یہ تمام باتیں یہودیوں کے اپنے خرافات ہیں شیطانی تلقینیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ الخ ان باتوں کی تردید کی کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے کفر نہیں کیا بلکہ شیطانوں نے کفر کیا ہے۔ اور لوگوں کو وہ جادو سکھاتے ہیں۔ انکشافات طبعی جو ہمارے زمانہ میں ہیں

اگر جاہل لوگوں کے سامنے انکاذ کر کیا جائے تو انہیں بھی جادو سمجھیں گے اسی طرح انکشافات مثالیہ ہیں۔ جنکا نام سحر رکھ دیتے ہیں۔ عالم مثال کے طبقات میں حکمۃ ولی اللہی نے اس کی تشریح کی ہے۔ حق محض حظیرۃ القدس میں منحصر ہے اور اس کے بعد دو طبقات ہیں (۱) متوسطہ (۲) سافلہ۔ ان میں حق بھی ہے باطل بھی ہے۔ سحر قویٰ مثالیہ کو مسخر کرنے سے پیدا ہوتا ہے اس بات پر شیطان جن ابن آدم برابر برابر قادر ہیں۔ جو لوگ ان چیزوں کا انکار کرتے ہیں وہ ان چیزوں سے واقف نہیں ہیں۔ جیسے کہ بعض متدین لوگ نجوم اور رمل کا انکار کرتے ہیں۔ کیوں کہ وہ بھی ان کی حقیقت سے واقف نہیں ہوتے۔ اور حکیم جب کچھ حقیقتوں سے ناآشنا ہو تو وہ لوگوں کو نقصان دیتا ہے اور اسی وجہ سے انبیاء اس کے سیکھنے سکھانے سے روکتے۔ ان حقائق پر احاطہ نہ ہونے کی وجہ سے نہ انکے ابطال کے سبب سے اور اس پر کسی مشکل کو حل کرنا آسان نہیں ہوتا

وَمَا يُعَلِّمٰنِ مِنْ اَحَدٍ حَتّٰى يَقُوْلَآ اِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَةٌ

اور نہیں سکھاتے تھے وہ دونوں فرشتے کسی کو جب تک یہ نہ کہہ دیتے کہ ہم تو آزمائش کے لئے ہیں۔

فَلَا تَكْفُرْ

سو تو کافر مت ہو

یہ نیک ارباب عملیات ہیں جو یہ شرط کرتے ہیں کہ ممنوع چیزوں میں عمل نہیں کریں گے۔ ہمارے نزدیک فقہ حنفی میں ہے کہ جو شخص قطعی حرام چیز کو کھانے میں بسم اللہ سے ابتدا کرے وہ کافر ہو جاتا ہے محرمات میں مقدمات کا استعمال کفر ہے۔

فَيَتَعَلَّمُوْنَ مِنْهُمَا مَا يُفَرِّقُوْنَ بِهٖ بَيْنَ الْمَرْءِ وَزَوْجِهٖ

پھر ان سے سیکھتے وہ جادو جس سے وہ جدائی ڈالتے ہیں مرد میں اور اس کی عورت میں

تعویذات حب و بغض یہ ان کے عمل کا مقصد اور غایت ہے ہم نے ایک معتبر آدمی سے ایک کہانی سنی ہے کہ ایک بہاتی امام مسجد کے پاس حب کا عمل تھا۔ عاشق لوگ اس سے عشقیات کے معاملہ میں تعویذ لیتے تھے۔ اور وہ ان سے بڑی رقم لیتا تھا لوگ اس کی شرارت سے تنگ آچکے تھے۔ ایک آدمی نے اسے توبہ کرانے کی ٹھانی اور اس کو سخت سزا دینے کا ارادہ کیا اس عامل کے پاس گیا۔ اور بہت رو رو کر کہا میں ایک عورت پر عاشق ہوں اس کا نام میں بیان نہیں کر سکتا مجھے تعویذ چاہیئے عامل نے کہا کوئی حرج نہیں اپنی معشوقہ کا نام اس کے باپ کا نام اس تعویذ پر لکھ لینا اس شخص نے عامل کی لڑکی کا نام لکھ دیا اور وہ لڑکی عامل کے گھر سے عاشق کے گھر چلی آئی۔ اس کے بعد عامل نے ہمیشہ کے لئے توبہ کی۔

وَمَا هُمْ بِضَآرِّيْنَ بِهٖ مِنْ اَحَدٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ

اور وہ اس سے نقصان نہیں کر سکتے کسی کا بغیر حکم اللہ کے

ہر حرکت ہر سکون ہر نفع اور ہر نقصان کائنات میں اللہ کی قدرت اور تدبیر سے واقع ہوتا ہے. مومن اور حکیم اس میں شک نہیں رکھتا. لیکن انسان اللہ کے حکم کی اتباع کے لیے مامور ہے اور خطیرۃ القدس کی طرف رجوع کرنے کیلئے مامور ہے اور اسے حکم ہے کہ وہ خطیرۃ القدس سے دور کرنے والی چیزوں کو ترک کرے. لیکن انسان جب اس مخصوص طریقہ سے ہٹ جائے اور مخالفت کرے خواہ یہ مخالفت اللہ کے امر و تدبیر میں جائز بھی ہے. بہر حال اس کے لئے یہ نقصان دہ ہے. اور اسے نفع نہیں دے گی. اسی بات کی طرف اشارہ ہے وَيَتَعَلَّمُونَ مَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنفَعُهُمْ میں.

وَيَتَعَلَّمُونَ مَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنفَعُهُمْ ــــ اسکے بعد

اور سیکھتے ہیں وہ چیز جو نقصان کرے ان کا اور فائدہ نہ کرے

وَلَقَدْ عَلِمُوا لَمَنِ اشْتَرَاهُ مَا لَهُ فِي الْآخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ

اور وہ خوب جان چکے ہیں کہ جس نے اختیار کیا جادو کو نہیں اس کے لئے آخرت میں کچھ حصہ

یعنی جو ان چیزوں میں مشغول ہو جائے گا. وہ انبیاء اور حظیرۃ القدس کے طریقہ سے بہت دور ہٹ جائے گا. انسان کے لئے یہ بھی حرام ہے کہ وہ حق و باطل سے مخلوط امور میں مشغول ہو جائے. یعنی فلسفہ نجوم سحر وغیرہ کیونکہ ان چیزوں کی انسانی سوسائٹی میں اشاعت ضروری اور لازمی اشیاء کی ترقی سے روک دیتی ہے.

وَلَبِئْسَ مَا شَرَوْا بِهِ أَنفُسَهُمْ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ

اور بہت ہی بری چیز ہے جس کے بدلے بیچا انہوں نے اپنے آپ کو اگر ان کو سمجھ ہوتی

یعنی انہوں نے جزوی اور حقیر چیزوں کے بدلے اپنی ذات کو بیچ دیا ہے. اگر وہ اس کے برعکس کتاب اللہ میں مشغول ہوتے تو وہ یقیناً حکماء اور ملوک کی صف میں شامل ہوتے.

وَلَوْ أَنَّهُمْ آمَنُوا وَاتَّقَوْا لَمَثُوبَةٌ مِّنْ عِندِ اللَّهِ خَيْرٌ

اور اگر وہ ایمان لاتے اور تقویٰ کرتے تو بدلا پاتے اللہ کے ہاں سے بہتر

یعنی علم و حکمت اور حظیرۃ القدس سے تعلق ان کے لئے بہتر تھا.

لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ

اگر ان کو سمجھ ہوتی

کاش وہ جانتے. یہ عنوان ثانی کی انتہا ہے. اس بات کا ثبوت پیش کیا گیا ہے کہ بنی اسرائیل حضرت موسیٰ کے بعد بہت سے اسباب کی بنا پر انتہائی پستی اور رجعت میں منتقل ہو چکے تھے. اور قرآن کے زمانہ میں ان کی پستی

مکمل ہو چکی ہے۔ پس بنی اسرائیل اس قابل نہیں کہ ان کے ساتھ کسی قسم کا اشتراک کیا جائے وہ ایک ایسے بیمار کی طرح ہیں جس کی تاثیر اور میل جول سے دور رکھنے کی انسان کو تاکید کی گئی ہے

عُنوانِ ثانی

آیت نمبر ۱۰۴ سے آیت نمبر ۱۲۱ تک

جب بنی اسرائیل کی حالت اس پستی تک پہنچ چکی جس کا ذکر عنوان ثانی میں ہو چکا ہے تو اس بات کا ان کا دین مستحق ہو گیا کہ وہ منسوخ کر دیا جائے۔ اس کے ساتھ ہی آنحضرت صلعم کی جماعت کا ایک حصہ یعنی انصار بنی اسرائیل کی صحبت سے اسلام سے پہلے متاثر تھے۔ اسلام لانے کے بعد بھی وہ انصار بنی اسرائیل کا احترام کرتے تھے۔ اس لئے ضروری تھا کہ انصار بنی اسرائیل سے اعراض کرنے کے متعلق جان لیں تاکہ بنی اسرائیل کی شکست خوردہ اور رجعت پسند اور رخصت و ذلت والی ذہنیت اس نئے دین میں اثر انداز نہ ہو۔ حکم خداوندی نازل ہوا

يٰٓاَيُّهَا	الَّذِيْنَ	اٰمَنُوْا	لَا تَقُوْلُوْا	رَاعِنَا
اے	ایمان	والو	تم نہ کہو	راعنا

تو ظاہری تشبہ امور مباحہ میں یہ مغالطہ دیتا تھا کہ نبی کے احترام کے معاملہ میں اس طریقہ مخصوصہ سے احترام کرنا چاہیئے حالاں کہ اللہ تعالیٰ کو یہ بتانا مقصود ہے کہ انبیاء کے متعلق یہود کو صحیح علم نہیں ۔ اس لیئے صوری تشبہ یعنی شکلی اور ظاہری مشابہت بھی ممنوع و محرم قرار دی گئی۔ کیوں کہ یہود ذو معنی الفاظ کا استعمال کرتے تھے لیکن اس میں بھی حکمت کی رعایت ملحوظ رکھی گئی۔ کہ وہ یہود کے مقصد کلام میں تعمق کریں جب دیکھیں کہ یہود کا مقصد کوئی دوسرا ہے تو اتباع نہ کریں ہم موجودہ زمانہ کے فقہا سے بچنے اور پرہیز کرنے کے متعلق اسلئے وہ کہتے ہیں کہ تشبہ بالکفار کی ممانعت تو کرتے ہیں لیکن اس حکم کی مراعات نہیں بیان کرتے۔ انہوں نے فقہ کو فاسد کر دیا ہے۔ لوگ حیران ہیں۔ اس واسطے انہوں نے فقہا کی پیروی چھوڑ دی ہے اور اپنی رائے اور خواہشات پر مضبوط ہو گئے ہیں اس کی ایک وجہ ہے کہ مسلمان اپنے اس فقہی قانون کی وجہ سے پستی کی حد تک پہنچ چکے ہیں۔ اس لئے اب تبدیلی ضروری ہے۔ یعنی تدوین فقہ از سر نو ہو) اور یہ تبدیلی بغیر انقلاب کے اور بغیر جہاد کے ممکن نہیں۔ مگر انقلاب اور جہاد کے مسائل سے مسلمانوں کو اسلئے دور رکھا جاتا ہے کہ اس سے امرا کا موجودہ نظام بگڑتا نظر آتا ہے

وَقُوْلُوا	انْظُرْنَا	وَاسْمَعُوْا
اور کہو	انظرنا	اور سنتے رہو

یعنی نبی پاک علیہ السلام سے براہ راست احکام اخذ کرو

وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۱۰۴﴾

اور کافروں کو عذاب ہے دردناک

یعنی انحطاط یافتہ یہود پر عذاب ضروری ہو چکا ہے۔ اگر وہ اپنی غلط روش کو ترک نہ کریں گے۔ اگر لوگوں لوگوں کو اپنی طرف بلائیں گے تو عذاب اور زیادہ ہوگا۔

مَا يَوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ وَلَا الْمُشْرِكِيْنَ اَنْ يُّنَزَّلَ

دل نہیں چاہتا ان لوگوں کا جو کافر ہیں اہل کتاب میں اور نہ مشرکوں میں اس بات کو کہ اترے تم

عَلَيْكُمْ مِّنْ خَيْرٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ ؕ وَاللّٰهُ يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ

پر کوئی نیک بات تمہارے رب کی طرف سے اور اللہ خاص کر لیتا ہے اپنی رحمت کے ساتھ جس کو

يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ﴿۱۰۵﴾

چاہے اور اللہ بڑے فضل والا ہے

اور حکمت اس حکم کی آیت ۱۰۵ میں بیان کی گئی ہے کہ مکہ کے مشرکین اور مدینہ کے اہل کتاب ان میں سے جس نے بھی اسلام اور قرآن کا انکار کیا وہ نہیں چاہے گا۔ کہ تمہارا دین منظم ہو وہ چاہتے ہیں کہ حکومت میں عسکریت قائم نہ ہو وہ اس طرح کے الفاظ استعمال کرتے ہیں جن کے دو معنی ہوتے ہیں اور نبی مقدس کو ایذا پہنچاتے ہیں۔ جن کا مفہوم تم نہیں سمجھتے اور ان کی اتباع کرتے ہو۔ حالاں کہ مسلمانوں کا ارادہ ایذاء نہیں ہوتا۔ یہ حکمت ہے جس سے تشبہ ترک کرنے کا حکم کیا گیا ہے

مَا نَنْسَخْ مِنْ اٰيَةٍ اَوْ نُنْسِهَا نَاْتِ بِخَيْرٍ مِّنْهَآ اَوْ مِثْلِهَا ؕ اَلَمْ تَعْلَمْ

جو منسوخ کرتے ہیں ہم کوئی آیت یا بھلا دیتے ہیں تو بھیج دیتے ہیں اس سے بہتر یا اس کے برابر کیا تجھ کو معلوم

اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۱۰۶﴾ اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ لَهٗ مُلْكُ

نہیں کہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔ کیا تجھ کو معلوم نہیں کہ اللہ ہی کے لئے سلطنت ہے آسمان

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِىٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ﴿۱۰۷﴾

اور زمین کی اور نہیں تمہارے واسطے اللہ کے سوا کوئی حمایتی اور نہ مددگار

اسی بات کا اشارہ آیۃ ۱۰۵ میں ہے مَا يَوَدُّ الَّذِيْنَ یعنی وہ نہیں چاہتے کہ حکم نازل منظم ہو اجتماعیت کے ساتھ اور اللہ تعالیٰ اپنی رحمت کیساتھ جسے چاہے خاص کر لیتا ہے وَاللّٰهُ يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ سے عَلَى الْعٰلَمِيْنَ تک

اہل کتاب نے انصار کے دماغ میں اسلام سے قبل یہ بات بٹھا رکھی تھی کہ تورات منسوخ نہیں ہوگی اور قرآن عظیم تورات کا ایک حصہ (ضمیمہ) ہے یہ انصار اسی واسطے یہود و نصاریٰ کا احترام کرتے تھے اس لئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔ مَا نَنسَخْ مِنْ آيَةٍ الخ جو چیز منسوخ ہوگی اس کا اعادہ نہیں کیا جائے گا۔ اور جو منسی ہوگی اس کا حکم کچھ عرصہ کے بعد باقتضاء مصلحت اعادہ کیا جائے گا۔ فَأْتِ بِخَيْرٍ امام ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ الفا الفانے اپنے شہکار حجۃ اللہ البالغہ میں شرح کی ہے کہ مثلیہ شریعت کے ساتھ خاص ہے اس میں خلافت نہیں ہوتی اور جب حالات بدلتے ہیں شریعت بھی بدل جاتی ہے اور قانون بھی۔ لیکن حکم کا درجہ اوّل کے مانند رہتا ہے۔ اور نسخ مع خلافت ہوتا ہے۔ اس قوم کے لئے جو نظم خلافت کا تہیا کرنے اور یہ شریعت پہلے سے بہتر ہوتی ہے تو یہ فکر کہ نسخ جائز نہیں صحیح نہیں ہے۔ أَلَمْ تَعْلَمْ أَنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ اس میں اشارہ ہے کہ جب حکام تبدیل کر دیئے جاتے ہیں قانون بھی بدل جاتا ہے۔ عدم نسخ کا معنی یہ ہوا کہ حکام بدل جائے ہیں اس لئے کہ یہود میں اقامت خلافت کی صلاحیت نہیں ہے لیکن قانون نہیں بدلتا۔ پس اللہ قادر ہے تبدیل قانون پر بھی جیسے کہ وہ تبدیل حکام پر قادر ہے۔ تو حکام کے لئے اس میں سہولت ہے کہ قانون ان کی زبان میں بدل جائے۔

تنبیہ

ہم نے ہندوستان میں الف ثانی کے آغاز میں اکبری قانون بہت اچھا مرتب دیکھا ہے ہندوستان کی تنظیم کے لئے اس کے بعد اکبر کے چھ جانشین ہیں۔ تین درجہ اوّل پر ہیں۔ تین درجہ ثانی پر ہیں۔ پھر اس کنبہ سے قوت حکومت ختم ہو چکی ہے اس کے بعد مغربی قوموں نے امپیریلزم سنبھال لیا اور ہندوستان محروم ہو گیا اس طرح ایک صدی گذر چکی ہے۔ پہلے انگریز ہندوستان میں مسلمانوں کے قاضیوں سے مدد لیتے رہے اور قانون سیکھتے رہے۔ بتدریج انگریزوں نے اپنی زبان (انگریزی) کیا قانون منتقل کر دیا کچھ ترمیمات کیں اور کچھ تنسیخ۔ اور مسلمانوں کو حکومت سے اب خارج کر دیا۔ اس کے بعد ہندوں سے مدد لینا شروع کر دیا۔ اس بات پر بھی صدی گذر چکی ہے۔ اب ہندو بھی اپنے پاؤں پر کھڑے ہو چکے ہیں۔ اور معلوم نہیں ہمارے ملک میں آئندہ کیا ہوگا۔ کیونکہ تینوں قوموں کے تنازعات شروع ہو چکے ہیں۔ ہمارا فکر یہ ہے کہ ہم ہندوں سے متحد ہو کر ہی اپنی حفاظت کر سکتے ہیں۔ اور اپنے ملک سے غاصبوں کو بھگا سکتے ہیں۔ لیکن ان انگریزوں کی ایک خاص سیاست ہے اور وہ مجرب ہے کہ وہ ہندوستان کے مسلمانوں میں ان کے اپنے ہی لوگوں کے ذریعہ پھوٹ ڈلوا رہے ہیں۔ اور اتحاد اسلامی کا چکمہ دے رہے ہیں۔ کیوں کہ اتحاد اسلامی کا مرکز بھی انگریزوں کے ہاتھ ہے۔ یہ ہے مسلمانوں کے مراکز پران کے غلبہ کی بنیاد۔ پھر ترکی بادشاہ اپنے آخری دور میں انگریزوں کے ساتھ تھے اور روس کے خلاف۔ انگریزوں نے ان کے ذریعہ

ہندوستان میں فسادات پھیلادیئے۔ جب ترک جوان ایمان پر آگئے تو انگریزوں نے اتحاد اسلامی کا نعرہ لگایا بلادِ عرب میں اور عرب کا مرکز مصر کو بنا دیا۔ اس کے بعد ہندوستان اور ترک کے جوان یورپ میں جمع ہو گئے تو انگریز ترکوں کے خلاف ہو گیا۔ اتحادِ اسلام سے خوفزدہ ہونے لگے۔ اب دوسری مرتبہ پھر انگریز عرب کو منظم کر رہا ہے۔ کیونکہ عرب انگریزوں کے جانشین ہیں۔ اور جو طاقت ہندوستان میں ہمارے مقابلہ میں ہے وہ پہلی پارٹی کے الٹ ہے اور مسلمانوں کو اتحادِ اسلامی کے دھوکے سے متوجہ کر رہی ہے۔ شاید وہ اپنا مرکز مصر کو بنائیں گے۔ یہ ہندوستانی طبقہ ہمارے مقابلہ میں ہے اور انگریزوں کا خادم ہے۔ اللہ کی طرف شکایت ہے اس قوم کے متعلق جو پست ذہنیت ہونے کے ساتھ ساتھ اسلام کا مذاق اڑا رہی ہے۔ اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ مسئلہ نسخ اس کی فرع ہے۔ ملک اللہ کا ہے اس میں وہ اپنے خلیفے تبدیل کرتا رہتا ہے جب اللہ نے ارادہ کیا کہ قریش کو خلافت دے تو اس نے سابقہ ادیان کو منسوخ کر دیا۔ اسی بات کی طرف اشارہ ہے وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ یعنی بیشک اللہ تمہارا مالک اور مددگار ہے۔ اور اس نے تمہاری خلافت کا ارادہ کیا ہے۔

اَمْ تُرِيْدُوْنَ اَنْ تَسْئَلُوْا رَسُوْلَكُمْ كَمَا سُئِلَ مُوْسٰى مِنْ قَبْلُ ؕ

کیا تم مسلمان بھی چاہتے ہو کر سوال کرو اپنے رسول سے جیسے سوال ہو چکے ہیں موسیٰ سے اس سے پہلے

یہودیوں نے بعض انصار کو یہ بات سمجھائی تھی کہ خلافت حاصل ہونے کا ایک وقت ہوتا ہے۔ وہ اپنے نبی سے وقت دریافت کریں۔ یہ سوال یہود کے اسی سوال کے مطابق ہے اَرِنَا اللّٰهَ جَهْرَةً حکم ہوا کہ اس طرح کے سوالات کفر میں شامل ہیں اس بات کا اشارہ ہے

وَمَنْ يَّتَبَدَّلِ الْكُفْرَ بِالْاِيْمَانِ فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِيْلِ (۱۰۸)

اور جو کوئی کفر کر لیوے بدلے ایمان کے تو وہ بھکا سیدھی راہ سے

یہ بات مسلمانوں نے تسلیم کر لی لیکن اہل کتاب کا ارادہ ہے کہ وہ مرتد ہو جائیں۔ اسی بات کا اشارہ ہے۔

وَدَّ كَثِيْرٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَوْ يَرُدُّوْنَكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ اِيْمَانِكُمْ

دل چاہتا ہے بہت سے اہل کتاب کا کہ کسی طرح تم کو پھیر کر مسلمان ہوئے پیچھے کافر بنا دیں

كُفَّارًا ۚ حَسَدًا مِّنْ عِنْدِ اَنْفُسِكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْحَقُّ ۚ

بسبب اپنے دلی حسد کے بعد اس کے کہ ظاہر ہو چکا اُن پر حق

فَاعْفُوْا وَاصْفَحُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ

سو تم درگذر کرو اور خیال میں نہ لاؤ جب تک بھیجے اللہ اپنا حکم بیشک اللہ ہر چیز پر

شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۱۰۹﴾

قادر ہے

جب مسلمانوں کو یہ معلوم ہوا کہ یہود کا مقصد دھوکہ دینے کا تھا اور مسلمان انصار ان پر غصہ ہونے کا ارادہ رکھتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے اس وقت کی دینی مصلحت کے تحت درگذر کرنے کا حکم دیا فَاعْفُوْا وَاصْفَحُوْا الخ يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ سے مراد حکم جہاد ہے اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ اس زمانہ تک اپنی اجتماعیت مضبوط کرنے کے لئے کوشش کرنے کی تلقین کی گئی ہے، اسی بات کی طرف اشارہ ہے

وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ ۭ وَمَا تُقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ مِّنْ خَيْرٍ

اور قائم رکھو نماز اور دیتے رہو زکوۃ اور جو کچھ آگے بھیجدوگے اپنے واسطے بھلائی

تَجِدُوْهُ عِنْدَ اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿۱۱۰﴾

پاؤگے اس کو اللہ کے پاس بیشک اللہ جو کچھ تم کرتے ہو سب دیکھتا ہے

یہود سے مراد یہاں بنو اسرائیل ہیں۔

وَقَالُوْا لَنْ يَّدْخُلَ الْجَنَّةَ اِلَّا مَنْ كَانَ هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰى ۭ

اور کہتے ہیں کہ ہرگز نہ جاویں گے جنّت میں مگر جو ہوں گے یہودی یا نصرانی

یہ اسی طرح کی بات ہے جیسے مسلمانوں کا ہر گروہ صرف اپنے آپ کو حق پر سمجھتا ہے اسی طرح کے دو مذہب تورات کے پیرکار ہیں ان کا بھی یہی حال تھا۔ ہر ایک اپنے آپ کو حق پر سمجھتا ہے لیکن اس بات کا باطل ہونا حجت طلب کرنے پر معلوم ہوجاتا ہے یہی اشارہ ہے

تِلْكَ اَمَانِيُّهُمْ ۭ قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۱۱۱﴾

یہ آرزوئیں باندھ لیں ہیں انہوں نے کہہ دے لے آؤ سند اپنی اگر تم سچے ہو

لیکن کتاب چھوڑ کر دیکھا جائے تو ہر شخص اپنے اپنے نظریات بنا ہی لیتا ہے۔

تنبیہ مسلمان بھی اسی مصیبت میں مبتلا ہیں۔ تو اہل سنت کی احادیث کی روایات مخاصمہ کے وقت کام نہیں آتیں بلکہ اعتماد صرف کتاب اللہ پر کیا جا سکتا ہے اور مسلمان قرآن میں تدبر سے اعراض کرتے ہیں۔

صرف متبعین امام ولی اللہ رحمۃ اللہ ہیں جو تدبر سے اعراض نہیں کرتے مصریوں کی اسناد بھی امام ولی اللہ سے ملتی ہیں بواسطہ سید جمال الدین رحمۃ اللہ علیہ۔

بَلٰى مَنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَلَهٗ اَجْرُهٗ عِنْدَ

کیوں نہیں جس نے تابع کر دیا منہ اپنا اللہ کے اور وہ نیک کام کرنے والا ہے تو اُسی کے لئے ہے ثواب اس کا

رَبِّهٖ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۱۱۲﴾

اپنے رب کے پاس اور نہ ڈر ہے ان پر اور نہ وہ غمگین ہوں گے

تورات صُحف ابراہیم پر مبنی ہے۔ صحیفہ اولیٰ (تکوین) صحیفہ ابراہیمی تھا اور دین ابراہیمی حکم الٰہی سے ہوا پھر حکم کتاب بھی یہ ہے کہ جو دین ابراہیمی کی اتباع کرے گا۔ اسکی نجات ہوگی خواہ یہود ہو یا نصاریٰ۔ اور ان کا اختلاف چند خاص باتوں میں ایسا ہی ہے۔ جیسے صابیوں اور ابراہیمیوں میں ہے۔ لیکن دنیا میں وہ ایک دوسرے سے جُدا تو نہیں ہو سکتے۔ تو اصل کی طرف رجوع کرنا ضروری ہے یا تو وہ دین ابراہیم کے بدلنے پر اتفاق کرلیں لیکن جب یہ ناممکن ہے تو اصل یعنی دین ابراہیم کی طرف رجوع کرنا پڑے گا اسی بات کا اشارہ ہے

وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ لَيْسَتِ النَّصٰرٰى عَلٰى شَيْءٍ وَّقَالَتِ النَّصٰرٰى

اور یہود تو کہتے ہیں کہ نصاریٰ نہیں کسی راہ پر اور نصاریٰ کہتے ہیں کہ

لَيْسَتِ الْيَهُوْدُ عَلٰى شَيْءٍ وَّهُمْ يَتْلُوْنَ الْكِتٰبَ كَذٰلِكَ قَالَ

یہود نہیں کسی راہ پر باوجودیکہ وہ سب پڑھتے ہیں کتاب اسی طرح کہا ان

الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ مِثْلَ قَوْلِهِمْ فَاللّٰهُ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ

لوگوں نے جو جاہل ہیں اُن ہی کی سی بات اب اللہ حکم کرے گا ان میں قیامت کے دن

الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ﴿۱۱۳﴾

جس بات میں جھگڑتے تھے

الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ الْكِتٰبَ سے مراد صابی ہیں۔ اہل مکہ مراد نہیں۔ مقابلہ حنفا اور صابیوں کا ہے۔

مسئلہ اخریٰ قبلہ کی بحث ہے۔ یہود و نصاریٰ جہات قبلہ میں مختلف ہیں۔ ہر فرقہ اپنی جہت کے لئے مجبور کرتا ہے۔ یا قبلہ کی خصوصیت کیلئے ان کا مقصد مسجد حرام کی مرکزیت کو باطل کرنا ہے۔ اور قبلہ کا مسئلہ ملت کے فروعی اختلافات ہیں۔ اصولی نہیں۔ اگر اس کو اصولی مان لیں تو تمام دنیا کی مساجد کا ابطال ہوتا ہے۔ تو مقصد یہ ہے۔ اگرچہ بحث مسجد حرام کی ہے) کہ ہر ذکر الٰہی کی عمارت کا احترام چاہیئے۔ اسی بات کا اشارہ ہے

وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسٰجِدَ اللّٰهِ أَنْ يُّذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ وَ

اور اس سے بڑا ظالم کون جس نے منع کیا اللہ کی مسجدوں میں کہ لیا جائے وہاں نام اس کا اور

سَعٰى فِيْ خَرَابِهَا ؕ أُولٰٓئِكَ مَا كَانَ لَهُمْ أَنْ يَّدْخُلُوْهَآ إِلَّا خَآئِفِيْنَ ۵

کوشش کی ان کے اجاڑنے میں ایسوں کو لائق نہیں کہ داخل ہوں ان میں مگر ڈرتے ہوئے

لَهُمْ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ وَّلَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿۱۱۴﴾

ان کے لئے دنیا میں ذلت ہے اور ان کے لئے آخرت میں بڑا عذاب ہے

اور اس کے ضمن میں اول مسجد نبی یہ ایک عمومی کلمہ ہے میں اس کی حقیقت سمجھتا ہوں اور ہندوستان مسلمانوں کی جہالت بھی جانتا ہوں مسلمانوں نے شروع میں ہندوں کے معابد کا احترام نہیں کیا جب ان کی پہلی حکومتیں آئیں۔ اور ان میں یہ تعصب تھا کہ صرف دنیا میں مذاہب یا یہود یا نصاریٰ یا مسلمان ہیں فقط۔ مسلمانوں نے فقہاء کی خرافات سے متاثر ہو کر ہندوں کے معابد کا احترام نہیں کیا اب جب کہ مسلمان سلطنتوں کا زوال ہو چکا ہے۔ ہندو انتقام لے رہے ہیں، اور مساجد کو برباد کر رہے ہیں۔ آج بھی جاہل ہندوں کے ساتھ مصالحت نہیں کر رہے اور غریب مسلمانوں کو ہندوں کے ساتھ لڑنے کی دعوت دے رہے ہیں۔ حالاں کہ نہ قوت اور نہ کوئی نظام ہے۔ اور یہ خیال کرتے ہیں کہ دنیا کے باقی مسلمان ہندی مسلمانوں کی امداد کریں گے۔ یہ جہالت مسلمانوں کی سوسائٹی میں دینی امور سے بھی زیادہ ہے۔ اس کی اصلاح کی آج ضرورت ہے

مسلمان آنحضرت صلعم کے زمانہ میں جاہلیت کے معابد کو ہی مساجد بناتے تھے۔ وہ اسلام لا کر صرف اپنی ذات کو بدلتے تھے۔ لیکن لوگوں نے فقہا سے جہالت لی ہے کہ حکمت دینیہ نہیں سمجھتے۔ یہ جس وقت غالب ہوتے ہیں کسی قوم پر تو ان کے معابد کو جبراً مساجد بنا لیتے ہیں۔ اور سمجھتے ہیں کہ یہ دینی خدمت ہے خدا ان کی جہالت معاف کرے۔

انہیں یہ معلوم نہیں لَا تَسُبُّوا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ الآیہ کیا یہ کوئی ایسی حجت پیش کر سکتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی قوم کے مسلمان ہونے سے پہلے ہی ان کے معابد کو مساجد میں منتقل کر دیا ہو۔ ہم ان سلاطین امراء فقہاء کو آج درست نہیں کر سکتے۔ ان میں اس قسم کی جہالتیں بہت ہیں۔ اسی طرح ترکوں میں بھی جہالتیں ہیں فتح استنبول کے موقعہ پر آج وہ کنیسہ واپس کرنے پر مجبور ہو چکے ہیں ———— تو حکام اور فقہا کی وجہ سے اعمال باطلہ کا اثر اسلام کے حکم پر نہیں پڑتا اللہ تعالیٰ نے تصریح کی ہے وَلَوْ لَا دَفْعُ اللّٰهِ اسلام ہر معبد کے احترام کی حفاظت کا حکم دیتا ہے وَمَنْ مَّنَعَ مَسٰجِدَ اللّٰهِ الخ کسی ملت کی عبادت گاہ ہو مانع ذکر ظالم ترین ہے

اُولٰٓئِكَ مَا كَانَ لَهُمْ یعنی مسلمانوں کی مسجدوں میں مشرکین یہود نصاریٰ کہ زمانہ بدلے گا. دن پھریں گے ۔ لَهُمْ فِی الدُّنْیَا خِزْیٌ جب وہ علم رکھتے ہوں جیسے یہود کہ وہ جانتے پہنچاتے ہیں جو اہل صلاح اللہ کے حکم سے ناواقف تھے اوران کے گناہ بخشیگا. یہ تعیین جہۃ قبلہ یا نقش قبلہ میں اس کی اصل فی الادیان نہیں ہے. اصل بات توجہ کرنا ہے حظیرۃ القدس کی طرف اور اللہ کی طرف بواسطے حظیرۃ القدس. جو شخص اخلاص سے اللہ کی طرف توجہ کرے. تو حظیرۃ القدس اس کی طرف زیادہ متوجہ ہوگا. جیسے حدیث میں ہے جو شخص اللہ کیطرف ایک بالشت آئے تو اللہ اس کی طرف دو بالشت بڑھے گا. اسی کی طرف اشارہ ہے۔

وَلِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ فَاَيْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ

اور اللہ ہی کا ہے مشرق اور مغرب سو جس طرف تم منہ کرو وہاں ہی متوجہ ہے اللہ بیشک اللہ

وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ﴿۱۱۵﴾

بے انتہا بخشش کرنیوالا سب کچھ جاننے والا ہے

تعیین قبلہ سے مقصد یہ ہے کہ باہمی تنظیم ہر وقت مدنظر رہے اور حظیرۃ القدس کی طرف توجہ رہے. جیسے بازار تجارت کے لئے سہولت دیتا ہے. اور یہ قدرت اور استطاعت پر منحصر ہے جو نہ جاننے کے باعث یا عجز کے باعث تعیین قبلہ نہ کر سکے اس کے لئے مواخذ نہیں۔

وَقَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا ۙ سُبْحٰنَهٗ ؕ بَلْ لَّهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ

اور کہتے ہیں کہ اللہ رکھتا ہے اولاد وہ تو سب باتوں سے پاک ہے بلکہ اسی کا ہے جو کچھ ہے آسمان اور زمین میں

كُلٌّ لَّهٗ قٰنِتُوْنَ ﴿۱۱۶﴾

سب اسی کے تابعدار ہیں ۔

یعنی ایک ہی شخص ہے جو تقرب الٰہی کا ذریعہ ہے اور اس میں تمام اقسام تقرب منحصر ہیں. لوگوں کو ظلمات میں ڈال دیا. اور کہا جو اس کی اتباع نہ کرے اس کی اللہ کے ہاں نجات نہیں. اللہ پاک ہے مبرا ہے اس پر کوئی مخلوق حکم نہیں کر سکتی یعنی جس طرح اولاد والدین سے منوا سکتی ہے اسی طرح شاید کوئی خدا سے منوا سکتا ہو یہ ضلال اور گمراہی ہے اس کا اشارہ ہے بَلْ لَّهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ یعنی اگر وہ نظریات اور توجیہات پیش کریں کہ اس شخص کی مثال کوئی نہیں اور وہ عجیب مخلوق ہے تو یہ غلط کر دیا گیا۔

بَدِيْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاِذَا قَضٰى اَمْرًا فَاِنَّمَا يَقُوْلُ

نیا پیدا کرنے والا ہے آسمان اور زمین کا اور جب حکم کرتا ہے کسی کام کو تو یہی فرمایا ہے

لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ﴿۱۱۷﴾

اس کو کہ ہو جا پس وہ ہو جاتا ہے

کہ اس کا حکم آسمان و زمین میں نافذ ہے۔ اس کا ہر حکم بدیع ہے۔ یہود و نصاریٰ کی خصوصیتِ مکان خصوصیتِ ولد کا بطلان کیا گیا ہے۔ یہود و نصاریٰ کا مقصد یہ ہے کہ وہ اس خاص آدمی یا خاص مکان سے مقرب ہو جائیں گے۔ یہ باطل ہے۔ یہ قول اس طرح مشابہ ہے جیسے انبیاء کرام سے سوال ہوتا تھا۔

وَقَالَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ لَوْلَا يُكَلِّمُنَا اللّٰهُ اَوْ تَاْتِيْنَآ اٰيَةٌ ؕ

اور کہتے ہیں وہ لوگ جو کچھ نہیں جانتے کیوں نہیں بات کرتا ہم سے اللہ یا کیوں نہیں آتی ہمارے پاس کوئی آیۃ

حالاں کہ وہ استعداد ہی نہیں رکھتے۔ اسی طرح تخصیص جہت اور تخصیص انسان کے متعلق امر ہوا

كَذٰلِكَ قَالَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّثْلَ قَوْلِهِمْ ؕ تَشَابَهَتْ قُلُوْبُهُمْ

اسی طرح کہہ چکے ہیں وہ لوگ جو ان سے پہلے تھے انہی کی سی بات ایک سے ہیں دل اُن کے

قَدْ بَيَّنَّا الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ ﴿۱۱۸﴾

بیشک ہم نے بیان کر دیں نشانیاں ان لوگوں کیواسطے جو یقین لاتے ہیں

یہود کو حق کی طرف دعوت دینے میں ان کی ظلمات میں پھنسنا پڑتا ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو منع کیا تاکہ یہود طاقت نہ حاصل کر سکیں اور امت نبی میں اختلافات نہ پھیل جائیں۔ اسی کا اشارہ آیۃ نمبر ۱۱۹ میں ہے۔

اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ بِالْحَقِّ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا ۙ وَّلَا تُسْـَٔلُ عَنْ

بیشک ہم نے تجھ کو بھیجا ہے سچا دین دے کر خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا اور تجھ سے پوچھ نہیں

اَصْحٰبِ الْجَحِيْمِ ﴿۱۱۹﴾

دوزخ میں رہنے والوں کی

معاندین یہود کی مسئولیت آپ سے نہیں ہوگی۔ آپ تو انہیں حکم دیتے ہیں کہ لوگوں کو اتباع حق میں سہولت ہو۔ پس یہود و نصاریٰ اگر قرآن کی طرف جمع ہو جائیں تو ان کے ذریعہ تمام اقوام میں حق پھیل سکتا ہے۔ کیوں کہ یہود قرآن کے قریب ہیں۔ اہل کتاب ہونے کے باعث۔ لیکن یہ بات آپ کو میسر نہیں کیوں کہ وہ قرآن کریم کے معاند ہیں اشارہ ہے

وَلَنْ تَرْضٰى عَنْكَ الْيَهُوْدُ وَلَا النَّصٰرٰى حَتّٰى تَتَّبِعَ مِلَّتَهُمْ

اور ہرگز راضی نہ ہوں گے تجھ سے یہود اور نہ نصاریٰ جب تک تو تابع نہ ہو ان کے دین کا

وہ اپنی ملت کے غلط ہونے کو جانتے ہوئے بھی نہیں چھوڑتے۔

قُلْ اِنَّ هُدَى اللّٰهِ هُوَ الْهُدٰى

تو کہدے جو راہ اللہ تبلادے وہی راہ سیدھی ہے

یعنی اللہ تعالیٰ تفہیم کے بعد ہی حق کے اتباع کی دعوت و حکم دیتا ہے۔ اگر انسان یہ کہے کہ میری بات خواہ سمجھو یا نہ اور میری اتباع کرو۔ اس پر انسانیت مجتمع نہیں ہو سکتی۔ اللہ نے اپنے نبی کو ان سے منقطع ہونے کا حکم دیا ہے اسکی طرف اشارہ ہے۔

وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَهُمْ بَعْدَ الَّذِيْ جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ ۙ

اور اگر بالفرض تو تابعداری کرے ان کی خواہشوں کی بعد اس علم کے جو تجھ کو پہنچا

مَا لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ﴿۱۳۰﴾ اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ

تو تیرا کوئی نہیں اللہ کے ہاتھ سے حمایت کرنے والا اور نہ مددگار وہ لوگ جن کو دی ہم نے کتاب

يَتْلُوْنَهٗ حَقَّ تِلَاوَتِهٖ ۭ اُولٰۗىِٕكَ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ ۭ وَمَنْ يَّكْفُرْ

وہ اس کو پڑھتے ہیں جو حق ہے اس کے پڑھنے کا وہی اس پر یقین لاتے ہیں اور جو کوئی منکر

بِهٖ فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۱۲۱﴾

ہوگا اس سے تو وہی لوگ نقصان پانے والے ہیں

اہل کتاب کا ایک طائفہ بنی اسمٰعیل کے ایک نبی آنے کا اعتراف کرتا ہے۔ ہر وہ شخص جس نے تورات اور صحیفہ ابراہیم پڑھی ہے وہ اعتراف کرتا ہے۔ میں اس بات میں سرسید کی فضیلت کا اعتراف کرتا ہوں کہ اس نے خطبات احمدیہ میں اس بشارت کی توضیح کی ہے اُولٰئِکَ یُؤْمِنُوْنَ بِہٖ سے اہل کتاب مراد ہیں۔ اور جو بنی اسمٰعیل کے نبی کا انکار کرے گویا وہ کافر بکتاب اللہ التوراۃ ہے۔ اور وہ اہل کتاب نہیں اس بات کا اشارہ فَمَنْ یَّکْفُرْ بِہٖ سے خٰسِرُوْنَ تک

فصل ثالث (فصول ثانویہ میں سے)

فصول "بنی اسرائیل"

جو کتاب اللہ کی تلاوت کما حقہ، کرتے ہیں انہیں معاندین کتاب اللہ پر اقامت حجت کی رہنمائی - ۱۲۲ ، ۱۶۰

يٰبَنِیۡۤ اِسۡرَآءِیۡلَ اذۡکُرُوۡا نِعۡمَتِیَ الَّتِیۡۤ اَنۡعَمۡتُ عَلَیۡکُمۡ وَاَنِّیۡ

اے بنی اسرائیل یاد کرو احسان ہمارے جو ہم نے تم پر کئے اور اس کو

فَضَّلۡتُکُمۡ عَلَی الۡعٰلَمِیۡنَ ﴿۱۲۲﴾ وَاتَّقُوۡا یَوۡمًا لَّا تَجۡزِیۡ نَفۡسٌ عَنۡ

کہ ہم نے تم کو بڑائی دی اہل عالم پر اور ڈرو اس دن سے کہ نہ کام آوے کوئی شخص کسی کی طرف

نَّفۡسٍ شَیۡئًا وَّلَا یُقۡبَلُ مِنۡہَا عَدۡلٌ وَّلَا تَنۡفَعُہَا شَفَاعَۃٌ وَّ

سے ذرا بھی اور نہ قبول کیا جائے گا اس کی طرف سے بدلہ اور نہ کام آوے اس کو سفارش اور

لَا ہُمۡ یُنۡصَرُوۡنَ ﴿۱۲۳﴾

نہ ان کو مدد پہنچے

بنی اسرائیل کو تذکیر ہے۔ ان فضائل کا ذکر اللہ نے کیا ہے۔ جو بنی اسرائیل پر اللہ نے کی ہیں۔ یہ صحیفہ ہے صحائف ابراہیمی میں سے قرآن میں نقل کیا ہے حصے اور ٹکڑے ٹکڑے کر کے۔

وَاِذِ ابۡتَلٰۤی اِبۡرٰہٖمَ رَبُّہٗ بِکَلِمٰتٍ فَاَتَمَّہُنَّ ؕ قَالَ اِنِّیۡ جَاعِلُکَ

اور جب آزمایا ابراہیم کو اس کے رب نے کئی باتوں میں پھر اس نے وہ پوری کیں تب فرمایا میں تجھ کو کروں گا

لِلنَّاسِ اِمَامًا ؕ قَالَ وَمِنۡ ذُرِّیَّتِیۡ ؕ قَالَ لَا یَنَالُ عَہۡدِی الظّٰلِمِیۡنَ ﴿۱۲۴﴾

سب لوگوں کا پیشوا بولا اور میری اولاد میں سے بھی فرمایا نہیں پہنچے کا میرا قرار ظالموں کو

ابراہیم ملت صابیہ میں پیدا ہوا بذریعہ الہام اللہ کی طرف سے ابراہیم کو حکم دیا گیا کہ وہ صابیوں پر حجت قائم کرے۔ اس نے ایسا کیا اس کے بعد ہجرت کا حکم دیا گیا۔ اس نے ہجرت کی ملت حنیفیہ کی تاسیس کا اسے حکم ملا تو اس نے حکم پر عمل کیا۔ ذبح ولد کا حکم بھی اسے دیا گیا۔ وہ حکم بھی بجا لایا۔ اللہ تعالیٰ کے احکام قائم کرنے کے لئے اولاد کو دور کرنے کا حکم دیا گیا۔ اسی نے یہ بھی کر دکھایا۔ غرضیکہ جو جو حکم بھی اسے اللہ کی جانب سے ملا۔ اس نے تعمیل کی۔ ملت صابیہ کے رد کرنے کے لئے اور ملت حنیفیہ قائم کرنے کے لئے اس نے تمام احکام پورے کئے اور بعض روایات میں فطرت کے

طریقے آئے ہیں۔ مثلاً ناخن کٹوانا اور اسی کے مثل بدن انسان کے لئے امور مطہرہ۔ تو سکین طلبہ یہ سمجھتے ہیں کہ کلمات انہی باتوں میں منحصر ہیں۔ اس کا مطلب صرف یہی نہیں بلکہ یہ تو ان کلمات کا نمونہ ہیں۔ پس طہارت بدن ظاہر کا حکم دیا گیا اور طہارت عقل و قلب بھی ان کا نتیجہ ہے کہ شرک سے بچ رہے اور طہارت دین و ملت بھی ضروری ہے۔ اور شرک کی مثال ایک یہ بھی ہے کہ امر اللہ میں تساہل و تہاون نہ کرے۔ اسی طرح اور بہت سی باتیں امر الٰہی میں شامل ہیں۔

غرضیکہ ابراہیم علیہ السلام نے جمیع کلمات ادا کئے۔ اسی واسطے انہیں تربیت اولاد کا حکم دیا گیا تاکہ وہ دین قائم کریں یہ تمام باتیں جو ہم نے بیان کی ہیں ان پر اہل کتاب کا بھی اتفاق ہے۔ اس لئے کہ ان کے لئے بھی حضرت ابراہیم قابل فخر ہیں۔ پس اللہ تعالے نے حضرت ابراہیم کو امام الناس کا خطاب دیا۔ جیسے کہ اشارہ ہے اِنِّیۡ جَاعِلُکَ لِلنَّاسِ اِمَامًا لیکن ابراہیم کے بعد جو اس کے طریقہ پر ہوگا۔ وہ اس کا وارث ہوگا۔ اگر نہیں تو نہیں اشارہ ہے وَمِنۡ ذُرِّیَّتِیۡ قَالَ لَا یَنَالُ عَہۡدِی الظّٰلِمِیۡنَ اس کے بعد حضرت ابراہیم نے اس بیت کو مرکز امامت بنایا اس کا ذکر آیت نمبر ۱۲۰ سے آیت نمبر ۱۳۰ تک ہے۔

وَاِذۡ جَعَلۡنَا الۡبَیۡتَ مَثَابَۃً لِّلنَّاسِ وَاَمۡنًا ؕ وَاتَّخِذُوۡا مِنۡ مَّقَامِ

اور جب مقرر کیا ہم نے خانہ کعبہ کو اجتماع کی جگہ لوگوں کے واسطے اور جگہ امن کی اور بناؤ ابراہیم کے کھڑے ہونے کی جگہ کو

اِبۡرٰہٖمَ مُصَلًّی ؕ وَعَہِدۡنَاۤ اِلٰۤی اِبۡرٰہٖمَ وَاِسۡمٰعِیۡلَ اَنۡ طَہِّرَا بَیۡتِیَ

نماز کی جگہ اور حکم کیا ہم نے ابراہیم اور اسمٰعیل کو کہ پاک کر رکھو میرے گھر کو

لِلطَّآئِفِیۡنَ وَالۡعٰکِفِیۡنَ وَالرُّکَّعِ السُّجُوۡدِ ﴿۱۲۵﴾ وَاِذۡ قَالَ اِبۡرٰہٖمُ رَبِّ

واسطے طواف کرنے والوں کے اور اعتکاف کرنے والوں کے اور رکوع اور سجدہ کرنیوالوں کے اور جب کہا ابراہیم نے اے میرے رب

اجۡعَلۡ ہٰذَا بَلَدًا اٰمِنًا وَّارۡزُقۡ اَہۡلَہٗ مِنَ الثَّمَرٰتِ مَنۡ اٰمَنَ مِنۡہُمۡ

بنا اس کو شہر امن کا اور روزی دے اس کے رہنے والوں کو میوے جو کوئی ان میں سے ایمان

بِاللّٰہِ وَالۡیَوۡمِ الۡاٰخِرِ ؕ قَالَ وَمَنۡ کَفَرَ فَاُمَتِّعُہٗ قَلِیۡلًا ثُمَّ اَضۡطَرُّہٗۤ

لاوے اللہ پر اور قیامت کے دن پر فرمایا اور جو کفر کریں اسکو بھی نفع پہنچاوں گا تھوڑے دنوں پھر اس کو جبراً

اِلٰی عَذَابِ النَّارِ ؕ وَبِئۡسَ الۡمَصِیۡرُ ﴿۱۲۶﴾ وَاِذۡ یَرۡفَعُ اِبۡرٰہٖمُ الۡقَوَاعِدَ

بلاؤں گا دوزخ کے عذاب میں اور وہ بری جگہ ہے رہنے کی اور یاد کر جب اٹھاتے تھے ابراہیم بنیادیں

مِنَ الۡبَیۡتِ وَاِسۡمٰعِیۡلُ ؕ رَبَّنَا تَقَبَّلۡ مِنَّا ؕ اِنَّکَ اَنۡتَ السَّمِیۡعُ الۡعَلِیۡمُ ﴿۱۲۷﴾

خانہ کعبہ کی اور اسمٰعیل اور دعا کرتے تھے اے پروردگار ہمارے قبول کر ہم سے بیشک تو ہی ہے سننے والا جاننے والا

رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَا أُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ وَأَرِنَا مَنَاسِكَنَا وَتُبْ

اے پروردگار ہمارے اور کر ہم کو اپنا حکم بردار بنا اور ہماری اولاد میں بھی کر ایک جماعت فرمانبردار اپنی اور بتلا ہم کو قاعدے حج کرنے

عَلَيْنَا إِنَّكَ أَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ ﴿۱۲۸﴾ رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُوا

کے اور ہم کو معاف کر بیشک تو ہی ہے توبہ قبول کرنیوالا مہربان اے پروردگار ہمارے اور بھیج ان میں ایک رسول انہیں

عَلَيْهِمْ آيَاتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيهِمْ إِنَّكَ

میں کا کہ پڑھے ان پر تیری آیتیں اور سکھلادے ان کو کتاب اور تہ کی باتیں اور پاک کرے انکو بیشک

أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ﴿۱۲۹﴾

تو ہی ہے بہت زبردست حکمت والا

هٰذا أَوَّلُ بَيْتٍ الخ یعنی حنیفیت کے لئے لَلَّذِي بِبَكَّةَ اس سے پہلے صابیہ کے معابد تھے اس کا انکار نہیں ہوسکتا لیکن لوگ ان معابد کا ابطال کرتے ہیں اپنی بڑائی قائم رکھنے کے لئے۔ اور اس بیت کے متعلق حقائق واقعہ کو امور موہومہ بناتے ہیں اور لوگوں کو شبہ میں ڈالتے ہیں۔

۳۰۰ میں عمرو بن یحییٰ کے ہاتھوں صابیہ غالب آئے اس سے پہلے یہ گھر حنیفیت کا مرکز تھا۔ حنیفیت صابیت کے ارتقاء کا نام ہے اور یہ فطرت کے مطابق ہے۔ لوگ پہلے زمانہ میں صابیت اور اس کی ہدایت سے مایوس ہوئے۔ اور اس گھر کے آباد کرنے کے لئے متفق ہوگئے۔ انبیاء اور محدثین ان معمرین یعنی آباد کرنے والوں میں شامل ہیں۔ یہ مقام امتوں کا مرکز بن گیا۔ صدہا انبیاء اس بیت کے اردگرد مدفون ہیں۔ اور حظیرۃ القدس کی توجہ حضرت ابراہیم کے زمانہ سے مسلسل ہے۔ نیک لوگوں کا سلسلہ کبھی منقطع نہ ہوا۔ مجھے یہ خیال گذرتا تھا کہ جبرائیل آنحضرت صلعم پر مسجد حرام میں کیوں نہیں نازل ہوا۔ آخر یہ بات مجھ کو سمجھ آئی کہ چونکہ بیت اللہ اصنام سے بھرا ہوا تھا۔ کیونکہ وہ صابیت کا مرکز رہا ہے۔ غرضیکہ یہ مسجد اور اس کے اردگرد حرم کا حاشیہ اور عرفات وغیرہ میدانات اور صحرا اقوام حنیفیہ کے افراد سے بھرے ہوئے ہیں۔ اور ان کے معابد و مقابر ہیں اسلئے کسی خاص آدمی یا قبیلہ یا قوم کا مرکز یہ نہیں ہے۔ اس میں تمام اقوام کے تمام حنیفی ہیں۔ ایک ایسے امام اور اجتماع حنفاء کی بنیاد ڈالی جا رہی ہے جو تمام قوموں کا مشترک ہو۔ اسی لئے حضرت ابراہیم و اسمٰعیل کی یہ دعا تھی کہ ان کی اولاد میں امت مسلمہ آئے اللہ نے ان کی دعا قبول فرمائی۔ حرم کے اردگرد قصی کے زمانہ سے قریش جمع ہوئے۔ اس سے پہلے قریش قبائل میں منتشر تھے۔ ان میں ایک نبی پیدا ہوا جیسے کہ انہوں نے دعا کی تھی "وَابْعَثْ فِيهِمْ" ہندوستان میں علماء کرام کی جماعت اہل کتاب سے مناظرہ کرتی تھی

جب عیسائی دہلی میں آئے ان کی کوششوں سے بہت سی کتابیں جمع ہوئیں. لیکن ہمیں اس بات کی تشریح قرآن سے مل جاتی ہے۔ اور اوہام مفسرین کی ہمیں ضرورت ہی محسوس نہیں ہوئی پھر ۱۳۰ سے ۱۳۴ تک ملت حنیفیہ کی تحقیق ہے۔

وَمَنْ يَّرْغَبُ عَنْ مِّلَّةِ اِبْرٰهٖمَ اِلَّا مَنْ سَفِهَ نَفْسَهٗ ؕ وَلَقَدِ اصْطَفَيْنٰهُ

اور کون ہے جو پھرے ابراہیم کے مذہب سے مگر وہی جس نے احمق بنایا اپنے آپ کو اور بیشک ہم نے انکو منتخب

فِى الدُّنْيَا ۚ وَاِنَّهٗ فِى الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۱۳۰﴾ اِذْ قَالَ لَهٗ رَبُّهٗٓ

کیا دنیا میں اور وہ آخرت میں نیکوں میں ہیں یاد کرو جب اس کو کہا اس کے

اَسْلِمْ ۙ قَالَ اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۳۱﴾ وَوَصّٰى بِهَآ اِبْرٰهٖمُ بَنِيْهِ

رب نے کہ حکم برداری کر تو بولا کہ میں حکمبردار ہوں تمام عالم کے پروردگار کا اور یہی وصیت کر گیا ابراہیم اپنے بیٹوں

وَيَعْقُوْبُ ؕ يٰبَنِىَّ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰى لَكُمُ الدِّيْنَ فَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ

کو اور یعقوب بھی کہ اے بیٹو بیشک اللہ نے چن کر دیا ہے تم کو دین سو تم ہرگز نہ مرنا مگر

مُّسْلِمُوْنَ ﴿۱۳۲﴾ اَمْ كُنْتُمْ شُهَدَآءَ اِذْ حَضَرَ يَعْقُوْبَ الْمَوْتُ ۙ اِذْ

مسلمان کیا تم موجود تھے جس وقت قریب آئی یعقوب کے موت جب

قَالَ لِبَنِيْهِ مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ ۢ بَعْدِىْ ؕ قَالُوْا نَعْبُدُ اِلٰهَكَ وَاِلٰهَ اٰبَآئِكَ

کہا اپنے بیٹوں کو تم کس کی عبادت کرو گے میرے بعد. بولے ہم بندگی کریں گے۔ تیرے رب کی اور تیرے باپ دادوں

اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ اِلٰهًا وَّاحِدًا ۖۚ وَّنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ﴿۱۳۳﴾

کے رب کی جو کہ ابراہیم اور اسمٰعیل اور اسحٰق ہیں وہی ایک معبود ہے اور ہم سب اسی کے فرمانبردار ہیں

ملت ابراہیمی کی بنیاد = اِذْ قَالَ لَهٗ رَبُّهٗٓ اَسْلِمْ قَالَ اَسْلَمْتُ الخ پس جب ثابت ہوگیا کہ اللہ تعالےٰ نے اس چیز کا حکم دیا ہے تو اسے بے چون چرا اتباع کریں گے. بغیر کسی کی تخصیص کے. اور ہر قوم کی خواہشات چھوڑ دیں گے. اور جو چیز بھی خدا کی طرف سے مامور ہے وہ خواہ کسی قوم کے واسطے سے آئی ہو اسے بالعموم تسلیم کریں گے. یہی معنی ہے اسلمت لرب العالمین یہی وہ بات ہے جس کا حکم اور جس کی دعوت تمام انبیا نے دی ہے اس لئے ہم انبیا میں تفریق نہیں کرتے پس جو قوم دین ابراہیم کو دین الاقوام مانتی ہے وہ اتباع امام ولی اللہ جو انبیا ایران توران جیتی کو انبیا تسلیم کرتے ہیں اور ان میں انحراف نہیں سمجھتے کیونکہ وہ انکے معانی سمجھتے ہیں لطر لیقہ حکما، فقہا کے ذریعہ انہوں سنّت نہیں لی۔ ان کے نزدیک تمام انبیاء کی دعوت ایک ہے اور وہ سب متحد ہیں یہ بات امام ولی اللہ کی حکمت ہی سے معلوم ہوتی ہے یہی دعوت اسلام ہے لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ یعنی رَبِّ الْاَقْوَام اس بات کی ابراہیم نے وصیت کی اپنی اولاد اسمٰعیل، اسحٰق کو پھر بنی اسحاق میں یعقوب

ہوئے۔ اس نے اپنے بیٹوں کو یہ وصیت کی اللّٰہَ اصْطَفٰی لَکُمُ الدِّیْنَ یعنی دین رب العالمین نہ کسی خاص قوم کا دین۔ اور نیز وصیت کی کہ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ الخ علیٰ ھذا الدین مراد ہے مسلمین سے تو دین کی اساس ابراہیم سے ہوتی ہے۔ پھر اسرائیلیت کی بنیاد یعقوب سے، وہ اسرائیلیت جو اپنے دادا ابراہیم کے موافق ہو۔ اِذْ قَالَ لِبَنِیْهِ مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ بَعْدِیْ قَالُوْا نَعْبُدُ اِلٰهَكَ وَاِلٰهَ اٰبَآئِكَ اِلٰهًا وَّاحِدًا یعنی رب العالمین۔ تو آج جو کہے کہ ہم طریقہ ابراہیم پر ہیں یا طریقہ یعقوب پر۔ پس ان رسولوں اور ان یہود ونصاریٰ میں بڑا فرق اور جدائی ہے

تنبیہ: اس کی مثال ایسے ہے کہ ابو حنیفہ اور اس کے اصحاب ابو یوسف، محمد، زفر، حسن نے مسلمانوں کے لئے قانون مدوّن کیا اور اسے بذریعہ قضا، بذریعہ درس نافذ بھی کیا۔ اب ہم کہتے ہیں کہ ہم حنفی ہیں اور ان کے طریقہ پر ہیں کیا ہم میں اور ان میں کوئی مناسبت ہے؟ اور ہم یہ جانتے ہیں کہ امام ابو حنیفہ رح کے طریقہ پر ہی امام ولی اللہ نے فقہ کی تجدید کی ہے۔ لیکن یہ تجدید آنحضرت صلعم سے اشارہ الہامیہ کے ذریعہ کی ہے جیسے کہ اس کی تصریح فیوض الحرمین میں انہوں نے کی ہے اب فرق ظاہر اور معلوم ہوگیا عام فقہا، اور اصحاب ابی حنیفہ میں۔ اس کا اشارہ ہے

تِلْكَ اُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُمْ مَّا كَسَبْتُمْ وَلَا تُسْئَلُوْنَ

وہ ایک جماعت تھی جو گذر چکی ان کے واسطے ہے جو انہوں نے کیا اور تمہارے واسطے ہے جو تم نے کیا اور تم سے پوچھ نہیں

عَمَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۳۴﴾ وَقَالُوْا كُوْنُوْا هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰى تَهْتَدُوْا

ان کے کاموں کی اور کہتے ہیں کہ ہو جاؤ یہودی یا نصرانی تو تم پالو گے راہ راست

قُلْ بَلْ مِلَّةَ اِبْرٰهٖمَ حَنِيْفًا وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۱۳۵﴾

کہہ دے کہ ہرگز نہیں بلکہ ہم نے اختیار کر راہ ابراہیم کی جو ایک ہی طرف کا تھا۔ اور نہ تھا شرک کرنے والوں میں

پس نبی نے تجدید کی ہے طریقہ ابراہیم اور طریقہ یعقوب کی حکم دیتا ہے

قُوْلُوْا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَا اُنْزِلَ اِلَيْنَا وَمَا اُنْزِلَ اِلٰٓى اِبْرٰهٖمَ

تم کہہ دو کہ ہم ایمان لائے اللہ پر اور جو اترا ہم پر اور جو اترا ابراہیم

وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ وَمَا اُوْتِيَ مُوْسٰى وَعِيْسٰى

اور اسمٰعیل اور اسحٰق اور یعقوب اور اس کی اولاد پر اور جو ملا موسیٰ کو اور عیسےٰ کو

وَمَآ اُوْتِیَ النَّبِیُّوْنَ مِنْ رَّبِّهِمْ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ وَنَحْنُ

اور جو ملا دوسرے پیغمبروں کو ان کے رب کی طرف سے ہم فرق نہیں کرتے ان سب میں سے ایک میں بھی اور ہم

لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ﴿۱۳۶﴾

اسی پروردگار کے فرمانبردار ہیں

یہ تجدید ہے دین ابراہیم کی لیکن یہود و نصاریٰ کی دعوت یہودیت و نصرانیت رجعت پسندی کی طرف ہے۔ یہی اشارہ ہے وَقَالُوْا كُوْنُوْا هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰى تَهْتَدُوْا قُلْ بَلْ مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا ط یعنی اقوام کو دعوت صرف ملت ابراہیم ہی کے لئے دی جاسکتی ہے۔

فَاِنْ اٰمَنُوْا بِمِثْلِ مَآ اٰمَنْتُمْ بِهٖ فَقَدِ اهْتَدَوْا ۚ وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا

سو اگر وہ بھی ایمان لاویں جس طرح پر تم ایمان لائے ہدایت پائی انہوں نے بھی اور اگر پھر جاویں تو پھر وہی

هُمْ فِيْ شِقَاقٍ ۚ فَسَيَكْفِيْكَهُمُ اللّٰهُ ۚ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿۱۳۷﴾

ہیں ضد پر سو اب کافی ہے تیری طرف سے ان کو اللہ اور وہی ہے سننے والا جاننے والا

آیت نمبر ۱۳۷ میں ہے کہ اگر یہود و نصاریٰ تجدید اسلام قبول کرلیں تو بہتر ورنہ وہ ایک قوم پر مجتمع نہیں ہوسکیں گے۔ اور ہر ایک اپنی طرف ان کو دعوت دے گا۔ قرآن کا مقابلہ وہ نہ کرسکیں گے۔ فَاِنْ اٰمَنُوْا سے وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ تک نبی صلی اللہ علیہ وسلم دین کی تجدید کررہا ہے اس نے یہود و نصاریٰ سے کچھ نہیں لیا کیوں کہ اگر وہ یہود و نصاریٰ سے کچھ اخذ کرتا تو ان کی خرافات سے منصبغ ہوجاتا۔ بلکہ اللہ نے خود بذریعہ حظیرۃ القدس اس کی طرف توجہ کی اور اپنے صبغۃ اللہ میں منصبغ کیا۔ وہ صبغۃ اللہ دین اصلی ہی ہے۔ اور وہ حظیرۃ القدس میں محفوظ ہے۔ اور حظیرۃ القدس بنسبت یہود اور نصاریٰ کے دین ابراہیم کو خوب جانتا ہے اسی کا اشارہ ہے ۔ ۱۳۸ میں

صِبْغَةَ اللّٰهِ ۚ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ صِبْغَةً ۫ وَّنَحْنُ لَهٗ عٰبِدُوْنَ ﴿۱۳۸﴾

ہم نے قبول کرلیا رنگ اللہ کا اور کس کا رنگ بہتر ہے اللہ کے رنگ سے اور ہم اسی کی بندگی کرتے ہیں۔

صبغۃ اللہ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ صبغہ اس صبغہ کی روح وَنَحْنُ لَهٗ عابدون یعنی ہم رب العالمین کی عبادت کرنے والے ہیں۔ یہ روح حظیرۃ القدس میں مجتمع ہے جو مجمع الاقوام کہلاتا ہے۔ انہوں نے لوگوں میں یہ پراپیگنڈا کر رکھا ہے کہ ابراہیم و اسمٰعیل و اسحاق و یعقوب یہودی تھے اور نصاریٰ تھے ہر فرقہ اپنی طرف منسوب کرتا ہے۔ یعنی یہود اپنی طرف نصاریٰ اپنی طرف۔ اور جو قوم اُن کے ان بیانات سے منحرف ہو وہ اُن کے نزدیک ابراہیم اور اولاد ابراہیم سے منحرف سمجھا

جاتا ہے۔ ان کے اس دعویٰ کا جواب یہ ہے کہ ھَاتُوْا بِالتَّوْرٰۃِ یعنی تورات لاؤ اور پڑھو پہلے پہل ابراہیم کا نام پھر اسمٰعیل، پھر اسحاق پھر یعقوب پھر اس کے بعد موسیٰ کا زمانہ پھر اس کے طویل زمانہ کے بعد عیسیٰ علیہ السلام کا زمانہ آتا ہے۔ پس کتاب شاہد ہے کہ موسیٰ و عیسیٰ عرصہ بعد آتے ہیں یہ تو اللہ کی کتاب سے معلوم ہوتا ہے اگر وہ اسکے علاوہ کوئی بات کہتے ہیں تو گویا وہ خدا سے زیادہ جاننے والے ہیں کہ کتاب اللہ کی تاریخ کو جھٹلا رہے ہیں۔ اسی الزام کا اشارہ ہے

قُلْ اَتُحَآجُّوْنَنَا فِی اللّٰہِ وَھُوَ رَبُّنَا وَرَبُّكُمْ وَلَنَآ اَعْمَالُنَا وَلَكُمْ

کہہ دے کیا تم جھگڑا کرتے ہو ہم سے اللہ کی نسبت حالانکہ وہی ہے رب ہمارا اور رب تمہارا اور ہمارے لئے ہیں عمل ہمارے

اَعْمَالُكُمْ وَنَحْنُ لَهٗ مُخْلِصُوْنَ ﴿۱۳۹﴾ اَمْ تَقُوْلُوْنَ اِنَّ اِبْرٰھٖمَ وَاِسْمٰعِیْلَ

اور تمہارے لئے ہیں عمل تمہارے اور ہم تو خالص اسی کے ہیں کیا تم کہتے ہو کہ ابراہیم اور اسمٰعیل اور

وَاِسْحٰقَ وَیَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطَ كَانُوْا ھُوْدًا اَوْ نَصٰرٰی قُلْ ءَاَنْتُمْ

اسحاق اور یعقوب اور اس کی اولاد تو یہودی تھے یا نصرانی کہہ دے کہ تم کو زیادہ

اَعْلَمُ اَمِ اللّٰہُ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ كَتَمَ شَھَادَۃً عِنْدَهٗ مِنَ اللّٰہِ وَمَا

خبر ہے یا اللہ کو اور اس سے بڑا ظالم کون ہے جس نے چھپائی وہ گواہی جو ثابت ہو چکی اس کو اللہ کی

اللّٰہُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۴۰﴾

طرف سے اور اللہ بے خبر نہیں تمہارے کاموں سے

اس کے بعد پھر اعادہ کیا گیا ہے

تِلْكَ اُمَّۃٌ قَدْ خَلَتْ لَھَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُمْ مَّا كَسَبْتُمْ وَلَا تُسْـَٔلُوْنَ

وہ ایک جماعت تھی جو گذر چکی ان کے واسطے ہے جو انہوں نے کیا اور تمہارے واسطے ہے جو تم نے کیا اور تم سے

عَمَّا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ﴿۱۴۱﴾

کچھ پوچھ نہیں ان کے کاموں کی

یعنی یہود و نصاریٰ میں بہت بڑا فرق ہے۔ ابراہیم اور اس کی اولاد سے۔

مسئلہ فرعیہ

یہود و نصاریٰ کے قبلہ کے متعلق کچھ ذکر پہلے آ چکا ہے۔ اس بحث کا تتمہ بیان کیا جاتا ہے کہ جب آنحضرت صلعم مدینہ منورہ میں تشریف لائے تو پہلے بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے تھے۔ اور یہود بھی ساتھ ہوتے

تھے۔ اس میں حکمت یہ تھی کہ قریش کے مہاجر قبلہ ابراہیم و اسمٰعیل کی اتباع کرتے تھے۔ ان کا امتحان ضروری تھا۔ کیونکہ وہ اپنے قومی قبلہ کی اتباع کرتے تھے۔ گویا اگر وہ غور سے دیکھیں تو بیت المقدس میں مسجد اسمٰعیل اور مسجد اسحٰق دونوں ہی ابراہیم کی مساجد ہیں۔ اور بلا جدال مسجد حرام کی طرف بھی رُخ کریں گے۔ اس سے یہ ظاہر ہوگا کہ قومیت کا ان پر کوئی اثر نہیں۔ اور اصل ملت مسجد حرام کی طرف توجہ کرتی ہے۔ اس لئے تمام اس کی طرف توجہ کر کے یعنی منہ کر کے نماز پڑھو۔ لیکن بیوقوف نہ سمجھے اور بعض لوگوں میں شکوک پیدا ہوگئے۔ اللہ نے اس کی وضاحت کی ہے۔

سَيَقُولُ السُّفَهَاءُ مِنَ النَّاسِ مَا وَلّٰىهُمْ عَنْ قِبْلَتِهِمُ الَّتِي كَانُوا

اب کہیں گے بیوقوف لوگ کہ کس چیز نے پھیر دیا مسلمانوں کو ان کے قبلہ سے جس پر وہ

عَلَيْهَا قُلْ لِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ إِلَىٰ صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ ﴿۱۴۲﴾

تھے تو کہہ اللہ ہی کا ہے مشرق اور مغرب چلائے جس کو چاہے سیدھی راہ

یعنی جہت قبلہ اصول ملت نہیں حکمت الٰہیہ عدم تعصب ثابت کرتی ہے کہ قریش تمام امتوں کے قبلہ کی اتباع کرتے ہیں۔ انہی کا حق ہے کہ وہ تمام انسانیت کے امام بنیں۔

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ أُمَّةً وَسَطًا لِتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُونَ

اور اسی طرح کیا ہم نے تم کو اُمت معتدل تاکہ ہو تم گواہ لوگوں پر اور ہو

الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا ؕ وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِي كُنْتَ عَلَيْهَا إِلَّا

رسول تم پر گواہی دینے والا اور نہیں مقرر کیا تھا ہم نے وہ قبلہ کہ جس پر تو پہلے تھا مگر

لِنَعْلَمَ مَنْ يَتَّبِعُ الرَّسُولَ مِمَّنْ يَنْقَلِبُ عَلَىٰ عَقِبَيْهِ ؕ

اس واسطے کہ معلوم کریں کہ کون تابع رہے گا رسول کا اور کون پھر جائے گا اُلٹے پاؤں

ہم نے پہلے رسول کا قبلہ بیت المقدس کی طرف کیا کہ قلب نبی میں مصلحت تھی اللہ نے بھی حکم دیا کہ وہ بیت المقدس کی طرف رخ کرے۔ اس کی امامت معراج کے بعد ظاہر ہوئی۔ معراج میں بھی رسول اکرمؐ نے بیت المقدس میں نماز ادا کی۔ وہ ارادہ کرتا ہے کہ لوگوں کو بتا دے کہ مدینہ جانے سے مساجد قومیہ کی طرف اس کا رُخ نہیں ہوا بلکہ تمام عمومی معاملات ان کیساتھ مکمل کرتا ہے اور اس کے اصحاب اس کی اتباع کرتے ہیں کیوں کہ وہ نبی کے بعد اس منصب کو ادا کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں

وَإِنْ كَانَتْ لَكَبِيرَةً إِلَّا عَلَى الَّذِينَ هَدَى اللّٰهُ ۗ وَمَا كَانَ اللّٰهُ

اور بیشک یہ بات بھاری ہوئی مگر ان پر جن کو راہ دکھائی اللہ نے اور اللہ ایسا نہیں

لِيُضِيعَ إِيمَانَكُمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوفٌ رَّحِيمٌ ﴿١٤٣﴾

کر ضائع کرے تمہارا ایمان بیشک اللہ لوگوں پر بہت شفیق نہایت مہربان ہے

اس کا مطلب یہ ہے کہ بیت الحرام کا احترام جبلّت طبعی سے تعلق رکھتا ہے جب تم کو اس طرف سے رُخ کرنے سے منع کردے ہمیشہ کے لئے تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ شریعت غیر فطریہ کی تکلیف دی جارہی ہے۔ لہٰذا استمرار نہیں کیا گیا بیت المقدس کے لئے۔ جعلو انکم الی البیت سے ہم نے یہی سمجھا۔ فتح الباری میں دوسری توجیہ ہے کہ اہل کتاب بھی جانتے ہیں کہ اس نبی کا قبلہ مسجد حرام ہوگا۔ اور بیت المقدس کی طرف رُخ مصلحت عارضی تھی صحائف توراۃ میں بہت سے اشارات موجود ہیں جنہیں ہمارے ملک کے علماء نے جمع کیا ہے۔

قَدْ نَرَىٰ تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَاءِ ۖ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضَاهَا ۚ

بیشک ہم دیکھتے ہیں بار بار اٹھنا تیرے منہ کا آسمان کی طرف سو البتہ پھیریں گے ہم تجھ کو جس قبلہ کی طرف تو راضی ہے

فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۚ وَحَيْثُ مَا كُنتُمْ فَوَلُّوا وُجُوهَكُمْ

اب پھیر منہ اپنا طرف مسجد الحرام کے اور جس جگہ تم ہوا کرو پھیرو منہ اپنا

شَطْرَهُ ۗ وَإِنَّ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ لَيَعْلَمُونَ أَنَّهُ الْحَقُّ مِن رَّبِّهِمْ ۗ

اسی کی طرف اور جن کو ملی ہے کتاب البتہ جانتے ہیں کہ یہی ٹھیک ہے ان کے رب کی طرف سے

وَمَا اللَّهُ بِغَافِلٍ عَمَّا يَعْمَلُونَ ﴿١٤٤﴾ وَلَئِنْ أَتَيْتَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ

اور اللہ بے خبر نہیں ان کاموں سے جو وہ کرتے ہیں اور اگر تو لائے اہل کتاب کے پاس

بِكُلِّ آيَةٍ مَّا تَبِعُوا قِبْلَتَكَ ۚ وَمَا أَنتَ بِتَابِعٍ قِبْلَتَهُمْ ۚ وَمَا بَعْضُهُم بِتَابِعٍ

ساری نشانیاں تو بھی نہ مانیں گے تیرے قبلہ کو اور نہ تو مانے ان کا قبلہ اور نہ ان میں ایک مانتا ہے

قِبْلَةَ بَعْضٍ ۚ وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ أَهْوَاءَهُم مِّن بَعْدِ مَا جَاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ ۙ

دوسرے کا قبلہ اور اگر چلا تو ان کی خواہشوں پر بعد اس علم کے جو تجھ کو پہنچا

إِنَّكَ إِذًا لَّمِنَ الظَّالِمِينَ ﴿١٤٥﴾ الَّذِينَ آتَيْنَاهُمُ الْكِتَابَ يَعْرِفُونَهُ كَمَا

بیشک تو بھی ہوا بے انصافوں میں جن کو ہم نے دی ہے کتاب پہچانتے ہیں اس کو جیسے

يَعْرِفُونَ أَبْنَاءَهُمْ ۖ وَإِنَّ فَرِيقًا مِّنْهُمْ لَيَكْتُمُونَ الْحَقَّ وَهُمْ

پہچانتے ہیں اپنے بیٹوں کو اور بیشک ایک فرقہ ان میں سے البتہ چھپاتے ہیں حق کو

يَعْلَمُونَ ﴿١٤٦﴾

جان کر

الذین آتیناھم الکتاب یعرفونہ حضرت امام ولی اللہ فتح الرحمٰن میں فرماتے ہیں کہ تحویل قبلہ کو ایسے پہچانتے ہیں جیسے اپنے بیٹوں کو جب انسان تورات کے اشارات دیکھتا ہے تو سمجھتا ہے کہ یہی مراد ہے

اَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ

حق وہی ہے جو تیرا رب کہے

یعنی جو کتب سابقہ میں ہے اسکی وضاحت ہے

فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِيْنَ ﴿۱۴۷﴾

پھر تو نہ ہو شک لانے والا

وَلِكُلٍّ وِّجْهَةٌ هُوَ مُوَلِّيْهَا

اور ہر کسی کے واسطے ایک جانب ہے یعنی قبلہ کہ وہ منہ کرتا ہے اس کی طرف

یہ اس بات پر تنبیہ ہے کہ یہ مسئلہ فرعیہ ہے کیوں کہ ہر امت نے اپنے نبی کی تعلیم کے مطابق قبلہ بنایا ہے۔ جب تعلیم ایک ہو اور اتحاد ہو۔ یہی دین ابراہیم کی اساس ہے تو جہات قبلہ کوئی اہمیت نہیں رکھتے۔ اس لئے جہت قبلہ تو ی طبیعت کے حسب مقتضا قائم کرو۔ تدین سے مراد نیکیوں کی ادائیگی ہے فاستبقوا اور اپنا وقت تخصصات عارضہ کی بحث میں ضائع مت کرو۔

فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرَاتِ ۭ اَيْنَ مَا تَكُوْنُوْا يَاْتِ بِكُمُ اللّٰهُ جَمِيْعًا ۭ اِنَّ

سو تم سبقت کرو نیکیوں میں جہاں کہیں تم ہوگے کر لائے گا تم کو اللہ اکٹھا بیشک

اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۱۴۸﴾ وَمِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ فَوَلِّ وَجْهَكَ

اللہ ہر چیز کر سکتا ہے اور جس جگہ سے تو نکلے سو منہ کر اپنا

شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۭ وَاِنَّهٗ لَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ ۭ وَمَا اللّٰهُ

مسجد الحرام کی طرف اور بیشک یہی حق ہے تیرے رب کی طرف سے اور اللہ

بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۴۹﴾ وَمِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ فَوَلِّ وَجْهَكَ

بے خبر نہیں تمہارے کاموں سے اور جہاں سے تو نکلے منہ کر اپنا

شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۭ وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوْا وُجُوْھَكُمْ شَطْرَهٗ

مسجد الحرام کی طرف اور جس جگہ تم ہوا کرو منہ کرو اسی کی طرف

لِئَلَّا يَكُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَيْكُمْ حُجَّةٌ ۤ اِلَّا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْهُمْ

تاکہ نہ رہے لوگوں کو تم سے جھگڑنے کا موقع مگر جو ان میں بے انصاف ہیں

فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنِيْ وَلِاُتِمَّ نِعْمَتِيْ عَلَيْكُمْ وَلَعَلَّكُمْ

سو ان سے یعنی ان کے اعتراضوں سے مت ڈرو اور مجھ سے ڈرو اور اس واسطے کہ کامل کردوں تم پر فضل اپنا اور تاکہ تم

تَهْتَدُوْنَ ﴿۱۵۰﴾

پاؤ سیدھی راہ

۱۴۹ سے ۱۵۰ تک تاکید ہے کہ تمام حالات میں مسجد حرام کی طرف رُخ کرو اگرچہ یہ مسئلہ فرعیہ ہے لیکن لوگوں کے تشاغب کی وجہ سے فرض کی طرح ہوگیا ہے یعنی اس حالت عارضہ کی طرح دوسری مدت نہ تبدیل کرو۔ اس کا اشارہ لئلا یکون للناس حجۃ جو مصلحت اہم ہے جس کیلئے بیت المقدس کی طرف رُخ کرنے کی اجازت تھی وہ اس کا انصاف نہ کریں گے۔ بلکہ تشویش ڈالتے رہیں گے۔ فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنِيْ وَلِاُتِمَّ نِعْمَتِيْ عَلَيْكُمْ یعنی تمہاری خلافت قائم کرنا وَلَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ تو اس قبلہ کی تعیین تمہارے رسول کے تعین کی طرح برابر ہے۔

جو بحث بنی اسرائیل کے اس کے جواب کے طور پر تھی کہ قرآن کی باقی کتب اللہ کے ہوتے ہوئے ضرورت نہیں وہ بحث ختم ہوئی۔ یہ تمام اوراق اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَۃً کے ساتھ منضم تھے۔ کہ نزول قرآن اتمام خلافت کے لئے تھا۔

اب قرآن کی تعلیم تفصیلی طور پر ہوگی جو خلافت کے قیام کے لئے ضروری ہے۔ ۱۰۱ سے آخر سورۃ تک مندرجہ ذیل ابواب منقسم ہوتے ہیں۔

۱۰۱ سے ۱۶۲ تک ، تہذیب اخلاق ،

۱۶۳ سے ۱۷۶ تک ، اجتماعیت اولی فی القری ،

۱۷۷ سے ۲۵۳ تک ، اجتماعیت فی الامصار ،

۲۵۳ سے ۲۸۶ تک ، اجتماعیت فی الاقوام ،

یہ چاروں عنوانات ابواب کی طرح ہیں۔ پہلا باب نزول قرآن کی ضرورت پر تھا۔

باب تہذیب الاخلاق

كَمَآ اَرْسَلْنَا فِيْكُمْ رَسُوْلًا مِّنْكُمْ يَتْلُوْا عَلَيْكُمْ اٰيٰتِنَا وَيُزَكِّيْكُمْ

جیسا کہ بھیجا ہم نے تم میں رسول تم ہی میں کا پڑھتا ہے تمہارے آگے آیتیں ہماری اور پاک کرتا

وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُعَلِّمُكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۵۱﴾

ہے تم کو اور سکھلاتا ہے تم کو کتاب اور اس کے اسرار اور سکھاتا ہے تم کو جو تم نہ جانتے تھے

فَاذْكُرُوْنِيْٓ اَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوْا لِيْ وَلَا تَكْفُرُوْنِ ﴿۱۵۲﴾

سو تم یاد رکھو مجھ کو میں یاد رکھوں تم کو اور احسان مانو میرا اور ناشکری مت کرو

اصل مسئلہ اخلاق انسانیہ میں حظیرالقدس کے ساتھ انسان کو متصل کرنا ہے فَاذْكُرُوْنِيْٓ اَذْكُرْكُمْ حکمت امام کے اصول پر اخلاق انسانیہ کی تہذیب کا عنوان ہے۔ جب انسان اپنے رب کی یاد کرے اور محبت سے مداومت کرے تو اس کے دل میں ایک ہیئت انسانیہ پیدا ہو جاتی ہے جس کے ذریعہ وہ ہمیشہ خدا کو یاد رکھے گا۔ اور وہ ہیئت خود بخود امام نوع انسانی کی طرف منتقل ہوگی کیوں کہ انسانیت کے ہر فرد کا اس کے امام میں ایک مقام ہوتا ہے۔ یہ ہیئت پھر تجلی کے ساتھ متصل ہوتی ہے امام نوع انسانی کے ذریعہ حدیث میں آیا ہے کہ ملائکہ بنی آدم کے اعمال لے کر اپنے رب کی طرف صبح و شام کے وقت چڑھتے ہیں۔ ہماری سمجھ میں ملائکہ کا یہ فعل اس حقیقت کا دوسرا نام ہے۔ اللہ تعالیٰ اس ہیئت سے راضی ہوتا ہے۔ اور تجلی میں رضا کا رنگ اس ہیئت کے پہنچنے کے بعد پیدا ہوتا ہے جب کہ وہ حظیرۃ القدس میں پہنچ جاتی ہے اور یہ رنگ بندہ سے اس طرح نازل ہوتا ہے۔ جس طرح کہ اس کے اعمال کی ہیئت اس سے رخصت ہوتی ہے۔ یہی مطلب ہے کہ ذِکر الله تعبدہ اللہ کا ذکر ہی اس کی عبادت ہے کہ انسان اپنے دل میں فرحت اور سرور پاتا ہے اللہ کی رضا کے نتیجہ میں۔ پھر اس کے اعمال میں یہ صعود و نزول زیادہ ہوتا ہے حتیٰ کہ اس آدمی کے دل میں بصیرۃ فی الاجتماعیت پیدا ہوتی ہے۔ اور وہ بصیرت اس کے نسمہ میں راسخ ہو جاتی ہے پھر وہ اجتماعیت میں ایسی اشیا پاتا ہے جو اس کے مزاج کے مطابق ہوتی ہیں۔ اور وہ انسان سمجھتا ہے کہ یہ اللہ کے امر سے ہے۔ اور جو اس کے مزاج کے خلاف ہوتی ہیں وہ سمجھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس سے منع کرتا ہے۔ اس بصیرت کی تکمیل کا عمل شکر کہلاتا ہے۔ کہ وہ اس بصیرت کا تبع ہو جاتا ہے اور اعمال کے لئے مستقل قائم ہو جاتا ہے۔ جب وہ ان اعمال کی مخالفت کرے۔ اور جو اس کی بصیرت کے متضاد اعمال ہیں وہ کرے وہ کفر ہوتا۔

ہے۔ اسس سے دو اصول ثابت ہوئے اخلاق کے

(۱) ذکر (۲) شکر

جب انسان اس طرح صاحب بصیرت ہوجاتا ہے تو وہ انبیاء کی تعلیم کو موافق پاتا ہے۔ یہی بنیاد ہوتی ہے حتی کہ وہ ان کی جماعت میں داخل ہوجاتا ہے اب یہ فردیت جماعت کے ساتھ مکمل ہوجاتی ہے۔ انفرادیت سے دس حصے زیادہ یا اس سے بھی زیادہ سے۔ جب اس کا تعلق باللہ امام الاجتماع کی نسبت کے موافق ہو تو جو چیز بھی حظیرۃ القدس سے امام نوع انسانی کیطرف آتی ہے۔ وہ پالیتا ہے۔ اور اس طرح سمجھتا ہے گویا۔ وہ اس کی طرف آئی ہے۔ اسس طریقہ سے اسس کے اعمال کئی گنا بڑھ جاتے ہیں۔ تو قرآن عظیم نے اس عمل طبعی کی طرف دعوت دی ہے۔ اور یہی تقاضا ہے فطرت سلیمہ قدسیہ کا جو قوتِ انسانی حجر بحت کے لطیفہ میں ہے۔ وہ اسے اسس پر مجبور کرتی ہے۔ وہ انسان اپنے دل میں خدا کا نام رکھ کر اس کا ذکر کرتا ہے۔ اگر کسی دوسرے سے کوئی اسم سن لے جس سے اس کی طبیعت متفق ہوجائے اسکو بھی وہ قبول کرلیتا ہے۔ یہ مثال ایسی ہے جیسے لغات کے حدوث کا اصول ہے جب وہ اسم جسے اسس نے خود پڑھا ہو بلند ہوجائے اور اس کی مقبولیت دیکھے تو اسے سرور و فرحت حاصل ہوتی ہے۔ اسس اسم سے وہ اپنے رب کی دعوت دیتا ہے۔ اور لوگ اس سے قبول کر لیتے ہیں حتیٰ کہ وہ اسم خدا کا اسم بن جاتا ہے۔ کسی قوم کی لغت ہیں۔ جب کہ اسس کا اتباع کثرت سے ہونے لگے۔ لوگوں کو اخلاق سکھانے کا طریقہ مع حکمت، یہ انبیاء کا طریقہ ہے فاذکرونی اذکرکم و اشکروالی ولا تکفرون

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ

اے مسلمانو مدد لو صبر اور نماز سے بیشک اللہ

مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ﴿۱۵۳﴾

صبر کرنیوالوں کے ساتھ ہے

جب اس کی بصیرت اجتماعیت میں کامل ہوجاتی ہے تو وہ طریقہ جس سے حظیرۃ القدس کی رضا اسے معلوم ہوتی ہے اس کی دو قسمیں ہوتی ہیں یا دو طریقے ہوتے ہیں۔

(۱) یا تو یہ کہ وہ خود تحقیق کرلیتا ہے جیسے کامل لوگوں کا حال ہے (۲) یا انشراح صدر کے ذریعہ جو اسے حظیرۃ القدس کے ائمہ میں کسی امام کی تقلید سے حاصل ہوتا ہے

وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ ۭ بَلْ اَحْيَاۗءٌ وَّ

اور نہ کہو ان کو جو مارے گئے خدا کی راہ میں کہ مردے ہیں بلکہ وہ زندے ہیں اور

وَلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ ﴿۱۵۴﴾

لیکن تم کو خبر نہیں

اس طریقہ پر سلوک اجتماعیت میں پسند ہے خطیرۃ القدس کو۔ اور اس طریقہ کے مخالفین اس کے معارض ہوتے ہیں پس اس کا اپنے طریقہ پر مستقیم ہونا خلق ثالث ہے یہی استقامت بسااوقات قتل کی طرف نوبت پہنچاتی ہے یہی اکمل لوگ ہوتے ہیں۔ انہیں اموات کہنے کی مخالفت کی گئی ہے کیونکہ یہی عین حیات ہے وہ اصل میں موت ہے جسے انسان زندگی سمجھتا ہے یہی نتیجہ ہے صبر کا

خلق ثالث استقامت علی الطریقہ کا نام ہے اسے صبر بھی کہتے ہیں یہ وہ زندگی ہے جسے عام لوگ نہیں سمجھتے۔

وَلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ اب جب کہ اس کا مقام خطیرۃ القدس میں ثابت ہوگیا تو اس کی زندگی دوام پذیر ہوگئی۔ اور وہ ہمیشہ کے لئے زندہ ہوگیا۔ اور جب وہ اپنا مقام اس دنیاوی زندگی میں نہ قائم کرسکے وہ حیوانات یا ان سے بھی بدتر ہے

وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَیْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ

اور البتہ ہم آزمائیں گے تم کو تھوڑے سے ڈر سے اور بھوک سے اور نقصان سے مالوں کے

وَالْاَنْفُسِ وَالثَّمَرٰتِ ؕ وَبَشِّرِ الصّٰبِرِیْنَ ﴿۱۵۵﴾

اور جانوں کے اور میووں کے اور خوشخبری دے ان صبر کرنیوالوں کو

جو مصائب سالکین طریقت پاتے ہیں۔ وہ مصائب دو قسم پر ہیں۔ (۱) مصیبت عظیمہ جیسے موت اگر اس میں صبر کرے تو وہ قانون قرآن کی رو سے حرام ہے کیوں کہ اسے کہا جائے گا اِنَّهٗ مَاتَ کہ وہ مرگیا۔

تنبیہ:۔ خطیرۃ القدس سے تعلق کی کئی قسمیں ہیں۔ انسانی ذہنیت میں ۱؎ محبت غالبہ جو سوائے اس کے سب کچھ بھلادے بقول حافظ ؎

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

مصائب کی دوسری قسم:۔ مصائب صغیرہ جو پے در پے آتی رہتی ہیں اسی کی طرف اشارہ ہے وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَیْءٍ میں خوف خارج سے ہوتا ہے۔ جیسے اعداء سے۔ دشمن ڈراتے ہیں۔ چوں کہ قوتِ اعدا بھی خارج میں ہوتی ہے اور جوع بھوک انسان کے بدن میں ضروریات میں کسی چیز کا کم ہوجانا یہ داخلی چیز ہے پس خوف اور جوع داخلی خارجی دونوں پر شامل ہے۔ اور سرمایہ جس کے ذریعہ انسان اجتماع میں کاروبار کرتا ہے مرکب ہوتا ہے۔ رجال اور اموال سے عمل کا مقصد ثمرات کی زیادتی ہوتی ہے۔ یعنی زیادہ ثمرات پیدا کرنے کی خواہش ہوتی ہے۔

اور وہ جب ہی ممکن ہے جب کہ رجال اور اموال زیادہ ہوں۔ ان کی کمی اور نقصان بھی مصائب میں شمار ہوئی اس کا اشارہ وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ الخ تو یہ چھوٹے چھوٹے مصائب ہمیشہ آتے رہتے ہیں۔ اور بہت بڑے ہو جاتے ہیں جو ان امتحانات سے کامیاب ہوگیا یعنی اپنے طریقہ سے نہ ہٹا وہ صابر ٹھہرا اس کی مثال بھی شہید کی طرح ہے اس کا اشارہ ہے وَبَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ استقامت علی السلوک کا نام صبر ہے مع مصائب کے ہوں کہ اس عمل کا تعلق جماعت سے تھا۔ اس لئے صابرین جمع کا صیغہ استعمال ہوا نیز اس لئے کہ بعض ساتھیوں کے شہادت سے بھی انسان اپنے طریقہ سے نہ ہٹے جیسے کہ اشارہ ہے وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ یعنی موت الرسول بھی انہیں ثابت قدمی سے نہیں روکنی۔

الَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌ قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ○

کہ جب پہنچے ان کو کچھ مصیبت تو کہیں ہم تو اللہ ہی کا مال ہیں اور ہم اسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں

یعنی مصیبت انہیں روکنے کے لئے نہیں آتی کسی عمل سے اِنَّا لِلّٰهِ یعنی ہم خدا کی جانب سے مامور ہیں۔ پس کیوں باز آئیں نیک عمل سے۔ اللہ کی عبادت موت تک کرتے رہتے ہیں۔ ثمرات کے حصول سے مایوس نہیں ہوتے کیوں کہ ثمرات دراصل حظیرۃ القدس میں ہیں۔ اور وہ محفوظ ہیں۔ الحاصل وہ اپنے اعمال پر قائم ہیں پوری قوت کے ساتھ۔

اُولٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ ۟ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ

ایسے ہی لوگوں پر عنایتیں ہیں اپنے رب کی اور مہربانی اور وہی ہیں

الْمُهْتَدُوْنَ ○

سیدھی راہ پر

اللہ کی رحمت ہر انسان کو پہنچتی ہے اور جو رحمت انسان کے ساتھ مختص ہے اسے صلوٰۃ کہا جاتا ہے۔ کیونکہ اس میں اتصال ہوتا ہے۔ تجلی اعظم کے ذریعہ سے۔ الصلوٰۃ مشتق ہے اتصال سے یا اکل النار سے آگ لکڑی کو کھا جاتی ہے۔ فنا کر دیتی ہے اور دوسری شکل میں بدل دیتی ہے۔ اتصال بھی اسی طرح ہے کیوں کہ حظیرۃ القدس انسان کی زندگی تبدیل کر دیتا ہے۔ اور وہ گویا ایسے ہو جاتا ہے جیسے کہ اس نے آگ کو کھالیا اور متاخرین صلوٰۃ سے فنا مراد لیتے ہیں۔ یا اتصال باللہ بہرحال یہ نوع رحمت انسان کے ساتھ مختص ہے یہی لوگ صابرین حظیرۃ القدس میں انواع رحمت کے مستحق ہیں۔ اُولٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ بعض حدیثوں میں آیا ہے کہ بعض مسلمان جنت کے آٹھوں دروازوں سے بلائے جائیں گے۔ تو اس میں اشارہ ہے کہ وہ رحمت کی تمام اقسام پر قابض و مستحق ہوں گے۔ اسی طرح وہ جمیع مخلوق کی رحمت کے بھی مستحق ہوں گے۔ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُوْنَ۔ یعنی جو ان لوگوں کے نقش قدم پر ہوں گے۔

وہ ہدایت یافتہ ہوں گے۔ سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى الَّذِي خَلَقَ فَسَوَّى وَالَّذِي قَدَّرَ فَهَدَى اس میں اللہ تعالےٰ نے حکمت خلق انواع بتائی ہے کہ اس نے اپنی حکمت سے انواع کو پیدا کیا۔ چند مقاصد کیلئے پھر اس کی صورت بنائی اس کا مواد تیار کیا۔ اس معنی کو پورے کرنے کیلئے پھر اسباب تیار کئے تاکہ ان کے ذریعہ مقصد پر چل سکے جس کیلئے پیدا کیا گیا۔ پس وہ اس راستہ سے نہیں نکلے گا حتیٰ کہ جس چیز کا اللہ نے ارادہ کیا ہے وہ پورا کرے گا۔ اس کا نام ہدایت ہے۔ یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے اللہ کے اس بتائے ہوئے مقصد کو مکمل کیا جو انسانیہ کے لئے وضع کیا گیا۔ آیت ۱۵ پر بیان خلق پورے۔ اسکے بعد خلق کی طرح جو اس سے آئندہ آیت میں ہے۔ اسے ہم حکمت امام کی رو سے تعظیم شعائر اللہ کہتے ہیں۔

إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللَّهِ

بیشک صفا اور مروہ نشانیوں میں سے ہیں اللہ کی

اس کی تفصیل یہ ہے کہ اللہ نے بعد اس کے کہ انسان کو پیدا کیا۔ اور اسکی پیدائش کے لئے تسویہ کیا۔ اسے ہدایت دی اس مقصد کی تکمیل کے لئے جو حظیرۃ القدس کے خلفاء کے ذریعہ ہوتا ہے تو ہمارے نزدیک انسان کی پیدائش کا مقصد حظیرۃ القدس میں مقام حاصل کرنا ہے۔ انسانوں میں چند انسان ایسے بنائے جو تعلیم دیتے ہیں اور ان کے ذریعہ عامۃ الناس سہولت سے اخذ کرتے ہیں۔ اور وہ چند انسان حظیرۃ القدس کے طریقہ کے معلم و رہبر ہوتے ہیں۔ اور وہ اس عمل میں مثل عرش کے ہوتے ہیں تجلی رحمٰن کے لئے یہ جماعت من شعائر اللہ ایسی ہے کہ اگر انسان ان کے ساتھ تعلق پیدا کرے۔ اور ان کی صحبت سے فیض حاصل کرے تو اس کا شعور زندہ ہوگا اور دل تربیت حاصل کرے گا۔ جیسے بارش گھاس اور نباتات کو پیدا کرتی ہے۔ وہ بھی ایک مرکز قائم کریں گے اور شعائر اللہ میں ملحق ہو جائینگے وہ ان کے طریقہ کو ایک کتاب میں لکھ لیتے ہیں تاکہ ہدایت ہمیشہ جاری رہے اور غائبین بھی استفادہ کریں حتیٰ کہ وہ بھی شعائر اللہ میں شامل ہوں۔ ہم اپنے افکار کو ایک مثال کے ذریعہ ملخص کرتے ہیں۔

مثال۔ ایک مدرسہ زمین پر ملأ اعلیٰ کے علوم کے لئے قائم کیا جائے تو اس کے معلم کو رسول اللہ کہا جائے گا اور جس کتاب کا درس دیا جائے گا وہ کتاب اللہ کہلائے گی اور وہ مقام جس میں تعلیم دی جائے گی اسے بیت اللہ کہا جائے گا۔ اس تعلیم کا نام اصول شعائر اللہ ہوگا۔ اور اس کا متعلم جب اپنی تعلیم تمام کرے گا۔ اور ایسی ہیئت پر آجائے کہ اس سے کمال ظاہر ہونے لگے تو وہ متعلم بھی شعائر اللہ میں ملحق ہو جائے گا۔ اس ہیئت کا نام صلوۃ ہوگا۔ تو جو صلوۃ بیت اللہ میں قائم ہو وہ بھی شعائر اللہ میں شامل ہوگی۔ کیونکہ وہ یہ بات ظاہر کرتی ہے کہ تعلیم کا مقصود یہ ہے۔ ان چاروں شعائر کی تفصیل حجۃ اللہ البالغہ میں ثبت ہے اس مسئلہ کو ہم نے فقہاء سے اسطرح حاصل نہیں کیا جس طرح امام ولی اللہ سے

سمجھا ہے۔ تو تعظیم شعائر اللہ ہمارے نزدیک اخلاق ربانیہ الٰہیہ کا اصل رابع ہے۔ بیت اللہ بھی شعائر اللہ میں سے ہے جسے ابراہیم نے حنیفیت کی تعلیم کے لئے قائم کیا۔ اور بیت اللہ کے ساتھ دو ٹکڑے صفا اور مروہ بھی بیت اللہ کی تاریخ میں عظمت رکھتے ہیں۔ مروہ وہ مقام ہے جہاں حضرت ابراہیم نے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے ذبح کا ارادہ کیا۔

حج اس کی حقیقت یہ ہے کہ عُمرہ اور عُمرہ میں ذبح کرنے کا نام ہے اور یہ مَروہ میں ہوتا ہے۔ جیسا کہ مؤطا امام مالک میں ثابت ہے۔ اس لحاظ سے مروہ بھی شعائر اللہ میں شامل ہے۔ جو کچھ صفا پر گذرا ہے اس کی تاریخ ہم بھول چکے ہیں۔ لیکن فراستہً ہم یہ کہتے ہیں کہ شاید ابراہیم دعوت حج کے لئے یہیں کھڑے ہوئے تھے۔ یعنی تعلیم حنیفیت کے لئے لیکن آنحضرت کا واقعہ عظیمہ معلوم ہے کہ قرآن میں وَاَنْذِرْ عَشِیْرَتَکَ الْاَقْرَبِیْنَ نازل ہوا ہے۔ آنحضرت نے اپنے عشیرہ کو اس مقام پر دعوت دی ابولہب مقابلہ اور مناقضہ کے لئے آیا۔ یہ مناقضہ خصوصی منزلت رکھتا ہے۔ دعوت قرآنیہ کے لحاظ سے اور ایک واقعہ خطبہ نبی علیہ السلام کا ہے کہ پہاڑوں کی طرف اشارہ کیا۔ اور فرمایا اگر میں بتاؤں کہ اس پہاڑ کے پیچھے ایک لشکر ہے تو تم تصدیق کرو گے؟ انہوں نے جواب دیا ہاں! آپ نے فرمایا میں تمہارے لئے نذیر بن کر آیا ہوں۔ میرے سامنے سخت عذاب ہے۔ انہوں نے جھٹلایا! جس دن فتح مکہ ہوا لشکر پہاڑ کے پیچھے سے آیا۔ یہ وہی بات تھی جس کے متعلق آپ بیس[۲] سال پیشتر فرما چکے تھے۔ فتح مکہ کے دن وہ مخالفین اسلام لے آئے۔ ان سے بیعت بھی ٹھیک اسی مقام پر آپ نے لی۔ اور وہ دعا جو آج ہم پڑھتے ہیں۔ الحمد للّٰہ الذی صدق وعدہٗ ونصر عبدہٗ وھزم الاحزاب وحدہٗ یہ اسی واقعہ کی یادگار کے طور پر ہوئی ہے۔ اگر کوئی سمجھدار صرف اس واقعہ ہی کو سمجھ لے تو آنحضرت کی صداقت نبوت کے لئے یہ دلیل کافی ہے۔ کیا کوئی شخص ایسا ہے جو ان حالات میں بیس سال کے بعد اسی طرح اپنی بات کو پورا کر دکھائے؟ کوئی نہیں! یہ صرف آنحضرت ہی کا کام ہے جو ان حالات و مشکلات میں اس طرح قادر ہوا۔ یہ امر الٰہی تھا جو اس کے نبی کی زبان مبارک پر صادر ہوا۔ یہ واقعہ صفا کی عظمت کے لئے کافی ہے اور صفا کے ساتھ مخصوص ہے۔ اسی طرح ہمارا خیال ہے کہ دعوت ابراہیم بھی اسی مقام پر ہوئی تھی جیسا کہ اشارہ ہے "وَاَذِّنْ" اور اس کی تکمیل ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ ہوئی۔ صفا اور مروہ کو دعوت نبی میں خصوصیت ہے اور تاثیر دعوت میں بیت اللہ کیساتھ خصوصیت ہے۔ یہی مراد ہے کہ اَلصَّفَا وَالْمَرْوَۃَ مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰہِ تم البحث

فَمَنْ حَجَّ الْبَیْتَ اَوِ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَیْهِ اَنْ یَّطَّوَّفَ بِهِمَا

سو جو کوئی حج کرے بیت اللہ کا یا عمرہ تو کچھ گناہ نہیں اس پر کہ طواف کرے ان دونوں کا

وَمَنۡ تَطَوَّعَ خَيۡرًا ۙ فَاِنَّ اللّٰهَ شَاكِرٌ عَلِيۡمٌ ﴿۱۵۸﴾

اور جو کوئی اپنی خوشی سے کرے کچھ نیکی تو اللہ قدر دان ہے سب کچھ جاننے والا ہے

صابی قوم نے ان دونوں پہاڑوں پر شعائر الصابیۃ قائم کئے تھے جن کا تعلق اصنام سے تھا۔ بعض لوگوں نے ان کے طواف میں ممانعت سمجھی اس لئے اللہ نے ازالہ خیال کیا کہ صابی عارضی طور پر تھے۔ اور وہ ختم ہو چکے مگر صفا اور مروہ کا توحنیفیت میں بھی مخصوص مقام ہے۔ فَلَا جُنَاحَ یہ مخاطبین کو رعایۃً کہا گیا ہے۔ ورنہ مقصد یہ ہے کہ طواف واجب ہے۔ اگر اس کا یہ معنی ہو کہ طواف مباح ہے تو فمن تطوع خَيۡرًا فَاِنَّ اللّٰهَ شَاكِرٌ عَلِيۡمٌ سے مطلب یہ ہوگا کہ اصل ایک بار فرض ہے۔ اس کی وضاحت حضرت عائشہ کی روایت سے بھی ہے۔ مروہ کا ذکر صحیفہ ابراہیمی تکوین میں بھی ہے۔ جن لوگوں نے یہ ارادہ کیا کہ اس کے مقدس ہونے کا انکار کریں۔ انہوں نے بہت سے کلمات کی تحریف کی لیکن مروہ کو حرم سے خارج نہ کر سکے۔ اس لئے ان کی کوشش بیکار ہوئی۔ مروہ کے متعلق یہ یقینی بات ہے کہ وہ منسک اسمٰعیل ہے۔ خلق رابع تمام ۱۵۸ پر۔

اس کے بعد ۱۵۹ سے ۱۶۲ تک ذکر انذار ہے۔ اس کے لئے جو آیات اللہ کو چھپائے۔ اس انذار کو اخلاق اربعہ کے بعد بیان کرنے کا ایک معنی میں نے سمجھا ہے جس پر مجھے فخر ہے اللہ کی نعمت کی تحدیث کے طور پر کہ یہ مفہوم جو مجھے معلوم ہوا ہے شاید پہلے کسی کو نہ سمجھ آیا ہو۔ اور وہ بات یہ ہے کہ تعلیم کو عام کرنا تمام مسلمانوں پر فرض ہے۔ اور جو تعلیم کو چھپائے گا وہ جہنم میں داخل ہوگا۔ ان پر اللہ اور لاعنین کی لعنت ہے۔ اگر وہ اس حالت میں مریں گے وہ کافر ہوں گے۔ ان پر لعنت ہوگی۔ ان پر عذاب کی تخفیف نہ ہوگی۔ نہ انہیں مہلت ملے گی۔

اِنَّ الَّذِيۡنَ يَكۡتُمُوۡنَ مَآ اَنۡزَلۡنَا مِنَ الۡبَيِّنٰتِ وَالۡهُدٰى مِنۡۢ

بیشک جو لوگ چھپاتے ہیں جو کچھ ہم نے اتارے صاف حکم اور ہدایت کی باتیں

بَعۡدِ مَا بَيَّنّٰهُ لِلنَّاسِ فِى الۡكِتٰبِ ۙ اُولٰٓئِكَ يَلۡعَنُهُمُ اللّٰهُ وَيَلۡعَنُهُمُ

بعد اس کے کہ ہم ان کو کھول چکے لوگوں کے واسطے کتاب میں ان پر لعنت کرتا ہے اللہ اور لعنت کرتے ہیں ان پر

اللّٰعِنُوۡنَ ﴿۱۵۹﴾ اِلَّا الَّذِيۡنَ تَابُوۡا وَاَصۡلَحُوۡا وَبَيَّنُوۡا فَاُولٰٓئِكَ اَتُوۡبُ

لعنت کرنے والے مگر جنہوں نے توبہ کی اور درست کیا اپنے کام کو اور بیان کر دیا حق بات کو تو ان کو معاف کرتا ہوں

عَلَيۡهِمۡ ۚ وَاَنَا التَّوَّابُ الرَّحِيۡمُ ﴿۱۶۰﴾ اِنَّ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا وَمَاتُوۡا

اور میں ہوں بڑا معاف کرنے والا نہایت مہربان بیشک جو لوگ کافر ہوئے اور مر گئے

وَهُمْ كُفَّارٌ أُولَٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ لَعْنَةُ اللَّهِ وَالْمَلَٰٓئِكَةِ وَالنَّاسِ

کافر ہی | انہی پر | لعنت ہے اللہ کی | اور | فرشتوں کی اور لوگوں کی

أَجْمَعِينَ ﴿١٦١﴾ خَٰلِدِينَ فِيهَا لَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ

سب کی | ہمیشہ رہیں گے اسی لعنت میں نہ ہلکا ہوگا | ان پر | سے عذاب

وَلَا هُمْ يُنظَرُونَ ﴿١٦٢﴾

اور نہ ان کو مہلت ملے گی

بلنات اخلاقِ ثلاثہ ہیں۔ ذکر اللہ۔ شکر اللہ۔ صبر۔ کوئی ایسا دین نہیں جسکے ماننے والے یہ نہ جانتے ہوں۔ بیّنہ کی مثال ایسے ہے جسے منطقی بدیہی کہتے ہیں یعنی جو بے سوچے سمجھے معلوم ہو جائے اور ہدی جیسے منطقی اصطلاح میں نظری کہا جاتا ہے جس کے لیے غور و فکر کی ضرورت ہوتی ہے۔ ہدی کے لیے تعلیم و ارشاد کی ضرورت ہے۔ تعظیم شعائر اللہ سے مراد خلق رابع ہے۔ کیوں کہ انسان تفہیم و ارشاد کے بعد ہی ہدایت حاصل کرتا ہے۔ اور تمام ادیان شعائر اللہ کے امتیاز سے ممتاز ہیں۔ من بعد ما بیّنا۔ ضروری ہے لوگوں پر کہ وہ اسے سیکھیں ان سے جو کتاب پر ایمان لے آتے ہیں۔ اور حامل کتاب پر بھی لازم ہے کہ تعلیم دے۔ اگر وہ چھپائیں اور ظاہر نہ کریں تو وہ ہدایت کتاب کو گویا باطل کر رہے ہیں جڑوں سے۔ اور جو اللہ کے راستہ سے ہٹے وہ جہنم میں داخل ہوگا۔ ہم نے تفاسیر دیکھیں لیکن اس طرف کسی کا دھیان نہیں دیکھا۔ لیکن ترقی یافتہ قوموں میں ہم نے یہ بات دیکھی ہے کہ وہ اپنی قوم کے افراد کے لئے عمومی تعلیم مقدم رکھتے ہیں۔ اسی طرح دور اوّل کے مسلمانوں میں بھی تعلیم عمومی کو مقدم سمجھا جاتا تھا یعنی فتنہ حضرت عثمان تک۔

دور اوّل مسلمانوں کا کس طرح سبقت لے گیا؟ اسی تعلیم عمومی کے ذریعہ! ہمارے ذہن میں یہ بات اچھی طرح بیٹھ چکی ہے کہ سبقت بغیر تعمیم تعلیم کے ممکن ہی نہیں۔ دور اوّل کے مسلمان اس فرض پر قائم تھے۔ اور یہی ان کی سبقت کا واحد راز تھا۔

جب ہم نے ان آیات کو پڑھا تو ہمیں معلوم ہوا کہ انہوں نے اس تعمیم پر عمل کیا تھا۔ قرآن سے ہدایت لینے کے لیے اس نعمت کا اختتام ہوا جو ان آیات کے سمجھنے اور ربط آیات سے میرے ساتھ تعلق رکھتی ہے فالحمد للہ جب ہم نئی روشنی کے نوجوانوں میں یہ بات بیان کرتے ہیں فاذکرونی ـــــ ولا ھم ینظرون کے متعلق یہ ربط اور مفہوم خاص تو لوگ حیران ہوتے ہیں اور نادم ہوتے ہیں کہ وہ فہم قرآن سے قاصر رہے ہیں۔ پھر ہمیں روایات میں یہ بات ملتی ہے کہ وہ ان آیات کو اہل کتاب کے ساتھ خاص کرتے ہیں اور روایت ابن عباس سے ہے۔ یہ صحیح

ہے کہ اس فرض میں اختلاف اس دور کے مسلمانوں میں نہ تھا اس لئے اس زمانہ کے مفسر نے اہل کتاب کے لئے ایک مثال کے طور پر ان آیات کی تفسیر کی اور ذکر یہود کو تمثیلاً پیش کیا۔ لیکن بعد کے لوگوں نے تحریف کر کے صرف یہود کے ساتھ خاص کر دیا اور ما انزلنا من البینات والھدیٰ کو نعت محمد پر محمول کیا۔ اس طرح تو پہلی آیات کی کوئی قیمت کوئی تعلق ہی باقی نہیں رہتا۔ ہر تفسیر میں یہ بات ہی رائج ہوگئی کہ ان آیات کا غلط مفہوم درج کر دیا گیا۔ اور تدبر قرآن سے یکسر محروم ہوگئے۔ ہمارے نوجوان تعمیم تعلیم کو تمام افراد پر ضروری قرار دینے پر غور و فکر کرتے تھے۔ اور یہ سمجھتے تھے کہ اسلام اس معاملہ میں قاصر رہ گیا۔ اس واسطے مسلمان باقی اقوام سے پیچھے ہے اور حکماء مغرب نے اس حقیقت کو سمجھ لیا۔ اور وہ بڑھ گئے۔ مسلمانوں کے ذہن تک یہ بات رسائی نہ کر سکی۔ اب ہم مجبور ہیں کہ حکماء مغرب کی اقتداء کریں اگر ترقی کرنا ہے۔ جب ہم نے نوجوانوں میں یہ بات بیان کی تو وہ کچھ اعتقاد محسوس کرنے لگے ان کے دل سے اسلام کے متعلق شکوک دور ہوئے لیکن علماء و مدرسین اس بات کو سنتے ہیں۔ اور تھوڑی دیر کے بعد اس بات کو کان سے نکال دیتے ہیں۔ کیوں کہ ان کے ذہن میں یہ بات بیٹھ چکی ہے کہ کسی متقدم نے آج تک یہ تفسیر نہیں کی اس لئے یہ تفسیر ان آیات کی ان کے لئے ناگوار گذرتی ہے۔ اگر یہ تفسیر تسلیم کر لیں تو وہ کتمان حق کے زمرہ میں شامل ہوتے ہیں یا جہالت کا داغ ان پر لگتا ہے۔ ہم بحمد اللہ جوانوں کے واسطے سے ان پر غالب آچکے ہیں۔ میں نے یہ ذکر کیا تھا کہ محمد علی ہی وہ شخص ہے جو ہمارے شیخ کو شیخ الہند کا خطاب دینے والا ہے بوجہ متاثر ہونے شیخ الہند کے وہ جبر ارذکی مخلص وطن اور ترقی پسند نوجوان تھا ہم تعلیم کو عام کرنے کا ارادہ بہت سخت رکھتے ہیں۔ لیکن ہمارے پاس طاقت نہیں کہ ہم منوا سکیں ہر اس بات کو جو ہم نے قرآن سے سمجھی ہے۔

جب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ وہ ہماری طرح اپنی آرا پیش کرنے لگ جاتے ہیں تو ہم مجبوراً اپنے آپ کو حکمت امام ولی اللہ کے متقید ہو کر اور ان کی امامت کے قائل ہو کر انہیں سمجھانے کی کوشش کرتے ہیں۔ جب ہم انہیں فوز الکبیر سے تدبر قرآن کے اصول پیش کرتے ہیں تو ہمارے لئے یہ تمام مسائل آسان ہو جاتے ہیں۔

باب ثانی ختم ہوا۔

اب ۱۶۳ سے ۱۷۶ تک اصول اجتماعیت اولیٰ ہیں۔ جو کہ صحرا اور جبال کی زندگی میں پیش آتے ہیں۔ حجۃ اللہ میں باب کیفیۃ استنباط الارتفاقات میں ہے کہ جب ارتفاقات تمام لوگوں میں برابر برابر نہیں پائے جاتے تھے۔ جن کے اسباب کثیر ہیں تو ارتفاقات کی دو حدیں کر دی گئیں۔

۱:۔ ایک وہ کہ جن سے اجتماعات قاصرہ مثلاً دیہاتی اور باشندگان اونچی پہاڑیوں کا جدا ہونا ممکن ہی نہیں۔ یہ بات ہم نے اس درجہ کے لئے مقرر کیا ہے اور یہ ہمارا اپنا اجتہاد ہے۔

وَإِلٰهُكُمْ إِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ لَآ إِلٰهَ إِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ ﴿١٦٣﴾

اور معبود تم سب کا ایک ہی معبود ہے کوئی معبود نہیں اس کے سوا بڑا مہربان ہے نہایت رحم والا

ہماری سمجھ میں اس آیۃ میں اخلاق اربعہ کا اجمال ہے ذکر اللہ، شکر، الصبر، تعظیم شعائر اللہ یہ تمام باتیں اس آیت سے نکلتی ہیں۔ اللہ الا لہ الواحد کی محبت اخلاق ثلاثہ کو واجب کر دیتی ہے اور الوہیت ماخوذ ہے حب سے۔ شیخ فضل الرحمان مراد آبادی بہت بڑے عالم تھے شیخ محمد اسحاق کے شاگردوں میں سے تھے۔ امام عبد العزیز سے حدیث مسلسل لیتے تھے۔ اسناد کے لحاظ سے وہ خاص طور پہ مانے جاتے تھے۔ ان کے ہم زمانہ علماء سے کسی نے امام عبد العزیز سے کوئی چیز حاصل نہیں کی تھی۔ الشیخ الموصوف نقشبندیہ طریقہ کے شیخ تھے ان کے اتباع بھی بہت ہیں وہ ترجمہ قرانِ حکیم اپنے اتباع کو اردو میں پڑھاتے تھے۔ تو کلمہ لا الٰہ جب عربی میں ہم استعمال کرتے ہیں تو عوام نہیں سمجھتے علماء اپنے ذہن کے مطابق اس کی شرح کرتے ہیں لیکن عوام اس سے استفادہ نہیں کرتے یعنی ان کے ذہن میں بات نہیں بیٹھتی جب تک اپنی زبان میں اس کلمہ کے ہم پلہ کوئی کلمہ نہ بیان کیا جائے۔ لیکن اردو میں اس کا ہم وزن کوئی لفظ نہیں۔ اس لئے شیخ موصوف نے اللہ کا ترجمہ "من موہن" کیا۔ اہل ہند یہ لفظ اس کے لئے استعمال کرتے ہیں جس کے متعلق الوہیت کا اعتقاد ہو اسے فارسی میں "دلربا" کہا جاتا ہے۔ تو جب اللہ کا لفظ حُبِ شدید کو ضروری چاہتا ہے تو اس لحاظ سے خود بخود اللہ کے لفظ سے ذکر، شکر اور صبر کے مفہوم یعنی اخلاق ثلاثہ اُدلے صادر ہو جاتے ہیں جو اس کی پوری تشریح چاہے وہ صدالشہید کی کتاب صراط مستقیم کا مطالعہ کرے تو سہولت سے تفرع اخلاق ثلاثہ حبِّ الٰہی سے سمجھ لے گا۔ حُبِ عقلی، حُبِ عشقی۔

کلمۃ الرحمٰن الرحیم ہمارے نزدیک تجلی اعظم اور خطیر القدس کا عنوان ہے لہذا یہ کلمہ شعائر اللہ کا ثابت کرنے والا ہے۔ یہ ہے اساس اجتماع قاصر کی۔ اور یہی سنگ بنیاد ہے قصر انسانیت کیلئے پھر اسکے بعد ۱۶۴ کے بعد آیات

إِنَّ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَ

بیشک آسمان اور زمین کے پیدا کرنے میں اور رات اور دن کے بدلتے رہنے میں

الْفُلْكِ الَّتِيْ تَجْرِيْ فِي الْبَحْرِ بِمَا يَنْفَعُ النَّاسَ وَمَآ أَنْزَلَ اللّٰهُ

اور کشتیوں میں جو کہ لے کر چلتی ہیں دریا میں لوگوں کے کام کی چیزیں اور پانی میں جس کو کہ اُتارا اللہ نے

مِنَ السَّمَآءِ مِنْ مَّآءٍ فَأَحْيَا بِهِ الْأَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَبَثَّ فِيْهَا

آسمان سے پھر جلایا اس سے زمین کو اس کے مر گئے پیچھے اور پھیلائے اس میں

مِنْ كُلِّ دَآبَّةٍ ۪ وَّتَصْرِيْفِ الرِّيٰحِ وَالسَّحَابِ الْمُسَخَّرِ بَيْنَ السَّمَآءِ

سب قسم کے جانور اور ہواؤں کے بدلنے میں اور بادل میں جو کہ تابعدار ہے اس کے حکم کا درمیان

وَالْاَرْضِ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ﴿۱۶۴﴾

آسمان اور زمین کے بیشک ان سب چیزوں میں نشانیاں ہیں عقلمندوں کے لئے

کسب معاش انسانی کے متعلق. اور اجتماع پہلے پہل اپنے قیام کے لئے طعام کا محتاج ہے. مرد عورت کے لئے تو سب سے پہلی چیز اجتماعیت میں کسب معیشت ہے لَاٰیٰت لقوم یو قنون آخر میں ہے اسے ہم کسب معاش پر محمول کرتے ہیں - اب الفلک التی تجری فی البحر بما ینفع الناس پر بحث کرتے ہیں - یعنی کشتیوں میں عقلمند قوم کے لئے آیات ہیں - اشارہ تجارت کی طرف ما انزلنا من السماء سے اشارہ ہے زراعت کی طرف وبث فیہا من کل دآبہ اشارہ ہے مویشی کے ذریعہ کسب معاش کا. مثلاً اونٹ گائے بکری گھوڑے وغیرہ کے ذریعہ. اسی زمرہ میں تمام شکار بھی داخل ہیں تصریف الریح مشینریوں اور آلات کی طرف اشارہ ہے السحاب المسخر سٹیمر جہازوں کی طرف اشارہ ہے خواہ وہ ہوائی ہوں یا بحری یا بری. جہاز ہوں یا ریل موٹر وغیرہ سواریاں مشینیں وغیرہ. کیوں کہ سحاب جب انسان کے ہاتھ مسخر ہوگا تو بخارات کی شکل میں ہوگا. نیز اس سے قوۃ کہربائیت بھی اخذ کی جاتی ہے - گویا تمام ترقی یافتہ چیزیں تمام ارتفاقات ہیں سحاب مسخر کی بدولت ہیں - بَیْنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ سے مراد انسان ہیں - گویا اسباب معاش تمام کے تمام اس آیت سے بذریعہ عقل انسانی نکلتے ہیں - میرے نزدیک خلق الارض کا مختلف ہیئتوں میں آنا اس کا اشارہ معدنیات کی طرف بھی ہے. خلق السموٰت سے مراد تغیر مواسم وفصول (موسموں کا فصلوں کا تغیر تبدل) اور اس سے استفادہ ہے تنظیم حیات کے سلسلے میں سرد علاقوں کے لوگ گرم علاقوں کے لوگ اپنے علاقوں کے اور موسموں کے مناسب معاش میں رہنمائی حاصل کرتے ہیں. یہی استفادہ اختلاف الیل والنہار سے بھی ہوتا ہے. گویا علوم ریاضیہ علوم الٰہیہ اجتماعیت میں معاش انسانی کے اسباب ہیں - اور سمٰوات کی طرف منسوب ہیں - ہم سمٰوات کو تمام کرات سموی پر محمول کرتے ہیں - بلکہ عالم مثال پر بھی مشتمل ہے. تو جو علوم انسانی عقل کامل ہونے کے بعد سموات سے یا ارض سے صادر ہوں گے ان میں بھی عقلمند قوم کے لئے آیات الٰہی ہیں

صابی ملت کا موسس ادریس علیہ السلام ہے جو علوم ریاضیہ وعلوم الٰہیہ لیکر آیا. گویا اجتماعیت تامہ انسانیت کے لئے اپنے مکمل ہونے کے لئے جیسے ارض کی محتاج ہے اسی طرح وہ سماء کی بھی محتاج ہے اور مفسر عام طور

پھر ان آیات کو فقط تذکیر رحمٰن کے لئے محمول کر دیتے ہیں۔ گویا ان کے نزدیک صرف بدو ہی مخاطب قرآن تھے۔ یہ غلط ہے۔ ہم ان آیات کے معنی یہ لیتے ہیں کہ اسباب معاش تمام کے تمام خلق رحمٰن کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں پھر رحمۃ رحیم سے بڑھتے اور پھیلتے جاتے ہیں اور ہر انسان پر واجب ہے سوای رحمٰن کے کسی کی پرستش نہ کرے اور ان ہی عقائد پر صابر رہے۔ جن کا باب اوّل میں ذکر ہے۔ اس طرح ان کا غلبہ بھی ہوگا۔

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّتَّخِذُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْدَادًا يُّحِبُّوْنَهُمْ

اور بعضے لوگ وہ ہیں جو بناتے ہیں اللہ کے برابر اوروں کو ان کی محبت ایسی رکھتے ہیں

كَحُبِّ اللّٰهِ ۭ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ ۭ وَلَوْ يَرَى الَّذِيْنَ

جیسی محبت اللہ کی اور ایمان والوں کو اس سے زیادہ تر ہے محبت اللہ کی اور اگر دیکھ لیں

ظَلَمُوْٓا اِذْ يَرَوْنَ الْعَذَابَ ۙ اَنَّ الْقُوَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا ۙ وَّاَنَّ اللّٰهَ

یہ ظالم اس وقت کو جب کہ دیکھیں گے عذاب کہ قوت ساری اللہ ہی کے لئے ہے اور یہ کہ اللہ کا

شَدِيْدُ الْعَذَابِ ﴿١٦٥﴾

عذاب سخت ہے

۱۶۵ میں اشارہ ہے اس شخص کی طرف جو لوگوں کی عبادت کرنا چاہتا ہے۔ کیونکہ لوگ اسباب معاش پر چھائے ہوئے ہیں۔ مگر ان آیات میں صرف ان کو خطاب ہے جو لوگوں کی پرستش کرتے ہیں۔ گویا اشارہ عام خطاب خاص ہے۔ ومن الناس من یتخذ الخ ہماری سمجھ میں اس کے معنی ان کی معیشت کے مراکز ہیں۔ جیسے بادشاہ، امیر عالم، زاہد کہ ان کی اطاعت سے انہیں رزق حاصل ہوتا ہے اجتماعیت میں۔ یُحِبُّوْنَھُم کَحُبِّ اللّٰہ جب ان وسائل رزق کو وہ مقصود بالمحبۃ سمجھ لیں تو یہ شرک ہو جائے گا۔ کیونکہ انسان کی فطرت ہے جب تک خدا تعالیٰ اس کی حاجت پوری نہ کرے اس کی طرف رجوع اور محبت نہیں کرتا۔ یہ انسان کی عمومی فطرت ہے وَالذین اٰمنوا اشد حبا للہ ان کو منع کیا گیا ہے انداد سے کہ یہ منہاج المومنین ہے۔ جب کسی کو اس طرح دیکھیں کہ وہ خود ساختہ مرکزِ رزق کو خدا کا ند سمجھ لیتا ہے تو مومن اس سے زیادہ رب کو معظم سمجھتا ہے (دونوں کا مقابلہ ہے) اس طرح سے مومن کا طریقہ مشرک کے طریقہ سے الگ نکل آتا ہے۔ ولو یری الذین ظلموا شاید وہ اب بھی اپنے اعمال کے نتیجہ سے آگاہ ہو جائیں۔ کیوں کہ انسانی فطرت اپنے مرکز سے ہٹ چکی ہے۔

ان القوۃ للہ جمیعًا اگر انسان غور و فکر کرے تو اس کے سوچ کا نتیجہ اسی بات پر ختم ہوگا۔ کہ ساری طاقت

اللہ کے قبضہ میں ہے۔ کاش اب بھی وہ بیدار ہو جائے کہ اس کا مرکز مرجع بس اللہ ہی ہے۔ اپنی ذات کا تعلق صرف اسی سے ہونا چاہیے۔ اگر ایسا نہیں اور وہ خدا سے منحرف ہونے پر ہی کمربستہ ہو چکا ہے تو وہ اپنے آپ کو سخت عذاب میں ہی محسوس کرتا ہے گا (اس یعنی جہاں میں وہ اپنی طاقت سے مطلع نہیں ہوگا۔ اور اسے معلوم ہوگا کہ اللہ تعالیٰ سخت عذاب اس پر لا رہا ہے۔ یہ مقدار ہے جس سے اجتماعات قاصرہ میں انسان قدرت حاصل کرتا ہے۔

وَإِذْ تَبَرَّأَ الَّذِينَ اتُّبِعُوا مِنَ الَّذِينَ اتَّبَعُوا وَرَأَوُا الْعَذَابَ وَ

جب کہ بیزار ہو جائیں گے وہ کہ جن کی پیروی کی تھی ان سے جو ان کے پیرو ہوئے تھے اور دیکھیں گے عذاب اور

تَقَطَّعَتْ بِهِمُ الْأَسْبَابُ ﴿۱۶۶﴾ وَقَالَ الَّذِينَ اتَّبَعُوا لَوْ أَنَّ لَنَا كَرَّةً

منقطع ہو جائیں گے ان کے سب علاقے اور کہیں گے پیرو کیا اچھا ہوتا جو ہم کو دنیا کی طرف لوٹ جانا

فَنَتَبَرَّأَ مِنْهُمْ كَمَا تَبَرَّءُوا مِنَّا ۗ كَذَٰلِكَ يُرِيهِمُ اللَّهُ أَعْمَالَهُمْ

مل جاتا تو پھر ہم بھی بیزار ہو جاتے ان سے جیسے یہ ہم سے بیزار ہو گئے اسی طرح پر دکھلاتے گا اللہ ان کو ان کے کام

حَسَرَاتٍ عَلَيْهِمْ ۖ وَمَا هُمْ بِخَارِجِينَ مِنَ النَّارِ ﴿۱۶۷﴾

حسرت دلانے کو اور وہ ہرگز نکلنے والے نہیں نار سے

اس کے بعد ۱۶۷ میں یہ ذکر ہے کہ دنیاوی زندگی میں غلطی کا نتیجہ اُخروی زندگی میں نتیجہ خیز ہوگی۔

اذ تبرّ ... من النار یہ تمام انسان کی جہالت فی الدنیا کا نتیجہ ہے۔ فصل اول اس باب میں سے مکمل ہوئی

اُوپر کا خلاصہ: کسب معاش مصارف فطرت میں سے تھا۔ اور رجوع صرف خدا تعالیٰ کی طرف بھی ضروری ہے جو غلطی کرتا ہے اس معاملہ میں اور وہ لوگوں کے ہاتھوں سے رزق لیتا ہے مگر اپنے آپ کو مسؤلیت سے مبرا کر لیتا ہے۔ اور وہ حظیرۃ القدس میں غور و فکر نہیں کرتا حتیٰ کہ آگ میں داخل ہوتا ہے یہ اس کا شرک ہے جعل انداد ہے گویا وہ اُصول باب اول بھول گیا یا نہ معلوم کر سکا حتیٰ کہ عذاب تک پہنچا۔

فصل ثانی

کسبیات کا مصرف اور استفادہ معاش اور پہلا فائدہ جو اسے کسب کے بعد معاش سے حاصل ہوگا وہ یہ ہے کہ کھانے کھائے گا۔ آیت ۲/۱۷۲ میں کلوا الخ ہے

يَا أَيُّهَا النَّاسُ كُلُوا مِمَّا فِي الْأَرْضِ حَلَالًا طَيِّبًا وَلَا تَتَّبِعُوا

اے لوگو کھاؤ زمین کی چیزوں میں سے حلال پاکیزہ اور پیروی نہ کرو

خُطُوٰتِ الشَّیْطٰنِ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ ﴿۱۶۸﴾

شیطان کی بیشک وہ تمہارا دشمن ہے صریح

یہ قید قانون پابندئ قانون الہی ہے کہ اس سے اجتماع قاصر بھی خالی نہیں یعنی مستثنیٰ نہیں یہی تمدن میں ارتقاء انسانیت کی بنیاد ہے۔ اسیطرف اشارہ ہے وَلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الخ یہ کیسی قانون کی پابندی ہے یعنی اتباع ہوٰی عام پابندی کا نام ہے

اِنَّمَا یَاْمُرُكُمْ بِالسُّوْٓءِ وَالْفَحْشَآءِ وَاَنْ تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۶۹﴾

وہ تو یہی حکم کرے گا تم کو کہ بُرے کام اور بے حیائی کرو اور جھوٹ لگاؤ اللہ پر وہ باتیں جن کو تم نہیں جانتے

سوء سے مراد خبث اور اجتماع میں حرام ہے اس کا ارتکاب فحشا سے تعبیر کیا گیا ہے یعنی ترک حیا۔ اور اتباع ہوٰی ہوتے ہوئے حظیرۃ القدس کی طرف گامزن نہیں ہو سکتا۔ اس کا اشارہ اَنْ تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ الخ حظیرۃ القدس کے لئے طریقہ کامل لوگوں سے لیا جاتا ہے۔ انہوں نے دیکھا ہے یا دیکھنے کے برابر ان کی بصیرت ہے اس درجہ کی تحصیل کے بغیر حکم کا نام جہل ہے۔ انسان اللہ پر وہ تصورات باندھتا ہے جن کا علم اسے نہیں اس کی تعبیر دوسرے لفظوں میں

وَاِذَا قِیْلَ لَهُمُ اتَّبِعُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ

اور جب کوئی ان سے کہے کہ تابعداری کرو اس حکم کی جو کہ نازل فرمایا اللہ نے

یعنی ارتقاء اجتماعیت کے لئے ضروری ہے کہ ایسی کوئی بنیاد نہ ڈالے البتہ فطرت انسانیہ کے موافق طرح ڈالے یہی اتباع حظیرۃ القدس سے ہے

قَالُوْا بَلْ نَتَّبِعُ مَآ اَلْفَیْنَا عَلَیْهِ اٰبَآءَنَا ؕ

تو کہتے ہیں کہ ہرگز نہیں ہم تو تابعداری کریں گے اسکی جس پر دیکھا ہم نے اپنے باپ دادوں کو

قانون صحیح کے پابند نہیں ہوئے بلکہ اتباع آبا کرتے ہیں۔ یہ اتباع آبا بھی فطرت کے مخالف نہیں جب کہ وہ آبا کو فطرت متبع پالیں اور ان کے معتقد بن جائیں اور جن آبا کو متبع فطرت نہ دیکھیں ان کو ترک کر دیں۔ لیکن جب وہ مکلف ہی نہیں سمجھتے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ان کے آبا تو متبع فطرت نہ تھے اور یہ آبا کے متبع ہیں اس شکل میں گویا یہ مخالف فطرت ہیں۔ اسکا اشارہ یوں ہے

اَوَلَوْ كَانَ اٰبَآؤُهُمْ لَا یَعْقِلُوْنَ شَیْئًا وَّلَا یَهْتَدُوْنَ ﴿۱۷۰﴾

بھلا اگرچہ انکے باپ دادے نہ سمجھتے ہوں کچھ بھی اور نہ جانتے ہوں سیدھی راہ

جنہوں نے جہالت میں حد کر دی ہے اور حظیرۃ القدس کی اتباع ایک بھی نہیں کی، ان سے ارتقاء انسانیت کی توقع ناممکن ہے یہ حیوانات کے مثل ہیں۔ جو انسان کی بات ہی نہیں سمجھتے نہ ہی تدابیر ارتقائیہ میں ارتقاء پذیر ہیں۔

یہ تعلیم انسانوں کو ارتقاء اعلیٰ کے اہل اور قابل بناتی ہے۔ اشارہ یہ ہے

وَمَثَلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا كَمَثَلِ الَّذِيْ يَنْعِقُ بِمَا لَا يَسْمَعُ اِلَّا دُعَآءً

اور مثال ان کافروں کی ایسی ہے جیسے پکارے کوئی شخص ایک چیز کو جو کچھ نہ سنے سوا پکارنے

وَّنِدَآءً ؕ صُمٌّۢ بُكْمٌ عُمْيٌ فَهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ ﴿۱۷۱﴾

اور چلانے کے بہرے گونگے اندھے ہیں سو وہ کچھ نہیں سمجھتے

۱۷۱ کمثل الذی ینعق" یعنی حیوان کے مانند ہیں۔ تو کافر مثل حیوان کے ہیں کہ انسان ان سے خطاب ہی نہیں کر سکتے۔ وہ ارتقار کی کوئی بات نہیں سمجھ سکتے۔ نہ ہی وہ کان آنکھ زبان استعمال کر سکتے ہیں۔ تو جو لوگ دیہات کے بدوؤں کو تعلیم قرآن کا مادہ سمجھتے ہیں وہ فہم مطالب سے بعید ہیں۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ وَاشْكُرُوْا

اے ایمان والو کھاؤ پاکیزہ چیزیں جو روزی دی ہم نے تم کو اور شکر کرو

لِلّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ ﴿۱۷۲﴾ اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ

اللہ کا اگر تم اسی کے بندے ہو اس نے تو تم پر یہی حرام کیا ہے مردہ جانور

وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيْرِ وَمَآ اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ ۚ

اور لہو اور گوشت سور کا اور جس جانور پر نام پکارا جائے اللہ کے سوا کسی اور کا

گویا جو چیزیں وہ کما لائے گا۔ ان میں سے بعض ایسی اشیا ہوں گی جن سے وہ پاک لطف حاصل کرے گا۔ اس لئے من طیبات میں اشارہ ہے۔ اس کے بعد احوال اولیت کی طرف رجوع ضروری ہے کیوں کہ اکل سے ایک ایسی قوت حاصل ہوئی ہے جس کا تقاضا یہ ہے کہ وہ اجتماعیت میں اللہ کے طریقہ پر چلیں۔ اس کا اشارہ ہے واشکروا اللہ اور پلید چیزیں جیسے مردہ، خون ان سے بچنا ضروری ہے۔ کیوں کہ مردہ بے ہمت کر دیتا ہے اور خون سنگدل بنا دیتا ہے۔ اس لئے فطرت انسانی ان دونوں چیزوں سے پرہیز کرے گی۔ اور انہیں پلید سمجھے گی۔ جیسا کہ شاعر نے کہا ہے کہ ؎ تھے کرگس اور نہ زغن کیطرح ہم مردار خوار :: قوت اپنا تھا جو خود ہی مار کر لاتے تھے ہم

حنیفی ائمہ خنزیر کو اس لئے حرام کرتے ہیں کہ اس میں فطرت انسانیہ کے لئے مضرات ہیں۔ کیونکہ یہ حنفتی میں اشتراک کو روا سمجھتا ہے اور یہ فعل کسی حال بھی جائز نہیں۔ اگر اس میں کچھ فائدے بھی ہوں یعنی اکل خنزیر میں مگر اس کے نقصانات عظیم ترین ہیں۔ اس لئے وہ حرام ہے۔ ۔ وَمَآ اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ یہ حنیفیت کا شعار ہے۔ بعض اشیاء بیّنہ (بدیہی) ہیں جنہیں

فطرت انسانی حرام سمجھتے ہیں فی البداہت فیصلہ کرتی ہے بعض کے لئے کافی غور کرنا پڑتا ہے۔ وہ نظری ہوتی ہے۔ اس کی مثال تحریم خنزیر کی ہے۔ وَمَا اُھِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ بھی نظری ہے۔ لیکن یہ مستطیع کے لئے حرمت جس کے عکس مضطر و مجبور ہوتا ہے اس کے لئے روا ہے

فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ فَاِنَّ اللّٰهَ

پھر جو کوئی بے اختیار ہو جائے نہ تو نافرمانی کرے اور نہ زیادتی تو اس پر کچھ گناہ نہیں بیشک اللہ ہے

غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿١٧٣﴾

بڑا بخشنے والا نہایت مہربان

مگر مضطر کس حالت میں سمجھا جائے گا (۱) کتاب اللہ نے انسان کو یہ تفویض کر دیا ہے۔ کتاب کا اثبات یہ ہے کہ قوت فطریہ اپنے واجبات کے ادا کے لئے مسولیت کے حساب سے ہوگی۔

لیکن جو شرک کرے وہ اس حساب کو سمجھ ہی نہیں سکتا کیوں کہ انداد سے اپنے تفکر کا موقعہ ہی نہیں دیتے۔ پس طیبات جن کے متعلق اللہ نے حلت کر دی ہے۔ وہ ہمارے لئے غیر محرم ہیں گویا قانون کا متن یہ ٹھہرا انسان کھائے پاک چیزیں مگر حرام نہ کرے۔ یا بالفاظ دیگر حلالاً طیباً اسی طرف اشارہ ہے فصل ثانی کی ابتداء ہیں

اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْتُمُوْنَ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ الْكِتٰبِ وَيَشْتَرُوْنَ

بیشک جو لوگ چھپاتے ہیں جو کچھ نازل کی اللہ نے کتاب اور لیتے ہیں اس

بِهٖ ثَمَنًا قَلِيْلًا اُولٰٓئِكَ مَا يَاْكُلُوْنَ فِيْ بُطُوْنِهِمْ اِلَّا النَّارَ

پر تھوڑا سا مول وہ نہیں بھرتے اپنے پیٹ میں مگر آگ

وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَلَا يُزَكِّيْهِمْ وَلَهُمْ

اور نہ بات کرے گا ان سے اللہ قیامت کے دن اور نہ پاک کرے گا ان کو اور ان کے

عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿١٧٤﴾

لئے ہے عذاب دردناک

یہ فصل ثانی تھی جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ماکولات میں پابند سمجھا جائے۔ اس کی تفصیل ہیں۔

(۱) وہ خبیث نہ ہو جسے طبیعت رد کرے (۲) وہ مخالف نہ ہو اس چیز کے جس پر اتمہ تکمیل انسانیت کا

اجتماع ہے۔ یہ پابندی لازمی ہے۔

فصل اوّل میں وہ پابند ہیں اللہ پر اعتماد کرنے کے لئے کسب معاش میں فصل ثانی میں وہ پابند ہیں ترک خبائث سے اور اس چیز کے ترک سے جس سے ائمہ اجتماع نے منع کیا ہے۔ اصول اخلاق کے بعد یہ اصول انسانیت تھے جو گذرے ہیں۔

تعمیم تعلیم عامۃ الناس کے لئے یہاں بھی ضروری ہے۔ یہ باب ضروریات انسانیہ کا ہے اس اعتبار سے کہ اجتماع کا ادنیٰ درجہ ہے۔ اسکی تعمیم بھی اوّل کی طرح لازم ہے جو لوگ چھپائیں گے۔ وہ داخل فی النار ہوں گے۔ اور پہلوں کی طرح لعنت کئے جائیں گے۔

أُولَٰئِكَ الَّذِينَ اشْتَرَوُا الضَّلَالَةَ بِالْهُدَىٰ وَ

یہی ہیں جنہوں نے خریدا گمراہی کو بدلے ہدایت کے اور

الْعَذَابَ بِالْمَغْفِرَةِ ۚ فَمَا أَصْبَرَهُمْ عَلَى النَّارِ (۱۷۵)

عذاب بدلے بخشش کے سوکس قدر صبر کرنے والے ہیں وہ دوزخ پر

ذَٰلِكَ بِأَنَّ اللَّهَ نَزَّلَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ ۗ وَإِنَّ الَّذِينَ

یہ اس واسطے کہ اللہ نے نازل فرمائی کتاب سچی اور جنہوں نے

اخْتَلَفُوا فِي الْكِتَابِ لَفِي شِقَاقٍ بَعِيدٍ (۱۷۶)

اختلاف ڈالا کتاب میں وہ بیشک ضد میں دُور جا پڑے

(اس کے بعد ۱۷۴ : ۱۷۵ : ۱۷۶) بیان ہے کہ تعلیم جبری ابتدائی درجہ کی ہو اور یہ بھی ابتدائی کا جزء ہے پہلے کی طرح گویا ابتدائی تعلیم دو سالوں میں ختم ہوئی ہے۔ اس کے بعد ایسی تہدید نہیں آئی آخر سورۃ تک اس تہدید کے تکرار سے مجھے تعجب ہوا کہ کئی آیات کے بعد دوبارہ کیسے آئی۔ جب میں نے یہ دریافت کر لیا کہ اس کی بھی تقسیم ضروری ہے مجھے تشفی ہوئی۔ بحمد اللہ۔ اِنَّ الَّذِیْنَ . . . . الیم

میں اس تہدید اور تہدید اوّل کی مثال پیش کرتا ہوں جس سے اس فعل شنیع کا اندازہ لگایا جاسکے گا ایک طاقتور آدمی ہے اس کے ساتھی بھی ہیں وہ ایک تالاب کا مالک ہے جس میں بارش کا پانی جمع ہے لوگ شدت پیاس سے اسکے پاس جاتے ہیں اور پانی پینے کی خواہش کرتے ہیں مگر وہ ظالم سختی سے اُنہیں روک دیتا ہے حتیٰ کہ پیاسے مر جاتے ہیں تو کیا دین میں کوئی قانون ہے جو اس ظالم پر رحم کرے ؟

بعینہٖ یہی حال ان حملۃ الکتاب کا ہے کہ یہ لوگ ان تک پہنچے ہی نہیں۔ انہیں یہ ابتدائی اصول بھی نہیں بتائے۔ اور کہنے کو وہ یہود نصاریٰ ہی مُسلم ہیں۔ درحقیقت یہ حق سے بعید ہیں اور تمام جہاں کے موت کا گناہ ان کتاب برداروں پر ہے جو گدھوں کی طرح بوجھ لادے ہوئے ہیں اور ان جاہلوں کو چھوڑتے بھی نہیں کہ وہ کسی دوسری قوم سے ہی ہدایت پا سکیں۔ ——— باب تمام شد الحمدللہ

اوّل سورۃ سے لے کر یہاں تک امام عبدالعزیز نے تفسیر لکھی ہے جس کا نام فتح العزیز رکھا ہے۔ اور اسی طرح قرآن کی آخری دو سپارے تبارک الذی اور عمّ کی تفسیر بھی لکھی۔ ان کی تفسیر میں ضعیف چیزیں بھی ہیں بلکہ موضوع بھی۔ جن کو انہوں نے دوسرے حکماء کی طرح درج کیا ہے اور اگر وہ ان کو درج نہ کرتے تو ان کے ہمعصر آپ کی طرف نہ توجہ کرتے اور نہ نفع اٹھاتے۔ امام عبدالعزیز وہ ہیں جنہوں نے اپنے والد امام ولی اللہ کے علوم کو پھیلایا اگر وہ نہ ہوتے تو لوگ امام ولی اللہ کو نہ جانتے کہ وہ حکیم اور مجدّد ہیں صرف یہ جانتے تھے کہ وہ صوفی ہیں۔ اگرچہ خواص اصحاب جانتے تھے کہ وہ امام حکیم اور مجدد ہیں پھر امام عبدالعزیز نے اپنے والد کے علوم کی اشاعت کے لئے ایک مدرسہ کھولا اور مدرسہ کے نصاب میں اُن کی کتابیں داخل کیں اور وہ لوگ جو اس مقصد میں ان کی اعانت کے لئے کھڑے ہوئے۔ امام رفیع الدین امام عبدالقادر یہ دونوں امام عبدالعزیز کے بھائی ہیں۔ یہ دونوں ہند میں بڑے مشہور اور ان کے مدرسہ کے بڑے مدرس ہیں۔ دوسرے طبقہ میں اس مقصد کے لئے کھڑے ہونے والوں میں صدرالشہید مولانا محمد اسمٰعیل شہید امام عبدالعزیز کے بھائی شیخ عبدالغنی کے بیٹے ہیں۔ اور مولانا محمد اسحاق جو امام عبدالعزیز کے نواسے ہیں دونوں ان کے قائم مقام ہوئے۔ ان دو طبقوں سے سینکڑوں لوگ نکلے جنہوں نے اپنے علوم سے زمین ہند کو پُر کر دیا۔ چنانچہ کوئی ایسا آدمی نہیں ملتا جس کو حدیث کی سند حاصل ہو اور وہ امام عبدالعزیز اس کا سرچشمہ نہ ہوں۔ پھر امام عبدالعزیز نے مذکورہ بالا امور سے فراغت کے بعد جہاد کا پروگرام منظم کیا اور انقلاب کے لئے میدان بنایا اور وہ لوگ جو اس مدرسہ سے نکلے وہ اس پروگرام کو چلانے کیلئے کھڑے ہوئے۔ ہمارے دیوبندی مشائخ انہیں کے اتباع اور طریقہ پر ہیں۔ اس کے بعد امام اسمٰعیل شہید اور امام محمد اسحاق نے امام عبدالعزیز کے طریقہ کی تجدید کی اور ہمارے شیخ شیخ الہند اسی طریقہ پر تھے پھر انہوں نے اپنے بعض متبعین کو تجدید کا حکم دیا۔[1]

---

[1] اور وہ خود حضرت امام محمد قبلہ مولانا عبیداللہ سندھی ہیں جن کو شیخ الہندؒ نے تجدید کا حکم دیا۔

(از محمد معاویہ عبدالالٰہی)

باب ثالث اجتماعیت متوسطہ میں جو آباد شہروں میں پائی جاتی ہے،

قریٰ عامرہ کے اجتماع کا نام ہم ارتفاق ثانی رکھتے ہیں۔ یہ انسانیت کا لازمی نتیجہ ہے۔ اس کے بعد مدینہ عالیہ یعنی بڑا شہر امپریلزم دار الحکومت پر منتج ہوتا ہے لیکن کسی بڑے شہر کے لئے یہ ضروری نہیں کہ وہاں مختلف اقوام کا تداول ہو۔ البتہ متوسط شہر میں ضرور اجتماع صالح رہے گا۔ اس شہر کی مثال حجاز کے شہروں میں ہے اُمّ القریٰ طائف مدینہ جن کی اصلاح کے بعد قرآن نے اجتماعیت عالیہ کا فائدہ رکھا ہے۔ اعراب بادیہ اجتماعیت اولیٰ میں ہیں اور وہ اس اجتماعیت ثانیہ کا مادہ ہیں لیکن وہ ارتفاق اول میں قرآن کے مخاطب اس کے احکام دائر کرنے کے لئے نہیں۔ وہ اپنی اجتماعیت منظم کرتے ہیں۔ وہ اجتماعیت قریٰ میں شامل ہیں اور احکام قریٰ کی اطاعت کرتے ہیں۔ مثلاً التفقہ بہت سے تفسیر قران والوں نے تفقہ سے منع کیا ہے۔ اب یہ حالت ہوگئی ہے کہ قرآن کو صرف درجہ اُولیٰ کے امور اجتماعیت کی کتاب بنا دیا گیا ہے فقط۔ اور گویا اس میں اخلاق و معارف صرف اسی درجہ اولیٰ کے مطابق ہیں۔ اور تفاسیر عام طور پر لکیر کی فقیر ہوگئی۔ جو کچھ پہلے کوئی لکھ گیا ہے۔ اس کے مطابق تمام لکھتے چلے آئے۔ اسی واسطے حکماء کے اعراض تدبر قرآن کا سبب بن گئی ہیں۔ یہ ہمارے زمانہ میں موجود ہے۔ اور حکماء یورپ کے ذریعہ یہ انکار ہماری قوم میں موجود ہو چکا ہے کیوں کہ مسلمانوں کی اولاد ان سے تعلیم لینے پر مجبور رہے اس لئے وہ طلباء ان حکماء یورپ کا احترام بھی کرتے ہیں۔ اور قرآن میں سوائے انکار کے یہ حکماء یورپ بھی التفات نہیں کرتے۔ اگر انسان ان کے انکار کی اصل وجہ معلوم کرے تو وہ ان تفاسیر کی طرف رجوع کرے گا۔ کہ یہ تفاسیر ہی انکار قران کا سبب بن چکی ہیں۔ میں نے تمام مفسرین کو چھان مارا ہے لیکن کسی ایک بھی تو خدا کے بندے نے وہ بات نہیں لکھی جو حضرت شاہ صاحبؒ نے لکھی ہے کہ قرآن کا خطاب اجتماعیت وسطیٰ والوں کے لئے ہے۔ اس کی تصریح انہوں نے بدور بازغہ میں کی اور سمجھ دار آدمی ان کی عام کتابوں میں یہ بات عام طور پر ادراک کر سکتا ہے

لوگ دو قسموں کے ہوتے ہیں۔

(۱) جو ترقی یافتہ اسلامی دار الحکومتوں اور امپریلزم کو تعلیم قرآن کا مقصد سمجھ لیتے ہیں اور اپنی تاریخ پر سر دھنتے رہتے ہیں فقط۔ عرب دمشق اندلس اور کچھ بغداد پر۔ اور عجم بغداد اور جو اس سے حکومتیں متفرع ہوئیں کسی زمانہ میں دنیا بھر میں اسلامی دار الحکومتوں کا زور تھا۔ لیکن انقلاب کے بعد وہ نام تباہ و برباد ہو گئے۔

اس لئے لوگوں پر قرآن کے نسخ کے اوہام غالب ہو گئے۔ حالاں کہ ان خیالات کی بنیاد ہی غلط ہے۔ کیوں کہ اگر قرآن میں تدبر کریں تو وہ امپیریلزم کے ہی خلاف ہے۔ اور لوگوں کو اجتماعیت صالحہ کی طرف بلانے کے لئے آیا ہے۔ جو فطرت کے منافی ہو۔ اور اجتماعیت وسطی ہی ہے۔

اسی واسطے قرآن نے ہر قوم کے واقعات اور ان کی ہلاکت کے اسباب و واقعات بیان کئے ہیں۔ کیوں کہ وہ دنیا کی آرام پرستیوں میں رہ کر امورِ آخرت سے غافل ہو چکے تھے۔ اور اس کی مراد یہ ہے کہ ظالم خسران اور عذابِ ابدی جمع کرتا ہے۔ اور موجودہ مدنیات پر بھی یہ حکم لاگو ہوتا ہے کہ وہ ظلم کر رہے ہیں اور مخصوص طوائف و قبائل کے لئے بڑی بڑی عمارات بلڈنگیں بنا رہے ہیں۔ یہ نتیجہ ہوتا ہے امپیریلزم کا اور یہی ان کے اسبابِ ہلاکت ہیں۔ اور اس کے بعد نتیجہ عذابِ ابدی ہے۔ پس کیوں فخر کرتے ہیں۔ امپیریلزم پر گذشتہ اقوام کی طرح حضرت امام ولی اللہ نے بڑی آب و تاب کے ساتھ یہ بات سمجھائی ہے (حالانکہ لوگ ان کی بات سننے سے بہت گریز کرتے ہیں) کہ لوگ خود بخود اجتماعیت وُسطیٰ کی طرف آ رہے ہیں۔ لیکن لوگوں نے ان کی بات پر عمل نہ کیا۔ اور ان تفسیروں کی طرف چلے گئے۔ جن کا ہم نے پہلے ذکر کیا ہے۔ ہم یقین رکھتے ہیں اگر کوئی حکیم تفسیر قرآن کرے تو آج یہ قرآن حکمار یورپ پر بھی حجت بن سکتا ہے۔ لیکن لوگ اب جب کہ ان کے پاس کچھ نہیں ہے اور ان کی خواہشات ہلاکت زدہ لوگوں کی طرح ہیں وہ دعوت دیتے ہیں اپنے فرسودہ اور غذل یافتہ خیالات کے لئے اور طرہ یہ کہ اس کا نام اسلام رکھتے ہیں۔ میں نے اچھی طرح یہ بات بھانپ لی ہے کہ انہوں نے کسی یورپین حکیمانہ تعلیم سے تنبیہ حاصل نہیں کی تو وہ اسلام کی طرف کبھی نہیں لوٹیں گے۔ الا ماشاء اللہ

لَيْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَ

نیکی کچھ یہی نہیں کہ منہ کرو اپنا مشرق کی طرف یا مغرب کی

لٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالْكِتٰبِ

لیکن بڑی نیکی تو یہ ہے جو کوئی ایمان لائے اللہ پر اور قیامت کے دن پر اور فرشتوں پر اور سب کتابوں پر

وَالنَّبِيّٖنَ وَاٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِى الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنَ

اور پیغمبروں پر اور دے مال اس کی محبت پر رشتہ داروں کو اور یتیموں کو اور محتاجوں کو

وَابْنَ السَّبِيْلِ وَالسَّآئِلِيْنَ وَفِى الرِّقَابِ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ

اور مسافروں کو اور مانگنے والوں کو اور گردنیں چھڑانے میں اور قائم رکھے نماز اور دیا کرے زکوٰۃ

وَالْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ اِذَا عٰهَدُوْا وَالصّٰبِرِيْنَ فِى الْبَاْسَآءِ

اور پورا کرنے والے اپنے اقرار کو جب عہد کریں اور صبر کرنے والے سختی میں

وَالضَّرَّآءِ وَحِيْنَ الْبَاْسِ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَاُولٰٓئِكَ

اور تکلیف میں اور لڑائی کے وقت یہی لوگ ہیں سچے اور یہی

هُمُ الْمُتَّقُوْنَ ﴿۱۷۷﴾

ہیں پرہیزگار

۱۷۷ اخلاقِ اربعہ کے امورِ ایمانیہ پر مشتمل ہے اور اجتماعیت اولیٰ پر مشتمل ہے۔ نیز تفصیل اجتماعیت وسطیٰ کے لئے مناسب ہے۔ اس پر بھی مشتمل ہے تو قانون کی پابندی اور طلب رزق کی پابندی اس فطرت پر رہ کر جو اللہ تعالیٰ نے بیان کی ہے اور فطرت بنائی ہے۔ اسکی قید بھی اس شخص کے لئے لگائی ہے کہ معادن قدرت سے اس طرح اکتساب کرے اور اصول اربعہ کو ترک نہ کرے اور جو لوگ معاون ارتفاقات پر غالب آچکے ہیں۔ ان کی اتباع نہ کی جائے۔ اسی طرح ایک مرکز کی ضرورت محسوس ہوگی اور وہ مرکز شعائر اللہ میں سے ہوگا۔ پس بیت اللہ جس میں نبی اللہ ہے۔ اور کتاب اللہ کا درس دیتا ہے اور مسلمان اُس کے اردگرد اوقات صلوٰۃ کے لئے کھڑے ہوتے ہیں۔ یہ اس کے لئے مرکز ہے۔

پس قرآن اس آیت میں دعوت دیتا ہے اس مقصد کے لئے اور صورت پر اقتصار اور کوتاہی کا انکار کرتا ہے۔ ہم پہلے بیان کرچکے ہیں کہ تمام اقوام تدین میں اخلاقِ ثلاثہ کا اختلاف نہیں کرتے۔ یعنی ذکر شکر صبر میں بلکہ وہ اختلاف کرتے ہیں اپنے شعائر اللہ کے مراکز کے تعدد میں۔ پس ان کے لئے تعظیم شعائر اللہ صرف قبلہ کی طرف رُخ کرنا ہی ہوتا ہے کہ جو ان کے قبلہ کی طرف رُخ کرے گا۔ وہ ان کی ملّت کا فرد سمجھا جائے گا۔ خواہ وہ اس قبلہ سے غائب ہو۔ دور ہو۔ قرآن اسی اقتصار اور تحدید پر اکتفا کرنے کا انکار کرتا ہے۔ بلکہ دعوت دیتا ہے کہ معانی مقصودہ کی طرف نظر کرنی چاہیے۔ آیا اہل قبلہ ان معانی کا احترام کرتے ہیں یا نہیں؟۔ اگر وہ ان معانی مقصودہ پر قائم نہیں تو وہ متقین صادقین نہیں ہیں۔ بلکہ وہ منافقین ہیں۔ الکن البر من اٰمن الخ اجتماعیت لاقیہ اخلاق اربعہ کی تفسیر کرتی ہے اور اس کے بعد جو ایمان تام مفصل کی طرف اجتماعیت ہے اور حظیرۃ القدس کے ساتھ اتصال ہے۔ حظیرۃ القدس میں تجلی الٰہی ہے۔ اتصال حظیرۃ القدس کے ساتھ ایمان باللہ ہے۔ حظیرۃ القدس انسانیت کو اپنی طرف کھینچ لیتا ہے۔ یہ ایمان بالیوم الآخر ہے۔ حظیرۃ القدس میں ملائکہ عظام ہیں اور ان کے اتباع ملأسافل ہے۔ ان چیزوں کا ایمان ایمان بالملائکہ ہے۔ حظیرۃ القدس میں شرائع انسانیت عامہ کا تقدر ہے ان پر اعتقاد رکھنا

ایمان بالکتاب ہے۔ حظیرۃ القدس انسانوں میں سے چند ایسے انسان پکڑتی ہے جو جوارح کے مثل ہوتے ہیں۔ اور ذریعہ ہوتے ہیں حظیرۃ القدس کے مقرر کردہ باتوں کی تکمیل کے لیئے۔ اور انسانیت کو حظیرۃ القدس کی طرف پھیرتے اور چلاتے ہیں۔ تو اسکا نام ایمان بالانبیاء ہے۔ قرآن نے تصریح کی ہے کہ شرق و غرب مختلف اقوام کے لئے اسلام نہیں۔ کیوں کہ یہ تو تفریق پیدا کرتے ہیں۔ حالاں کہ تعلیمات سے مراد اجتماع عام کو دعوت دینا ہے اور یہ طریقہ جب تک اہل قبلہ کے دل میں حظیرۃ القدس کا یقین نہ حاصل ہو، رائج نہیں ہو سکتا۔ تو اقوام مختلفہ ایک معنی کی طرف جب توجہ کریں گے۔ تو وہ اس کی اصناف اور صورت کا اختلاف، اختلاف نہیں گردانیںگے۔ یہ ایمان حق کی طرف داعی ہے۔ اور ایسے اجتماع کا وارث بنانے والا ہے جو اجتماعیت وسطےٰ کا مدار بن سکے۔ یہی مقصود دعوت قرآنیہ کا ہے۔ اور تمام ملتوں میں قائم کرنا چاہتا ہے۔ اس سے اجتماع عالیہ کی ترقی ایسی مقصود نہیں کہ وہ لوگوں کے خُدا بن جائیں۔

تنبیہ: عام طور پر مسلمان، زمانہ نبی اور زمانہ شیخین پر فخر کرتے ہیں۔ اور اصول بنی اُمیہ پر عرب فخر کرتے ہیں۔ اور عجم بنی عباس کے اصول پر فخر کرتے ہیں۔ بنی عباس کے بعد ایران، توران ہند کے خُلفاء پر فخر کرتے ہیں۔ جب وہ یورپ کی ترقی یافتہ مدنیت پر نظر کرتے ہیں تو وہ کچھ حقارت سے اپنے مذکورہ بالا خلفاء کو دیکھتے ہیں کیوں کہ ان میں وہ بات نہیں یہ قرآن کی حقیقت کا احساس نہیں رہا۔ ہم نے اس ولی اللہی حکمت کے ذریعہ کام ان باتوں کو حقارت سے دیکھا ہے۔ جن کو عام المسلمین باعث فخر سمجھتے ہیں۔ ہم یہ دیکھتے ہیں اجتماعیتِ اسلامیہ کے لحاظ سے باقی ملتیں بہت پیچھے ہیں اور وہ اجتماعیت کی اس منزل تک نہیں پہنچیں جہاں آج کا یورپ بھی نہیں پہنچ سکا ہے۔ ہم اللہ کا شکر کرتے ہیں کہ یہ صرف اسلام ہی میں ہے کہ ہم ہزار سال سے زیادہ روئے زمین پر باقی رہ سکتے ہیں۔ اگر ہماری مدنیت درجہ ثانیہ پر منتہی ہو جاتی تو ہم ہلاکت یافتہ قوم ہو جاتے۔ ہم قرآن کی تعلیم سے اجتماعیتِ اولیٰ اور اجتماعیت عالیہ کا رَدّ دیکھتے ہیں۔ اجتماعیتِ وسطےٰ ہی قرآن کی تعلیم ہے۔ ایسی اجتماعیت متوسط جو تمام اقوام پر شامل ہو۔

ہم اجتماعیت متوسطہ وسیع معنی میں لیتے ہیں کہ وہ روئے زمین پر عرض و لبسط کے لحاظ سے ہو۔ طول کے لحاظ سے نہیں۔ کیونکہ یہ توسیع ایام قلیلہ کے بعد اس قوم کے لئے مہلک ثابت ہوتی ہے۔ آج ہم انگریزوں کی ترقی یافتہ امپیریلزم دیکھتے ہیں کہ اس میں دس آدمیوں سے بھی کم آدمی اپنی خواہشات کے مطابق حکومت کرتے ہیں۔ قوموں کو قتل کرتے ہیں۔ ان پر سختی اور ظلم کرتے ہیں۔ اور فساد پھیلاتے ہیں۔ اور اس کا نام اصلاح رکھا ہوا ہے اور عجیب عجیب حیلے بہانے اور چالاکیاں ہیں کہ لوگوں کو غافل کئے ہوئے ہیں حق سے۔ پس اس طرح اللہ تعالیٰ

ان سے زیادہ عرصہ تک راضی نہیں رہے گا ہم اس تدبیر خدا کا انتظار کرتے ہیں کہ قومیں بیدار ہو جائیں گی۔ اور یہ اجتماعیۃ پارہ پارہ ہو کر رہ جائے گی۔ لوگوں نے روس میں بھی بہت بڑی علامات وآیات دیکھی ہیں۔ خلافت آل عثمان کے دوران میں یہ بات تھی کہ تمام گوشہ ہائے زمین سے جو کچھ پاتے وہ دار الحکومت میں جمع کر دیتے۔ اور اس طرح تمام قوموں پر وہ دار الخلافہ حکومت کرتا تھا۔ اور تمام قومیں اس دار الخلافہ کے تابع ہو کر رہ جاتی تھیں۔ اسی طرح ہالکین کا طریقہ ہوتا۔ یہ بات اسلام میں نہیں۔ اور وہ خلافت آل عثمان تین سو سال تک باقی رہی۔ اسی طرح ہندوستان میں بھی یہ مرض رہا جب کہ وہ توسط کی طرف مائل تھی۔ چند دنوں تک یہ بات چلی جس وقت وہ بلندی کی طرف مائل ہو رہے تھے تو تنزل کی زد میں آ پہنچے۔

وَاٰتَی الْمَالَ عَلٰی حُبِّهٖ الخ یہ ہے مدار ارتقاء اجتماعیت کا جو غلو مفرط کی طرف جاری ہو۔ پس اجتماعیت صالحہ متوسط مال کو جمع نہیں کرتی کسی ایک مرکز میں۔ بلکہ تمام افراد قوم کو ان کی عمومی حاجات وضروریات میں اغنیا اور مستغنی کرتی ہے۔ اور یہی طریقہ ہے طویل ایام تک تمدن باقی رہنے کا۔ تو مال کی تقسیم اللہ کی محبت میں پہلے ذوی القربٰی پر کی جائے کہ ان میں کوئی حاجت مند نہ رہے۔ ذوی القربٰی پر مال کی تقسیم دو قسموں پر ہے ایک وہ قسم جس میں حکمت کا اتباع کیا جائے۔ ہماری مراد اس سے یہ ہے کہ تمام اقارب کو دیکھے اور انہیں اپنے پاؤں پر کاروبار کی آزادی دے جو ان کی استعداد کے مطابق ہو اگر وہ اس پر قادر نہ ہوں تو وہ صاحب مال سے جتنی حاجت ہے اس کا انہیں حکم دے۔

دوسری قسم یہ ہے کہ انہیں کسی قسم کی رہنمائی نہ کی جائے۔ بلکہ انہیں اپنا محتاج اور دست نگر کر لیا جائے یہ اس کے اپنے لئے اور اقارب دونوں کے لئے مہلک طریقہ ہے۔ اس طرح کا خلط اس واسطے آیا ہے کہ حکمت کی طرف توجہ نہیں کی گئی۔ اس کے بعد ذوی القربٰی کی باری آتی ہے پھر مساکین کی جو اس کی قوم میں ہوں۔ بطریقہ حکمت۔ اس کی مثال ہمیں نبی مقدس نے سکھائی ہے کہ ایک آدمی سوال کرنے آیا آپ نے اسے سوال سے منع کیا اور لکڑیاں جمع کرنے کا حکم دیا۔ اس ﷺ سے جو اس کے پاس تھا یا اس مال سے جو اس کے پاس تھا۔ اس آدمی نے لکڑیاں خریدیں اور کاروبار کیا۔ اسی طریقہ حکمت پر انفاق ہونا چاہیئے۔ پھر اہل ضرورۃ پر انفاق کرے خواہ اس کی قوم کے نہ ہوں۔ مثلاً مسافرین اور ایسے سائلین جو کسی سخت ضرورت میں مبتلا ہوں۔ یہ آزاد قسم کے مسافر یا سائل مراد تھے۔ اس کے بعد غلاموں کی باری آئی ہے۔ گویا مال کو اپنے گھر میں جمع نہ کرنا چاہیئے۔ جبکہ وہ ضروریات سے فالتو ہو۔ اس طرح اگر کسی قوم کی عادت بن جائے تو وہ تمام مصائب سے نجات پا سکتے ہیں۔ اگر خزانہ جمع کرنے

اور اکتناز میں مصروف ہو جائیں گے۔ تو وہ عنقریب ہلاک ہو جائیں گے تو اجتماعیت صالحہ سرمایہ داری برداشت نہیں کر سکتی بلکہ اشتراکیت کو ضروری سمجھے گی۔ مضاربت کے اصول پر جیسے آجکل سوسائٹی کا طریقہ ہے لیکن رِبا اور سود نہ ہونا چاہیئے کیونکہ رِبا اکتناز پیدا کرنے کا ذریعہ بن جاتا ہے۔

تنبیہ

سیاسی معاملات میں ہمارے متفق ایک شخص بمبئی کا شیخ ابراہیم بن عبداللہ سندھی ہے جو اقتصادی علوم کا ماہر ہے اس نے ہمیں ایک واقعہ بیان کیا کہ ایک بار اس سے اسکے استاذ اقتصادیات نے سوال کیا کہ اسلام انتفاع بالاموال کو حرام کرتا ہے اور یہی معنٰی ہے اس بات کا کہ یورپ سود کو مال کمانے کا ذریعہ بنا دیتے ہیں۔ جیسے اصل پونجی اور اصل سرمایہ ہوتا ہے۔ اسی بات کی طرف اشارہ ہے انما البیع مثل الرّبا جو مشرکین کا قول ہے۔ تو اس استاذ نے کہا انسان کیسے اجتماعیت میں ترقی یافتہ بن سکتا ہے جب کہ ترقی نفع مال کو حرام کرنے سے مراد لی جائے۔ تو شیخ ابراہیم نے جواب دیا کہ اسلام نفع اموال کو حرام نہیں کرتا بلکہ اس کی خاص قسم کو حرام کرتا ہے یعنی جب نفع اور ضرر صاحب مال اور عامل میں مشترک ہو تو اسلام اس کی ممانعت نہیں کرتا۔ البتہ جب نفع صاحب مال کے کھاتہ میں ہو اور ضرر عامل کے حصہ میں تو اسے اسلام رِبا کہتا ہے اور حرام کہتا ہے۔ خواہ وہ تھوڑا ہو یا زیادہ۔ جب استاذ نے اس بات کو سمجھ لیا تو اس نے کہا ھلکؐ اور یا یورپ ہلاک ہو جائے گا۔ اگر اسلام سے اس نے یہ بات نہ سیکھی۔ اس وقت سے میں تحریم ربا کی نص کو سمجھنے سمجھانے پر قادر ہوا ہوں۔ اور تعلیم قرآن کے سلسلہ میں نوجوانوں کو ربا کی تحریم کا مسئلہ سمجھا سکتا ہوں۔ اس سے پہلے میں "ربا" کے متعلق صریح مقصد نہیں سمجھا تھا یہ جو نقصان عامل کے حق میں ہوتا ہے۔ صاحب المال کی جانب سے اس پر شیخ ابراہیم کی بات سے تنبیہ ہوئی۔ اُسے میں نے حجۃ اللہ البالغہ کے چند مقامات سنائے وہ حیران ہوا اور اس نے کہا کیا عربی میں اس مسئلہ پر بھی روشنی ہے؟ کیوں کہ اس سے پہلے اس نے ایسی اقتصادی باتیں نہیں سنی تھیں۔ اس کے بعد میں نے یہ واقعہ بڑے بڑے اہل علم کو بیان کیا اور انہوں نے کہا کہ کسی انگریزی تعلیم یافتہ سے سوائے اس بات کے کوئی حکمت کی بات نہیں سنی؟ یہ باتیں روس کے انقلاب سے پہلے کی تھیں۔ جب ہمیں انقلاب روس کا علم ہوا تو ہمیں استاذ شیخ ابراہیم کا قول صحیح نظر آیا۔ بہت سے اہل علم کو یہ کہتے بھی سنا ہے کہ اسلام چونکہ رِبا کو حرام کرتا ہے گویا وہ اشتراکیت کی دعوت دیتا ہے۔ اسی لئے وہ روسی تحریک کو اچھا سمجھتے ہیں۔ اور اسے اسلامی تعلیم کے مطابق سمجھتے ہیں میں جانتا ہوں یہ بات مجملاً کہہ دینا مفاسد عظیمہ کا باعث بن سکتا ہے۔ اس لئے میں سرمایہ داری کے خلاف متفق

ہوں اور باقی روسی مفاسد کو میں زیر بحث نہیں لاتا کہ ان میں انکار ادیان ہے۔ سنت نکاح نہیں۔ افساد اجتماعیت ہے۔ تربیت اولاد نہیں۔ وغیرہ اسی واسطے میں نے ایسا پروگرام بنایا ہے جو سرمایہ داری کے خلاف ہو۔ لیکن اسلام کے نام پر نہ ہو کیونکہ وہ دینی تحریک پر ختم ہو کر رہ جائے گا۔ اور مغرب کے انقلابی کوئی توجہ نہ دیں گے صرف اس تحریک پر مشرق کے انقلابی توجہ دیں گے۔ میں یہ پروگرام وطنیت ہندیہ کے نام پر جاری کرنا چاہتا ہوں کیوں کہ اس سے انگریز ہندو روسی اور غیر مسلم سب توجہ دیں گے۔ اور ان کے علاوہ اور قومیں بھی۔

ضمناً میں نے اشارہ کیا ہے کہ میں ہندی مسلم ہوں۔ اور اسلام سرمایہ داری کے پروگرام کو ہرگز قبول نہیں کرتا۔ البتہ اسطرح کا پروگرام قبول کر سکتا ہے۔ میں نے اس کی تصریح کی توجیہ زیادہ نہیں کی بلکہ یہ امور تبعیہ میں سے ایک بات ہے تاکہ انقلابی اس کے اسباب میں غور و خوض کرنے سے نفرت نہ کریں۔ میں خدا کا شکر ادا کرتا ہوں کہ اس مقصد میں میں کامیاب ہوں۔ اقوام ثلاثہ میں سے اس کے رد پر کوئی قادر نہیں ہوا۔ اور انہوں نے اندرونی طور پر اقتصادیات عالم کے معاملہ میں حقیقت اسلام کا اعتراف کیا میرا مقصد یہ تھا۔ پھر ہم اس پروگرام کو قائم کرنے پر قادر ہوسکیں گے یا نہیں؟ یہ دوسری بات ہے۔ فرض تبلیغ اسلام ہے۔ یعنی انقلابی ترقی یافتہ اقوام کو، شاید اسے خدا قبول کرے اور اس طرح مولانا محمد قاسم کے چند مقاصد کا مصداق بنے۔ ان کا مقصد یہ تھا کہ اگر انہیں یورپین زبان آتی تو وہ اقوام کو کلمۂ اسلام کی تبلیغ کرتے۔ میں ایک طالب علم ہوں اسی کی طرف منسوب ہوں میرا کام یہ ہے ان کے کسی مقصد کو کچھ پورا کر سکوں۔

آج میں کہتا ہوں کہ سود کی بالکل حرمت اس بات کی مقتضی ہے۔ کہ اموال اور اسکے ارد گرد تمام چیزوں کو شروع سے تفریق کیا جائے۔ اس کی طرف اشارہ ہے "واٰتی المال علیٰ حبّہ" یہ امر قرآن عظیم میں مُہتم ہے اور یہ اخلاق ایمانیہ کے اُصول میں سے ہے۔ یہ امر خاص پہلے چار اصولوں سے ملحق ہے۔ اور یہ بات اسطرح نہیں جیسے مفسرین میں سے بعض فقہاء خیال کرتے ہیں کہ اس سے زکوٰۃ مراد ہے۔ یہ ان کی بہت بڑی غلطی ہے۔ کیوں کہ زکوٰۃ کا حکم اس کے علاوہ دوسری جگہ ہے۔ یہ ایمان کا جزو ہے۔ ایمان ہمارے ہاں اصول اخلاقیہ کا نام ہے۔ اور وہ حظیرۃ القدس پر یقین رکھنے پر مبنی ہے۔ ہم مولانا محمد قاسم کی ایک بات کہتے ہیں وہ کلمہ ایمان کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ فقہاء مسئلہ نیت کا جانتے ہیں اور اعمال نیتوں پر موقوف ہیں۔ نیت کا یہ معنی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل کے لئے عمل قاصر کا ارادہ کیا جائے۔ مثلاً نماز کی نیت زکوٰۃ کی نیت اس طرح اور نیتیں، پس تمام مامورات الٰہیہ کی ادائیگی کی نیت ایکبار کر لینا یہ ایمان ہے،،

ہیں ان فقہا کے قول کی تفسیر اپنے اس قول کے موافق کرچکا ہوں کہ ایمان اقرار باللسان اور تصدیق بالقلب کا نام ہے اور تصدیق کے کلمہ کو منطقیوں نے امر مرکب کی تفصیل کے لیۓ استعمال کیا ہے۔ جیسے جملہ۔ لیکن وہ تصدیق بالعقل ہوتی ہے۔ ہمارے فقہا اپنے قول تصدیق کے ساتھ قلب کی قید اسلئے بڑھاتے ہیں تاکہ منطقی تصدیق سے احتراز کیا جائے۔ پس تصدیق بالقلب عزم قلب کا نام ہے جو صدق ادا کے لئے کیا جائے۔ جب انسان اپنی زبان سے یہ اقرار کرتا ہے انی اٰمنت باللہ کما ھو باسمائہ وصفاتہ وقبلت جمیع احکامہ تو اس اقرار باللسان کی توجیہ ہمارے فقہا ایمان کے ساتھ کرتے ہیں۔ لہٰذا اس کے ساتھ تصدیق بالقلب بنیتہ الاداء شامل کرنا (ہمارے شیخ مولانا محمد قاسم کا قول) شرح ہے فقہاء کے قول کے لئے۔ اور تصدیق بالقلب اعمال نفس میں سے ایک عمل ہے وہ فقط معرفت سے نہیں ہوتا گویا ہمارے مشائخ کے قول کا ترجمہ یہ ہے کہ ایمان قول اور عمل دونوں کا نام ہے۔ جو لوگ ائمہ کے کلمہ کی تفسیر کرتے ہیں وہ اتباع سلف میں سے ہیں۔ وہ مرجی بدعتی نہیں۔ یہاں یہ بات ختم ہوئی۔ اقام الصلوٰۃ واتی الزکوٰۃ یہ اسلام کے فرائض عملیہ میں سے ہے۔ اقامت الصلوٰۃ حظیرۃ القدس کی طرف توجہ کرنے کا نام ہے اور ایتاء الزکوٰۃ خاص قانون کے تحت اموال کو جدا کرنے کا نام ہے۔ پہلی چیز خُلق کے درجہ میں ہے وہ قانون کے ساتھ مقید نہیں وہ اس اجتماعیت انسانیہ کا عنوان ہے جو حظیرۃ القدس کے نتائج میں سے ہے۔ پس ایسی اجتماعیت کے قیام کا ارادہ اصول اخلاق میں شامل ہے۔ اور اس فرض کی ادائیگی جو قانون نے فرض کیا ہے مصداق زکوٰۃ ہے۔ یہ قانون اسلام میں دو درجوں پر ہے۔

(۱) مکہ میں۔ فالتو چیز (ضروریات سے بچی ہوئی چیز) کو خرچ کرنا جب بھی وہ ضرورت سے بڑھ جائے اس کا نصاب متعین نہیں۔

(۲) مدینہ میں نصاب متعین ہے۔ زمانہ مکہ میں جب آنحضرت مقیم تھے حکومت اجتماعیہ کا حق یہ تھا کہ حاجات سے بڑھ جانے والی چیز کو طلب کر لیا جاتا تھا۔ اور یہ بات حکومت اجتماعیہ کے اتباع پر مشتمل تھی۔ اور انفاق میں وہ حکومت کے نائب ہوتے تھے۔ بیت المال میں جمع نہ کیا جاتا تھا۔ والموفون بعھدھم اذا عاھدوا یہ مصالح خارجیہ میں ہے جو بھی دیگر اقوام میں سے مسلمانوں کے دست موالات دراز کرے وہ عہد پورا کرے۔

گویا اجتماعیت اسلامیہ دو قسموں پر مشتمل ہے۔

(۱) پہلی قسم شریعت کو قبول کرتی ہے۔ یہ مسلمان ہیں (۲) دوسری قسم جو خاص معاہدہ میں متحد ہوں یہ ذمی ہیں۔ اجتماعیت میں ان کو بھی مسلمانوں کے حقوق کی طرح حقوق حاصل ہیں اور اجتماعیت کی روح بھی ہے

اس بات پر امام ابو حنیفہ مطلع ہو گئے انہوں نے ذمی کے قتل کے لیے بھی قصاص جائز قرار دیا ہے۔ باقی میں مذاہب فقہار قصاص کے قائل نہیں۔ ان تینوں مذاہب کے فقہا اجتماع فی الاسلام کی روح سمجھنے سے قاصر رہے۔ فقہا ثلاثہ کی نظر صرف زمانہ انقلاب تک ہے پس انقلابی مسلم ارتجاعی کافر کے بدلے قتل نہیں کیا جائے گا۔ یہ قاعدہ مسلمہ کلیہ ہے۔ لیکن فقط زمانہ انقلاب کے ساتھ خاص ہے۔ یعنی زمانہ جہاد کے ساتھ جب قتال ختم ہو جائے اور وہ اسلامی حکومت کے تحت داخل ہو جائیں اور اسلامی حکومت کا بلند مرتبہ اپنی مذہبیت اور اپنے مذہب پر تسلیم کر لیں، وہ انقلابی مسلم کی مخالفت نہیں کرتے۔ ان میں حکم انقلابی اس وقت جاری نہیں ہو گا بلکہ ان کا خون مسلمان کے خون کی طرح ہو گا۔ لیکن اسطرح کی برابری کو عرب کی ذہنیت قبول نہیں کرتی اور عجم کی ذہنیت نہیں بھولتی۔ عرب و عجم میں اختلاف ذہنیتوں کا ہے۔ یہ حنفیہ اور شافعیہ کے اختلافات کی ایک وجہ ہے

تنبیہ :-

آج کے علماء شافعیہ سے ہم نے تعجب کیا جیسا کہ انہوں نے یورپ کے شہروں میں پراپیگنڈے پھیلا دیئے۔ وہ اس مسئلہ میں صرف فقہ حنفی کو اپنانے پر قادر ہیں۔ جب وہ خاص مجلسوں میں بیٹھتے ہیں تو وہ فقہار حنفیہ کو درجہ احتقار تک تنقیص کرتے ہیں۔ والصابرین فی البأساء والضرآء الخ جو مصیبتیں اور مشقتیں انسان کو پروگرام بنانے کے وقت پیش آتی ہیں۔

(۱) ایک داخلی قسم ہے جیسے بأساء وضراء جو مسلمان ہر اس وقت آتے ہیں جب کہ وہ اپنے لازمی فرائض سے فارغ نہ ہو یا لوگ کسب معاش کے معاملہ میں اختلاف رکھتے ہوں۔ حین الباس وہ مصائب ہیں جو قتال اعداء کے وقت اسے پیش آتے ہیں۔ اور فرائض میں سے کسی چیز کو نہ چھوڑنا اور اپنے دشمنوں پر استمرار کرنا یہ صبر کہلاتا ہے اس جملہ کی ایک اور تعبیر ہے جسے ہم صبر میں بیان کر آئے ہیں

ولا تقولوا سے الصابرین تک (۱۰۰) پس وہ اخلاق جو اول میں کسی چیز کے ساتھ مقید نہیں تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اقامت صلوٰۃ اور شکر ایتاء الزکوٰۃ ایفاء عہد کے ساتھ مقید کر دیا۔ اور صبر بوقت جنگ مقید کیا گیا اور بوقت خوف و جوع مبتلا ہونا یہ باساء وضراء ہے۔ اُولٰئک الذین الخ ہم نے آیت کی شرح ابتداء میں بھی کی ہے کہ یہ اجتماعیت متوسط کا مسئلہ ہے۔ انسان کی کیا قیمت ہے؟ اس کا جواب دو آیتوں میں ہے ۱۷۸، ۱۷۹

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِي الْقَتْلَى الْحُرُّ بِالْحُرِّ

اے ایمان والو | فرض ہوا تم پر | (قصاص) برابری کرنا مقتولوں میں | آزاد کے بدلے آزاد

وَالْعَبْدُ بِالْعَبْدِ وَالْاُنْثٰى بِالْاُنْثٰى ؕ فَمَنْ عُفِیَ لَهٗ مِنْ اَخِیْهِ

اور غلام کے بدلے غلام اور عورت کے بدلے عورت پھر جس کو معاف کیا جائے اس کے بھائی کی

شَیْءٌ فَاتِّبَاعٌ بِالْمَعْرُوْفِ وَاَدَآءٌ اِلَیْهِ بِاِحْسَانٍ ؕ ذٰلِكَ تَخْفِیْفٌ

طرف سے کچھ بھی تو تابعداری کرنی چاہیے موافق دستور کے اور ادا کرنا چاہیے اس کو خوبی کے ساتھ یہ آسانی ہوئی

مِّنْ رَّبِّكُمْ وَرَحْمَةٌ ؕ فَمَنِ اعْتَدٰی بَعْدَ ذٰلِكَ فَلَهٗ عَذَابٌ

تمہارے رب کی طرف سے اور مہربانی پھر جو زیادتی کرے اس فیصلہ کے بعد تو اس کے لئے ہے عذاب

اَلِیْمٌ ﴿۱۷۸﴾ وَلَكُمْ فِی الْقِصَاصِ حَیٰوةٌ یّٰۤاُولِی الْاَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ

دردناک اور تمہارے واسطے قصاص میں بڑی زندگی ہے اے عقلمندو تاکہ تم

تَتَّقُوْنَ ﴿۱۷۹﴾

بچتے رہو

حاصل جواب یہ ہے کہ انسانیت کئی قسموں پر مشتمل ہے یا ایک جنس ہے جو کئی انواع پر منقسم ہے ہر ہر فرد اپنی نوع کے افراد کے لئے مساوی ہے یا اپنی صنف کے افراد کے لئے مساوی ہے۔ پھر اجتماع اصناف کے ساتھ نوع متحقق ہوتی ہے۔ یا انواع کے اجتماع کے ساتھ جنس متحقق ہوتی ہے۔ تو انسانیت عامہ متحقق نہیں ہوتی۔ اور اس کا وجود میں تحقق ممکن نہیں۔ البتہ تسویہ اصناف کے ساتھ تشبیث ممکن ہے جس پر کہ اجتماعیت مرکوز ہے کُتِبَ عَلَیْكُمُ الْقِصَاص اس کی تفسیر امام ولی اللہ دہلوی مماثلت و مساوات کے معنی میں کرتے ہیں۔ اور فتح الرحمان اور حجۃ اللہ البالغہ اور مسوٰی میں ذکر ہے۔ یہ تفسیر کسی فقیہ نے نہیں کی۔ اور ہمارے جوانوں میں مسئلہ مساوات یورپی اجتماعیوں کی جانب سے آیا ہے وہ جانتے ہیں کہ اسلام یا ادیان عام طور پر اس بات کا نافض کرتے ہیں وہ اپنی سمجھ اور بصیرت کی مقدار سے تفسیر مساوات کے بارہ میں فکر اسلامی سے بہت دور ہیں۔ یہ ہم نے تجربہ سے معلوم کیا ہے کہ اسلام کے داعی جو عدم مساوات کے قائل ہیں وہ اسے حقارت سے دیکھتے ہیں اور وہ عظمت ملوک اور عظمت اقوام کے داعی ہیں۔ اپنی جبلت اور فطرت کے مطابق دعوت دیتے ہیں۔ وہ عدل بادین سے اسکے قیام کے لئے کوشاں نہیں۔ یہ فقہاء غیر حکماء ہیں مرض عمومی ہے پس جب ان میں سے کوئی شخص نوجوانوں کو اسلام کی دعوت دیتا ہے تو پہلے سے بھی نوجوانوں کو وہ اسلام سے زیادہ متنفر کر دیتے ہیں۔ نوجوان حریت و مساوات کو انقلاب فرانس کے زمانہ سے جانتے ہیں اور اس موضوع پر وہ انقلابیوں

کی کتابیں پڑھتے ہیں اور اسلام کے متعلق یہ خیال کرتے ہیں کہ وہ بھی مساوات اور انقلاب کی دعوت دیتا ہے۔ پس
جب وہ ان فقہا سے اسکے خلاف کوئی بات دیکھتے ہیں تو وہ اس اسلام سے مایوس ہوجاتے ہیں جس اسلام
میں یہ بات ہو کہ مستقبل میں کوئی مہدی وغیرہ آئے گا۔ انہیں کوئی شخص ایمان بالمہدی پر قانع نہیں بنا سکتا۔ یہ ان کے
عام حالات ہیں جب ہم ان کے پاس آئے اور انہیں قصاص کے معنیٰ فقط اپنی زبان سے ہی نہیں بلکہ شیخ
کے اقوال ونصوص سے سمجھائے جو اس کی کتابوں میں موجود ہیں پھر انہیں اللہ کے اس قول کے معنیٰ سمجھائے
کتب علیکم القصاص بعد ازاں ۱۷۹ کی شرح بیان کی ولکم فی القصاص حیوٰۃ یعنی مماثلت اور مساوات
کا اعتبار ہی زندگی ہے اے عقل والو تاکہ تم پرہیزگار بن سکو

ولکم فی القصاص حیوٰۃ ای اعتبار المماثلۃ والمساواۃ حیوٰۃ یا اولی الالباب لعلکم تتقون یعنی
عدل واحسان قائم کرد۔ یہ تفسیر جب میں نے نوجوانوں کو بیان کی تو وہ اپنی قرآن سے ناواقفیت پر حیران رہ
گئے۔ اور ان تمام تفسیروں کو ناگوار محسوس کیا۔ اور امام ولی اللہ کے معتقد ہوئے۔ لیکن ہم امام کی امامت کی
دعوت دینے میں ہند میں کمزور تھے کیوں کہ فقہاء و مسلمین میں بہت سے نزاع پسند تھے۔ لیکن جب ہم نے
سیاحت یورپ کے بعد معلوم کیا کہ وہ اجتماعیت جس کی طرف وہ دعوت دیتے ہیں وہ شرف زوال پر ہے
تو ہمیں امامت امام کی دعوت کے لئے ایک بے پناہ خوشی حاصل ہوئی۔ کیوں کہ عام نوجوان مسلمانوں کی ذہنیت
کی صفائی معارف قرآن کے معاملہ میں سوائے اس طریقہ کے نہیں ہوسکتی۔ ورنہ وہ فقہاء جو یورپ کی اتباع
کرتے ہیں۔ اشتراکیوں کی دعوت تسویہ میں شامل ہوکر پس میں جانتا ہوں کہ ہمارے جوانوں کی ذہنیت یہ ہے کہ وہ
ان علماء کو اپنا خادم ومعاون بنانا چاہتے ہیں۔ وہ اتباع اسلام وقرآن ان علماء کے واسطے سے نہیں کرنا چاہتے
پس ایسے شخص کے لئے دعوت دینا جو قرآن کی تفسیر اصول حکمت پر کرتا ہو۔ خالص اسلامی دعوت ہے۔ اور
یہ دعوت اسلام پر لوگوں کو قانع بنا سکتی ہے۔ اور یورپ کے پروپیگنڈوں سے افضلیت پر قانع بنا سکتی ہے
امام نے مسوٰی میں لکھا ہے" ولکم فی القصاص حیاۃ" کہ تمہارے لئے اعتبار مماثلت ومساوات میں بقا
ہے اور کہتے ہیں کہ میرے نزدیک زیادہ مبیّن وظاہر بات یہ ہے کہ آیت کا رخ یہ ہے کہ قصاص ہی عین
مماثلت ومساوات ہے اور معنی یہ ہے کہ کتب علیکم اعتبار المماثلۃ ولا یعتبر الفقر والغنا والشرف
والاتضاع"۔ یعنی تم پر اعتبار مماثلت فرض ہے اور فقر وغنا شرف ولاشرفیت کا اعتبار نہیں۔

حضرت امام حجۃ البالغہ میں فرماتے ہیں" معنی القصاص التکافؤ" وان یجعل اثنان فی درجۃ واحدۃ

فی الحکم" قصاص کے معنی یکساں پاداش عمل ہے اور باعتبار حکم کے دونوں انسان ایک درجہ کے ہیں۔ ایک شخص کی دوسرے پر فضیلت نہیں۔ یہ بات صرف قتل میں ہی نہیں ہے یعنی مساوات صرف قتل ہی میں نہیں بلکہ ہر موقعہ پر ہے۔ امام صاحب کا لفظ ہے" لا القتل" اس طرح امام صاحب نے مشہور تفسیری قول کو رد کیا ہے فتح الرحمان میں لکھتے ہیں" لازم کردہ شد بر شما قصاص" یعنی اعتبار مماثلت اور یہ صرف ایک بات ہی نہیں جو امام صاحب سے صادر ہوئی ہے الحر بالحرّ والعبد بالعبد والانثیٰ بالانثیٰ ہمارے فقہا مذکر و انثیٰ کو دو ممتاز قسمیں بناتے ہیں۔ انسانیت کو ان دونوں میں متساوی بنایا ہے۔ جیسا کہ ارسطو کی اتباع سے یہ مشہور ہوگیا ہے کہ انسان ایک نوع ہے اور ماہیت میں تشکیک نہیں۔ بلکہ تمام افراد ماہیت میں متساوی ہیں اور ماہیت کے انسانیت پر صادق آنے میں متساوی ہیں۔ ہمارے ہاں یہ قول محض تخیلی ہے افراد انسان کے استقرا سے مستنبط نہیں اور حظیرۃ القدس کے ذریعہ کشف شدہ بھی نہیں۔ اس طرح کی بات اور اس کی پیروی اجتماعیات کو برباد کرتی ہے۔ بلکہ ذکر و انثیٰ مختلف ہیں۔ خلقت کے اعتبار سے جیسے کہ جنس واحد کے انواع مختلف ہیں۔ پس بعض افراد کا التحاق (لاحق ہونا) یعنی ایک نوع کا دوسری سے التحاق اس کے تنوع کی نفی کا موجب نہیں۔ کیونکہ نفی قرار دینا فطرت سے غلط فہمی یا فطرت سے بلند ہونے کے مترادف ہے ہم ہر انثیٰ کو متساویہ اور ہر ذکر کو متساوی قرار دیتے ہیں۔ ہر ذکر کے لئے حکم انواع کے لئے استبقار ہے۔ پھر اجتماعیات متخصصہ بلبنہ علیٰ اصول متقاربہ انواع کو اصناف کی طرف نوع کی طرح تقسیم کرتی ہیں۔ پس دو قومیں جب قتال تک منتہی ہوں۔ ایک قوم دوسری قوم کو لازماً فنا کر دے گی۔ اس طرح یہ بات نہیں۔ اگر انسان اور درندوں کو ہم اجتماع کے حکم میں متساوی قرار دیں تو اجتماع فاسد ہو جائے گا۔ اسی واسطے ہم مقابلہ میں جنگ کرنے والی قوم کو اپنے ہاتھوں قیدی بنا دیتے ہیں۔ ایک مخالف صنف کی طرح ہم ان میں سے ہر فرد کو دوسرے کے متساوی قرار دیتے ہیں۔ اور ہر فرد کے مقابلہ میں ایک اور تسلیم کرتے ہیں جو فرد آخر کے مساوی ہو۔ گویا تین اصناف ہوگئیں۔

(۱) جنگی قیدی جسے عبد کہا جاتا ہے (۲) ذکر جسے حُر کہا جاتا ہے (۳) انثیٰ جسے انثیٰ کہا جاتا ہے۔ اور اس کی تصریح الانثیٰ بالانثیٰ میں ہے۔ گویا ہر نوع کے افراد میں مساوات تبعیہ ہے۔ اور ایک صنف کے فرد کی دوسری صنف کے فرد کے ساتھ مساوات مصنوعی ہے۔ اور قضا میں اصطلاحات و معاملات کے تابع ہے۔ یہ ان اصول میں نہیں جن کا ذکر قرآن میں آیا ہے۔ جزا میں نیت کرو وقت کو مقتضی ہے۔ اور اس وقت اولی الامر کے ساتھ حکم و فیصلہ کرتے ہیں جسے زیادہ نافع دیکھتے ہیں۔

ان آیات سے اجتماعیات اسلامیہ میں انسان کی قیمت معلوم ہو گئی اور کسی چیز کی قیمت اس کے فنا کے بعد ثابت ہوتی ہے۔ یعنی انسان نے دوسرے سے شئے مقرر لی اس کے لئے ضروری ہے کہ اس چیز کو بعینہ واپس کر دے۔ اگر وہ چیز گم ہو جائے یا فوت ہو جائے تو دونو فریق اس کی قیمت مقرر کرنے کا دھیان دیں گے۔ اور ان کی اصطلاح میں اس کی قیمت مقرر ہو جائے گی۔ گو یا کسی چیز کے فنا کے بعد قیمت مقرر ہوتی ہے اور یہ نظریہ پیرایہ میں کثرت سے مذکور ہوا ہے۔ تو قرآن عظیم نے انسان کی قیمت پر نص بیان کی ہے جب کہ وہ قتل ہو جائے۔ اسی حکمت کی طرف اشارہ ہے اور یہ بات شیخ کی تفہیم حجۃ اللہ البالغۃ میں ظاہر ہوتی ہے اور مسوّیٰ میں اسکے متعلق سیر حاصل بحث کی ہے اور ان تمام تفاسیر کا رد کیا ہے جو اس کے خلاف تفسیر کرتے ہیں۔ اور ان نظریات کے خلاف چلتے ہیں۔ ہم امام ولی اللہ کو مستقل مجتہدوں کی قطار میں شمار کرتے ہیں جیسے امام ابو حنیفہ اور امام مالک۔ ہم نے لوگوں کو دیکھا ہے کہ وہ اس طرح کی باتوں کا مذاق اڑاتے ہیں اور مہدی پر ایمان لاتے ہیں۔ یا اس کے متعلق یہ خیال کرتے ہیں کہ وہ نبی تو نہیں مگر بہت سے معاملات میں نبی کی بیرت کے ساتھ اسے چسپاں کرتے ہیں۔ یہ جہالت کی عجیب بات ہے۔ اسے وہ امام مالک اور ابو حنیفہ کے امثال میں سے خیال نہیں کرتے۔ بلکہ خاتم النبیین کے بعد انبیاء کے امثال میں سے اس کے متعلق عقیدہ رکھتے ہیں۔

تمت بالخیر الحمد للہ (تم دفتر ۶۵ ویلیہ دفتر ۶۶)

مسئلہ:۔ اموال کی قیمت یعنی ان اشیاء کی قیمت جن کے ذریعہ انسان اپنی زندگی میں ارتفاق کرتا ہے۔ کیا ہے؟۔ اس کا حاصل جواب یہ ہے کہ جو شخص اکتساب خیر کرے اس کے لئے اس میں حق تصرف ہے مگر جب وہ اثم ہو یعنی مخالف اخلاق اساسیہ ہو یا جنف ہو۔ یعنی اُن حقوق اجتماعیت سے اعراض ہو جو لوگوں میں معروف کے ساتھ مقرر ہیں۔ اور یہ بات بوقت موت ظاہر ہوتی ہے۔ کہ اس کے لئے حق ہے کہ وہ اپنے مال و متاع کی وصیت کرے جیسے وہ چاہیئے۔ مگر جنف و اثم کی وصیت نہیں کر سکتا۔ جب ہم ان تین آیات کی یعنی ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲ کی اس معنی سے تفسیر کریں گے تو یہ معنی ہمارے حقوقی نوجوانوں کو حیران کر دے گا۔

كُتِبَ عَلَيْكُمْ إِذَا حَضَرَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ إِن تَرَكَ خَيْرًا ج صلے

فرض کر دیا گیا تم پر جب حاضر ہو کسی کو تم میں موت بشرطیکہ چھوڑے کچھ مال

الْوَصِيَّةُ لِلْوَالِدَيْنِ وَالْأَقْرَبِينَ بِالْمَعْرُوفِ حَقًّا عَلَى

وصیت کرنا ماں باپ کے واسطے اور رشتہ داروں کے لئے انصاف کے ساتھ یہ حکم لازم ہے

الْمُتَّقِينَ ﴿١٨٠﴾ فَمَنْ بَدَّلَهُ بَعْدَمَا سَمِعَهُ فَإِنَّمَا إِثْمُهُ

پرہیزگاروں پر پھر جو کوئی بدل ڈالے وصیت کو بعد اس کے جو سن چکا تو اس کا گناہ انہی

عَلَى الَّذِينَ يُبَدِّلُونَهُ إِنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ﴿١٨١﴾ فَمَنْ

پر ہے جنہوں نے اس کو بدلا بیشک اللہ سننے والا جاننے والا ہے پھر جو کوئی

خَافَ مِنْ مُوصٍ جَنَفًا أَوْ إِثْمًا فَأَصْلَحَ بَيْنَهُمْ فَلَا إِثْمَ

خوف کرے وصیت کرنے والے سے طرفداری کا یا گناہ کا پھر ان میں باہم صلح کرا دے تو اس پر کچھ گناہ

عَلَيْهِ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ ﴿١٨٢﴾

نہیں بیشک اللہ بڑا بخشنے والا نہایت مہربان ہے

ان میں رفع اثم اور دفع جنف کا بیان بھی ہے کہ وہ باہمی صلح کے ذریعہ مرتفع ہوتا ہے۔ اور حق اموال میں مصالحت عامہ حقوق اسلامیہ کے اصول میں سے ایک حق ہے، جو لوگ معروفات کو خلافت عباسیہ کے زمانہ میں گردانتے ہیں۔ وہ معروفات کہ جن کو ہم بہت کچھ بگاڑ چکے ہیں کہ ان پر مبنی قانون کا نافذ کرنا ہمارے لئے قرآن کی طرح ضروری ہے۔ وہ لوگ اجہل اور دشمنِ اسلام ہیں۔ کوشش یہ ہونی چاہیئے کہ اہل فقہ و اجتہاد کی جماعت کا اجتماع ہو جو مسائل متغیرہ میں ہمیشہ غور و فکر کرے یہ تمام مسلمانوں پر فروض کفایہ میں سے ایک فرض ہے۔ لیکن جب اس کوشش سے وہ غافل ہو جائیں اور ترک کر دیں تو مسلمان فقہا کے قانونِ اسلام کے پابند نہیں۔ فقہا میں سے اس مصلحت و مسئلہ کے قیام کے لئے زیادہ موزون صرف ہمارے فقہاء حنفیہ ہی ہیں۔ لیکن یہ بھی صرف امام ولی اللہ کے اتباع کے طریقہ پر ہونا چاہیے۔ جو ہمارے مشائخ ہیں۔ وہ ہمیشہ اپنے نظریات کی فقہ میں تجدید کرتے رہتے ہیں۔ امام صاحب "فیوض الحرمین" میں لکھتے ہیں۔

"مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے معلوم کرایا کہ مذہب حنفیہ میں ایک عمدہ طریقہ ہے جو تمام طریقوں میں سنت معروفہ کے موافق ہے۔ وہ طریقہ بخاری اور اس کے اصحاب کے زمانہ میں جمع کیا گیا ہے" اس کی وجہ یہ ہے کہ اقوال ثلاثہ میں مسئلہ کے قریب ترین قول اخذ کیا جاتا ہے پھر اس کے بعد فقہائے حنفیہ کے اختیارات (پسندیدہ اقوال) کی اتباع کی جاتی ہے۔ وہ فقہائے حنفیہ جو علماء اہل حدیث میں سے ہیں۔

میں نے مشاہد کے ایک نسخہ میں دیکھا ہے یہ مشاہد "فیوض الحرمین" کی اصل ہے اسے امام صاحب نے پہلے مختصر طور پر تصنیف فرمایا تھا۔ اس نسخہ میں بعض کی اہل علم کے خیال میں غلطیاں ہیں اور یہاں زیادہ ہیں جیسے کتاب "حافظ طحاوی"۔

بہت سی ایسی باتیں ہیں جن کے متعلق تینوں نے سکوت کیا ہو اور اس کی نفی کا تعرض نہ کیا ہو اور اس پر بہت سی احادیث نے دلالت کی ہو تو ان کا اثبات ضروری اور ناگزیر ہو جاتا ہے" یہ تمام مذہب حنفی ہے"

میں کہتا ہوں اس طریق سے ہم امام ولی اللہ کی تجدید در مذہب حنفی کا اضافہ کرتے ہیں۔ اور متاخر زمانوں میں ان جیسی شخصیتیں دوسرے مذاہب میں نہیں دیکھتے۔

"فیوض الحرمین" میں ایک دوسرے موقعہ پر لکھتے ہیں۔" میں نے حضور علیہ السلام سے روحانی سوال کیا جیسے کہ ہم اس بات کو کئی بار بتا چکے ہیں۔ حضور علیہ السلام نے میری طرف نفخ فرمایا پھر دوسری بار نفخ فرمایا اور واضح فرمایا کہ تیرے لئے مراد حق یہ ہے کہ تو امت کے تمام اختلافیات کو جمع و تطبیق کرے اور تجھے قوم کی فروع میں اختلاف کرنے سے بچنا چاہیئے۔ کیوں کہ یہ بات مراد حق کے لئے سد راہ ہے۔ بعد ازاں حضور علیہ السلام نے تطبیق سنت بالفقہ الحنفی کی کیفیت کا نمونہ کشف فرمایا۔ کہ تینوں میں سے کسی ایک کے قول کو لیا جائے اور ان کے عمومات کی تخصیص کی جائے۔ اور ان کے مقاصد پر وقوف کیا جائے حدیث کے لفظ پر حسب مفہوم اقتصار کیا جائے۔ اس میں بعید تاویل نہ ہو۔ نہ ہی کسی حدیث کو دوسری کے ساتھ ضرب کیا جائے۔ نہ ہی کسی حدیث کو امت کے کسی فرد کے قول کی وجہ سے ترک کیا جائے۔ یہ طریقہ مکمل حل ہے یہ کبریت احمر اور اکسیر اعظم ہے"۔ میں کہتا ہوں کہ بفضل اللہ سات سال فقہ حنفی میں اس طریق سے میں نے تکمیل کا اجتہاد کیا ہے۔ بحمد اللہ علوم کتاب کی طرف بڑھنے کا میرے لئے یہ ذریعہ بنا ہے۔ ہم اس صنبت کی بنا پر امام ولی اللہ کو خواص حنفیہ میں شمار کرتے ہیں۔ اور یہ وصیت حنفیت کا خاصہ ہے۔ ایک دوسرے موقعہ پر فرماتے ہیں۔ کہ ملل و مذاہب حقیقت کی توصیف کرتے ہیں" ہم نے اس واقعہ کی حقیقت پر غور کیا۔ ہم نے دو معنی حاصل کئے (۱) جلی (۲) دقیق جو دیر بعد معلوم ہوتا ہے۔ پھر بیان کرتے ہیں"۔ دقیق وہ ہے جو تفصیل کے بعد حق ملت میں معلوم ہو۔ پھر فرماتے ہیں" بسا اوقات عنایت متوجہ ایسی ہوتی ہے۔ کہ ملت حقہ کو محفوظ کیا جائے۔ ایسے طریقوں کے مطابق جو خاص مذہب کی حفاظت کے سامان ہوں، بایں گونہ کہ حفاظ مذہب ملت کے ملخص پر قائم ہوں۔ یا ان کا شعار ایسا ہو جو حق و باطل میں فارق ہو اس طرح ملأ اعلیٰ یا

ملاء سافل میں یہ بات منعقد ہو جائے گی کہ ملت اپنے احکام کلیہ پر ان خاص صورتوں سے پابند ہے اور اس طرح یہ مذہب حق ہوگا۔" پھر فرماتے ہیں معنی دقیق پر اطلاع صرف نور نبوی کے ذریعہ سے ہی ہو سکتی ہے۔ وہ نور نبوی جو مدبر قاھر علی البشر کے احکام کو واضح کرتا ہے۔ اسی واسطے ہم کہتے ہیں کہ یہ دور سے معلوم ہوتا ہے جب یہ بات ہے تو ہم کہتے ہیں کہ مذہب حنفی میں سر غامض ہے۔ اور اس غامض سے ہیں ہمیشہ متحد و یکسو رہا حتیٰ کہ ہمیں نے مشاہدہ کیا کہ آج اس مذہب کو تمام مذاہب پر اس معنی کے لحاظ سے ترجیح و فضیلت ہے۔ اگرچہ بعض دوسرے مذاہب اس مذہب سے معنیٰ اوّل کے لحاظ سے ارجح بھی ہیں۔ لہذا مضبوطی سے اسس مذہب پر قائم رہو۔" حضرت شیخ اپنی بعض کتابوں میں تصریح فرماتے ہیں اور اپنی ذات کو حنفی العمل قرار دیتے ہیں اور تعلیماً حنفی و شافعی ظاہر کرتے ہیں اور یہی بات جو خواص ائمہ حنفیہ میں سے ثابت ہوتی ہے۔ اور ہم حنفیت کے مختلف طریقوں میں سے ایک خاص طریقہ میں ہیں، بعض لوگ حنفیت پسند نہیں کرتے۔ اور اپنا امام حنفی نہیں بنانا چاہتے۔ ہم اس خیال کی تردید کے لئے ایسے لوگوں کے لئے کئی بار تمہید لائمتہ التجدید کے رسائل لکھنے کا ارادہ کر چکے ہیں۔ ہماری مراد ان چاروں ائمہ تجدید سے ہندی ائمہ ہیں۔ (۱) امام ربانی شیخ احمد سرہندی خالص ماتریدی حنفی ہیں۔

(۲) سلطان الاعظم خاتم سلاطین الہند عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ۔ جو ہندؤں کے سلطان کبیر اشوک کے بعد ہوئے ہیں۔ شیخ عبدالرحیم امام ولی اللہ کے والد عالمگیر کی اجتماعیت کے بڑے عالموں میں سے ہیں۔ شیخ نے فتاوی عالمگیریہ میں فقہ حنفی کو مرتب و منظم کیا اور اسے ہند کے تمام علاقوں پر نافذ کیا اسی طرح شیخ عبدالرحیم کے اولاد کے زمانہ میں یہ فقہ تقریباً سو سال تک نافذ رہی۔ — (۳) امام ولی اللہ حنفی

(۴) امام کے خلیفہ فرزند عبدالعزیز دہلوی ان کے والد امام صاحب تو فقہ حنفی اور شافعی دونوں کی تعلیم دیتے رہتے تھے۔ اسی واسطے بعض لوگوں پر ان کی حنفیت مشتبہ ہے۔ کیوں کہ امام صاحب اجتماعیۃ عالمیہ اسلامیہ کے موضوع پر بحث کرتے تھے اور فقہ شافعی کی تعلیم دینے پر مجبور تھے تاکہ وہ تمام مسلمانوں کے لئے ایک جامع نظام اخذ کرنے پر قادر ہو سکیں۔ لیکن اپنے اعمال کے لحاظ سے یہ واضح ہے کہ ان کی جماعت کا ہر فرد خالص حنفی ہوتا تھا۔ لیکن امام کے فرزند عبدالعزیز نے ایک خاص طریقہ اہل ہند کے لئے منظم کیا جو ان کے والد سے ظاہر ہوتا ہے۔ اسس لئے وہ بحیثیت اعمال کے بھی حنفی اور بحیثیت تعلیم کے بھی حنفی تھے ان کی حالت ہمارے ہاں اسی طرح ہے جیسے امیر الامراء۔ وزارت عامہ کے تحت قوت عملیہ کے منظم کرنے

کے لیے ہوتا ہے۔ پس امام ولی اللہ قوت نظریہ کے امام ہیں۔ اور بنسبت عملیات کے وہ قوت نظریہ کے بہت بڑے امام ہیں۔ لیکن امام عبدالعزیز امام ولی اللہ کے نظریات کے تحت قوت عملیہ کے امام ہیں۔

ان چاروں مذکور حضرات کا نام ہم ۸ الف ثانی کے مجدد دین رکھتے ہیں جو ہند میں گذرے ہیں۔ اور ہم اپنی طاقت کے مطابق انہی مذکور حضرات کے طریقہ پر چلتے ہیں۔ واللّٰہ الموفق۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ

اے ایمان والو فرض کیا گیا تم پر روزہ جیسے فرض کیا گیا تھا تم سے

مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴿۱۸۳﴾ اَيَّامًا مَّعْدُوْدٰتٍ ۭ فَمَنْ كَانَ

اگلوں پر تاکہ تم پرہیزگار ہو جاؤ چند روز ہیں گنتی کے پھر جو کوئی تم میں سے

مِنْكُمْ مَّرِيْضًا اَوْ عَلٰي سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ ۭ وَعَلَي الَّذِيْنَ

بیمار ہو یا مسافر تو اس پر ان کی گنتی ہے اور دنوں سے اور جن کو طاقت

يُطِيْقُوْنَهٗ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِيْنٍ ۭ فَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا فَهُوَ خَيْرٌ

ہے روزہ کی ان کے ذمہ بدلا ہے ایک فقیر کا کھانا پھر جو کوئی خوشی سے کرے نیکی تو اچھا ہے اس

لَّهٗ ۭ وَاَنْ تَصُوْمُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۸۴﴾

کے واسطے اور روزہ رکھو تو بہتر ہے تمہارے لئے اگر تم سمجھ رکھتے ہو

(۱۸۳) اُمت اس وقت قائم ہوتی ہے جب کہ اس کے تمام افراد عالم ہوں۔ تعلیم عمومی یا ہم کہتے ہیں تعلیم اجباری اجتماعیت متوسطہ کے لئے شرط ہے۔ سال میں ایک ماہ کو شارع نے تعلیم کیلئے مخصوص کیا ہے۔ لفظ کا صحیح معنی ہمارے نزدیک قوت دماغیہ اور قوت ارادیہ کی اصلاح ہے۔ تعلیم کے معنی فقط چند علمی باتوں کی تلقین ہی نہیں۔ روزے قویٰ باطنہ کی اصلاح کیلئے مجرب چیز ہیں۔ ان سے قویٰ حیوانیہ کی اصلاح بھی ہوتی ہے۔ جسے ہم صحت کہتے ہیں۔ تعلیم کے لئے ضروری ہے کہ تمام کاموں سے وقت بچا لیا جائے۔ روزہ ہی ایسی چیز ہے۔ جو اعمال سے قویٰ کو چھٹی اور تعطل دیتا ہے۔ اور انسان کو فراغت حاصل ہوتی ہے۔ اس کی طرف اشارہ ۱۸۳، ۱۸۴ میں ہے يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا سے لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ تک لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ یعنی تمہیں صحت حاصل ہو اور تعدیل قویٰ، اور اقامت عدل کے لئے تم صلاحیت حاصل کر سکو۔ اس کا معنی تقویٰ پر استعداد حاصل ہو۔ روزہ چند دن میں تاثیر قوی پیدا کر دیتا ہے۔ جب کہ وہ لگاتار ہو۔ انسانیت میں یہ ایک مجرب طریقہ ہے تعدیل

قومی کے لئے فمن کان سے آخر تک چند دن تمام لوگ اپنے کام چھوڑ دیں اور روزوں میں مشغول ہو جائیں۔ یہ تقویت اجتماعیۃ کا بھی سبب ہوگا۔ پس اگر کسی شخص کو بیماری یا سفر کا عذر ہو تو وہ اس فریضہ کو دوسرے دنوں میں ادا کرے، وہ فوائد اجتماعیہ سے مؤخر کر دیا گیا ہے۔ فوائد نفسیہ سے مؤخر نہیں کیا گیا۔

وعلی الذین یطیقونہ:۔ صیام میں ترک طعام ہے۔ یہ طبیعت میں بُخل پیدا ہونے کا سبب ہوتا ہے۔ کھانا نہیں جمع کرتا ہے۔ ان پر لازم کیا گیا ہے کہ اتمام صیام کے لئے طعام تصدق کریں۔ اس آیت میں یہی اشارہ ہے اس کی تفسیر میں اہل تفسیر قدیم زمانہ سے پریشان ہیں۔ امام ولی اللہ نے تفسیر کی ہے اور اشکال کا ازالہ کیا ہے وہ کہتے ہیں۔ جملہ کی اصل ترکیب یہ ہے "فدیۃ طعام مسکین علی الذین یطیقونہ" اور ضمیر طعام کی ہے مبتدا اسلئے مؤخر کیا گیا ہے کہ وہ نکرہ ہے۔ امام فراء نے معانی القرآن میں ذکر کیا ہے کہ ضمیر صیام کی نہیں کیونکہ جو طاقت اطعام رکھتا ہو اس پر اطعام واجب ہے، تاکہ وہ اتمام صیام کر سکے۔ نیز وہ بخل کا عادی نہ ہو سکے۔ لہذا اگر طعام مسکین میں زیادتی کر سکے تو اس کے لئے بہتر ہے، اصل مسئلہ و مصلحہ یہی ہے۔

بہر صورت قانون ہے۔ نبی نے اس لئے بنائی ہے کہ وہ فطر کے دن ادا فدیہ کریں۔ اور اس تعمیم کو بدل دیا جو ایام صیام کی تعداد پر تھی۔ اور ایک نئی صورت مقرر فرمائی۔ پس ہر شخص اپنے گھر کے تمام افراد کی جانب سے خواہ وہ روزہ رکھیں یا نہ رکھیں ادا فدیہ کرے۔ یہ کثرت افراد کثرت ایام کے قائم مقام ہوگئی اور لوگوں پر یہ عمل آسان ہوگیا۔ جب صیام رمضان سے فارغ ہوں۔ خدا کا شکر کریں۔ اور خوشی سے صدقہ ادا کریں۔ اور گھر کے تمام افراد چھوٹوں بڑوں کی جانب سے ادا کریں۔ اس طرح حیات و صحت کا شکر ادا کرنا دل میں شجاعت پیدا کرتا ہے۔ یہ ایثار دور اوّل کے لحاظ سے لازم ہے۔ اور تطوع باقی ہے۔ ہر دن مؤمن مساکین کو کھلاتا ہے۔ گویا شریعت میں یہ زکوۃ فطر کا بیان ہے۔ امام ولی اللہ کی یہی تفسیر ہے امام محمد کے کلام میں بھی کچھ اس قسم کی خوشبو پائی جاتی ہے۔ لیکن عام فقہا غافل ہیں اور خرافات پیش کرتے ہیں کہ یطیقونہ سے پہلے لا مقدر ( ) مانتے ہیں اور یطوقونہ بناتے ہیں۔

تنبیہ ظہار میں ساٹھ مساکین کا کھانا بطور کفارہ واجب ہے اور طعام کی مقدار غیر مقرر ہے امام محمد اپنے شیخ کی اتباع میں صدقہ فطر کی طرح بناتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ صدقہ فطر کتاب اللہ میں طعام مسکین ہے۔ امام محمد نے اس کی طرف اپنے بعض کلام میں اشارہ کیا ہے۔ ہمیں معلوم ہوا کہ ائمہ اس آیت کو صدقہ فطر کے متعلق سمجھتے تھے لیکن ہم امام ولی اللہ کی قوت تفکر کا اعتراف کرتے ہیں۔ اگر وہ متنبہ نہ ہوتے تو

ہم کچھ نہ جانتے وان تصوموا خیرلکم یہ کتب علیکم الصیام کی طرف راجع ہے۔ تعدیل قوی یہی ہے۔
بعدہ ان چند ایام کو اللہ تعالےٰ نے شہر رمضان کہا ہے۔ اور شہر رمضان نزول قرآن کی ابتدا ہے۔ الذی
انزل فیہ القرآن " اس کے متعلق ہمارا خاص مطالعہ ہے۔ اس کی اصل سید احمد خان بانی علی گڑھ یونیورسٹی
سے لی گئی ہے۔ لیکن ہم نے اس کو مکمل کیا ہے۔ یہ بات مسئلہ لیالی رمضان کے ساتھ تعلق رکھتی ہے۔

یوم رمضان پہلے ہے۔ اس کی رات بعد میں ہے۔ جیسے ایام حج کہ یوم عرفہ نواں ہوتا ہے۔ اور جو رات
اس کے بعد آتی ہے وہی اس دن سے تعلق رکھتی ہے۔ جس طرح ہم نے عرب کا طریقہ اس لحاظ سے
چھوڑ دیا کہ موسم حج میں وہ رات کو مقدم اور دن کو مؤخر کرتے ہیں۔ اسی طرح ہم رمضان میں ایام رمضان کو
مقدم رکھتے ہیں۔ اس بات کی تصریح فقہا نے نہیں کی۔

ہم دیکھتے ہیں کہ نبی صلعم صلوٰۃ صبح کے بعد اعتکاف گاہ میں داخل ہوتے تھے۔ اور عید کے دن صلوٰۃ صبح
کے بعد اعتکاف گاہ سے تشریف لاتے تھے۔ بعض صحابہ لیلۃ القدر کو دن کے بعد شمار کرتے ہیں اور اس سے
دن کا تابع مقرر کرتے ہیں اور ستائیسویں کی رات ستائیسویں کے دن کے بعد بتاتے ہیں۔ یہ روایت مسلم
میں ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ ہمارے مشائخ اعتکاف نبی اور ستائیسویں کی رات کے متعلق تکلف برتتے ہیں۔ ہم
تاویل کو چھوڑ کر ظاہر کا اتباع کرتے ہیں۔ ہمارے نظریہ پر آنحضرت صلعم نے حرا میں تیس دن رمضان المبارک
کے روزے رکھے اور انتیسویں کی رات قرآن نازل ہوا جیسے کہ موسیٰ علیہ السلام نے طور پر تیس روزے رکھے
اور طبعی الہام کے طور پر آنحضرت صلعم نے سنن انبیاء کے موافق روزے رکھے۔ عید الفطر نزول قرآن کی یادگار
ہے۔ ہم رمضان کے روزے حسب صیام نبیؐ برکات قرآن کے حصول کے لئے رکھتے ہیں۔

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیٓ اُنْزِلَ فِیْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًی لِّلنَّاسِ وَ
مہینہ رمضان کا ہے جس میں نازل ہوا قرآن ہدایت ہے واسطے لوگوں کے اور
بَیِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰی وَ الْفُرْقَانِ
دلیلیں روشن راہ پانے کی اور حق کو باطل سے جدا کرنے کی

یہ عمومی تعلیم ہے اس مہینہ میں قرآن کریم میں غور و فکر کریں۔

فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ ط

سو جو کوئی پائے تم میں سے اس مہینہ کو تو ضرور روزے رکھے اس کے

برکات تعلیم حاصل کرنے کے لئے

وَمَنْ كَانَ مَرِيضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ ط

اور جو کوئی ہو بیمار یا مسافر تو اس کو گنتی پوری کرنی چاہیئے اور دنوں سے

يُرِيدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيدُ بِكُمُ الْعُسْرَ وَلِتُكْمِلُوا

اللہ چاہتا ہے تم پر آسانی اور نہیں چاہتا تم پر دشواری اور اس واسطے

الْعِدَّةَ وَلِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ (۱۸۵)

کہ تم پوری کرو گنتی اور تاکہ بڑائی کرو اللہ کی اس بات پر کہ تم کو ہدایت کی اور تاکہ تم احسان مانو

نفس صوم میں رخصت ہے اور ماہ رمضان میں بھی رخصت ہے۔ ولتکملوا العدۃ سے ھدٰکُمْ اقوام سابقہ فقط تعدیل قوی کے لئے روزے رکھتی تھیں۔ قرآن عظیم نے ہمیں علم کی بھی سہولت دی ہے۔ ہم پر اللہ کا بڑا احسان بڑی نعمت ہے۔ حسب حکم خداوندی ہم عمل کرتے ہیں۔ اور قرآن کے راستہ پر چلتے ہیں یہ معنی ہے ولعلکم تشکرون قرآن کے ساتھ عزم بھی رمضان میں حاصل ہوتا ہے۔ کیونکہ دعا عزم کا مظہر ہی ہوتی ہے۔ جب ہم اپنا عزم رب کے حضور میں بصورت دعا ظاہر کرتے ہیں تو بصورت دعا ہم اسے بدلتے ہیں اسکی تقویت کے لئے اللہ تعالیٰ ۱۸۶ میں ارشاد کرتے ہیں۔

وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِيْ عَنِّيْ فَاِنِّيْ قَرِيْبٌ ط اُجِيْبُ دَعْوَةَ

اور جب تجھ سے پوچھیں میرے بندے مجھ کو سو میں تو قریب ہوں قبول کرتا ہوں دعا مانگنے

الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لِيْ وَلْيُؤْمِنُوْا بِيْ

والے کی دعا کو جب مجھ سے دعا مانگے تو چاہیئے کہ وہ حکم مانیں میرا اور یقین لائیں مجھ پر

لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُوْنَ (۱۸۶)

تاکہ نیک راہ پر آئیں

کہ وہ عمل بالقرآن کا عزم کریں اور یقین کریں کہ اللہ قریب ہے عزم میں سہولت دے گا۔ یہاں ایک مشکل ہے قوت دماغیہ روزے میں مضمحل ہو جاتی ہے۔ اور انشراح صدر کے ساتھ قرآن کے مدارسہ پر قادر نہیں ہوتی۔ اس لئے یہ مشکل زائل کر دی گئی۔ روزے کی عادت قدیم زمانہ میں یہ تھی کہ جب نیند کرتے تھے روزہ شروع کرتے تھے۔ حتیٰ کہ رات اور دن ختم کر دیتے تھے۔ غروب شمس سے نیند تک کھاتے پیتے تھے۔ اس کہنہ عادت کو منسوخ کیا گیا۔ اور طعام و جماع طلوع فجر تک مباح قرار دیا گیا۔ اس طرح رات کا وقت فہم قرآن کے لئے صافی ہو گیا۔ اس کی طرف اشارہ ۱۸۷ میں ہے

أُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ إِلَىٰ نِسَائِكُمْ ۚ هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ

حلال ہوا تم کو روزہ کی رات میں بے حجاب ہونا اپنی عورتوں سے وہ پوشاک ہیں تمہاری

وَأَنتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ ۗ عَلِمَ اللَّهُ أَنَّكُمْ كُنتُمْ تَخْتَانُونَ

اور تم پوشاک ہو اُن کی اللہ کو معلوم ہے کہ تم خیانت کرتے تھے

أَنفُسَكُمْ فَتَابَ عَلَيْكُمْ وَعَفَا عَنكُمْ ۖ فَالْآنَ بَاشِرُوهُنَّ

اپنی جانوں سے سو معاف کیا تم کو اور درگذر کی تم سے پھر ملو اپنی عورتوں سے

وَابْتَغُوا مَا كَتَبَ اللَّهُ لَكُمْ ۚ وَكُلُوا وَاشْرَبُوا حَتَّىٰ يَتَبَيَّنَ

اور طلب کرو اس کو جو لکھ دیا ہے اللہ نے تمہارے لئے اور کھاؤ اور پیو جب تک کہ صاف نظر

لَكُمُ الْخَيْطُ الْأَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْأَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ ۖ ثُمَّ

آئے تم کو دھاری سفید صبح کی جدا دھاری سیاہ سے پھر

أَتِمُّوا الصِّيَامَ إِلَى اللَّيْلِ ۚ وَلَا تُبَاشِرُوهُنَّ وَأَنتُمْ عَاكِفُونَ

پورا کرو روزہ کو رات تک اور نہ ملو عورتوں سے جب تک کہ تم اعتکاف کرو

فِي الْمَسَاجِدِ ۗ تِلْكَ حُدُودُ اللَّهِ فَلَا تَقْرَبُوهَا ۗ كَذَٰلِكَ يُبَيِّنُ

مسجدوں میں یہ حدیں باندھی ہوئی ہیں اللہ کی سو ان کے نزدیک نہ جاؤ اسی طرح بیان فرماتا ہے

اللَّهُ آيَاتِهِ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُونَ ﴿۱۸۷﴾

اللہ اپنی آیتیں لوگوں کے واسطے تاکہ وہ بچتے رہیں

عادت قدیمہ کی منسوخیت کا باعث یہ ہے کہ بعض لوگ مباشرت نسار کے بارہ میں خیانت کرتے تھے۔ اس لیے ان
ان کے لئے یہ حلال کر دیا گیا۔ لیکن ہمارے نزدیک اللہ کی حکمت یہ ہے کہ قراءت قرآن کے لئے تصفیہ وقت ہے
آیت کا آخری حصہ وَلَا تُبَاشِرُوهُنَّ وَأَنتُمْ عَاكِفُونَ آیا۔ لیلۃ القرآن قرآن کے لئے صافی ہے یا
نہیں؟ کَذَٰلِكَ سے يَتَّقُونَ تک تقوٰی فعل اور عدل کے ذریعہ ہے۔

تتمہ رمضان کی راتوں میں لوگ نبی صلعم کے ساتھ نماز پڑھتے تھے آپ نے فرمایا اپنے گھروں میں نماز
پڑھا کرو۔ مجھے خطرہ ہے کہ کہیں یہ نماز فرض نہ ہو جائے"

معراج کی حدیث میں وارد ہوا ہے "هی خمس وهی خمسون" میرے نزدیک یہ قول تبدیل نہ کیا جائے
شراح حدیث کے ہاں اس میں اشکال ہے اور اس میں کلام کیا ہے۔ ہمیں اس معاملہ میں خاص مطالعہ ہے۔
صیام رمضان میں اصل یہ ہے کہ انسان پورا مہینہ رات دن روزے رکھے وقت نوم تک اکل وشرب مباح ہے،
کیوں کہ ضعف ہوتا ہے۔ اصل میں رات صیام میں داخل ہے اور مفطرات عذر کیوجہ رات میں مباح ہیں اب
ہم رات کے روزوں میں نظر کرتے ہیں۔ نیند کے بعد مفطرات سے روکا گیا۔ یہی معنی روزہ کا ہے۔ پھر جب
مسلمان اس کے عوض خوشی سے تدبر قرآن کے لئے قیام کرتے ہیں جماعت میں، کیا یہ رات کے روزہ کی
بہترین تفسیر نہیں؟ ۔۔

ایک طرف نوم کے بعد مفطرات سے رکاوٹ، دوسری طرف قیام فی الصلوٰۃ صیام لیل کے لئے یہی
لائق ہے۔ امساک من المفطرات سے یہ بہتر ہے اور طول قیام میں امساک بھی حاصل ہے۔ اس لئے آنحضرت
نے احتیاط فرمائی کہ کہیں معنی صوم کے لئے یہ واجب نہ بنا دی جائے جو رات کو مباح ہے۔ تو یہ صلوٰۃ جدیدہ
کے لئے فرض نہیں بلکہ تمام صیام میں شامل ہے۔ اور خوف احتیاط جائز تھا۔ بعد وفات آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم چونکہ یہ خوف زائل ہو گیا۔ اس لیے حضرت فاروق اعظم نے صحابہ کے مشورہ سے قیام لیل کو عوام کے لئے مسجد
میں باجماعت سنت قرار دیا۔ اور خاص لوگ اس سے مستثنٰی ہیں۔ یہ بات بطور شریعت لازمہ عام اہل اسلام
کے لئے نہیں بلکہ فقط قرآن کی مصلحت کے لئے یہ رعایت کی گئی۔ اور اتباع مصلحت کے لئے خلیفہ راشد کیلئے
جائز ہے کہ سنن کا تغیر کرے۔ اسی طرح مسلمانوں کے لئے جائز ہے کہ اہل حل وعقد کے اجماع سے حسب
مصالح تفسیر سنن کریں۔ ان فقہا نے لوگوں پر ظلم کیا ہے جنہوں نے اس بات سے انہیں روکا ہے۔ ان کے
کے لئے نیند کے بعد مفطرات مباح ہیں۔ اور اس کے عوض صلوٰۃ وقیام رکھا گیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

اس عوض کے فرض ہونے کا خطرہ محسوس کرتے تھے

مسئلہ:۔ اجتماعیتِ متوسطہ میں معاملات مالیہ واجب ہیں۔ بیع شرآء رہن ودلیعت، ان کی رہنمائی

وَلَا تَأْكُلُوٓا أَمْوَالَكُم بَيْنَكُم بِالْبَاطِلِ وَتُدْلُوا بِهَآ إِلَى الْحُكَّامِ

اور نہ کھاؤ مال ایک دوسرے کا آپس میں ناحق اور نہ پہنچاؤ ان کو حاکموں تک

لِتَأْكُلُوا فَرِيقًا مِّنْ أَمْوَالِ النَّاسِ بِالْإِثْمِ وَأَنتُمْ تَعْلَمُونَ ﴿۱۸۸﴾

کہ کھا جاؤ کوئی حصہ لوگوں کے مال میں سے ظلم کر کے (ناحق) اور تم کو معلوم ہے

میں ہے۔ ان معاملات کی اصلاح ۱۸۸ میں ہے۔ اور تفصیل کی گئی ہے الا ان تکون تجادۃ عن تراض منکم تمام معاملہ رضا و تراضی پر مبنی ہے، ورنہ وہ اکل بالباطل ہے اور یہ انسانیت کے لئے عیب ہے، اور اجتماعیت ابتدایہ میں خنزیر اور مُردہ سے منع کیا گیا ہے۔ بغیر رضا دوسرے کا مال کھانا بھی ان محرمات میں شامل کیا گیا ہے

تنبیہ:۔ یہ امر تمام مسلمانوں کے لئے عام ہے، خواہ وہ عام ہوں یا خاص یا حکام۔ تمام لوگ اس معاملہ میں برابر ہیں۔ حاکم کے لئے روا نہیں کہ کسی سے اس کا مال لے البتہ جو اللہ تعالیٰ نے مقرر کیا ہے وہ جائز ہے۔ اسی طریقہ پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفاء راشدین قائم رہے۔ یہی پارلیمنٹ کا مطلب ہے۔ یہی عمل غزوۂ ہوازن میں کیا۔ جب کہ انہیں مصلحت عامہ کے لئے مسلمانوں سے مال لینے کی ضرورت محسوس ہوئی۔ آپ نے سوال فرمایا اور فرمایا جو چاہے اپنی رضا کے مطابق دے یا بطور قرض دے جسے ہم بعد میں ادا کر دینگے۔ اس سے یہ فائدہ ثابت ہوتا ہے کہ حکومت بھی امت سے اس طرح قرض حاصل کرے۔ صحابہ نے جواب دیا ہم راضی ہیں آپ نے انکی یہ بات قبول نہ فرمائی۔ اور فرمایا اپنے جاننے پہچاننے والوں کے پاس جاؤ وہ تمہاری مرضی ہمارے پاس لائیں گے۔ حاصل حدیث صحیحین میں ثابت ہے۔ پارلیمنٹ کی یہ بنیاد ہے لیکن سلاطین ظلماً اگر ایک کام کی اصلاح کرتے تو کئی معاملات میں بربادی پیدا کرتے ہیں اگر وہ شوریٰ کی اتباع کریں۔ اور بعض امور میں خرابی پیدا کریں۔ اس سے مسلمانوں کو کوئی حرج واقع نہیں ہوتا۔

اب ہم تاریخ پر کچھ کہنا چاہتے ہیں۔ ہمارا مقصد یہ ہے کہ اسلامی تعلیم حکومت یہ چلانے کے لئے مکمل ہے جو بدمعاش یہ لکھتے ہیں کہ اسلام نے ہمارے لئے کوئی قانون حکومت نہیں چھوڑا۔ وہ ان کی بیوقوفی اور غفلت ہے حالاں کہ ایک دن بھی انہوں نے قرآن پر غور نہیں کیا۔

"وتدلوا بها الی الحکام لتاکلوا الخ یہ اکل باطل کی دوسری قسم ہے یعنی رشوت ادا کرتے ہیں۔ اور لوگوں کا

مال قوت حکام سے کھاتے ہیں، حکومتوں کو یہی چیز برباد کرتی ہے۔ ہم ہندوستان کی برطانوی حکومت کے متعلق جانتے ہیں کہ اس کا نظام حکمت اور مصالح پر مبنی ہے۔ ہاں بعض امور میں وہ اہل ہند پر جبر و تحکم بھی کرتے ہیں، اور وہ سمجھتے ہیں کہ ہم ہی ممالک کے فاتح ہیں۔ حالاں کہ وہ ایسے نہیں، ان چند نقائص سے قطع نظر کرکے ان کا نظام درست ہے۔ لیکن رشوت سے شروع سے لبریز ہے۔ آج تک یہی حالت ہے۔ اس کی اصلاح کرنے پر وہ قادر نہیں اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان کی ہندی حکومت غیر طبعی ہے۔ اور جب ہندی بیدار ہو گئے تو حکومت ٹھہر نہ سکے گی۔ انگریزوں نے ہندی مسلمانوں کو تقریباً پچاس سال سے بلاد اسلام کی جانب سے جھوٹے پروپیگنڈے اور فریب کے ذریعہ سلایا ہے۔ اور رشوت مفسدات حکومت میں سے ہے جو حکومت کو برباد کرتی ہے۔ رشوت لینے دینے والا دونوں مجرم ہیں، گناہ میں برابر ہیں اور ان کی خرابیٔ اخلاق ظاہر ہے۔ یہ ایک آیت گویا تمام مصالح مالی کا اجمال ہے۔

مسئلہ اُخری:۔ انسان اپنی اجتماعیتِ صالحہ میں شہور و سنین کی تقویم کا محتاج ہے۔ اس کی طرف اشارہ ہے۔

يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْاَهِلَّةِ ۭ قُلْ هِىَ مَوَاقِيْتُ لِلنَّاسِ وَالْحَجِّ ۭ

تجھ سے پوچھتے ہیں حال نئے چاند کا — کہہ دے کہ یہ اوقات مقرر ہیں لوگوں کے واسطے اور حج کے واسطے

وَلَيْسَ الْبِرُّ بِاَنْ تَاْتُوا الْبُيُوْتَ مِنْ ظُهُوْرِھَا وَلٰكِنَّ الْبِرَّ

اور نیکی یہ نہیں کہ گھروں میں آؤ — ان کی پشت کی طرف سے اور لیکن نیکی یہ ہے کہ جو کوئی ڈرے

مَنِ اتَّقٰى ۚ وَاْتُوا الْبُيُوْتَ مِنْ اَبْوَابِهَا ۠ وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ

اللہ سے — اور گھروں میں آؤ — دروازوں سے — اور اللہ سے ڈرتے رہو تاکہ تم اپنی

تُفْلِحُوْنَ ﴿۱۸۹﴾

مراد کو پہنچو

عام مفسرین نے اس سوال جواب کو غیر مطابق قرار دیا ہے۔ اس لئے حکمت وضع کی کہ جب جاہل سوال کرے تو اس سے اعراض کرنا ضروری ہے۔ اور جو اس کے لئے مفید ہو وہ جواب دینا چاہیئے۔ اس کا نام ان کے ہاں اسلوب حکیم ہے۔ اس بنا پر ان کے ہاں یہ آیت شاہد ہے کہ سوال ہلال و بدر کی حکمت کے متعلق تھا اور اس کے نقص

کمال کے متعلق۔ یعنی لوگوں نے سوال کیا تھا قمر کے انتقاص و ازدیاد کی حکمت طبیعہ کے متعلق۔

امام صاحب اھلہ کی تفسیر الشہر سے کرتے ہیں۔ کیوں کہ ان کا سوال یہ تھا کہ الشہر بالاہلہ کا اعتبار کریں یا شمسیہ مہینوں کا؟ بہرحال (کیلنڈر) تقویم اجتماع کی ضروریات کی چیز ہے گویا یہ آیت پہلی آیت کے تتمہ کے طور پر وارد ہوئی۔ اس تفسیر سے جواب سوال کے مطابق ہے۔ قمری مہینے بغیر حساب و کتاب کے لوگ معلوم کر سکتے ہیں۔ اس کے متعلق ارشاد ہے "قل ھی مواقیت للناس" امام ملت نے ان تینوں مہینوں کو حج کے مواقیت مقرر کیا تھا تاکہ حج تمام موسموں میں آسکے۔ گرمی اور سردی میں و لیس البر بان تاتوا البیوت اس کا مطلب یہ ہے کہ تقویمات شمسیہ کا ترک کیا جائے کیوں کہ وہ صابی لوگوں کے لئے مناسب ہے، اور حنفیت اگرچہ ملت بنائی گئی اور معاملہ تقاویم شمسیہ ہے گویا یہ بات گھروں کی پشت سے آنے کے برابر ہے۔ انسان فطرۃً ایک قانون کے چلنے پر قادر ہوتا ہے اور اسے دو قانون پہ چلنے کے لئے تکلیف دینا خلاف فطرت ہے۔ ہم نے انگریز کے غلبہ کے بعد تجربہ کیا ہے کہ ہمیں دو مہارتیں ہونی چاہئیں۔ ۱۔ دنیاوی قوانین اور ۲۔ قوانین اسلامی کی۔ نہ یہ مکمل ہے نہ وہ۔ اسی طرح معاملات کا حساب ہے، کہ یا وہ حساب قمری پر ہو یا شمسی پر اور یہ آسان ہے (یعنی شمسی) ہم اپنے ملک میں دو تقویموں (کیلنڈروں) کو یاد رکھنے پر قادر نہیں یہی مطلب ہے ظہور بیوت سے آنے کا۔ یعنی تکلیف الانسان بما لا یحتاج الیہ۔ بلکہ بڑ وہ ہے جو تقویٰ پیدا کرے (ولکن البر من اتقی) مطلب یہ ہے کہ اصل مقصد اتباع قانون ہے۔ تقاویم فقط حواشی ہیں۔ حواشی کو مقاصد کا درجہ مت دو۔ بلکہ تمہاری نظر ہمیشہ مقصد کا حصول ہو یعنی ولکن البر من اتقی اور حواشی کو غیر مقصود سمجھو۔ جب تم اشہر قمریہ کی اتباع میں چلوگے تو بھی کافی ہے یہی مطلب ہے واتوا البیوت من ابوابھا یعنی سہل ترین طریقہ پر عمل کرو۔ اگر لکھنا پڑھنا ملت میں عام ہو تو تقویم شمسی میں بھی کوئی مضائقہ نہیں! اور جب امت امی ہو تو قمری کافی ہے۔ کسی ایک تقویم کو متعین کرنا اور اس کا پابند بنا کر لوگوں کو تکلیف دینا یہ کوئی چیز نہیں، فلاح ان حواشی (جزوی) باتوں پر منحصر نہیں۔ اس کی طرف اشارہ ہے (و اتقوا اللہ) کہ اقامت عدل و احسان مستقل چیز ہے۔

تنبیہ:۔ ہمارے ہاں زبان کا مسئلہ بھی تقویم کے تابع ہے۔ اور یہ بھی تقویم کی طرح حواشی میں شامل ہے۔ پس غیر طبعی بات کا مکلف نہیں ہونا چاہیئے۔ کیوں کہ یہ بھی ایک قسم کا ظہور بیوت سے آنے کے برابر ہے۔ ہم نے تجربہ کیا ہے کہ دینی کتب اگر ہماری زبان میں مترجم ہوں تو اسے ہم اچھی طرح سے سمجھ سکتے ہیں۔ اور جب اصل کتابوں کو اساتذہ سے پڑھتے ہیں تو نہ استاذ سمجھتا ہے نہ طلبہ۔

میں اپنی بات بتاتا ہوں مجھے کنز الدقائق (فقہ کی کتاب) پڑھنے کی ضرورت تھی اور مدرسہ میں اس کا موقعہ

نہیں تھا کیوں کہ آخر سال میں ایسی کتاب کو شروع نہیں کیا جا سکتا۔ علمائے دیوبند میں سے کسی نے اس کا ترجمہ اُردو
احسن المسائل کے نام سے کیا۔ میں نے وہ ترجمہ لیا اور ایک ہفتہ بھی نہ گذرا کہ میں نے پوری کتاب سمجھ لی
اور تمام مسائل از بر کرلیے۔ بعد ازاں اصل عربی کتاب لی اور اس کا مطالعہ شرح طحائی وغیرہ کے ذریعہ سے
کیا۔ میں اس سے ایک ماہ سے کم عرصہ میں فارغ ہوگیا۔ تضیع وقت کا کیا مطلب ہے؟ یہی اتیان البیوت
من ظہورھا ہے۔ اسی طرح ہم نے طلبہ کو دیکھا ہے کہ وہ منطق کی کتابیں پڑھتے ہیں اور سمجھ نہیں سکتے۔ ہمارے
کسی عالم نے اس کا ملخص اور خلاصہ اردو میں کیا۔ اسے ہر طالب علم سمجھ سکتا ہے۔

جب خلافت عجم میں منتقل ہوئی تو اکثر کتابوں کا انہوں نے اپنی زبانوں میں ترجمہ کر ڈالا۔ اہل ہند نے
ان سے یکدم استفادہ کرلیا۔ کیوں کہ حکومت کی زبان فارسی تھی۔ جب حکومت ختم ہوئی۔ تو اہل علم نے ہندی
زبان میں کتابوں کا ترجمہ شروع کر دیا۔ اور کتابوں کو اردو میں بھر دیا۔ تو علم امت ہندیہ اور عجمیہ میں محفوظ ہے۔

ہم نے پہلے اجتماعیت متوسط کے باب کو اس آیۃ تک منتہی ٹھہرایا تھا۔ اور ۱۹۰ سے اجتماعیت عالیہ فی الامصار
کے باب کا آغاز قرار دیا۔ آخر سپارہ تک، اور تیسرے پارہ کے شروع سے ہم نے باب خلافت مقرر کیا۔ لیکن
جب بدور بازغہ کا مطالعہ کیا تو معلوم ہوا کہ دو بابوں کی تقسیم ضروری نہیں۔ بلکہ اجتماعیت متوسط فی القری
العامرہ اور اجتماعیت عالیہ فی الامصار ایک ہی قسم ہے۔ اور اختلاف فقط صنفی ہے۔ اب ہم اسے ایک
ہی باب شمار کرتے ہیں جو آخر پارہ تک چلا جا رہا ہے۔ یہ ہماری نئی شرح ہے۔ ہندوستان چھوڑنے کے
بعد۔ ہندوستان میں ہماری تقسیم مشہور تھی۔

مسئلہ اُخری:- سوسائٹی کے تمام افراد پر دفاع عن الاجتماعیۃ ضروری ہے۔

وَقَاتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ الَّذِیْنَ یُقَاتِلُوْنَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا ؕ

اور لڑو اللہ کی راہ میں ان لوگوں سے جو لڑتے ہیں تم سے اور کسی پر زیادتی مت

اِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ الْمُعْتَدِیْنَ ﴿۱۹۰﴾

کرو بیشک اللہ ناپسند کرتا ہے زیادتی کرنیوالوں کو

اس کا مطلب یہ ہے کہ ان لوگوں کے ساتھ قتال پر تم کمربستہ ہو جاؤ جو تم سے قتال کریں۔ ولا تعتدوا"
اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر وہ تم سے قتال نہ کریں تو تم ان پر حملہ نہ بول دو"

تو ذمیوں میں سے جو ہمارے ساتھ مسالمت رکھے اُن کا قتال اور ان کا معاملہ مقاتل کی طرح عدوان میں شامل ہے اور اجتماعی مصلحتوں سے جہالت کی دلیل ہے۔

جس نے قتال کفار سے مسلمانوں کو منع کیا ہے اس نے اسی آیت سے استدلال کیا ہے۔ کیونکہ اسلام ہجوم کی اجازت نہیں دیتا۔ قتال مدافعانہ ہو۔ اس سے قتال ہو جو پیشقدمی کرے میرے نزدیک یہ صحیح نہیں یہ حکم صرف مسجد حرام کے نزدیک قتال کے لئے مخصوص ہے کہ وہاں قتال کی پیشقدمی ہمیں نہ کرنی چاہیے۔ اس آیت میں یہی ذکر ہے اور مسجد حرام کی تخصیص باطل کرنا درست نہیں۔ اور روئے زمین کو مسجد حرام کی طرح مقرر کرنا درست نہیں۔ اس آیت کا مطلب صرف یہ ہے کہ قوت اعداء کی مقدار سے وہ مستعد تیار ہیں۔ مسئلہ جنگی ہے امام بقدر ضرورت جنگ سے گریز کرے۔ لیکن تیاری جب کہ وہ ضروری ہے تو ہر فرد پر اس کا التزام کرنا چاہیے۔ جب وہ عمومی جنگ چھیڑ دیں تو ہمیں بھی عمومی جنگ کرنی چاہیئے لیکن جو ہم سے قتال ہی نہیں کرتے ان سے لڑنا جہالت ہے۔ بہت سی اسلامی حکومتیں ذمی لوگوں سے معاملات بگڑنے کی وجہ سے برباد ہوئی ہیں۔ خصوصاً ہندوستان میں۔ اسی طرح یورپ میں دولت عثمانیہ کو ہم نے دیکھا ہے کہ جوتے پر جوتا چلا۔

وَاقْتُلُوْهُمْ حَيْثُ ثَقِفْتُمُوْهُمْ وَاَخْرِجُوْهُمْ مِّنْ حَيْثُ اَخْرَجُوْكُمْ

اور مار ڈالو ان کو جس جگہ پاؤ اور نکال دو ان کو جہاں سے انہوں نے تم کو نکالا

وَالْفِتْنَةُ اَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ وَلَا تُقٰتِلُوْهُمْ عِنْدَ الْمَسْجِدِ

اور دین سے بچلانا مار ڈالنے سے بھی سخت ہے اور نہ لڑو ان سے مسجد حرام کے پاس

الْحَرَامِ حَتّٰى يُقٰتِلُوْكُمْ فِيْهِ فَاِنْ قٰتَلُوْكُمْ فَاقْتُلُوْهُمْ كَذٰلِكَ

جب تک کہ وہ نہ لڑیں تم سے اس جگہ پھر اگر وہ خود ہی لڑیں تم سے تو ان کو مارو یہی ہے

جَزَآءُ الْكٰفِرِيْنَ ﴿١٩١﴾ فَاِنِ انْتَهَوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿١٩٢﴾

سزا کافروں کی پھر اگر وہ باز آئیں تو بیشک اللہ بہت بخشنے والا نہایت مہربان ہے

وطن سے نکالنا اور قتل کرنا دونوں جائز ہیں۔ انارکیزم، فاشیت، اور لاقانونی، ان سب کے ازالہ کے لئے قتل جائز ہے۔ کیوں کہ لاقانونیت کی حالت انسانیت کے لئے مناسب نہیں۔

ولا تقتلوھم عند المسجد الحرام حتی" یہ اس بات کی صراحت ہے کہ پیشقدمی مسجد حرام کے نزدیک

جائز نہیں۔ اگر وہ باز آجائیں تو صلح کے بعد ان معاملات کی مجازات نہیں ہوگی۔ جو دوران حرب میں آئے

وَقٰتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّيَكُوْنَ الدِّيْنُ لِلّٰهِ ۖ فَاِنِ

اور لڑو ان سے یہاں تک کہ نہ باقی رہے فساد اور حکم رہے اللہ تعالیٰ ہی کا پھر اگر

انْتَهَوْا فَلَا عُدْوَانَ اِلَّا عَلَى الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۹۳﴾

وہ باز آئیں تو کسی پر زیادتی نہیں مگر ظالموں پر

قتال کا مقصد رفع فساد ہے۔ تو جب وہ قانون الٰہی کی اطاعت کریں، قتال ختم ہو جانا چاہیے فلا عدوان الا۔ عصاۃ باغیوں نافرمانوں پر حدود قائم کی جائیں۔

اَلشَّهْرُ الْحَرَامُ بِالشَّهْرِ الْحَرَامِ وَالْحُرُمٰتُ قِصَاصٌ ۚ فَمَنِ

حرمت والا مہینہ بدلا (مقابل) ہے حرمت والے مہینے کا اور ادب رکھنے میں بدلا ہے۔ پھر جس نے

اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ فَاعْتَدُوْا عَلَيْهِ بِمِثْلِ مَا اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ ۪

تم پر زیادتی کی تم اس پر زیادتی کرو جیسی اس نے زیادتی کی تم پر

وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ ﴿۱۹۴﴾

اور ڈرتے رہو اللہ سے اور جان لو کہ اللہ ساتھ ہے پرہیزگاروں کے

ایک دوسرے کے مماثل ہیں

فمن اعتدی بمثل ما اعتدی علیکم فاسق طاقتیں اس وقت تک نہیں دبتیں جب تک کہ ان کے ساتھ برابر کا سلوک نہ کیا جائے۔ حقوق حرمات انتقام کے راستہ میں برابر ہیں واتقوا اللہ تا المتقین یہ آیات ۱۹۰ سے ۱۹۴ تک مصالح حربیہ کے متعلق لبطور اجمال ہیں۔ اس کا اتمام دو باتوں سے ہوتا ہے۔

(۱) جنگ کے لئے سامان جمع کرنا (جمع الاموال للحرب)

(۲) جنگی کاموں کی مشق (پریڈ ٹریننگ وغیرہ) پہلی بات کے متعلق ۱۹۵ میں ہے

وَاَنْفِقُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا تُلْقُوْا بِاَيْدِيْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ ۚ

اور خرچ کرو اللہ کی راہ میں اور نہ ڈالو اپنی جان کو ہلاکت میں

وَاَحۡسِنُوۡا ۚ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الۡمُحۡسِنِيۡنَ ﴿۱۹۵﴾

اور نیکی کرو ۔ بیشک اللہ دوست رکھتا ہے نیکی کرنے والوں کو

علاوہ انفاق فی سبیل اللہ ہلاکت قوم کا سبب ہے یہ احسان احسان اللہ کی طرح متصور ہوگا ۔ اللہ اشتری الخ اور تمرین اعمال و مشق جنگ کے لئے حج مشروع ہوا ۔ پس ۱۹۶ سے ۲۰۳ تک حج کے مسائل ہیں ۔

وَاَتِمُّوا الۡحَجَّ وَالۡعُمۡرَةَ لِلّٰهِ ؕ فَاِنۡ اُحۡصِرۡتُمۡ فَمَا اسۡتَيۡسَرَ

اور پورا کرو حج اور عمرہ اللہ کے واسطے پھر اگر تم روک دیئے جاؤ تو تم پر ہے جو کچھ کہ میسر

مِنَ الۡهَدۡىِ ۚ وَلَا تَحۡلِقُوۡا رُءُوۡسَكُمۡ حَتّٰى يَبۡلُغَ الۡهَدۡىُ

ہو قربانی سے اور حجامت نہ کرو اپنے سروں کی جب تک پہنچ نہ چکے قربانی اپنے

مَحِلَّهٗ ؕ فَمَنۡ كَانَ مِنۡكُمۡ مَّرِيۡضًا اَوۡ بِهٖۤ اَذًى مِّنۡ رَّاۡسِهٖ

ٹھکانے پر پھر جو کوئی تم میں سے بیمار ہو یا اس کو تکلیف ہو سر کی

فَفِدۡيَةٌ مِّنۡ صِيَامٍ اَوۡ صَدَقَةٍ اَوۡ نُسُكٍ ۚ فَاِذَآ اَمِنۡتُمۡ ٙ فَمَنۡ

تو بدلا دیوے روزے یا خیرات یا قربانی پھر جب تمہاری خاطر جمع ہو

تَمَتَّعَ بِالۡعُمۡرَةِ اِلَى الۡحَجِّ فَمَا اسۡتَيۡسَرَ مِنَ الۡهَدۡىِ ۚ فَمَنۡ

تو جو کوئی فائدہ اٹھائے عمرہ کو ملا کر حج کے ساتھ تو اس پر ہے جو کچھ میسر ہو قربانی سے پھر جس کو

لَّمۡ يَجِدۡ فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ فِى الۡحَجِّ وَسَبۡعَةٍ اِذَا رَجَعۡتُمۡ ؕ تِلۡكَ

قربانی نہ ملے تو روزے رکھے تین حج کے دنوں میں اور سات روزے جب لوٹو یہ

عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ ؕ ذٰلِكَ لِمَنۡ لَّمۡ يَكُنۡ اَهۡلُهٗ حَاضِرِى الۡمَسۡجِدِ

دس روزے ہوئے پورے یہ حکم اس کے لئے ہے جس کے گھر والے نہ رہتے ہوں مسجد حرام کے

الۡحَـرَامِ ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعۡلَمُوۡۤا اَنَّ اللّٰهَ شَدِيۡدُ الۡعِقَابِ ﴿۱۹۶﴾

پاس اور ڈرتے رہو اللہ سے اور جان لو کہ بیشک اللہ کا عذاب سخت ہے

اَلۡحَجُّ اَشۡهُرٌ مَّعۡلُوۡمٰتٌ ۚ فَمَنۡ فَرَضَ فِيۡهِنَّ الۡحَجَّ فَلَا رَفَثَ

حج کے چند مہینے ہیں معلوم پھر جس نے لازم کرلیا ان میں حج تو بے حجاب ہونا جائز نہیں

وَلَا فُسُوْقَ وَلَا جِدَالَ فِي الْحَجِّ ؕ وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ يَّعْلَمْهُ

عورت سے اور نہ گناہ کرنا اور نہ جھگڑا کرنا حج کے زمانہ میں اور جو کچھ تم کرتے ہو نیکی اللہ اس کو

اللّٰهُ ؕ وَتَزَوَّدُوْا فَاِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوٰى ؗ وَاتَّقُوْنِ يٰاُولِي

جانتا ہے اور زاد راہ لے لیا کرو کہ بیشک بہتر فائدہ زادراہ کا بچنا ہے سوال سے اور مجھ سے ڈرتے رہو اے

الْاَلْبَابِ ﴿۱۹۷﴾ لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ ؕ

عقلمندو کچھ گناہ نہیں تم پر کہ تلاش کرو فضل اپنے رب کا

فَاِذَآ اَفَضْتُمْ مِّنْ عَرَفٰتٍ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ عِنْدَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ ۪

پھر جب طواف کے لئے لوٹو عرفات سے تو یاد کرو اللہ کو نزدیک مشعر الحرام کے

وَاذْكُرُوْهُ كَمَا هَدٰىكُمْ ۚ وَاِنْ كُنْتُمْ مِّنْ قَبْلِهٖ لَمِنَ الضَّآلِّيْنَ ﴿۱۹۸﴾

اور اس کو یاد کرو جس طرح تم کو سکھلایا اور بیشک تھے تم اس سے پہلے ناواقف

ثُمَّ اَفِيْضُوْا مِنْ حَيْثُ اَفَاضَ النَّاسُ وَاسْتَغْفِرُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ

پھر طواف کے لئے پھرو جہاں سے سب لوگ پھریں اور مغفرت چاہو اللہ سے بیشک

اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۹۹﴾ فَاِذَا قَضَيْتُمْ مَّنَاسِكَكُمْ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ

اللہ تعالیٰ بخشنے والا ہے مہربان پھر جب پورے کر چکو اپنے حج کے کام تو یاد کرو اللہ کو

كَذِكْرِكُمْ اٰبَآءَكُمْ اَوْ اَشَدَّ ذِكْرًا ؕ فَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ

جیسے تم یاد کرتے تھے اپنے باپ دادوں کو بلکہ اس سے بھی زیادہ یاد کرو پھر کوئی آدمی تو کہتا ہے

رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا وَمَا لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ ﴿۲۰۰﴾ وَمِنْهُمْ

اے رب ہمارے دے ہم کو دنیا میں اور اس کے لئے آخرت میں کچھ حصہ نہیں اور کوئی ان

مَّنْ يَّقُوْلُ رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّ

میں کہتا ہے اے رب ہمارے دے ہم کو دنیا میں خوبی اور آخرت میں خوبی اور بچا

قِنَا عَذَابَ النَّارِ ﴿۲۰۱﴾ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ نَصِيْبٌ مِّمَّا كَسَبُوْا ؕ وَاللّٰهُ سَرِيْعُ

ہم کو دوزخ کے عذاب سے انہی لوگوں کے واسطے حصہ ہے اپنی کمائی سے اور اللہ جلد

الْحِسَابِ ﴿۲۰۲﴾

حساب لینے والا ہے

حدیث میں آیا ہے الحج جہاد لا قتال فیہ۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ حج کے اعمال کی مشق تمام تر بغیر قتال ہے۔

اعمالِ حج کا خلاصہ

(۱) مسلمانوں کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ ایک مقرر جگہ میں اپنا خرچ وغیرہ لے کر جمع ہوں

(۲) اعمال جہاد کی طرح اعمال اور تمرینات ہیں ( ) جب وہ یہ عمل (حج) قائم کر لیں گے اور یہ ان کی عادت پڑ جائے گی تو وہ اس طرح ان تمام باتوں سے قادر و چست ہو جائیں گے۔ آگے چل کر انہیں لشکر جمع کرنے کا حکم ملے گا۔ ایک خاص جگہ میں جمع کرنے کا حکم ملے گا۔ مشرق و مغرب کی حدود میں سے لشکر لانے پڑیں گے۔ اور بغیر بال بچوں اور بیویوں کے اکٹھا ہونا پڑے گا۔

یہ حج کی مصلحتیں ہیں، اس کے علاوہ بھی بہت سی مصلحتیں ہیں۔ اس کی طرف اشارہ ہے ۲۰۳ میں۔

وَاذْكُرُوا اللَّهَ فِي أَيَّامٍ مَّعْدُودَاتٍ ۚ فَمَن تَعَجَّلَ فِي يَوْمَيْنِ

اور یاد کرو اللہ کو گنتی کے چند دنوں میں پھر جو کوئی جلدی چلا گیا دو ہی دن میں

فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ وَمَن تَأَخَّرَ فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ ۚ لِمَنِ اتَّقَىٰ ۗ

تو اس پر گناہ نہیں اور جو کوئی رہ گیا تو اس پر بھی کچھ گناہ نہیں کہ جو ڈرتا ہے

وَاتَّقُوا اللَّهَ وَاعْلَمُوا أَنَّكُمْ إِلَيْهِ تُحْشَرُونَ ﴿۲۰۳﴾

اور ڈرتے رہو اللہ سے اور جان لو بے شک تم سب اسی کے پاس جمع ہو گے

حج کے مسائل کو اس طرح ختم کیا گیا ہے واعلموا انکم الیہ تحشرون مفسرین نے اس آیت کو حشر اموات پر محمول کیا ہے۔ اور حج کو موت اور رجوع الی اللہ کا نمونہ بناتے ہیں۔ ہم حج کو ان فوائد کے حصول کا باعث نہیں گردانتے۔ کیوں کہ مسائل حج کا سیاق اس طرح معنی خیز نہیں۔ بلکہ حشر سے مراد حشر جنود ہے۔ کیوں کہ اول اسلام میں جہاد صرف متطوعین کی قوت سے قائم ہوا ہے اور حج میں اعمال جہاد کے تطوع کی تمرین و مشق ہے۔ ابھی ہم الحج جہاد کی حدیث بیان کر چکے ہیں۔ کون ہے جو حج کو اس سے الگ کر دے۔ مگر ظالم بادشاہ اور ظالم زاہدوں نے مسلمانوں کو جہاد کے مسائل سے غافل کر رکھا ہے۔ اور مناسک حج کی شرح میں باطل و بیہودہ باتیں گھڑ چکے ہیں۔ اللہ انہیں ہلاک کرے! جو بات تھی مسلمانوں کے کام کی اور کرنے کی تھی اسے بگاڑ دیا

اور برباد کیا۔ اب ہم آیات حج کی تشریح کرتے۔ وَ اتموا الحج والعمرۃ للہ اس کے بعد مناسک کا ذکر ہے، آیات کے آخر میں ہے واتقوا اللہ و اعلموا ان اللہ شدید العقاب ۱۹۶ آیت میں حکم فدیہ جزاء ہے، جو ارکان عمرہ یا ارکان حج کی کسی بات کو ادا نہ کرے اس کے لئے اس کی جزاء فدیہ کی شکل میں ضروری ہے۔ اتمام کا یہی مطلب ہے یعنی ان تمام افعال کو پورا کرو جن کا تمہیں امر دیا جاتا ہے۔ جب کسی چیز کو معطل کرو گے تو تمہیں کفارہ مالی یا بدنی کے ذریعہ مجازات دی جائے گی اسے معاف نہیں کیا جائے گا جنگ کا نظام اسی طرح ہوتا ہے۔ کسی سپاہی کو مجال نہیں کہ کسی حکم کو چھوڑ دے۔ حتیٰ کہ اسے اس کی سزا دی جاتی ہے۔ یعنی ڈسپلن بہرحال قائم رکھی جاتی ہے۔ غرضیکہ امت کے لئے عام زنگ ہیں خواہ وہ مرد ہوں یا عورتیں کیا اس سے کوئی اچھی مشق اور ممکن ہے؟ نہیں!

اسلام کے دشمن جانتے ہیں کہ قوت قانونیہ قرآن میں ہے اور قوت عملیہ مناسک حج میں ہے اور اس کے ذریعہ عزت اسلام باقی ہے۔ اس لئے وہ ان دونوں مقدس کاموں کو کمزور ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

الحج اشھر معلومٰت۔ اشہر حج شوال، ذیقعدہ اور ذی الحجہ ہیں۔ فمن فرض فیھن تا ولا جدال۔ تینوں مہینے اجتماع کے لئے بالالتزام رکھے گئے۔

(۱) نسار کا ذکر نہ ہو

(۲) ترک قانون کی وجہ سے ترک قانون نہ ہو۔

(۳) جدال نہ ہو، کہ اگر تینوں مہینوں میں یہ تمام کام اور آداب التزام اور پابندی کے ساتھ قائم کریں گے۔ تو اوصاف اجتماعیہ عسکریہ کے عادی ہو جائیں گے۔ اور حکومت اجتماعیہ کو اسی طرح قائم کر سکیں گے جس طرح کہ ارض حرم میں وہ قائم کرتے ہیں۔ اسی طرح تمام لوگ احکام شرع کو اپنی قوت نفسیہ کے ذریعہ قابو کریں گے۔ قوت سلطان کے ذریعہ نہیں۔ فتح کے بعد حکومت متوسطہ پیدا کرنے پر قادر ہو سکیں گے۔ انقلاب کے لئے ضروری ہے کہ ہدم نہ ہو نہ ترمیم نہ فساد بلکہ صرف اصلاح ہو۔

وَمَا تفعلوا من خیر یعلمہ اللہ ضعیف مسلمانوں کے نفع کے لئے ادارے بناؤ یہ سب کام نیک کرو۔ مطوعین لوگوں کا شیوہ ہے ان مطوعین کو ہلاک کرے جو حاجیوں سے صرف اموال حاصل کرنے کے لئے بیٹھے ہیں۔ اور مسجد حرام میں اسطرح ڈٹے ہوئے ہیں جیسے وہ ان کی میراث ہے۔ وہ لوگوں کو کسی بھلے کام کرنے سے باز رکھتے ہیں۔ مگر چاہتے

ہیں کہ ہاتھ کا تمام مال و متاع انہیں ضرور دیدیں۔ اور اس شہر میں حکومت کا نام سلطان کے نام سے
یہ ایک مسلمانوں پر لعنت ہے گویا ان میں قوت اجتماعیہ نہیں پائی جاتی۔ جب میں نے سڑکوں اور راستوں
پر الصلوٰۃ الصلوٰۃ کی آواز سنی تو میں پوری طرح اس کا انکار کیا اور سخت انکار کیا۔ اور یہ بات اصحاب
الامر بالمعروف کو ذکر کی کیوں کہ وہ اسے بدعت سمجھتے ہیں۔ مگر میرا انکار اس وجہ سے نہیں تھا بلکہ اس
لئے کہ یہ اہل ملل کو اس بات کا اعلان دیا جا رہا ہے کہ مسلمان نماز کو رغبت سے نہیں پڑھتے ہیں۔
بلکہ فقط حکومت کے ڈنڈے اور اس کی طاقت کے ڈر سے پڑھتے ہیں۔ اور اس کا فائدہ اسکے نقصان کے سوویں حصے کے
برابر بھی نہیں۔ حالاں کہ یہ شہر بغیر قوت کے اجتماعیت صالحہ کے قیام کی جگہ ہے تاکہ یہ ثابت کیا اور کہا
جاسکے کہ مسلمان سوائے امر الٰہی کے اور کچھ نہیں چاہتا۔ واتقون یا ولی الالباب۔ وتزودوا فان
خیر الزاد التقویٰ اس آیت کا معنی مشہور ہے کہ سوال و حاجت طلب کرنا اسلام میں جائز نہیں۔ میں تعجب کرتا
ہوں قریش جاہلیت کے زمانہ میں آج کے مسلمانوں سے اچھا کام چلائے ہوئے تھے۔ لوگ ان کے پاس
آتے تھے۔ قریش تمام لوگوں کو مہمانی دیتے تھے۔ اور کسی سے کچھ سوال نہ کرتے تھے۔
حجاج بقدر استطاعت اپنی فرلضیۃ البیت میں کچھ رکھ دیتے۔ قریش میں سے ہر شخص گھر کے خزانہ میں
سے حاصل کر لیتا تھا۔ کوئی شخص نہ جانتا تھا کہ کس نے زیادہ اٹھایا کس نے کم لیا۔ احترام طرفین میں برابر
ملحوظ تھا۔ جب حاجی لوٹتے تو قریش اپنے قبائل میں تقسیم مال کرتے۔ ہمیں سنی اور دیکھی بات پر حیرت
حاصل ہوئی۔ آج مسلمان کیا چاہتے ہیں۔ لیس علیکم جناح حج کی دوسری مصلحت ہے۔ تجارت عالمیہ کا
تبادل کرتے تھے۔ جب تجارت کے قافلے مشرق و مغرب سے آتے تھے اور ایام منیٰ میں تبادلے کرتے تھے
جب کوئی چیز بیچ جاتی تو دیانت دار قریش کے پاس امانت چھوڑ جاتے تھے
اور بہت بڑے امین تھے، ایک حبہ بھر ضائع نہ ہوتا تھا۔ اور آنے والے سالوں میں تجارت میں
خرچ کیا جاتا تھا۔ اور اشیاء تجارت کی سودا بازی کا قوی و مضبوط سنٹر تھا۔ ساتھ ہی علوم و اخلاق کے
تبادل کا بھی مرکز تھا۔ اور اس کے ضمن میں اور بہت سے فوائد کا مرکز تھا۔ یہ اتنی بڑی مصلحت ہے کہ
مسلمان اس سے متنبہ نہیں اگر ان کو معلوم ہو جائے تو دشمنوں کی موت آجائے۔ یہ سن کر میں خوش ہوا
کہ عرفات کے دیہاتوں میں قریش کے باقی ماندہ قبائل موجود ہیں جو اپنی غریبی و مسکنت کے باوجود بھی وصف
امانت قائم کئے ہوئے ہیں۔ لوٹ مار کے زمانہ میں جب کوئی تاجر اپنا مال جدہ پہنچاتا تو وہ صرف
ان کی وساطت ہی سے قادر ہو سکتا تھا۔ تو میں نے معلوم کیا کہ استعداد مفقود نہیں ہوتی۔ لہذا انسان کو

مایوس نہیں ہونا چاہیئے،

واذا افضتم من عرفات" تا الضالین، یہ خطاب اہل حرم سے ہے کہ وہ بوقت شب اپنے درمیان معاملات حج کو تنظیم سے چلائیں۔ موتمر اداری کی طرح۔ پہلے وہ گمراہ تھے۔ اب انہیں اللہ نے ہدایت دی ہے اس لئے ادارات میں اللہ کی ہدایت پر پابند ہیں۔ اس لئے کہ وہ اسکے ایڈمنی میں آتے ہیں جو محل تجارات ہے۔ وہ زمانہ جاہلیت میں مزدلفہ سے نہیں نکلتے تھے اور لوگوں سے نفرت کرتے تھے اور ان پر عظمت و برتری جتلاتے تھے اب لوگوں کی خدمت کریں تاکہ انہیں دین اور منافع دنیاوی میں لے آسکیں

ثم افیضوا من حیث، اپنے آپ کو لوگوں کے افراد میں سے شمار کرو۔ یہی حکم جنگ میں قوت ارادیہ کا ہے وہ لوگوں کے مال لوٹنے اور ایذا رسانی میں ممتاز نہ ہو جائیں

واستغفروا اللہ۔ غلطی کا اعتراف اصلاح کا پہلا طریقہ ہے فاذا قضیتم مناسککم" ۲۰۰ " اس میں اشارہ ہے کہ اجتماعیت کا طبقہ عالیہ جو اپنے آباء پر تفاخر کرنے پر قادر ہیں وہ حج میں جمع ہوں۔ ذکر الٰہی کریں۔ مفاسد جاہلیہ یاد کریں، اسلام کی خوبیاں اجتماعیت میں بیان کریں۔ حج میں لوگوں کی دو قسمیں جمع ہوتی ہیں۔ (۱) ایک وہ قسم جو صرف دنیاوی انتفاع چاہتے ہیں لوٹتے ہیں یا کماتے ہیں۔ اس کی طرف اشارہ ہے و من الناس من یقول ربنا آتنا فی الدنیا و ماله فی الآخرۃ من خلاق۔

(۲) دوسری قسم ان لوگوں کی ہے جو منافع دنیا وآخرت دونوں اکٹھے کرنا چاہتے ہیں۔ قرآن پر عمل کرنے کی استعداد حسنات آخرت میں شامل ہے۔ اور دنیاوی فوائد اور تجارتی مفادات حسنات دنیا میں داخل ہے اس کی طرف اشارہ ہے ومنہم من یقول تا الحساب،

واذکروا اللہ تا الیہ تحشرون۔ یہ جنگی مسئلہ ہے اس کی طرف ہم پہلے بھی اشارہ کر چکے ہیں ان تمرینات اور مشقوں کے بعد ایک قسم کامیاب ہو جاتی ہے۔ اور ایک قسم ناکام و شکست ہو جاتی ہے۔ جو ناکام ہو جاتے ہیں ان کا ذکر پہلے بیان ہوگا۔ اس کی طرف اشارہ ہے۔

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّعْجِبُكَ قَوْلُهٗ فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَيُشْهِدُ

اور بعضا آدمی وہ ہے کہ پسند آتی ہے تجھ کو اس کی بات دنیا کے زندگانی کے کاموں میں اور گواہ کرتا ہے

اللّٰهَ عَلٰى مَا فِىْ قَلْبِهٖ ۙ وَهُوَ اَلَدُّ الْخِصَامِ ﴿۲۰۴﴾ وَاِذَا تَوَلّٰى سَعٰى

اللہ کو اپنے دل کی بات پر اور وہ سخت جھگڑالو ہے اور جب پھرے تیرے پاس سے

فِی الْاَرْضِ لِیُفْسِدَ فِیْهَا وَیُهْلِكَ الْحَرْثَ وَالنَّسْلَ ؕ وَاللّٰهُ

تو دوڑتا پھرے ملک میں تاکہ اس میں خرابی ڈالے اور تباہ کرے کھیتیاں اور جانیں اور اللہ

لَا یُحِبُّ الْفَسَادَ ﴿۲۰۵﴾

ناپسند کرتا ہے فساد کو

یہ اس طرح کا حج ہے کہ حاجی فریب کارانہ طور پر لطیف کلمات بیان کرتا ہے اور شعائر اللہ کی تعظیم کا اظہار کرتا ہے۔ اس کی طرف اشارہ ہے ویشہد اللہ علی ما فی قلبہ لیکن یہ انتہائی درجہ کا فاسد الاخلاق ہے۔ اس کی طرف اشارہ ہے وھو الد الخصام کسی کے لئے ممکن ہے کہ اسے اس کی غلطی پر تنبیہ کرے؟ نہیں!

واذا تولیٰ سعیٰ فی الارض۔ لوگوں کو اتباع قرآن سے دور کرتا ہے۔ اپنی طرف سے بدعتی طریقوں کو گھڑتا ہے ویھلک الحرث والنسل وہ فاسق زنا ولواطت کرتا ہے واللہ لا یحب الفساد اس طرح کے لوگ اسلام سے یا حرم سے منسوب ہونے کے دعویدار ہیں مگر یہ اللہ اور اسلام کی کسی بات پر نہیں۔

وَاِذَا قِیْلَ لَهُ اتَّقِ اللّٰهَ اَخَذَتْهُ الْعِزَّةُ بِالْاِثْمِ

اور جب اس سے کہا جائے کہ اللہ سے ڈر تو آمادہ کرے اس کو غرور گناہ پر

وہ اپنے آپ کو اس درجہ پر بنا لیتا ہے کہ کوئی اسے اس کی غلطیوں پر متنبہ بھی نہیں کر سکتا۔

فَحَسْبُهٗ جَهَنَّمُ ؕ وَلَبِئْسَ الْمِهَادُ ﴿۲۰۶﴾

سو کافی ہے اس کو دوزخ اور وہ بیشک برا ٹھکانہ ہے

اس طرح کے لوگ اس زمرہ کے لوگوں سے خارج ہیں جو اپنی قومیت یا اپنی شخصیات پر عظمت میں اعتماد رکھتے ہیں۔ یہ لوگ اپنے آپ کو قرآن کا ضرورتمند نہیں سمجھتے۔ ان کا لباس بظاہر اہل صلاح اور نیکوں کا ہے مگر ان کے باطن میں پوری خباثتیں بھری ہوئی ہیں۔ یہ حج میں آتے ہیں اور حرم میں ٹھہرتے ہیں۔

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ یَّشْرِیْ نَفْسَهُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ

اور لوگوں میں ایک وہ شخص ہے کہ بیچتا ہے جان کو اللہ کی رضا جوئی میں

وَاللّٰهُ رَءُوْفٌۢ بِالْعِبَادِ ﴿۲۰۷﴾

اور اللہ نہایت مہربان ہے اپنے بندوں پر

یہ وہ قسم ہے جو حج پر کامیاب و فائز ہے فرمایا گیا ومن الناس من یشری نفسہ ابتغآء مرضات اللہ اس کے نفس میں کوئی ایسی بات نہیں ہوتی جو قوم سے کچھ مفاد چاہتی ہو بلکہ تمام توجہ اللہ کی خوشنودی طلب کرنے کے لئے ہوتی ہے اتباع قرآن کرتا ہے اور حکومت قرآن روئے زمین پر قائم کرنا چاہتا ہے

واللہ رءوف بالعباد یہ لوگ مناسک حج میں فائز ہیں۔ انہوں نے اپنی جانیں اللہ کے ہاتھ پر فروخت کر دی ہیں۔ یہ اسلام کا نمونہ ہیں۔ اس کے بعد کی آیت میں مسلمان کو اس طرح کے لوگوں کی طرف دعوت دیئے گئے ہیں۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِى السِّلْمِ كَآفَّةً

اے ایمان والو داخل ہو جاؤ اسلام میں پورے سے

اپنے مجموعی قویٰ سے زندگی کے مرافق میں سوا کتاب اللہ کے کسی چیز کی طرف توجہ مت دو۔ اسکی طرف اشارہ ہے

وَلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ۭ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ﴿۲۰۸﴾

اور مت چلو قدموں پر شیطان کے بیشک وہ تمہارا صریح دشمن ہے

یعنی سوائے قوانین اسلام کے اور کسی قانون پر نظر نہ رکھو۔

فَاِنْ زَلَلْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا جَاۗءَتْكُمُ الْبَيِّنٰتُ

پھر اگر تم بچلنے لگو بعد اس کے کہ پہنچ چکے تم کو صاف حکم

قرآن کریم نے قوم کو ہدایت دی ہے وہ انسانیت کی اعلیٰ مثال ہو گئے جیسے کہ تم نے اجتماعیت اقوام میں ایک ایسا گروہ دیکھا ہے۔ تو یہ بیّنات علم قرآن کو بدیہی ثابت کرتے ہیں۔ لہذا ان بدیہیات جیسی چیزوں کے بعد اگر تم قرآن سے پھسل گئے تو یاد رکھو

فَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿۲۰۹﴾

تو جان رکھو کہ بیشک اللہ زبردست ہے حکمت والا

خدا تم سے حکومت سلب کر لے گا۔ اور وہ تمہارا محتاج نہیں۔ لہذا اگر قرآن ترک کر دیا اور اس نبی پر ایمان نہ لائے تو اس کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ اور صرف محشر کے دن انبیا جمع ہوں گے۔

هَلْ يَنظُرُونَ إِلَّا أَن يَأْتِيَهُمُ اللَّهُ فِي ظُلَلٍ مِّنَ الْغَمَامِ وَالْمَلَائِكَةُ

کیا وہ اسی کی راہ دیکھتے ہیں کہ آوے ان پر اللہ ابر کے سائبانوں میں اور فرشتے

وَقُضِيَ الْأَمْرُ ۚ وَإِلَى اللَّهِ تُرْجَعُ الْأُمُورُ (۲۱۰)

اور طے ہو جائے قصہ اور اللہ ہی کی طرف لوٹیں گے سب کام

اس کا ذکر اناجیل میں آیا ہے۔ کہ مسیح محشر کے دن فرشتوں کے ساتھ آئے گا۔ اور بادل کے سایوں میں آئے گا۔ پس لوگ منتظر تھے کہ زمین میں حکومت الہیہ ہو کوئی نبی مبعوث ہو۔ جب نبی آ گیا۔ قرآن لے آیا بینات لے آیا۔ تو لوگوں پر واجب ہے، کہ وہ اسلام میں پورے پورے داخل ہو جائیں۔ اور روئے زمین پر کسی دوسرے قانون کی گنجائش نہ رکھیں۔ پس اگر اسلام میں داخل نہ ہوں اور حکومت الہیہ قائم نہ کریں تو اس کے بعد کوئی باقی نہیں رہیگا اور سوائے قیام قیامت کے کچھ ممکن نہیں یا ایہا (۲۰۸) میں امر کو مومنین بالقرآن کی طرف راجع قرار دیتے ہیں ممکن یہ بھی ہے کہ کتب میں سے کسی کتاب کے مومنوں کی طرف راجع ہو۔

ہر وہ شخص جو اس کی کتاب کے واسطہ سے ایمان لایا ہے اسے حکم ہے کہ وہ اسلام میں پورا پورا داخل ہو۔ اگر وہ بعض بینات سے لغزش کھا گئے تو انہیں کوئی دن ایسا میسر نہ ہوگا جس میں وہ دین قائم کر سکیں۔ ہاں قیامت کا دن رہ جائے گا۔ مگر قیام دین کا دن باقی نہیں رہ جائے گا۔ بلکہ تمام امر کا فیصلہ کر لیا جائے گا۔ یہ تاویل اتساق کے مشابہ ہے۔

سَلْ بَنِي إِسْرَائِيلَ كَمْ آتَيْنَاهُم مِّنْ آيَةٍ بَيِّنَةٍ ۗ وَمَن يُبَدِّلْ

پوچھ بنی اسرائیل سے کس قدر عنایت کیں ہم نے ان کو نشانیاں کھلی ہوئیں اور جو کوئی بدل ڈالے

نِعْمَةَ اللَّهِ مِن بَعْدِ مَا جَاءَتْهُ فَإِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ (۲۱۱)

اللہ کی نعمت بعد اسکے پہنچ چکی ہو وہ نعمت اس کو تو اللہ کا عذاب سخت ہے

ان کے پاس انبیاء بینات لے کر آئے انہیں حکم دیتے تھے کہ نبی اُمّی کی اتباع کریں۔ ومن یبدل تا العقاب۔

اگر ایمان نہ لائے تو ان سے حکومت سلب کر لی جائے گی۔

زُيِّنَ لِلَّذِينَ كَفَرُوا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا وَيَسْخَرُونَ مِنَ الَّذِينَ

فریفتہ کیا ہے کافروں کو دنیا کی زندگی پر اور ہنستے ہیں ایمان والوں کو

اٰمَنُوا وَالَّذِينَ اتَّقَوْا فَوْقَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۗ وَاللّٰهُ يَرْزُقُ

اور جو پرہیزگار ہیں وہ ان کافروں سے بالاتر ہوں گے قیامت کے دن اور اللہ روزی دیتا ہے

مَنْ يَّشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿۲۱۲﴾

جس کو چاہے بے شمار

اس میں شک نہیں کہ کفار جہنم میں جائیں گے۔ اور متقی جنات نعیم میں ان کے اوپر فوقیت والے درجہ پر ہوں گے۔ واللہ یرزق من یشاء بغیر حساب یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ مومن دنیا میں بھی کفار سے فوقیت والے درجہ پر ہوں گے۔ اگرچہ ظاہراً اسباب قاصر ہوں گے۔ یہ اشارہ ہے کہ مومنین بالقرآن اپنی قوم کے مخالفین پر غالب ہوں گے۔ عرب پر حکومت الہیہ قائم ہو گی۔ یہ بعثت نبویہ کا درجہ اولیہ ہے۔

كَانَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً فَبَعَثَ اللّٰهُ النَّبِيّٖنَ مُبَشِّرِينَ وَمُنْذِرِينَ

تھے سب لوگ ایک دین پر پھر بھیجے اللہ نے پیغمبر خوشخبری سنانے والے اور ڈرانے والے

وَاَنْزَلَ مَعَهُمُ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ لِيَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ فِيمَا اخْتَلَفُوا

اور اتاری ان کے ساتھ کتاب سچی کہ فیصلہ کرے لوگوں میں جس بات میں وہ جھگڑا کریں

فِيهِ ۗ وَمَا اخْتَلَفَ فِيهِ اِلَّا الَّذِينَ اُوتُوهُ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنٰتُ

اور نہیں جھگڑا ڈالا کتاب میں مگر انہی لوگوں نے جن کو کتاب ملی تھی اس کے بعد کہ ان کو پہنچ چکے صاف حکم

بَغْيًا بَيْنَهُمْ ۚ فَهَدَى اللّٰهُ الَّذِينَ اٰمَنُوا لِمَا اخْتَلَفُوا فِيهِ مِنَ الْحَقِّ

آپس کی ضد سے پھر اب ہدایت کی اللہ نے ایمان والوں کو اس سچی بات کی جس میں وہ جھگڑ رہے تھے

بِاِذْنِهٖ ۗ وَاللّٰهُ يَهْدِي مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ ﴿۲۱۳﴾

اپنے حکم سے اور اللہ بتلاتا ہے جس کو چاہے سیدھا راستہ

لوگ دراصل ایک امت تھے پھر زبانوں وغیرہ کے اختلافات میں پڑ گئے۔ ہر قوم میں نبی اس کی زبان کے ساتھ آیا۔

مبشر و منذر ہو کر آیا۔ اور کتاب کا نزول بھی ساتھ لایا تا کہ نبی کے بعد وہ کتاب باقی رہے۔ اور اہل اختلاف لوگوں میں اختلاف پیدا کرتے ہیں۔ یہ اہل علم ہر قوم میں اختلافات آپس میں سرکشی و بغاوت کی بنا پر پیدا کرتے رہے۔ یہاں تک واقعہ کا بیان ہے کہ قوم کے حالات اس طرح تھے۔ پھر ارشاد ہے۔ فھدی اللہ یعنی قرآن کے ذریعہ ہدایت دی جب کہ ہر قوم کے اہل علم پہلے اختلافات میں پڑ چکے تھے۔ جیسے کہ معلوم ہے کہ سلمانؓ قرآن پر ایمان لے آیا اور اسے ہدایت قرآنی کے ذریعہ اہل فارس کے تمام اختلافات معلوم ہوئے۔

میں بحمد اللہ اپنے کو دیکھتا ہوں کہ جب میں نے امام ولی اللہ کی حکمت کو مضبوطی سے پکڑ لیا۔ اور اسی حکمت پر قرآن کی تفسیر کر لی۔ تو میں بھی اہل ہند کے حق و باطل کے اختلافات سمجھتا ہوں۔ اسی طرح اللہ نے مومن لوگوں کو ہدایت دی اقوام کے اختلافات کو وہ حق سے الگ دیکھ سکتے ہیں۔ یہ نور بصیرت ہدایت کا حظیرۃ القدس کی طرف سے نافذ و نازل ہوتا ہے۔

مؤمنوں کی حکومت قرآن کے ذریعہ تمام اقوام پر قائم ہوگی۔ یہ بعثت کا درجہ ثانیہ ہے۔ واللہ یھدی من یشاء الی صراط مستقیم اللہ نے ارادہ کیا کہ بنی اسماعیل میں سے ایک نبی مبعوث کیا جائے جو ملت کو قائم کرے۔ ہم نے مسائل قتال کی بحث شروع کی ہے پھر ہم انفاق اموال اور تمرین اعمال کی طرف منتقل ہو گئے۔ دو نو بحثیں مسائل قتال کا تتمہ ہیں۔ ۲۰۴ تا ۲۱۳ میں یہ بحث تمام ہوئی۔ اور نتائج حج میں یہ بحث تھی۔ تو یہ مسائل و آیات تمام کی تمام مصلحت فی القتال کے ساتھ منضم ہیں اس اتساق پر ہم ۲۱۴ میں پڑھتے ہیں کہ

اَمۡ حَسِبۡتُمۡ اَنۡ تَدۡخُلُوا الۡجَنَّةَ	وَلَمَّا يَاۡتِكُمۡ	مَّثَلُ الَّذِيۡنَ خَلَوۡا
کیا تم کو یہ خیال ہے کہ جنت میں چلے جاؤ گے	حالانکہ تم پر نہیں گزرے	حالات ان لوگوں جیسے جو ہو چکے
مِنۡ قَبۡلِكُمۡ مَسَّتۡهُمُ الۡبَاۡسَآءُ	وَالضَّرَّآءُ وَزُلۡزِلُوۡا	حَتّٰى يَقُوۡلَ
تم سے پہلے کہ پہنچی ان کو سختی	اور تکلیف اور جھڑ جھڑائے گئے	یہاں تک کہ کہنے لگا
الرَّسُوۡلُ وَالَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا مَعَهٗ	مَتٰى نَصۡرُ اللّٰهِ	اَلَاۤ اِنَّ نَصۡرَ اللّٰهِ قَرِيۡبٌ (۲۱۴)
رسول اور جو اس کے ساتھ ایمان لائے	کب آوے گی اللہ کی مدد	سن رکھو اللہ کی مدد قریب ہے

مسلمان درجہ اولیٰ، درجہ ثانیہ کی تنظیم حکومت نہیں بنا سکتے۔ مگر جب وہ سخت مقابلے اور چند محاربات کریں گے اس کی طرف اشارہ ہے ام حسبتم میں۔ اللہ کی مدد بلغیر مصائب کثیرہ اور انفاق مامور بہ کے امتحان کے نہیں آئے گی۔

يَسْـَٔلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ ۖ قُلْ مَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ خَيْرٍ فَلِلْوَالِدَيْنِ

تجھ سے پوچھتے ہیں کیا چیز خرچ کریں کہدو کہ جو کچھ تم خرچ کرو مال سو ماں باپ کے لئے

وَالْاَقْرَبِيْنَ وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ۗ وَمَا تَفْعَلُوْا

اور قرابت والوں کے اور یتیموں کے اور محتاجوں کے اور مسافروں کے اور جو کچھ کروگے تم

مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ ﴿۲۱۵﴾

بھلائی سو وہ بیشک اللہ کو خوب معلوم ہے

یعنی اموال میں سے کتنا دیں؟ تو جواب یہ ہے کہ نبی تو اموال نہیں لیتا۔ البتہ تمہارے اقارب میں سے منقطعین فی الجہاد دیا مجاہدین کے بعد جو اُن کے اقارب ہیں ان میں خرچ کرو یعنی تعب شدید کا سرانجام دینا اور اموال کثیرہ کا انفاق ہی ایسی چیز ہے کہ اللہ کی مدد و فتح حاصل ہوگی۔ اس کی طرف اشارہ ہے یسألونک ماذا الخ یہ قتال شدید ہوگا اور جاری رہے گا۔ اس کے لئے پوری قوت سے مستعد رہو۔ یہ قتال اور اس کا دوام تمہیں پسند نہیں لیکن اسمیں تمہارے لئے بہتری ہے اس کی طرف اشارہ ہے ۲۱۶ میں

كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ وَهُوَ كُرْهٌ لَّكُمْ ۚ وَعَسٰٓى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْـًٔا

فرض ہوئی تم پر لڑائی اور وہ بری لگتی ہے تم کو اور شاید وہ تم کو بری لگے کی ایک چیز

وَّهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۚ وَعَسٰٓى اَنْ تُحِبُّوْا شَيْـًٔا وَّهُوَ شَرٌّ لَّكُمْ ۗ وَاللّٰهُ

اور وہ بہتر ہو تمہارے حق میں اور شاید تم کو بھلی لگے ایک چیز اور وہ بری ہو تمہارے حق میں اور اللہ

يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۲۱۶﴾

جانتا ہے اور تم نہیں جانتے

یہ فریضہ بھی عبادات حج وغیرہ کی طرح ہے مسلمانوں کو دوسری اقوام سے ممتاز کرتا ہے۔ لہٰذا امر جہاد جو مسلمانوں میں ہے اس کا قیاس دوسری قوموں کی جنگ کے ساتھ نہ کیا جائے اور قرآن کی تحریف نہ کی جائے۔

وہ چاہتے ہیں کہ انہیں عدم قتال کی فرصت ہے، یہ اشہر الحرم میں ہے۔ یعنی ان مہینوں میں فرصت ہے۔

اہل علم کہتے ہیں کہ حرمت اشہر الحرم قتال کے بارے میں منسوخ ہے۔ لیکن امام ولی اللہ اس بات کو قبول نہیں کرتے۔ بلکہ ضرورت کی بنا پر اس کو جائز قرار دیتے ہیں۔ بات یہ تھی کہ بعض لوگ قتال سے باز رہتے ہیں خواہ اس کی ضرورت بھی ہو۔ امام کے طریقہ پر حرمت اشہر الحرام باقی ہے میں اس حکمت پر مطمئن ہوں جو امام صاحب

دیکھتے ہیں۔ اس کے باوجود اگر ضرورت قتال کی اشہر الحرم میں بھی واقع ہو جائے تو کوئی مسلمان قتال سے باز رہنے کا مجاز نہیں۔ کیونکہ کفار جب امتناع دیکھیں گے تو مسلمانوں کو اسلام سے حسب طاقت ہٹائیں گے۔

ان باتوں کی طرف اشارہ ہے ۲۱۷ میں

يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ قِتَالٍ فِيْهِ ؕ قُلْ قِتَالٌ فِيْهِ كَبِيْرٌ ؕ وَ
تجھ سے پوچھتے ہیں مہینہ حرام کو کہ اس میں لڑنا کیسا کہہ دے لڑائی اس میں بڑا گناہ ہے اور

صَدٌّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَكُفْرٌ بِهٖ وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۗ وَاِخْرَاجُ اَهْلِهٖ
روکنا اللہ کی راہ سے اور اس کو نہ ماننا اور مسجد حرام سے روکنا نکال دینا اس کے لوگوں کو وہاں

مِنْهُ اَكْبَرُ عِنْدَ اللّٰهِ ۚ وَالْفِتْنَةُ اَكْبَرُ مِنَ الْقَتْلِ ؕ وَلَا يَزَالُوْنَ يُقَاتِلُوْنَكُمْ
سے اس سے بھی زیادہ گناہ ہے اللہ کے نزدیک اور لوگوں کو دین سے بچلانا قتل سے بھی بڑھ کر ہے اور کفار تو ہمیشہ تم سے لڑتے رہیں

حَتّٰى يَرُدُّوْكُمْ عَنْ دِيْنِكُمْ اِنِ اسْتَطَاعُوْا ؕ وَمَنْ يَّرْتَدِدْ مِنْكُمْ
گے یہاں تک کہ تم کو پھیر دیں تمہارے دین سے اگر قابو پاویں اور جو کوئی پھرے تم میں سے

عَنْ دِيْنِهٖ فَيَمُتْ وَهُوَ كَافِرٌ فَاُولٰٓئِكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا
اپنے دین سے پھر مر جائے حالت کفر ہی میں تو ایسوں کے ضائع ہوئے عمل دنیا

وَالْاٰخِرَةِ ۚ وَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا
اور آخرت میں اور وہ لوگ رہنے والے ہیں دوزخ میں وہ اس میں

خٰلِدُوْنَ ﴿۲۱۷﴾
ہمیشہ رہیں گے

مفاسد ہمارے ہاں مسلم ہیں لیکن بعض حالات میں قتال کی مصلحت ان مفاسد پر ترجیح حاصل کرے گی۔ اس کی طرف اشارہ ہے وَاِخْرَاجُ اَهْلِهٖ تا اَكْبَرُ مِنَ الْقَتْلِ ؕ لہٰذا جب امتناع عن القتال فی اشہر الحرام اس کا متنی ہوا کہ کفار اپنے قتال کو جاری رکھنے کی وجہ سے غالب آ رہے ہیں تو ہم قتال سے ممتنع نہیں ہوں گے۔ اس کی طرف اشارہ ہے کہ وَلَا يَزَالُوْنَ يُقَاتِلُوْنَكُمْ تا اسْتَطَاعُوْا ؕ رجعت کو ہم قبول نہیں کرتے، اسی لئے ہم قتال کرتے ہیں۔

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۙ اُولٰٓئِكَ
بیشک جو لوگ ایمان لائے اور جنہوں نے ہجرت کی اور لڑے اللہ کی راہ میں وہ

يَرْجُوْنَ رَحْمَتَ اللّٰهِ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۲۱۸﴾

امید وار ہیں اللہ کی رحمت کے اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے

اسی کی طرف اشارہ ہے وَمَنْ يَّرْتَدِدْ الخ اس سے ظاہر ہوا کہ ایمان اجتماعیت متوسط میں ارتقاء کے وقت ہجرت اور جہاد کے ساتھ متصل ہوتا ہے۔ ہجرت اور جہاد ارکان ایمان میں سے ہے پس جب دوام اجتہاد اموال کثیرہ کا محتاج ہے، اور بسا اوقات اقتصاد صالح متمکن نہیں ہوتا تو کیا تحصیل اموال باطل طریقہ سے یا تحصیل قوۃ خمر کے ذریعہ سے جائز ہے؟ جواب: نہیں!

يَسْــَٔلُوْنَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ ۭ قُلْ فِيْهِمَآ اِثْمٌ كَبِيْرٌ وَّمَنَافِعُ

تجھ سے پوچھتے ہیں حکم شراب کا اور جوئے کا کہہ دے ان دونوں میں بڑا گناہ ہے اور فائدے

لِلنَّاسِ ۡ وَاِثْمُهُمَآ اَكْبَرُ مِنْ نَّفْعِهِمَا

بھی ہیں لوگوں کو اور ان کا گناہ بہت بڑا ہے ان کے فائدے سے

جب اموال صورت معینہ سے حاصل ہوتے ہوں تو اموال کی کتنی مقدار خرچ کی جائے۔ اس کی طرف اشارہ ہے وَيَسْــَٔلُوْنَكَ مَاذَا یعنی کتنی مقدار۔ قُلِ الْعَفْوَ یعنی جو ضروریات سے بچ رہے۔ مقدار معین نہیں کی گئی بلکہ معاملہ ان کے سپرد کیا گیا۔ لہٰذا وہ اندھے بہرے کی طرح اعمال جہاد میں عمل نہ کریں بلکہ غور و بصیرت سے کام لیں۔ اس کی طرف

وَيَسْــَٔلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ ڛ قُلِ الْعَفْوَ ۭ

اور تجھ سے پوچھتے ہیں کہ کیا خرچ کریں کہہ دے جو بچے اپنے خرچ سے

یعنی جو کچھ ضرورت سے زیادہ ہو اس کا خرچ کرنا واجب ہے۔

كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُوْنَ ﴿۲۱۹﴾ فِى الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۭ

اسی طرح بیان کرتا ہے اللہ تمہارے واسطے حکم تاکہ تم فکر کرو دنیا اور آخرت کی باتوں میں

جملہ معترضہ: میں نے بہت غور کیا مجھے معلوم ہوا کہ جہاد میں مشتغل لوگ لازماً درجات اجتہاد میں سے کسی درجہ کے مجتہد فی الفقہ بھی ہوتے ہیں اور قاعدین مسائل اجتہاد کے قریب کبھی نہیں بھٹکتے۔

وَيَسْــَٔلُوْنَكَ عَنِ الْيَتٰمٰى ۭ قُلْ اِصْلَاحٌ لَّھُمْ خَيْرٌ ۭ وَاِنْ تُخَالِطُوْھُمْ فَاِخْوَانُكُمْ

اور تجھ سے پوچھتے ہیں یتیموں کا حکم کہہ دے سنوارنا ان کے کام کا بہتر ہے اور اگر ان کا خرچ ملا لو تو وہ تمہارے بھائی

وَاللّٰهُ يَعْلَمُ الْمُفْسِدَ مِنَ الْمُصْلِحِ ۭ وَلَوْ شَاۗءَ اللّٰهُ لَاَعْنَتَكُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿۲۲۰﴾

ہیں اور اللہ جانتا ہے خرابی کرنے والے کو سنوارنے والے کو اور اگر اللہ چاہتا تو تم پر مشقت ڈالتا بیشک اللہ زبردست ہے تدبیر والا

معاملات میں تفکر کی ایک مثال ہے۔ یتامیٰ جہاد میں زیادہ ہو جاتے ہیں اور اموال یتامیٰ کی حفاظت امانت کے ہاتھوں میں یہ اولیاء پر فرض ہے۔ پس اگر نہیں یہ حکم دیا جائے کہ وہ ان کے اموال سے الگ تھلگ رہیں تو یہ ان کے لئے سخت مشکل ہے اور خلط اموال پر وہ مجبور ہیں تو مصلحین اپنے علاوہ کسی اور سے سوال کریں تو وہ کیسے کریں تو یہ ممکن نہیں لہذا وہ تفکر کے ذریعے اصلاح میں اجتہاد کرتے ہیں اور یہی ان کے لئے ضروری ہے۔ اسی طرح تمام معاملات میں یہ عمل ضروری ہے۔ اس کی طرف اشارہ ہے، وَيَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْيَتَامٰى جواب یہ ہے۔ قُلْ اِصْلَاحٌ لَّهُمْ خَيْرٌ یہ امر مقرر ہے۔ لیکن اگر تمہیں خلط اموال کی ضرورت محسوس ہو تو خلط کی بھی اجازت ہے کوئی مضائقہ نہیں۔ بشرطیکہ تم اصلاح کا ارادہ اور کوشش کرتے ہو۔ یہ تفکر اور اجتہاد کا نمونہ ہے۔ وَاِنْ تُخَالِطُوْهُمْ تا الحکیم۔ ۲۲۰ اب مصلحت حربیہ جو ہم نے شروع کی وہ ختم ہو چکی ہے۔ الحمد للہ، شکراً للہ

مسئلہ: اجتماعیت متوسط صالح ایسی مصلحت اداریہ کی ضرورتمند ہے جو اپنی ضروریات کے مطابق وضع قانون کرے جیسے کہ وزارت داخلیہ وضع کرتی ہیں اور یہ مصلحت تقویم اجتماعیت کا نظام ہوتا ہے۔ آیات ۲۳۱ سے ۲۴۲ تک نکاح، طلاق، ارضاع اولاد، اور عدت وفات کے احکام ہیں۔ ان آیات و احکام سے وہ مصالح بھی ہم استنباط کرتے ہیں۔ ہم دیکھتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مہاجرین و انصار کی جماعت مرکزیہ کو اسی طرح چلاتے ہیں جیسا کہ والد اپنی اولاد کے گھروں کو چلاتا ہے عورتوں کو اپنے خاوندوں سے اگر کوئی شکایت درپیش ہو تو طلاق کے امور میں وہ نبی علیہ السلام کے دروازے پر آتی تھیں اور ہر اختلاف میں حکم نبی کے لئے آتی تھیں۔ اس طریقہ سے مہاجرین و انصار میں قوت اداریہ معلوم ہوتی تھی۔ آنحضرت فرماتے تھے "خیرکم خیرکم لاھلیکم" جیسے کہ صوفیہ کہتے ہیں کہ عالم شخص اکبر ہے۔ اور انسان شخص اصغر ہے۔ تمام چیزیں جو عالم میں موجود ہیں وہ انسان میں بھی موجود ہیں۔ اور اس طریقہ سے اپنا علم و حکمت قوی انسانیہ اور ان کے نظام کو سمجھنے کے بارہ میں اتمام دراست کے بعد تکمیل کرتے ہیں۔

اسی طرح ہم کہتے ہیں کہ گھر اور منزل تام جس میں کہ میاں بیوی ہوتے ہیں اور ترماذیہ اولاد خدام ہوتے ہیں۔

یہ گھر شخص اصغر ہے اور دولت و مملکت شخص اکبر ہے۔ جو گھر چلانے پر بہترین طریقہ سے قادر ہو۔ جب اسے امر مملکت سونپا جائے گا۔ تو وہ عمدہ طریقہ سے اسے چلائے گا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم امراء اور قائدین اور قضاۃ و دعاۃ مقرر فرماتے تھے۔ ہر شخص کی قیمت جانتے تھے۔ پھر اس کو ادارت سونپتے تھے۔ اور نبی اکرم

کو اکثریت میں نجاح حاصل ہوتی تھی۔ شیخان صدیق و فاروق نے نبی کے بعد اہل ادارہ کی تخریج کے لئے کوئی مدرسہ قائم نہیں کیا تھا۔ بلکہ ـــــ وہ نبی کی اتباع میں اسی طریقہ پر قائم رہے۔ جو اپنے اہل کے لئے خیر ہوتا تھا۔ اور ہمسایوں اور قبیلہ کے لئے بہتر ہوتا تھا اسے امور ممالک سپرد کرتے تھے اس طرح کامیاب رہتے تھے۔

ہمارا استنباط معمولی بات نہیں کہ اس کی طرف التفات ہی نہ کی جائے۔ اگرچہ اہل علم کی نظر میں بدیہی ہے۔ وہ نظام ادلہ کا استخراج قرآن سے حاصل کرنے کی طرف توجہ نہیں کرتے۔ حالاں کہ صحابہ کرام حسب سلیقہ و استعداد عمل کرتے تھے۔ اور اسے کافی سمجھتے تھے۔

میں ایک امتحان میں مبتلا ہوا۔ میں نے ہندو برہمنوں میں سے کسی کو اس کی مجلس میں تقریر کرتے سنا کہ قرآن گھریلو احکام سے بھرا ہوا ہے۔ اونشد برہمن کی کتاب ہے فقط الٰہیات سے بھری ہوئی ہے۔ اس میں یہ ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ اس کی کتاب قرآن پر فضیلت رکھتی ہے میں اس سے بہت متاثر ہوا کئی دنوں کے بعد مجھے معلوم ہوا کہ اجتماعیت افراد کو قائم کرنے کے لئے ہوتی ہے۔ اور افراد کی صلاحیت کے لئے ہوتی ہے۔ اور اجتماعیت اس وقت تک منتظم نہیں ہوتی جب تک کہ وہ ادارہ قویہ کے تحت منتظم نہ ہو۔ تو مسائل منزلیہ کے متعلق قرآن کی بحث اجتماعیت میں قوت ادار یہ کی تکمیل کے لئے کی گئی ہے اور مسائل توحید اور حقائق الٰہیات کسی کتاب میں قرآن کی طرح واضح طور پر ذکر نہیں کئے گئے۔ اور مسائل توحید جس طرح کہ قرآن کریم میں مذکور ہیں اس طرح دنیا میں کسی کتاب الٰہی میں موجود نہیں۔ قرآن چوں کہ جامع کتاب ہے اس لئے حقائق الٰہیات اور تدابیر اجتماعیات پر مشتمل ہے۔ اس کے مقابل فلسفہ الٰہیہ کی کوئی کتاب نہیں پھر میں نے اس منہاج پر مسائل نکاح میں تدبر کیا۔ اور فوائد کا استخراج کیا۔ اور اہل علم ان باتوں پر محبت اور قبول کی نظر سے غور نہیں کرتے۔ اس طرح امر شروع ہوتا ہے۔ اور طبائع مانوس ہو جاتی ہیں۔ مجھے اس معاملہ میں حجۃ اللہ کے ارتفاقات کے باب نے امداد دی ہے اور اصل فکر غیر مسلم کے اعتراض سے ابھرا۔ لیکن اس کے بعد ہم نے خلافت عثمانیہ کے زوال کے بعد سیاسی لوگوں کی جماعت کو دیکھا کہ وہ اس بات کا دعوی لے کر اٹھے کہ آنحضرت نے ہمارے لئے کوئی نظام حکومت اور شکل دولت نہیں چھوڑی۔ اور مسلمان اپنی مصلحتوں میں مختار ہیں۔ انہوں نے تاریخ اسلام سمجھنے میں بہت بڑی بری ٹھوکر کھائی ہے۔ اس فکر نے مجھے اس مخمصہ میں بھی نفع دیا۔ قرآن دنیا کے بڑے بڑے اہل ادارہ کے واقعات بیان کرتا ہے بعض باتیں ایسی ہیں کہ اگر ہم انہیں جمع کریں تو ہمارے لئے ایک صالح نمونہ قائم ہو جاتا ہے جو بڑی بڑی سلطنتوں اور حکومتوں کا

ہونا چاہیئے۔ اور سیاست اجتماعیت کے قانون کی تدبیر منازل کے مسائل میں مکمل قانون پر مکمل مضبوطی کے ساتھ بنیاد ڈالتا ہے۔ اور جو مصیبت مسلمانوں کو ان کے تدبر میں پہنچی وہ یہ ہے کہ انہوں نے وحی کو قرآن عظیم میں منحصر قرار نہیں دیا۔ اور اس کتاب کی اتباع کو نبی کے لئے فرض نہیں گردانا۔ اور اس بات پر قادر نہیں ہوئے کہ یہ عقیدہ بناتے کہ نبی کوئی عمل بغیر قرآن سے استخراج کے نہیں کرتا تھا۔ ان کے علم میں ناشیت پیدا ہو گئی۔ جب وہ روایات ثابتہ یا ضعیفہ کسی حدیث کی کتاب میں دیکھتے ہیں تو اسے اپنے لئے آخر استناد و سند قرار دیتے ہیں۔ اور امام ولی اللہ نے ہمیں اس فکر کے غلط ہونے پر متنبہ کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے نماز کے متعلق احادیث کو جمع کرنے کا تتبع کیا۔ میں نے معلوم کیا کہ وہ سب کی سب قرآن سے مستنبط ہیں۔ لیکن نبی کے استنباط کا طریقہ فقہا کے طریقہ استنباط کی طرح نہیں۔ اس طریقہ کے متعلق امام صاحب نے اپنے بعض بیانات میں بعض مثالیں ذکر کی ہیں۔ اگر طالب علم اس نظریہ کو مضبوط پکڑ لے اور احادیث کو دیکھے تو ضرور وہ قرآن سے مستنبط معلوم ہوں گی۔ اور شیخ ولی اللہ کی کتب سے استعانت کرے۔ اس طرح طالب علم پر علوم کے دروازے کھل جائیں گے لیکن مسلمانوں نے قرآن میں تدبر کرنے سے اعراض کیا ہوا ہے۔ الا ما شاء اللہ پس ان کی عظمت تاریخیہ میں سے ان کے ہاتھ کچھ باقی نہیں رہا مگر تھوڑی سی چیز۔

(۱) سب سے بڑی نعمت یہ ہے کہ قرآن تحریف سے محفوظ ہے۔

(۲) تمام مواد جس کے لئے طالب علم ضرورت مند ہے موجود ہے۔

جب بھی چاہے کہ قرآن میں تدبر کرے تدبر کر سکتا ہے۔ ہمارے اس فکر کا لوگ مذاق اڑاتے ہیں۔ وہ اس مصیبت کو نہیں سمجھتے جس میں وہ مبتلا ہوا۔ اب ہم استنباط احکام کے متعلق شروع کرتے ہیں۔

وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكٰتِ حَتّٰى يُؤْمِنَّ ۚ وَلَاَمَةٌ مُّؤْمِنَةٌ خَيْرٌ مِّنْ

اور نکاح مت کرو مشرک عورتوں سے جب تک ایمان نہ لے آئیں اور البتہ لونڈی مسلمان بہتر ہے مشرک

مُّشْرِكَةٍ وَّلَوْ اَعْجَبَتْكُمْ ۚ وَلَا تُنْكِحُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَتّٰى يُؤْمِنُوْا ۚ

بی بی سے اگرچہ وہ تم کو بھلی لگے اور نہ نکاح کر دو مشرکین سے جب تک وہ ایمان نہ لاویں

وَلَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكٍ وَّلَوْ اَعْجَبَكُمْ ۗ يَدْعُوْنَ اِلَى

اور البتہ غلام مسلمان بہتر ہے مشرک سے اگرچہ وہ تم کو بھلا لگے وہ بلاتے ہیں دوزخ

النَّارِ ۖ وَاللّٰهُ یَدْعُوْٓا اِلَی الْجَنَّةِ وَ الْمَغْفِرَةِ بِاِذْنِهٖ ۚ وَیُبَیِّنُ

کی طرف اور اللہ بلاتا ہے جنت اور بخشش کی طرف اپنے حکم سے اور بتلاتا ہے

اٰیٰتِهٖ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ یَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۲۲۱﴾

اپنے حکم لوگوں کو تاکہ وہ نصیحت قبول کریں

۲۲۱، دلالتہ باذنہ ——— اللہ نے نکاح مومن مشرکہ کے ساتھ حرام کیا ہے۔ اور نکاح مومنہ مشرک کے ساتھ بھی حرام کیا ہے۔ اس کی حکمت یہ بیان کی ہے کہ ان کے سامنے دعوۃ الی النار ہے۔ اور مومن دعوت الیٰ الجنۃ والمغفرۃ کا متبع ہے۔ یعنی ایک کا رُخ حظیرۃ القدس کی طرف ہے اور دوسرے کی پیٹھ حظیرۃ القدس کی طرف ہے۔ پس کس طرح دو تو اپنی صحبت سے ایک اجتماعیت کو ایجاد کرنے پر قادر رہیں؟

لہٰذا بیت و منزل جب ایک نظام پر ہو تو وہ شخص واحد ہے مرکب ہے کنبہ کے اعضا سے۔ اور عناصر جب متضاد ہوں تو کس طرح امتزاج و ترکیب حاصل ہو سکتی ہے۔ استخراج کافر کے لئے جائز نہیں کہ وہ بلاد اسلام پر حکومت کرے اور مومن جاہل جیسے غلام، عاقل مومنوں کے لئے عاقبت و انجام کے لحاظ سے کافر عاقل فاضل کی حکومت سے بہتر ہے۔ یہ حکمت ادارہ کے اہم مسائل کا نتیجہ ہے۔ اور اس استنباط آیت سے واضح ہے اگر ہم گھر مانند دولت و حکومت کے قرار دیں اور یبین اللہ اٰیٰتہ للنّاس لعلھم یتذکّرون سے معلوم کریں۔ تو کیا اس میں اس مثال سے امر کلی معلوم کرنے کی نصیحت نہیں کی گئی۔ پھر ممکن ہے کہ کہا جائے۔

اس سے اہل کتاب کی عورتوں کے نکاح کا عدم جواز بھی مستنبط ہوتا ہے۔ ہمارا جواب اس بارہ میں یہ ہے کہ ہم ہر کلمہ سے کلمہ مستنبط نہیں کرتے کہ استنباط کی وہ نوع اس وقت جاری ہوتی ہے۔ جب کہ واقعات ایک نوع کے ہوں۔ لیکن جب ہم اعتبار اخذ کریں گے تو جنس بعید کو نوع کے تین درجات سے قیاس کریں گے پس نوع کی تمام خصوصیات مستنبط پر منطبق نہیں ہوں گی۔ بلکہ ایک چیز باقی رہ جائے گی۔ نوع اور جنس کے درمیان رابطہ، پھر رابطہ جنس اور جنس کے درمیان۔ اور ہم اپنی سمجھ پر اعتماد رکھ کر ان چیزوں کا استنباط نہیں کریں گے جن کا ثبوت سنّت میں نہیں۔

اور تمام جزئیات سے ہمارا عدم استنباط ہمیں بعض اشیائے ثابتہ فی السنۃ کے استنباط کرنے سے مانع نہیں جب کہ ہم ان احادیث کو آیات سے لیا ہوا مفہوم سمجھیں۔ جب اہل علم اس بات پر متوجہ ہوں گے۔ تو ممکن ہے کہ وہ ہم سے بھی بہتر چیز لائیں گے۔ ہم فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو دیکھتے ہیں کہ انہوں نے مسلمانوں کو اہل

کتاب کی عورتوں کے ساتھ نکاح سے بھی منع کیا کیوں کہ مصلحت یہ تھی کہ مؤمنات کی مصلحت محفوظ ہو۔
اور کتابیات کے نکاح کو جائز قرار دینا یہ خاص مصلحت کی وجہ سے ہے یہ حکم اسلام کا دائمی طبعی حکم نہیں۔ تم

وَيَسْـَٔلُونَكَ عَنِ الْمَحِيضِ ۖ قُلْ هُوَ أَذًى فَاعْتَزِلُوا النِّسَاءَ فِي
اور تجھ سے پوچھتے ہیں حکم حیض کا کہہ دے وہ گندگی ہے سو تم الگ رہو عورتوں سے

الْمَحِيضِ ۖ وَلَا تَقْرَبُوهُنَّ حَتَّىٰ يَطْهُرْنَ ۖ فَإِذَا تَطَهَّرْنَ فَأْتُوهُنَّ
حیض کے وقت اور نزدیک نہ ہو ان کے جب تک پاک نہ ہوویں پھر جب پاک ہو جاویں تو جاؤ ان کے

مِنْ حَيْثُ أَمَرَكُمُ اللَّهُ ۚ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ التَّوَّابِينَ وَيُحِبُّ
پاس جہاں حکم دیا تم کو اللہ نے بیشک اللہ کو پسند آتے ہیں توبہ کرنیوالے اور پسند آتے ہیں

الْمُتَطَهِّرِينَ ﴿٢٢٢﴾ نِسَاؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ فَأْتُوا حَرْثَكُمْ أَنَّىٰ شِئْتُمْ ۖ
گندگی سے بچنے والے تمہاری عورتیں تمہاری کھیتی ہیں سو جاؤ اپنی کھیتی میں جہاں سے چاہو

وَقَدِّمُوا لِأَنفُسِكُمْ ۚ وَاتَّقُوا اللَّهَ وَاعْلَمُوا أَنَّكُم مُّلَاقُوهُ ۗ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِينَ ﴿٢٢٣﴾
اور آگے کی تدبیر کرو اپنے واسطے اور ڈرتے رہو اللہ سے اور جان رکھو کہ تم کو اس سے ملنا ہے اور خوشخبری ایمان والوں کو

آیہ نمبر ۲۲ ، ۲۲۳ ان سے ہم ایک مسئلہ استنباط کرتے ہیں کہ مسلمان کتاب کے محکم حکم کی رعایت کے بعد ایسے قانون کو وضع کرنے کے لئے مختار ہیں جو ان کے مزاجوں اور ان کی مصلحتوں کے مناسب ہو اسطرح اقوام پر سہولت ہو جائے گی۔ تمام مسلمان محکمات کتاب کی اتباع کریں گے اور کلمہ واحدہ پر متحد ہو جائیں گے۔ اس کے بعد اپنی مصالح کے موافق اور اپنے مزاجوں کے مطابق مختار ہوں گے۔ اور اس طرح کا اختلاف مُباح ہے۔ اور یہی اختلاف ہے جس کے متعلق کہا جاتا ہے کہ وہ رحمت ہے۔

البتہ محکمات کتاب میں اختلاف کرنا شقاق و عذاب ہے۔ اس کی تفصیل آیت ۲۲۲ میں ہے۔ محکمات کتاب میں مضر ہے۔ حیض کے ایام میں عورتوں سے الگ رہنا اور تطہر کے بعد جواز اتیان یہ دونو حکم ایسے ہیں جنہیں کتاب نے محکم کیا ہے۔ قولہ تعالیٰ ویسئلونک تا المتطہرین (۲۲۲) پھر وضع اضطجاع کے متعلق کتاب میں حکم نہیں، پس لوگ اس میں مختار ہیں۔ اور روایات میں قریش وانصار کا وضع اضطجاع کے متعلق اختلاف ہے۔ پس جب دو قوموں میں سے ایک نے دوسرے سے تزوج کیا اور وضع میں اختلاف ہوا تو

انہوں نے ارادہ کیا کہ اس معاملہ میں حکم الٰہی معلوم کریں۔ اس کے متعلق اللہ کا حکم ۲۲۳ میں ہے۔ اللہ نے اس کے متعلق وضع کا حکم ظاہر کیا ہے "نساؤکم حرث لکم" اس لحاظ سے استدبار و استقبال میں وہ مختار تھے۔ ہم نے فقہاء کو دیکھا ہے کہ وہ "انّی شئتم" کو نہیں سمجھتے تو انہوں نے اسلام میں ایک امر ثابت کر دیا۔ اور اس کی حقیقت الفاظ کا التباس ہے جیوانات میں جُفتی کی کیفیتیں مختلف ہیں۔ ہاتھی انسان کی طرح ہاتھن پر سوار ہوتا ہے۔ ہاتھن اپنی پشت کے بَل پڑ جاتی ہے اور ہاتھی اس پر سوار ہو کر جُفتی کرتا ہے۔ اور اس کی عادت یہ ہے کہ جب کسی کو دیکھتا دیکھ لے تو سوار نہیں ہوتا۔ یہ عام انسان میں معمول قسم ہے۔ حیوان کی دوسری قسم یہ ہے کہ مادینہ اپنے پاؤں پر کھڑی ہو جاتی ہے پھر اس پر نَر سوار ہوتا ہے، یہ شیر وغیرہ حیوانات میں دستور ہے۔ اور سوار ہونے میں کوئی حیوان محل وطی کے علاوہ سوار قطعاً نہیں ہوتا۔ عورت بھی جب اپنے منہ کے بَل پڑ جائے یا مادینہ حیوان کی طرح عورت اپنے دونو پاؤں اور ہاتھوں کے سہارے کھڑی ہو جاتی ہے تو اس کی فرج بھی پیچھے سے ظاہر ہو گی۔ حیوانات کے مانند۔ نَر اس پر سوار ہو گا۔ اور فرج میں وطی کرے گا۔ اور بعض لوگ اس طریقہ سے خاصکر لذت حاصل کرتے ہیں۔ تو معنیٰ "انّٰی شِئتُم" کے یہ ہیں "استدبرتم او استقبلتم" اور بعض لوگوں نے استدبار کے معنی ہی نہیں سمجھے، ان کے ہاں وطی فی الادبار مراد ہے۔ یہ محض جہالت ہے جس کی طرف التفات نہیں کیا جا سکتا۔ اہل علم میں سے کوئی بھی جب کسی سے یہ حکایت کرے "انہ قال استدبرت امرأتی" تو اس کا مطلب وہی ہو گا جو ہم بیان کر چکے ہیں، نہ کہ وہ جو یہ سمجھتے ہیں۔ اس کی دلیل بعد میں آرہی ہے۔ "وقدموا لانفسکم" ای من الاولاد۔ ہمارا استنباط واضح ہے مثلاً ہم پر اللہ نے نماز ارکان مخصوصہ کے ساتھ واجب کی ہے ہم اس کے پابند ہیں۔ اس کے بعد ہمیں اختیار ہے ثیاب و لباس کے متعلق۔ یہاں سے ہم مملکت اور احکام سلطنت کے متعلق بیان شروع کرتے ہیں۔ ہم محکمات کتاب کے پابند ہیں۔ اس کے بعد ہمیں اختیار ہے ہر قوم اپنے مزاج کے مناسب قانون لاتی ہے۔ یہ رحمت ہے، قومیات کے متعصبوں، جاہل متعبدوں نے اپنی نے کہا ہے کہ وہ وضع خاص کو لوگوں پر واجب قرار دیتے ہیں جبکہ اللہ نے اختیار پر چھوڑا ہے ان جاہلوں نے بدعتی امور کو محکمات کتاب میں لاحق کر دیا ہے۔ یہ فسادی ہیں جو اپنے مفاسد کو چھپانے کے لئے مجدد بنے پھرتے ہیں۔ اس کی طرف اشارہ ہے واتقوا اللہ یعنی اتباع محکمات کے ذریعہ و اعلموا انکم ملٰقوہ یعنی باطل کو حق سے مت ملاؤ۔ یعنی من گھڑت امور کو کتاب کے نصوص کی طرح مت بنالو۔

وبشر المومنین یعنی مصلحین مجددین (۲۲۳) تمت المسئلۃ۔

مسئلہ ثالثہ:۔ امر استنباطی واجب شرعی کی طرح ہو جاتا ہے۔ جب کہ اللہ کے لئے نذر مان لے اور جب کہ جماعت کا امر موقت اور عزم مصمم ہو جائے۔ اس صورت میں امر مستنبط کی اتباع کرنی ہوگی۔ اور ترک سے ان کا مواخذہ ہوگا امر مستنبط کے لئے درجہ قانونیہ حاصل ہوتا ہے۔ امام ولی اللہ نے حجۃ اللہ البالغہ میں ذکر کیا ہے کہ مقلدین جب تقلید مجتہد کا عزم کریں اگرچہ دین میں تقلید واجب نہیں۔ لیکن اس حالت میں وہ ترک کرنے سے گنہگار ہوں گے۔

باب طبقات لاثم میں لکھتے ہیں۔ پانچواں مرتبہ جس پر شارع نے نص بیان نہیں کی اور ملاء اعلیٰ میں اس کا حکم منعقد نہیں ہوا لیکن بندے نے اللہ کی طرف توجہ کی اپنے دل اور ہمت کے مجموعوں کے ساتھ تو اگر کوئی چیز ممنوع عنہ یا مامور بہ قیاس یا تخریج یا اسی طرح کسی اور ذریعہ سے معلوم ہوئی۔ تو یہ شخص عہدہ سے خارج نہیں ہوگا۔ یہاں تک کہ وہ احتیاط مشروع کر دے۔ ورنہ اس کے اور خدا کے درمیان ظنوں کے متعلق حجاب ہوگا۔ اور اس سے اپنے ظن کی بنا پر مواخذہ کیا جائے گا۔

اسی طرح مجتہد فیہ حکم کی نافرمانی کا گناہ ہوگا جب کہ وہ مقلد ہو خواہ جس کی بھی وہ تقلید کرتا ہو۔ اور یہ وہ بات ہے جسے ہم نذر میں شمار کرتے ہیں جب کہ انسان اپنے نفس پر واجب کر دے۔ اس کی طرف اشارہ ہے ۲۲۵ میں اور اس کے بعد ۲۲۴ کا ذکر کریں گے۔

لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِيْٓ اَيْمَانِكُمْ وَلٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا كَسَبَتْ قُلُوْبُكُمْ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ (۲۲۶)

نہیں پکڑتا تم کو اللہ بیہودہ قسموں پر تمہاری لیکن پکڑتا ہے تم کو ان قسموں پر کہ جن کا قصد کیا تمہارے دلوں نے اور اللہ بخشنے والا تحمل کرنیوالا

اب ہم وہ آیت ذکر کرتے ہیں جسے ربط کے لئے چھوڑ آئے تھے۔ اور وہ یہ ہے ۲۲۴

وَلَا تَجْعَلُوا اللّٰهَ عُرْضَةً لِّاَيْمَانِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْا وَتَتَّقُوْا وَتُصْلِحُوْا بَيْنَ النَّاسِ ۭ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ (۲۲۵)

اور مت بناؤ اللہ کے نام کو نشانہ اپنی قسمیں کھانے کیلئے کہ سلوک سے اور پرہیزگاری سے اور لوگوں میں صلح کرانے سے بچ جاؤ اور اللہ سب کچھ سنتا جانتا ہے

بر و تقویٰ کی مخالفت اور اصلاح بین الناس کی مخالفت کا قانون بنانا حرام ہے۔ اسکی طرف اشارہ ہے لا تجعلوا اللہ

مسئلہ رابعہ:۔ قانون کی مثالیں ہیں، قانون اور مصلحت کے درمیان فرق یہ ہے کہ جب جوانب سے حدود مصلحت مقرر نہیں کئے گئے ہوں بلکہ مطلق چھوڑے گئے ہوں تو جس طرح بھی اسے انسان سمجھے اس پر عمل کرے یہ مصلحت ہے۔ اور جب اس کے اطراف سے حدود بیان کئے جائیں اور مقید کئے جائیں یہ قانون ہوگا۔ پہلے قانون کی

مثالیں پیش کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ جب اپنے بندوں کو محکمات کتاب کی رعایت ملحوظ رکھتے ہوئے اپنے حسب حال اور مزاج وضع قانون کا اختیار دیا ہے تو ضروری ہے کہ بندے قانون کی مثال جان لیں پہلی مثال آیت ۲۲۶ / ۲۲۷ میں ایک آدمی اپنی بیوی سے اپنے آپ کو روک لے اور اس کو اپنے آپ سے مفاد نہ اٹھانے دے تو اس کا یہ فعل مصلحت ہوگا کیوں کہ مرد اپنے گھر میں حاکم کی حیثیت رکھتا ہے لہذا اپنی بیوی کو اپنے آپ سے روکنا مصلحت رکھتا ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ اُس کو مطلق نہیں رکھتے بلکہ چار ماہ کی مدت سے محدود کر دیا ہے۔ پس اگر یہ پوری مدت گزر جائے تو ضروری ہے کہ وہ مرد اپنی بیوی کا باہمی اشتراک توڑ دے۔ یہ قانون کی مثال ہے ذیل کے قول میں

لِلَّذِيْنَ يُؤْلُوْنَ مِنْ نِّسَآئِهِمْ تَرَبُّصُ اَرْبَعَةِ اَشْهُرٍ فَاِنْ فَآءُوْ

جو لوگ قسم کھا لیتے ہیں اپنی عورتوں کے پاس جانے سے ان کیلئے مہلت ہے چار مہینے کی پھر اگر باہم مل گئے

فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۲۲۶﴾ فَاِنْ عَزَمُوا الطَّلَاقَ فَاِنَّ اللّٰهَ

تو اللہ بخشنے والا مہربان ہے اور اگر ٹھہرا لیا چھوڑ دینے کو تو بیشک اللہ

سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۲۲۷﴾

سننے والا جاننے والا ہے

پس یہ امساک عن الزوج کا امر ان دونوں کی رائے پر سپرد تھا چاہیں تو رجوع کریں لیکن چوں کہ اب امر چار ماہ کیساتھ مقید کر دیا گیا ہے چنانچہ اب یہ قانون ہوگا۔

دوسری مثال۔ مطلقہ عورتیں اپنے آپ کو تین حیض تک انتظار میں رکھیں اور یہ رجوع و عدم رجوع کا عرصہ ہے مگر یہ مدت چوں کہ اس بات کیساتھ مقید ہے کہ اس کے گذر جانے پر رجوع کا حق نہ ہوگا۔ اور اس آیت میں اسی طرف اشارہ ہے۔

وَالْمُطَلَّقٰتُ يَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْٓءٍ ؕ وَلَا يَحِلُّ لَهُنَّ

اور طلاق والی عورتیں انتظار میں رکھیں اپنے آپ کو تین حیض تک اور ان کو حلال نہیں

اَنْ يَّكْتُمْنَ مَا خَلَقَ اللّٰهُ فِيْٓ اَرْحَامِهِنَّ اِنْ كُنَّ يُؤْمِنَّ بِاللّٰهِ

کہ چھپا رکھیں جو پیدا کیا اللہ نے ان کے پیٹ میں اگر وہ ایمان رکھتی ہیں اللہ پر

وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ وَبُعُوْلَتُهُنَّ اَحَقُّ بِرَدِّهِنَّ فِيْ ذٰلِكَ اِنْ اَرَادُوْٓا اِصْلَاحًا

اور پچھلے دن پر اور ان کے خاوند حق رکھتے ہیں ان کو لوٹا لینے کا اس مدت میں اگر چاہیں سلوک سے رہنا

جب کہ مدت رد کی محدود ہوگی۔ پھر چوں کہ حیض کی معرفت عورتوں کے ساتھ مفوض ہے لہذا اس امر سے متعلق کوئی بات چھپانا عورتوں پر حرام کر دیا گیا ہے تاکہ خاوند بیوی دونوں نفاذ قانون میں ان کی طرف سے اعانت ہو سکے۔ یہ دونوں قانون کی مثالیں تھیں اب مصلحت کی مثالوں پر غور کرو۔

خاوند بیوی گھر میں مشترک ہیں، نکاح عہد اشتراک ہے۔ تو ان میں سے ہر ایک کے لئے دوسرے پر حق متبادل ہے۔ اور بعض حقوق ہیں، ان میں سے ایک کو دوسرے پر فوقیت حاصل ہوگی۔ یہ مصلحت ہے، اس مصلحت کی طرف اشارہ ہے

وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِي عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوفِ

اور عورتوں کا بھی حق جیسا کہ مردوں کا ان پر حق ہے دستور کے موافق

یہ بات معاشرہ اور معاش کے ساتھ تعلق رکھتی ہے۔ یعنی اکل وشرب لباس اور ایک دوسرے سے حق انتفاع۔ اہل علم میں مشہور ہو گیا ہے کہ جب وہ بیوی کو بلائے وہ انکار کر دے تو وہ گنہگار ہوگی اور اس پر اتنا گناہ ہوگا۔ پس مرد کو سمجھ لینا چاہیے کہ جب اس کی ضرورۃ پر اسے چھوڑ دے تو مرد پر بھی اس طرح کا گناہ ہوگا۔ اور مسؤلیت بھی

بحث آخر:۔ جب انسانیت کے دو فرد اپنی کسی مشترک چیز پر مجتمع ہوں تو لازم ہے کہ وہ ہر ہونے والی خصومت کے قطع کی وجہ بیان کر دیں ورنہ اجتماعیت قائم نہ ہو سکے گی۔ نبی نے ان سب باتوں کی تعلیم دی ہے جیسے کہ فرماتے ہیں جب تم دو شخص سفر کرو تو تم میں سے ایک امیر بن جائے۔ اور اجتماعیت بیتیہ میں ہر نزاع کے فیصلہ کے لئے جو زوجین میں واقع ہو خواہ چھوٹا ہو یا بڑا۔ خاوند ہی امیر بنایا جائے گا۔ اس کی طرف اشارہ ہے۔

وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ ۗ وَاللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ﴿٢٢٨﴾

اور مردوں کو عورتوں پر فضیلت ہے اور اللہ زبردست ہے تدبیر والا

یعنی اجتماعیت میں پہلی قسم۔ یہی وہ مصلحت ہے جو پہلی تعریف کے مانند ہے کہ اس میں تحدید حدود نہیں جب تحدید کی مثالیں ان مطالب اور مصالح کی طرح آئیں گی تو وہ قانون کہلائے گا۔

الطَّلَاقُ مَرَّتَانِ ۖ فَإِمْسَاكٌ بِمَعْرُوفٍ أَوْ تَسْرِيحٌ بِإِحْسَانٍ ۗ وَلَا يَحِلُّ

طلاق رجعی ہے دو بار تک اس کے بعد رکھ لینا موافق دستور کے یا چھوڑ دینا بھلی طرح سے اور تم کو روا نہیں

لَكُمْ أَنْ تَأْخُذُوا مِمَّا آتَيْتُمُوهُنَّ شَيْئًا إِلَّا أَنْ يَخَافَا أَلَّا يُقِيمَا

کہ لے لو کچھ دیا ہوا عورتوں سے مگر جب کہ خاوند عورت دونوں ڈریں اس بات سے کہ قائم

حُدُودَ اللَّهِ ۖ فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا يُقِيمَا حُدُودَ اللَّهِ فَلَا جُنَاحَ

نہ رکھ سکیں گے حکم اللہ کا پھر اگر تم لوگ ڈرو اس بات سے کہ وہ دونوں قائم نہ رکھ سکیں گے حکم اللہ کا تو کچھ گناہ نہیں دونوں پر

عَلَيْهِمَا فِيمَا افْتَدَتْ بِهِ ۗ تِلْكَ حُدُودُ اللَّهِ فَلَا تَعْتَدُوهَا ۚ وَمَنْ

اس میں کہ عورت بدلہ دے کر چھوٹ جائے یہ اللہ کی باندھی ہوئی حدیں ہیں سو ان سے آگے مت بڑھو اور جو کوئی

يَتَعَدَّ حُدُودَ اللَّهِ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ ﴿٢٢٩﴾ فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ

بڑھ چلے اللہ کی باندھی ہوئی حدوں سے سو وہی لوگ ہیں ظالم پھر اگر اس عورت کو طلاق دی تیسری بار

لَهُ مِنْ بَعْدُ حَتَّىٰ تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ ۗ فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا

تو اب حلال نہیں اس کو وہ عورت اس کے بعد جب تک نکاح نہ کرے کسی خاوند سے اس کے سوا پھر اگر طلاق دیدے دوسرا خاوند تو کچھ گناہ نہیں ان دونوں پر

أَنْ يَتَرَاجَعَا إِنْ ظَنَّا أَنْ يُقِيمَا حُدُودَ اللَّهِ ۗ وَتِلْكَ حُدُودُ

کہ پھر باہم مل جاویں اگر خیال کریں کہ قائم رکھیں گے اللہ کا حکم اور یہ حدیں باندھی ہوئی

اللَّهِ يُبَيِّنُهَا لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ ﴿٢٣٠﴾

ہیں اللہ کی بیان فرماتا ہے ان کو واسطے جاننے والوں کے

پھر اس کے بعد احکام ہیں جو خدا تعالیٰ نے بیان کئے ہیں فان طلقہا فلا تحل لہ ، فان طلقہا فلا جناح یہ فسخ کیلئے قید و شرط ہے کہ تین تک تراجع کر سکتے ہیں۔ اس کے بعد نہیں۔ لیکن اگر نکاح آخر واقع ہو تو اس کے بعد اگر نکاح از سر نو ہو تو جائز ہے یہ فسخ کے لئے پابندی ہے۔

دوسری مثال نکاح کا معاوضہ اس بات پر مبنی ہے کہ عورت کو مال دیا جائے۔ یہ ہماری سمجھ میں استمتاع بالا بضاع کی قیمت نہیں اگرچہ بعض فقہاء کا یہی خیال ہے بلکہ اس میں ایک دوسری مصلحت ہے، کہ عورت والد کے گھر کی اجتماعیت کا عضو تھی، پس جب وہ وہاں سے نکل گئی تو ممکن ہے کہ اس اجتماعیت کو خسارہ پہنچے اور مرد جو اسے مستقل گھر کے لئے بنا رہا ہے۔ اسے دیگا، تو عورت اگر چاہے اپنے باپ کے گھر کی اجتماعیت کو وسیع اس سال سے کرے۔ یہ وہ وجہ ہے ایتاء مہر للمرۃ کی۔

لیکن معاشرہ میں زوجین برابر ہیں، مرد کو بیوی پر تملک نہیں وہ ادارۃ البیت میں حاکم ہے۔ یہ حاجت

اجتماعیت کا دوسرا مسئلہ ہے۔ اور معاشرہ و مباشرہ میں زوجین برابر ہیں۔ ہمارے نزدیک تنقیح مناط سے مسلمانوں کے گھروں میں اجتماعیت فاسد ہو چکی ہے۔ البتہ جب اولاد ہوتی ہے تو وہ اجتماع میں مردوں عورتوں کے تسویہ کا مستقل واسطہ ہوتی ہے۔ اور اس سے پہلے عورتیں گویا استمتاع کے لیے مستاجرہ ہوتی ہیں فقط۔ یہ بہت بڑے اور فاسد خیالات ہیں۔ پس وہ مصلحت جو ہم نے مہر کی ادائیگی کی بیان کی ہے۔ اگر ایثار و ارتجاع زوجین کے اختیار میں ہو تو وہ مصلحت ہے اور جب وہ چند قیود سے مقید ہو گئے تو قانون بن گیا۔ ۲۲۹ میں اسی کی طرف اشارہ ہے ولا یحل لکم تا فیما افتدت بہ یہ قانون مال سے متعلق ہے جو مرد نے عورت کو پیش کیا تھا۔ لہذا جب عورت باپ کے گھر جائے گی تو اگر وہ عطیہ عورت رد کر دے تو قانون کی نظر میں جائز ہے خواہ وہ قیمت استمتاع ہی سمجھی جائے۔ فقہا نے اس استمتاع کو فقط ایک مرتبہ سے مقید کیا ہے۔ اور ایک بار استمتاع کے بعد مرد اس مال کو اگر لے تو باطل ہے۔ فقہا نے بعض الفاظ کو معلوم کر لیا ہے۔ ان کے معانی و غایت میں تدبر نہیں کیا۔ قانون کے اس مسئلہ کا نام قرآن حدود اللہ رکھتا ہے اور ان قوانین سے جو تجاوز کریں ان کے متعلق آیا ہے تلک حدود اللہ تا الظالمون تو جو قوانین دولت اور حکومت مملکت کے لیے بنائے گئے ہیں ان کی پابندی ضروری ہے، ان سے تجاوز کرنا فساد عظیم ہے۔ ان قوانین کی بنیاد سے اعتداء حدود اللہ فی البیوت کے اعتداء پر ہے۔ یعنی جس طرح حدود اللہ فی البیوت سے تجاوز کرنا ظلم کے مترادف ہے۔ اسی طرح قوانین حکومت سے تعدی کرنا بھی ظلم ہے۔

تنبیہ:۔ مرد و عورت طبعی طور پر امور مخصوصہ کے لئے صلاحیت رکھتے ہیں۔ بعض اعمال سے مردوں کی جبلت مناسب ہے۔ جیسے اکتساب معاش کے سلسلہ میں مشقتوں کو برداشت کرنا۔ اور بعض اعمال کے مطابق عورتوں کی جبلت موافق ہے۔ مثلاً اولاد کی تربیت وغیرہ۔ اعمال بیت وغیرہ فطرت کی مناسبت پر ہیں۔ یہی عدل و تقویٰ ہے۔ ـــــ وہ عدل جس پر اجتماعیت صالحہ مبنی ہے، وہ طویل زمانہ سے تمام ممالک اور تمام اقوام میں مروج اور معروف ہے اور ایسے اصول پر ہے جو فطرت کے قریب ہیں مگر سو سال سے جب کہ طبعی نوامیس کا انکشاف اور مشینوں کی ساخت ہوئی ہے۔ تمام ممالک میں نظام بیوت و عائلہ میں زبردست تغیر و انقلاب واقع ہو۔ سرمایہ دار جو مشینوں کے مالک ہیں انہیں کوئی سروکار نہیں وہ صرف مال کمانا چاہتے ہیں۔ ان کے ہاں کمزوروں، طاقتوروں کا لحاظ نہیں۔ نہ انہیں مظلوم کے لئے رحم ہے۔ اس لئے وہ آخر تک سوسائٹی (اجتماعیت) پر تلے رہتے ہیں۔ یہ انقلاب جو آج ہم یورپ میں دیکھتے ہیں۔ یہ ایک وبائی مرض ہے۔ اس کا ایک بار تمام ممالک پر اثر پڑے گا۔ پھر اپنی اصلی فطرت کی طرف آہستہ آہستہ لوٹیں گے۔ تو اشتراکیت سرمایہ داری

کے مظالم کے جواب میں قائم ہوئی ہے۔ یہ سرمایہ داری کے پیچھے پیچھے چلتی رہیگی۔ آخر کار اشتراکیت کامیاب ہو کر رہے گی۔ اور سرمایہ داری پر کامیابی کے بعد لوگ قانون فطرت کی طرف رجوع کریں گے۔ یہ ہمارا خیال ہے۔ ہم مایوس نہیں قرآن کی رو سے بھی کیوں کہ یہ مرض عارضی فساد عارضی ہے۔ اس کے معنٰی یہ نہیں کہ اجتماعیت قرآن منسوخ ہو جائے گی۔ بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ سرمایہ داروں کی پیدا کردہ حالت کو تباہ کیا جائے۔ جو انہوں نے مظالم پیدا کئے ہیں۔ سرمایہ داروں کے پیدا کردہ حالات کو تباہ کرنا آسان نہیں۔ بلکہ ایک طرح قیامت جیسے تغیرات اور ہولناکیاں پیدا ہوں گی۔ ہم جانتے ہیں کہ قیصر و کسریٰ دنیا پر غالب آچکے تھے۔ اور وہ بھی سرمایہ پرست تھے۔ تب قرآن ان پر انقلاب بپا کرنے کے لئے آیا۔ پس ایران اور روم پر عراق و شام پر ایک قسم کی قیامت آئی۔ قرآن کی اکثر آیات کو ہم اُس قیامت پر محمول کرتے ہیں۔ اور ان قیامتوں کے گذرنے کے بعد قرآن کے حکم پر اجتماعیت منظم ہوئی۔ ایک ہزار سال تک قائم رہی۔ سرمایہ داروں نے اس عرصہ میں حکم الٰہی میں زیادتی کی۔ اور فساد کیا اب ان مظالم کے رد کے لئے بھی ایک قیامت آئے گی۔ اور اجتماعیت کو پلیدیوں سے پاک کرے گی۔ ہم اس کے بعد امید کرتے ہیں کہ اجتماعیت دوسری بار منظم ہوگی۔ جب تک خدا کو منظور ہو گا۔

ہمیں پُورا پورا یقین ہے کہ حکم قرآن اس آنے والی اجتماعیت میں بھی غالب ہو کر رہے گا۔ لیکن قرآن کی تفسیر امام ولی اللہ والی اگر ملحوظِ خاطر رکھی جائے تب۔ پس اگر مسلمان یہ چاہتے ہیں کہ وہ اس انقلاب میں نہ مریں تو وہ قرآن کو مضبوطی سے پکڑیں۔ امام ولی اللہ کی تفسیر کے مطابق۔ یا ایسے طریقہ پر جو اس کے قریب ہو۔ اور حیرت و وہم نہ کریں کہ فطرت کا حکم تیسری بار باطل کیا جا سکتا ہے۔ ممکن ہے کہ انسان بہانے بنائے۔ اور عورت کو مہمل چھوڑ دے۔ اور اسے تین طلاق نہ دے۔ اور اس سے فائدہ اُٹھائے کیوں کہ وہ عورت پر حاکم ہے۔ یہ قانون بنا دیا گیا ہے۔ آیت نمبر ۲۳۱ میں ہے

وَإِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَبَلَغْنَ أَجَلَهُنَّ فَأَمْسِكُوهُنَّ بِمَعْرُوفٍ

اور جب طلاق دی تم نے عورتوں کو پھر پہنچیں اپنی عدت تک تو رکھ لو ان کو موافق دستور

أَوْ سَرِّحُوهُنَّ بِمَعْرُوفٍ وَلَا تُمْسِكُوهُنَّ ضِرَارًا لِّتَعْتَدُوا

کے یا چھوڑ دو ان کو بھلی طرح سے اور نہ روکے رکھو ان کو ستانے کے لئے تا کہ ان پر زیادتی

وَمَنْ يَفْعَلْ ذَٰلِكَ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهُ ۚ وَلَا تَتَّخِذُوا آيَاتِ

کرو اور جو کوئی ایسا کرے گا وہ اپنا ہی نقصان کرے گا اور مت ٹھہراؤ اللہ کے احکام کو

اللّٰهِ هُزُوًا وَّاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَمَا اَنْزَلَ

ہنسی اور یاد کرو اللہ کا احسان جو تم پر ہے اور اس کو جو اتاری

عَلَيْكُمْ مِّنَ الْكِتٰبِ وَالْحِكْمَةِ يَعِظُكُمْ بِهٖ ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ

تم پر کتاب اور علم کی باتیں کہ تم کو نصیحت کرتا ہے اسکے ساتھ اور ڈرتے رہو اللہ سے

وَاعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ ﴿۲۳۱﴾

اور جان رکھو کہ اللہ سب کچھ جانتا ہے۔

ہم متنبہ ہوئے ہیں کہ یہ قانون کی مثالیں ہیں۔ یہ اس لئے ذکر کی گئی ہیں کہ مسلمان مصالحہ مرعیہ پر قادر ہوسکیں جو اجتماعیت میں ہونی جاہیں۔ وَلَا تَتَّخِذُوْۤا اٰیٰتِ اللّٰهِ هُزُوًا کیوں کہ امی قوم کا کلیات پر حفاظت نہیں رکھ سکتی۔ شخصیات مفقود نہیں ہیں۔ بلکہ چاہیے کہ لوگ نصیحت حاصل کریں جیسے کہ اشارہ ہے وَیُبَیِّنُ اٰیٰتِهٖ لِلنَّاسِ۔ جب استاذ کسی قاعدہ کی تعلیم دے اور شاگرد توجہ نہ کرے تو اسے مزید توجہ دلائی جاتی ہے۔ وَاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ کتاب قانون ہے اور حکمت ہے، نبی معلم موجود ہے تاکہ تم تعلیم حاصل کرو ہم کہتے ہیں کہ ان آیات کا حکم حقوق البیت میں ہے۔ لیکن خلافت کبریٰ میں اس کی رعایت ہوجاتی ہے۔

وَاِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَبَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ اَنْ يَّنْكِحْنَ

اور جب طلاق دی تم نے عورتوں کو پھر پورا کر چکیں اپنی عدت کو تو اب نہ روکو ان کو اس سے کہ نکاح کریں

اَزْوَاجَهُنَّ اِذَا تَرَاضَوْا بَيْنَهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ ؕ ذٰلِكَ يُوْعَظُ بِهٖ مَنْ

اپنے انہی خاوندوں سے جب کہ راضی ہو جاویں آپس میں موافق دستور کے یہ نصیحت اس کو کی جاتی ہے جو کہ

كَانَ مِنْكُمْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ ذٰلِكُمْ اَزْكٰى لَكُمْ وَاَطْهَرُ ؕ

تم میں سے ایمان رکھتا ہے اللہ پر اور قیامت کے دن پر اس میں تمہارے واسطے بڑی ستھرائی ہے اور بہت پاکیزگی

وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۲۳۲﴾

اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے

فصل ثانی

اس پر فصل اول ختم ہوئی۔ اس کے بعد تدبیر منزل کے احکام دوسری نوع سے آئیں گے۔ بعثت نبویہ کا آغاز حجاز کے لئے۔ اور بالواسطہ تمام دنیا کے لئے گھر کے احکامات حکومت کے نمونہ کے طور پر ہیں بعثت ثانیہ مثلاً خازنہ خادمہ مولاہ عورتیں ریاست حکماء کے تحت آجاتی ہیں۔ اس سے ارادہ تہذیب اولاد اور دوسری امتوں کو قریش اور عرب کی تعلیم سے نکالنا ہے۔ اس کے لئے انواع آخر کی ضرورت ہے اور یہ

وَالْوَالِدَاتُ يُرْضِعْنَ أَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ لِمَنْ أَرَادَ

اور بچے والی عورتیں دودھ پلادیں اپنے بچوں کو دو برس پورے جو کوئی چاہے

أَن يُتِمَّ الرَّضَاعَةَ ۚ وَعَلَى الْمَوْلُودِ لَهُ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ

کہ پوری کرے دودھ کی مدت اور لڑکے والے یعنی باپ پر ہے کھانا اور کپڑا ان عورتوں کا موافق دستور کے

لَا تُكَلَّفُ نَفْسٌ إِلَّا وُسْعَهَا ۚ لَا تُضَارَّ وَالِدَةٌ بِوَلَدِهَا وَلَا مَوْلُودٌ

تکلیف نہیں دی جاتی کسی کو مگر اس کی گنجائش کے موافق نہ نقصان دیا جائے ماں کو اس کے بچہ کی وجہ سے اور نہ اس کو جس کا وہ بچہ

لَّهُ بِوَلَدِهِ ۚ وَعَلَى الْوَارِثِ مِثْلُ ذَٰلِكَ ۗ فَإِنْ أَرَادَا فِصَالًا عَن تَرَاضٍ مِّنْهُمَا وَتَشَاوُرٍ

یعنی باپ کو اسکے بچہ کی وجہ سے اور وارثوں پر بھی یہی لازم ہے پھر اگر ماں باپ چاہیں کہ دودھ چھڑا لیں یعنی دو برس کے اندر ہی اپنی رضا اور

فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا ۗ

مشورہ سے تو ان پر کچھ گناہ نہیں

اور مولود لہ ان کا خرچ برداشت کرے یہ تمام والدات اور مولود لہ کے حالات کے مناسب ہے۔ اور عربی قوم اس قسم کی تربیت سے نشوونما پاتی ہے۔ اس کے بعد وا

وَإِنْ أَرَدتُّمْ أَن تَسْتَرْضِعُوا أَوْلَادَكُمْ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ إِذَا سَلَّمْتُم مَّا

اور اگر تم لوگ چاہو کہ دودھ پلواؤ کسی دایہ سے اپنی اولاد کو تو بھی تم پر کچھ گناہ نہیں جب کہ حوالہ کر دو جو (۲۳)

آتَيْتُم بِالْمَعْرُوفِ ۗ وَاتَّقُوا اللَّهَ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ

تم نے دینا ٹھہرایا تھا موافق دستور کے اور ڈرو اللہ سے اور جان رکھو کہ اللہ تمہارے سب کاموں کو خوب دیکھتا ہے

والدات کے علاوہ ان کے لئے بھی اس قسم کے احکام ہیں تنفقون علیہن بالمعروف دوسری عورت سے دودھ پلوانا (استرضاع) عربی مرد کو تبلیغ دین کے اہل بنا سکتی ہے اور دوسری قوموں کی طرف دشمنانہ نظر نہ رہے گی۔ یہ مصلحت حربیہ کے ساتھ تعلق رکھتی ہے۔ جو قومیں بھی مسلمانوں کی حکومت میں داخل ہوں گی ان کی تربیت کر سکیں گے۔ کیوں کہ تربیت اولاد اور ان سے خدمت لینے کی انہیں صلاحیت ہوگی۔ میں اپنے گھر سے نکل کر مشائخ کے پاس آیا انہوں نے میرے ساتھ اولاد کی طرح سلوک کیا۔ اس لئے میں مسلمانوں کی طرح کتاب اللہ سمجھنے کے قابل ہو سکا۔ میں جانتا ہوں کہ کفر کا معاشرہ مسلمانوں کے خلاف ہے۔ اگر میرے مشائخ میرے ساتھ اولاد کی طرح سلوک نہ کرتے تو میں بھی سائلین کی طرح بازاروں میں پھرتا ہوتا۔ بہت سے لوگ ہماری جنس سے مسلمان ہوئے اور بازاروں میں دھکے کھاتے پھرتے ہیں۔ یہ فراخدلی میں اپنے مشائخ کی دیکھ کر اسلامی تربیت کا نتیجہ سمجھتا ہوں پس تحقیق

وہ بہت عورتوں سے شادی کرتے ہیں. بہت اولاد ہوتی ہے مختلف عورتوں سے پھر ان کی تربیت کرتے ہیں۔ اور ان کی فطرت وسیع ہوجاتی ہے اولاد کے بارے میں پھر وہ ان کے ساتھ عاطفانہ سلوک روا رکھتے ہیں وہ یہ نہیں چاہتے کہ اولاد کی ہر چیز ان کی طرف واپس آئے. یہ چیز مسلمانوں کی اجتماعیت صالحہ کی فطرت ثانیہ بن جاتی ہے۔ اس کی مثال یہ ہے کہ ایک آدمی کا بچہ ہے ایک بیوی سے اسے چند دنوں کے بعد طلاق دیتا ہے مگر طلاق کے بعد اس کا خرچ ادا کرتا رہتا ہے. پھر کبھی ایسا ہوتا ہے کہ جدا ہونے کے بعد اس کے لئے خازنہ مقرر کرتے ہیں وہ بھی اس بچے کیلئے ماں کے مثل ہوتی ہے اور مرد بیوی کے مانند اس کے اخراجات ادا کرتا ہے پس اس طرح سے اس کی نظر رحمت وسیع ہوجاتی ہے. کسی ایک صورت سے مقید نہیں رہتی۔ یہ ایک امر اجمالی او دقیق ہے. ممکن ہے کوئی دوسرا اچھی چیز اس سے استنباط کرے. میں اپنے حالات کے مطابق اسے اسی طرح سمجھ سکا ہوں۔ ہندوں کے ایک طبقہ نے اپنے مذہب کے لئے مسلمان لڑکوں میں تبلیغ کی لیکن وہ اپنی اولاد کی طرح اپنے معاشرے میں منظم نہ کرسکے. آخر انکے تجربہ کار لوگوں نے فیصلہ کیا کہ ہم مسلمانوں کو اپنے اندر جذب کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتے. بلکہ الٹا ہمارے بچے مسلمانی رنگ میں منصبغ ہوجاتے ہیں. یہ مسلمانوں کی اجتماعیت کی خوبی ہے. یہاں سے میں دو مسئلے نکالتا ہوں

(۱) جو قومیں اسلام میں داخل ہوجائیں ان کی تربیت اور مراد غیر مجار بین ہیں. یہ عربی قوم پر فرض ہے. جو تربیت قرآن و نبی سے نشوونما پانے یہ بغیر حکومت کے کوشش کے آسان کام نہیں. بلکہ اس کا معاملہ اہم ہے جب ہم حکومت کے لئے تدبیر منزل کے ایک قانون کا استنباط کرچکے تو طبیعت نے چاہا کہ تربیت اقوام غیر محاربہ کے لئے بھی کوئی قانون ہے اور اسے مسلہ رضاع کے متشابہ پایا. پس اس طرح میں نے تعبیر کی۔

(۲) ایک شخص وفات پا جاتا ہے. مثلاً کوئی حاکم۔ اس کے لئے مخصوص احکام ہیں. طلاق اور وفات کے احکام جداگانہ ہیں۔

وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا يَّتَرَبَّصْنَ

اور جو لوگ مرجاویں تم میں سے اور چھوڑ جاویں اپنی عورتیں تو چاہیے کہ وہ عورتیں انتظار

بِاَنْفُسِهِنَّ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّعَشْرًا ۚ فَاِذَا بَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ

میں رکھیں اپنے آپ کو چار مہینے اور دس دن پھر جب پورا کر چکیں اپنی عدت کو

فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْمَا فَعَلْنَ فِيْٓ اَنْفُسِهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ

تو تم پر کچھ گناہ نہیں اس بات میں کہ کریں وہ اپنے حق میں قاعدے کے موافق

وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ﴿۲۳۴﴾ وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْمَا

اور اللہ کو تمہارے تمام کاموں کی خبر ہے — اور کچھ گناہ نہیں تم پر — اس میں

عَرَّضْتُمْ بِهٖ مِنْ خِطْبَةِ النِّسَآءِ اَوْ اَكْنَنْتُمْ فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ

کہ اشارہ میں کہو — پیغام نکاح ان عورتوں کا — یا پوشیدہ رکھو — اپنے دل میں

عَلِمَ اللّٰهُ اَنَّكُمْ سَتَذْكُرُوْنَهُنَّ وَلٰكِنْ لَّا تُوَاعِدُوْهُنَّ

اللہ کو معلوم ہے کہ تم البتہ ان عورتوں کا ذکر کرو گے — لیکن ان سے نکاح کا وعدہ نہ کر رکھو

سِرًّا اِلَّآ اَنْ تَقُوْلُوْا قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ۥ وَلَا تَعْزِمُوْا عُقْدَةَ

چھپ کر مگر یہی کہ کہہ دو کوئی بات رواج شریعت کے موافق — اور نہ ارادہ کرو نکاح

النِّكَاحِ حَتّٰى يَبْلُغَ الْكِتٰبُ اَجَلَهٗ ؕ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ

کا — یہاں تک کہ پہنچ جاوے عدۃ مقررہ اپنی انتہا کو — اور جان رکھو کہ اللہ کو معلوم ہے ﴿۲۳۵﴾

مَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ فَاحْذَرُوْهُ ۚ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ

جو کچھ تمہارے دل میں ہے سو اس سے ڈرتے رہو — اور جان رکھو کہ اللہ بخشنے والا — اور تحمل کرنے والا ہے

آیۃ نمبر ۲۳۴ اور ۲۳۵ میں ہم ان احکام سے ایک گھر سے دوسرے گھر کی طرف منتقل ہونے کی تعبیر کرتے ہیں۔
بیعت حاکم پر بغاوت کرنا حکم منتقل کرنے کے لئے یا پوشیدہ سازش حکومت منتقل کرنے کے لئے پسندیدہ نہیں ہے
لیکن حاکم اول کی موت کے بعد حقیقۃً یا حکماً آدمی امت یا قوم کی طرف بڑھتا ہے۔ اگر وہ راضی ہو جائیں تو وہ حکم کرے
عورتیں جن کے خاوند مر جائیں انہیں حق ہے کہ معروف طریقہ سے ان کے ساتھ معاندہ کیا جائے اور پوشیدہ طور پر
وعدہ کرنا جائز نہیں اور وقت مقررہ سے پہلے عزم عقدۃ نکاح حرام ہے اسی طرح امت حبیب جان لے کہ حکومت
کمزور ہو گئی ہے وہ اپنی ذات کی طرف رجوع کرے اور حاکم کو چن لے اور پوشیدہ سازش انسانیت کے منافی ہے

تنبیہ: ہمیں علم ہے کہ ان رموز و اشارات پر عمل جن کا ہم ذکر کر چکے ہیں ممکن نہیں۔ مگر جمہوریت میں ممکن ہے
رئیس جمہوریت مر جائے یا کمزور ہو جائے تو اہل حل و عقد جمع ہو کر دوسرا رئیس منتخب کر لیں۔ غیر جمہوری طرز حکومت
میں ایک گھر سے دوسرے گھر کی طرف حکومت کا منتقل کرنا ممکن نہیں فقط پوشیدہ سازش یا جنگ سے ممکن ہے۔ ہم پہلے یہ ثابت
کر چکے ہیں کہ امت کا معاملہ حاکم کی تعیین کے سلسلہ میں جمعیت مرکزیہ کی طرف رجوع کرنا ہے بالفاظ دیگر ارباب
بست و کشاد کی طرف۔ اور وحی یا تعیین نبی کی طرف اس کا رجوع نہیں بلکہ امت یا قوم انتخاب کرے۔

جیسے عورتیں اپنے خاوندوں کے مرنے کے بعد مرد اختیار کرتی ہیں۔ پس ظلم واستبداد اور ایک گھر سے دوسرے گھر کی طرف حکمرانی سازشوں سے منتقل کرنا ہمارے نزدیک جاہلیت کی باتیں ہیں۔ یہی باتیں آج مسلمانوں میں باقی ہیں اور قرآن کی تعلیم کچھ نہیں رہی اور شوریٰ کی تفسیر میں اس سے بھی اچھا مقصد ہم نے متعین کیا ہے۔ لیکن اب میں یہ چاہتا ہوں کہ ہم قرآن سے ایسی باتیں سمجھیں کہ اسلام کے احکام فطری ہیں جن کی سند ہم ان اشارات سے اخذ کرتے ہیں۔ ہم ان اشارات سے احکام اسلام کی فطرت ثابت کرنا چاہتے ہیں۔ اور ہم بداہۃً جانتے ہیں کہ مرد عورت گھر میں حاکم ومحکوم کی طرح ہیں۔ اس کے بعد کون ہے جو مسلمانوں میں اس کے خلاف کوئی کلمہ کہے۔

اب ہم اس فطرت کے متعلق کچھ کہنا چاہتے ہیں جو ہمارے اذہان میں جڑ پکڑ چکی ہے کہ ہمیں چاہیئے ایک شخص سے دوسرے شخص کی طرف حکم منتقل کرنے کے وقت یا ایک عورت کو مرد اختیار کرنے کے لئے آزادی دیں اور پوشیدہ رازداری اور سازش بازی سے کام نہ لیں۔ اور عورتوں کی فطرت کو متغیر نہ کریں۔ اور یہ بات جسے ہم نے مستنبط کیا ہے دوسری آیات یا دوسری سورتوں میں بھی ثابت ہے لوگ شوریٰ کے وجوب کو نہیں سمجھتے ابوبکر رازی نے بہت اچھی طرح ان کا رد کیا ہے۔ اور شوریٰ کا متعین کرنا یعنی اسباب بست وکشاد کا باہمی مشورہ قرآن میں ثابت ہے لوگ تدبر قرآن سے غافل ہیں خاص کر مسئلہ حکم میں۔

لَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ إِنْ طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ مَا لَمْ تَمَسُّوهُنَّ أَوْ تَفْرِضُوا

کچھ گناہ نہیں تم پر | اگر طلاق دو تم عورتوں کو | اس وقت کہ ان کو | ہاتھ بھی نہ لگایا ہو اور نہ مقرر کیا

لَهُنَّ فَرِيضَةً وَمَتِّعُوهُنَّ عَلَى الْمُوسِعِ قَدَرُهُ وَعَلَى الْمُقْتِرِ

ہو ان کے لئے کچھ مہر | اور ان کو کچھ خرچ دو | مقدور والے پر | اس کے موافق ہے اور تنگی والے پر اس کے

قَدَرُهُ مَتَاعًا بِالْمَعْرُوفِ حَقًّا عَلَى الْمُحْسِنِينَ ﴿۲۳۶﴾ وَإِنْ

موافق | جو خرچ کہ | قاعدے کے موافق ہو۔ لازم ہے نیکی کرنے والوں پر | اور اگر

طَلَّقْتُمُوهُنَّ مِنْ قَبْلِ أَنْ تَمَسُّوهُنَّ وَقَدْ فَرَضْتُمْ لَهُنَّ فَرِيضَةً

طلاق دو ان کو | ہاتھ لگانے سے پہلے | اور ٹھہرا چکے تھے تم ان کے لئے | مہر

فَنِصْفُ مَا فَرَضْتُمْ إِلَّا أَنْ يَعْفُونَ أَوْ يَعْفُوَ الَّذِي بِيَدِهِ عُقْدَةُ النِّكَاحِ وَأَنْ تَعْفُوا

تو لازم ہوا | آدھا اس کا کہ تم مقرر کر چکے تھے مگر یہ کہ درگذر کریں عورتیں یا درگذر کرے وہ شخص کہ اس کے اختیار میں ہے گرہ نکاح کی

اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰی وَلَا تَنْسَوُا الْفَضْلَ بَیْنَکُمْ اِنَّ اللّٰہَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ ﴿۲۳۷﴾

یعنی خاوند اور تم مرد درگذر کرو تو قریب ہے پرہیزگاری سے اور نہ بھلا دو احسان کرنا آپس میں بیشک اللہ جو کچھ تم کرتے ہو خوب دیکھتا ہے

مسئلہ اُخریٰ:۔ عورتوں کو جب طلاق مل جائے تو متعہ محسنین کے لئے حق ہے۔ اسی طرح جب لوگ معاہدہ نکاح سے استفادہ نہ کریں تو وہ پورے مال کی ادائیگی کے لئے مجبور نہیں ہیں۔ بلکہ نصف سے قانون کی رعایت رکھتے ہوئے فقط۔ اور قانون اس کے لئے شخصیت جیسا ہے۔ جیسے کسی قبیلہ کی شخصیت پس اعتبار مصلحت اس معاملہ میں بہتر ہے یعنی عفو نکاح معاہدہ مرد عورت میں ایک مخصوص تقریب کے لئے ہے۔ جب یہ باطل ہو جائے تو نفرت کا پیدا ہونا ضروری ہے۔ مگر قانون اس کا بھی رد کر رہا ہے اور حکمت منع کر رہی ہے کیوں کہ وہ اجتماعیہ مسلم کے دو افراد ہیں اجتماعیت کیلئے تالیف تو دو جزوری ہے اور معاہدہ سے حق تو دو پہلے سے بھی زیادہ ہو جاتا ہے۔ جب باطل ہو جائے معاہدہ تو اجتماعیت اسلامیہ باطل نہیں ہوگی۔ اس کی رعایت ضروری ہے۔

اس واسطے ۲۳۹ میں حکم ہے متعوھن اور ۲۳۷ میں عفو مہر ہے ولا تنسوا الفضل بھی اشارہ ہے کہ جب اجتماعیت اسلامیہ کی محافظت کریں پورے لوازمات سے تو یہ ممکن ہے کہ وہ حکومت جمہوریت قائم کرلیں۔ بغیر حکام کے تبادلہ کے اور بغیر قتال کے لیکن جب اجتماعیۃ اسلامیہ کو بھول جائیں تو جمعیت مرکزیہ باقی نہیں رہے گی اور اہل حل وعقد قائم نہ ہونگے نہ وہ مشاورت کریں گے۔ بلکہ وہ فرضی ہوگی

مسئلہ اُخریٰ

حَافِظُوْا عَلَی الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوۃِ الْوُسْطٰی وَقُوْمُوْا لِلّٰہِ

خبردار رہو سب نمازوں سے اور بیچ والی نماز سے اور کھڑے رہو اللہ کے آگے

قٰنِتِیْنَ ﴿۲۳۸﴾ فَاِنْ خِفْتُمْ فَرِجَالًا اَوْ رُکْبَانًا فَاِذَآ اَمِنْتُمْ فَاذْکُرُوا

ادب سے پھر اگر تم کو ڈر ہو کسی کا تو پیادہ پڑھ لو یا سوار پھر جس وقت تم امن پاؤ تو یاد کرو

اللّٰہَ کَمَا عَلَّمَکُمْ مَّا لَمْ تَکُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ ﴿۲۳۹﴾

اللہ کو جس طرح کہ تم کو سکھایا ہے جس کو تم نہ جانتے تھے

مسئلہ محافظت صلوات احکام بیت کے وسط میں آیا ہے ہم اس سے یہ اخذ کرتے ہیں کہ احکام بیت کی محافظت اسی طرح فرض ہے جیسے محافظت صلوات۔ صلوٰۃ احسان اور ذکر الٰہی کی اساس ہے اور احکام تدبیر منزل عدل کی اساس و بنیاد ہیں۔ دونوں فرضیت میں برابر ہیں۔

وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا ۚ وَّصِيَّةً

اور جو لوگ تم میں سے مر جائیں اور چھوڑ جاویں اپنی عورتیں تو وہ وصیت کر دیں

لِّاَزْوَاجِهِمْ مَّتَاعًا اِلَى الْحَوْلِ غَيْرَ اِخْرَاجٍ ۚ فَاِنْ خَرَجْنَ

اپنی عورتوں کے واسطے خرچ دینا ایک برس تک بغیر نکالنے گھر سے پھر اگر وہ عورتیں آپ نکل جاویں

فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْ مَا فَعَلْنَ فِيْٓ اَنْفُسِهِنَّ مِنْ مَّعْرُوْفٍ ۭ وَاللّٰهُ

تو کچھ گناہ نہیں تم پر اس میں کہ کریں وہ عورتیں اپنے حق میں بھلی بات اور اللہ

عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿۲۴۰﴾ وَلِلْمُطَلَّقٰتِ مَتَاعٌ ۢ بِالْمَعْرُوْفِ ۭ حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِيْنَ ﴿۲۴۱﴾

زبردست ہے حکمت والا اور طلاق دی ہوئی عورتوں کے واسطے خرچ دینا ہے قاعدے کے موافق لازم ہے پرہیزگاروں پر

۲۴۰، ۲۴۱ میں احسان کا ذکر ہے ان عورتوں کے ساتھ جن کا خاوند مر جائے۔ سوسائٹی پر ضروری ہے کہ اسے سال تک نہ نکالیں اگر عدت کے بعد وہ چلی جائیں تو حرج نہیں۔ اہل اجتماع سال تک نہیں نکال سکتے یہ حق نکاح نہیں حق اجتماعیت ہے۔ کیوں کہ مرد عورت الگ الگ نہیں بلکہ ایک کنبہ قبیلہ کے اعضا ہیں۔ جیسا کہ قرآن نے پہلی دو آیتوں میں محافظت صلوٰت کا ذکر کیا ہے۔ اور حکم دیا ہے اجتماعیت کی رعایت کے ساتھ اسی طرح قرآن نے دوسری دو پچھلی آیتوں میں اجتماعیت کی رعایت کا حکم دیا ہے۔ پہلا حکم ازواج کے لئے تھا۔ یہ حکم اہل ازواج کے لئے ہے۔ یہ اجتماعیت خالصہ ہے۔

اور اسیطرح مطلقات کے لئے متاع ہے اگر زوج قادر نہ ہو سکا تو اہل زوج ادا کریں۔ تو امر اجتماعیت کا تدبیر منزل میں یا تدبیر منزل کو اجتماعیت اسلامیہ کی طرف ڈھالنے میں ایسی بات ہے جیسے نماز کو اجتماعیت اسلامیہ میں۔ گویا اجتماعیت انسانیہ تدبیر منزل کو ضروری قرار دیتی ہے پھر وہ آگے چل کر محافظت صلوٰت کو ضروری قرار دیتی ہے۔ یہ برابر برابر نوعیت کا حکم ہے۔

۲۴۲ میں ہے کہ ہم تدبر سے قرآن پڑھیں۔

كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿۲۴۲﴾

اسی طرح بیان فرماتا ہے اللہ تمہارے واسطے اپنے حکم تاکہ تم سمجھ لو

کیا ہم قصوں کہانیوں سے اکتفا کریں یہ جائز ہے؟ نہیں۔ ہم نے بڑی محنت سے اس معاملہ میں کوشش کی ہے۔

جب اہل علم اس محنت سے قرآن سمجھنے کی کوشش کریں گے تو ایسی تفسیر لائیں گے جو اس سے کبھی اچھی ہو ان شاء اللہ۔ ہم آیات سے تغافل کی تردید کرتے ہیں۔ واللہ هو الموفق

مصلحت ازدواجی ختم ہوئی اسی کے ساتھ اجتماعیت متوسطہ کا باب بھی ختم ہوا۔ اب ایک فصل باقی رہ گئی ہے وہ مسئلہ ہے بادشاہ قائم کرنے کا جو اس اجتماعیت پر ہو۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

امام ولی اللہ نے حجۃ البالغہ میں باب ارتفاقات میں فرمایا ہے کہ ارتفاقات کی حدود میں دو حدیں ہیں حد ثانی وہ ہے جس میں آباد شہر صالح اقالیم کے شامل ہیں۔ وہ صالح اقالیم جو حکماء کی نشأۃ کے مستوجب ہیں اور اہل اخلاق فاضلہ کی نشأۃ کے موجب ہیں۔ اس طرح کے اجتماعات اب بہت ہو چکے ہیں اور ضروریات بہت زیادہ بڑھ گئی ہیں تجربے کثیر ہو گئے ہیں۔ لہٰذا بہت سے طریقہ جات انہوں نے استنباط کر لئے ہیں۔ اور ان پر سختی سے پابند ہیں۔ اس حد کی طرف اعلیٰ وہ ہے جو ملوک اہل رفاہیہ میں مروج ہے اور ان ملوک کی تردید کے لئے جو رقابیت کے حامل ہیں، حکما پیدا ہوتے ہیں اور وہ اچھے قواعد و ضوابط زندگی کے وضع کرتے ہیں۔ اس کا نام ہم ارتفاق ثانی رکھتے ہیں"۔

قلت (مولانا سندھیؒ) ارتفاق ثانی کی بھی دو قسمیں ہیں۔ طرف اعلیٰ وہ ہے جو ملوک اور بادشاہوں میں متعامل و معمول ہے طرف ادنیٰ جو قریٰ عامرہ کی باقی آبادی میں معمول ہے۔ ارتفاق کی طبعیت عدل کو مستلزم ہے اور طرف اعلیٰ کی موجب ہے، اس ارتفاق ثانی کی طرف اول طرف اعلیٰ کو مستلزم ہے یعنی جو ملوک کے اندر تعامل ہے۔

ہم اہل حضر و قریٰ عامرہ کے تعامل سے متعلقات سے فارغ ہو چکے ہیں۔ اس کی تصریح امام صاحب نے بدور بازغہ میں کی ہے کہ حجاز میں ارتفاق ثانی تھا یعنی قریٰ عامرہ جو مستلزم ہے طرف اعلیٰ کو آج ہم اسی کا ذکر کرتے ہیں۔

فصل اس بیان میں کہ قریٰ عامرہ اور امصار متوسطہ میں جو تمدن ناقص کا تعامل ہوتا ہے وہ ہر ضرورت کے موافق ہوتا ہے جو ان میں مصطلح ہوتی ہے اور اس میں ہر صناعت کے اعلیٰ لوگ ہوتے ہیں، لوگ ان کی رائے پر چلتے ہیں، یا قوم کے عقلاء کا ایک اجتماع ہوتا ہے۔ ان پر کفایت کرتے ہیں۔ اس کو بھی امام صاحب نے بدور بازغہ میں صراحۃً ذکر فرمایا ہے۔ اور ان میں ملوکیت منعقد ہوتی ہے جب وہ کچھ آگے بڑھنے اور ترقی کی طرف دھیان دیتے ہیں جو مباحث ہم لیس البر سے ۲۴۲ تک پڑھ آئے ہیں ان سب کا تعلق اجتماعات ناقصہ کے ساتھ ہے جن کا وجود ام القریٰ اور مدینہ میں تھا۔ ان اجتماعات ناقصہ سے انعقاد ملوکیت کی بنیاد پڑتی ہے۔ یہ ہی طرف اعلیٰ

ہے ارتفاق ثانی کی۔ ہم اس فصل میں ۲۴۳ سے ۲۵۲ تک بحث کریں گے۔

اَلَمْ تَرَ اِلَی الَّذِیْنَ خَرَجُوْا مِنْ دِیَارِھِمْ وَھُمْ اُلُوْفٌ حَذَرَ

کیا نہ دیکھا تونے ان لوگوں کو جو کہ نکلے اپنے گھروں سے اور وہ ہزاروں تھے موت کے

الْمَوْتِ فَقَالَ لَھُمُ اللّٰہُ مُوْتُوْا ثُمَّ اَحْیَاھُمْ اِنَّ اللّٰہَ لَذُوْ

ڈر سے پھر فرمایا ان کو اللہ نے کہ مرجاؤ پھر ان کو زندہ کردیا بیشک اللہ فضل

فَضْلٍ عَلَی النَّاسِ وَلٰکِنَّ اَکْثَرَ النَّاسِ لَا یَشْکُرُوْنَ ﴿۲۴۳﴾

کرنے والا ہے لوگوں پر لیکن اکثر لوگ شکر نہیں کرتے

وَقَاتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَاعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰہَ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ ﴿۲۴۴﴾

اور لڑو اللہ کی راہ میں اور جان لو کہ بیشک اللہ خوب سنتا جانتا

اس میں قتال فی سبیل اللہ پر ثابت قدم رہنے کا ذکر ہے۔ ایک واقعہ کا ذکر کیا گیا ہے جو بنی اسرائیل میں ہوا تھا کہ وہ موت سے بھاگے پس ایک ایسا حادثہ آن پڑا جس میں وہ مر گئے۔ مثلاً مرض میں سکتہ کی وجہ سے یا جو قوۃ برقیہ کی تاثیر سے پیش آتا ہے۔ کہ وہ حقیقی موت نہیں ہوتی بلکہ اگر وقت پر دوا پہنچ جائے تو زندگی لوٹ آتی ہے۔ اسی طرح انہیں قوت برقیہ پہنچی وہ مر گئے۔ پھر ایک نبی آیا اور قوت مثالیہ کی تاثیر سے ان کی زندگی دوبارہ لوٹا دی گئی۔

اللہ کی قدرت میں ہے ہر مردہ کو حیات جدید سے انشار کرنا جبکہ تمام رشتے جدا ہو جائیں۔ اور جب کہ ہزار سال گذر جائیں۔ لیکن یہ تمام حکمت کے تقاضے کے ماتحت ہوتا ہے۔ اور اسباب کے ماتحت ہوتا ہے جو اس حکمت کے موجب ہوتے ہیں۔ عام واقعات جو موت وحیات کے واقع ہوتے ہیں ان کی حقیقت یہ ہے کہ اصل حیات ختم و منقطع نہیں ہوتی۔ بلکہ وہ قرب موت تک ضعیف ہو کر پہنچ جاتا ہے۔ اور اس بقیہ قلیل حیات سے انسان کی زندگی دوبارہ آجاتی ہے جبکہ اسے قویٰ طبیعہ اور قویٰ مثالیہ سے مدد آ پہنچے۔ لیکن ان واقعات کا تعلق اس حیات سے ہے جو تمام اوصال ورشتے متفرق و منقطع ہونے کے بعد اور کئی سال گذرنے کے بعد ہوئی اور وہ صرف خلق جدید ہی ہو سکتی ہے۔ لیکن جب کہ وہ مادہ اولیٰ سے حیات ہوئی اور حیات اولیٰ کی تتمہ کے طور پر ہوئی تو اس کی صورت بھی احیاء میت کے برابر ہوئی۔ واقعہ جو بنی اسرائیل سے تعلق رکھتا ہے وہ قسم اول جیسا ہے۔ اور جب وہ زندہ ہو کر کھڑے ہوئے تو انہیں معلوم ہوا کہ انسان جب اپنی زندگی اللہ کے سپرد کردے اور موت فی سبیل اللہ کے لئے

تیار ہو جائے۔ تو وہ موت معدوم نہیں ہوتی۔ بلکہ وہ حیات کی تجدید ہوتی ہے۔ اور حیات اولیٰ سے وہ کامل ترین ہوتی ہے۔ اس طرح ان کے لئے قتال فی سبیل اللہ سہل ہو جاتا ہے۔

مَنْ ذَا الَّذِیْ یُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا فَیُضٰعِفَهٗ لَهٗۤ اَضْعَافًا
کون شخص ہے ایسا جو کہ قرض دے اللہ کو اچھا قرض پھر دوگنا کر دے اللہ اس کو کئی

كَثِیْرَةً ؕ وَ اللّٰهُ یَقْبِضُ وَ یَبْصُۜطُ ۪ وَ اِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۲۴۵﴾
گنا اور اللہ ہی تنگی کر دیتا ہے اور وہی کشائش کرتا ہے اور اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے

اور جو آیت اس کے بعد ہے اس انفاق فی سبیل اللہ کا ذکر ہے۔ من ذا الذی یقرض جب قوم ارتفاق ثانی کے لئے تیار ہو گئی۔ اپنے تجارب کے بعد تو وہ طرف ادنیٰ کے بعد طرف اعلیٰ قتال فی سبیل اللہ اور انفاق سے حاصل کرینگے یعنی اپنے لئے ایک بادشاہ نصب و مقرر کریں گے۔

اَلَمْ تَرَ اِلَى الْمَلَاِ مِنْۢ بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ مِنْۢ بَعْدِ مُوْسٰى ۘ اِذْ قَالُوْا
کیا نہ دیکھا تو نے ایک جماعت بنی اسرائیل کو موسیٰ کے بعد جب انہوں نے

لِنَبِیٍّ لَّهُمُ ابْعَثْ لَنَا مَلِكًا نُّقَاتِلْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ؕ قَالَ هَلْ
کہا اپنے نبی سے مقرر کر دو ہمارے لئے ایک بادشاہ تاکہ ہم لڑیں اللہ کی راہ میں پیغمبر نے کہا کیا تم سے

عَسَیْتُمْ اِنْ كُتِبَ عَلَیْكُمُ الْقِتَالُ اَلَّا تُقَاتِلُوْا ؕ قَالُوْا وَ مَا
یہ بھی توقع ہے کہ اگر حکم ہو تم کو لڑائی کا تو تم اس وقت نہ لڑو وہ بولے ہم کو

لَنَاۤ اَلَّا نُقَاتِلَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَ قَدْ اُخْرِجْنَا مِنْ دِیَارِنَا وَ
کیا ہوا کہ ہم نہ لڑیں اللہ کی راہ میں اور ہم تو نکال دیئے گئے اپنے گھروں سے اور

اَبْنَآىِٕنَا ؕ فَلَمَّا كُتِبَ عَلَیْهِمُ الْقِتَالُ تَوَلَّوْا اِلَّا قَلِیْلًا مِّنْهُمْ ؕ
بیٹوں سے پھر جب حکم ہوا ان کو لڑائی کا تو وہ سب پھر گئے مگر تھوڑے سے ان میں کے

وَ اللّٰهُ عَلِیْمٌۢ بِالظّٰلِمِیْنَ ﴿۲۴۶﴾
اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے گنہگاروں کو۔

کہ موسیٰ کے بعد ایک بنی اسرائیلی جماعت نے اپنے نبی سے کہا۔ وابعث لنا ملکاً نقاتل فی سبیل اللہ امن اور رفاہیت میں جماعت کی ریاست سے ہی گذر نا ممکن ہے لیکن حالت حرب میں صرف ایک طرف رجوع کرنا بہتر یا ضروری ہے۔ حسب تقاضائے حالات بنی اسرائیل نے جب قتال کی ضرورت پائی تو ایک بادشاہ کو بھی انہوں نے ضروری سمجھا ورنہ اس سے پہلے ہر قریہ میں قاضی تھے جو فیصلے کرتے تھے لیکن قتال اس بات کو ضروری کر دیتا ہے کہ تمام معاملہ ایک شخص کے ہاتھ میں ہو۔ اس واسطے انہوں نے اس نبی سے ایک بادشاہ مقرر کرنے کی درخواست کی۔ نبی نے وعدہ لیا کیا تم قتال چاہتے ہو؟ ممکن ہے جب ہم بادشاہ مقرر کر دیں تو تم جنگ سے روگردانی کر جاؤ۔ انہوں نے جواب دیا ہم پکا وعدہ کرتے ہیں کہ ہم جنگ کریں گے۔ کیونکہ ہم اپنے شہروں اور اپنی اولاد سے نکال دئے گئے ہیں۔ معلوم ہوا کہ لوگ قتال کی ضرورت محسوس اس وقت کرتے ہیں جب کہ وہ اپنے شہروں اور اپنی اولاد سے نکال دیئے جائیں لیکن ان سب باتوں کے بعد جب جنگ ان پر فرض کر دی گئی وہ پھر گئے۔ مگر تھوڑے باقی رہے۔

وَاللّٰہُ عَلِیۡمٌۢ بِالظّٰلِمِیۡنَ قتال کی طرف اقدام کرنا شجاعت چاہتا ہے اور یہ صفت صرف عدل کی محبت ہو ظلم پسند کرتا ہے اس کے ہاں شجاعت نہ ہوگی۔ ہمیں یہاں سے یہ بات معلوم ہوتی ہے جو عزت دنیا کا طالب ہو وہ حکومت کی تاسیس کے لئے تگ ودو کرے۔ اور ایسے قانون کے تحت کرے جس کے متعلق اسے یقین ہو کہ وہ اللہ کی جانب سے ہے۔ اور یہ تگ ودو اس شخص سے موجود ہو سکتی ہے جو محب عدالت ہو اور جب کسی قوم میں اقامت عدل پر اجماع ہو جائے۔ وہ دنیا میں کامیاب ہو کر رہتی ہے۔

وَقَالَ لَهُمۡ نَبِيُّهُمۡ إِنَّ ٱللَّهَ قَدۡ بَعَثَ لَكُمۡ طَالُوتَ مَلِكًاۚ

اور فرمایا ان سے ان کے نبی نے بیشک اللہ نے مقرر فرما دیا تمہارے لئے طالوت کو بادشاہ

قَالُوٓاْ أَنَّىٰ يَكُونُ لَهُ ٱلۡمُلۡكُ عَلَيۡنَا وَنَحۡنُ أَحَقُّ بِٱلۡمُلۡكِ

کہنے لگے کیوں کر ہو سکتی ہے اس کو حکومت ہم پر اور ہم زیادہ مستحق ہیں سلطنت کے

مِنۡهُ وَلَمۡ يُؤۡتَ سَعَةً مِّنَ ٱلۡمَالِۚ قَالَ إِنَّ ٱللَّهَ ٱصۡطَفَىٰهُ

اس سے اور اس کو نہیں ملی کشائش مال میں پیغمبر نے کہا بے شک اللہ نے پسند فرمایا اس کو

عَلَيۡكُمۡ وَزَادَهُۥ بَسۡطَةً فِي ٱلۡعِلۡمِ وَٱلۡجِسۡمِۖ وَٱللَّهُ يُؤۡتِي مُلۡكَهُۥ مَن

تم پر اور زیادہ فراخی دی اس کو علم اور جسم میں اور اللہ دیتا ہے ملک اپنا جس کو

يَشَآءُۚ وَٱللَّهُ وَٰسِعٌ عَلِيمٌ ﴿٢٤٧﴾

چاہے اور اللہ ہی فضل کرنے والا سب کچھ جاننے والا ہے۔

اوصاف ملک کی بحث ہے کہ جو علم و جسم کے لحاظ سے باقی لوگوں سے زائد تر ہو۔ وہ ہی حقدار ہے کہ لوگوں کی کمان سنبھالے زیادت فی الجسم، زیادت فی العلم کے لئے شرط ہے کیوں کہ بغیر صحت کے نہ قوت ہوگی نہ علم ہوگا جیسا کہ ظاہر ہے اور مال حکومت کے لئے یعنی حکم چلانے کے لئے شرط نہیں رکھی گئی۔ اس کی طرف اشارہ ۲۴۸ میں۔

وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ إِنَّ آيَةَ مُلْكِهِ أَنْ يَأْتِيَكُمُ التَّابُوتُ

اور کہا بنی اسرائیل سے ان کے نبی نے کہ طالوت کی سلطنت کی نشانی یہ ہے کہ تمہارے پاس ایک صندوق

فِيهِ سَكِينَةٌ مِّن رَّبِّكُمْ وَبَقِيَّةٌ مِّمَّا تَرَكَ آلُ مُوسَىٰ وَآلُ

کہ جس میں تسلی خاطر ہے تمہارے رب کی طرف سے اور کچھ بچی ہوئی چیزیں ہیں ان میں سے جو چھوڑ گئے تھے موسیٰ اور

هَارُونَ تَحْمِلُهُ الْمَلَائِكَةُ ۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً لَّكُمْ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ ﴿٢٤٨﴾

ہارون کی اولاد اٹھالائیں گے اس صندوق کو فرشتے بیشک اس میں پوری نشانی ہے تمہارے واسطے اگر تم یقین رکھتے ہو

اس بات کا بیان ہے کہ جب ملوکیت کسی صالح انسان میں مستقر ہو جائے تو آسمان سے برکات نازل ہوتے ہیں بنی اسرائیل سے تابوت سکینت سلب کر لیا گیا تھا۔ جب وہ قتال پر رضامند ہو گئے۔ اور بادشاہ پر بھی۔ تو انہیں دشمنوں نے بغیر کسی مشقت کے تابوت واپس کر دیا۔ یہ ملاء سافل کے ملائکہ کی تاثیر تھی۔ اور بیل گاڑی کے ذریعے کہ راستہ بھی نہ بھولے۔ اس کا ذکر تورات میں ہے لیکن ملائکہ کا ذکر نہیں۔ ہم لوگ شاہ صاحب کی حکمت کے ذریعہ یہ بات جانتے ہیں کہ ملاء سافل کے ملائکہ حیوانات کے دلوں پر ایسے حالات میں الہام کرتے ہیں حتیٰ کہ اللہ کا ارادہ پورا ہو کر رہتا ہے حجۃ اللہ البالغہ میں ملاء اعلیٰ کے ذکر میں امام صاحب نے کہا ہے کہ ان سے کم بھی ایسے نفوس ہوتے ہیں جنہیں اولین کے مطابق سعادت نہیں ملی گویا ان کا کمال یہ ہے کہ وہ اوپر سے ترشحات کو نشر کرنے سے فارغ رہیں۔ جب اوپر سے کوئی چیز مترشح ہوتی ہے تو وہ ایسے اڑتے ہیں جیسے پرندے اور بہائم طبعی تقاضوں کے مطابق وہ انسانوں کے دلوں اور حیوانوں کے دلوں پر اس کا اثر کرتے ہیں ——— ان کا ارادہ وہی بن جاتا ہے جو ان نفوس کا منشا ہوتا ہے جو ملا سافل کا حال امام صاحب نے ذکر فرمایا ہے ہمارا اعتقاد ہے کہ بیل جو تابوت اٹھاتے ہوئے تھے انہیں ان ملا سافل کے ملائکہ کے ذریعہ تاثیر ہوئی ہوگی۔ یہی معنی تحملہ الملائکہ کا ہے

فَلَمَّا فَصَلَ طَالُوتُ بِالْجُنُودِ قَالَ إِنَّ اللَّهَ مُبْتَلِيكُم

پھر جب باہر نکلا طالوت فوجیں لے کر کہا بیشک اللہ تمہاری آزمائش کرتا ہے

بِنَهَرٍ فَمَنْ شَرِبَ مِنْهُ فَلَيْسَ مِنِّيْ وَمَنْ لَّمْ يَطْعَمْهُ فَاِنَّهٗ

ایک نہر سے سو جس نے پانی پیا اس نہر کا تو وہ میرا نہیں اور جس نے اس کو نہ چکھا تو وہ بیشک

مِنِّيْٓ اِلَّا مَنِ اغْتَرَفَ غُرْفَةً بِيَدِهٖ فَشَرِبُوْا مِنْهُ اِلَّا قَلِيْلًا

میرا ہے مگر جو کوئی بھرے ایک چلو اپنے ہاتھ سے پھر پی لیا سب نے اس کا پانی مگر تھوڑوں نے

مِّنْهُمْ فَلَمَّا جَاوَزَهٗ هُوَ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ قَالُوْا لَا

ان میں سے پھر جب پار ہوا طالوت اور ایمان والے سب ساتھ اسکے تو کہنے لگے طاقت

طَاقَةَ لَنَا الْيَوْمَ بِجَالُوْتَ وَجُنُوْدِهٖ قَالَ الَّذِيْنَ يَظُنُّوْنَ

نہیں ہم کو آج جالوت اور اسکے لشکروں سے لڑنے کی کہنے لگے وہ لوگ جن کو خیال تھا کہ

اَنَّهُمْ مُّلٰقُوا اللّٰهِ كَمْ مِّنْ فِئَةٍ قَلِيْلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيْرَةًۢ

ان کو اللہ سے ملنا ہے بارہا تھوڑی جماعت غالب ہوئی بڑی جماعت پر

بِاِذْنِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ﴿۲۴۹﴾

اللہ کے حکم سے اور اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے

پھر ضروری ہے بادشاہ پر کہ وہ لشکروں کو خبر دے۔ یہ اختیار ۲۴۹ میں مذکور ہے یہ اختیار ایک طریقہ پر واقع ہوا تھا۔ فشربوا منہ جب انہوں نے دشمنوں کے لشکر کو زیادہ تعداد میں دیکھا تو ڈرے پھر نیک لوگوں نے یقین کیا کہ غلبہ قوت منظم فعالہ کو ہوگا۔ کثرت پر مدار نہیں۔ ہم اسسے امید کرتے ہیں کہ وہ ہمارے اندر برکت پیدا کرے۔ تاکہ ہم غالب آسکیں۔

وَلَمَّا بَرَزُوْا لِجَالُوْتَ وَجُنُوْدِهٖ قَالُوْا رَبَّنَآ اَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا

اور جب سامنے ہوئے جالوت کے اور اس کی فوجوں کے تو بولے اے رب ہمارے ڈال دے ہمارے دلوں میں صبر

وَّثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۲۵۰﴾

اور جمائے رکھ ہمارے پاؤں اور مدد کر ہماری اس کافر قوم پر

وہ جالوت اور اس کے لشکروں پر ٹوٹ پڑے باوجود اپنے لشکر کے قلیل تعداد ہونے کے۔ رب سے دعا کی یعنی اظہار عزم کیا۔ سبیل الحق پر مرنے کا یہ ۲۵۰ میں ہے۔

فَهَزَمُوْهُمْ بِاِذْنِ اللّٰهِ وَقَتَلَ دَاوٗدُ جَالُوْتَ

پھر شکست دی مومنوں نے جالوت کے لشکر کو اللہ کے حکم سے اور مار ڈالا داؤد نے جالوت کو

داؤد موسیٰ علیہ السلام کے بعد بنی اسرائیل کا خلیفہ ہے اللہ نے ذکر کیا ہے کہ۔

وَاٰتٰىهُ اللّٰهُ الْمُلْكَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَهٗ مِمَّا يَشَآءُ ؕ

اور دی داؤد کو اللہ نے سلطنت اور حکمت اور سکھایا ان کو جو چاہا

یہ بنی اسرائیل کا سنہری دور تھا۔ اور داؤد کے بعد سلیمان۔ پس ارتقاء ارتفاق ثانی میں ادنیٰ سے اعلیٰ کی طرف یہاں تمام ہوتا ہے ذکر ہے ۲۵۱، ۲۵۲ میں

وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّفَسَدَتِ الْاَرْضُ وَلٰكِنَّ

اور اگر نہ ہوتا دفع کرا دینا اللہ کا ایک کو دوسرے سے تو خراب ہو جاتا ملک لیکن

اللّٰهَ ذُوْ فَضْلٍ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ﴿۲۵۱﴾ تِلْكَ اٰيٰتُ اللّٰهِ نَتْلُوْهَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ ؕ

اللہ بہت مہربان ہے جہان کے لوگوں پر یہ آیتیں اللہ کی ہیں ہم تجھ کو سناتے ہیں ٹھیک ٹھیک

وَاِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۲۵۲﴾

اور تو بے شک ہمارے رسولوں میں ہے

اشارہ ہے اس بات کی طرف کہ اس طرح تیری قوم میں واقع ہوگا۔ ارتفاق ثانی کا باب اس آیۃ پر ختم ہوگیا۔

ارتفاق ثانی کی قسم اعلیٰ

جو وسیع مفہوم میں آکر ارتفاق ثانی کہلاتا ہے

تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ۘ مِنْهُمْ مَّنْ كَلَّمَ

یہ سب رسول فضیلت دی ہم نے ان میں بعض کو بعض سے کوئی تو وہ ہے کہ کلام فرمایا

اللّٰهُ وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجٰتٍ ؕ وَاٰتَيْنَا عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ

اس سے اللہ نے اور بلند کئے بعضوں کے درجے اور دیئے ہم نے عیسیٰ مریم کے بیٹے کو

الْبَيِّنٰتِ وَاَيَّدْنٰهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ ؕ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا اقْتَتَلَ

معجزے صریح اور قوت دی اس کو روح القدس یعنی جبرئیل سے اور اگر اللہ چاہتا تو نہ لڑتے وہ لوگ

الَّذِيْنَ مِنْ بَعْدِهِمْ مِّنْ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنٰتُ وَلٰكِنِ

جو ہوئے ان پیغمبروں کے پیچھے بعد اس کے کہ وہ پہنچ چکے ان کے پاس صاف حکم لیکن

اخْتَلَفُوْا فَمِنْهُمْ مَّنْ اٰمَنَ وَمِنْهُمْ مَّنْ كَفَرَ ۭ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ

ان میں اختلاف پڑ گیا پھر کوئی تو ان میں ایمان لایا اور کوئی کافر ہوا اور اگر چاہتا اللہ

مَا اقْتَتَلُوْا ۣ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَفْعَلُ مَا يُرِيْدُ ﴿۲۵۳﴾

تو وہ باہم نہ لڑتے لیکن اللہ کرتا ہے جو چاہتا ہے

۲۵۳ اشارہ ہے ملوک اور اقوام کے باہمی تقاتل کا۔ جب کہ وہ ارتقاق ثالث میں توسع اختیار کرتے ہیں۔ ہر قوم کا بادشاہ ہوتا ہے۔ یا وہ بادشاہ نبی کی صورت میں ہوتا ہے۔ جیسے کہ داؤد علیہ السلام۔ یا بادشاہ دوسرا ہوتا اور نبی صرف اس کی تائید کرتا ہے۔ پس ان نبوتوں اور بادشاہتوں میں مختلف اقوام ابھرتی ہیں اور اس آیۃ میں یہی اشارہ ہے۔ اس میں فضائل گوناگوں ہیں اور منتشر ہیں ان میں انتشار عموم و خصوص من وجہ کا ہوتا ہے (یعنی کوئی نبی کسی پہلو سے فضیلت رکھتا ہے اور کسی طرح کی)

امثلہ (۱) ان میں سے ایک وہ ہیں جن سے اللہ میاں ہم کلام ہوئے جیسے موسےٰ علیہ السلام۔

(۲) بعضوں کے درجات بلند ہوتے ہیں جیسے حضرت محمد تمام جہانوں کے لئے مبعوث ہوئے۔

(۳) ابراہیم تمام انسانیت کے لئے امام بنائے گئے۔

(۴) عیسےٰ کو بینات دیئے گئے روح القدس سے ان کی تائید کی گئی۔ یہ چاروں ایک دوسرے کسی نہ کسی نوعیت میں افضل ہیں۔ اور انبیاء کی تاثیر بعض بادشاہانہ حالت میں اور بعض امتوں میں آ کر اختلاف اقوام پیدا کرتی، ہر قوم افضلیت کا دعوےٰ کرتی ہے اور چاہتے ہیں کہ باقیوں کو ملکی طاقت سے تابع کرلیں۔ اس لئے نتیجۃً وہ اقتتال کرتے ہیں یہ اقتتال و تقاتل انبیاء کو ایک دوسرے سے فضیلت دینے سے ہوتا ہے۔ اور اس میں بھی حکمت ہے کہ انسانیت حکومت عالیہ کے لئے ترقی کرے۔ اگر یہ حکمت مضمر نہ ہوتی تو وہ آپس میں جنگ و جدال نہ کرتے اسی بات کا اشارہ ہے۔ ولو شاء اللہ ما اقتتلوا ولکن اللہ یفعل ما یرید۔ تو مسلمان ارتفاق رابع قائم کرنے کے لئے مامور ہیں۔ وہ ایسی اجتماعیت ہے کہ تمام دنیا کے لوگوں کو باہم جمع کر دیتی ہے۔ اور اس کے لئے ضروری ہے کہ انفاق کثیر ہو اور انفاق اموال کے تحت انفاق فضائل بھی ہو اور اجتماعیت صالحہ تمام لوگوں کو ایک کلمہ پر منتظم کر دے۔ اس بنیاد پہ کہ حکم اور ملک اللہ واحد کے لئے ہے۔ یعنی اللہ کی کتاب کے لئے اسی بات کا اشارہ ہے۔

۲۵۴ میں

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ

اے ایمان والو خرچ کرو اس میں سے جو ہم نے تم کو روزی دی پہلے اس دن کے

اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا بَيْعٌ فِيْهِ وَلَا خُلَّةٌ وَّلَا شَفَاعَةٌ ۭ

آنے سے کہ جس میں نہ خرید و فروخت ہے اور نہ آشنائی اور نہ سفارش ہے

وَالْكٰفِرُوْنَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۝۲۵۴

اور جو کافر ہیں وہی ہیں ظالم ہے

اور مراد کافر ظالم سے وہ لوگ ہیں جو اجتماعیت عامہ قائم کرنے میں مخل و مانع ہوں، **تمام شد**

باب خامس باب الخلافۃ

اس کی ابتدا آیۃ الکرسی سے ہے اور اختتام آخر سورۃ تک ہے۔ ہم پہلے بیان کر آئے ہیں کہ ہمارے نزدیک تقسیم نزالی ہے۔ ہم اس تقسیم کی طرف رجوع کرتے ہیں اس لئے کہ ہر باب میں ذکر اللہ ایمان باللہ اور خطیرۃ القدس کی طرف توجہ والی آیات سے ہوتا ہے۔

۱:- باب الاخلاق ———— فاذکرونی اذکرکم

۲:- باب ثانی ———— والٰھکم اللہ واحد

۳:- باب ثالث ———— لیس البر ان تولوا وجوھکم

۴:- باب رابع ———— اللہ لا الٰہ الا ھو الحی القیوم

۵:- باب خامس اثبات ضرورۃ نزول قرآن اس کے لئے مقدم ہے۔

ہمارا نظریہ جو باب الخلافہ میں ہے وہ یہ ہے کہ ۱ خلافت بغیر جماعت کے قائم نہیں ہوتی ۲ رئیس اور ریاست امم پر وہ بھی اسی جماعت کا کام ہے ۳ جماعت ان قوموں کیلئے نصب رئیس اور انتخاب رئیس کرے رئیس قائم کرنا ڈائرکٹ قوموں کے ذریعہ جائز نہیں۔

یا بالفاظ دیگر اس کی ضرورت ہی نہیں کہ وہ اقامت ریاست میں مداخلت کریں۔ کیوں کہ اس کا نتیجہ آخر کار نزاع و فساد ہوتا ہے۔ ہمارے ہاں اسی طرح کا معاملہ ہو رہا ہے۔

(ہونا ایسا چاہیئے) کہ اہل اسلام کی ہر قوم ایک آدمی کو پیش کرے جو کتاب اللہ کا زیادہ عالم ہو اور سنت نبوی اور خلفاء راشدین کے معمولات کا عالم و عامل ہو اور وہ آدمی اسی قوم کے مثل ہو۔ نفع ذاتی اسے ملحوظ

نہ ہو۔ اس طرح کا آدمی قوم مرکز تک پہنچائے۔ اسی طرح سے مرکز میں تمام اقوام کی اجتماعیت جمع ہو جائیگی۔ وہ اجتماعیت کتاب اللہ کے قیام کے لیے مرکز امم کا درجہ رکھیگی۔ اگر مرکز میں اجتماعیت کل اقوام کی جمع ہو جائے اور اس اجتماعیت پر اقوام کا اعتماد بھی ہو کیوں کہ ہر قوم کے مصالح کی رعایت ضروری ہوگی، تو پھر ہر قوم سے بھیجے ہوئے نمائندوں کی ضرورت نہ رہے گی۔ اور لبسا اوقات اس جماعت کی طرف داعی اللہ کی طرف سے رجل معین ہوگا تو اجتماعیت جو اس کی تعلیم و دعوت سے پیدا ہوگی۔ اس پر تمام اقوام و امم اعتماد کریں گے، موجودہ زمانہ کے اصطلاحات کے لحاظ سے ہم اس کا نام جمعیۃ مرکزیہ رکھتے ہیں۔ جب ہم نے قوموں کی سیاسیات کو تلاش کیا تو ہم نے اس زمانہ میں کسی قوم کبھی مملکت کسی دولت اور حکومت میں قوت نہیں دیکھی مگر اس وقت جب کہ قوم کسی جماعت صالحہ پر اعتماد رکھتی ہو۔ ان کاموں کے متعلق جو اس کے ذمہ سپرد کئے گئے ہوں اس کا نام آج کی اصطلاح میں "پارلیمنٹ" ہے۔ یعنی جماعت مرکزیہ جس میں تمام اسامی برابر ہوتے ہیں، اور جس میں یہ قوت مفقود ہو تو وہ قوموں کی منڈی میں کوئی قیمت نہیں رکھتی خواہ وہ اپنی تاریخ یا اپنی خواہشات کے گھمنڈ میں ہے۔ جب ہمیں یہ یقین ہو گیا تو ہم نے کتاب اللہ میں نظر کی اور سنت نبویہ اور طریقہ خلفاء راشدین میں نظر دوڑائی پس جس چیز سے طبیعت مطمئن ہوئی وہ اللہ کا قول یہ ہے: السابقون الاولون من المهاجرين والانصار الذين اتبعوهم باحسان رضي الله عنهم ورضوا عنه اس میں اس اجتماعیت مرکزیہ کی طرف اشارہ ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے حکم قرآن کے قیام کے لئے کوشش کی جو تمام اقوام پر جاری و ساری ہو۔ یہ وہ لوگ ہیں جو اس میں کامیاب ہوئے۔ یہی اللہ کی زمین پر اللہ کے خلفاء ہیں اور یہ جماعت اگر رئیس مملکت کی ضرورت محسوس کریں تو اس کا انتخاب کریں۔ اس کا نام ہم خلیفہ رکھتے ہیں۔ اور یہ رجل رئیس نائب ہے کہ خلیفۃ الخلفاء کے نام سے موسوم کیا جائے اور جب یہ رئیس وفات پا جائے تو اس کا جانشین دوسرا ہوگا۔ اور امت کو انتخاب رئیس میں مداخلت کا کوئی حق نہیں ہوگا۔

البتہ امت کو اس جماعت کی تنظیم کا حق ہے۔ یا اس طرح کہ امت اس جماعت کے موجودہ شخص پر راضی ہو یا اپنے میں سے کوئی مبعوث بھیج کر۔ پس جب اجتماعیت مرکزیہ منظم ہو جائے تو اقوام کے لئے اس جماعت کے رئیس کے انتخاب کا کوئی حق نہیں ہوگا۔ اب اگر اس جماعت کا نام جماعت خلفاء رکھیں تو وہ ہماری مراد کی وضاحت کے لئے زیادہ موزوں ہوگا۔ ہر قوم اجتماعیت مرکزیہ میں خلیفہ نصب کرتی ہے لیکن خلیفۃ الخلفاء کے لئے اقوام کو کوئی حق نہیں۔

ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سابقین اولین الخ میں سے ایک فرد گردانتے ہیں۔ اور تا دم زیست وہ خلیفۃ الخلفاء ہے پھر اس جماعت نے اپنا خلیفہ ابوبکر صدیقؓ کو منتخب کیا پھر فاروقؓ کو پھر عثمانؓ کو منصب خلفا کا حق انہی کو تھا۔ اور انہیں عزل یعنی برخواست کرنیکا بھی حق ہاں البتہ اس مرکزی جماعت کی تنظیم کا کام تمام اقوام کے سپرد ہے۔ بشرطیکہ وہ کتاب کے قیام کا ارادہ رکھتے ہوں۔ ہندوستان افغانستان توران عرب تمام آج تک شیعی حکومت اپنے پر پسند نہیں کرتے لیکن وہ اس کے قیام کے لئے بھی کوئی راہ نہیں ڈھونڈتے۔

اور آج بھی قرآن کریم کی سلطنت ممکن ہے کہ اقوام اسلامیہ پر قائم کی جائے۔ لیکن یہ تب ہی ممکن ہے کہ ہم عمال افسران اعلیٰ) گورنرز کی طرح اجتہاد کریں۔ لیکن اگر ہم اجتہاد نہ کریں تو کچھ نہ ہوگا اور عدم اجتہاد سے اور اجتہاد سے مایوس سلاطین اور ان کے معاونین سے پیدا ہوتی ہے۔ وہ معاونین علماء آرام پرست ہیں۔ اس نظریہ پر ہم اس باب کی تشریح کرتے ہیں سورۂ بقرہ سے اور جو چیز ہم نے اپنے اہل عصر سے دریافت کی ہے وہ یہی ہے جس کی تحقیق امام ولی اللہ اپنی کتاب ازالۃ الخفاء میں کر چکے ہیں وہ خلیفۃ الخلفا کو جماعت خلفا سے اقوی مانتے ہیں۔ وہ اپنی جگہ حق و صادق بات ہے لیکن اس کا اطلاق زمانہ نبی پر ہوتا ہے۔ اس کے بعد کے خلفاء کے متعلق یہ نظریہ لوگوں نے جو قائم کیا ہم اسے قبول نہیں کرتے۔ اس کے بعد یعنی زمانہ نبی کے بعد تو حقیقت یہ ہے کہ جماعت خلفاء خلیفہ خلفاء سے زیادہ قوی ہے۔ یہ بات زمانہ فاروقؓ سے معلوم ہوتی ہے جب یہ جماعت سے وہ سوال کرتے ہیں کہ اگر میں خلاف اصول چلوں تو تم میرے ساتھ کیا سلوک کروگے ؟ تو سب نے جواب دیا ہم تیری گردن اڑا دیں گے۔ (یا تلوار سے تجھے سیدھا کریں گے) اس کے بعد حق جماعت سے آنکھیں بند کرنا کسی کے لئے روا نہیں۔ ورنہ یہ ظلم سمجھا جائے گا۔

ہم سورۂ ہذا کا آخری حصہ اس مطلب کی تکمیل کے لئے پیش کرتے ہیں۔ پھر ما بقی کی تکمیل کریں گے۔ ۲۸۴ لِلّٰهِ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَمَا فِى الْاَرْضِ۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ حکومت بادشاہت ملک صرف اللہ واحد کا ہے۔ صرف اسی مقصد کے لئے نبی صلعم مبعوث ہوئے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ کتاب اللہ کا حکم تمام زمین پر نافذ ہو اور اللہ کی حکومت آسمانوں زمینوں میں پوری ہے جو اس کی مخالفت کریں یعنی کتاب اللہ کے قیام کی ان سے اللہ میاں خاص طرز سے حساب لے گا۔ عام طرز سے حساب ان سے نہ ہوگا۔

اس کا اشارہ ہے وان تبدوا ما فی انفسکم او تخفوہ الخ یہ آیت خاص طور پر خلفاء اللہ کے لئے ہے۔ کہ اگر وہ کسی فرد یا قوم کے حق میں خلاف امر کتاب اللہ کوئی چیز چھپا رکھیں گے تو اللہ ان سے حساب لیگا پھر اسے بخشے گا جس کی حسنات (نیکیاں) غالب ہوں گی اور اسے عذاب دے گا جس کی سیئات (برائیاں) غالب ہوں گی

وَاللّٰهُ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ﴿۲۸۴﴾

اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے

یعنی مغفرت و عذاب پر۔ یہی مطلب ہے، یعذب من یشاء کا۔ کہ شرف خلافت اس قوم سے اللہ تعالیٰ سلب کر لیتا ہے۔ جو اسکے میثاق کی مخالفت کرے۔

اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَیْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَالْمُؤْمِنُوْنَ

مان لیا رسول نے جو کچھ اترا اس پر اسکے رب کی طرف سے اور مسلمانوں نے بھی

رسل اور مومنین جماعت واحد ہیں۔ مومنین خلیفہ ہیں اور رسول خلیفۃ الخلفاء ہے۔ ہر ایک نے اس عہد و پیمان کو تسلیم کیا اور اس پر ایمان لے آئے۔ اس کی تصریح بعد والی آیت میں ہے

كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ قف

سب نے مانا اللہ کو اور اس کے فرشتوں کو اور اس کی کتابوں کو اور اسکے رسولوں کو

یہ خطیرۃ القدس کا عنوان ہے۔

لَا نُفَرِّقُ بَیْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ قف

کہتے ہیں کہ ہم جدا نہیں کرتے کسی کو اسکے پیغمبروں میں سے

شعار حنیفیت کی تصریح ہے۔ جب اللہ تعالیٰ نے ابراہیم کو انسانیت کا امام بنایا تو ان پر واجب ہے، کہ وہ ہر رسول کی تصدیق کریں جو اقوام دنیا میں سے کسی قوم کی طرف آیا۔ یہ اجتماعیت کا ایمان جو دنیا کے تمام انبیاء پر ہو۔ دعوت ابراہیم ہے۔ پس جن لوگوں نے ہمارے فقہا میں سے اپنی قومیت کا تعصب کیا اور دوسرے انبیا کی تردید کی وہ ہم میں سے نہیں۔ فلاح ہرگز نہ پائیں گے۔ اگر وہ قرآن کو مضبوطی سے پکڑیں اور نیز یہ کہیں کہ تمام انبیاء کا دین ہے وہ حق پر ہیں۔ خواہ وہ تفاصیل سے واقف نہ ہوں۔ لیکن وہ لوگوں پر ظلم کرتے ہیں۔ وہ اپنے فقہا کے طائفہ کے

لئے تعصب کرتے۔ اور باقی تمام اقوام کے انبیاء کا انکار کرتے ہیں۔ اس فساد کو فقہاء کے دلوں سے نکالنے کے لئے ہم علوم حدیث و فقہ کی دعوت دیتے ہیں شاہ ولی اللہ کی اتباع کے ساتھ۔ جیسے کہ ہم انہیں تفسیر قرآن اور علوم حکمت کے لئے شاہ صاحب کی حکمت کی طرف دعوت دیتے ہیں۔ اگر کوئی شخص امام ولی اللہ کا مقام حاصل کرے ہم اسے امام مذکور کا مساوی درجہ ضرور دیں گے۔ اب تفصیل یہ ہے کہ رسول اللہ اور مومنین نے کہا۔

وَقَالُوا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَاِلَيْكَ الْمَصِيْرُ ﴿۲۸۵﴾

اور کہہ اٹھے کہ ہم نے سنا اور قبول کیا تیری بخشش چاہتے ہیں اے ہمارے رب اور تیری ہی طرف لوٹ کر جانا ۔

یعنی اگر ہم کسی چیز کو عزم سے بھلا دیں اور غافل ہو جائیں۔ تو اس کا مواخذہ ہوگا۔ لیکن اگر ارادہ نہیں تو یا اللہ تیری مغفرت کے امیدوار ہیں۔ اللہ نے ان کی یہ دعا منظور فرمائی اس کے بعد کی آیت میں انکی دعا مقبولیت کا اشارہ ہے

لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا

اللہ تکلیف نہیں دیتا کسی کو مگر جس قدر اس کی گنجائش ہے

یہ قاعدہ کلی ہے جس کی خلاف ورزی کبھی نہ ہوگی۔ اسی تکلیف سے مواخذہ پیدا ہوتا ہے۔ اس لئے کہ انسان اگر کوئی کام مرضی سے کرتا ہے۔ اور اختیار سے تو اس کا نفس اس عمل کی روح کو جذب کر لیتا ہے اگر وہ نیک کام ہے تو اس کے فائدہ کے لئے ہے اور اگر وہ بد ہے تو اس کی پاداشں اس پر ہے۔ اس کا اشارہ ہے۔

لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ

اسی کو ملتا ہے جو اس نے کمایا اور اسی پر پڑتا ہے جو اس نے کیا

مواخذہ اس کے ارادہ و عزم پر جاری ہوتا ہے اور عزم مومنین ان کی دعا میں ظاہر ہے۔

رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا اِنْ نَّسِيْنَا اَوْ اَخْطَاْنَا ج

اے رب ہمارے نہ پکڑ ہم کو اگر ہم بھولیں یا چوکیں

کیوں کہ نسیان وخطا ارادہ کے تحت شامل نہیں۔ وہ چاہتے کہ مغفرت کئے جائیں۔ اللہ نے انکی دعا منظور فرمائی۔

رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَآ إِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهُۥ عَلَى ٱلَّذِينَ مِن قَبْلِنَا

اے رب ہمارے اور نہ رکھ ہم پر بوجھ بھاری جیسا رکھا تھا ہم سے اگلے لوگوں پر

جو کچھ ہمیں معلوم ہوا وہ یہ ہے کہ ہم پر دو حکومتیں نہیں ہوسکتیں۔ یعنی ایک تو قرآن کی حکومت ہو دوسری اس کے اوپر دوسری قوم کی حکومت ہو۔ جب ہم پر ہماری حکومت ہو تو ہم بیشک اقامت حکم قرآن کے متعلق ذمہ اور مسئول ہیں۔

رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهِۦ

اے رب ہمارے اور نہ اٹھوا ہم سے وہ بوجھ کہ جس کی ہم کو طاقت نہیں

یعنی جس کی ہمیں طاقت نہیں۔ بلکہ مشقت وتکلیف ہے وہ ہم پر محمول نہ کر۔ بلکہ ارتقاقات میں تیسیر وسہولت ہو۔

وَٱعْفُ عَنَّا وَٱغْفِرْ لَنَا وَٱرْحَمْنَآ

اور درگذر کر ہم سے اور بخش کر ہم کو اور رحم کر ہم پر

یعنی مدارج خلافت عمومیہ کی تکمیل میں۔

أَنتَ مَوْلَىٰنَا

تو ہی ہمارا رب ہے

فقط تو ہمارا سردار ہے کوئی دوسری شخصیت یا انسان نہیں۔

فَٱنصُرْنَا عَلَى ٱلْقَوْمِ ٱلْكَٰفِرِينَ ﴿٢٨٦﴾

مدد کر ہماری کافروں پر

یعنی معاندین پر فتح دے۔ آمین،

فطرت انسانیہ کے موافق ہے اور یہ بات ظاہر ہو چکی ہے

لِلّٰہِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْض اس میں اشارہ آیۃ الکرسی کی طرف تفصیل سے ہے۔ یہ شرح ہے اس بات کی کہ تمام جو آسمانوں زمینوں میں ہے وہ اللہ کے لئے ہے۔

آیت ۰۰ ۵ میں آیۃ الکرسی میں خلفاء کا مفصل بیان ہے۔ اور حظیرۃ القدس کی پوری شرح ہے۔

اَللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ اَلْحَیُّ الْقَیُّوْمُ ۚ

اللہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں زندہ ہے سب کا تھامنے والا ہے

تجلی اعظم کی تعبیر ہے۔ الحیّ القیّوم حیات عالم کی صورت کبریٰ اور اس کا مرجع القیّوم تمام مادہ کا مرجع

لَا تَاْخُذُہٗ سِنَۃٌ وَّلَا نَوْمٌ ؕ

نہیں پکڑ سکتی اس کو اونگھ اور نہ نیند

اس سے تمام اسکی مخلوق جدا ہو گئی۔

لَہٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ ؕ

اسی کا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے

بادشاہت حکومت اور ملک آگیا۔ تفصیل بعد میں ہے۔

مَنْ ذَا الَّذِیْ یَشْفَعُ عِنْدَہٗٓ اِلَّا بِاِذْنِہٖ ؕ

ایسا کون ہے جو سفارش کرے اس کے پاس مگر اجازت سے

یہ پورا ملک اور پوری بادشاہت کا ذکر ہے۔

یَعْلَمُ مَا بَیْنَ اَیْدِیْھِمْ وَمَا خَلْفَھُمْ ۚ وَلَا یُحِیْطُوْنَ بِشَیْءٍ مِّنْ

جانتا ہے جو کچھ خلقت کے روبرو ہے اور جو کچھ ان کے پیچھے ہے اور وہ سب احاطہ نہیں کر سکتے کسی چیز کا اسکی

عِلْمِہٖٓ اِلَّا بِمَا شَآءَ ۚ

معلومات میں سے مگر جتنا کہ وہی چاہے۔

احاطہ علمیہ صرف اللہ کو ہے وہی موجب ہے کہ ہر چیز اسی کی ہے

وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ ۚ

گنجائش ہے اس کی کرسی میں تمام آسمانوں اور زمین کو

کرسی اور عرش میں فرق نہیں۔ اس کے دو اعتبار (پہلو) ہیں۔ ایک اعتبار سے عرش ایک اعتبار سے کرسی۔ جیسے فرض کرو ایک جسم عظیم ہے کرہ محیط ہے جمیع اجسام کو۔ لازماً اس کے لئے دو سطح ہوں گی۔ ایک بالائی ایک نشیبی۔ نشیبی حصہ لازماً چھوٹا ہوگا مضبوطی اور سختی کے لحاظ سے اور موٹاپے کے لحاظ سے اگر ہم کرسی کو تحتانی حصہ قرار دیں اور فوقانی لحاظ سے عرش قرار دیں تو ہمارے مفہوم کے یہ بات مخالف نہیں وسع کرسیہ السموات الخ یعنی سموات وارض کو محیط ہے اور اعظم واقویٰ ہے۔ سموات سے اسی طرح قوت بڑھتی جائے گی جوں جوں امر ارتقا پذیر ہوتا جائے گا۔ مثلاً تجلی اسی عرش پر قائم ہے اور اس کو برابر برابر احاطہ کئے ہوئے ہے تو یہ تجلی عرش سے اقوی ہوگی۔ اگر ہم تجلی کی مثال صورت لیں جو ہم شیشہ میں ظاہر دیکھتے ہیں مثلاً۔ تو سوچنے والا سوچے گا کہ تجلی مظہر سے یعنی شیشہ سے کمزور ہوگا۔ کیونکہ شیشہ ہماری صورت سے زیادہ قوی ہوتا ہے تو یہ مثال نہیں فقط سمجھانے کے لئے ایک مثال ہے پھر جو صفت اللہ کے عرش پر تجلی پذیر ہے وہ تجلی سے زیادہ قوی ہے۔ پھر اللہ کی ذات جسے ہم کلمۂ اللہ کا مصداق سمجھتے ہیں۔ وہ تمام صفات سے قوت میں زیادہ ہے جس کی کوئی انتہا نہیں۔ اس طریقہ سے انسان اللہ کی عظمت سمجھ سکتا ہے۔ اس کا اشارہ ہے

وَلَا يَئُوْدُهٗ حِفْظُهُمَا ۚ وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ ﴿۲۵۵﴾ لَآ اِكْرَاهَ

اور گراں نہیں اس کو تھامنا ان کا اور وہی ہے سب سے برتر عظمت والا ف زبردستی نہیں

فِي الدِّيْنِ ۚ قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ ۚ

دین کے معاملہ میں بے شک جدا ہو چکی ہے ہدایت گمراہی سے

تو خلافت الٰہیہ ان اقوام کی مرضی سے ہوگی۔ جو اللہ پر ایمان رکھتے ہیں۔ اور وہ جماعت مومن اقوام میں ہوگی۔ کافر اقوام میں نہیں۔ اور یہ اکراہ نہیں سبب کہ رشد غی سے چھٹ جائے۔ کیونکہ دعوت قرآنیہ

اور انسان کی بھلائی اسی میں ہے کہ وہ اسکی اتباع کرے۔ اور انسانیت کے لئے اسکی اتباع ترک کرنا جائز نہیں
ہاں البتہ جب وہ فطرت سے منحرف ہو جائے۔ اور اسی طرح وہ اکراہ جو انسانیت پر خلافت واجب اور قائم
کر دینے کا ہو گا۔ وہ اکراہ نہ گردانا جائے گا۔ اور جو اس آیت کی تشریح یہ کرتے ہیں کہ انسان مہمل چھوڑ دیے
جائیں۔ خواہ ہدایت کا قانون اپنی ظاہر ہدایت سے بھی واضح ہو جائے اور لوگ کسی بات کے مکلف نہیں جو چاہیں کریں۔ تو یہ
تفسیر نہیں بلکہ تحریف ہے۔ آج کل مغربی لوگ اس آیت کو اپنی آزاد خیالی کے لئے پڑھ دیتے ہیں حالانکہ مغربی
لوگوں کی منشا بھی صرف یہ ہوتی ہے کہ مسلمان ان کے معارض نہ آئیں اور حکم یورپ کے سامنے سر تسلیم خم کر دیں۔
فتح الرحمٰن میں اس آیت کا ترجمہ یہ کہ "نیست جبر کردن برائے دین" یعنی حجت اسلام ظاہر شد۔
پس گویا جبر کردن نیست اگرچہ فی الجملہ جبر باشد، ہر آئینہ ظاہر شدہ است راہیابی از گمراہی"
کسی مفسر کی ایسی تفسیر ہم نے نہیں دیکھی۔ ہمارا یقین ہے کہ مغربی لوگ قرآن کے سامنے جھک رہے ہیں۔ لیکن ہم ان کے
دین کے سامنے جھک رہے ہیں۔ کیا اس طرح اجتماعیت ہماری تمام ہو سکتی ہے؟

تنبیہ:۔ جنگ عظیم کے بعد جب تمام قوموں کی جماعت بنی ہمارے تو بہت سے بھائی لوگ خوش
ہوئے لیکن میں ان کی جماعت الاقوام کی غرض سمجھ گیا کہ یہ تقسیم غنیمت کے لئے جماعت بن گئے ہیں جو کہ انہوں نے مسلمانوں
یا دوسرے لوگوں سے حاصل کیا تھا۔ ان کا حکم لازمی طور پر تمام مغلوبین کے لئے ضروری ہو جانا سلئے میں اس کی رخصت
نہیں دیتا تھا۔ ہمارے ساتھی مہندر پرتاب اپنے رفیق سے جب ملے تو اس نے ہماری بات کو
پسند نہ کیا ——— اور پھر سال دو سال کے بعد ہم ملے تو اس نے ہماری رائے کو صحیح قرار دیا
انسانیت قائم نہیں رہ سکتی مگر فطرت کے مطابق ہو کر۔ پس جو قومیں ایک بہتر اور تندرست نظام پر
متفق ہیں اور وہ دنیا میں موجود ہیں۔ وہی دوسروں پر غالب رہ سکتے ہیں۔ کیا اس کے بغیر انسانیت سکون
یا ترقی حاصل کر سکتی ہے؟ نہیں۔ تو ہم اہل قرآن پر ضروری ہے کہ ہم دنیا کی تمام اقوام پر ثابت کر دیں کہ انسانیت
کے ہاتھ میں قرآن سے بہتر کوئی نظام نہیں اور پھر ہم قرآن کے ماننے والوں کی اجتماعیت منظم کریں سب قومیں
برابر ہیں (بلحاظ صرف ایمان بالقرآن کا ہے) پس وہ جماعت مخالف قوموں پر غالب آ کر رہیگی۔ صرف حکومت
کے لحاظ سے ہی نہیں۔ بلکہ ارشاد و ہدایت کے اعتبار سے بھی جیسے کہ والد اولاد پر غالب ہوتا ہے۔ اس کے بعد
جو اسکے خلاف کھڑا ہوا وہ قتل کر دیا جائے فقط۔

میں عصبۃ الاقوام کے بارہ میں یہی کہتا تھا کہ اگر وہ حق قائم کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں تو انہیں چاہیے

کر عصبیت الامم کے لئے قوت عسکری مہیا کریں جو عصبیۃ الامم کے حکم کے مخالفین سے جنگ کر سکے ہم کہتے ہیں کہ ہماری مراد یہ ہے کہ جسے حق سمجھتے ہیں اسے قائم کریں لیکن جب ان کے ہاتھ میں قوت عسکری نہ ہوگی تو وہ فقط دوسری قوموں کے لئے جنگ کرتی رہے گی ۔ ورنہ پس مغلوب اپنے ملک پر انکے مالک وقابض ہونے پر راضی رہیں گے ۔ پھر وہ مہندر پرتاب دو سال کے بعد مجھ سے ملا اور اس نے کہا کہ متفکرین عصبیۃ الامم کے لئے قوت عسکری چاہتے ہیں لیکن اس پر سوائے انگریز کے کوئی راضی نہیں ۔ ہماری غرض یہ ہے کہ بغیر قوت کے عدل وحق کو قائم کرنا ممکن ہی نہیں ۔ یہ خلاف فطرت ہے بغیر قوت کے دعوتِ حق تو دی جا سکتی ہے مگر اس کی منشا بھی قوت جمع کرنا ہوتی ہے ۔ لیکن سرے سے لزوم قوت کی نفی یہ فطرت کا ابطال ہے ۔ جن نے دعوت مسیح وبدھ کی تشریح یہ کی ہے کہ وہ سرے سے قوت کی نفی کرتے ہیں اس نے غلط تشریح کی ہے ۔ اور کلام مسیح وبدھ کی تحریف کی ہے ۔ البتہ اجتماع قوت کے لئے دعوت قوت کے ذریعہ نہیں ہوتی لیکن جب قوت منظم ہو جائے تو دعوت کی وہ تائید کرتی ہے ۔ لیکن جب دعوت کی بنیاد رشد پر ہو اور اس کے مقابلہ میں کوئی صالح نظام نہ ہو تو قوت کی تائید سے ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ لا اکراہ فیہا ۔

فَمَنْ يَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَيُؤْمِنْ بِاللّٰهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ

اب جو کوئی نہ مانے گمراہ کرنے والوں کو اور یقین لاوے اللہ پر تو اس نے پکڑ لیا

بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى ۚ لَا انْفِصَامَ لَهَا ۗ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ (۲۵۶)

حلقہ مضبوط جو ٹوٹنے والا نہیں اور اللہ سب کچھ سنتا جانتا ہے ۔

فطرت کو مضبوطی سے پکڑنا ۔ اور اس دین کو جو فطرت کے موافق ہو ۔ اسے تمسک بالعروۃ الوثقیٰ کہتے ہیں اور دعوت قرآنی فطرت انسانی کے موافق ہے ۔ اس کی اساس حجۃ اللہ البالغہ میں مستحکم ہے ۔ پس صاحب علم کو چاہیئے کہ وہ اس رشد کی تلاش کے لئے اس کے گرد جمع ہوں اور رشد حاصل کریں ، جو غی سے جدا ہوا ۔

اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ۥ وَالَّذِيْنَ

اللہ مددگار ہے ایمان والوں کا نکالتا ہے ان کو اندھیروں سے روشنی کی طرف اور جو لوگ

كَفَرُوْٓا اَوْلِيٰٓـُٔــهُمُ الطَّاغُوْتُ يُخْرِجُوْنَهُمْ مِّنَ النُّوْرِ اِلَى الظُّلُمٰتِ

کافر ہوئے ان کے رفیق ہیں شیطان نکالتے ہیں ان کو روشنی سے اندھیروں کی طرف

أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ ۖ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ﴿٢٥٧﴾

یہی لوگ ہیں دوزخ میں رہنے والے وہ اسی میں ہمیشہ رہیں گے۔

ایمان باللہ اللہ کی دوستی سے حاصل ہوتا ہے۔ اللہ نے جیسے فطرت کو پیدا کیا ہے ویسے ہی لوگوں کے لئے یہ بھی آسان کر دیا ہے کہ وہ اسکی موافقت کریں۔ پس جب انسان اقامت فطرت کا صحیح ارادہ کر لے تو اللہ بھی اس کی تائید کرتا ہے اور جب اس کا ارادہ اتباع فطرت سے منحرف ہو تو اللہ اسکی تائید نہیں کرتا۔ اس کا اشارہ ۲۵۷ میں ہے۔

أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِي حَاجَّ إِبْرَاهِيمَ فِي رَبِّهِ أَنْ آتَاهُ

کیا نہ دیکھا تو نے اس شخص کو جس نے جھگڑا کیا ابراہیم سے اس کے رب کی بابت اسی وجہ سے کہ دی تھی

اللَّهُ الْمُلْكَ إِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ رَبِّيَ الَّذِي يُحْيِي وَ

اللہ نے اس کو سلطنت جب کہا ابراہیم نے میرا رب وہ ہے جو زندہ کرتا ہے اور

يُمِيتُ قَالَ أَنَا أُحْيِي وَأُمِيتُ ۖ قَالَ إِبْرَاهِيمُ

مارتا ہے وہ بولا میں بھی جلاتا اور مارتا ہوں کہا ابراہیم نے

فَإِنَّ اللَّهَ يَأْتِي بِالشَّمْسِ مِنَ الْمَشْرِقِ فَأْتِ بِهَا مِنَ

کہ بے شک اللہ تو لاتا ہے سورج کو مشرق سے اب تو لے آ اس کو

الْمَغْرِبِ فَبُهِتَ الَّذِي كَفَرَ ۗ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ ﴿٢٥٨﴾

مغرب کی طرف سے تب حیران رہ گیا وہ کافر اور اللہ سیدھی راہ نہیں دکھاتا بے انصافوں کو

اللہ تعالیٰ نے اپنی تائید و ولایت ذکر ۲۵۸ میں کیا ہے۔ احتجاج ابراہیم اللہ نے اس کی تائید کی اور کافر مبہوت رہ گیا۔ اسی طرح اللہ ہمیشہ تائید کرتا رہتا ہے۔ یہ تائید صرف ابراہیم کے ساتھ خاص نہیں۔ واللہ لایہدی القوم الظالمین۔ اس سے معلوم ہوا کہ اتباع فطرت سے مقصد اقامت عدل ہے اور دفع ظلم ہے پھر ۲۵۹ میں ولایت الٰہی کی دوسری مثال ہے۔ ایک شخص آیا جسے شبہ تھا کہا۔ أَنَّىٰ يُحْيِي هَٰذِهِ اللَّهُ گویا اس طرح حق واضح کیا سو سال کے بعد اسے اٹھایا۔ فلما تبین لہ قال اعلم الخ یہ بات لوگوں کے لئے آیت بن گئی

اَوْ كَالَّذِىْ مَرَّ عَلٰى قَرْيَةٍ وَّهِىَ خَاوِيَةٌ عَلٰى عُرُوْشِهَا ۚ

یا نہ دیکھا تو نے اس شخص کو کہ وہ گزرا ایک شہر پر اور وہ گر پڑا تھا اپنی چھتوں پر

قَالَ اَنّٰى يُحْىٖ هٰذِهِ اللّٰهُ بَعْدَ مَوْتِهَا ۚ فَاَمَاتَهُ اللّٰهُ مِائَةَ

بولا کیوں کر زندہ کرے گا اس کو اللہ مر گئے پیچھے پھر مردہ رکھا اس شخص کو اللہ نے

عَامٍ ثُمَّ بَعَثَهٗ ؕ قَالَ كَمْ لَبِثْتَ ؕ قَالَ لَبِثْتُ يَوْمًا اَوْ بَعْضَ

سو برس پھر اٹھایا اس کو، کہا تو کتنی دیر یہاں رہا بولا میں رہا ایک دن یا ایک دن

يَوْمٍ ؕ قَالَ بَلْ لَّبِثْتَ مِائَةَ عَامٍ فَانْظُرْ اِلٰى طَعَامِكَ وَ

سے کچھ کم، کہا نہیں بلکہ تو رہا سو برس اب دیکھ اپنا کھانا اور

شَرَابِكَ لَمْ يَتَسَنَّهْ ۚ وَانْظُرْ اِلٰى حِمَارِكَ وَلِنَجْعَلَكَ

پینا سڑ نہیں گیا اور دیکھ اپنے گدھے کو اور ہم نے تجھ کو نمونہ

اٰيَةً لِّلنَّاسِ وَانْظُرْ اِلَى الْعِظَامِ كَيْفَ نُنْشِزُهَا ثُمَّ نَكْسُوْهَا

بنانا چاہا لوگوں کے واسطے اور دیکھ ہڈیوں کی طرف کہ ہم ان کو کس طرح ابھار کر جوڑ دیتے ہیں پھر

لَحْمًا ؕ فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهٗ ۙ قَالَ اَعْلَمُ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ (۲۵۹)

ان پر پہناتے ہیں گوشت پھر جب اس پر ظاہر ہوا یہ حال تو کہہ اٹھا کہ مجھ کو معلوم ہے کہ بے شک اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

تنبیہ:۔ میں نے حجۃ اللہ البالغہ کے صفحات میں بہت غور و فکر کیا ہے تو شیخ اس وقت تک حکمت نہیں لائے جب تک کہ اسے خود تجربہ نہ کر لیں یا کوئی دوسرا شخص تجربہ نہ کرے جیسے شیخ جانتا ہو۔ اور اس کا تجربہ بھی شیخ کے تجربہ کے مثل ہو کیوں کہ دونوں کا ذوق متحد ہے۔ میں اس حکمت سے متاثر ہوا۔ اور میں نے دیکھا ہے جب میں نے سخت منکرین کو بھی یہ بات پیش کی ہے وہ اس کے انکار پر قادر نہ ہو سکے۔ تو کلمہ حکمت جو کتب میں درج ہو وہ انسان کے لئے موثر نہیں ہوتی مگر جب کہ اس کا زندگی میں تجربہ ہو چکا ہو۔ ہم غالب قوموں کو دیکھتے ہیں تو وہ ہر حکمت کے تجربہ کی طرف توجہ کرتے ہیں اپنی ذات پر اور فوراً ترقی کر جاتے ہیں۔ اسیطرح قرآن لوگوں کے لئے حکمت پیش نہیں کرتا۔ جب تک کہ وہ اس طائفہ کے نفوس میں مجرب نہ ہو جنکے ذوق متحد ہوں۔

مسئلہ:۔ احیاء الموتیٰ قرآن کریم کے مسائل بنیادی میں اہم ہے۔ اگر یہ مجرب نہ ہو تو دلوں کو زندہ نہیں کر سکتا

ہم نے بیان کیا ہے شیخ ولی اللہ کے عم محترم کے متعلق کہتے ہیں کہ احیاء موتی کا وقفہ لطیفہ میں تجربہ بڑھتے بڑھتے سو سال تک ہو سکتا ہے۔ اور تاثیر ملاء اعلیٰ کے فرشتوں کے ذریعہ ہوتی ہے۔ یہ بات ہمارے ہاں قابل انکار نہیں۔ یہ بات ذوق کے موافق ہے۔ میرے پاس اب وہ کتاب نہیں۔

لیکن ایک دوسری حکایت ہے احیاء موتے کے بارہ میں، ہمارے سلسلہ میں موجود ہے۔ میں نے شیخ محمد صدیق سندی کے دست مبارک پر بیعت کی ہمارا شیخ کامل و مکمل تھا۔ دو واسطوں سے اس کے شیخ المشائخ سید محمد بقا سندھی ہیں انہوں نے طریقہ قادریہ شیخ عبدالقادر جیلانی کی اولاد میں سے لیا۔ اس کا نام بھی عبدالقادر ہے جو پنجاب[1] کا ہے اس کی دعا سے اللہ نے ایک مردہ کو زندہ کیا جو تھوڑی دیر پہلے مرا تھا۔

اس شیخ نے اس میت کو دیکھا جس کو دوسری بار لکھنؤ کے کسی شیخ نے زندہ کیا وہ طائفہ وجودیہ کے ائمہ میں سے تھا۔ یہ شخص شیخ ابو الرضا محمد کا معاصر تھا۔

جب اس طرح کے واقعات احیاء جاری ہوتے ہیں تو یہ آیات مسئلہ احیاء موتے کو ثابت کرتی ہیں۔ موافق مخالف دلیلیں متعارض ہیں۔ اور اسباب اعادۂ الحیاۃ کے اتنے ہیں جن کا ہم احاطہ نہیں کر سکتے۔ لیکن جب واقعہ واقع ہو جائے تو ہم اس کا انکار نہیں کر سکتے۔

علم طبیعی کے ایک شخص نے ہم سے بیان کیا کہ اطبا احیاء میت قریب کے سلئے کوشش کرتے کرتے کامیاب ہو گئے ہیں۔ وہ بعض اوقات بعض صورتوں میں کامیاب ہو گئے ہیں۔ وہ طبیعین کی فضیلت حکماء عصر کے مقابلہ میں بڑھا رہا تھا۔ میں نے اسے کہا کیا یہ ممکن نہیں؟ وہ حیران رہ گیا حالانکہ پہلے وہ اس کا قائل نہ تھا۔ ہمارے نزدیک ان باتوں کا تعلق ادلہ سے نہیں بلکہ آیات واقعہ سے ہے۔ اسی واسطے قرآن میں آیا ہے۔ دلنجعلک آیتہ للناس ۲۴: میں ولایت مومنین کی دوسری مثال ہے

وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّ اَرِنِیْ كَیْفَ تُحْیِ الْمَوْتٰىؕ

اور یاد کر جب کہا ابراہیم نے اپنے پروردگار! میرے دکھلا دے مجھ کو کہ کیونکر زندہ کرے گا تو مُردے

قَالَ اَوَ لَمْ تُؤْمِنْؕ قَالَ بَلٰى وَ لٰكِنْ لِّیَطْمَىٕنَّ

فرمایا کیا تو نے یقین نہیں کیا۔ کہا کیوں نہیں لیکن اس واسطے چاہتا ہوں کہ تسکین ہو جائے

قَلْبِیْؕ قَالَ فَخُذْ اَرْبَعَةً مِّنَ الطَّیْرِ فَصُرْهُنَّ

میرے دل کو۔ فرمایا تو پکڑ لے چار جانور اڑنے والے پھر ان کو ہلا لے

[1] آپ کا مزار کوٹ پیر سدھانہ ضلع جھنگ میں ہے

إِلَيْكَ ثُمَّ اجْعَلْ عَلٰى كُلِّ جَبَلٍ مِّنْهُنَّ جُزْءًا

اپنے ساتھ پھر رکھ دے ہر پہاڑ پر ان کے بدن کا ایک ایک ٹکڑا

ثُمَّ ادْعُهُنَّ يَأْتِيْنَكَ سَعْيًا ۚ وَاعْلَمْ أَنَّ

پھر ان کو بلا چلے آئیں گے تیرے پاس دوڑتے اور جان لے کہ بیشک

اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿۲۶۰﴾

اللہ زبردست ہے حکمت والا

ان آیات کی تاویل جس نے معنی مجازی کے طور پر کی ہے کہ وہ حیات نہیں اور حیات کو بطریق تشبیہ قرار دیا ہے ہم اس طائفہ کو طریقۂ انبیاء سے دور سمجھتے ہیں اگرچہ وہ تاویل کی فساد کا ارادہ نہ بھی رکھتے ہوں۔

تنبیہ ۔ اعادہ حیات کا نباتات کے حق میں جنگلوں، دیہاتوں میں آنکھوں سے مشاہدہ ہوتا ہے۔ خشک ہوتے ہیں پھر بارش کے بعد زندہ ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ قرآن میں کئی بار ہے کیف یحی الارض بعد موتھا۔

آج سے دو ہفتے پہلے ہندوستان کے حکماء میں سے ایک شخص کا انتقال ہوا ہے جس نے حیوان ونباتات میں حیات کے ہم جنس ہونے کو ثابت کیا ہے، طبعی دلیلوں کے ذریعہ اور وہ تجربہ کے قابل بھی ہیں۔ کیا یہ دلیل اس بات کی نہیں کہ حیات حیوان کا اعادہ ہو سکتا ہے۔ انسان حیات کے اعادہ کا انکار کرنا مناسب نہیں سمجھتا۔ ختم شد' یہ امر دلیل ہے اس شخص کے حظیرۃ القدس کے تقرب کی۔ اور مقرب حظیرۃ القدس سے وہ انبیاء ومحدثین کا طبقہ عالیہ ہیں۔

نیز جو ان سے حکماء ربانی میں قریب ہو وہ حظیرۃ القدس کے مقرب ہیں حکماء ربانی وہ جو اپنی شہادت قلوب سے معارف انبیاء کی تصدیق کرتے ہیں، وہ زمین پر اللہ کے خلیفہ ہوتے ہیں۔ یہ مسئلہ ختم ہوا۔

يُؤْتِي الْحِكْمَةَ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَمَنْ يُّؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ أُوْتِيَ خَيْرًا

عنایت کرتا ہے سمجھ جس کو چاہے اور جس کو سمجھ ملی اس کو بڑی خوبی ملی

كَثِيْرًا ۗ وَمَا يَذَّكَّرُ إِلَّآ أُولُوا الْأَلْبَابِ ﴿۲۶۹﴾

اور نصیحت وہی قبول کرتے ہیں جو عقل رکھتے ہیں

اللہ کی کتاب میں ہم دو کلمے پاتے ہیں ایک خیر جس کا معنی مال ہے ۔ ۲ خیر کثیر اس کا معنی حکمت ہے ۔ ۲۶۱ سے ۲۶۷ تک انفاق و خیر کے ہیں ۔ اداب و رعایات انفاق خیر کے ذکر کیے گئے ۔

مَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ

مثال ان لوگوں کی جو خرچ کرتے ہیں اپنے مال اللہ کی راہ میں ایسی ہے کہ جیسے ایک

حَبَّةٍ اَنْۢبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِيْ كُلِّ سُنْۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ ؕ

دانہ اس سے اُگیں سات بالیں ہر بال میں سو سو دانے

وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ﴿۲۶۱﴾ اَلَّذِيْنَ

اور اللہ بڑھاتا ہے جسکے واسطے چاہے اور اللہ نہایت بخشش کرنیوالا ہے سب کچھ جانتا ہے ۔ جو لوگ

يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ثُمَّ لَا يُتْبِعُوْنَ مَآ

خرچ کرتے ہیں اپنے مال اللہ کی راہ میں پھر خرچ کرنے کے بعد نہ احسان رکھتے

اَنْفَقُوْا مَنًّا وَّلَآ اَذًى ۙ لَّهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ

ہیں اور نہ ستاتے ہیں اُنہی کے لئے ہے ثواب ان کا اپنے رب کے یہاں

وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۲۶۲﴾ قَوْلٌ مَّعْرُوْفٌ

اور نہ ڈر ہے ان پر اور نہ غمگین ہوں گے جواب دینا نرم

وَّمَغْفِرَةٌ خَيْرٌ مِّنْ صَدَقَةٍ يَّتْبَعُهَآ اَذًى ؕ وَاللّٰهُ غَنِيٌّ

اور درگذر کرنا بہتر ہے اس خیرات سے جس کے پیچھے ہو ستانا اور اللہ بے پرواہ ہے

حَلِيْمٌ ﴿۲۶۳﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُبْطِلُوْا صَدَقٰتِكُمْ بِالْمَنِّ

نہایت تحمل والا اے ایمان والو مت ضائع کرو اپنی خیرات احسان رکھ کر

وَالْاَذٰى ۙ كَالَّذِيْ يُنْفِقُ مَالَهٗ رِئَآءَ النَّاسِ وَلَا يُؤْمِنُ

اور ایذا دے کر اس شخص کی طرح جو خرچ کرتا ہے اپنا مال لوگوں کو دکھانے کو اور یقین نہیں رکھتا ہے

بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ صَفْوَانٍ عَلَيْهِ تُرَابٌ

اللہ پر اور قیامت کے دن پر سو اس کی مثال ایسی ہے جیسے صاف پتھر کہ اس پر پڑی ہے کچھ مٹی

فَاَصَابَهٗ وَابِلٌ فَتَرَكَهٗ صَلْدًا ؕ لَا يَقْدِرُوْنَ عَلٰى شَيْءٍ ﴿۲۶۴﴾

پھر برسا اس پر زور کا مینہ تو کر چھوڑا اس کو بالکل صاف کچھ ہاتھ نہیں لگتا ایسے لوگوں کے ثواب اس

مِّمَّا كَسَبُوْا ۗ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِی الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿٢٦٥﴾ وَمَثَلُ الَّذِيْنَ

اس چیز کا جو انہوں نے کمایا اور اللہ نہیں دکھاتا سیدھی راہ کافروں کو اور مثال ان کی جو

يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ وَتَثْبِيْتًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ

خرچ کرتے ہیں اپنے مال اللہ کی خوشی حاصل کرنے کو اور اپنے دلوں کو ثابت رکھ کر

كَمَثَلِ جَنَّةٍۭ بِرَبْوَةٍ اَصَابَهَا وَابِلٌ فَاٰتَتْ اُكُلَهَا ضِعْفَيْنِ ۚ فَاِنْ

ایسی ہے جیسے ایک باغ ہے بلند زمین پر اس پر پڑا زور کا مینہ تو لایا وہ باغ اپنا پھل دوچند اور اگر

لَّمْ يُصِبْهَا وَابِلٌ فَطَلٌّ ۗ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿٢٦٦﴾ اَيَوَدُّ اَحَدُكُمْ

نہ پڑا اس پر مینہ تو پھوار ہی کافی ہے اور اللہ تمہارے کاموں کو خوب دیکھتا ہے کیا پسند آتا ہے تم میں سے

اَنْ تَكُوْنَ لَهٗ جَنَّةٌ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّاَعْنَابٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ

کسی کو یہ کہ ہووے اس کا ایک باغ کھجور اور انگور کا بہتی ہوں نیچے اس کے نہریں

لَهٗ فِيْهَا مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ ۙ وَاَصَابَهُ الْكِبَرُ وَلَهٗ ذُرِّيَّةٌ ضُعَفَآءُ ۖ

اس کو اس باغ میں اور بھی سب طرح کا میوہ حاصل ہو اور آگیا اس پر بڑھاپا اور اس کی اولاد ہیں ضعیف تب

فَاَصَابَهَآ اِعْصَارٌ فِيْهِ نَارٌ فَاحْتَرَقَتْ ۗ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ

آپڑا اس باغ پر ایک بگولہ جس میں آگ تھی جس سے وہ باغ جل گیا یوں سمجھاتا ہے تم کو اللہ آیتیں

الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُوْنَ ﴿٢٦٧﴾ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَنْفِقُوْا مِنْ

تاکہ تم غور کرو اے ایمان والو خرچ کرو ستھری چیزیں اپنی

طَيِّبٰتِ مَا كَسَبْتُمْ وَمِمَّاۤ اَخْرَجْنَا لَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ ۪ وَلَا تَيَمَّمُوا الْخَبِيْثَ

کمائی میں سے اور اس چیز میں سے کہ جو ہم نے پیدا کیا تمہارے واسطے زمین سے اور قصد نہ کرو گندی چیز

مِنْهُ تُنْفِقُوْنَ وَلَسْتُمْ بِاٰخِذِيْهِ اِلَّاۤ اَنْ تُغْمِضُوْا فِيْهِ ؕ وَاعْلَمُوْۤا

کا اس میں سے کہ اس کو خرچ کرو حالاں کہ تم اس کو کبھی نہ لوگے مگر یہ کہ چشم پوشی کر جاؤ اور جان رکھو

اَنَّ اللّٰهَ غَنِیٌّ حَمِيْدٌ ﴿٢٦٨﴾ اَلشَّيْطٰنُ يَعِدُكُمُ الْفَقْرَ وَيَاْمُرُكُمْ

کہ اللہ بے پروا ہے خوبیوں والا شیطان وعدہ دیتا ہے تم کو تنگدستی کا اور حکم کرتا ہے

بِالْفَحْشَآءِ ۚ وَاللّٰهُ يَعِدُكُمْ مَّغْفِرَةً مِّنْهُ وَفَضْلًا ؕ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ﴿٢٦٩﴾

بے حیائی کا اور اللہ وعدہ دیتا ہے تم کو اپنی بخشش اور فضل کا اور اللہ بہت کشائش والا ہے سب کچھ جانتا ہے

اس کی قدر عرب جانتے ہیں جو قحطوں سے کئی بار نبٹ چکے ہیں۔

پس جب کوئی تنظیم پیدا ہو تو اس کے ذریعہ انفاق اموال ارباب اموال ضروری ہوگی۔ عرب اسے رحمت سمجھیں یا نہ؟

اسی طرح حکمت کے مفلسین ہیں جو زمین پر پھیلے ہوئے ہیں۔ تمام اقوام میں موجود ہیں اللہ نے ترویج حکمت کے منظم کرنے کا تمام زمین میں مسلم سلسلہ پیدا کیا۔ حظیرۃ القدس سے قرآن نازل کیا۔

اور قرآن کی برکت سے خلفاء پیدا کئے جن کا کام انفاق اموال ہے ان لوگوں میں جو اموال کے حاجت مند ہیں اور انفاق حکمت ہے ان لوگوں میں جو حکمت کے حاجت مند ہیں اور ان آیات ۲۷۰ تا ۲۷۱

وَمَآ اَنفَقْتُم مِّن نَّفَقَةٍ اَوْ نَذَرْتُم مِّن نَّذْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ

اور جو خرچ کرو گے تم خیرات یا قبول کرو گے کوئی منت تو بیشک اللہ کو

يَعْلَمُهُ ۗ وَمَا لِلظّٰلِمِينَ مِنْ اَنصَارٍ ﴿٢٧٠﴾ اِن تُبْدُوا الصَّدَقٰتِ

سب معلوم ہے اور ظالموں کا کوئی مددگار نہیں اگر ظاہر کر کے دو خیرات

فَنِعِمَّا هِيَ ۖ وَاِن تُخْفُوهَا وَتُؤْتُوهَا الْفُقَرَآءَ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۚ وَيُكَفِّرُ

تو کیا اچھی بات ہے اور اگر اس کو چھپاؤ اور فقیروں کو پہنچاؤ تو وہ بہتر ہے تمہارے حق میں اور دور کرے

عَنكُم مِّن سَيِّئَاتِكُمْ ۗ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ ﴿٢٧١﴾

گا کچھ گناہ تمہارے اور تمہارے کاموں سے خوب خبردار ہے۔

میں اشارہ ہے کہ انفاق حکمت میں جو قیود ہیں اس کے پابند ہونا چاہیئے۔ اللہ کے ہاں حساب ہو گا۔ پس پابندی ان قیود کی لازمی ہے۔ لیکن اس تفسیر کی ہدایت اللہ اسے کرتا ہے جسے وہ چاہتا ہے۔ تجھ پر ان کی ہدایت نہیں۔

لَّيْسَ عَلَيْكَ هُدٰهُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِي مَن يَشَآءُ ۗ وَمَا تُنفِقُوا

تیرا ذمہ نہیں ان کو راہ پر لانا اور لیکن اللہ راہ پر لادے جس کو چاہے اور جو کچھ خرچ کرو گے

مِنْ خَيْرٍ فَلِاَنفُسِكُمْ ۚ وَمَا تُنفِقُونَ اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْهِ اللّٰهِ ۚ وَمَا

تم مال سو اپنے ہی واسطے جب تک کہ خرچ کرو گے اللہ ہی کی رضا جوئی میں اور جو کچھ

تُنۡفِقُوۡا مِنۡ خَيۡرٍ يُّوَفَّ اِلَيۡكُمۡ وَاَنۡتُمۡ لَا تُظۡلَمُوۡنَ ﴿۲۷۲﴾ لِلۡفُقَرَآءِ الَّذِيۡنَ

کچھ خرچ کرو گے خیرات سو پوری ملے گی تم کو اور تمہارا حق نہ رہے گا خیرات ان فقیروں کے لئے ہے

اُحۡصِرُوۡا فِىۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ لَا يَسۡتَطِيۡعُوۡنَ ضَرۡبًا فِى الۡاَرۡضِ

جو رُکے ہوئے ہیں اللہ کی راہ میں چل پھر نہیں سکتے ملک میں

يَحۡسَبُهُمُ الۡجَاهِلُ اَغۡنِيَآءَ مِنَ التَّعَفُّفِۚ تَعۡرِفُهُمۡ

سمجھے ان کو ناواقف مال دار ان کے سوال نہ کرنے سے تو پہچانتا ہے ان کو

بِسِيۡمٰهُمۡۚ لَا يَسۡـَٔلُوۡنَ النَّاسَ اِلۡحَافًا ؕ وَمَا تُنۡفِقُوۡا

ان کے چہرہ سے نہیں سوال کرتے لوگوں سے لپٹ کر اور جو کچھ خرچ کرو گے

مِنۡ خَيۡرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيۡمٌ ﴿۲۷۳﴾ اَلَّذِيۡنَ يُنۡفِقُوۡنَ

کام کی چیز وہ بیشک اللہ کو معلوم ہے جو لوگ خرچ کرتے ہیں اپنے مال اللہ کی

اَمۡوَالَهُمۡ بِالَّيۡلِ وَالنَّهَارِ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً فَلَهُمۡ

راہ میں رات کو اور دن کو چھپاکر اور ظاہر میں تو ان کے لئے ہے

اَجۡرُهُمۡ عِنۡدَ رَبِّهِمۡۚ وَلَا خَوۡفٌ عَلَيۡهِمۡ وَلَا هُمۡ يَحۡزَنُوۡنَ ﴿۲۷۴﴾

ثواب ان کا اپنے رب کے پاس اور نہ ڈر ہے ان پر اور نہ وہ غمگین ہوں گے ۔

۲۷۳، ۲۷۴ توجیہ ہے انفاقِ اموال کی اس پر جو انفاقِ حکمت پر اپنے کو محبوس کرے پس جب لوگ ان پر انفاقِ اموال کریں اور جن پر انفاقِ اموال ہو وہ انفاقِ حکمت کریں تو وہ سب کامیاب ہو جائیں گے۔ ایجادِ قوت۔ انفاقِ اموال اور انفاقِ حکمت، اس خلافت کا مقصد ہے جسے قرآن قائم کرنا چاہتا ہے۔

پس سود سرتاپا انفاق کا مخالف ہے کیسے ممکن ہے کہ وہ قرآن کریم کی خلافت میں جائز قرار دیا جائے۔ گویا اسے جائز کرنا نور و ظلمت کے جمع کرنے کے مترادف ہوگا۔

سود نفس میں خباثت پیدا کرتا ہے کہ نفس دانہ بھی خرچ نہ کرے اور اپنے لئے جمع ہی کرتا چلا جائے۔ اور جو خرابی سود سے پیدا ہوتی ہے وہ بذاتِ خود سود سے بڑھ چڑھ کر ہوتی ہے۔

قرآن حکیم سود مٹاتا ہے۔ صفحۂ زمین سے کیونکہ سود فطرتِ انسانی کو برباد کر دیتا ہے اخلاق کے لحاظ سے۔ اور وہ اقتصادیات میں انسانوں

پرنگی کا دروازہ کھول دیتا ہے۔ منع کیا گیا ربوا (سود) اپند و نصیحت سے یا جنگ سے یہ وہ بنیاد ہے جو تعلیم قرآن کے ذریعہ محکم کی گئی ہے۔ یہ اکراہ کیسے تصور کیا جائے؟ سود جنگ سے ختم ہو سکتا ہے لیکن یہ جبکہ اللہ واضح ہو کر آجائے۔ اور جب یہ معلوم ہو گیا کہ یہ اللہ کے منافی و متضاد ہے تو ایسا ثابت ہوا کہ اسے ختم کرنے میں کوئی اکراہ اکراہ نہیں۔

سود کو بڑی بڑی حکومتیں پیدا کرتی ہیں اور قرآن اس کی دیواریں منہدم کرتا ہے، بڑی حکومتیں سود کو اللہ رسول سے جنگ کرنے کے لئے تیار کرتی ہیں۔ یہ نکتہ ہے مسلمانوں کے لئے کہ وہ دنیا بھر میں انقلاب بپا کریں۔ لیکن جو لوگ مسلمانوں کو سود مٹانے سے روکیں وہ یا بزدل ہیں جو انسانیت میں شمار ہونے کے قابل ہی نہیں یا قرآن سے جاہل ہیں جو تدبر نہیں کر سکتے یا وہ قرآن کی عزت کے بدترین دشمن ہیں۔

۱ ایسے بزدلوں کے لئے تو ہمارا مشورہ ہے کہ وہ اپاہجوں کے ساتھ بیٹھ جائیں۔

۲ جاہل کو ہم تعلیم دیتے ہیں۔

۳ معاندین کو ہم قتل کرتے ہیں کیسے باشد مسلمانوں کا سلطان ہو یا دین کا امام ہو، ہم سب کو قتل کریں گے۔

ایسا انقلاب صرف مسلم ہی برپا کر سکتا ہے۔ ہمارے ہاں اللہ کی حدود میں سرکشی کرنا ہرگز جائز نہیں ہم ذوی الارحام میں بھی فرق نہیں کریں گے۔ ہم انہیں کفر رحمان کا حکم بھی نہیں دیتے۔ کون ہے جو ان مردودوں کے پاس جمع ہو گا؟ یہ (۲۸۱) تک ہے۔

سود کی ضرورت لوگ اس وقت محسوس کرتے ہیں جبکہ قرض وقت پر ادا نہ ہوتا ہو، مسلمانوں پر ضروری ہے کہ جب کوئی لین دین کریں لکھ لیں اور وقت پر ادا کریں۔ تاکہ لوگ سود لینے پر مجبور و مضطر نہ ہوں اور جب شخص صاحب معاملہ قرض لے یا دے اس پر ضروری ہے کہ وہ لکھنا پڑھنا اس زبان کی جانتا ہو، اس لحاظ سے مرد و عورت دونوں برابر ہیں تاکہ لوگ اپنے اموال کی حفاظت کر سکیں اور قرضے وقت پر ادا کر سکیں۔

اَلَّذِیْنَ یَاْكُلُوْنَ الرِّبٰوا لَا یَقُوْمُوْنَ اِلَّا كَمَا یَقُوْمُ الَّذِیْ یَتَخَبَّطُهُ

جو لوگ کھاتے ہیں سود نہیں اٹھیں گے قیامت کو مگر جس طرح اٹھتا ہے وہ شخص کہ جس کے حواس

الشَّیْطٰنُ مِنَ الْمَسِّ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْۤا اِنَّمَا الْبَیْعُ مِثْلُ الرِّبٰوا

کھو دیئے ہوں جن نے لپٹ کر یہ حالت ان کی اس واسطے ہوگی کہ انہوں نے کہا کہ سوداگری بھی تو ایسی ہی ہے

وَ اَحَلَّ اللّٰهُ الْبَیْعَ وَ حَرَّمَ الرِّبٰوا فَمَنْ جَآءَهٗ مَوْعِظَةٌ

جیسا سود لینا حالاں کہ اللہ نے حلال کیا ہے سوداگری کو اور حرام کیا ہے سود کو پھر جس کو پہنچی نصیحت

مِّنْ رَّبِّهٖ فَانْتَهٰى فَلَهٗ مَا سَلَفَ ؕ وَاَمْرُهٗۤ اِلَى اللّٰهِ ؕ وَمَنْ عَادَ

اپنے رب کی طرف سے اور وہ باز آگیا تو اس کے واسطے ہے جو پہلے ہوچکا اور معاملہ اس کا اللہ کے حوالے ہے۔ اور جو

فَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿٢٧٥﴾ يَمْحَقُ اللّٰهُ

کوئی پھر سود لیوے تو وہی لوگ ہیں دوزخ والے وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے مٹاتا ہے اللہ

الرِّبٰوا وَيُرْبِى الصَّدَقٰتِ ؕ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ كَفَّارٍ اَثِيْمٍ

سود کو اور بڑھاتا ہے خیرات کو اور اللہ خوش نہیں کسی ناشکر گنہ گار سے

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا

جو لوگ ایمان لائے اور عمل نیک کئے اور قائم رکھا نماز کو اور دیتے

الزَّكٰوةَ لَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ

رہے زکوٰۃ ان کے لئے ثواب ان کا اپنے رب کے پاس اور نہ ان کو خوف ہے اور

يَحْزَنُوْنَ ﴿٢٧٦﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَذَرُوْا مَا بَقِىَ

نہ وہ غمگین ہوں گے اے ایمان والو ڈرو اللہ سے اور چھوڑ دو جو کچھ باقی رہ گیا

مِنَ الرِّبٰوٓا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿٢٧٧﴾ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا فَاْذَنُوْا بِحَرْبٍ

ہے سود اگر تم کو یقین ہے اللہ کے فرمانے کا پھر اگر نہیں چھوڑتے تو تیار ہو جاؤ لڑنے کو

مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ۚ وَاِنْ تُبْتُمْ فَلَكُمْ رُءُوْسُ اَمْوَالِكُمْ ۚ لَا

اللہ سے اور اس کے رسول سے اور اگر توبہ کرتے ہو تو تمہارے واسطے ہے اصل مال تمہارا نہ تم

تَظْلِمُوْنَ وَلَا تُظْلَمُوْنَ ﴿٢٧٨﴾ وَاِنْ كَانَ ذُوْ عُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ اِلٰى

کسی پر ظلم کرو اور نہ کوئی تم پر اگر ہے تنگ دست تو مہلت دینی چاہیئے

مَيْسَرَةٍ ؕ وَاَنْ تَصَدَّقُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿٢٧٩﴾ وَاتَّقُوْا

کشائش ہونے تک اور بخش دو تو بہت بہتر ہے تمہارے لئے اگر تم کو سمجھ ہو اور ڈرتے رہو

يَوْمًا تُرْجَعُوْنَ فِيْهِ اِلَى اللّٰهِ ۚ ثُمَّ تُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿٢٨٠﴾

اس دن سے کہ جس دن لوٹائے جاؤ گے اللہ کی طرف پھر پورا دیا جائے گا ہر شخص کو جو کچھ اس نے کمایا اور ان پر ظلم نہ ہوگا۔

تنبیہ:۔ ہم نے ہندوؤں کے بعض طبقوں میں دیکھا ہے کہ ان کا سارا کاروبار سود پر مبنی ہے ان کے چھوٹے بڑے لکھائی پڑھائی حساب کتاب جانتے ہیں پھر ہم یہ بھی دیکھتے ہیں کہ وہ وقت پر قرض ادا کرتے ہیں۔

مجھے یقین ہے کہ جو قوم لین دین میں حساب لکھنا پڑھنا جانتی ہے اس کی عادت ادائیگی کے معاملہ میں نادہندگی اور ٹال مٹول کی نہیں رہتی۔ ہم مسلم پہ یہ لکھائی پڑھائی جبری کرانا چاہتے ہیں۔ یہ آج آسان ہے۔ زمانہ نبی میں اس کی سہولت نہ تھی۔ ہم اس ٹال مٹول کو ادائیگی کے معاملہ میں اخلاق مسلمین سے بالکل نکال دینا چاہتے ہیں۔

پس کوئی عذر وحیلہ نہ چھوڑیں گے جس سے سود کی ضرورت رد ئے زمین پہ باقی رہے خاص کر ہم اپنی حکومت میں یہ بات یعنی سود باقی نہیں رہنے دیں گے۔ لوگ اس انقلاب کو بھول چکے ہیں جو قرآن نے برپا کیا تھا۔ یہ بات ان کے عدم تدبر اور قرآن چھوڑنے کی وجہ سے ہوئی ہے۔

يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓا۟ إِذَا تَدَايَنتُم بِدَيْنٍ إِلَىٰٓ أَجَلٍ مُّسَمًّى

اے ایمان والو جب تم آپس میں معاملہ کرو ادھار کا کسی وقت مقرر تک

فَٱكْتُبُوهُ ۚ وَلْيَكْتُب بَّيْنَكُمْ كَاتِبٌۢ بِٱلْعَدْلِ ۚ وَلَا يَأْبَ كَاتِبٌ

تو اس کو لکھ لیا کرو اور چاہیئے کہ لکھ دے تمہارے درمیان کوئی لکھنے والا انصاف سے اور انکار نہ کرے لکھنے والا

أَن يَكْتُبَ كَمَا عَلَّمَهُ ٱللَّهُ ۚ فَلْيَكْتُبْ وَلْيُمْلِلِ ٱلَّذِى عَلَيْهِ ٱلْحَقُّ

اس سے کہ لکھ دیوے جیسا سکھایا اس کو اللہ نے سو اس کو چاہیئے کہ لکھ دے اور بتلاتا جائے وہ شخص کہ جس پر قرض ہے

وَلْيَتَّقِ ٱللَّهَ رَبَّهُۥ وَلَا يَبْخَسْ مِنْهُ شَيْـًٔا ۚ فَإِن كَانَ ٱلَّذِى عَلَيْهِ ٱلْحَقُّ

اور ڈرے اللہ سے جو اس کا رب ہے اور کم نہ کرے اس میں سے کچھ پھر اگر وہ شخص کہ جس پر قرض ہے

سَفِيهًا أَوْ ضَعِيفًا أَوْ لَا يَسْتَطِيعُ أَن يُمِلَّ هُوَ فَلْيُمْلِلْ وَلِيُّهُۥ

بے عقل ہے یا ضعیف ہے یا آپ نہیں بتلا سکتا تو بتلا دے کارگزار اس کا

بِٱلْعَدْلِ ۚ وَٱسْتَشْهِدُوا۟ شَهِيدَيْنِ مِن رِّجَالِكُمْ ۖ فَإِن لَّمْ يَكُونَا

انصاف سے اور گواہ کرو دو شاہد اپنے مردوں میں سے پھر اگر نہ ہوں

رَجُلَيْنِ فَرَجُلٌ وَٱمْرَأَتَانِ مِمَّن تَرْضَوْنَ مِنَ ٱلشُّهَدَآءِ

پھر اگر نہ ہوں دو مرد تو ایک مرد اور دو عورتیں ان لوگوں میں سے جن کو تم پسند کرتے ہو گواہوں میں

أَن تَضِلَّ إِحْدَىٰهُمَا فَتُذَكِّرَ إِحْدَىٰهُمَا ٱلْأُخْرَىٰ ۚ وَلَا يَأْبَ

تاکہ اگر بھول جائے ایک ان میں سے تو یاد دلائے اس کو وہ دوسری اور انکار نہ کریں

ٱلشُّهَدَآءُ إِذَا مَا دُعُوا۟ ۚ وَلَا تَسْـَٔمُوٓا۟ أَن تَكْتُبُوهُ صَغِيرًا أَوْ

گواہ جس وقت بلائے جائیں اور کاہلی نہ کرو اس کے لکھنے سے چھوٹا ہو معاملہ یا بڑا

كَبِيرًا إِلَىٰ أَجَلِهِ ۚ ذَٰلِكُمْ أَقْسَطُ عِندَ اللَّهِ وَأَقْوَمُ لِلشَّهَادَةِ

بڑا اس کی میعاد تک اس میں پورا انصاف ہے اللہ کے نزدیک اور بہت درست رکھنے والا ہے

وَأَدْنَىٰ أَلَّا تَرْتَابُوا ۖ إِلَّا أَن تَكُونَ تِجَارَةً حَاضِرَةً تُدِيرُونَهَا

گواہی کو اور نزدیک ہے کہ شبہ میں نہ پڑو۔ مگر یہ کہ سودا ہو ہاتھوں ہاتھ لیتے دیتے ہوئے اس

بَيْنَكُمْ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَلَّا تَكْتُبُوهَا ۗ وَأَشْهِدُوا

کو آپس میں تو تم پر کچھ گناہ نہیں اگر اس کو نہ لکھو اور گواہ کر لیا کرو

إِذَا تَبَايَعْتُمْ ۚ وَلَا يُضَارَّ كَاتِبٌ وَلَا شَهِيدٌ ۚ وَإِن تَفْعَلُوا

جب تم سودا کرو اور نقصان نہ کرے لکھنے والا اور نہ گواہ اور اگر ایسا کرو تو

فَإِنَّهُ فُسُوقٌ بِكُمْ ۗ وَاتَّقُوا اللَّهَ ۖ وَيُعَلِّمُكُمُ اللَّهُ ۗ وَاللَّهُ

یہ گناہ کی بات ہے تمہارے اندر اور ڈرتے رہو اللہ سے اور تم کو سکھلاتا ہے اور اللہ ہر ایک چیز کو جانتا ہے۔ اور اللہ

بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ﴿٢٨٢﴾

ہر چیز کو جانتا ہے

۲۸۲ تک مسئلہ کتابت ہے فقط۔ پھر ۲۸۳ میں مسئلہ رہن ہے اگر لکھائی موجود نہ ہو۔ یعنی کتاب بھی لکھانہ کی موجود نہ ہو۔ یا ایسا موقع نہ ہو۔

غرضیکہ عدم ادا دین بر وقت جرم عظیم ہے کیونکہ یہ سود گیری کا ذریعہ ہے۔

وَإِن كُنتُمْ عَلَىٰ سَفَرٍ وَلَمْ تَجِدُوا كَاتِبًا فَرِهَانٌ مَّقْبُوضَةٌ

اور اگر تم سفر میں ہو اور نہ پاؤ کوئی لکھنے والا تو گرو ہاتھ میں رکھنی چاہیے

فَإِنْ أَمِنَ بَعْضُكُم بَعْضًا فَلْيُؤَدِّ الَّذِي اؤْتُمِنَ أَمَانَتَهُ

پھر اگر اعتبار کرے ایک دوسرے کا تو چاہیے کہ پورا ادا کرے وہ شخص کہ جس پر اعتبار کیا اپنی

وَلْيَتَّقِ اللَّهَ رَبَّهُ ۗ وَلَا تَكْتُمُوا الشَّهَادَةَ ۚ وَمَن يَكْتُمْهَا

امانت کو اور ڈرتا رہے اللہ سے جو رب ہے اس کا اور مت چھپاؤ گواہی کو اور جو شخص اس کو چھپا دے

فَإِنَّهُ آثِمٌ قَلْبُهُ ۗ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ عَلِيمٌ ﴿٢٨٣﴾

تو بیشک گنہگار ہے دل اس کا اور اللہ تمہارے کاموں کو خوب جانتا ہے۔

قرض بغیر معاملہ بالغیر رہن کا نام اللہ تعالیٰ نے امانت رکھا ہے ہم اس سے ایک فقہی مسئلہ اخذ کرتے ہیں۔ جس کی ہمارے فقہاء مخالفت کرتے ہیں۔

اور وہ نقود کا مسئلہ ہے کہ نقود ہمارے ہاں امانت میں شامل ہیں اس مسئلہ کو ہم آیت بالا کے ایجاز و اعتبار سے اخذ کرتے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے قرض کا نام امانت رکھا ہے اور اس امانت کی ادائیگی بعینہٖ[1] ہو یا بمثلہٖ[2] ہو

اس سے ہم حوالہ مع اجرہ جائز سمجھتے ہیں اور سود میں شمار نہیں کرتے۔ اس لئے کہ مالی معاملات اس زمانہ میں ممکن ہی نہیں بغیر اس نظریہ کے ہم نے امام صاحب کو اس کا قائل پایا۔ اور اس سے یہ بات اخذ کی۔ اور ہم نے بہت سے معاملات کی الجھن سے نجات پائی۔ الحمد للہ میں مطمئن ہوں ان دو کلموں سے۔

۱ :۔ سوائے خدا کے کسی کی عبادت نہ کی جائے۔ جو شخص یہ کلمہ کہے وہ ہماری جماعت میں ہے۔ یہ کلمہ تمام امور میں کافی ہے

۲ :۔ سود کو حرام کرنا اور اسے ہر قوت و حرب سے روکنا ہی اسلام ہے اور مسلمان سود اسکے زندہ نہیں رہ سکتا

تمت سورۃ البقرۃ الحمد للہ

سورہ آل عمران

بسم اللہ الرحمن الرحیم

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

الٓمّٓ ﴿۱﴾ اللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ ﴿۲﴾ نَزَّلَ عَلَیْکَ

اللہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں زندہ ہے سب کا تھامنے والا اتاری تجھ پر

الْکِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیْہِ وَاَنْزَلَ

کتاب سچی تصدیق کرتی ہے اگلی کتابوں کی اور اتارا

التَّوْرٰۃَ وَالْاِنْجِیْلَ ﴿۳﴾ مِنْ قَبْلُ ھُدًی لِّلنَّاسِ وَ

توریت اور انجیل کو اس کتاب سے پہلے لوگوں کی ہدایت کے لئے اور

اَنْزَلَ الْفُرْقَانَ ۵ اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا بِاٰیٰتِ اللّٰہِ لَھُمْ

اتارے فیصلے بیشک جو منکر ہوئے اللہ کی آیتوں سے ان کے

عَذَابٌ شَدِیْدٌ وَاللّٰہُ عَزِیْزٌ ذُو انْتِقَامٍ ﴿۴﴾ اِنَّ اللّٰہَ

واسطے سخت عذاب ہے۔ اور اللہ زبردست ہے بدلہ لینے والا اللہ پر

لَا یَخْفٰی عَلَیْہِ شَیْءٌ فِی الْاَرْضِ وَلَا فِی السَّمَآءِ ﴿۵﴾ ھُوَ

چھپی نہیں کوئی چیز زمین میں اور نہ آسمان میں وہی

الَّذِیْ یُصَوِّرُکُمْ فِی الْاَرْحَامِ کَیْفَ یَشَآءُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ

تمہارا نقشہ بناتا ہے ماں کے پیٹ میں جس طرح چاہے کسی کی بندگی نہیں اس کے سوا

الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ ﴿۶﴾

زبردست ہے حکمت والا

یہ سورہ اہل کتاب پر اتمام حجت ہے۔ اہل کتاب کے پاس تورات ہے۔ تورات کے متعلق

سورۂ بقرہ میں بحث گذر چکی ہے۔ سورہ بقرہ توریت سے اولیٰ اور اجمع ہے۔ یہ بات ہر غور و فکر کرنے والے کے لئے عیاں ہے۔ بنی اسرائیل کے ہاں موسیٰ علیہ السلام کے بعد حواریوں کا دور جاری ہے۔ وہ زمین پر حاکم تھے۔ اور رومن نصرانی تھے۔ پس بقرہ کا تمہ نصاری کی غلطیوں کا انکشاف ہے۔ جوانہوں نے توراۃ کی اتباع میں رہ کر کیں۔ یہ سورۃ انہیں حکومت عالمیہ کے لئے دعوت دیتی ہے۔ اور اس بات کا اثبات ہے کہ عالمی حکومت تمام نہیں ہو سکتی مگر دین ابراہیم پر چل کر۔ نہ یہودیت کام آسکتی ہے نہ نصرانیت قرآن حکیم اس دعوت اور خلافت کے قیام کا ذمہ دار ہے۔ لہذا نصاریٰ پر ضروری ہے کہ وہ مسلمانوں کے ساتھ مل جائیں۔ اور جو مسلمانوں کی مخالفت کرے گا وہ مغلوب ہو جائے۔ اور حجت دینیہ نصاری پر غالب و قاہر ہے۔ اس لئے کہ ان کے پاس کوئی ایسا فلسفہ نہیں جو حنیفیت کی بنیاد باطل کر سکے۔ مسلمانوں کے پاس ترقی کا مفصل پروگرام ہے وہ سیاست میں ترقی کر سکتے ہیں۔ اس بات کی بحث احد کے واقعہ میں شکست کے متعلق مذکور ہوتی ہے۔ اور ان کی غلطیوں کے متعلق بھی انکشاف کیا گیا ہے۔ ان مسلمانوں کا پروگرام آیۃ نمبر ۹۵ میں متعین ہوتا ہے۔ قُلْ صَدَقَ اللّٰهُ سے وَمَا كَانَ الْمُشْرِكِيْنَ اور اس آیت سے پہلے آیت نمبر ۶۴ میں ابراہیم اور حنیفیت کی طرف نصاریٰ بلائے گئے ہیں۔ اس قول کے ساتھ قُلْ يَاَهْلَ الْكِتٰبِ یہ فصل نصاری کو اتباع ابراہیم و حنیفیت کی دعوت دیتی ہے۔ اور ۳۳ سے اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰى العالمین، تا (۶۳) فَاِنْ تَوَلَّوْا سے فَاِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِالْمُفْسِدِيْنَ تک

فصل ہے نصاری کے عقائد کی تصحیح و اصلاح کے بیان میں جو مسیح علیہ السلام کی شان میں ہیں۔ اس سے پہلے سورۃ کے آغاز سے آیۃ نمبر ۳۱ تک کتب الٰہیہ کے نازل کرنیکا مقصد ہے۔ جو لوگ ان کو امامت فی الدین سے نکالتے ہیں اور پریشان کرتے ہیں ان کے متعلق آیت نمبر ۳۱ تک قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ) اس بات کا اظہار ہے کہ نبی کتاب اللہ یعنی تورات انجیل سمجھنے میں حجت ہے) کیوں کہ کتب الٰہیہ فقط الفاظ و صیغہ لغویہ کے ذریعہ نہیں سمجھے جاتے۔ بلکہ ان کے سمجھنے کے لئے ایک خاص ملکہ کی ضرورت ہے۔ جس کی تعبیر فرقان کے لفظ سے کی گئی ہے۔ فرقان اس قوت قدسیہ کا نام ہے۔ جو انسان میں ہے۔ وہ قوت اس انسان کا مزاج ملاء اعلیٰ کے ملائکہ کے مزاج کے مطابق کر دیتی ہے۔ اس کے بعد وہ ہر اس چیز کو سمجھ لیتا ہے جو حظیرۃ القدس میں مقرر ہو چکی ہے۔ اور روئے زمین

پر نبی کے زمانہ میں کوئی ایسا نہیں جو کتب اللہ کے سمجھنے کے بارہ میں نبی کے مماثل ہو۔ یہ مراد ہے فصل اول اور اسکے عنوان سے اور فصل اول کا مفہوم آیۃ ۱۸ میں متعین ہوتا ہے۔ شَهِدَ اللّٰهُ تا الحکیم اس سے پہلے فصل اول کی تمہید ہے۔

الٓمّٓ اس کا معنی سورۃ بقرۃ میں متعین ہو چکا ہے۔ سورہ بقرہ میں یہ بات تھی کہ قوت عالیہ دو انقلابوں کے بعد ہے۔ لام میم انقلاب حضرت عمر و انقلاب حضرت معاویہ مسلمان کو روئے زمین پر مضبوط بنا دیں گے۔ پس جب مسلمانوں سے کوئی مخاطب ہو اور ان کا کلام سمجھ جائے تو اس کے بعد وہ مسلمانوں کے کلام کے بغیر ادیان سابقہ سے کسی طرف متوجہ ہو گا۔ اور نہ اس سے اس کا دل مطمئن ہو گا۔

سورۂ ال عمران میں فلسفہ تحت الکتاب کی طرف توجہ کی گئی ہے سیاست کے لیے زمانوں کے بدلنے کے مطابق کئی طریقوں کا استخراج ممکن ہے۔ یہ فلسفہ حکماء ربانیین کی طرف رجوع کرتا ہے۔ کیونکہ انہیں خطرۃ القدس سے اتصال ہوتا ہے۔ اور انہیں ان تبدلات و تغیرات کا علم ہوتا ہے جو وہاں ہوتے ہیں اور وہ تبدلات کے قواعد بھی جانتے ہیں اور ایک دوسرے پر منطبق کر سکتے ہیں۔ یہ علم مسیح ابن مریم کے خواص میں سے ہے۔ اور دو انقلابوں کے بعد یعنی لام میم کے بعد کوئی شخص ادیان کے عارفوں میں قادر نہیں نہ ہی کوئی حکیم سیاسی جو مسلمانوں کو پہچاننے کے بعد دوسروں کی طرف توجہ دے۔

اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ ہم یہ سمجھتے ہیں کہ حی قیوم تجلی اعظم کی تفسیر ہے جو نفس کلیہ پر قائم ہے جو کہ عرش کے اوپر ہے۔ اس طرف اشارہ ہوتا ہے۔ اللہ اسم ہے جو عرش کی تجلی قائم پر ثابت ہے جو رحمٰن بھی ہے۔ لیکن اس کی بنیاد اور اس کا منبع وہ تجلی ہے جو نفس کلیہ پر قائم ہے۔ پس جب کہا جائے اللہ مِنْ حَيْثُ هُوَ هُوَ تو تجلی کی طرف اشارہ ہو گا جو قائم ہے نفس کلیہ پر اور جب کہا جائے اللہ تو مراد تجلی قائم علی العرش ہو گی۔ جس کی تفسیر اسماء حسنیٰ سے ہے

حیّ قیوم صورت وہ مادہ کے اعتبار سے دو اسم ہیں۔ نفس کلیہ تمام صورتوں کا منبع اور جڑ ہے۔ اور نفس رحمانی تمام مواد کا منبع ہے۔ نفس کلیہ حیّ سے نکلتا ہے۔ نفس رحمانی قیوم سے نکلتا ہے۔ یہ دونوں اسم ذات اللہ کی شاخیں ہیں لیکن یہ اعتبار رجوع الی التجلی الاعلیٰ کے ہے وہ تجلی اعلیٰ جو مواد سے صورتوں کے نکلنے سے بھی پہلے ہے۔ اور اسے عماء بھی کہا جا سکتا ہے۔ پس جو تجلی عماء میں پوشیدہ ہے اس سے حیّ قیوم نکلتے ہیں۔ لیکن اسماء الٰہیہ استوار علی العرش سے پہلے مستقر نہیں ہوتے۔

پس رحمان جو اسم ذات کی فرع ہے وہ عرش پر مستقر ہے۔ پھر اس کے بعد تمام اسمار الٰہیہ مستقر ہوتے ہیں۔ حظیرۃ القدس کے سمجھنے کے لئے۔ اور حظیرۃ القدس بھی اسم ذات کو بغیر استوار الرحمان علی العرش کے نہیں پہچان سکتے۔ گویا رحمٰن تمام اسمار کی معرفت کا ذریعہ اور وسیلہ ہے۔ لیکن ملأ اعلیٰ کے خواص اصل تجلیات کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ جو تجلی رحمان سے بھی بالا ہوتی ہیں۔ اور تجلی قائم علی النفس الکلیہ کے مثل ہوتی ہیں۔ اگر اس کے بعد ہو تو تجلی قائم بالعمار کی طرف رجوع کا کوئی وسیلہ بھی نہیں رہتا۔ صرف اعتماد علی التجلی القائم علی النفس الکلیہ رہتا ہے۔

تجلی قائم علی النفس الکلیہ کی تشریح امام محمد اسمٰعیل شہید نے طبقات میں یوں کی ہے۔

من التجلیات تجل علی النفس الکل وھو اول التجلیات وارفعھا اور میرا گمان یہ ہے کہ اہل نظر کے لئے انتہائی امکان رب کی معرفت کا وہ اس تجلی کے ذریعہ ہی ممکن ہے۔ اور جو حدیث میں آیا ہے اِنَّ الربّ کان فی عماء وہ اس تجلی کا اشارہ ہے۔

قلت:- صدر شہید نفس کلیہ اور نفس کلی میں فرق کرتے ہیں۔ طبقہ ذہم میں وہ لکھتے ہیں "قیّومِ حقائق الکلیہ کے لئے ایک تشخص ہے۔ اور قیّوم ظاہر الوجود کا مسمی ہے۔ اور وجود تمام ہیا کل موجودات نفس رحمانی اور نفس کلیہ پر منبط ہے۔ اور نفس کل کے علاوہ ہے۔ اس نفس کل کے علاوہ جو عرش سے متعلق ہے" تجلیات کی بحث میں لکھتے ہیں"۔ من التجلیات تجل علی النفس الکُل وھو اوّل تجلّ یعنی تجلیات میں ایک تجلی نفس کل پر ہے اور وہ پہلی تجلی ہے"۔ گویا صدر شہید نفس کلیہ کو مظہر تجلیات نہیں بناتے۔ تو ہمارے نزدیک پہلی تجلی قائم علی النفس الکلیہ ہے۔ اور تجلی قائم علی النفس الکلیہ ہے اور تجلی قائم علی النفس الکلیہ بغیر تجلی قائم علی النفس الکل پہچانی نہیں جا سکتی۔ اور تجلی قائم علی النفس الکل تجلی رحمٰن کی فرع ہے۔ امام ولی اللہ صاحب کے کلام کو سمجھنے کے لئے ان باتوں سے واقف ہونا ضروری ہے پس حیّ قیوم نکلتے ہیں۔ باعتبار تجلی قائم علی النفس الکلیہ کے اور وہ نفس رحمانی ہے لیکن جیسا کہ ہم ذکر کر آئے ہیں۔ عرش و کرسی کی تطبیق میں کہ وہ ایک جسم کی دو سطح ہیں۔ اس طرح نفس کلیہ اور نفس رحمانی ایک چیز کے مختلف جہات ہیں۔

پس حیّ متفرع ہوتا ہے قیام تجلی علی جہتہ النفس الکلیہ سے۔ اور قیوم متفرع ہوتا ہے جہتہ قیام تجلی علی النفس الرحمان سے۔ اور معرفت اسمار الٰہیہ (حیّ وقیوم) ملأ اعلیٰ کی اعلیٰ معرفتوں سے ہے

شاید مسیح نے اس معرفت کے متعلق حواریوں کو ذکر کیا تھا۔
تو طبقہ اولی اس معرفت کو اچھی طرح سمجھ گیا اور طبقہ ثانیہ نے تردید کی۔ طبقہ ثالثہ نے انہیں کلام فلاسفہ سے خلط ملط کر دیا۔ تاکہ مسیح کی فضیلت انبیاء بنی اسرائیل پر ثابت ہو سکے۔ بس ان کا کلام خلط ملط ہو گیا۔ اور اس سے بہت خرابیاں پیدا ہوئیں۔ جب امام صاحب نے ائمہ حظیرۃ القدس کی طرف نصاری کی غلطیاں بیان کرنے کے لئے توجہ کی تو اس دل میں معرفت حقیقیہ ظاہر ہوئی۔
اب اَللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ پڑھے اور معنی سمجھے۔ تو مطلب صاف ہو گا۔ کیوں کہ قلوب عارفین میں ان الفاظ سے اطمینان پیدا ہوتا ہے اور اصل اس تجلی قائم کا ذرہ بھر بحث نہیں ہے۔
نَزَّلَ عَلَیْکَ الْکِتٰبَ بِالْحَقِّ تو اہل کتاب کی مشکلات حل کرنے پر قادر ہے۔ اور کتب الٰہیہ کا مصدق ہے۔ دین حنیفی تمام ادیان کو جمع کرتا ہے اور جو کتاب نبی پر نازل ہوئی ہے وہ اس معرفت سے بھری ہوئی ہے مُصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیْہِ سے مراد تمام ادیان عالم ہے۔ ہم یہود و نصاری کو تمام ادیان کا مرجع مانتے ہیں بعض ادیان یہود کے مشابہ ہیں بعض نصاری کے۔ اور بعض یہودیت نصرانیت سے ملے جلے ہیں جب قرآن اس چیز کا مصدق ہے جو تمہارے ہاتھوں کے درمیان ہے۔ اور وہ یہودیت اور نصرانیت ہے تو گویا تمام ادیان جو عالم میں موجود ہیں ان کا مصدق ہوا۔ وَاَنْزَلَ التَّوْرٰۃَ الخ تورات حکومت عالیہ کے لئے اتری بطریق ابراہیم اور ابراہیم کی امامت کی مصدق تھی۔ اسی طرح انجیل کا مقصد بھی امامت ابراہیم کا قیام تھا۔ جس کی بنیاد تورات پر ہو۔ اس آیت بالا میں اسی کا اشارہ ہے۔ لیکن وہ کامیاب نہ ہو سکے۔ کیونکہ انہوں نے اتباع پوری نہ کی۔ قرآن بھی صرف اس مقصد کے لئے آیا ہے۔ اس مقصد کو اللہ نے ہمارے نبی کے ہاتھوں پورا کیا۔ کیوں کہ امت امیہ معارف انبیاء کے معارض نہیں ہوتی۔ جیسے کہ بنی اسرائیل ہوئے اور وہ اپنے زمانہ کے انبیاء کے معارض ہوتے تھے۔ اور تکمیل حکم الٰہی نہ کرتے تھے۔ اس کی مثال آج مسلمانوں میں ہے۔ کیوں کہ جو شخص بھی تجدید دین کا کام کرتا ہے لوگ اور اہل علم اس کے مقابلہ پہ آجاتے ہیں۔ اور وہ مجدد ایک طبقہ عوام میں سے لیکر ان کی تربیت کرتا ہے۔ اور بہت تھوڑے اہل علم اس سے ملتے ہیں۔ لیکن مدار اس تجدید کے طریقہ کا وہ لوگ ہوتے ہیں جو شروع میں ملتے ہیں۔ اور اس کے لئے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ تو نبی نے ان کی حل مشکلات اور تصحیح اغلاط کا کام کیا ہے وَاَنْزَلَ الْفُرْقَانَ وصف مسیح میں اَیَّدَہٗ بِرُوْحِ الْقُدُسِ آیا ہے۔ یہ فرقان اور روح القدس ایک چیز ہے۔ وہ نور ہے حظیرۃ القدس کا اس نور میں تمام ملاء اعلیٰ کا نسب ملا ہوتا ہے۔ یہ نور جب کامل کے حجت

پڑتا ہے تو خطیرۃ القدس کی اسے تجلی ہوتی ہے۔ مثال اس کی ایسے ہے جیسے سورج آنکھ پر تجلی کرتا ہے۔ جب کہ سورج کا نور آنکھ پر پڑتا ہے۔ فرقان فرق کرتا ہے۔ معانی حقہ اور معانی باطلہ میں۔ جب کوئی کتاب الٰہی کی معرفتوں میں کلام کرے۔ اور اس کے پاس فرقان نہ ہو تو کبھی درست سمجھتا ہے کبھی غلط۔ اس میں اختلاط ہوتا ہے تو جو لوگ ان شخصوں پر اعتماد کرتے ہیں جن کا کلام غلط درست سے ملا جلا ہے۔ اور اہل فرقان کے وہ معاند ہیں۔ پس وہ مومن نہیں ہیں۔ اگرچہ وہ زبان سے اپنے آپ کو مومن کہیں

تنبیہ:۔ جاہل لوگ کلام سلف کی باتیں کرتے ہیں۔ اور ان کے پاس فرقان نہیں ہوتا۔ الٹا اہل فرقان سے وہ عناد رکھتے ہیں۔ وہ حق پر نہیں ہم ایسی جماعت بھی جانتے ہیں جو اتباع امام ولی اللہ میں شامل ہوئی لیکن وہ جاہل لوگوں کی طرح کلام کرتے ہیں۔ اور معانی نہیں سمجھتے اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ ذی فرقان سے کلام نہیں لیتے۔ ان کے پاس سوائے فلسفہ اور لغت کے کچھ نہیں۔ اور وہ اپنی خواہشات پر ڈٹے ہوئے ہیں وہ اہل حق کے معاند ہیں۔ ٹھیک یہ مثال یہود و نصاریٰ کی ہے۔ جو زمانہ نبوی میں تھے۔ جو سلیم الذہن لوگ ہو گئے وہ اس اسلام میں داخل ہوں گے اس کے برابر کسی کو نہ دیکھیں گے۔ جو ذی فرقان کی اتباع نہ کرے گا۔ وہ دنیا پر غالب اور انبیاء کا معاند بنے گا اور کافر ہو جائیگا۔ اسکا اشارہ اِنَّ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا بِاٰیٰتِ اللّٰہِ میں ہے اس جماعت کی غلطیوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ جب وہ کسی ایسے آدمی کو دیکھتے ہیں جس کے پاس فرقان ہو اور کلام اللہ کے معانی حقہ کو سمجھتا ہو۔ خواہ کتب میں بحث کرنے والے علماء کی اصطلاحات کا علم اُسے نہ ہو تو یہ لوگ سمجھتے ہیں کہ الوہیت اس پر نازل ہوتی ہے۔ اگر اسے کامل دیکھتے ہیں تو معبود اور خدا مانتے ہیں۔ یا اس میں الٰہیت کی کسی چیز کا دعویٰ کر دیتے ہیں۔ حالاں کہ اس میں کچھ نہیں ہوتا۔ صرف اس کے دل میں فرقان نازل ہوتا ہے۔ اور خطیرۃ القدس میں اور الوہیت کی صفات لازمہ میں سے یہ بات ہے کہ جن کا ذکر خدا نے اپنے اس قول میں کیا ہے۔ اِنَّ اللّٰہَ لَا یَخۡفٰی عَلَیۡہِ شَیۡءٌ سے ھُوَ الۡعَزِیۡزُ الۡحَکِیۡمُ تک یہ اس کا علم اور قدرت ہے کیا اس میں کوئی ایک انسان شریک ہے ان صفات سے الوہیت پہچانی جاتی ہے۔ شریک کر کے جو خطیرۃ القدس کے فعل سے۔ جب یہ حقائق کسی آدمی کے نزدیک ثابت ہو جائیں تو کیا ممکن ہے کہ اس پر کوئی چیز مشتبہ ہو۔ اور یہ کہ مخلوق کے بارے میں یہ گمان کرنے لگے کہ الوہیت کے صفات سے کوئی چیز اس میں ہے۔ اصل مسئلہ یہ ہے کہ کتب الٰہیہ کا علم دو قسموں پر مشتمل ہے۔

۱:۔ پہلی قسم تمام انسانیت کے لئے۔ سلیم الذہن اس کلام کے ترجمہ سے بداہتہً مفہوم پالے گا۔ انسانیت سے مراد یہاں اجتماعیت متوسطہ ہے۔ یہاں اس سے اعراب بادیہ مراد نہیں وہ مثل اطفال کے ہیں۔ تو

جو اجتماعیت متوسطہ میں رہنے والا انسان ہے وہ اصول انسانیت اپنے تجربہ سے پہنچاتا ہے۔ اور اکثر اصول انسانیت کی تصدیق کرتا ہے۔ کیوں کہ اسے ان کی طرف احتیاج کا احساس ہوتا ہے۔ اس قسم کے لوگ صرف ترجمہ سے مفہوم پا لیتے ہیں۔

۲:- کتب الٰہیہ علوم کی دوسری قسم علم کی وہ نوع اول کے اصول اور اصول اصول نوع اول، اور اصول اصول اصول نوع اول ہوتے ہیں۔ یہ قسم بغیر اساتذہ کی مدد کے کوئی نہیں سمجھ سکتا۔ اور استاذ ماہر وہ ہو جس کا تعلق حظیرۃ القدس سے ہو۔ جس کا لطیفہ حجر بحث بیدار ہو۔ علم کی اس قسم میں تفکر کے وقت اگر باقی علوم کی طرح سمجھا جائے۔ تو مراد مشتبہ ہو جاتی ہے۔ نوع اول کو محکمات اور نوع ثانی کو متشابہات کہا جاتا ہے۔ اس کا اشارہ ہے خدا کے قول کی طرف۔

هُوَ الَّذِیْٓ اَنْزَلَ عَلَیْکَ الْکِتٰبَ مِنْهُ اٰیٰتٌ مُّحْکَمٰتٌ هُنَّ اُمُّ

وہی ہے جس نے اتاری تجھ پر کتاب اس میں بعض آیتیں ہیں محکم یعنی ان کے معنی واضح ہیں وہ اصل

الْکِتٰبِ وَاُخَرُ مُتَشٰبِهٰتٌ فَاَمَّا الَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ زَیْغٌ فَیَتَّبِعُوْنَ

ہیں کتاب کی اور دوسری ہیں متشابہ یعنی جن کے معنی معلوم یا معین نہیں سو جن کے دلوں میں کجی ہے وہ پیروی کرتے

مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَآءَ الْفِتْنَةِ وَابْتِغَآءَ تَاْوِیْلِهٖ وَمَا یَعْلَمُ

ہیں متشابہات کی گمراہی پھیلانے کی غرض سے اور مطلب معلوم کرنے کی وجہ سے اور ان کا مطلب کوئی

تَاْوِیْلَهٗٓ اِلَّا اللّٰهُ وَالرّٰسِخُوْنَ فِی الْعِلْمِ یَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِهٖ

نہیں جانتا سوائے اللہ کے اور مضبوط علم والے کہتے ہیں ہم اس پر یقین لاتے

کُلٌّ مِّنْ عِنْدِ رَبِّنَا وَمَا یَذَّکَّرُ اِلَّآ اُولُوا الْاَلْبَابِ ۝ رَبَّنَا

سب ہمارے رب کی طرف سے اتری ہیں اور سمجھانے سے وہی سمجھتے ہیں جن کو عقل ہے اے رب

لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَیْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْکَ رَحْمَةً

نہ پھیر ہمارے دلوں کو جب تو ہم کو ہدایت کر چکا اور عنایت کر ہم کو اپنے پاس سے رحمت

اِنَّکَ اَنْتَ الْوَهَّابُ ۝ رَبَّنَآ اِنَّکَ جَامِعُ النَّاسِ لِیَوْمٍ لَّا

تو ہی ہے سب کچھ دینے والا اے رب تو جمع کرنے والا ہے لوگوں کو ایک دن جس میں

رَيْبَ فِيْهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُخْلِفُ الْمِيْعَادَ ۝ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا

کچھ شبہ نہیں بیشک اللہ خلاف نہیں کرتا اپنا وعدہ بیشک جو لوگ کافر ہیں

لَنْ تُغْنِيَ عَنْھُمْ اَمْوَالُھُمْ وَلَآ اَوْلَادُھُمْ مِّنَ اللّٰهِ

ہرگز کام نہ آئیں گے۔ ان کو ان کے مال اور نہ ان کی اولاد اللہ کے سامنے

شَيْـــًٔـا ۭ وَاُولٰۗىِٕكَ ھُمْ وَقُوْدُ النَّارِ ۝ كَدَاْبِ اٰلِ فِرْعَوْنَ ۙ

کچھ اور وہی ہیں ایندھن دوزخ کے جیسے دستور فرعون والوں کا اور

وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۭ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ۚ فَاَخَذَھُمُ اللّٰهُ

جو ان سے پہلے تھے جھٹلایا انہوں نے ہماری آیتوں کو پھر پکڑا ان کو اللہ نے

بِذُنُوْبِهِمْ ۭ وَاللّٰهُ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۝ قُلْ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا

ان کے گناہوں پر اور اللہ کا عذاب سخت ہے کہہ دے کافروں کو کہ

سَتُغْلَبُوْنَ وَتُحْشَرُوْنَ اِلٰى جَهَنَّمَ ۭ وَبِئْسَ الْمِهَادُ ۝

اب تم مغلوب ہوگے اور ہانکے جاؤ گے دوزخ کی طرف اور کیا برا ٹھکانا ہے

هُنَّ اُمُّ الْكِتٰبِ یعنی بنیاد دعوت اور بنیاد قانون۔ جسے انسان اپنی فطرت سے سمجھ لیتا ہے۔ وَاُخَرُ مُتَشٰبِهٰتٌ دوسری قسم متشابہات کی جس کے حل کیلئے استاذ کی ضرورت ہوتی ہے۔ مثلاً پہلے میں نے فقہ حنفی پڑھی اس کے فروع و اصول پڑھے۔ اور میں سمجھتا تھا کہ بس کافی ہے کیوں کہ ہماری تمام اجتماعیت اسی پر مبنی ہے۔ اس کے بعد ماہرین اساتذہ سے اصول و فروع پڑھے۔ جن میں محقق استاذ بھی تھے۔ اور اطمینان خاطر ہوا جب فقہ سے فارغ ہوئے تو حدیث میں مشغول ہو گئے۔ تو ہمیں معلوم ہوا کہ بعض لوگ احادیث کو فقہ حنفی کی تائید کے لئے پیش کرتے۔ اور بعض لوگ فقہ حنفی کی مخالفت کرتے ہیں۔ اس کا حل مشکل ہوگیا کتب احادیث کے مطالعہ کی طرف رجوع کیا۔ تو اس میں بھی حیران ہوا۔ لیکن ایک بات دل میں تھی کہ شیخ کے قلب میں حیرت نہیں۔ اس کے پاس بڑا علم ہے جس کا ہم احاطہ نہیں کرسکتے۔ مجھے معلوم ہوا کہ بغیر امداد استاذ کے اصل مطلب پالینا مشکل ہے۔ اور اساتذہ کے رستہ پر آسان ہے۔ سات سال تک اس طریقہ پر میں مشغول رہا حتیٰ کہ بحمد اللہ میں ہدایت پاگیا۔ اس کے مقابلہ میں دو گروہ ہیں۔ ایک وہ جو مشکلات کو تحقیق کی ضرورت نہیں سمجھتے۔ کیوں کہ وہ تقلید سے مطمئن ہیں۔ اور وہ فقہ کو فلاح حیات کے لئے کافی سمجھتے ہیں۔

دوسرا گروہ جو حیران و متشکک ہے۔ آخر تک حیران رہتے ہیں۔ پس اللہ کے فضل سے مشائخ کی جماعت سے حل مشکلات پر میں قادر ہو سکا۔ اس کی ایک مثال ہے۔ جس وقت میں مسلمان ہوا تو مجھے میری طرح کا ایک نو مسلم ملا۔ وہ میرے وطن کا تھا۔ میرے اور اس کے گھر میں بیس میل کا فاصلہ ہے۔ ہمیں آپس میں اُنس پیدا ہوا اور ہم جس لٹریچر سے اسلام لائے تھے۔ وہ بھی قریب قریب ایک تھا۔ وہ مجھ سے دو سال بڑا تھا۔ اس کا نام عبدالہادی تھا۔ لیکن ہم نے علم حاصل کرنے کے راستے الگ الگ لئے وہ اہل حدیث کے علماء کی طرف گیا میں دیوبند کی طرف اس کے علماء اہلحدیث قاضی شوکانی نواب صدیق حسن خاں سید نذیر حسن کی طرح کے علماء کے اتباع میں سے تھے۔ سید نذیر حسن شیخ اسحاق کے تلامذہ میں سے تھے۔ وہ تارک حنفیت تھے۔ لیکن سید نذیر حسن اور قاضی شوکانی کے درمیان فرق واضح ہے۔ دوسرا طبقہ علما اہل حدیث کا دونوں مسلکوں میں کوئی فرق نہیں سمجھتا۔ عبدالہادی اسی دوسری قسم کے اہل حدیث علماء کے پاس گیا۔ جب تعلیم سے فارغ ہوا تو اس کا دل مطمئن نہ ہوا۔ اور وہ لاہور میں انگریزی علوم کی طرف مشغول ہو گیا۔ اور عربی فارسی میں رتبہ عالیہ حاصل کیا حتیٰ کہ وہ سرکاری مدرسے میں ملازم ہو گیا۔ اسے ایک آدمی ملا وہ اہلحدیث جماعت کا تھا لیکن علمائے اہلحدیث کی طرز کا نہ تھا۔ اس نے اپنی لڑکی سے اس کا رشتہ کر دیا۔ اور مالی امداد دی۔ غرضیکہ وہ متوسط طبقہ کا رئیس بن گیا۔ جب میں دیوبند سے فارغ ہو کر آیا وہ شخص اپنے اشکالات کے حل اور شکوک و اوہام کے ازالہ میں کوشش کر چکا تھا اور مجھے ولی اللہی طرز پر اطمینان نصیب ہو چکا تھا۔ تو ایک بار اس سے میری سفر میں ملاقات ہوئی۔ ہم ملتان میں ایک شخص کے پاس اُترے۔ عبدالہادی سے تعارف نہ ہوا تھا۔ جب ہم نے تبادلۂ خیالات کیا اور نام بتائے تو ہمارا تعارف ہو گیا۔ اور کئی بار ملاقاتیں بھی ہوئیں۔ جب وہ احتیاج معاش سے فارغ ہوا تو قرآن کریم کی طرف متوجہ ہوا۔ وہ سلیم الطبع اور ذی فہم تھا۔ اور ہادی قرآن سے واقف ہو چکا تھا۔ آخر کار اس نے اپنی زندگی کا مقصد فہم قران بنا لیا۔ جب عبدالہادی نے تفاسیر کو سمجھنے کی کوشش کی تو ان سے وہ کچھ نہ سمجھ سکا۔ پھر اس نے سرسید کی تفسیر کا مطالعہ کیا بعض تحقیقی چیزیں اس نے حاصل کیں۔ جب وہ اس سے بھی مایوس ہو گیا تو قرآن کا ترجمہ اجتہاد سے سمجھنے لگا۔ اور ترجمہ لکھنا بھی شروع کیا۔ پہلے سپارے کا ترجمہ لکھا اور اسے چھپوایا اور ایک ایسے مسلک پر اس کی کوشش منتج ہوئی۔ کہ جس کا نہ کوئی نظام ہے نہ اصول۔

ایک بار پھر اس ملتانی کے گھر میں میری عبدالہادی سے ملاقات ہوئی۔ مجھ سے قرآن کے اشکالات اس نے دریافت کئے۔ میں نے اس کی مشکلات کو سمجھ لیا۔ میں نے اس سے کہا کہ اگر دو گھنٹے میری بات

سننے پر قدرت رکھتے ہو تو میرے افکار سنو اور درمیان کلام میں کوئی معارضہ نہ کرنا اس نے جواب دیا ہاں !
میں نے اسے امام ولی اللہ کے کلام سے بہت کچھ سنایا کہ اسلام تمام دنیا کے مذاہب کی اصلاح کے لئے آیا ہے
اور اس کی تعلیم کے دو درجے ہیں۔

ا :- پہلا درجہ امی عرب قوم کے لئے ہے۔

۲ :- دوسرا درجہ تمام اقوام عالم کے لئے ہے اور تمام دنیا کے لئے ہے۔ میں نے عام مذاہب فاسدہ
کے متعلق چند چیزیں سنائیں۔ اور وہ تمام مذاہب فاسدہ ایک ہی منہاج وطرف کے ہیں۔ آخر کار اس نے
کہا کہ میں محسوس کرتا ہوں اگر ایک مہینہ آپ کی صحبت میں رہوں تو میرے تمام شکوک ختم ہو جائیں گے
اور مشکلات حل ہو جائیں گی۔ میں نے یہ بات بطور فخر کے ذکر نہیں کی۔ آیاتِ متشابہات تمام کے تمام محکمات کی
کی طرح ہو سکتے ہیں۔ جبکہ انسان کو کسی ایسے شخص کی صحبت میسر ہو جس کا تعلق حظیرۃ القدس سے ہے۔ اور حظیرۃ
القدس سے جس کو تائید بھی حاصل ہے۔

نیز روح القدس بالفاظ دیگر فرقان سے جسکو تائید حاصل ہے۔ اس قسم کے لوگ میرے نزدیک راسخین
فی العلم ہیں۔ پس اگر طالب حق کتب الہیہ کے سمجھنے کے لئے تمام مواد لازمہ کو جمع کرتا ہے اور راسخین فی العلم سے
اسے تعلق اور صحبت نہیں تو اس کے شکوک کا حل ہونا آسان نہیں۔ اور لغزشوں سے وہ بسہولت نہیں نکل سکتا۔
فاما الذین فی قلوبھم زیغ سے وَابتغاء تاویلہ تک۔ یعنی بغیر الراسخین فی العلم کی امداد کے وہ متشابہات
کی اتباع کر کے یا اجتہاد کر کے ایک فتنہ کی طرف پہنچ جائیں گے۔ اور صحیح تاویل پر انہیں اعتماد کبھی نہ ہو گا۔
البتہ جب فرقان اللہ کی طرف سے میسر ہو جائے۔ یا صحبت راسخین فی العلم میسر ہو جائے تب صحیح تاویل
پر اعتماد میسر ہو سکتا ہے۔ اس کا اشارہ ہے۔ ابتغاء الفتنۃ الخ

قولہ وَمَا یعلم تاویلہ الا اللہ والراسخون فی العلم۔ **تنبیہ** ایک گروہ مشتغلین فی العلم کا ایسا ہے
جو متشابہات کی تاویل کو مراد الہٰی پر چھوڑ دیتا ہے۔ اور مسئلہ کی تفصیل میں نہیں پڑتے۔ یہ اہل حق کا گروہ ہے
یہ صرف محکمات فی الدین پر عمل کرتے ہیں پھر ارتفاقات کے فرائض میں آجاتے ہیں۔ یہ طبقہ اولیٰ ہے۔

طبقہ ثانیہ :- متشابہ کو حسب مراد الہٰی مانتا ہے۔ ایمان رکھتا ہے۔ لیکن ان کے دلوں میں اوہام
پائے جاتے ہیں۔ وہ بوقت موقع لوگوں کے سامنے اظہار کرتے ہیں اور اپنے مخالفین سے مقابلہ کرتے ہیں
یہ اہل حق نہیں۔ طبقہ ثالثہ ان سے ادنیٰ ہے۔ وہ اپنے اوہام کو تحقیق سمجھ لیتے ہیں۔ اور لوگوں کو اپنی

طرف بلاتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ یہ مذہب سلف صالحین کا ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کی علم کی نظر میں کوئی قیمت نہیں یہی وہ لوگ ہیں جو عبد الہادی کی طرح گمراہ کرتے ہیں۔ (تنبیہ ختم شد)

قولہ یَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِهٖ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ رَبِّنَا یعنی راسخین فی العلم پر کوئی چیز مشتبہ نہیں رہتی۔ بلکہ ہر چیز دوسری سے ان کے ہاں منطبق ہو جاتی ہے۔ پس جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ راسخین فی العلم متشابہات کو کچھ نہیں جانتے اگر ان کی منشا یہ ہے کہ لوگ متشابہات میں نہ الجھیں تو یہ دینی مسئلہ ہے۔ اور قابل قبول ہے۔ لیکن اگر ان کی مراد یہ ہے اور اعتقاد یہ ہے کہ متشابہات کا علم سوائے خدا کے کسی کو نہیں۔ تو یہ جاہل لوگ ہیں جو ائمہ کی مراد تک نہیں پہنچ سکے۔

بعض لوگ اِلَّا اللّٰهُ پر وقف کرتے ہیں، احناف اور حنابلہ میں سے وقف نہ کرنے والوں پر تشدد کیا جاتا ہے۔ اس میں وہ غلطی پر ہیں۔ (اس سے راسخین فی العلم علم متشابہات سے خارج ہو جاتے ہیں) حالاں کہ حنفیت کے عارف عالم اس بات کو جائز سمجھتے ہیں کہ متشابہات کا علم راسخین فی العلم کو ہے بطور بخشش الہی کے۔ اگرچہ وہ علم بطور نظر و استدلال کے نہیں ہوتا۔ امام ربانی شیخ احمد سرہندی نے اس بات کی تصریح کی ہے کہ انہیں علم متشابہات کا ہے۔ لیکن جب انہوں نے اپنے صاحبزادہ کامل شیخ محمد معصوم سے بیان کرنے کا ارادہ کیا تو انہوں نے خلوت میں بلا کر بتایا اور پردہ میں بتایا تاکہ کوئی سن نہ سکے۔ اس بات کی تصریح شیخ عبد العلی نے فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت میں کی ہے۔ اسی طرح ائمہ حنابلہ میں سے شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے سورۂ اخلاص کی تفسیر میں اور اپنی کتابوں اور رسالوں میں کئی بار اس بات کی تصریح کی ہے کہ علم متشابہات کا راسخین فی العلم کو ہے۔ اور منکرین کا رد کیا ہے۔

وَمَا يَذَّكَّرُ اِلَّآ اُولُوا الْاَلْبَابِ یعنی جو لوگ تنظیم انسانیت میں غور و فکر کریں وہ بہت سے اشکالات پاتے ہیں۔ پس جب وہ کتب الہیہ کا مطالعہ کریں گے تو وہ انہیں حل اشکالات کی طرف رہنمائی کریں گی۔ پس وہ نصیحت حاصل کریں گے۔ اور اس طرح وہ کتاب کا کچھ حصہ متن مقرر کریں گے۔ اور کچھ حصہ شرح متن، شرح اور متن کے درمیان تقرر راسخین فی العلم کے لئے حسب فضیلت باہمی ہے۔ جب ان کا تفکر منطبق ہو جائے اور کتاب اللہ میں امر واحد پر متفق ہو جائیں تو وہ کتاب اللہ سمجھنے کے اہل ہوں گے۔ اور اگر ان کا تعلق حظیرۃ القدس سے ہو جائے وہ راسخین فی العلم شمار ہوں گے۔ یہی وہ لوگ ہیں جو علم میں راسخ ہیں۔ رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ۔ یعنی جب تو نے محکمات، متشابہات کے توافق

کی ہدایت کی تیری مدد کے ذریعے گویا کہ ہم تجھے دیکھ رہے ہیں اور خطیرۃ القدس سے متصل ہو گئے ہیں۔ پس شکوک کی گنجائش ہی نہیں رہتی۔ ربنا انک جامع الناس سے المیعاد تک، وہ متشابہات کی محکمات کے ساتھ تطبیق پر اعتماد کرتے ہیں کہ خطیرۃ القدس کسی نہ کسی دن تمام لوگوں کو اپنی طرف کھینچے گا۔ جس تاویل کی خطیرۃ القدس میں موجودگی اور ثبوت نہیں وہ باطل ہے۔ ہم کسی ایسی چیز پر عمل نہ کریں گے جس کی غلطی ثابت ہو جائے۔ ربنا انک جامع الناس لیوم لا ریب فیہ بلکہ ہم اپنے فرائض ادا کریں گے۔ محکمات کے مطابق۔ اور متشابہات کو محکمات کی تطبیق میں اپنے خوشی کا سبب کریں گے۔ پس جس طرح تو نے ہمیں ہدایت کی محکمات و متشابہات کے جمع کرنے کے لیے ہم پر فضل کر کہ ہم دوسروں پر فوقیت لے جائیں۔ تاکہ لوگوں سے زیادہ عدل کریں۔

پس محکمات و متشابہات پر عمل کی صورت میں کتاب اللہ کی تعمیل اور اقامت عدل و احسان یہ دونوں باتیں فرقان کی علامت ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جو انبیاء کی ہدایت کے مطابق ہدایات یافتہ ہیں۔

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا سے شَيْئًا تک، یہ تیسرا طبقہ ہے جو صحیح و غلط میں اختلاط کرتا ہے اور انہیں اموال و اولاد سیاست باطلہ کی قوت سے حاصل ہوا ہے۔ اور انبیاء کے نام پر سیاسی پروگرام بناتے ہیں۔ حالاں کہ فقط اپنی خواہشات کی تکمیل ان کا مقصد ہوتا ہے۔ جیسے نصاریٰ روم کی سلطنت کہ وہ تثلیث کفارہ اور فدا کا اعتقاد رکھتے تھے تاکہ لوگوں کے لیے ان کی سیاست کا اتباع آسان ہو جائے۔ حالانکہ فی الحقیقۃ وہ انبیاء کا کفر و انکار کرتے تھے۔ اُولٰٓئِكَ هُمْ وَقُوْدُ النَّارِ تا وَاللّٰهُ شَدِيْدُ الْعِقَابِ، فراعنہ اور ان کے درمیان کوئی فرق نہیں جیسے فراعنہ نے اپنا طریقہ لیا ایسے ہی انہوں نے اپنا راستہ اختیار کیا۔ اور اسی کا اشارہ ہے (۱۲) میں۔ قُلْ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا سَتُغْلَبُوْنَ وَتُحْشَرُوْنَ اِلٰى جَهَنَّمَ ۭ وَبِئْسَ الْمِهَادُ یہ روم کو ڈرانا ہے اور ان کے لئے دھمکی ہے۔ یعنی مسلمانوں کی کمزوری سے تمہیں دھوکہ نہ ہونا چاہیے۔

قَدْ كَانَ لَكُمْ اٰيَةٌ فِيْ فِئَتَيْنِ الْتَقَتَا ۭ فِئَةٌ تُقَاتِلُ فِيْ سَبِيْلِ

ابھی گزر چکا ہے تمہارے سامنے ایک نمونہ دو فوجوں میں جن میں مقابلہ ہوا ایک فوج ہے کہ لڑتی ہے اللہ کی راہ میں

اللّٰهِ وَاُخْرٰى كَافِرَةٌ يَّرَوْنَهُمْ مِّثْلَيْهِمْ رَاْيَ الْعَيْنِ ۭ وَاللّٰهُ

اور دوسری فوج کافروں کی ہے دیکھتے ہیں یہ ان کو اپنے سے دوچند صریح آنکھوں سے اور اللہ

يُؤَيِّدُ بِنَصْرِهٖ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّاُولِي الْاَبْصَارِ (۱۳)

زور دیتا ہے اپنی مدد کا جس کو چاہے اسی میں عبرت ہے دیکھنے والوں کو

زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوٰتِ مِنَ النِّسَآءِ وَالْبَنِيْنَ وَالْقَنَاطِيْرِ

فریفتہ کیا ہے لوگوں کو مرغوب چیزوں کی محبت نے جیسے عورتیں اور بیٹے اور خزانے

الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَالْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَالْاَنْعَامِ

جمع کئے ہوئے سونے اور چاندی کے اور گھوڑے نشان لگائے ہوئے اور مویشی

وَالْحَرْثِ ؕ ذٰلِكَ مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ

اور کھیتی یہ فائدہ اٹھانا ہے دُنیا کی زندگی میں اور اللہ ہی کے پاس ہے اچھا

الْمَاٰبِ ﴿۱۴﴾ قُلْ اَؤُنَبِّئُكُمْ بِخَيْرٍ مِّنْ ذٰلِكُمْ ؕ لِلَّذِيْنَ اتَّقَوْا عِنْدَ

ٹھکانا کہہ دے کیا بتاؤں میں تم کو اس سے بہتر پرہیزگاروں کے لئے اپنے رب

رَبِّهِمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَ

کے ہاں باغ ہیں جن کے نیچے جاری ہیں نہریں ہمیشہ رہیں گے ان میں اور

اَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ وَّرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ

عورتیں ہیں ستھری اور رضامندی اللہ کی اور اللہ کی نگاہ میں ہیں

بِالْعِبَادِ ﴿۱۵﴾ ۚ اَلَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اِنَّنَآ اٰمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا

بندے وہ جو کہتے ہیں اے رب ہمارے ہم ایمان لائے ہیں سو بخش دے ہم کو گناہ ہمارے

وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ﴿۱۶﴾ ۚ اَلصّٰبِرِيْنَ وَالصّٰدِقِيْنَ وَالْقٰنِتِيْنَ

اور بچا ہم کو دوزخ کے عذاب سے وہ صبر کرنے والے ہیں اور سچے اور حکم بجا لانے والے

وَالْمُنْفِقِيْنَ وَالْمُسْتَغْفِرِيْنَ بِالْاَسْحَارِ ﴿۱۷﴾ شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ

اور خرچ کرنے والے اور گناہ بخشوانے والے پچھلی رات میں اللہ نے گواہی دی کہ

لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۙ وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَاُولُوا الْعِلْمِ قَآئِمًا ۢ بِالْقِسْطِ ؕ

کسی کی بندگی نہیں اس کے سوا اور فرشتوں نے اور علم والوں نے بھی وہی حاکم انصاف کا ہے

لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۱۸﴾

کسی کی بندگی نہیں اس کے سوا زبردست ہے حکمت والا

اشارہ ہے بدر میں مسلمانوں کی امداد کی طرف باوجود ان کی قلّت وضُعف کے اور کفار کے بدک جانے کا

کثرت و قوت کے۔ یہ لوگ جو کفر پر سیاست کی بنیاد ڈال رہے ہیں۔ انہیں دنیا میں سوائے شہوات کے کچھ حاصل نہ ہوگا۔ یہ باطل حکومتوں کی طرف اشارہ ہے کہ انہیں یہ حاصل ہوتا ہے۔ اور آخرت میں عذاب ہے، اس کا اشارہ ۱۴ میں ہے زُیِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّھَوَاتِ وَ اللّٰہُ عِندَہٗ حُسنُ المَآبِ یہ پہلی آیت کا نتیجہ ہے۔ اور جو لوگ صاحب عقل ہیں راسخین فی العلم ہیں وہ سیاست باطلہ کی مخالفت کر رہے ہیں۔ کیوں کہ سیاست باطلہ اپنے ماننے والوں کے لئے مال اور شہوت لے آتی ہے۔ اور اولی الالباب صاحب عقل ایسی سیاست پر عمل کرتے ہیں جس کا مقصد لوگوں کے درمیان انصاف قائم کرنا ہوتا ہے۔ اس کا اشارہ ہے قُل اَؤُنَبِّئُکُم بِخَیرٍ مِّن ذٰلِکُم۔۔۔ وَ اللّٰہُ بَصِیرٌ بِالعِبَادِ اب آیات ۱۶، ۱۷، ۱۸ یہ ہیں۔ ان کے حالات کا بیان ہے جو کہتے ہیں اَلَّذِینَ یَقُولُونَ رَبَّنَا۔۔۔ وَالمُستَغفِرِینَ بِالاَسحَارِ یعنی حق کے ساتھ ایمان لائے اور باطل کو رد کرتے ہیں۔ پس اگر ہم سے خطاء صادر ہوئی جس کی وجہ سے لوگوں کو نقصان پہنچا یہ گناہ ہے مگر چونکہ ہم نے قصداً نہیں کیا وہ بھی بخش دے، الصَّابِرِینَ الخ یعنی باطل کے مقابلہ میں صابر ہیں اور حق قائم کرنے کے لئے صدق دل سے لگے ہوئے ہیں، یہ لوگ جو کفر پر سیاست کی بنیاد ڈال رہے ہیں۔ انہیں دنیا میں سوائے شہوات کے کچھ حاصل نہ ہوگا۔ اور جو لوگ صاحب عقل و راسخ فی العلم ہیں۔ وہ سیاست باطل کی مخالفت کر رہے ہیں۔

اَلقٰنِتِینَ یعنی وہ حظیرۃ القدس سے اتصال رکھتے ہیں۔ اَلمُنفِقِینَ اہل حاجت کے لئے اپنا مال خرچ کرتے ہیں۔ یعنی وہ جمع اموال کا ارادہ نہیں رکھتے۔ بلکہ انفاق چاہتے ہیں۔ اَلمُستَغفِرِینَ بِالاَسحَارِ یعنی سحور کے وقت استغفار کرنیوالے۔ کیوں کہ وہ تقرب الی اللہ کا وقت ہوتا ہے۔ اللہ سے مغفرت کرتے ہیں۔ اور اپنی غلطیوں کا اعتراف کرتے ہیں۔ اور جو عمل کرتے ہیں اس کا محاسبہ کرتے ہیں یعنی توبہ کرتے ہیں کہ آئندہ نہ کریں گے۔

استغفار بالاسحار کا یہی معنی ہے۔ یہی اہل علم لوگ ہیں۔ اور یہی عدل قائم کرتے ہیں۔ جیسے کہ اللہ کی منشاء ہے اور حظیرۃ القدس کی مرضی ہے یہی اہل علم اولوالالباب ہیں۔ راسخین فی العلم ہیں عدل قائم کرتے ہیں اس کی طرف اشارہ ۱۸ میں ہے۔

شَھِدَ اللّٰہُ اَنَّہٗ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ۔۔۔ العَزِیزُ الحَکِیمُ یہ توحید ہے لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ یہ تمام ادیان کی بنیاد ہے اور معرفت کی انتہا ہے۔ اس سے غرض فلسفہ ایجاد کرنا یا مال جمع کرنا نہیں۔ اللہ اسکے ملائکہ اور اولی العلم گواہ ہیں کہ توحید قسط قائم کرنے کے لئے ہے جو کہ عدل ہے۔

قَائِمًا بِالْقِسْطِ نسفی اس کا ترجمہ یوں کرتا ہے مقیماً بالقسط یہ اہل علم کی صفت ہے۔ یہ شہادت اقامت قسط کے لئے ہے۔ اس شخص نے لوگوں پر ظلم کیا ہے جس نے اس آیت کی تحریف اپنے فلسفہ و بلاغت کے زور سے کی ہے۔

کتاب دو قسموں پر منقسم ہے محکمات[1] متشابہات[2] اور جس نے فلسفہ اور معرفت فی المتشابہات کا دعویٰ کیا اور دین کو لوگوں میں اقامت عدل کرنے سے خارج کیا۔ اس نے ہر قانون و حکم کا مرکز اپنے متعین کردہ حاکم کو بنایا ہے کہ جو کچھ وہ کرے اور حکم کرے اس کا مواخذہ نہیں یہی معنٰی ہے سلطان کا۔ قیصر کا۔ زار کا۔ کسریٰ کا امپریلزم کا۔ تمام میں ایک حقیقت ہے اور نام مختلف ہیں۔ اس کی ترویج بغیر باریک بینی کے ممکن نہیں مثلاً فلسفی کے ذریعہ۔ یہ تمام باطل پسند ہیں اور علم دین سے خیانت کے طور پر فائدہ اٹھاتے ہیں۔ مال جمع کرتے ہیں۔ لشکر، چاندی، سونا، عورتیں اولاد جمع کرتے ہیں۔ جو ان کی مرضی سے دین چلائے وہ بھی ظالم ہے۔

قیصرت کو برباد کرنے کے لئے اور ان مذاہب کو برباد کرنے کے لئے جن کی بنیادوں پر قیصریت قائم ہوئی، قرآن کریم نازل ہوا۔ مسلمان جب کتاب الٰہی کو بھول گئے تو انہوں نے بھی باطل پسند لوگوں کے طریقوں پر اپنی حکومتیں قائم کرلیں۔ قرآن کریم کی دعوت وہی ہے جو پہلے ادیان کی دعوت تھی۔ یہ کوئی دوسری دعوت نہیں ہے جو دوسرے ادیان کی دعوت کے مخالف ہو۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ ہر دین اللہ کے احکام کو تسلیم کرنے کی دعوت دیتا ہے۔ یا دوسرے لفظوں میں اسے اسلام کہا جاتا ہے۔ جب تمام ادیان کا مرکز دیکھیں تو ہمیں معلوم ہوگا کہ اسلام تمام ادیان کے درمیان مشترک ہے۔ اور دین کی یہ قسم جو انہوں نے مرتب کرلی ہے۔ یہ بدعات کا مجموعہ ہے اور یہ قیصروں کی حکومتوں کی طرف دعوت دیتا ہے۔ اور اسلام کے مخالف ہے۔ اور اس کا جھوٹ و رسوائی ثابت ہو چکی ہے۔ اگر وہ ہماری اس معاملہ میں مخالفت کریں تو ہم آخر زمانہ تک ان کے ساتھ بحث کرنے کے لئے قادر ہیں۔ یہاں تک کہ ان کا بطلان اور جھوٹ تمام لوگوں کو معلوم ہو جائے گا۔ اس کی طرف اشارہ ہے ۹ تا ۲۵ میں۔

إِنَّ الدِّينَ عِندَ اللَّهِ الْإِسْلَامُ ۗ وَمَا اخْتَلَفَ الَّذِينَ أُوتُوا

بے شک دین جو ہے اللہ کے ہاں سو یہی مسلمانی حکمبرداری اور مخالف نہیں ہوئے کتاب والے

الْكِتٰبَ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْعِلْمُ بَغْيًۢا بَيْنَهُمْ ؕ وَمَنْ

مگر جب ان کو معلوم ہو چکا آپس کی ضد اور حسد سے اور جو کوئی

يَّكْفُرْ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ فَاِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ﴿۱۹﴾ فَاِنْ

انکار کرے اللہ کے حکموں کا تو اللہ جلدی حساب لینے والا ہے پھر بھی اگر

حَآجُّوْكَ فَقُلْ اَسْلَمْتُ وَجْهِيَ لِلّٰهِ وَمَنِ اتَّبَعَنِ ؕ وَقُلْ

تجھ سے جھگڑیں تو کہہ دے میں نے تابع کیا اپنا منہ اللہ کے حکم پر اور انہوں نے بھی کہ جو میرے ساتھ ہیں اور کہہ دے

لِّلَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ وَالْاُمِّيّٖنَ ءَاَسْلَمْتُمْ ؕ فَاِنْ اَسْلَمُوْا

کتاب والوں کو اور ان پڑھوں کو کہ تم بھی تابع ہوتے ہو پھر اگر وہ تابع ہوئے

فَقَدِ اهْتَدَوْا ۚ وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلٰغُ ؕ وَاللّٰهُ

تو انہوں نے راہ پائی سیدھی اور اگر منہ پھیریں تو تیرے ذمہ صرف پہنچا دینا ہے اور اللہ

بَصِيْرٌۢ بِالْعِبَادِ ﴿۲۰﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَيَقْتُلُوْنَ

کی نگاہ میں ہیں بندے جو لوگ انکار کرتے ہیں اللہ کے حکموں کا اور قتل کرتے ہیں

النَّبِيّٖنَ بِغَيْرِ حَقٍّ ۙ وَّيَقْتُلُوْنَ الَّذِيْنَ يَاْمُرُوْنَ بِالْقِسْطِ

پیغمبروں کو ناحق اور قتل کرتے ہیں ان کو جو حکم کرتے ہیں انصاف کرنے کا

مِنَ النَّاسِ ۙ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ﴿۲۱﴾ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ

لوگوں میں سے سو خوشخبری سنا دے ان کو عذاب دردناک کی یہی ہیں جن کی

حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ؗ وَمَا لَهُمْ مِّنْ

محنت ضائع ہوئی دنیا میں اور آخرت میں اور کوئی نہیں ان کا

نّٰصِرِيْنَ ﴿۲۲﴾ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ اُوْتُوْا نَصِيْبًا مِّنَ الْكِتٰبِ

مددگار کیا نہ دیکھا تو نے ان لوگوں کو جن کو ملا کچھ ایک حصہ کتاب کا

يُدْعَوْنَ اِلٰى كِتٰبِ اللّٰهِ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ يَتَوَلّٰى فَرِيْقٌ

ان کو بلاتے ہیں اللہ کی کتاب کی طرف تاکہ وہ کتاب ان میں حکم کرے پھر منہ پھیرتے ہیں بعض

مِّنْهُمْ وَهُمْ مُّعْرِضُوْنَ ﴿۲۳﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْا

ان میں سے تغافل کر کے یہ اس واسطے کہ کہتے ہیں وہ ہم کو

لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ اِلَّآ اَيَّامًا مَّعْدُوْدٰتٍ ۪ وَغَرَّهُمْ فِيْ

ہرگز نہ لگے گی آگ دوزخ کی مگر چند دن گنتی کے اور بہکے ہیں اپنے

دِيْنِهِمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ﴿۲۴﴾ فَكَيْفَ اِذَا جَمَعْنٰهُمْ لِيَوْمٍ

دین میں اپنی بنائی باتوں پر پھر کیا ہوگا حال جب ہم ان کو جمع کریں گے ایک دن

لَّا رَيْبَ فِيْهِ ۣ وَوُفِّيَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ

کہ اس کے آنے میں کچھ شبہ نہیں اور پورا پاوے گا ہر کوئی اپنا کیا اور اُن کی

لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿۲۵﴾

حق تلفی نہ ہوگی

اس سے مراد یہ ہے کہ امر مشترک تمام ادیان میں اللہ کے احکام کو تسلیم کرنا ہے۔ جو ادیان کی تعلیم و تعلّم میں مشغول ہے اس کے لئے یہ بات بہت بڑی بدیہی ہے۔

اس کی تفصیل یہ ہے کہ لوگ طبعاً متمدّن ہیں۔ اور ہر اجتماعیت حاکم کے لئے محتاج ہے۔ اور احکام میں کبھی اختلاف واقع ہوتا ہے۔ ایک گروہ ایسے لوگوں کو حاکم بناتا ہے جن کا اتّصال خطیرۃ القدس سے ہے۔ اور وہ امرِ الٰہی کا حکم دیتے ہیں۔ جو امر کہ فرشتوں کے پاس بھی ثابت اور متقرر ہوتا ہے۔ اور وہ امر الٰہی کو تمام احکام پر مقدم رکھتے ہیں، یہ دین ہے جس کے لئے تمام انبیاء آئے۔ دوسری جماعت ایسے لوگوں کو حاکم بناتی ہے۔ جو صرف حکومت کے لئے نصب کئے جاتے ہیں۔ اور یہ صاحب دین نہیں ہوتے۔ پھر صاحب دین میں بھی ایک ایسی جماعت پیدا ہوتی ہے جو دین کے خلاف بغاوت کر دیتی ہے اور بے دین حکام کی آراء کی حمایت کرتی ہے۔ اور دین میں دو راستے ہیں۔ (۱) امر الٰہی کا اتّباع بذریعہ انبیاء (۲) لادین حکام کے احکام کا راستہ اس دوسرے کا اشارہ وَمَا اخْتَلَفَ الَّذِيْنَ ... بَغْيًا بَيْنَهُمْ میں ہے۔

ان کا اختلاف اس بات میں ہے کہ آیا امر الٰہی کی اطاعت ہر معاملہ میں ضروری ہے یا نہیں۔ یہ اختلاف فی الدین حادث ہے۔ اور یہ اصل دین واقع نہیں ہوتا۔ ہماری مراد یہ نہیں کہ جو لوگ بوقت اختلاف ایسے لوگوں کو حکم بناتے ہیں جن کا تعلق خطیرۃ القدس سے ہو وہ اجتماع و تمدن کی مصلحت کی رعایت نہیں کرتے جیسا کہ جاہلوں کا گمان ہے بلکہ دعویٰ اس بات کا ہے کہ جو حقیقت اجتماع اور حقوق اجتماع کی رعایت کرتے ہیں وہ اپنے مدارج کے مطابق تمام بنی آدم کے حقوق کی رعایت کرتے ہیں۔

لیکن یہ حکام صرف اپنے گروہ کی رعایت کرتے ہیں۔ اور امر فارق ان دونوں یعنی اہل ادیان اور لادینوں میں یہ ہے کہ عدل زیادہ ظاہر ہوتا ہے۔ اور کامل ہے۔ اتباع دین میں اور ظلم اتباع میں ظاہر ہوتا ہے جو لوگ کے غیر متدین ہوں پھر کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ اہل دین کا باغی گروہ اہل دین پر غالب آجاتا ہے اور ان کا ظلم و تو دین کے نام سے مشہور ہو جاتا ہے اور ان کا فساد و ظلم اکثر غیر متدینوں سے زیادہ شرمناک ہوتا ہے۔ پس وہ فساد دین کی جانب سے نہیں ہوتا۔ بلکہ ان لوگوں کی طرف سے ہوتا ہے جو دین کے باغی ہوتے ہیں۔ یہی لوگ درحقیقت آیات الٰہی کا انکار کرتے ہیں اس کا اشارہ وَمَنْ یَّکْفُرْ بِاٰیٰتِ اللّٰہِ فَاِنَّ اللّٰہَ سَرِیْعُ الْحِسَابِ میں ہے۔ یعنی ان سے بنام دین حکومت چھین لی جاتی ہے۔ اور غیر متدین غالب آجاتے ہیں۔ یہ حساب فی الدنیا ہے۔ اور ہر نبی کے زمانہ میں نصاریٰ پر احتجاج اس معنیٰ میں تھا اور اسی طرح قریش پر احتجاج تھا کہ وہ اتباع ابراہیم کا دعویٰ کرتے تھے میں اس کی طرف اشارہ ہے فان حاجوک .... بصیر بالعباد ہ اسلمت وجہی للہ ومن اتبعن نحن یعنی نبی اور اس کے متبعین اللہ کی تابعداری کرتے ہیں۔ یعنی تمام ادیان ارضی کی جو خدا کی جانب سے آئے۔

یہ بات لوگوں پر ثقیل نہ گزرے کیوں کہ اللہ کے تمام ادیان اختلاف نہیں رکھتے۔ دعوت ابراہیم کی یہی بنیاد ہے۔ جب ہمارا دعویٰ یہ ہے کہ ہم اللہ کے تمام ادیان کی اتباع کرتے ہیں۔ تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم راسخین فی العلم ہیں۔ اور تمام ادیان کا علم رکھتے ہیں۔ اور وہ اختلاف رکھتے ہیں۔ ان کے ہاں دین متشابہات کا ہے۔ ہم تمام ادیان کی تطبیق کر سکتے ہیں۔ اور جمع کر سکتے ہیں۔ اس لئے ہمارے نزدیک دین محکمات کا ہے۔ یہی حنیفیت ہے۔ اس کا اشارہ ہم نے عبدالہادی کی مثال میں کیا ہے۔ آج کوئی بھی قادر نہیں کہ وہ چاروں مشہور مذاہب میں تمام احادیث پر عمل کر سکے۔ وہ تمام متشابہات کا مذاہب بن جاتا ہے۔ اور جہالت کی وجہ سے وہ تقلید بھی نہیں کرتے۔ ہم اس معنی میں امام ولی اللہ کو مقدم سمجھتے ہیں۔ اور میں اپنے اعتماد سے حجۃ اللہ البالغہ کی وجہ سے تمام صحیح احادیث پر ایمان رکھتا ہوں۔ اور اس ذریعہ سے میں قرآن کی سمجھ بھی رکھتا ہوں مجھ پر کوئی چیز مختلف نہیں۔ عبدالہادی نے سب فقہ حنفی چھوڑی اس خیال سے کہ فقہ حنفی احادیث کے مخالف ہے اور اس نے اپنے مشائخ پر اعتماد کیا کہ وہ احادیث کے متبع ہیں۔ لیکن جب انہیں دیکھا کہ وہ بھی ترک احادیث کرتے ہیں۔ ایک کو دوسری پر ترجیح دے کر تو اس کے ہاں علم حدیث مشتبہ ہو گیا۔ اور اس طرح اسکے شکوک کتاب الٰہی میں واقع ہو گئے۔ ہم چاہتے ہیں کہ انسان اس مسئلہ پر یقین قائم کرے۔ کیوں کہ ہم اس حالت کی قیاس پر تمام جہانوں سے معاملہ کرتے ہیں۔

کیوں کہ اسلام جس کی تعلیم ہمیں نبی نے دی ہے یا تو وہ خصوصیت سے عرب کی طرف رجوع کرتا ہے۔ اس کا کوئی انکار نہیں کر سکتا۔ اور یا تمام جہانوں کی طرف رجوع کرتا ہے۔ تمام ادیان کی طرف قبول اسلام کے اس معنی میں لوگوں کا تنازع ہے۔ حکمت ادیان کے بارہ میں ہم نے شیخ کی کتابوں سے تحقیق کی ہے۔ جیسا کہ بدور بازغہ اور تفہیمات، جیسے کہ تعلیم نبی کے متعلق ہم نے حجۃ اللہ البالغہ میں تحقیق کی ہے۔ ہم نے حقیقت ادیان؟ اور ان کی حجت پہچانتے ہیں۔ وہ ادیان خواہ صابی ہوں یا حنفی۔ لیکن جو مقدار ان پر نازل ہوئی ہے۔ وہ مذاہب حقیقی معقول میں ہیں۔ اسکے علاوہ مختلف احادیث میں صحیح وضعیف کی طرح ان میں بھی آمیزش ہے۔ ان ادیان کے اختلاف کو ہم مختلف احادیث کے اختلاف کی طرح سمجھتے ہیں۔ ہر دین کی دینی کتابیں زمین پر زندہ موجود ہیں۔ ان کے درجات کتب احادیث سے کم نہیں ہو جاتے۔ آج بھی ہم تمام ادیان کو ان کی موجودہ کتابوں کی رو سے جمع کر سکتے ہیں۔ اور ہم ہم چھپوا کر انہیں بلائیں گے۔ کیا وہ اپنے ادیان کی اتباع کرتے ہیں۔ اگر وہ انکار کریں گے تو ثابت ہو جائے گا کہ وہ ادیان الٰہی کے منکر ہیں۔ ورنہ تکافر و تکفیر سے کوئی فائدہ نہیں۔ سورہ بقرہ میں ہم ذکر کر آئے ہیں کہ یہود نے کہا كَذٰلِكَ قَالَ الَّذِينَ (۱۱۳) کہ یہ لوگ ایک دوسرے کو کافر بنا رہے ہیں۔ اور لوگوں میں حقیقت ظاہر نہیں ہو سکتی۔ اسواسطے اللہ نے کہا فَاللّٰهُ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ہم جانتے ہیں کہ حقیقۃً دنیا میں ثابت ہو جائے اسکا راستہ سوائے اسکے کوئی نہیں کہ ہم تمام ادیان کی کتب منزلہ پر ایمان رکھتے ہیں۔ اور رسوخ فی العلم کی رو سے تطبیق کر سکتے ہیں جو کچھ خلاصہ نکلے گا وہ حنیفیت ہوگی۔ اور اسکی دعوت قرآن دیتا ہے اور اس کی طرف اشارہ ہے فَاِنْ حَآجُّوْكَ الخ یعنی اللہ کی تمام منزلات پر ہم ایمان لاتے ہیں۔ اور اسکے رسولوں میں تفریق نہیں کرتے۔ وَقُلْ لِّلَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ الخ وہ نصاریٰ ہیں وَالْاُمِّيّٖنَ عرب اور فارس ہیں۔ ءَاَسْلَمْتُمْ سے مراد ہے۔ کیا اس طرح تم اسلام لائے۔ کہ آیا تم تمام اختلافات ترک کرتے ہو اور جس پر انسانیت مجتمع ہے۔ اس پر جمع ہوتے ہو۔ اگر وہ اسلام لے آئیں تو سمجھ لو ہدایت پا گئے اور وہ تمہارے رفقا ہو گئے۔ اگر وہ پھر جائیں تو تیرا کام صرف بلاغ و تبلیغ ہے۔ یعنی ان سے حکومت چھین لی جائے گی اور عامل قوم کو عطا کی جائے گی۔ واللہ بصیرٌ بالعباد۔ اس باب میں اہل کلام اہل تفسیر، اہل فقہ تمام پریشان ہوئے ہیں۔ کیوں کہ وہ نبی کے دو نو درجوں میں خلط کرتے ہیں۔ ایک درجہ عرب کے لئے دوسرا درجہ تمام اقوام عالم کے لئے اس کی تفصیل امام ولی اللہ نے کی ہے۔ حجۃ اللہ البالغہ میں۔ اور یہ تفسیر و فقہ و کلام سے علماء باقی تفصیل نہیں کرتے۔ بلکہ وہ جو کچھ عرب کے واجبات سمجھتے ہیں وہ تمام اقوام عالم کے لئے واجب گردانتے ہیں۔ لہذا وہ شرح دین حکمت سے نہیں کر سکتے اور نہ ہی وہ قوت و حکومت کے ذریعہ دین نافذ کر سکتے ہیں۔ یہی وہ بات ہے جس میں عبد الہادی متحیر ہو گیا تھا

جو فقہ اس نے اہل حدیث سے لی وہ تمام اقوام عالم کے لئے کیسے دین ہو سکتی ہے۔ وہ تو یہ سمجھے گا کہ یہ بات
تمام دینوں میں موجود ہے۔ اور جب میں نے اسے دو درجوں پر نرمی سے متنبہ کیا تو وہ متنبہ ہو گیا۔ اور اس نے کہا
اس مسئلہ کا احاطہ ایک مجلس میں ممکن نہیں۔ بلکہ کئی مجلسوں میں کئی صحبتوں میں۔ ہم بحمد اللہ جیسے اس بات کو سمجھ
چکے ہیں کہ تعلیم احادیث میں اختلاف نہیں۔ اسی طرح ہمیں یہ بھی معلوم ہو گیا ہے کہ قرآن اور تورات
میں بھی اختلاف نہیں۔ اور مقدار وہ ہے کہ جس میں تمام گروہوں کے اہل علم مشترک ہیں۔ پھر ہم ایک قدم اور آگے
بڑھتے ہیں کہ حنفاء اور صابی بھی متحد ہیں۔ یہ بات صرف امام ولی اللہ کے پاس ہے یا الف ثانی کے علماء ہند کے پاس
ہے اور عام بلاد مسلمین غافل ہیں اس بات سے۔ پس وہ اس بات کے اثبات پر قادر نہیں کہ اسلام عام ہے
تمام روئے زمین پر البتہ وہ دلائل فقہیہ کے ذریعہ قادر ہیں مگر اعتراض کا امکان پھر بھی رہتا ہے۔ اور وہ حکمت کی
طرف رجوع نہیں کرتے کسی بات پر وہ قادر نہیں۔ اِلّا ماشاء اللہ۔

حکایت

شیخ محمد افضل دہلوی علوم حدیث میں امام ولی اللہ کے استاذ ہیں۔ اور شیخ مظہر جان جاناں
کے استاذ طریقت ہیں۔ قول جمیل کے خاتمہ میں امام ولی اللہ فرماتے ہیں کہ استاذ مذکور
نے مشکوٰۃ المصابیح صحیح بخاری اور دیگر صحاح ستہ کی اجازت دی۔ استاذ مذکور نے شیخ عبدالاحد کے واسطے
سے اس نے اپنے الد شیخ محمد سعید کے واسطے سے، شیخ محمد سعید نے اپنے جد امجد کے واسطے سے جو شیخ
طریقت تھے یعنی شیخ احمد سرہندی۔ اس کے بعد سند طویل ہے جو اپنے مقام پر مذکور ہے

شیخ مظہر نے خط میں جو اس نے کسی مستفید کی طرف لکھا۔ اور حدیث لکھی۔ اس خط میں یہ لکھا
"در خدمت ہادی محمد افضل السیالکوٹی تلمیذ شیخ المحدثین الشیخ عبداللہ بن محمد سالم المکی گذرانیدیم"۔ یہ شیخ محمد افضل
سیالکوٹ کے تھے۔ اس کے بعد وہ دہلی چلے گئے۔ اس نے مقامات مظہریہ میں ذکر کیا ہے۔ جو شیخ محمد افضل
کے ترجمہ میں ہے۔ کہ انہوں نے خواب میں ایک شخص دیکھا۔ آگ شعلے نکال رہی ہے۔ اور کرشن آگ کے درمیان
کھڑا ہے۔ رام آگ سے باہر۔ اہل مجلس میں کسی نے کہا کہ کفر کے امام تھے آگ میں داخل ہو گئے۔

شیخ مظہر نے فرمایا میرے نزدیک اس کی تعبیر دوسری ہے کہ رام ابتدائی خلیفہ کے درجہ میں تھا اور
اللہ کی طرف دعوت عقلیت کے ساتھ دیتا تھا۔ اور کرشن آخری خلیفہ میں تھا۔ اور دعوت الی اللہ
محبت کے ساتھ دیتا تھا۔ التہاب نار سے مراد اس کی محبت الٰہی کا ظہور اور شوق الٰہی کا ظہور ہے۔ شیخ
افضل نے اس تاویل کو پسند فرمایا۔

شیخ محمد افضل کا دوسرا خط بھی ہے جو اس نے کسی کی طرف لکھا جس میں ہندوؤں کی دینداری کی توجیہ کی ہے وہ خط اس کے مجموعہ مکتوبات میں چھپا ہے آخری حکم اس خط کا یہ ہے "اعتقاد تناسخ مستلزم کفر نہیں ہے" اور جو بات ہم نے حکمت والی اسی میں حاصل کی ہے ادیان صابی اور حنیفی کے جمع میں نہیں بلکہ الف ثانی کے حکما ہند عام طور پر اسی بات کا اقرار کرتے ہیں۔ پس جو لوگ اہل کتاب میں اس دعوت قرآنیہ کے مخالف ہیں اس کی طرف اشارہ ۲۱-۲۲ میں ہے اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْفُرُوْنَ بِاٰيَاتِ اللّٰهِ ... وَمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ یعنی جو اس دعوت کے مخالف ہیں ان کے یہ حالات ہیں جن کا ہم ذکر چکے ہیں۔

تنبیہ یہ بات ہم نے فقہاء اسلام کے اندر بھی دیکھی کہ وہ اپنے مخالفین کو قتل کرتے ہیں تو اس قسم کا تشدد فقہا کہ مخالف کو قتل سے نہیں چوکتے یہ کفر کا مستلزم ہے۔ یعنی کفر بآیات اللہ اس کی طرف اشارہ ہے ۲۳ میں اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ ...... وَهُمْ مُّعْرِضُوْنَ ای کتاب اللہ۔ یہ دوسرا الزام ہے ان پر۔ پہلا یہ تھا کہ جس پر تمام انبیاء متفق ہیں اس کی طرف انہیں دعوت دی جاتی ہے تو وہ انکار کرتے ہیں اور حجت یہ لاتے ہیں کہ وہ صرف اپنے دین کی اتباع کرتے ہیں۔

دوسرا الزام یہ ہے کہ اگر انہیں یہ دعوت دی جاتی ہے کہ وہ اپنی کتاب کی اتباع کریں تو اس کا بھی وہ انکار کرتے ہیں۔ کیوں کہ وہ اپنی خواہشات فقہا کے متبع ہیں۔ وہ فقہا جو کتاب اللہ کے باغی ہیں۔ اس کی طرف اشارہ اَلَمْ تَرَ میں ہے مُعْرِضُوْنَ تک۔

تنبیہ :- ہمارے ملک میں بھی یہ بات ہے کہ ہمارے فقہا کا ایک گروہ ایسا ہے کہ اگر انہیں ہم کتاب اللہ اور سنت کی طرف دعوت دیتے ہیں تو وہ کہتے ہیں ہم فقط اپنے فقہاء کا اتباع کرتے ہیں اور حنفیوں کے علاوہ فقہاء اہل حدیث ان کو ساکت کر دیتے ہیں۔ اور ان پر اعراض کتاب اللہ اور اعراض سنت کا فتویٰ لگا دیتے ہیں۔ البتہ ہم فقہاء حنفیہ محققین کی طرف دعوت دیتے ہیں۔ مگر وہ فقہا اہل حدیث ان کتابوں کا انکار کرتے ہیں اور فتاوی ضعیفہ کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ اور جب جہالت کے اس درجہ تک وہ پہنچ جاتے ہیں تو ان کا نام اہل ادیان سے ساقط ہو جاتا ہے اور وہ دین کے نام سے افترا کرتے ہیں۔ اور وہ جہنم میں چند دن ہی ٹھہریں گے۔ کیوں کہ انہیں اس دین کے فضائل ثابت ہو چکے ہیں۔ اور وہ اس درجہ والوں میں اپنے آپ کو شامل کر کے غلطی کھا رہے ہیں۔ اس کی طرف اشارہ ہے۔ قَالُوْا لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ اِلَّآ اَيَّامًا مَّعْدُوْدٰتٍ وَّغَرَّهُمْ فِيْ دِيْنِهِمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ۔ ان کی غلطی قیامت کے دن معلوم ہو جائے گی۔

لیکن دنیا میں انہیں معلوم نہیں ۔ اس کا اشارہ ہے (۲۵) میں فَكَيْفَ ․․․․ لَا يُظْلَمُوْنَ ۔ اس گروہ سے حکومت اس وقت سلب کر لی جائے گی جب ان کے مقابلہ میں کوئی ان سے اچھی دوسری جماعت قیام عدل کے لئے کھڑی ہو جائے گی ۔ ایسا ہوتا ہے کہ ظالم حکومت قائم رہتی ہے جب کوئی اسکے مقابلہ میں کھڑا ہو جائے تو وہ کچھ دیر نہیں ٹھہرتی ۔ تو اللہ نے اپنے نبی کو حکم دیا کہ وہ دعوت دے ، اللہ ان سے حکومت چھین لے گا ۔ اور دوسروں کے سپرد کر دے گا ۔ تو ان سے ملک چھینتا ہے ہمیں عطا کرتا ہے کیوں کہ ہم نے ثابت کر دکھایا ہے ہم قیام عدل کرنے میں امر الٰہی کو تسلیم کرنیکے زیادہ مطیع ہیں ۔ اور ہم خضر ہیں ۔ اسکے بعد اگر اہل کتاب یا امیوں سے جنگیں ہوں تو مسلمان کیلئے جائز نہیں کہ وہ انکی طرف میلان کرے ۔ بلکہ ضروری ہے کہ وہ جماعت نبی کی اطاعت کرے ۔ جماعت دینی سیاسی حزب ہوگا ۔ یہ حزب تمام ادیان کو حنیفیت کیطرف دعوت دیگا ۔ اور ان کے ملک ان سے چھین لے گا ۔ اسکی طرف اشارہ ہے ۲۸ تا ۳۲ میں ۔

قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ وَتَنْزِعُ

تو کہہ یا اللہ مالک سلطنت کے تو سلطنت دیوے جس کو چاہے اور سلطنت چھین

الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ ؗ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ ؕ

لیوے جس سے چاہے اور عزت دیوے جس کو چاہے اور ذلیل کرے جس کو چاہے

بِيَدِكَ الْخَيْرُ ؕ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۲۶﴾ تُوْلِجُ الَّيْلَ

تیرے ہاتھ ہے سب خوبی بیشک تو ہر چیز پر قادر ہے تو داخل کرتا ہے رات

فِي النَّهَارِ وَتُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ ؗ وَتُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ

کو دن میں اور داخل کرتا ہے دن کو رات میں اور تو نکالے زندہ

الْمَيِّتِ وَتُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ ؗ وَتَرْزُقُ مَنْ تَشَآءُ

مُردہ سے اور نکالے مُردہ زندہ سے اور تو رزق دے جس کو چاہے

بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿۲۷﴾ لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُوْنَ الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ

بے شمار نہ بناویں مسلمان کافروں کو دوست

مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَلَيْسَ مِنَ اللّٰهِ

مسلمانوں کو چھوڑ کر اور جو کوئی یہ کام کرے تو نہیں اسکو اللہ سے

فِي شَيْءٍ اِلَّآ اَنْ تَتَّقُوْا مِنْهُمْ تُقٰىةً ؕ وَيُحَذِّرُكُمُ

کوئی تعلق مگر اس حالت میں کہ کرنا چاہو تم ان سے بچاؤ اور اللہ تم کو ڈراتا ہے

اللّٰہُ نَفۡسَہٗ ؕ وَ اِلَی اللّٰہِ الۡمَصِیۡرُ ﴿۲۸﴾ قُلۡ اِنۡ تُخۡفُوۡا مَا فِیۡ

اپنے سے اور اللہ ہی کی طرف لوٹ کر جانا ہے تو کہہ اگر تم چھپاؤ گے اپنے جی کی

صُدُوۡرِکُمۡ اَوۡ تُبۡدُوۡہُ یَعۡلَمۡہُ اللّٰہُ ؕ وَ یَعۡلَمُ مَا فِی السَّمٰوٰتِ

بات یا اسے ظاہر کرو گے جانتا ہے اسکو اللہ اور اس کو معلوم ہے جو کچھ کہ ہے آسمانوں

وَ مَا فِی الۡاَرۡضِ ؕ وَ اللّٰہُ عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ قَدِیۡرٌ ﴿۲۹﴾ یَوۡمَ تَجِدُ

میں اور جو کچھ ہے زمین میں اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے جس دن موجود

کُلُّ نَفۡسٍ مَّا عَمِلَتۡ مِنۡ خَیۡرٍ مُّحۡضَرًا ۚۖۛ وَّ مَا عَمِلَتۡ

پائے گا ہر شخص جو کچھ کہ کی ہے اس نے نیکی اپنے سامنے اور جو کچھ کہ کی ہے اس نے

مِنۡ سُوۡٓءٍ ۚۛ تَوَدُّ لَوۡ اَنَّ بَیۡنَہَا وَ بَیۡنَہٗۤ اَمَدًۢا بَعِیۡدًا ؕ

برائی آرزو کرے گا کہ مجھ میں اور اس میں فرق پڑ جاوے دور کا

وَ یُحَذِّرُکُمُ اللّٰہُ نَفۡسَہٗ ؕ وَ اللّٰہُ رَءُوۡفٌۢ بِالۡعِبَادِ ﴿۳۰﴾ؑ قُلۡ

اور اللہ ڈراتا ہے تم کو اپنے سے اور اللہ بہت مہربان ہے بندوں پر تو کہہ

اِنۡ کُنۡتُمۡ تُحِبُّوۡنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوۡنِیۡ یُحۡبِبۡکُمُ اللّٰہُ وَ یَغۡفِرۡ

اگر تم محبت رکھتے ہو اللہ کی تو میری راہ چلو تاکہ محبت کرے تم سے اللہ اور بخشے

لَکُمۡ ذُنُوۡبَکُمۡ ؕ وَ اللّٰہُ غَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ ﴿۳۱﴾ قُلۡ اَطِیۡعُوا

گناہ تمہارے اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے تو کہہ حکم مانو

اللّٰہَ وَ الرَّسُوۡلَ ۚ فَاِنۡ تَوَلَّوۡا فَاِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ الۡکٰفِرِیۡنَ ﴿۳۲﴾

اللہ کا اور رسول کا پھر اگر اعراض کریں تو اللہ کو محبت نہیں ہے کافروں سے

اس کا معنی یہ ہے کہ مومنین کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ مومنوں کے بغیر کافروں کو دوست پکڑیں مگر جب مجبور ہوں یہ مثال مضطر کی ہے جیسے مضطر حرام بھی کھا سکتا ہے۔ یعنی اضطراری حالت میں حکم اس کے سپرد ہو گا۔ اور فقط اللہ ان سے حساب لے گا۔ کیوں کہ اللہ اور اس کے درمیان معاملہ ہے۔ قاضی اور مفتی کا دخل نہ ہو گا۔ اور نہ ہی اس پر کوئی محاسبہ ہو گا۔ اس کی طرف اشارہ ہے۔ وَیُحَذِّرُکُمُ اللّٰہُ نَفۡسَہٗ ... وَاِلَی اللّٰہِ الۡمَصِیۡرُ ۲۸، ۲۹، ۳۰، اور تین ان تمام آیات میں محاسبہ بین اللہ و بین عبدہ کا ہے۔ جسے اللہ کے بغیر کوئی نہیں جانتا۔

دوسرا معاملہ مومن کے جماعت نبی کے ساتھ انضمام کا ہے۔ کفار سے بچنے اور جماعت نبی میں منظم ہونے کا انہیں حکم دیا گیا ہے۔ قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ (۳۱) یعنی جو نبی کی سیاست کی مخالفت کرے گا۔ اس کے لئے حظیرۃ القدس میں کوئی مقام نہیں۔ بلکہ وہ کفار کی طرح ہوں گے۔ اس کی طرف اشارہ ہے اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ الرَّسُوْلَ ..... لَا يُحِبُّ الْكٰفِرِيْنَ (۳۲)

آل عمران کی فصل اوّل تمام ہوئی

جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ان پر اتمام حجت دینیہ کی جاتی ہے۔ اس طرح کہ ان کے اختلافات کی تردید کی جائے گی۔ اور انہیں اس بات کی دعوت دی جائے گی جو ان کے پاس حق میں سے کچھ ہے۔ اگر وہ اس سے بھی اعراض کریں گے۔ تو انہیں روئے زمین پر ان کے دین کے نام سے حکم کرنے کا کوئی حق نہ ہوگا۔ ان سے دونوں مسجدوں کی زمین سے حکومت سلب کر لی جائے گی۔ مسجد قدس جس کے متعلق اس سورہ میں بحث کی جا رہی ہے جس طرح کہ قریش سے مسجد حرام کی حکومت سلب کر لی جائے گی۔

اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰٓى اٰدَمَ وَنُوْحًا وَّاٰلَ اِبْرٰهِيْمَ وَاٰلَ عِمْرٰنَ

بیشک اللہ نے پسند کیا آدم کو اور نوح کو اور ابراہیم کے گھر کو اور عمران کے گھر کو

عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ﴿۳۳﴾ ذُرِّيَّةًۢ بَعْضُهَا مِنْۢ بَعْضٍ ۗ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ

سارے جہان سے جو اولاد تھے ایک دوسرے کی اور اللہ سننے والا

عَلِيْمٌ ﴿۳۴﴾ اِذْ قَالَتِ امْرَاَتُ عِمْرٰنَ رَبِّ اِنِّىْ نَذَرْتُ لَكَ

جاننے والا ہے جب کہا عمران کی عورت نے کہ اے رب میں نے نذر کیا تیرے

مَا فِىْ بَطْنِىْ مُحَرَّرًا فَتَقَبَّلْ مِنِّىْ ۚ اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ

جو کچھ میرے پیٹ میں ہے سب سے آزاد رکھ کر سو تو مجھ سے قبول کر بیشک تو ہی ہے اصل سننے والا

الْعَلِيْمُ ﴿۳۵﴾ فَلَمَّا وَضَعَتْهَا قَالَتْ رَبِّ اِنِّىْ وَضَعْتُهَآ اُنْثٰى ۭ

جاننے والا پھر جب اس کو جنا بولی اے رب میں نے اس کو لڑکی جنی

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا وَضَعَتْ ۭ وَلَيْسَ الذَّكَرُ كَالْاُنْثٰى ۚ وَ

اور اللہ کو خوب معلوم ہے جو کچھ اس نے جنا اور بیٹا نہ ہو جیسی وہ بیٹی اور

اِنِّىْ سَمَّيْتُهَا مَرْيَمَ وَاِنِّىْٓ اُعِيْذُهَا بِكَ وَذُرِّيَّتَهَا

میں نے اس کا نام رکھا مریم اور میں تیری پناہ میں دیتی ہوں اس کو اور اس کی اولاد کو

مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ﴿۳۶﴾ فَتَقَبَّلَهَا رَبُّهَا بِقَبُوْلٍ حَسَنٍ وَّ

شیطان مردود سے پھر قبول کیا اس کو اس کے رب نے اچھی طرح کا قبول اور

اَنْۢبَتَهَا نَبَاتًا حَسَنًا ۙ وَّ كَفَّلَهَا زَكَرِيَّا ۚ كُلَّمَا دَخَلَ عَلَيْهَا

بڑھایا اس کو اچھی طرح بڑھانا اور سپرد کی زکریا کو جس وقت آتے اس کے پاس

زَكَرِيَّا الْمِحْرَابَ ۙ وَجَدَ عِنْدَهَا رِزْقًا ۚ قَالَ يٰمَرْيَمُ

زکریا حجرے میں پاتے اس کے پاس کچھ کھانا کہا اے مریم

اَنّٰى لَكِ هٰذَا ۭ قَالَتْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يَرْزُقُ

کہاں سے آیا تیرے پاس یہ کہنے لگی یہ اللہ کے پاس سے آتا ہے اللہ رزق دیتا ہے

مَنْ يَّشَاۗءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿۳۷﴾

جس کو چاہے بے قیاس

سورہ آل عمران کا فصل ثانی ۳۳ سے ۶۳ تک ـــــ نصاریٰ کے مذہب کی ابتدا مسیح ابن مریم سے اور ان کی حکومت کی ابتدا روم سے ہوئی۔ مقصد اس سورۃ کا انہیں ان کی غلطیوں کی اصلاح کرنے کی دعوت دینا ہے پھر ان کی حکومت کی اصلاح کرنا ہے کہ وہ ظلم کو نکالیں۔ اس طرح فارسیوں کی اصلاح بھی قرآن کریم کا مقصد ہے۔ پھر ان دونوں کو جمع کرنا ہے۔ اور یہ مجموعہ مرکز عالم ہو جائے گا۔ پھر یہ دین دین ابراہیم ہو جائے گا

فصل اوّل میں ان کی دینی غلطیوں کا اظہار کیا گیا تھا۔ پھر دوسرا عمل یہ تھا کہ دین کا درجہ نازلہ دینِ مختلط بالحق کے ساتھ بنایا گیا۔ گویا اصلاحِ حکومت اصلاحِ دین کے بعد کی گئی ـــــ یہ فصل اوّل کا خلاصہ ہے۔

دین نصاریٰ میں فساد جو واقع ہوا ہے۔ وہ الوہیّت مسیح ہے۔ یہ بنیاد ہے اس فلسفہ کی اور اس خبیث فکر سے الوہیت ملوک۔ فرعونیت۔ الوہیت رہبان و احبار متمدن کی آہستہ آہستہ شاخیں نکلتی ہیں جب ہم اقوام متمدنہ اور انکے ادیان میں تامل کرتے ہیں تو ہمیں تمام ادیان میں یہ فساد ظاہر معلوم ہوتا ہے۔ بعض ان میں وہ ہیں جو صراحۃً کہتے ہیں کہ عیسٰے ہی خدا ہے۔ بعض دوسرے ہیں جو اس صراحت وافی تشریں شامل ہیں۔ بعض توریہ کرتے ہیں۔ ان کا قول بھی ٹھیک اس طرح ہوتا ہے۔ جیسے یہود بر طریق توریہ کہتے ہیں۔ نصاریٰ کے ساتھ بحث اصولی ہے۔ جس کا مقصد تمام قوموں کے تمام گروہوں کی تہذیب و اصلاح ہے۔ کیوں کہ صابئہ الہنود کے دو طائفے ہیں۔ ایک طائفہ مثل نصاریٰ کے دوسرا مثل یہود کے۔ فصل ثانی میں نصاریٰ کی غلطیوں کی ابتدا

کا بیان ہے۔ اور انہیں اصلاح کی دعوت دیتا ہے۔ اور غلطیاں تمام قوموں میں ایک جیسی طرح وارد ہوتی ہیں گویا اصلاح نصاریٰ در اصل اصلاح اقوام عالم ہے سوائے حکیم کے۔ اس طرح قرآن میں نظر کرنا کسی کا کام نہیں۔ حکیم کسی قوم کے ساتھ قرآنی بحث کو تمام اقوام کی اصلاح کے لئے نمونہ سمجھتا ہے۔ بلکہ حکماء تو قرآن میں ایک شخص کی بحث کو شخصیات اقوام پر محمول کر کے نظر کرتے ہیں

اِنَّ اللّٰہَ اصْطَفٰی .... علی العٰلمین (۳۳) قرآن میں قطعہ علی الارض مشرق بحر روم سے جبال چین تک یعنی مشرق ہند زمین کے تمام قطعات میں سے افضل ہے۔ اس میں کوئی خطاب نہیں۔ صرف افغانستان کی حدود پر پہاڑات میں ان پہاڑوں کی دو قسمیں ہیں۔ (۱) قطعہ شرقیہ شمال الہند (۲) قطعہ غربیہ ایران، سوریا، اناضول عراق یہ تمام اس میں داخل ہیں۔ جو کچھ معلوم ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ قرآن کی مراد اس قطعہ سے ہے۔ اس کی کئی وجوہ ہیں (۱) تمام آبادی جہاں کا مرکز ہے۔ (۲) آب ہوا متبدل ہونے کے لحاظ سے اور زراعت کے لحاظ سے بہترین قطعہ ہے۔ اگر اہل ہند اس کے مشرقی علاقوں میں ہوں تو وہ ایک وطن سمجھتے ہیں۔ اور ملی جلی زبانیں بولتے ہیں۔ اسی طرح اہل ہند غربی اور ایران ان کی زبانیں اور طبائع بھی موافق ہیں۔ جب ہم اناضول عراق سوریا اور قطعہ ہذا کے متواصل اقوام شمال بحر روم، یونان اور جنوب بحر روم مثلاً مصر کو دیکھتے ہیں تو وہ بھی عراق سوریا اور اناضول کے ہم جنس نظر آتے ہیں۔ عراق سوریا اور اناضول کے پھر اس قطعہ سے کئی قبیلے کئی گروہ کئی شاخیں کئی گھاٹیاں کئی پہاڑیاں نکلتی ہیں جیسے سوریا اور عراق جنوب جزیرہ عرب تک ہند سے جنوب ہند دکن تک اناضول سے قافقاسیا تک ایران سے توران تک۔ تو یہ شاخیں اس ارض مقدسہ مرکزیہ کے ارد گرد ہیں۔ گویا انسانیت کی بنیاد ان اراضی میں منحصر ہے۔ زبانوں کی طوالت اور قدامت کے باعث ہم اول و ثانی کا تعین نہیں کر سکتے۔ لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ انسانیت اپنی لمبی عمر میں فقط ارض کے شہروں میں اجتماعیت کے مرکز کی طرف منتقل ہوتی رہی۔ البتہ آخر میں نیل و فرات کے درمیان زمین باقی قطعات سے ارجح ہوئی۔ ایسا نوح کے بعد ہوا لیکن اس سے پہلے تمام قطعات برابر مرکز انسانیت تھے گویا اگر اب یہ کہا جائے کہ حضرت آدم ہند میں ہوئے یا ایران میں یا سوریا میں یا جزیرہ میں تو ہمارے نزدیک یہ اختلاف نہیں۔ ہم یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ حضرت آدم کی عمر طویل تھی اور یہ زمین ایک مملکت کی طرح تھیں۔ اور حضرت آدم ہر علاقہ میں پھر کر اپنی اولاد کے لئے مرکز اجتماعیت کی بنیادیں رکھتے رہے۔ اور اس کے بعد حضرت نوح بھی ایسا کرتے رہے۔ اس کے بعد ان کا اصلی وطن ہمارے نزدیک جبال افغان کا مغرب مرکز تھا۔ گویا۔ انہوں نے ہند کو چھوڑ دیا تھا۔ اب تک ہم (لامک) دیکھتے ہیں۔ اس کا اصل لمک ہے جو اس کے آباء میں سے تھا۔ افغانستان میں ایک قطعہ ہے اس کا نام لمکان ہے۔ جو لمک

کی طرف منسوب ہے۔ ایران میں حضرت نوح کی طرف منسوب شہر ہیں جیسے نہاوند۔ ان کی عمر طویل تھی وہ حضرت آدم کی طرح وہ زمین میں گھوم پھر کر اپنی اولاد کے مراکز بناتے ہوں گے۔ پھر حضرت ابراہیم سے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ فرات اور نیل کے درمیان کی زمین ان کی اولاد کا مرکز بنائے۔ جس طرح ہند اولاد نوح سے خارج ہوا۔ اسی طرح ایران اولاد ابراہیم سے خارج ہوا۔ اور ان کا مطلب کچھ اور نہیں۔ صرف مرکزیت اجتماع کی جگہ یا اجتماع مرکزیت کی تاثیر ہے جو تمام زمین میں ہمارے سے یونان تک پھیلی ہوئی تھی۔ اور جو لوگ اقوام کے مختلف ہونے کے اعتبار سے ان ملکوں کے متعلق بحث کرتے ہیں۔ اور پھر ان کے انبیاء میں اختلاف کرتے ہیں۔ اور ان کی اجتماعیت میں اختلاف کرتے ہیں۔ یہ ان کی نظر کا قصور و کوتاہی ہے۔ ان کی مثال بعینہ ایسی ہے جیسے اسلامی فرقوں کی۔ ہر فرقہ اپنے آپ کو اسلام کا حامل سمجھتا ہے۔ اس بات کی صحت من وجہ ہوتی ہے من وجہ نہیں ہوتی۔ ہمارے نزدیک ان اختلافات کی قیمت دانہ برابر نہیں کہ آدم ہند میں تھا یا ایران میں یا سوریا یا حجاز میں۔ ہمارے نزدیک سب برابر ہیں۔ تمام ملک اس کے ملک تھے۔ وہ کسی گھر میں محبوس و منحصر نہیں تھا۔ انسان غور کرے کہ آج کل عمر نوے برس کے قریب ہوتی ہے۔ بیس سال ابتدائی اور بیس آخری سال حذف کر کے ساٹھ سال رہتے ہیں۔ اس عمر میں انسان عمل کرتا ہے۔ جب ہم فرض کریں کہ کوئی عظیم قوی الجثہ سلیم الدماغ اولی العزم شخص ہو تو کیا وہ ساٹھ سال ایک گھر میں منحصر رہے گا۔ یا ایک شہر اور ایک علاقہ میں گھرا ہوا رہے گا۔ کیا وہ ملک کے اردگرد کہیں چلے پھرے گا نہیں؟ کیا وہ اپنے افکار کے تاثرات تمام ملکوں میں نہیں پھیلائے گا کیا وہ اپنی مملکت کے علاوہ دوسرے ممالک میں نہیں گھومے گا؟ جب وہ بڑا آدمی مر جائے گا تو اس کی تاریخ مدون نہیں ہوگی۔ کیا ہر قوم اس کی تاریخ نہیں لکھے گی۔ کیا اس کا مطلب یہ ہوگا کہ وہ کسی خاص قوم کے ساتھ مخصوص تھا۔ اور دوسری قوم کا اس سے کوئی تعلق نہیں؟ یہ تمام خرافات ہیں۔ پس جب اتفاق کر لیا جائے کہ مرکز اراضی یہی قطعے ہے۔ اور ہمیں کو اس زمین شعوب منشعبہ سے سمجھ لیا جائے۔ تو انسان اس بات میں ہماری موافقت کرے گا کہ انسانیت آغاز سے آج تک نہیں بدلی۔ صرف اجتماع کے مرکزیات بدلے ہیں۔ لوگ جانتے ہیں کہ مرکزیت ان قطعات میں گھومتی پھرتی رہی ہے۔ اور یہ منبع ادیان ہے جیسے نیل و فرات کے درمیان کی زمین منبع ادیان ابراہیمیہ ہے۔ اسی طرح ایران کو اور اس کے اردگرد کو منبع ادیان نوحیہ کہا جاتا ہے۔ پھر ہند کو منبع ادیان آدمیہ کہا جاتا ہے۔ ہند کو مرکز ادیان برہمنیہ اور بدھیہ سے خارج کرنا کیا یہ نظریہ ارتقاء تاریخ کے لحاظ سے قابل تسلیم ہے؟ یا ایران کو مرکز مجوسیت سے خارج کرنا قابل تسلیم ہے؟ لیکن جب

سندھ کو ہند کے ساتھ ہم شامل کرتے ہیں اور ایران کو توران کے ساتھ تو سب مشکلات حل ہو جاتی ہیں

قرآن کریم نبوت کے سلسلے اور دین اجتماعی کے سلسلے حضرت آدم سے شروع کرتا ہے۔ اور حضرت آدم کو حنیفیت کے ادیان کا مخرج سمجھ لیا جائے تو برہمنیت اور بودھ ازم کا مخرج کوئی دوسرا آدم بنانا پڑے گا کیا یہ درست ہے؟ —— اگر ایسا نہیں تو متعلین مدرسہ عربیہ عربی تعلیم سے متاثر ہو کر عربیت یا ابراہیمیت کی رعایت کرتے ہیں۔ اور تمام کمالات انسانیہ کو اس مرکزیت میں محصور کرتے ہیں۔ اور باقی تمام کے تدین اور اجتماع کا انکار کرتے ہیں۔ وہ قرآن سمجھنے سے لوگوں کو دور کرتے ہیں اور انہیں ایسے قصوں پر ایمان لانے کے قریب کرتے ہیں جو واہیات ہیں۔ بحر قلزم کے کنارہ پر ایک شہر اسلام کے بعد پیدا ہوا ہے۔ اس کا نام جدہ ہے اس میں حوا کی قبر بنائی ہوئی ہے اس مناسبت سے کہ وہ بنی آدم کی دادی ہے اس طرح کی خرافات کثیر کتب سیرت اور تفاسیر اور کتب تاریخ میں پائی جاتی ہے۔ اور ان خرافات کی وجہ سے کوئی شخص قرآن نہیں سمجھ سکتا۔ ۳۳ - میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ان اللہ اصطفٰی آلَ ابرٰھیم کیوں کہ اول ابراہیم اولاً بنی اسرائیل میں ظاہر ہوئے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام ان کی عظمت کا مرکز ہیں۔ جب ہم تورات پڑھتے ہیں۔ تو پہلا صحیفہ سفر اولیٰ کا ہے۔ جس میں حضرت ابراہیم کے متعلق بحث ہے۔ اور دوسرا صحیفہ سفر ثانی کا ہے جس میں حضرت موسیٰ کے متعلق بحث ہے۔ پھر اس کے بعد آل عمران کا عہد جدید ہے۔ اسی طرح اللہ نے آل ابراہیم سے پہلے نوح کو تمام جہانوں پر چن لیا۔ اور اگر اور قومیں نہ ہوں تو حضرت نوح کا تمام عالم پر چن لینے کا کیا معنیٰ تو مطلب یہ ہے کہ اور قومیں موجود ہیں نوح ان میں اعلیٰ ہیں۔ اسی طرح حضرت آدم کو تمام اقوام عالم پر چن لیا اور قومیں ان سے پہلے موجود تھیں۔ پس بشریت اور انسانیت کا منبع آدم ہے اور وہ مخلوقاتِ ارض پر فضیلت دار ہے۔ اس طرح سے صحیح نظریہ ارتقاءِ جہانی کا قائم ہوتا ہے۔

لیکن فقیہ قرآن پڑھتا ہے اور فیصلہ کر لیتا ہے کہ جو حنفی یا شافعی کے علاوہ ہے۔ وہ دین دار نہیں۔ اور انسان بھی نہیں۔ یہ ذہنیت مضر ہے۔ آیت ۳۳ اہل کتاب کے صحیفوں کا خلاصہ ہے۔ یعنی یہود و نصاریٰ کے صحیفوں کا۔ کتاب کا مبدأ آدم ہے۔ طوفان کے بعد مبدأ ثانی نوح ہے۔ پھر آلِ ابراہیم یعنی بنی اسرائیل پھر اناجیل آل عمران یہ کتابوں کا خلاصہ ہے۔ اس میں تاسیس فکر ہے۔ کہ فضائل انسانیہ متوارث و متفاضل ہیں۔ جب کوئی یہ نظریہ تحقیق کر لے تو وہ کسی انسان کو تمام انسانوں پر تمام اوصاف کے لحاظ سے فائق نہیں سمجھے گا۔ بلکہ فضیلت منقسم ہو گی کہ ایک وجہ سے فضیلت دار ہو گا۔ تو دوسرا کسی دوسری

وجہ سے فضیلت دار ہوگا۔ ہم تسلیم کرتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اولادِ ابراہیم سے عظیم ہیں۔ لیکن کیا حضرت
ابراہیم کو کسی دوسری وجہ سے حضرت موسیٰ پر فضیلت نہیں۔ اسی طرح کیا حضرت آدم کو اپنی تمام اولاد پر ایک وجہ
سے فضیلت نہیں؟ جب اولادِ بشر کے لئے ممکن نہیں کہ وہ تمام انسانوں پر فضیلت دار ہو تو کیا ان میں کوئی اِلٰہ
ہو سکتا ہے؟ یہ آیت ۳۳ اس فکر کی بنیاد ہے۔ ۳۴ میں ذُرِّيَّةً بَعْضُهَا مِن بَعْضٍ.... سَمِيعٌ عَلِيمٌ۔
پھر اللہ تعالیٰ نے عمران کی بیوی کی دعوت کے بیان میں اور مریم کے پیدا ہونے کے بیان میں آغاز کیا۔ اس کا
مطلب یہ ہے کہ مریم اگر زمانہ صورت میں تھی اور اس کے والدین کے اسباب کی تاثیر تھی لیکن اسکے پیدا ہونے کے بعد اسکی
ماں نے مردوں کی قوت میں ہونے کی دعا کی۔ وہ باعتبارِ روحانیت کے دونوں قوتوں کی جامع ہوگئی۔ پس چونکہ قوت روحانیہ
سے وہ متاثر ہوگئی۔ اور اس پر مردمی غالب آگئی تو اس لئے اس نے مرد جنا اور تاریخ اور واقعات میں ایسا
بہت مشہور ہے کہ انسانیت میں یہ بات کئی بار ہوئی ہے۔ اور ایسی کہانیاں ہند میں بھی بیان کی جاتی ہیں
غلام احمد قادیانی نے بھی دعویٰ نبوت سے پہلے کتاب لکھی تھی جس کا نام "سرمہ چشم آریا" ہے اس باب میں اچھی کتاب
ہے۔ اس میں اس قسم کے شواہد بیان کئے ہیں۔ تو امرأۃ عمران کا قصہ حضرت زکریا کے قصہ سے زیادہ قوی
ہے۔ ایک درجہ میں دعوت زکریا میں ان کی مشابہت ہے۔ ہم نے اس کے متعلق سورۂ مریم میں زیادہ
بیان کیا ہے۔

هُنَالِكَ دَعَا زَكَرِيَّا رَبَّهُ ۖ قَالَ رَبِّ هَبْ لِي مِن لَّدُنكَ

وہیں دعا کی زکریا نے اپنے رب سے کہا اے رب میرے عطا کر مجھ کو اپنے پاس سے

ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً ۖ إِنَّكَ سَمِيعُ الدُّعَاءِ ﴿٣٨﴾ فَنَادَتْهُ الْمَلَائِكَةُ

اولاد پاکیزہ بیشک تو سننے والا ہے دعا کا پھر اس کو آواز دی فرشتوں نے

وَهُوَ قَائِمٌ يُصَلِّي فِي الْمِحْرَابِ أَنَّ اللَّهَ يُبَشِّرُكَ بِيَحْيَىٰ

جب وہ کھڑے تھے نماز میں حجرے کے اندر کہ اللہ تجھ کو خوشخبری دیتا ہے یحییٰ کی

مُصَدِّقًا بِكَلِمَةٍ مِّنَ اللَّهِ وَسَيِّدًا وَحَصُورًا وَنَبِيًّا

جو گواہی دے گا اللہ کے ایک حکم کی اور سردار ہوگا اور عورت کے پاس نہ جائے گا اور نبی

مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۳۹﴾ قَالَ رَبِّ اَنّٰى يَكُوْنُ لِىْ غُلٰمٌ وَّ

ہوگا صالحین سے کہا اے رب کہاں سے ہوگا میرے لڑکا اور

قَدْ بَلَغَنِىَ الْكِبَرُ وَامْرَاَتِىْ عَاقِرٌ ؕ قَالَ كَذٰلِكَ اللّٰهُ

پہنچ چکا مجھ کو بڑھاپا اور عورت میری بانجھ ہے فرمایا اسی طرح اللہ کرتا ہے

يَفْعَلُ مَا يَشَآءُ ﴿۴۰﴾ قَالَ رَبِّ اجْعَلْ لِّىْٓ اٰيَةً ؕ قَالَ اٰيَتُكَ

جو چاہے کہا اے رب مقرر کر میرے لئے کچھ نشانی فرمایا نشانی تیرے لئے

اَلَّا تُكَلِّمَ النَّاسَ ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ اِلَّا رَمْزًا ؕ وَاذْكُرْ

یہ ہے کہ نہ بات کرے گا تو لوگوں سے تین دن مگر اشارہ سے اور یاد کر

رَّبَّكَ كَثِيْرًا وَّسَبِّحْ بِالْعَشِىِّ وَالْاِبْكَارِ ﴿۴۱﴾ وَاِذْ قَالَتِ

اپنے رب کو بہت اور تسبیح کر شام اور صبح اور جب فرشتے بولے

الْمَلٰٓئِكَةُ يٰمَرْيَمُ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰكِ وَطَهَّرَكِ وَاصْطَفٰكِ

اے مریم اللہ نے تجھ کو پسند کیا اور ستھرا بنایا اور پسند کیا تجھ کو

عَلٰى نِسَآءِ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۴۲﴾ يٰمَرْيَمُ اقْنُتِىْ لِرَبِّكِ وَاسْجُدِىْ

سب جہان کی عورتوں پر اے مریم بندگی کر اپنے رب کی اور سجدہ کر

وَارْكَعِىْ مَعَ الرّٰكِعِيْنَ ﴿۴۳﴾

اور رکوع کر ساتھ رکوع کرنے والوں کے

وَاِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ حضرت مریم علیہا السلام عورتوں میں انبیاء کے مانند تھیں۔ امام ولی اللہ کے اتباع نے حضرت مریم کا درجہ نبوت میں شمار کیا ہے۔ یہ مشہور درجہ نہیں رکھا، جو نبوت کا واقعی ہوتا ہے۔ بلکہ صدیقیت کی ایک قسم ہے جو نبوت کے مشابہ ہوتی ہے۔ اور جو مشہور ہے کہ مرد ہر لحاظ سے عورت پر فضیلت رکھتا ہے یہ صحیح نہیں۔ امہات کو اپنی اولاد پر فضیلت ہوتی ہے۔ لوگ اس بات کو بالکل بھول جاتے ہیں اس طرح سے حکمت باطل ہوجاتی ہے۔ حضرت مریم کو اس لئے فضیلت نہیں تھی کہ ان نے حضرت عیسٰے علیہ السلام کو جنا بلکہ اس لئے کہ صاحبہ نفس کاملہ تھیں۔

ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهِ اِلَيْكَ ۭ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ

یہ خبریں غیب کی ہیں جو ہم بھیجتے ہیں تجھ کو اور تو نہ تھا ان کے پاس جب

يُلْقُوْنَ اَقْلَامَهُمْ اَيُّهُمْ يَكْفُلُ مَرْيَمَ ۠ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ

ڈالنے لگے اپنے قلم کہ کون پرورش میں لے مریم کو اور تو نہ تھا ان کے پاس

اِذْ يَخْتَصِمُوْنَ ۝۴۴ اِذْ قَالَتِ الْمَلٰۗىِٕكَةُ يٰمَرْيَمُ اِنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكِ

جب وہ جھگڑتے تھے جب کہا فرشتوں نے اے مریم اللہ تجھ کو بشارت دیتا ہے

بِكَلِمَةٍ مِّنْهُ ڰ اسْمُهُ الْمَسِيْحُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ وَجِيْهًا فِي

اپنے ایک حکم کی جس کا نام مسیح ہے عیسے مریم کا بیٹا مرتبہ والا

الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَمِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ ۝۴۵ وَيُكَلِّمُ النَّاسَ فِي

دنیا میں اور آخرت میں اور اللہ کے مقربوں میں اور باتیں کرے گا لوگوں سے جب کہ

الْمَهْدِ وَكَهْلًا وَّمِنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝۴۶ قَالَتْ رَبِّ اَنّٰى يَكُوْنُ لِيْ

ماں کی گود میں ہوگا اور جب کہ پوری عمر کا ہوگا۔ اور نیک بختوں میں ہے بولی اے رب کہاں سے ہوگا میرے

وَلَدٌ وَّلَمْ يَمْسَسْنِيْ بَشَرٌ ۭ قَالَ كَذٰلِكِ اللّٰهُ يَخْلُقُ مَا يَشَاۗءُ ۭ

لڑکا اور مجھ کو ہاتھ نہیں لگایا کسی آدمی نے فرمایا اسی طرح اللہ پیدا کرتا ہے جو چاہے۔

اِذَا قَضٰٓى اَمْرًا فَاِنَّمَا يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ۝۴۷ وَيُعَلِّمُهُ الْكِتٰبَ

جب ارادہ کرتا ہے کسی کام کا تو یہی کہتا ہے اس کو کہ ہوجا سو وہ ہوجاتا ہے اور سکھاوے گا اسکو کتاب

وَالْحِكْمَةَ وَالتَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ ۝۴۸ وَرَسُوْلًا اِلٰى بَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ ڏ

اور تہ کی باتیں اور توراۃ اور انجیل اور کرے گا اس کو پیغمبر بنی اسرائیل کی طرف

اَنِّىْ قَدْ جِئْتُكُمْ بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ ۙ اَنِّىْٓ اَخْلُقُ لَكُمْ مِّنَ الطِّيْنِ

بیشک میں آیا ہوں تمہارے پاس نشانیاں لے کر تمہارے رب کی طرف سے کہ میں بنا دیتا ہوں تم کو گارے سے

كَهَيْـَٔةِ الطَّيْرِ فَاَنْفُخُ فِيْهِ فَيَكُوْنُ طَيْرًۢا بِاِذْنِ اللّٰهِ ۚ

پرندے کی شکل پھر اس میں پھونک مارتا ہوں تو ہوجاتا ہے وہ اڑتا جانور اللہ کے حکم سے

وَاُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَالْاَبْرَصَ وَاُحْيِ الْمَوْتٰى بِاِذْنِ اللّٰهِ ۚ

اور اچھا کرتا ہوں مادرزاد اندھے کو اور کوڑھی کو اور جلاتا ہوں مردے اللہ کے حکم سے

وَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا تَاْكُلُوْنَ وَمَا تَدَّخِرُوْنَ ۙ فِيْ بُيُوْتِكُمْ ؕ

اور بتا دیتا ہوں تم کو جو کھا کر آؤ اور جو رکھ کر آؤ اپنے گھروں میں

اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۚ ﴿۴۹﴾

اس میں نشانی پوری ہے تم کو اگر تم یقین رکھتے ہو

وَمُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَلِاُحِلَّ

اور سچا بتاتا ہوں اپنے سے پہلی کتاب کو جو توریت ہے اور اس واسطے کہ حلال

لَكُمْ بَعْضَ الَّذِيْ حُرِّمَ عَلَيْكُمْ وَجِئْتُكُمْ بِاٰيَةٍ

کردوں تم کو بعضی وہ چیزیں جو حرام تھیں تم پر اور آیا ہوں تمہارے پاس نشانی

مِّنْ رَّبِّكُمْ ۟ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ ﴿۵۰﴾ اِنَّ اللّٰهَ

لے کر تمہارے رب کی سو ڈرو اللہ سے اور میرا کہا مانو بیشک اللہ ہے

رَبِّيْ وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ ؕ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ ﴿۵۱﴾

رب میرا اور رب تمہارا سو اس کی بندگی کرو یہی راہ سیدھی ہے

فَلَمَّا اَحَسَّ عِيْسٰى مِنْهُمُ الْكُفْرَ قَالَ مَنْ اَنْصَارِيْ اِلَى

پھر جب معلوم کیا عیسٰے نے بنی اسرائیل کا کفر بولا کون ہے کہ میری مدد کرے اللہ کی راہ

اللّٰهِ ؕ قَالَ الْحَوَارِيُّوْنَ نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰهِ ۚ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ ۚ وَاشْهَدْ

میں کہا حواریوں نے ہم ہیں مدد کرنے والے اللہ کی ہم یقین لائے اللہ پر اور تو گواہ رہ

بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ ﴿۵۲﴾ رَبَّنَآ اٰمَنَّا بِمَآ اَنْزَلْتَ وَاتَّبَعْنَا الرَّسُوْلَ فَاكْتُبْنَا

کہ ہم نے حکم قبول کیا اے رب ہم نے یقین کیا اس چیز کا جو تو نے اتاری اور ہم تابع ہوئے رسول کے سو تو لکھ

مَعَ الشّٰهِدِيْنَ ﴿۵۳﴾ وَمَكَرُوْا وَمَكَرَ اللّٰهُ ؕ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمٰكِرِيْنَ ﴿۵۴﴾ ع

لے ہم کو ماننے والوں میں اور مکر کیا ان کافروں نے اور مکر کیا اللہ نے اور اللہ کا داؤ سب سے بہتر ہے

ذٰلکَ مِنْ اَنْبَاءِ الْغَیْبِ اشارہ ہے کہ اناجیل میں کوتاہی ہے کہ اس نے مریم کے متعلق کچھ کلام نہیں کیا۔

نصاریٰ کی تعلیم میں یہ بنیادی غلطی ہے ویکلم الناس فی المهد وکهلاً کلام فی المهد کی فضیلت ظاہر ہے ویکلم الناس فی المهد وکهلاً لوگوں نے اس کی حکمت نہیں سمجھی انہوں نے اس کا مطلب یہ لیا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے دوسری بار نزول کر کے یہ کلام کریں گے۔ ہمارے نظریہ میں یہ بات صحیح نہیں۔ بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام دنیا میں کہولت تک باقی رہے۔ اور لوگوں کو اپنا طریقہ ہمیشہ سکھلاتے رہے۔ اس کا ذکر سے اناجیل کی کتابیں غافل ہیں۔ اور یہ جو ذکر کرتے ہیں کہ پولس نے اسے خواب میں دیکھا یہ تحریف ہے۔ بلکہ اس نے بیداری میں دیکھا۔ اور بیداری میں تعلیم دی نہ کہ خواب میں اور بحالت کہولت عیسیٰ علیہ السلام فوت ہو گئے۔ یہ بھی اللہ کی قدرت کے عجائب میں سے ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو کسی نے نہیں پکڑا۔

فانفخ فیہ فیکون طیرا ۴۹ اس روحانی قوت کے ہم معترف ہیں اور مقربین کے لئے ہے۔

ہم مانتے ہیں ہم اس کا انکار نہیں کرتے۔ وانبئکم مما تاکلون۔ یہ کشف کوئی ہے جو مقربین میں ہوتا ہے۔ جو کچھ کسی نے کھایا یا جمع کیا مقرب ہر بات کی خبر دے سکتا ہے۔ اشیاء محسوسہ جو کسی خاص شخص کے ساتھ متعلق ہوں۔ مثلاً کھانا پینا گھر میں ذخیرہ اندوزی کرنا اس کا معلوم کرنا آسان نہیں، اس لئے جب کوئی ان باتوں کی خبر دیتا ہے تو لوگ معلوم کرتے ہیں کہ یہ اللہ کی بخشش کردہ قوت ہے۔ اس طرح کی واقعی جسے حظیرۃ القدس میں مقام حاصل ہو جاتا ہے۔ اس کے علم و ارادہ میں کشادگی پائی جاتی ہے۔ اور روح القدس کی تائید ہوتی ہے وہ نور ہوتا ہے جو حظیرۃ القدس سے اس پر نازل ہوتا ہے۔ یہ معاملہ صنفی ہوتا ہے شخصی نہیں ہوتا۔ پس اسطرح کی خبر دینے والے کو الٰہ نہیں سمجھنا چاہیئے صوفی طریقوں کے ائمہ ایسی تعلیم دیتے ہیں۔ ایسی تعلیم سے جس کے قلب میں ان حالات کی استعداد پیدا ہو جائے اسے ولایت عیسویہ کہتے ہیں۔ جیسے فنون حکمت میں آج ہر شخص برابر فائدہ حاصل نہیں کرتا اس طرح اسکی مثال ہے۔ یعنی ذکر الٰہی کے اشتغال کی۔ کہ اس کی کئی قسمیں ہیں۔ ائمہ طریقت نے انکی ترتیب دی ہے کہ اس سے متاثر وہی ہو سکتا ہے جس میں اس کی استعداد ہو۔ لیکن اہل استعداد سب برابر ہیں اور ان پر لوگوں کے حالات خصوصیت ظاہر ہوتے ہیں۔ وہ کسی چیز میں پھونکتے ہیں اور حیات اس میں آجاتی ہے۔ پس اگر اسی طرح امت محمدیہ میں یہ فنون آجائیں تو کیا ان حالات والے کو ہم الٰہ کہیں گے۔ اِنَّ اللّٰهَ رَبِّیْ وَرَبُّكُمْ یہ اس طریقہ کی بنیاد ہے۔ اس بات پر سب متفق ہیں کہ حظیرۃ القدس سے اتصال اور عبادت اللہ صراط مستقیم ہے۔ ہم امام ولی اللہ کی حکمت سمجھنے کے بعد ایک مخصوص طریقہ کا مطالعہ کرتے رہتے ہیں۔ جو قرب الی اللہ کا ہے اسکو بیان کرتے ہیں۔ جو قرب الٰہی کا کوئی درجہ حاصل کرنا چاہتا ہے۔ مثلاً جبرائیل کا درجہ عالیہ اگر اس پر ہمیشگی رکھے اور ادھر ادھر نہ پھرے تو وہ

درجہ عالیہ کسی نہ کسی دن حاصل ہو جائے گا خواہ کئی سال کے بعد ہو یہی صراط مستقیم ہے۔ ہر ایک کیلئے برابر ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے یہ جو حکایت علیٰسی بیان کی ہے اِنَّ اللّٰہَ رَبِّی وَرَبُّکُمْ فَاعْبُدُوْہُ الخ اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر تم استمرار رکھو گے۔ اللہ کی عبادت پر اور اللہ سے اس فضل کی تمنا رکھو گے تو تم پالو گے۔ اللہ تعالیٰ مداومت عبودیت انسانیت کا تمام کمال بخش دیتا ہے۔ اس باب کا افتتاح علیٰسے نے کیا۔ فَلَمَّآ اَحَسَّ الخ یعنی یہود سے کفر معلوم کیا۔ قَالَ مَنْ اَنْصَارِیْ یعنی یہود کے علاوہ کون انصار ہے۔ یہ تمام اناجیل ہیں جن کے ماسوا یہود ہیں۔ علیٰسے کی تعلیم یہود میں منحصر نہیں رہی بلکہ اس نے بنی اسرائیل کے علاوہ بھی انصار لئے۔ وہ موسیٰ اور محمدؐ کے درمیان واسطہ بنا۔ مَکَرُوْا یہود نے دعوت اللہ کو رد کیا اللہ نے اس کا بدلہ دیا کہ یہود سے دین نکال دیا۔ امامت دینیہ ان سے سلب کر لی گئی۔ وَمَکَرَ اللّٰہُ یعنی اللہ نے یہ بدلہ دیا۔ ہمارے نزدیک علیٰسے کی تعلیم یہود کے علاوہ دوسری اقوام میں قائم ہوئی اس واسطے اس میں صابی فلسفیوں کی غلطیاں شامل ہو گئیں۔

اِذْ قَالَ اللّٰہُ یٰعِیْسٰٓی اِنِّیْ مُتَوَفِّیْكَ وَرَافِعُكَ اِلَیَّ وَمُطَهِّرُكَ مِنَ

جس وقت کہا اللہ نے اے علیٰسے میں لے لوں گا تجھ کو اور اٹھالوں گا اپنی طرف اور پاک کر دونگا تجھ کو

الَّذِیْنَ كَفَرُوْا وَجَاعِلُ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْكَ فَوْقَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْٓا اِلٰى

کافروں سے اور رکھوں گا ان کو جو تیرے تابع ہیں غالب ان لوگوں سے جو انکار کرتے ہیں

یَوْمِ الْقِیٰمَةِ ۚ ثُمَّ اِلَیَّ مَرْجِعُكُمْ فَاَحْكُمُ بَیْنَكُمْ فِیْمَا كُنْتُمْ فِیْهِ

قیامت کے دن تک پھر میری طرف ہے تم سب کو پھر آنا پھر فیصلہ کر دوں گا تم میں جس بات میں تم

تَخْتَلِفُوْنَ ﴿۵۵﴾ فَاَمَّا الَّذِیْنَ كَفَرُوْا فَاُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا شَدِیْدًا

جھگڑتے تھے سو وہ لوگ جو کافر ہوئے ان کو عذاب کروں گا سخت عذاب

فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ ۫ وَمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِیْنَ ﴿۵۶﴾ وَاَمَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا

دنیا میں اور آخرت میں اور کوئی نہیں ان کا مددگار اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور کام

الصّٰلِحٰتِ فَیُوَفِّیْهِمْ اُجُوْرَهُمْ ۭ وَاللّٰهُ لَا یُحِبُّ الظّٰلِمِیْنَ ﴿۵۷﴾

نیک کئے سو ان کو پورا دے گا ان کا حق اور اللہ کو خوش نہیں آتے بے انصاف

ذٰلِكَ نَتْلُوْهُ عَلَیْكَ مِنَ الْاٰیٰتِ وَالذِّكْرِ الْحَكِیْمِ ﴿۵۸﴾ اِنَّ مَثَلَ

یہ پڑھ سناتے ہیں ہم تجھ کو آیتیں اور بیان تحقیقی بیشک علیٰسے

عِيسَىٰ عِندَ اللَّهِ كَمَثَلِ آدَمَ ۖ خَلَقَهُ مِن تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهُ

کی مثال اللہ کے نزدیک جیسے مثال آدم کی بنایا اس کو مٹی سے پھر کہا اس کو کہ

كُن فَيَكُونُ ﴿٥٩﴾ الْحَقُّ مِن رَّبِّكَ فَلَا تَكُن مِّنَ الْمُمْتَرِينَ ﴿٦٠﴾

ہو جا وہ ہو گیا حق وہ ہے جو تیرا رب کہے پھر تو مت رہ شک لانے والوں میں سے

فَمَنْ حَاجَّكَ فِيهِ مِن بَعْدِ مَا جَاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا

پھر جو کوئی جھگڑا کرے تجھ سے اس قصہ میں بعد اس کے کہ آچکی تیرے پاس خبر سچی تو تو کہہ دے آؤ

نَدْعُ أَبْنَاءَنَا وَأَبْنَاءَكُمْ وَنِسَاءَنَا وَنِسَاءَكُمْ وَأَنفُسَنَا

بلاویں ہم اپنے بیٹے اور تمہارے بیٹے اور اپنی عورتیں اور تمہاری عورتیں اور اپنی جان

وَأَنفُسَكُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَل لَّعْنَتَ اللَّهِ عَلَى الْكَاذِبِينَ ﴿٦١﴾

اور تمہاری جان پھر التجا کریں ہم سب اور لعنت کریں اللہ کی ان پر کہ جو جھوٹے ہیں

إِنَّ هَٰذَا لَهُوَ الْقَصَصُ الْحَقُّ ۚ وَمَا مِنْ إِلَٰهٍ إِلَّا اللَّهُ ۚ وَإِنَّ

بیشک یہی ہے بیان سچا اور کسی کی بندگی نہیں ہے سوا اللہ کے اور

اللَّهَ لَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ﴿٦٢﴾ فَإِن تَوَلَّوْا فَإِنَّ اللَّهَ

اللہ جو ہے وہی ہے زبردست حکمت والا پھر اگر قبول نہ کریں تو اللہ کو

عَلِيمٌ بِالْمُفْسِدِينَ ﴿٦٣﴾

معلوم ہیں فساد کرنے والے

یعنی مُمِیتُکَ تجھے مارنے والا ہوں۔ یہ جو حیات عیسےٰ لوگوں میں مشہور ہے یہ یہودی کہانی۔ نیز صابی من گھڑت کہانی ہے۔ مسلمانوں میں فتنہ عثمان کے بعد بواسطہ انصار بنی ہاشم یہ بات پھیلی اور یہ صابی اور یہودی تھے۔ علی بن ابی طالب کے مددگار تھے۔ ان میں حب علی نہیں تھا بغض اسلام تھا۔ یہ بات ان لوگوں میں پھیلی جن نے ہُوَ الَّذِیْ اَرْسَلَ رَسُوْلَہٗ بِالْہُدٰی کا مطلب نہیں سمجھا۔ اس بات کا حل اجتماعیت عامہ کی معرفت پر مبنی ہے۔ جو لوگ اس قسم کی روایات پیش کرتے ہیں وہ علوم اجتماعیت سے بہت دور ہیں۔ جب وہ اس آیت کا مطلب نہیں سمجھتے تو وہ ان روایات کو قبول کر لیتے ہیں۔ اور متاثر ہو جاتے ہیں۔ اسلام میں علمی بحث کا پہلا مرجع قرآن ہے۔ قرآن میں ایسی کوئی آیت نہیں جو اس بات پر دلالت کرتی ہو کہ عیسےٰ نہیں مرا

اور وہ زندہ ہے۔ اور نازل ہوگا۔ یہ استنباطات ہیں۔ اور اس میں شکوک وشبہات ہیں اور یہ ممکن نہیں کہ اس پر عقیدۂ اسلامیہ کی بنیاد رکھی جائے قرآن کے بعد اصح الکتب ہمارے نزدیک مؤطا امام مالک ہے، اس میں اس پر دال کوئی چیز نہیں۔ عام اہل علم کے ہاں اصح الکتب بعد کتاب اللہ بخاری ہے۔ ہمارے نزدیک وہ مؤطا کے بعد بلاشبہ اصح ہے۔ حدیث لینزلن ابن مریم اس میں موجود ہے لیکن اس حدیث کا کیا معنی ہے؟ اس کے متعلق بخاری نے کوئی مؤید چیز پیش نہیں کی بلکہ اس کے مناقض پیش کی ہے۔ لوگ بخاری کے تراجم میں تدبر نہیں کرتے اور یہ بات اہل علم میں مشہور ہے کہ بخاری کی فقہ اس کے ابواب میں ہے۔ پس اگر امام بخاری فکرہ عامہ کی اپنی جامع میں تضعیف کردے تو وہ ہمارے نزدیک اس حدیث کی تضعیف ہے۔ یا اس کے اعلال کی طرف اشارہ ہوتا ہے۔ اس طرح کی بہت سی حدیثیں بخاری میں متعارض ہیں جن کو وہ ہر متفکر و مجتہد کے لئے چھوڑ دیتا ہے۔ اس پر اہل علم کا اتفاق ہے کہ یہ کوئی مضر نہیں ان احوال کے لئے جو کسی کتاب کو بعد کتاب اللہ اصح بتاتے ہیں (یعنی اس سے بخاری کے اصح ہونے پر سقم نہیں آتا۔ (عبدالرزاق)

حافظ ابن حجر کتاب اللہ کو تمام کتب احادیث پر مقدم کرنے کے لئے مُصر ہے اور نخبۃ الفکر میں تصریح کرتے ہوئے کہتا ہے۔ "بعض دفعہ احاد میں ایسی حدیث ہوتی ہے جو قرائن سے بعض دوسری پر علم نظری کے لحاظ سے مفید ہوتی ہے"۔

پھر صاحب نخبۃ الفکر کہتا ہے "جو خبر (حدیث) قرائن سے قوی ہو اس کی کئی قسمیں ہیں۔ ایک تو وہ جسے شیخین (بخاری مسلم) نے بیان کیا ہو۔ اور حد تواتر کو وہ نہ پہنچی ہو اور صرف قرائن نے اسے تقویت دی ہو قرائن دو ہیں (۱) اسکی شان ہیں پائیدار وقعت وعظمت ہو۔ (۲) اہل علم نے اسے قبول کیا ہو اور یہ تلقی قبولیت بھی افادہ علم کے لحاظ سے زیادہ قوی ہوتی بنسبت ان کے جس کے طرق بہت ہوں۔ لیکن تواتر کو نہ پہنچے ہوں (مگر یہ کہ خاص ہے اس قسم کے لیے جس کو حفاظ میں سے کسی نے نہ پرکھا ہو۔ دو کتابوں (بخاری ومسلم) کی حدیثوں میں سے) یہی استثنائیہ فقرہ مطلوب ہے۔ کہ جب دونوں کتابوں میں تخالف واقع نہ ہو تو ترجیح محال ہو جاتی ہے کہ ان کی صداقت کا علم نہیں ہو تو (نا) قصات کے لئے مفید ہو۔ ایک کو دوسری حدیث پر ترجیح نہیں ہوتی۔ اس کے ماسوا اجماع اس کی صحت کو تسلیم کرنے پر مائل ہوتا ہے۔

میں کہتا ہوں (علامہ سندھی) حافظ استثناء کر رہا ہے اس کا جسے حفاظ میں سے کسی نے پرکھا ہو۔ اس طرح کی سو حدیثوں سے زیادہ ہیں جیسے ابن حجر نے مقدمہ فتح الباری میں بیان کیا ہے۔

اور استثناء کا تعلق تخالف والی حدیثوں سے ہے کہ وہ بعد کتاب اللہ اصح نہیں ۔ جب ایسی حدیث ہو جسے بخاری نے بیان کیا ہو اور دوسرے باب میں اس کے خلاف تصریح کی ہو تو گیا وہ علت والی حدیث کی طرح شمار نہ کی جائے گی۔ اس قسم کے نکتہ پر سوائے خاص اہل علم کے متنبہ نہیں ہو سکتے

فصل —— سورۂ مائدہ (۱۱۶) میں ——

واذ قال اللّٰہ یٰعیسیٰ الخ اس کا جواب عیسےٰ نے دیا ۱۱۷ میں وکنت علیکم شہیدا ما دمت فیھم الخ جب تک میں زندہ رہا میں گواہ تھا جب تو نے مجھے وفات دی پھر تو ہی ان کا رقیب اور نگہبان رہا۔ ہمیں اس آیت میں غور کرنا چاہیئے۔ سوال کا رجوع اس زمانہ کی طرف ہے کہ عیسےٰ نے ہمیں حکم دیا کہ ہم اسے خدا بنالیں اور یہ قول بھی نصرانی تاریخ کے پہلی صدی ہوا۔ کیوں کہ یہ عقیدہ اس صورت میں صدی کے بعد ہی ہوا ہے۔ عیسےٰ نے اس کے جواب میں انکار کیا۔ کہ اس کی زندگی میں یہ واقعہ نہیں ہوا۔ اور کہا کہ میں اس وقت تک گواہ تھا۔ جب تک میں ان میں موجود رہا یعنی اس قول کی ذمہ داری میری موجودگی میں ہو سکتی ہے۔ اور میری موجودگی میں یہ بات نہیں ہوئی۔ وَلَمَّا توفیتنی یعنی مسؤلیت مجھ پر واقع نہیں ہو سکتی۔ یہ قول میری وفات کے بعد ہوا ہے۔ اگر ہم یہ تفسیر نہ کریں تو جواب سوال کے مطابق ہو ہی نہیں سکتا۔

اب ہم بخاری کی کتاب تفسیر کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ جو سورہ مائدہ کی تفسیر میں کہا کہ بات ماجعل اللّٰہ من بحیرۃ ولا سائبۃ۔۔۔۔۔ وکنت علیہم شہیدًا الخ کے باب سے پہلے بیان کیا ہے۔ باب اول میں ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ مُتَوَفِّيكَ کا معنیٰ ممیتك کرتے ہیں اور فلما توفیتنی سے یہی تفسیر یعنی موت مراد لی ہے۔ اور اس وفات کو وہ نہیں سمجھا سکتا۔ جو عام لوگ وہم کرتے ہیں کہ کئی ہزار سال کے بعد وہ نازل ہوگا پھر مرے گا۔ کیوں کہ وفات بعد نزول نگہبانی کے بھی خلاف پڑتی ہے۔ اور مسؤلیت سے بھی عیسےٰ نہیں بچ سکتا۔ حالانکہ وفات بنی اسرائیل کی نگہبانی سے ذمہ داری ہٹا رہی ہے۔ اور عدم مسؤلیت کے لئے وفات کو دلیل بنا کر پیش کیا جا رہا ہے

اور یہ پہلی صدی کے بعد واقع ہو گیا تھا۔ ہزاروں سال کے بعد تو یہ قول واقع نہیں ہو رہا۔ گویا اس سے ثابت ہوا کہ پہلی صدی ختم ہونے سے پہلے ہی موت واقع ہو گئی۔ یہ امام بخاری کا تفنن ہے کہ اس نے ابن عباس کی تفسیر کو آل عمران میں نقل نہیں کیا۔ کیوں کہ لوگ امانت بعد نزول مراد لیتے ہیں۔ اور متوفیک مقدم کو مؤخر کر دیتے ہیں امام بخاری کا ارادہ یہ ہے کہ اس تفسیر کی تحریف نہ کریں اسلئے ابن عباسؓ کا قول سورۂ مائدہ میں نقل کیا تا کہ بعد نزول پر اماتت محمول نہ کریں۔

تو اس اشارہ سے امام بخاری کا معنی یہ ہے کہ مُتَوَفِّیک سے مراد مُمِیتُکَ ہے اور روایۃ اولیٰ نہیں واقع ہوگئی ہے۔

ابوہریرہؓ کی روایت ہے۔ کیا اسے متفق علیہ اصول میں سے بنایا جا سکتا ہے؟ بلکہ وہ حدیث ایسی ہے جس کا انہوں نے ضعف ذکر کیا ہے۔ اگرچہ یہ اس سے ہے جس پر علم حدیث کی ورق گردانی کرنے والے متنبہ نہیں ہو سکتے۔ ہاں اس کی قدر وہ سمجھتے ہیں۔ جو بخاری کو موطا امام مالک کی شرح سمجھ کر پڑھتے ہیں، امام مالک نے اس حدیث کو اپنی کتاب میں بیان نہیں کیا۔ اور حدیث طواف فی الرؤیا کو بیان کیا ہے۔ کیونکہ وہ فی المعنی ضعیف ہے اور تعجب یہ ہے کہ اشاعرہ کے محققین نزول مسیح و مہدی کو اہل سنت کے ضروری اعتقادات میں شامل کرتے ہیں۔ حالاں کہ نہ صاحب مواقف نے بیان کیا ہے۔ نہ شارح نے اس کی تنقید کی ہے۔ عضدیہ نے ذکر نہیں کیا، نہ اس کے شارح دوانی نے کوئی اس کی تنقید کی ہے۔ غرضیکہ یہ مسئلہ غیر متدبر لوگوں کے ہاں ہے واللہ اعلم،

اِنِّی مُتَوَفِّیْکَ ابن عباس اس کا معنی مُمِیتُکَ کرتا ہے۔ بخاری نے مائدہ میں بیان کیا ہے۔ اس کی تفسیر اس طرح ممکن نہیں جس طرح عام لوگ کرتے ہیں۔ وَرَافِعُکَ اِلَیَّ یعنی علم و مرتبت میں جیسے ادریس کو رفعت دی گئی۔ وَرَفَعْنَاہُ مَکَانًا عَلِیًّا ادریس کے علوم ریاضی اور طبعی فطرت انسانی کی طرح ہو گئے۔ اور ہر علم میں درجہ رفیعہ ہے۔ اسی طرح علوم مسیح لوگوں کی فطرت ہو گئے۔ اور یہ فطرت متمکن ہو گئی کہ اس کی تصریح حنیفیت کے ایک عظیم نبی نے کی ہے۔ اور لوگوں کے دینوں پر وہ غالب آگئی ہے۔ یہ عیسٰی علیہ السلام کا بلند مرتبہ ہے۔ صابی ذہنوں تک حنیفیت پہنچی یہ حضرت عیسٰی علیہ السلام کی تعلیم کا اثر ہے۔ یونان اور روم نصرانیت میں داخل ہو گئے۔ یہ ظاہر ہے۔ اور وہ صابیت کے رکن ہیں اس کے بعد ایران اور ہند حنیفیت سے کے متاثر ہوا جو صابی تھا۔ وہ موسیٰ اور تورات کی عظمت کا قائل تھا۔ یہ تمام عیسٰی کی تعلیم کا اثر ہے گویا ان کے لئے فطرت طبعی ہو گئی۔ یہ تمام وَرَافِعُکَ اِلَیَّ کا معنی ہے۔ وَمُطَهِّرُکَ مِنَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا انہوں نے ایسی تہمت لگائی تھی جس کا ادنیٰ لوگ بھی ذکر گوارا نہیں کرتے۔ یہ سب ان کی جامد ذہنیت کی وجہ سے ہوا تھا۔ کہ وہ جسم کو بغیر جسم کے پیدا ہونا نہیں مانتے۔ اور وہ سمجھتے تھے کہ روحانیت یا جمعیت لطیفہ جمعیت کثیفہ میں موثر نہیں ہوتی۔ جو اس طرح کا قاعدہ سمجھ لے اور تاثیر کے امتناع کا مائل ہو۔ وہ یہودی کی طرح ہے کہ یہودیوں نے عیسٰی علیہ السلام کی ولادت کو صحیح نہیں سمجھا تھا۔ اور جو اس نظریہ کا قائل ہو کر روحانیت موجودہ طبقات عالیہ میں ملحق ہو سکتی ہے، جیسے معراج نبی یا طبقات عالیہ کی تاثیر قوی انسانیہ میں ہو سکتی ہے

تو ایسے یہ بات بدیہی معلوم ہوگی جن سے الٰہیات سے تعلق پیدا کر لیا۔ اور اس نظریہ کو قبول کر لیا۔ وہ ابن مریم کی طہارت کا قائل ہوگا۔ پہلے اس کے علم و تعلیم اور اس کے اعمال صالحہ کے ذریعہ قائل ہوگا۔ پھر نسبت کا ذبہ سے اسے پاک سمجھا جائے گا۔ اور اسے وجیہ عند اللہ سمجھا جائے گا۔

وَجَاعِلُ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْکَ الخ وہ نصاری اور مسلم ہیں۔ اور اقوام صابی ہیں جو اس کی تطہیر تسلیم کرتے ہیں۔ یہ ان لوگوں پر حاکم ہوں گے۔ جو اس پر تہمت لگاتے ہیں اگر بنی اسرائیل سب و شتم ترک کر دیں اور اُسے حرام سمجھیں، مسیح کو فضیلت دار سمجھیں تو وہ اسکے دین میں داخل نہیں ہوں گے۔ بلکہ اس کے اتباع ہوں گے ہمارے ہاں مسلم بھی اس کے اتباع ہیں۔ مگر نصاری کی طرح اتباع نہیں پس جب صابی اور یہودی اس تعظیم کریں گے تو وہ بھی اتباع میں شمار ہوں گے۔ یہ حکم دنیا میں ہے آخرت میں ان کا انجام ظاہر ہے۔

(۵۶ ، ۵۷) ذٰلِکَ نتلوہ علیکم من الآیات نصرانیت کی صحیح بنیاد یہی ہے۔ جن لوگوں نے خرافات و کفریات بڑھا دیں ہیں وہ تعلیم قرآن کی رو سے باطل ہیں۔

ان مثل عیسٰی عند اللہ کمثل آدم یعنی آدم بھی خلق اوّل کی مخلوق ہے لیکن انقلاب کے بعد ہے۔ اس کی طرف اشارہ ہے خلقہ من تراب ثم قال لہ کن فیکون اس قسم کی آیات کے متعلق عام لوگ سمجھتے ہیں کہ آدم پہلی بار ہی مٹی سے پیدا کیا گیا۔ اور اس میں سلسلۂ مخلوقات سابقہ نہیں۔ ہمارے نزدیک یہ بات اصول حکمت کے خلاف ہے۔ بلکہ تراب سے مُراد وہ مٹی ہے جس سے انسان پیدا ہوتا ہے جس طرح یہ پانی جس سے تولد ہوتا ہے۔ یہ اسطرح کا پانی نہیں جو کنوؤں اور چشموں میں ہوتا ہے۔ اسطرح یہ تراب (مٹی) بھی وہ نہیں جو عام دیکھنے میں آتی ہے۔ بلکہ اس خاص تُراب میں تاثیر خلق متقدم کی بڑی استعداد موجود ہوتی ہے۔ پھر قوت فعالہ کی تاثیر ہوتی ہے۔ قدرت الٰہیہ کی جانب سے خلق آدم جس طرح آدم کو پیدا کیا اس طرح مسیح کا مادہ مریم کے پانی سے ملا۔ وہ مادہ ویسے ہے جیسے تُراب کا۔ اور اس میں قدرت الٰہیہ کی تاثیر فعالہ ہے۔ لہٰذا مسیح بھی مثل آدم ہے۔ وہ خاص طریقہ سے مخلوق ہوا ہے۔

اس سے زیادہ کوئی بات نہیں۔ اس کی طرف اشارہ ہے الحق من ربک فلا تکونن الخ۔ ثم نبتہل فنجعل الخ سلیم الفطرت انسان جب کہ حواس ظاہر و باطنہ کا استعمال کرے۔ وہ یقین سے یہ عقیدہ رکھے گا کہ یہ مخلوق عام ہے اور انسانیت خاص ہے نظام مخصوص پر پیدا کی گئی ہے۔ پس ہر مصنوع صانع کی نشانی ہے اور مصنوع کو صانع بنا دینا یہ باطل ہے۔ جب اہل نظام حق کی طرف رجوع کرے گا۔ تو باطل جم نہ سکے گا۔ اور جب اہل حق فی الارادۃ اہل باطل سے مباہلہ کرے گا۔ تو اہل حق کامیاب ہوگا۔ گویا مباہلہ صرف قوت

ارادیہ کا مقابلہ ہے تو جو قوت ارادیہ حق پر مبنی ہے۔ وہ باطل پر غالب بھی لازمی طور پر ہوگی۔ اس بات کا یقین ہر وہ شخص کرے گا۔ جو خطیرالقدس پر یقین رکھتا ہو۔ اور اس نظام کی مضبوطی کا ہو ——— پس اللہ جل جلالہٗ نے اس مباہلہ میں اپنے نبی کو فتح دی۔ اور مخاصمین نے اس کی حقیقت کا اعتراف کیا اور اس کی اتباع کی۔ اس کی طرف اشارہ ہے۔ (۶۲) میں ان ھذا الھو القصص الحق یعنی جو کچھ اللہ نے خلق علیٰ کا ذکر کیا ہے۔ وہ حق ہے۔ دَمَا مِنْ اِلٰہٍ علیٰ خدا نہیں ان اللّٰہَ ھُوَ العزیز الحکیم اللہ وہ ہے جو تمام ادیان پر غالب اگر رہے گا۔ فان تولوا حق پہچان کر پھر گئے فان اللہ علیم الخ انہیں مغلوب کرے گا۔ انشاء اللہ، فصل ثانی ختم ہوگئی۔ اس میں دیانت مسیحت کی اصلاح کا ذکر تھا۔ دین مسیح کو اگر قبول کریں گے تو ان کی حکومت ہوگی اور قبول نہ کرینگے تو اُن سے حکومت سلب کر لی جائے گی۔ نصاریٰ کو ۶۳ سے ۹۵ تک اتباع حنیفیت کی دعوت دی ہے۔ فصل ثالث

قُلْ يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍۢ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ اَلَّا

تو کہہ اے اہل کتاب آؤ ایک بات کی طرف جو برابر ہے ہم میں اور تم میں کہ

نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهٖ شَيْـًٔا وَّلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا

مگر اللہ کی اور شریک نہ ٹھہراویں اس کا کسی کو اور نہ بنا دے کوئی کسی کو

اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۭ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُوْلُوا اشْهَدُوْا بِاَنَّا

رب سوا اللہ کے پھر اگر وہ قبول نہ کریں تو کہہ دو گواہ رہو کہ ہم تو

مُسْلِمُوْنَ ﴿۶۴﴾ يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تُحَآجُّوْنَ فِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ

حکم کے تابع ہیں اے اہل کتاب کیوں جھگڑتے ہو ابراہیم کی بابت

وَمَآ اُنْزِلَتِ التَّوْرٰىةُ وَالْاِنْجِيْلُ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِهٖ ۭ اَفَلَا

اور بندگی نہ کریں ہم توریت اور انجیل تو اتریں اس کے بعد کیا تم

تَعْقِلُوْنَ ﴿۶۵﴾ هٰٓاَنْتُمْ هٰٓؤُلَاۗءِ حَاجَجْتُمْ فِيْمَا لَكُمْ بِهٖ عِلْمٌ

کو عقل نہیں سنتے ہو تم لوگ جھگڑ چکے جس بات میں تم کو کچھ خبر تھی

فَلِمَ تُحَآجُّوْنَ فِيْمَا لَيْسَ لَكُمْ بِهٖ عِلْمٌ ۭ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ

اب کیوں جھگڑتے ہو جس بات میں تم کو کچھ خبر نہیں اور اللہ جانتا ہے اور تم

لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۶۶﴾ مَا كَانَ اِبْرٰهِيْمُ يَهُوْدِيًّا وَّ لَا نَصْرَانِيًّا

نہیں جانتے نہ تھا ابراہیم یہودی اور نہ تھا نصرانی

وَّ لٰكِنْ كَانَ حَنِيْفًا مُّسْلِمًا ؕ وَ مَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۶۷﴾

لیکن تھا حنیف یعنی سب جھوٹے مذہبوں سے بیزار اور حکم بردار اور نہ تھا مشرک

اِنَّ اَوْلَى النَّاسِ بِاِبْرٰهِيْمَ لَلَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ وَ هٰذَا

لوگوں میں زیادہ مناسبت ابراہیم سے ان کو تھی جو ساتھ اس کے تھے اور اس

النَّبِيُّ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ؕ وَ اللّٰهُ وَلِيُّ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۶۸﴾ وَدَّتْ

نبی کو اور جو ایمان لائے اس نبی پر اور اللہ والی ہے مسلمانوں کا آرزو ہے

طَّآئِفَةٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَوْ يُضِلُّوْنَكُمْ ؕ وَ مَا يُضِلُّوْنَ

بعض اہل کتاب کو کہ کسی طرح گمراہ کریں تم کو اور گمراہ نہیں کرتے

اِلَّاۤ اَنْفُسَهُمْ وَ مَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۶۹﴾ يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَكْفُرُوْنَ

مگر اپنے آپ کو اور نہیں سمجھتے اے اہل کتاب کیوں انکار کرتے ہو

بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَ اَنْتُمْ تَشْهَدُوْنَ ﴿۷۰﴾ يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَلْبِسُوْنَ الْحَقَّ

اللہ کے کلام کا اور تم قائل ہو اے اہل کتاب کیوں ملاتے ہو سچ میں

بِالْبَاطِلِ وَ تَكْتُمُوْنَ الْحَقَّ وَ اَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۷۱﴾ وَ قَالَتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْ اَهْلِ

جھوٹ اور چھپاتے سچی بات جان کر اور کہا بعضے اہل کتاب نے

الْكِتٰبِ اٰمِنُوْا بِالَّذِيْۤ اُنْزِلَ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَجْهَ النَّهَارِ وَ اكْفُرُوْۤا

مان لو جو کچھ اترا مسلمانوں پر دن چڑھے اور منکر ہو جاؤ

اٰخِرَهٗ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ﴿۷۲﴾ ۚۖ وَ لَا تُؤْمِنُوْۤا اِلَّا لِمَنْ تَبِعَ

آخر دن میں شاید وہ پھر جاویں اور نہ مانیو مگر اسی کی جو چلے

دِيْنَكُمْ ؕ قُلْ اِنَّ الْهُدٰى هُدَى اللّٰهِ ۙ اَنْ يُّؤْتٰۤى اَحَدٌ

تمہارے دین پر کہہ دے کہ بیشک ہدایت وہی ہے جو اللہ ہدایت کرے اور یہ سب کچھ اس لئے ہے کہ اور کسی کو

مِّثْلَ مَآ اُوْتِيْتُمْ اَوْ يُحَآجُّوْكُمْ عِنْدَ رَبِّكُمْ ؕ قُلْ اِنَّ

پھی کیوں مل گیا جیسا کچھ تم کو ملا تھا یا دہ غالب کیوں آگئے تم پر تمہارے رب کے آگے تو کہہ

الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ ۚ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ﴿٧٣﴾

بڑائی اللہ کے ہاتھ میں ہے دیتا ہے جس کو چاہے اور اللہ بہت گنجائش والا ہے خبردار

يَّخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ﴿٧٤﴾

خاص کرتا ہے اپنی مہربانی جس پر چاہے اور اللہ کا فضل بڑا ہے.

وَمِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ مَنْ اِنْ تَاْمَنْهُ بِقِنْطَارٍ يُّؤَدِّهٖٓ اِلَيْكَ ۚ وَ

اور بعضے اہل کتاب میں وہ ہیں کہ اگر تو ان کے پاس امانت رکھے ڈھیر مال کا تو ادا کر دیں تجھ کو اور

مِنْهُمْ مَّنْ اِنْ تَاْمَنْهُ بِدِيْنَارٍ لَّا يُؤَدِّهٖٓ اِلَيْكَ اِلَّا مَا دُمْتَ

بعضے ان میں وہ ہیں کہ اگر تو ان کے پاس امانت رکھے ایک اشرفی تو ادا نہ کریں تجھ کو مگر جب تک کہ تو رہے

عَلَيْهِ قَآئِمًا ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْا لَيْسَ عَلَيْنَا فِى الْاُمِّيّٖنَ

اس کے سر پر کھڑا یہ اس واسطے کہ انہوں نے کہہ رکھا ہے کہ نہیں ہے ہم پر اُمّی لوگوں کے حق لینے میں

سَبِيْلٌ ۚ وَيَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ﴿٧٥﴾ بَلٰى مَنْ

کچھ گناہ اور جھوٹ بولتے ہیں اللہ پر اور وہ جانتے ہیں. کیوں نہیں جو کوئی پورا کرے

اَوْفٰى بِعَهْدِهٖ وَاتَّقٰى فَاِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ ﴿٧٦﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ

اپنا قرار اور وہ پرہیزگار ہے تو اللہ کی محبت ہے پرہیزگاروں سے جو لوگ

يَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَاَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيْلًا اُولٰٓئِكَ لَا خَلَاقَ

مول لیتے ہیں اللہ کے قرار پر اور اپنی قسموں پر تھوڑا سا مول ان کا کچھ حصہ نہیں

لَهُمْ فِى الْاٰخِرَةِ وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ وَلَا يَنْظُرُ اِلَيْهِمْ يَوْمَ

آخرت میں اور نہ بات کریگا ان سے اللہ اور نہ نگاہ کرے گا ان کی طرف

الْقِيٰمَةِ وَلَا يُزَكِّيْهِمْ ۪ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿٧٧﴾ وَاِنَّ مِنْهُمْ

قیامت کے دن اور نہ پاک کریگا ان کو اور ان کے واسطے عذاب ہے دردناک اور ان میں

لَفَرِيقًا يَلْوُونَ أَلْسِنَتَهُم بِالْكِتَٰبِ لِتَحْسَبُوهُ مِنَ الْكِتَٰبِ

ایک فریق ہے کہ زبان مروڑ کر پڑھتے ہیں کتاب تاکہ تم جانو کہ وہ کتاب میں ہے

وَمَا هُوَ مِنَ الْكِتَٰبِ وَيَقُولُونَ هُوَ مِنْ عِندِ اللَّهِ وَمَا هُوَ مِنْ

اور وہ نہیں کتاب میں اور کہتے ہیں وہ نہیں اللہ کا کہا ہے اور وہ نہیں اللہ

عِندِ اللَّهِ وَيَقُولُونَ عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ وَهُمْ يَعْلَمُونَ ﴿٧٨﴾

اللہ کا کہا اور اللہ پر جھوٹ بولتے ہیں جان کر

اس میں اہل کتاب کو ملت ابراہیم کی طرف دعوت دی گئی ہے کہ وہ ملت حنیفیہ کی اتباع کریں ابراہیم علیہ السلام کا باپ ہے. اجنبی امتوں کو دعوت بنی اسرائیل میں داخل کرنے کا باب اس معاملہ میں حواریوں نے آغاز کیا۔ پہلے انہوں نے اختلاف کیا کہ آیا وہ غیر بنی اسرائیل اپنی جماعت میں داخل کریں یا نہ کریں. اتفاق اس پر ہوا کہ نہ کریں اس کے بعد بولس اپنی محبت سے دعوت مسیح کو عام کرنے کے لئے تیار ہوا اور تمام اقوام کو شامل کرنے کا ارادہ کیا. یہ کتاب مرسل کے اعمال پر مشتمل ہے اور اناجیل کا تتمہ ہے. ہم نے حکمت ولی اللہ سے اچھی طرح سمجھا ہے کہ وہ خلفاء راشدین کا زمانہ فتنہ تک شمار کرتے ہیں کہ وہ اعمال نبی کا اتمام وہاں تک سمجھتے ہیں. دعوتِ مسیحہ بھی بولس کے بعد ایسی ہے جیسے اسلام فتنہ کے بعد کہ اس میں غیر صحیح اشیا شامل ہو جاتی ہیں. لیکن دعوت وسیع ہو جاتی ہے اور اصل دین کے ساتھ فطرت ظاہر ہوتی ہے. پس جب لوگ ایک مسلک پر جمع ہو جائیں اور اس میں کثرت تامہ پائی جائے تو فطرت اپنی حقیقت کے ساتھ ظاہر ہوتی ہے. اگر اس میں اغلاط واقع ہو جائیں تو وہ بخش دی جاتی ہیں. اس طرح دعوتِ مسیحہ نے ترقی کی حتیٰ کہ روما شرقیہ کو نصرانیہ میں داخل کر لیا یہ مسیحیت کا انقلاب جدید تھا اور اس میں اغلاط واقع ہوئی ہیں اور حرکت آگے بڑھتی ہے. دنیا میں کتاب اللہ معظم ہو جاتی ہے۔ یہود کے زوال کے بعد اس میں اضطراب آگیا اور سلطنت دینیہ میں ضعف آگیا. پس اس دین کی تجدید جیسے مسیح علیہ السلام لے کر آیا تھا احمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ ہوئی تھی. پس بنی اسماعیل سے ایک نبی آگیا ہے۔ لہٰذا یہ تجدید ملت ابراہیم پر ہو سکتی ہے. کیوں کہ اس نبی کا نسب بنی اسرائیل کے ساتھ مجتمع نہیں ہوتا مگر موسیٰ کے بعد، اس لئے موسیٰ علیہ السلام کا تعارف کرایا گیا. اور اجتماع منسوب نہیں ہو سکتا مگر اسمٰعیل اور اسحاق کے درمیان ابراہیم تک کیوں کہ ملت ابراہیمیہ پہلی زندگی میں یوسف علیہ السلام کے زمانہ تک چاروں اماموں یعنی ابراہیم، اسمٰعیل، اسحاق، یعقوب کے جامع طریقہ پر تھی. یہی ملت حنیفیہ ہے۔

بنی اسمٰعیل میں اس نبی کے آنے کے بعد سوائے اس ملت کے اور کسی طریقہ کی طرف دعوت نہیں ہو سکتی۔ پس جمیع انسانیت کو شامل ہوگی اور مرکز وہی چار ائمہ ہیں۔ لیکن رجوع یہود کی ان خصوصیات کی طرف جو مسیح سے پہلے تھی تو یہ بہت برا ہے۔ اور انسانیت پر ظلم کے مترادف ہوگا۔ گویا ملت تمام انسانیت پر مشتمل ہے۔ اور اس کا مرکز فقط ائمہ اربعہ کی طرف رجوع کرتا ہے۔ یہ دعوت اور اس دعوت کی وضاحت اس فصل کا مقصد ہے۔

حنفیت کا مستقل امام ابراہیم ہے اور اس کے ائمہ مجتہدین اسمٰعیل اسحاق یعقوب ہیں جس فعل کے یہ تینوں ائمہ مذکورہ مرتکب ہوں گے۔ وہ طریقہ ابراہیم کی شرح وتکمیل متصور ہوگا۔ اور ملت میں وہ داخل ہوگا۔ اور جو کچھ ان شخصیات کے علاوہ کسی طرف رجوع ہوگا۔ وہ ملت میں شمار نہ ہوگا۔ خواہ وہ مقدس اور معظم ہی کیوں نہ ہو۔ پس نبی لوگوں کو فقط اس طریقہ کی دعوت دینے کے لئے کھڑا ہوا ہے۔ اور یہ بات سورۃ بقرہ میں بیان ہو چکی ہے آیت ۱۳۳ میں اَمْ كُنْتُمْ شُهَدَآءَ الخ یہ طریقہ ابراہیم کی شرح متصور ہوگا۔ یہی چیز جس کو نبی حجت بنا کر تسلیم کرتا ہے۔ شہادت ہے۔ بنی اسرائیل میں سے کوئی اس بات پر قادر نہیں کہ اسے ترک کرے اس طریقہ کی اساس حضرت ابراہیم کا یہ قول ہے اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ جو کچھ اللہ نے تمام اقوام کی طرف وحی کی ہے ابراہیم ان سب باتوں کو تسلیم کرتا ہے اور بعض کو بعض سے تطبیق دیتا ہے۔ جیسے کہ ہم پہلے بیان کر آئے ہیں۔ اس لحاظ سے انسانیت میں کوئی قوم ایسی نہیں جس کے لئے طریقہ ابراہیمی سے اعراض ممکن ہو۔ جیسے کہ سورۃ بقرہ میں تصریحاً ذکر ہو چکا ہے۔ آیت ۱۳۰ میں یعنی وَ مَنْ یَّرْغَبُ عَنْ مِّلَّةِ اِبْرٰهٖمَ الخ میں۔

پس مسیح کے بعد دعوت صحیح اور تام نہیں ہو سکتی۔ مگر صرف اس طریقہ سے ہو سکتی ہے۔ اس کی طرف اشارہ ہے ۶۴ میں قُلْ یٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ الخ ہم بنی اسمٰعیل اور تم بنی اسرائیل اس بات پر متحد ہیں سوائے خدا کے کسی کی عبادت نہ کریں گے۔ اور شرک نہ کریں گے۔ احبار رہبان ملوک کو خدا کے ساتھ شامل نہ کریں گے۔ اس کی طرف اشارہ ہے وَّ لَا یَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا الخ پس اگر بنی اسرائیل راضی نہ ہوں تو ان پر لازم ہے کہ وہ اپنی خصوصیات ترک کر دیں، اور تم مستقیم رہو اور ترک مت کرو۔ اس کی طرف اشارہ ہے فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُوْلُوا اشْهَدُوْا بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ اس کے بعد وہ آیات ہیں جن میں اشکال نہیں۔ اصل مسئلہ پر ہم نے کلام کر لی ہے۔ اب ہم پڑھتے ہیں یٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ الخ ۶۸ تک۔ میرے نزدیک ہمعصر لوگوں کے حق میں اسی طرح کی بات ہے۔ نبی اور اس کے خلفاء دین پر قائم رہے۔ اس کے بعد الف ثانی میں تمام لوگوں سے بہتر ہمارے آئمہ میں سے دین کے بارہ میں امام ولی اللہ اور اس کے اصحاب ہیں لیکن یہ بات فقط نظری طور پر ہے۔ باقی رہے اعمال پس اس میں قصور اور

اور اعذار ہوتے ہیں۔ پھر استاذ نے ہمعصر ائمہ اسلام کے سامنے یہ آیت پیش کی ودّت طائفتہ الخ وہ چاہتے ہیں کہ تمہیں امر جامع سے پھیر دیں اور اپنی خصوصیات کی طرف لے جائیں۔ جن میں وہ خود بھی جھگڑا کر رہے ہیں۔ اور وہ ہر عمل سے یہ کوشش کرتے ہیں۔ جیسے سیاسی لوگ پروپیگنڈہ کرتے ہیں۔ یٰاَہْلَ الْکِتٰبِ الخ ۷۲ تک نصرانیت نے مسلمانوں کی زمین پر ترقی سے فائدہ اٹھایا اور مسلمانوں کا عملی طریقہ سیکھا۔ جب مسلمانوں میں ضعف آگیا تو نصرانی مسلمانوں کے اعمال پہ کاربند ہو گئے۔ لیکن یہ اعمال کی مسخ صورت کے بعد ہوا۔ تاکہ نصرانیوں کے متعلق کوئی یہ نہ کہے کہ یہ مسلمان قوم کے مقلد ہیں۔ اور اس بات کی کوشش شروع کی کہ مسلمانوں کو قوی طریقہ سے لوٹالیں۔ اور اپنی جگہ پر لے آئیں۔ اور وہ آج تک یہ کوشش وہ کر رہے ہیں۔ لیکن جو متانت اسلام کے مسلمانوں کے سامنے آچکی ہے۔ ولی اللہ کی حکمت میں وہ مسلمانوں کو قرآن سے مضبوط پکڑنے پہ آمادہ کرتی ہے۔ اور وہ اسی اسلام کی طرف لوٹاتی ہے جو فتنہ سے پہلے قرون اولیٰ میں تھا۔ اور یہ وہ حکمت ہے جسے اگر مسلمانوں نے سمجھ لیا تو اس کے ذریعہ نصاریٰ کے تغلب سے نجات حاصل کر سکیں گے۔

میرے نزدیک یہ مناسب ہے کہ اہل اسلام کا ہر گروہ منفرد ہو کر کام کرے۔ یہاں تک کہ جب اسلام کے سب گروہ طاقت پکڑ جائیں تو جمع ہو کر دین کو زندہ کریں۔ لیکن ہر قوم کے بیوقوفوں کو اسلام کے غلبہ اور ملت کے قیام کے لئے جمع کرنا بے فائدہ بات ہے۔ واللہ اعلم بالصواب،

استاذ نے نصرانیت کی سیاست اور ان کے طریق مقابلہ میں اللہ کا یہ قول پیش کیا۔ اھل الکتٰب.... .... قائمًا یہ اس لئے کہ انہوں نے کہا تھا۔ لیس علینا فی الامیین سبیل ۷۵ تا ۷۶ اِنَّ الَّذِیْنَ ۷۷ یہ تینوں آیات ایسی ہیں کہ جس سے آج بھی اہل اسلام استفادہ کر سکتے ہیں۔

ایک مسئلہ یہ ہے (۱) عام فقہا نے اہل اسلام کو گمراہ کیا کہ غیر مسلم تمام ملتوں کے باطل پر ہیں۔ حالانکہ وہ ان کے نزدیک اگرچہ جاہل ہیں مگر مسلمانوں سے زیادہ سمجھدار ہیں۔ وہ زمین پر سیاحت کر کے آپنے آپ کو اور اپنی قوم کو نفع پہنچاتے ہیں۔ مسلمانوں میں یہ بات نہیں پائی جاتی اور وہ تفکر فی الانسانیت سے کوسوں دور ہیں۔ انسانیت انکے نزدیک حجروں، مسجدوں اور مدرسوں میں محصور ہو کر رہ گئی ہے۔ اور یہ غیر قوموں کا ادنیٰ فعل ہے کہ وہ ہماری زمینوں یعنی ملکوں میں آتے ہیں۔ اور علوم تاریخی سے وہ استنباط کرتے ہیں۔

ہم ان قوموں کی تاریخی غلطیاں دیکھتے ہیں مگر اس کی تحقیق و تصحیح نہیں کرتے مجھے تاریخ کا بہت شوق ہے۔ میری اکثر زندگی ہند کے شمال غربی علاقہ میں گزری ہے۔ پس جو کچھ لوگوں کی پہلی کہانیاں ہم نے سنی تھیں اس

کی روزانہ غلطیاں آج ہم پر واضح ہو رہی ہیں۔ اور حق اس کے خلاف دکھتا ہے۔ ہندو اور انگریز تنگ و دو کر رہے ہیں۔ اور سندھ کے مسلمان محمد بن قاسم ثقفی پر فخر کرتے ہیں۔ اور بنی امیہ کی تاریخ ذرا بھر نہیں جانتے اور اس بہادر مذکور کی سیرت بھی پوری نہیں جانتے۔ صرف چند کلمے کذب کے ساتھ ملے جلے ہوئے انہیں معلوم ہیں۔ اسی طرح اسماء رجال پر فخر کرتے ہیں حالانکہ وہ انہیں اچھی طرح نہیں جانتے۔ نہ ہی ان کے اعمال سے وہ واقف ہیں۔ مسلمان تعیین اسماء رجال پر قادر نہیں رہے۔ اور سیاسی ارتقار کی وجہ سے جو ان کے اسلاف کے حکم سے ہو رہا ہے۔ تعیین پر قادر نہیں۔ غالباً تمام اسلامی طبقے اسی طرح ہیں۔ میں خود اگر غیر مسلم قوم کا فرد نہ ہوتا اور ساتھیوں کو ترقی کرتا ہوا نہ دیکھتا تو میں بھی حجرہ میں بیٹھا رہتا لیکن غیرت تسابق یعنی سبقت کے رشک اور غیرت نے مجھے حجرہ کی زندگی چھوڑنے پر مجبور کیا۔ استاد نے مسلمانوں کی تنزلی دیکھی اس لئے میں بھی اپنے ساتھیوں کو دین اور سیاست میں زیادہ عالم دیکھ کر اکیلا نہیں بیٹھ سکتا۔ ہر شخص مجھے اس چیز سے منع کرتا رہا۔ حتیٰ کہ ماں باپ بہن مگر میں ان کے خلاف چلتا رہا۔ یہ تکمیل انسانیت کا راستہ ہے۔ یعنی تسابق بین الاقوام۔ قرآن اسی بات کے متعلق ۱۴۸ میں کہتا ہے وَلِكُلٍّ وِّجْهَةٌ الخ اسی کے متعلق سورۃ تغابن میں تنبیہ کی ہے یَوْمَ يَجْمَعُكُمْ لِيَوْمِ الْجَمْعِ۔ یہی یوم تغابن ہوگا۔ ہمارا فکر یہ ہے کہ مسلمان اپنی قوم کے علاوہ سب کو باطل پرست سمجھتا ہے۔ یہی بات ہے کہ مسلمان قوم کو اس خیال نے تسابق یعنی سبقت لے جانے سے محروم رکھا ہے حالاں کہ قرآن صراحتہً کہہ رہا ہے کہ اہل کتاب سب برابر نہیں ان میں صالح لوگ بھی ہیں اور ان میں باطل پرست بھی ہیں اور اسی طرح ہر قوم میں ہوتے ہیں۔ تسابق صالحین کے ساتھ ہوتا ہے۔ اجتناب باطل پرستوں کے اخلاق سے ہوتا ہے۔ اس طرح انسان نیک اور بد لوگوں کے درمیان تمیز کر سکتا ہے اور اس کے دل میں حق مستقر ہو سکتا ہے۔ اور اللہ کی جانب سے اس کے دل میں نور آ سکتا ہے۔ ان منهم لفريقا الخ اس آیت سے اہل علم استفادہ کر سکتے ہیں۔ قرآن عظیم اللہ کے فضل سے ہمارے نزدیک محفوظ ہے۔ اور فقہاء کے ہاں یہ بات بھی مسلم ہے کہ تفسیر الفاظ سے نکالنا ٹھیک نہیں بلکہ جو کچھ نبی سے تواتر اور شہرت سے ثابت ہو اور شہرت کی صحیح تفسیر یہ ہے کہ قرون راشدہ کے بعد تواتر باقی رہے۔ یعنی فتنہ کے بعد۔ فرق اس بات سے یہ ہوگا کہ زمانہ خیر میں تواتر نہ رہا ہو۔ یعنی جو اصل میں آحاد کے درجہ پر ہو اور قرن اوّل کے بعد تواتر ہوا ہو وہ مشہور ہے۔ رازی کی احکام قرآن میں یہی تفسیر ہے۔ اور جو کچھ بھی اس کے خلاف ہے وہ باطل ہے۔ وہ اصطلاحات اختراع کرتے ہیں فقط مذاہب پر غلبہ کے خیال سے۔ پس ہمیں قرآن کو مضبوطی سے پکڑنا چاہیے اور

اور اس پر ظاہر کتاب کی تفسیر نہیں ڈال دینی چاہیے ہاں جو متواتر اور مشہور ہو وہ درست ہے آج ہم حق کے تک پہنچ سکتے ہیں۔ لیکن ہمارے علماء جہاں بھر کی خرافات قرآن کی تفسیر میں جمع کر دیتے ہیں۔ اور اس کے بعد ثبوت کے طور پر اسے مسلمان پیش کرتے ہیں۔ کہ یہ بات قرآن اور تفسیروں میں موجود ہے۔

اور تمام مسلمان بیچارے خیال کرتے ہیں کہ جو کچھ تفسیروں میں موجود ہے وہی قرآن کی مراد ہے۔ اس طریقے سے ہم قرآن میں باطل چیزیں داخل کر دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ امام ولی اللہ کو جزائے خیر دے کہ انہوں نے ہمیں اس بات کی ہدایت کی۔ اور متنبہ کیا۔ مگر ہم مسلمانوں کو اس بات میں ملوث دیکھتے ہیں۔

مَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّؤْتِيَهُ اللّٰهُ الْكِتٰبَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ

کسی بشر کا کام نہیں کہ اللہ اس کو دیوے کتاب اور حکمت اور پیغمبر کرے

ثُمَّ يَقُوْلَ لِلنَّاسِ كُوْنُوْا عِبَادًا لِّيْ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ

پھر وہ کہے لوگوں کو کہ تم میرے بندے ہو جاؤ اللہ کو چھوڑ کر لیکن

كُوْنُوْا رَبّٰنِيّٖنَ بِمَا كُنْتُمْ تُعَلِّمُوْنَ الْكِتٰبَ وَبِمَا كُنْتُمْ

یوں کہے کہ تم اللہ والے ہو جاؤ جیسے کہ تم سکھلاتے تھے کتاب اور جیسے کہ تم آپ

تَدْرُسُوْنَ ﴿۷۹﴾ وَلَا يَاْمُرَكُمْ اَنْ تَتَّخِذُوا الْمَلٰٓئِكَةَ وَالنَّبِيّٖنَ

بھی پڑھتے تھے اسے اور نہ یہ کہے تم کو کہ ٹھہرا لو فرشتوں کو اور نبیوں کو

اَرْبَابًا ؕ اَيَاْمُرُكُمْ بِالْكُفْرِ بَعْدَ اِذْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴿۸۰﴾

رب کیا تم کو کفر سکھائے گا بعد اس کے کہ تم مسلمان ہو چکے ہو

ہمارے نزدیک طریقت کے اکابرین میں سے امام عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ مقبول ہے۔ اور جو کفر ہندوؤں میں موجود ہے وہ اس شیخ کے نام سے جاہل فقراء مسلمین اور زاہدوں نے مسلمانوں میں پھیلا دیا ہے جب ہم نے اس کی کتاب فتوح الغیب پڑھی تو ہم حیران ہوئے کہاں یہ شیخ اور کہاں یہ کفریات جو لوگوں نے اس کے نام پھیلا دی ہیں۔ اور تقریباً اسی طرح تمام اقوام اسلام میں یہ بات موجود ہے۔

پس اس حالت پر صبر کرنا دین کو تباہ کرنے کے مترادف ہے۔ اور جو مصلح کا منتظر ہے کہ کوئی مصلح آئے گا۔ اور ان امور کی اصلاح کرے گا۔ وہ شاید اس لئے منتظر ہے کہ ہم انتہائی درجہ تک فساد پھیلا چکیں گے۔ اور کوئی آ کر اصلاح کرے گا۔ ہم نے شیخ ولی اللہ اور ان کے متبعین کی کتب

طریقت کا مطالعہ کیا ہے۔ قول جمیل، صراطِ مستقیم، ہمعات، عبقات اور اسی طرح کی اور کتابیں تو ہم اعتقاد رکھتے ہیں کہ اولیاءِ امتِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم انبیاءِ بنی اسرائیل کی طرح ہیں۔ لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ ہر خرافات ان کے ساتھ منسوب کر کے پھیلائی جائے۔ اور ہم مان لیں ہم نے مصلحین کی ایسی جماعت بھی دیکھی ہے جو بالکل صوفیا کے طریقوں کے منکر ہیں اور ایسے لوگوں کو نہیں مانتے جن کا خطۂ انفاس سے تعلق ہے اور وہ مصلحین پر طریقت سے منسوب شخصیت کو باطل قرار دیتے ہیں۔ ہم بحمد اللہ ان میں سے بھی نہیں ہیں۔ بلکہ ہمیں فرقان کے ذریعہ امام ولی اللہ کی اتباع سے ہر چیز حاصل ہو چکی ہے۔

وَإِذْ أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ النَّبِيِّينَ لَمَا آتَيْتُكُم مِّن كِتَابٍ وَ

اور جب لیا اللہ نے عہد نبیوں سے کہ جو کچھ میں نے تم کو دیا کتب اور

حِكْمَةٍ ثُمَّ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ

علم پھر آئے تمہارے پاس کوئی رسول کہ سچا بتادے تمہارے پاس والی کتاب کو تو اس رسول پر ایمان

بِهِ وَلَتَنصُرُنَّهُ ۚ قَالَ أَأَقْرَرْتُمْ وَأَخَذْتُمْ عَلَىٰ ذَٰلِكُمْ

لاؤ گے اور اس کی مدد کرو گے فرمایا کہ کیا تم نے اقرار کیا اور اس شرط پر میرا عہد قبول

إِصْرِي ۖ قَالُوا أَقْرَرْنَا ۚ قَالَ فَاشْهَدُوا وَأَنَا مَعَكُم مِّنَ

کیا بولے ہم نے اقرار کیا فرمایا تو اب گواہ رہو اور میں بھی تمہارے ساتھ گواہ

الشَّاهِدِينَ ﴿٨١﴾ فَمَن تَوَلَّىٰ بَعْدَ ذَٰلِكَ فَأُولَٰئِكَ هُمُ

ہوں پھر جو کوئی پھر جاوے اس کے بعد تو وہی لوگ ہیں

الْفَاسِقُونَ ﴿٨٢﴾ أَفَغَيْرَ دِينِ اللَّهِ يَبْغُونَ وَلَهُ أَسْلَمَ مَن

نافرمان اب کوئی اور دین ڈھونڈتے ہیں سوا دین اللہ کے اور اسی کے حکم میں ہے جو کوئی

فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ طَوْعًا وَكَرْهًا وَإِلَيْهِ يُرْجَعُونَ ﴿٨٣﴾

آسمان اور زمین میں ہے خوشی سے یا لاچاری سے اور اسی کی طرف سب پھر جاویں گے

قُلْ آمَنَّا بِاللَّهِ وَمَا أُنزِلَ عَلَيْنَا وَمَا أُنزِلَ عَلَىٰ إِبْرَاهِيمَ وَ

تو کہہ ہم ایمان لائے اللہ پر اور جو کچھ اترا ہم پر اور جو کچھ اترا ابراہیم پر اور

إِسْمَاعِيلَ وَإِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ وَالْأَسْبَاطِ وَمَا أُوتِيَ

اسمٰعیل پر اور اسحٰق پر اور یعقوب پر اور اس کی اولاد پر اور جو ملا

مُوسٰی وَعِیسٰی وَالنَّبِیُّونَ مِن رَّبِّهِمْ لَا نُفَرِّقُ

موسیٰ کو اور عیسیٰ کو اور جو ملا سب نبیوں کو ان کے پروردگار کی طرف سے ہم جدا نہیں کرتے

بَیْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ وَنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُونَ ﴿۸۴﴾ وَمَن

ان میں کسی کو اور ہم اسی کے فرمانبردار ہیں اور جو

یَّبْتَغِ غَیْرَ الْاِسْلَامِ دِینًا فَلَن یُّقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ

کوئی چاہے سوا دین اسلام کے اور کوئی دین سو اس سے ہرگز قبول نہ ہوگا اور وہ

فِی الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِینَ ﴿۸۵﴾

آخرت میں خراب ہے

(۸۱، ۸۲) انبیار کا قرب میں ایک درجہ ہوتا ہے۔ لیکن ان کے پاس انتہا نہیں ہوتی، تمام معاملہ اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ ہر نبی خواہ کتنا عظیم ہو جیسے موسیٰ بنی اسرائیل میں یا خاتم الانبیار یہ تمام اللہ کے امر کے تحت ہیں اور خود مستبد نہیں۔ اللہ نے ان سے عہد لیا کہ تمہارے بعد کوئی نبی آئے تم اس پر ایمان لے آؤ۔ انہوں نے اس بات کا اقرار کیا اور ایمان لے آئے، اس میں ایک حکمت ہے کہ جو شخص انتہا یا کمال کو پہنچ جائے وہ عام لوگوں کے نزدیک رب سمجھا جاتا ہے۔ لہذا ہر ایک سے عہد لیا گیا کہ وہ حکم الٰہی کا اتباع کریں۔ یہ اللہ کا ذکر ہے اللہ نے ان کو تکریم دی۔ لیکن لوگ اپنے نبی کی اتنی تعظیم کرتے ہیں کہ اسے انتہا تک پہنچا دیتے ہیں اسی واسطے قوم اس شخص کے گرد لپٹ جاتی ہے۔ ہم نے اس کا تجربہ جماعت دیوبند میں کیا ہے کہ ہمارے شیخ کے شیخ نے ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے کمالات کا ذکر کیا ہم نے ان سے یہ چیز لے کر عام مجمول میں بیان کی تو لوگ ہمارے ارد گرد جمع ہو گئے۔ تو ہمارے مشائخ اس کو تعریف سمجھتے ہیں۔ ہم پر شاہ اسمٰعیل کے زمانہ سے اس کی تصریح ہوئی کہ اللہ ہمارے نبی سے کئی حصے اعظم ہے اور وہ قادر ہے کہ اس طرح کے سینکڑوں انبیار پیدا کرے اگرچہ یہ بات باطل پرستوں کو بُری لگے۔ لیکن مبالغہ مدح انبیار میں جاہلوں کے لئے تحریف دین کا سبب بن جاتا ہے۔

أفغیر دین اللہ اطاعت اور امر تمام کا تمام فقط اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ تعجب ہے اس قوم پر جو ابو حنیفہ اور شیخ عبد القادر اور نقشبندی کی تعظیم اتنی کرتے ہیں کہ اس کے بعد ان کے ہاں کوئی درجہ ہی نہیں رہتا۔ اور یہ تحریف کا دروازہ کھل جاتا ہے۔

۴۔۸۴ ۲ ۵ حنیفیت کے مفہوم کی شرح ہے قُلْ اٰمنا ... مُسلمون۔ انبیا اگرچہ غیر خلفار میں سے ہوں ان کے درمیان فرق نہیں کرنا چاہیئے۔ اور یہی اسلام ہے اور جو اسے چھوڑ دے وہ اہل حق نہیں۔ گویا نصاریٰ اور یہود کی حالت اس دعوی کے غیر موافق ہے۔ البتہ چند لوگ ان میں مستثنیٰ ہیں، آیۃ ۹۱ میں اشارہ ہے۔

كَيْفَ يَهْدِي اللّٰهُ قَوْمًا كَفَرُوْا بَعْدَ اِيْمَانِهِمْ وَشَهِدُوْٓا

کیونکر راہ دیگا اللہ ایسے لوگوں کو کہ کافر ہوگئے ایمان لاکر اور گواہی دے کر

اَنَّ الرَّسُوْلَ حَقٌّ وَّجَآءَهُمُ الْبَيِّنٰتُ ۭ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي

کہ بیشک رسول سچا ہے اور آئیں ان کے پاس نشانیاں روشن۔ اور اللہ راہ نہیں دیتا

الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۸۶﴾ اُولٰٓئِكَ جَزَآؤُهُمْ اَنَّ عَلَيْهِمْ

ظالم لوگوں کو ایسے لوگوں کی سزا یہ ہے کہ ان پر

لَعْنَةَ اللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ ﴿۸۷﴾ خٰلِدِيْنَ

لعنت ہے اللہ کی اور فرشتوں کی اور لوگوں کی سب کی ہمیشہ رہیں گے

فِيْهَا ۚ لَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَلَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ ﴿۸۸﴾ لا

اس میں نہ ہلکا ہوگا ان سے عذاب اور نہ ان کو فرصت ملے

اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ وَاَصْلَحُوْا ۣ قف فَاِنَّ اللّٰهَ

مگر جنہوں نے توبہ کی اس کے بعد اور نیک کام کیئے تو بیشک اللہ

غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۸۹﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بَعْدَ اِيْمَانِهِمْ ثُمَّ

غفور رحیم ہے جو لوگ منکر ہوئے مان کر پھر

ازْدَادُوْا كُفْرًا لَّنْ تُقْبَلَ تَوْبَتُهُمْ ۚ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الضَّاۗلُّوْنَ ﴿۹۰﴾

بڑھتے رہے انکار میں ہرگز قبول نہ ہوگی ان کی توبہ اور وہی ہیں گمراہ

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَمَاتُوْا وَهُمْ كُفَّارٌ فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْ

جو لوگ کافر ہوئے اور مرگئے کافر ہی تو ہرگز قبول نہ ہوگا کسی

اَحَدِهِمْ مِّلْءُ الْاَرْضِ ذَهَبًا وَّلَوِ افْتَدٰى بِهٖ ؕ اُولٰٓئِكَ

اپنے سے زمین بھر کر سونا اور اگرچہ بدلا دیوے اس قدر سونا ان کو

لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ وَّ مَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ﴿۹۱﴾

عذاب درد ناک ہے اور کوئی نہیں ان کا مددگار

یہ کفر وہ ہے جو ارتداد بعد الایمان ہوتا ہے۔ من اہل الکتاب۔ جب نبی کو پہلی بار دیکھتے ہیں اور وہ بنی اسرائیل کے انبیاء کی تصدیق کرتا ہے تو کہتے ہیں کہ یہ رسول حق ہے اور بینات کی تصدیق کرتے ہیں لیکن ان کا خیال یہ ہوتا ہے کہ یہ نبی اپنی قوم کی ہدایت پہ اکتفا کرے گا اور ہمیں اپنی اتباع کی دعوت نہ دے گا۔ یعنی دعوت اسلامیہ کو درجہ اولیٰ پہ سمجھتے ہیں پھر جب وہ دیکھتے ہیں کہ یہ دعوت تو جمیع اہل ارض کے لئے عام ہے تو کفر کرتے ہیں اس لئے یہ حق سے مرتد ہو جاتے ہیں۔ اور جو لوگ شروع ہی سے ملاحدہ تھے وہ حقیقت کا اعتراف نہیں کرتے وہ بھی کافر ہیں اور جب ان سے دین کی امانت سلب کر لی جائے تو ان کا کوئی مددگار نہیں، اور رسول اللہ کی تصدیق سے مانع انہیں حُبِّ دنیا اور حبِ اموال ہے۔

اس کا اشارہ ۹۲ میں ہے۔

لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ ؕ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ

ہرگز نہ حاصل کر سکو گے نیکی میں کمال جب تک نہ خرچ کرو اپنی پیاری چیز سے کچھ اور جو چیز خرچ کرو

شَيْءٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ ﴿۹۲﴾ كُلُّ الطَّعَامِ كَانَ حِلًّا لِّبَنِيْٓ

گے سو اللہ کو معلوم ہے سب کھانے کی چیزیں حلال تھیں بنی

اِسْرَآءِيْلَ اِلَّا مَا حَرَّمَ اِسْرَآءِيْلُ عَلٰى نَفْسِهٖ مِنْ قَبْلِ

اسرائیل کو مگر وہ جو حرام کر لی تھی اسرائیل نے اپنے اوپر توریت نازل

اَنْ تُنَزَّلَ التَّوْرٰىةُ ؕ قُلْ فَاْتُوْا بِالتَّوْرٰىةِ فَاتْلُوْهَآ اِنْ

نازل ہونے سے پہلے تو کہہ لاؤ توریت اور پڑھو اگر

كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۹۳﴾ فَمَنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ مِنْۢ

سچے ہو پھر جو کوئی جوڑے اللہ پر جھوٹ اس

بَعْدِ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۹۴﴾ قُلْ صَدَقَ اللّٰهُ

کے بعد تو وہی ہیں بڑے بے انصاف تو کہہ سچ فرمایا اللہ نے

فَاتَّبِعُوْا مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا ؕ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۹۵﴾

اب تابع ہو جاؤ دین ابراہیم کے جو ایک ہی کا ہو رہا تھا اور نہ تھا شرک کرنے والا

اِنَّ اَوَّلَ بَيْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِيْ بِبَكَّةَ مُبٰرَكًا وَّ

بیشک سب سے پہلا گھر جو مقرر ہوا لوگوں کے واسطے یہی ہے جو مکہ میں ہے برکت والا اور

هُدًى لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿۹۶﴾ فِيْهِ اٰيٰتٌۢ بَيِّنٰتٌ مَّقَامُ اِبْرٰهِيْمَ ۚ

اور ہدایت جہان کے لوگوں کی اس میں نشانیاں ہیں ظاہر جیسے مقام ابراہیم

وَمَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا ؕ وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ

اور جو اس کے اندر آیا اس کو امن ملا اور اللہ کا حق ہے لوگوں پر حج کرنا اس گھر کا

مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا ؕ وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنِ

جو شخص قدرت رکھتا ہو اس کی طرف راہ چلنے کی اور جو نہ مانے تو پھر اللہ پروا نہیں رکھتا جہان کے

الْعٰلَمِيْنَ ﴿۹۷﴾ قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ۖ

لوگوں کی تو کہہ اہل کتاب کیوں منکر ہوتے ہو اللہ کے کلام سے

وَاللّٰهُ شَهِيْدٌ عَلٰى مَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۹۸﴾ قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ

اور اللہ کے روبرو ہے اور جو تم کرتے ہو تو کہہ اے اہل کتاب کیوں

تَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ تَبْغُوْنَهَا عِوَجًا وَّ

روکتے ہو اللہ کی راہ سے ایمان لانے والوں کو ڈھونڈتے ہو اس میں عیب اور

اَنْتُمْ شُهَدَآءُ ؕ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۹۹﴾ يٰٓاَيُّهَا

تم خود جانتے ہو اور اللہ بے خبر نہیں تمہارے کام سے اے

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تُطِيْعُوْا فَرِيْقًا مِّنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ

ایمان والو اگر تم کہا مانو گے بعضے اہل کتاب کا

يَرُدُّوْكُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ كٰفِرِيْنَ ﴿۱۰۰﴾ وَكَيْفَ تَكْفُرُوْنَ وَاَنْتُمْ

تو پھر کر دینگے وہ تم کو ایمان لائے پیچھے کافر اور تم کس طرح کافر ہوتے ہو اور تم پر

تُتْلٰى عَلَيْكُمْ اٰيٰتُ اللّٰهِ وَفِيْكُمْ رَسُوْلُهٗ ۭ وَمَنْ يَّعْتَصِمْ

پڑھی جاتی ہیں آیتیں اللہ کی اور تم میں اس کا رسول ہے اور جو کوئی مضبوط پکڑ لے

بِاللّٰهِ فَقَدْ ھُدِيَ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۱۰۱﴾

اللہ کو تو اس کو ہدایت ہوئی سیدھے رستہ کی

لیکن ان کا یہ کہنا کہ وہ بنی اسرائیل کے طریقہ پر نہیں کہ وہ اونٹ کو حلال کرتا ہے تو یہ باطل ہے اس کی طرف اشارہ ہے ۹۳ میں كُلُّ الطَّعَامِ كَانَ حِلًّا سے صادقین تک، فمن اعتدیٰ تا ظٰلِمُوْنَ۔ ان کی غرض تکذیب سے یہ ہے کہ وہ اسے نبی موعود نہیں مانتے۔ یہ افترا ہے اور انسانیت پر ظلم عظیم ہے

فصلِ ثالث تمام شد

الفصل الرابع:۔ آیت ۹۵ سے ۱۱۷ تک اس بات کے ذکر میں ہے کہ مؤمنین قرآن کے ساتھ لوگوں کو ملت حنیفیت میں داخل کرنے کے لئے کھڑے ہوئے ہیں جو کہ ملت عام ہے۔ قل صدق اللہ (۹۵) یہودیت اور نصرانیت نے اصل نہج ابراہیم کو باطل کر دیا ہے اور انہیں ملت ابراہیم کی اب کوئی اچھی بات باقی نہیں رہی جس کا اتباع لوگ کریں۔ یہ بنی اسرائیل اور بنی اسمٰعیل کے پاس محفوظ ہے۔ اور اس کا مرکز مسجد حرام ہے اس کی طرف اشارہ ۹۶ میں ہے۔ اِنَّ اَوَّلَ بَيْتٍ وُّضِعَ تو حرکت عالمیہ کا مرکز اول وہ گھر ہے جو بکہ میں ہے۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ اس سے پہلے کوئی بیت اللہ نہ تھا۔ یا اس سے پہلے کوئی عالمی مرکز نہ تھا جو حرکات قومی کے ضمن میں تعلیم و تذکیر کرے۔ البتہ حرکت عالمی کے لئے کوئی مرکز ہے تو وہ یہ بیت ہے۔ اس سے پہلے کوئی ایسا بیت اللہ نہ تھا۔ دوبارہ بیت کی تلاوت کی۔ یعنی پھر اس کے چالیس سال بعد وہ بیت ہے جسے ابراہیم علیہ السلام نے وضع کیا۔ یہ دونوں مسجدیں ابراہیم کی ہیں۔

البیت ا البیت ان دونوں گھروں میں اول بیت یہ ہے دوسری مسجد قدس تیسری مسجد مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔

اسس علی التقوٰی من اول یوم جس نے یہ کہا کہ وہ مسجد قبا ہے اسنے غلط تفسیر کی ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کی خدا نے مدح کی ہے بانهم یحبون ان یتطهروا واللہ یحب المطهرین۔ اگرچہ وہ اہل قبا ہیں

میں سے تھے مگر وہ ہر جمعہ کو نماز کے لئے مسجد نبوی میں حاضر ہوئے تھے۔ اور نماز سے فراغت کی حالت میں بھی مسجد نبوی میں اجتماع کرتے تھے یعنی جمعہ کے علاوہ بھی یہ صادق آتا ہے کہ وہ مسجد نبی میں ہوئے تھے۔

قولہ فیہ رجال یحبون ان یتطھروا۔ یعنی اہل قبا جو مسجد نبی میں نماز ادا کرتے ہیں۔ نہ کہ مسجد قبا میں مسجد قبا وہ مسجد ہے جو نبی کے راہ ہجرت میں باقی مساجد کے علاوہ ایک مسجد ہے وہ مسجد نبی نہیں بلکہ وہ مسجد قبا ہے۔ پس وہ مسجد جسکی تقویٰ پر بنیاد ڈالی گئی وہ مسجد نبوی ہی ہو سکتی ہے۔ تو یہ تینوں مسجدیں حرکت ملیہ عالمیہ کے مراکز ہیں۔ انہی کا ذکر قرآن میں ہے۔ اور مرکز عالمی کے لئے سفر صرف ان تینوں مسجدوں کے لئے ہوتا ہے۔ پس شد رحال کے بارہ میں جو جھگڑے پیدا ہوئے اور پھیل گئے ان میں دعوت کے دونوں درجوں کا التباس نہیں، بلکہ ممنوع یہ ہے کہ شد رحال مرکز عالمی کے لئے ان تینوں کے علاوہ نہ ہو۔

اور شد رحال مراکز قومیہ کی طرف بھی منہی میں داخل نہیں۔ بہت سے اہل علم دونوں درجوں میں فرق نہیں کر سکتے۔ یہ مسئلہ بھی قرآن کے ترجمہ کرنے کی طرح متنازعہ ہے۔ اقوام عظیمہ کے لئے عجمی زبانوں میں قرآن کا ترجمہ ایک جماعت سے ہے جائز نہیں سمجھتی۔ اور کہتی ہے کہ متن عربی کا حفظ تمام مسلمانوں پر فرض ہے۔ تاکہ حرکت عالمیہ محفوظ رہے۔ بلکہ قرآن کا ترجمہ کسی قوم کی زبان میں حرکت قومیہ کے لئے کیا جائے تو یہ جائز ہے ممنوع نہیں۔ اہل ہند قرآن کا ترجمہ اپنی زبان میں کرتے ہیں تو مسلمانوں کو اس سے کیا ضرر ہے۔ بلکہ ان کے لئے قرآن سمجھنا آسان ہو جاتا ہے۔ اگر ہم بہت سے اہل علم سے یہ سوال کریں کہ ترجمہ کیا جائے تو وہ اس کی اجازت نہیں دیتے اور اسے جائز نہیں سمجھتے یہ اس لئے کہ وہ بعثت کے دو درجوں میں فرق نہیں کرتے

فیہ ایات بینٰت یعنی جس کے لئے ایسا قلب میسر ہو وہ بحالت اتصال باللہ اور اتصال بحظیرۃ القدس کی حالت میں وہ محل مبارک میں مجرد ورود سے آیات بینات دیکھتا ہے البتہ وہ خرافات جو جہلا کیلئے وضع کی گئی ہیں ہم ان کی تصدیق نہیں کرتے۔ مقام ابراہیم یہ پتھر بھی آیات بینات میں سے ہے۔ اسی طرح حجر اسود بھی شعائر اللہ میں سے ہے۔ اس وقت جب وہ لوگ آپس میں عہد و قسم کرتے تھے تو وہ پتھر رکھ دیتے تھے۔ لہٰذا اس عادت جاریہ کے مطابق حضرت ابراہیم نے بھی مسجد میں پتھر رکھ دیا اور وہ محفوظ ہے جس نے اس پتھر کو چھو لیا گویا وہ عہد ابراہیم میں شامل ہو گیا۔ اور اس سے زیادہ جو صحاح اربعہ جو لیشوع کے سفر آیت (۲۶) الورس ۲۵ میں ہے "یشوع نے قبائل کے لئے عہد قطع کیا اس دن ان کے لئے فرض اور حکم بنا دیا" یہ بات یشوع نے اللہ کی شریعت کے سفر میں لکھی ہے۔ اور

ایک بڑا پتھر لیا اور وہاں اسے نصب کر دیا بلوطہ کے نیچے جو مقدس رب کے نزدیک ہے پھر یشوع نے تمام قبائل سے کہا کہ یہ پتھر ہم پر شاہد ہے اس لئے کہ اس نے رب کا کلام سنا ہے جو کہ ہم نے تکلّم کیا ہے پس یہ تم پر شاہد ہوگا تاکہ تم اپنے خدا کا انکار نہ کرو" (۲۸) اور اسی طرح زمانہ ابراہیم میں عادت تھی اور یشوع کے کلام کا معنی یہ ہے کہ یہ پتھر خدا کے نزدیک ہماری شہادت کی علامت ہے۔ ومن دخلہ الخ یہ حرم پر اس شخص کے لئے واجب ہے جو ابراہیم پر ایمان لایا اور یہ اسے آمن یعنی صاحب امن بنا دیا گیا پس لوگوں کی عاجزی کے باعث اور ابراہیم کی اتباع کے باعث وہ امن والا ہو جائے گا۔

الامن

وللہ علی الناس حج البیت الخ لوگوں پر حج بیت اللہ فرض ہے۔ حرم حرکت عالمیہ کا مرکز ہے۔ اور جو کفر کرے گا پس اللہ غنی ہے۔ اشارہ ہے اس بات کی طرف کہ اللہ کے شعائر کی تعظیم ایمان کے اجزاء میں سے ہے (۹۷) تمام شد۔

اس کے بعد چار آیتیں ہیں جو اہل کتاب کی نہی کے لئے آئی ہیں۔ کہ وہ حج سے مت روکیں، کیونکہ یہ مرکز ابراہیمی ہے کیا بنی اسرائیل میں سے کوئی قادر ہے کہ شعائر ابراہیم کا انکار کرے۔ یہ بات (۱۰۱) تک ہے۔ اس کے بعد بیان ہے اس بات کا کہ جو مسلمانوں پر اس مرکز میں واجب ہے۔

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ حَقَّ تُقَاتِهِ وَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنتُم

اے ایمان والو ڈرتے رہو اللہ سے جیسا چاہیے اس سے ڈرنا اور نہ مریو مگر

مُّسْلِمُونَ ﴿١٠٢﴾ وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا

مسلمان اور مضبوط پکڑو رسی اللہ کی سب مل کر اور پھوٹ نہ ڈالو

وَاذْكُرُوا نِعْمَتَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ كُنتُمْ أَعْدَاءً فَأَلَّفَ

اور یاد کرو احسان اللہ کا اپنے اوپر جب کہ تھے تم آپس میں دشمن پھر الفت

بَيْنَ قُلُوبِكُمْ فَأَصْبَحْتُم بِنِعْمَتِهِ إِخْوَانًا وَكُنتُمْ عَلَىٰ

دی تمہارے دلوں میں اب ہو گئے اس کے فضل سے بھائی اور تم تھے کنارے پر

شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَأَنقَذَكُم مِّنْهَا كَذَٰلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ

ایک آگ کے گڑھے کے پھر تم کو اس سے نجات دی اسی طرح کھولتا ہے اللہ

لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ﴿۱۰۳﴾ وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ

تم پر آیتیں تاکہ تم راہ پاؤ اور چاہیئے کہ رہے تم میں ایک جماعت ایسی جو بلاتی ہے

اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ؕ

نیک کام کی طرف اور حکم کرتی رہے اچھے کاموں کا اور منع کریں برائی سے

وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۱۰۴﴾ وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ

اور وہی پہنچے اپنی مراد کو اور مت ہو ان کی طرح جو

تَفَرَّقُوْا وَاخْتَلَفُوْا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْبَيِّنٰتُ ؕ وَاُولٰٓئِكَ

متفرق ہو گئے اور اختلاف کرنے لگے بعد اس کے کہ پہنچ چکے ان کو حکم صاف اور ان

لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿۱۰۵﴾ يَّوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوْهٌ وَّتَسْوَدُّ وُجُوْهٌ ۚ

کو بڑا عذاب ہے جس دن کہ سفید ہوں گے بعضے منہ اور سیاہ ہوں گے بعضے منہ

فَاَمَّا الَّذِيْنَ اسْوَدَّتْ وُجُوْهُهُمْ ۣ اَكَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ

سو وہ لوگ کہ سیاہ ہوئے منہ ان کے ان سے کہا جائیگا کیا تم کافر ہو گئے ایمان لا کر

فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ ﴿۱۰۶﴾ وَاَمَّا الَّذِيْنَ

اب چکھو عذاب بدلا اس کفر کرنے کا اور وہ لوگ کہ

ابْيَضَّتْ وُجُوْهُهُمْ فَفِيْ رَحْمَةِ اللّٰهِ ؕ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۱۰۷﴾

سفید ہوئے منہ ان کے سو رحمت میں ہیں اللہ کی وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے

تِلْكَ اٰيٰتُ اللّٰهِ نَتْلُوْهَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ ؕ وَمَا اللّٰهُ يُرِيْدُ

یہ حکم ہیں اللہ کے ہم سناتے ہیں تجھ کو ٹھیک ٹھیک اور اللہ ظلم کرنا نہیں چاہتا

ظُلْمًا لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۰۸﴾ وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ

خلقت پر اور اللہ ہی کا ہے جو کچھ کہ ہے آسمانوں میں اور جو کچھ کہ ہے زمین میں

وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ﴿۱۰۹﴾ كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ

اور اللہ کی طرف رجوع ہے ہر کام کا تم ہو بہتر سب امتوں سے جو بھیجی گئی

لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ

عالم میں حکم کرتے ہو اچھے کاموں کا اور منع کرتے ہو برے کاموں سے اور

تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ ؕ وَلَوْ اٰمَنَ اَهْلُ الْكِتٰبِ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ ؕ

ایمان لاتے ہو اللہ پر اور اگر ایمان لاتے اہل کتاب تو ان کے لیے بہتر تھا

مِنْهُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ وَاَكْثَرُهُمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴿۱۱۰﴾ لَنْ يَّضُرُّوْكُمْ اِلَّآ

کچھ تو ان میں سے ہیں ایمان پر اور اکثر ان میں نافرمان ہیں وہ کچھ نہ بگاڑ سکیں گے تمہارا مگر

اَذًى ؕ وَاِنْ يُّقَاتِلُوْكُمْ يُوَلُّوْكُمُ الْاَدْبَارَ قف ثُمَّ لَا يُنْصَرُوْنَ ﴿۱۱۱﴾

ستانا زبان سے اور اگر تم سے لڑیں گے تو پیٹھ دیں گے پھر ان کی مدد نہ ہو گی

ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ اَيْنَ مَا ثُقِفُوْٓا اِلَّا بِحَبْلٍ مِّنَ اللّٰهِ

ماری گئی ان پر ذلت جہاں دیکھے جائیں سوائے دستآویز اللہ کے

وَحَبْلٍ مِّنَ النَّاسِ وَبَآءُوْ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ

اور دستآویز لوگوں کے اور کمایا انہوں نے غصہ اللہ کا اور لازم کر دی گئی ان کے اوپر

الْمَسْكَنَةُ ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَيَقْتُلُوْنَ

حاجتمندی یہ اس واسطے کہ وہ انکار کرتے رہے ہیں اللہ کی آیتوں سے اور قتل کرتے رہے ہیں

الْاَنْۢبِيَآءَ بِغَيْرِ حَقٍّ ؕ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ ﴿۱۱۲﴾ ق

پیغمبروں کو ناحق یہ اس واسطے کہ نافرمانی کی انہوں نے اور حد سے نکل گئے

لَيْسُوْا سَوَآءً ؕ مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اُمَّةٌ قَآئِمَةٌ يَّتْلُوْنَ اٰيٰتِ

وہ سب برابر نہیں اہل کتاب میں ایک فرقہ ہے سیدھی راہ پر پڑھتے ہیں آیتیں

اللّٰهِ اٰنَآءَ الَّيْلِ وَهُمْ يَسْجُدُوْنَ ﴿۱۱۳﴾ يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ

اللہ کی راتوں کے وقت اور وہ سجدے کرتے ہیں ایمان لاتے ہیں اللہ پر اور

الْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ

قیامت کے دن پر اور حکم کرتے ہیں اچھی بات کا اور منع کرتے ہیں برے

الْمُنْكَرِ وَيُسَارِعُوْنَ فِي الْخَيْرٰتِ ؕ وَاُولٰٓئِكَ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۱۱۴﴾

کاموں سے اور دوڑتے ہیں نیک کاموں پر اور وہی لوگ نیک بخت ہیں۔

وَمَا يَفْعَلُوا مِنْ خَيْرٍ فَلَنْ يُّكْفَرُوْهُ ۗ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالْمُتَّقِيْنَ ﴿١١٥﴾

اور جو کچھ کریں گے وہ لوگ نیک کام اس کی ہرگز ناقدری نہ ہوگی. اور اللہ کو خبر ہے پرہیزگاروں کی

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَنْ تُغْنِيَ عَنْهُمْ اَمْوَالُهُمْ وَلَآ اَوْلَادُهُمْ مِّنَ

وہ لوگ جو کافر ہیں ہرگز کام نہ آدینگے ان کو ان کے مال اور نہ اولاد اللہ کے آگے

اللّٰهِ شَيْئًا ۗ وَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿١١٦﴾

کچھ اور وہی لوگ رہنے والے ہیں آگ میں دوزخ کی وہ اس آگ میں ہمیشہ رہینگے

مَثَلُ مَا يُنْفِقُوْنَ فِيْ هٰذِهِ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا كَمَثَلِ رِيْحٍ فِيْهَا صِرٌّ

جو کچھ خرچ کرتے اس دنیا کی زندگی میں اس کی مثال جیسی ایک ہوا کہ اس میں ہو پالا

اَصَابَتْ حَرْثَ قَوْمٍ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ فَاَهْلَكَتْهُ ۗ وَمَا ظَلَمَهُمُ

جا لگی کھیتی کو اس قوم کی کہ انہوں نے اپنے حق میں برا کیا تھا پھر اس کو نابود کر گئی اور اللہ نے ان پر ظلم

اللّٰهُ وَلٰكِنْ اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ﴿١١٧﴾

نہیں کیا لیکن وہ اپنے اوپر ظلم کرتے ہیں

حق، تقوٰی کے معنٰی اقامت عدل ہے. اور اسلام کے معنٰی جمیع احکام الٰہی کی اطاعت ہے یہ دونوں امر مسجد حرام کے شعائر میں سے ہیں (۱) یہ کہ کوئی کسی پر ظلم نہ کرے. (۲) اللہ کی نازل کردہ اشیاء میں سے کسی کا انکار نہ کیا جائے، واعتصموا الخ یہ تیسرا حکم ہے یعنی اللہ کی رسی مضبوط پکڑنا اجتماعی طور پر. اللہ کی رسی سے مراد قرآن ہے. وَلَا تَفَرَّقُوا الخ اس کی دو قسمیں ہیں قسم اوّل وہ فرقہ ہے جو قرآن کریم کو مضبوطی سے پکڑتا ہے. قسم دوم اعتصام بالقرآن کو ترک کرتا ہے. جیسا کہ اہلسنّت اور خوارج ایک طرف ہیں اور شیعہ دوسری طرف ہیں، دوسری قسم یہ ہے کہ تمام اسلامی گروہ زبان سے ایمان کا دعوی کرتے ہیں اور اعتصام بالقرآن کا دعوی کرتے ہیں. لیکن تشریحات ادیان متفرقہ کی طرح ہوگئی ہیں یہ بھی پہلی قسم کی طرح ممنوع ہے.

واذکروا نعمة اللہ .... تھتدون چوتھا حکم اس مسجد اور اس مرکز میں یہ ہے کہ ولتکن منکم (۱۰۴ تا ۱۰۵) یہ اس بات کی تنبیہ ہے کہ وہ اعتصام بحبل اللہ میں اہل کتاب کی طرح اختلاف نہ کریں. ولا تکونوا .... تکفرون. کفر بعد الایمان ایسا ہے جیسا تفرق بعد الاجتماع. اور اختلاف بعد الاتفاق. اس بیت کو تمام اقوام عالم میں اقامت عدل کا مرکز بنایا گیا ہے. وللہ ما فی السموات ... الامور اور اس کے بعد کنتم خیر امة اخرجت

للناس۔۔۔ عن المنکر یہ جماعت حرکت عالمیہ کو قائم کرنے والی ہے۔ کیوں کہ اس جماعت کے لوگ عدل قائم کرتے ہیں۔ اور ظلم کو ختم کرتے ہیں۔ تومنون باللہ یعنی اعتصام بحبل اللہ کرتے ہو پھر اہل کتاب کا حال ذکر کیا گیا ہے۔ بمقابلہ مومنین کے۔ اور یہ سب کچھ مؤمنوں کے لئے تنبیہ ہے کہ وہ ان کی طرح نہ ہو جائیں۔ خدا نے مؤمنین پر یہ انعام کیا ہے کہ جو قسم بھی تعلیم کی لائے گا اس کے دوسرے پہلو میں اہل کتاب کی حالت بھی لائے گا۔

ولو امن اھل الکتاب۔۔۔ کانوا یعتدون یہ آیت ہم بقرہ میں شرح سے بیان کر چکے ہیں (۱۱۲)

اس کا مطلب یہ ہے کہ یہود عصیان و عدوان قلیل درجہ سے کرتے کرتے ایسے درجہ تک پہنچ گئے ہیں کہ ان پر مسکنت اور ذلت لازم کر دی گئی اور ان کے لئے کوئی حکومت باقی نہ رہی۔ اور دوسری اقوام کے ماتحت رہنے لگے۔ پس اگر مسلمان اعتصام بکتاب اللہ میں کوتاہی کریں گے تو بتدریج وہ بھی اس درجہ تک پہنچ جائینگے پھر اللہ تعالیٰ نے صراحۃً فرمایا ہے کہ لوگ یہ خیال مت کریں کہ تمام اہل کتاب بدبخت ہیں۔ نہیں بلکہ وہ برابر نہیں لیسو سواء۔۔۔۔ علیم بالمتقین اسی طرح۔ ہر وہ قوم جس کے پاس اللہ کی کتاب پہنچی اور انہوں نے اس پر عمل کیا اور کفر نہ کیا۔ وہ متقی ہیں اللہ جانتا ہے۔ پس جب ہم دوسری قوموں کے نیک لوگوں اور اسکے ساتھ کو تسلیم کر لیا ہم پر اللہ کی یہ نعمت نازل ہوئی کہ ہم حرکت عالمیہ کی مرکزیت سپرد کر دی گئی ہے۔ اس لئے ہم پر واجب ہے کہ ہم ان سے سبقت کریں ورنہ توازن باقی نہ رہے گا۔ اس کی طرف اشارہ ہے ۱۱۶ اور ۱۱۷ میں ان الذین کفرو۔۔۔۔ انفسھم یظلمون یہ حال ان لوگوں کا ہے جنہوں نے اہلکتاب میں سے کفر کیا ان کے لئے حسنات میں سے کوئی چیز نہیں اس کے ساتھ فصل رابع ختم ہوئی۔ جس میں ان واجبات کا ذکر ہے کہ حرکت عالمیہ کے قائم کرنے والے امور قائم کئے جائیں

الفصل الخامس

۱۱۸ تا ۱۲۰ اس بات کی تصریح ہے کہ اہل کتاب سے ان کے اعمال باطلہ میں اشتراک منع ہے۔ اور یہ اس لئے کہ مسلمانوں اور اہل کتاب میں جنگ قائم ہوگی اس لئے ان سے قطع تعلق کرنا لازم ہے۔ یعنی باطل میں ان سے اشتراک مت کرو۔ اور اہل کتاب سے مراد یہود مدینہ ہیں۔

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا بِطَانَةً مِّنْ دُوْنِكُمْ لَا یَاْلُوْنَكُمْ

اے ایمان والو نہ بناؤ بھیدی کسی کو اپنوں کے سوا وہ کمی نہیں کرتے

خَبَالًا ؕ وَدُّوْا مَا عَنِتُّمْ ۚ قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَآءُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ ۚۖ

تمہاری خرابی میں ان کی خوشی ہے تم جسقدر تکلیف میں رہو نکلتی پڑتی ہے دشمنی ان کی زبان سے

وَمَا تُخْفِي صُدُورُهُمْ أَكْبَرُ ۚ قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ الْآيَاتِ ۖ إِنْ كُنْتُمْ

اور جو کچھ مخفی ہے ان کے جی میں وہ اس سے بہت زیادہ ہے ہم نے بتا دیے تم کو پتے اگر تم کو

تَعْقِلُونَ (۱۱۸) هَا أَنْتُمْ أُولَاءِ تُحِبُّونَهُمْ وَلَا يُحِبُّونَكُمْ وَتُؤْمِنُونَ

عقل ہے سن لو تم لوگ ان کے دوست ہو اور تمہارے دوست نہیں اور تم سب

بِالْكِتَابِ كُلِّهِ وَإِذَا لَقُوكُمْ قَالُوا آمَنَّا وَإِذَا خَلَوْا عَضُّوا

کتابوں کو مانتے ہو اور جب تم سے ملتے ہیں کہتے ہیں ہم مسلمان ہیں اور جب اکیلے ہوتے ہیں تو کاٹ کاٹ کر

عَلَيْكُمُ الْأَنَامِلَ مِنَ الْغَيْظِ ۚ قُلْ مُوتُوا بِغَيْظِكُمْ ۗ إِنَّ اللَّهَ

کھاتے ہیں تم پر انگلیاں غصہ سے تو کہہ مرو تم اپنے غصہ میں اللہ کو خوب

عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ (۱۱۹) إِنْ تَمْسَسْكُمْ حَسَنَةٌ تَسُؤْهُمْ

معلوم ہیں دلوں کی باتیں اگر تم کو ملے کچھ بھلائی تو بری لگتی ہے ان کو

وَإِنْ تُصِبْكُمْ سَيِّئَةٌ يَفْرَحُوا بِهَا ۖ وَإِنْ تَصْبِرُوا وَتَتَّقُوا

اور اگر تم پر پہنچے کوئی برائی تو خوش ہوں اس سے اور اگر تم صبر کرو اور بچتے رہو

لَا يَضُرُّكُمْ كَيْدُهُمْ شَيْئًا ۗ إِنَّ اللَّهَ بِمَا يَعْمَلُونَ مُحِيطٌ (۱۲۰) وَإِذْ

تو کچھ نہ بگڑے گا تمہارا ان کے فریب سے بے شک جو کچھ وہ کرتے ہیں سب اللہ کے بس میں ہے

غَدَوْتَ مِنْ أَهْلِكَ تُبَوِّئُ الْمُؤْمِنِينَ مَقَاعِدَ لِلْقِتَالِ ۗ وَاللَّهُ

اور جب صبح کو نکلا تو اپنے گھر سے بٹھلانے لگا مسلمانوں کو لڑائی کے ٹھکانوں پر اور اللہ

سَمِيعٌ عَلِيمٌ (۱۲۱)

سب کچھ سنتا اور جانتا ہے

یہ ایمان بالکتاب اسی طرح آج تک قائم ہے جیسے ہمارا ایمان کتب حدیث سے ہے یہ ایمان ایسا ایمان نہیں جیسے ہمارا ایمان بالقرآن ہے کیوں کہ اس ایمان سے ایسا نہیں ہو سکتا جیسے امام ولی اللہ ہمارے نزدیک ہیں

فصل سادس

۱۲۱ سے ۱۷۹ تک ان غلطیوں کا بیان ہے جو احد میں انہوں نے کیں اور وہ سستی و بزدلی کا
سبب بنیں مومن جب قرآن پر ایمان لے آئے۔ عزم مصمم کر لے تو اس کے فکر میں بزدلی نہ آئے
گی۔ اور جب بزدلی کرے گا تو حیران ہوگا۔ حق یہ ہے کہ احکام کی رعایت نہ کرنے سے بزدل ہوتا ہے۔ اول
اس کی سمجھ پوری نہیں ہوتی۔ حکیم، معلم عظیم انہیں علم جزئی سے واضح کرتا ہے۔ اور اس غلطی کا پتہ دیتا ہے۔
جس کو وہ کر چکے ہوتے ہیں۔ پھر تحصیل اجزا کرتا ہے۔ اس کے بعد سمجھ مستقیم ہو جاتی ہے۔
اگر بزدلی پیدا ہو تو اس کے اسباب کی تفتیش کرتا ہے۔ ہمارے شیخ نے کابل میں ہمیں خط لکھا تھا۔

ایمن مشو کہ مرکب میدان راہ را۔ در سنگلاخ بادیہ پیما بریدہ اند۔ نومید ہم مباش کہ زندان بادہ
نوش، ناگاہ بیک خروش بمنزل رسیدہ اند۔

فصل اول، فصل سادس کی فصول ثانویہ سے ۱۲۱ سے ۱۲۹ تک میدان قتال کے لشکر میں
جب بزدلی واقع ہو جائے تو پہلی بات یہ ہے کہ قائد کی تنظیم کو برا سمجھنے کا خیال پیدا ہوتا ہے۔ اس فصل
میں نبی کی غلطی کی نفی کی گئی ہے واذ غدوت تبوی المومنین . . . علیم یہ اس بات کی تعیین ہے کہ
نبی اس معرکہ میں جیش کا قائد ہے۔

إِذْ هَمَّتْ طَّآئِفَتَانِ مِنكُمْ أَن تَفْشَلَا وَاللَّهُ وَلِيُّهُمَا ۗ وَعَلَى
جب قصد کیا دو فرقوں نے تم میں سے کہ نامردی کریں اور اللہ مددگار تھا ان کا اور اللہ ہی

اللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ ﴿۱۲۲﴾ وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللَّهُ بِبَدْرٍ وَأَنتُمْ
پر چاہیے بھروسہ کریں مسلمان اور تمہاری مدد کر چکا ہے اللہ بدر کی لڑائی میں اور تم

أَذِلَّةٌ ۖ فَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ﴿۱۲۳﴾ إِذْ تَقُولُ لِلْمُؤْمِنِينَ
کمزور تھے سو ڈرتے رہو اللہ سے تاکہ تم احسان مانو جب تو کہنے لگا مسلمانوں کو

أَلَن يَكْفِيَكُمْ أَن يُمِدَّكُمْ رَبُّكُم بِثَلَاثَةِ آلَافٍ مِّنَ الْمَلَائِكَةِ
کیا تم کو کوئی کافی نہیں کہ تمہاری مدد کو بھیجے رب تمہارا تین ہزار فرشتے

مُنزَلِينَ ﴿۱۲۴﴾ بَلَىٰ ۚ إِن تَصْبِرُوا وَتَتَّقُوا وَيَأْتُوكُم مِّن فَوْرِهِمْ
آسمان سے اترنے والے البتہ اگر تم صبر کرو اور بچتے رہو اور وہ آئیں تم پر اسی دم

هٰذَا يُمْدِدْكُمْ رَبُّكُمْ بِخَمْسَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ

تو مدد بھیجے تمہارا رب پانچ ہزار فرشتے

مُسَوِّمِيْنَ ﴿۱۲۵﴾ وَمَا جَعَلَهُ اللّٰهُ اِلَّا بُشْرٰى لَكُمْ وَلِتَطْمَئِنَّ

نشان اور گھوڑوں پر اور یہ تو اللہ نے تمہارے دل کی خوشی کی اور تا کہ تسکین ہو تمہارے

قُلُوْبُكُمْ بِهٖ ۭ وَمَا النَّصْرُ اِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ﴿۱۲۶﴾ لا

دلوں کو اس سے اور مدد ہے صرف اللہ ہی کی طرف سے جو کہ زبردست ہے حکمت والا

لِيَقْطَعَ طَرَفًا مِّنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَوْ يَكْبِتَهُمْ فَيَنْقَلِبُوْا

تاکہ ہلاک کرے بعضے کافروں کو یا ان کو ذلیل کرے تو پھر جاویں

خَآئِبِيْنَ ﴿۱۲۷﴾ لَيْسَ لَكَ مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ اَوْ يَتُوْبَ

محروم ہو کر تیرا اختیار کچھ نہیں یا ان کو توبہ دیوے

عَلَيْهِمْ اَوْ يُعَذِّبَهُمْ فَاِنَّهُمْ ظٰلِمُوْنَ ﴿۱۲۸﴾ وَلِلّٰهِ مَا فِي

خدا تعالیٰ یا ان کو عذاب کرے کہ وہ ناحق پر ہیں اور اللہ ہی کا مال ہے جو کچھ

السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ يَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَاۗءُ وَيُعَذِّبُ

آسمانوں میں ہے اور جو کچھ کہ زمین میں ہے بخش دے جس کو چاہے اور عذاب کرے

مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۲۹﴾ ع

جس کو چاہے اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے

پہلا فساد (خرابی)، اس بات سے پیدا ہوا کہ لشکر میں جو منافق تھے وہ راستے میں لوٹ گئے اس سے جماعت کے عزم میں کچھ فتور آگیا۔ اذ ھمت طائفتٰن ..... المؤمنون۔ اور اللہ کی مدد نبی کی قیادت میں ہے جیسا کہ بدر میں ہوا اس کی طرف اشارہ ہے ۱۲۳ میں ولقد نصرکم اللہ ببدر (الخ) ان آیات میں تین یا چار ہزار ملائکہ کی امداد کا وعدہ ہے۔ لیکن اُحد میں اس امداد سے وہ کیوں محروم رہے گئے۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ بات استعداد جیش اور اطمینان قلب پر منحصر ہے۔ نیز یہ کہ اتباع امر رسول میں فتور نہ ہو جب کسی امر عظیم کا ارادہ کریں اور عمل کا مصمم ارادہ کریں اور قوت کافی نہ ہو تو اس حالت میں تائید ملائکہ ہوتی ہے۔ اس لحاظ سے انہیں پانچ یا سات ہزار کی ضرورت تھی نزول منزلین

ہیں اس بات کا اشارہ ہے کہ ہمارے نزدیک اس کا معنی یہ ہے کہ اللہ کی مدد عالم مثال سے نازل ہوئی۔ عالم مثال عالم عناصر سے اوپر ہے۔ جب عالم مثال سے کوئی چیز آئے اسے منزل کہتے ہیں۔ ہم اس بات سے دلیل پکڑتے ہیں کہ یہ مدد ملاء سافل کے فرشتوں سے آتی ہے۔ جب کوئی قوم اتباع اوامر کے لئے کھڑی ہو جائے اور وہ امر ملاء اعلیٰ سے بواسطہ نبی آئے اور عمل کا مصمم ارادہ کرلیں تو ملاء سافل کے ملائکہ فطرۃ مجبور ہوتے ہیں کہ ان کی امداد کریں اگر وہ اسکے ضرور تمند ہوں۔ اور ان کی امداد مومنوں کے دلوں میں فتح کے خیالات پیدا کرنے سے ہوتی ہے۔ نیز وہ ملائکہ کفار کے دلوں میں شکست کے خیالات ڈالتے ہیں۔ جب کہ امام غور کر رہا ہو یا آپس میں مشورہ کر رہے ہوں۔ تو مشورہ کرنے والوں کے قلوب میں تدبر خاص کا الہام کرتے ہیں بایں شکل کہ وہ حق کے خیالات پیدا کرتے ہیں۔ اور خیالاتِ راست کو مزین کرتے ہیں یہ ملاء سافل کا عمومی حکم ہے۔ کبھی ملاء سافل کے فرشتے انسان متمثل ہو کر قتل و ضرب کے اعمال میں اُس وقت شریک ہوتے ہیں۔ اب قتل و حرب متعین ہو جائے۔ غرضیکہ ملائکہ کی تائید قوم کے ثابت قدم اور عامل ہونے کی صورت میں ہوتی ہے۔ بدر میں ایسا ہی ہوا تھا۔ اُحد میں اسکے خلاف تھے۔ مجاہدین کی جماعت میں بزدلی کے خیالات جاری ہو گئے۔ اس لئے وہ امداد ملائکہ حاصل نہ کر سکے۔ یہ قائد کی بدنظمی کے سبب سے نہیں ہوا بلکہ منقول یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دن ایسا عمل کیا جس سے انسانیت کیلئے مستقل طریقہ جاری ہوا۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ لوگوں نے مشورہ کیا کہ کیا وہ مدینہ کے باہر چلے جائیں یا شہری دیوار کے اندر قتال کریں۔ لوگوں نے اختلاف کیا۔ عام طور پر جوانوں نے اور بوڑھوں کا گروہ جو بدر سے عدم علم کی وجہ سے پیچھے رہ گئے تھے وہ شہر سے باہر جانے کے حق میں تھے۔ اور اکثر بوڑھے مدینہ کے اندر دفاع کا میلان رکھتے تھے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی رائے ظاہر نہیں کرتے تھے۔ کہ وہ اعلیٰ درجہ کے عزم ظاہر کرنے والے حصہ کی تائید کر سکیں۔ نیز یہ کہ دوسری جانب سے ان کے حرّیت کے افکار ظاہر ہوں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایثار رحجان شیوخ کے ساتھ ظاہر کیا کیوں کہ وہ ضعف کی حالت میں تھے۔ تاکہ لوگ انہیں حقیر نہ سمجھیں۔ پھر بحث کے بعد اکثریت کی رائے خروج کے حق میں واقع ہوئی۔ تو نبی اکرم صلی اللہ وسلم نے ان تصدیق کی مشورہ کا یہ طریقہ ہے اور سنّت نبوی یہ ہے۔ اس دن جوانوں کی اکثریت غالب آئی۔ اور نبی اکرم صلی علیہ وسلم نے ان کے ساتھ موافقت کی۔ اور پہلی رائے کو ترک کر دیا۔ روئے زمین پر اس سے بہتر مشورہ کا کوئی قانون نہیں۔

لیکن مسلمانوں کے متعلق مشہور ہے کہ وہ مشورہ یعنی شوریٰ اور اس کے قوانین سے اعراض کرتے ہیں۔ مسلمان شوریٰ کی پرواہ نہیں کرتے جیسے کہ استنجا کے ڈھیلوں کی سنت کا خیال کرتے ہیں۔ یہ ہر فقہ و حدیث پڑھنے والے کو معلوم ہے لیکن وہ حکومت سے جہالت و نسیان کی وجہ سے ذلیل ہوگئے اور معاملہ برعکس کردیا۔ مسلمانوں کی اجتماعیت عام طور پر برباد ہوگئی۔ پھر شوری کی اس سنت کے خلاف جب منافق راستے سے لوٹ گئے تو لشکر میں بزدلی کے جراثیم پھیل گئے۔ اس حالت میں ملائکہ کی امداد کیسے ممکن تھی۔ اس بات کی طرف اشارہ ہے ۱۲۶، ۱۲۷ میں وماجعله الله الّا بشرٰی لکم ..... خائبین یہ امداد لبشارت کے لئے اور اطمینان قلب کے لئے ہے۔ یہ بشارت اور یہ اطمینان دشمنوں کو قطع کرنے کے لئے ہوتا ہے۔ جب تم قطع اعدار کا ارادہ ہی نہیں کرتے تو بشارت اور اطمینان کیسے ہو۔ پھر اس بات کی وضاحت ہے کہ حکم اللہ کا ہے اور اس میں بھی ایک حکمت ہے جو ہم نے سمجھا وہ یہ ہے کہ جس نے بزدلی اور شکست کا تجربہ نہیں کیا۔ اس کی رائے قیادت کبھی مستقیم ہو ہی نہیں سکتی عرب میں مثال مشہور ہے کہ وہ تجربہ کار ہی حکیم ہوتا ہے جس نے قتل و ہزیمت کا تجربہ کیا ہو" اور یہی مراد ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو جرح واقع ہوا اور ارادہ کیا کہ ان کے لئے بددعا کریں مگر انہیں اس سے منع کیا گیا۔ اس کی طرف اشارہ ۱۲۸ میں ہے۔ لیس لک من الامر شیء او یتوب ....

فانہم ظٰلمون کیا قتل و ہزیمت کا تجربہ بغیر قائد کی تکلیف کے ساتھ اصابۃ آنے ہوسکتا ہے؟ ہرگز نہیں؟ تو نبی پر بار بار جو مصائب آئے وہ اس لئے کہ انہیں اصحابہ کو تجربہ ہو اور مستقیم ہوں۔ حتیٰ کہ ان میں ایک سخت بات پھیلی کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مقتول ہوگئے مگر اس کے باوجود بھی وہ سست نہ ہوئے۔ یہی فطرۃً مستقیم ہیں، اور وہ بھی ہیں جو متزلزل ہوئے۔ ان کا ظلم و گناہ ظاہر ہے لیکن وہ یا عذاب کے مستحق ہیں یا اللہ کی مہربانی کے۔ یہ کام اللہ کے سپرد ہے۔ نبی کا یہ کام نہیں۔ نبی نے ان کے ساتھ جنگ کی تو یہ اس کا حق ہے کیوں کہ وہ مدینہ پر لشکر کش ہوئے لیکن نبی کا یہ حق نہیں کہ انکے لئے بددعا کرے اس طرح سے سب اللہ کے حکم کے ماتحت ہوگئے۔ اور نبی بھی ممکن ہے کہ بعض امور میں خطا کرے پس وہ خطا اللہ کی طرف منسوب نہ ہوگی۔ اور وہ خطا قانون اسلام کی شمار نہ ہوگی۔

للہ ما فی السمٰوٰت ..... غفور رحیم تو حکم و حکومت کی تصویر سب اللہ کے لئے ہے تمام امر حکومت راجع الی اللہ ہے۔ تیرے لئے کوئی اختیار نہیں

فصل اوّل تمام شد

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَأْكُلُوا الرِّبٰوا أَضْعَافًا مُّضٰعَفَةً

اے ایمان والو مت کھاؤ سود دونے پر دونا

وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ﴿١٣٠﴾ وَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِي أُعِدَّتْ

اور ڈرو اللہ سے تاکہ تمہارا بھلا ہو اور بچو اس آگ سے جو تیار ہوئی

لِلْكٰفِرِينَ ﴿١٣١﴾ وَأَطِيعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُولَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ ﴿١٣٢﴾

کافروں کے واسطے اور حکم مانو اللہ کا اور رسول کا تاکہ تم پر رحم ہو

وَسَارِعُوا إِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّن رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ

اور دوڑو بخشش کی طرف اپنے رب کی اور جنت کی طرف جس کا عرض ہے آسمان

وَالْأَرْضُ أُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِينَ ﴿١٣٣﴾ الَّذِينَ يُنفِقُونَ فِي السَّرَّاءِ

اور زمین تیار ہو چکی ہے واسطے پرہیزگاروں کے جو خرچ کئے جاتے ہیں خوشی میں

وَالضَّرَّاءِ وَالْكٰظِمِينَ الْغَيْظَ وَالْعَافِينَ عَنِ النَّاسِ

اور تکلیف میں اور دبا لیتے ہیں غصہ اور معاف کرتے ہیں لوگوں کو

وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ ﴿١٣٤﴾ وَالَّذِينَ إِذَا فَعَلُوا فَاحِشَةً

اور اللہ چاہتا ہے نیکی کرنے والوں کو اور وہ لوگ کہ جب کر بیٹھیں کچھ کھلا گناہ

أَوْ ظَلَمُوا أَنفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللّٰهَ فَاسْتَغْفَرُوا لِذُنُوبِهِمْ

یا برا کام کریں اپنے حق میں تو یاد کریں اللہ کو اور بخشش مانگیں اپنے گناہوں کی

وَمَن يَغْفِرُ الذُّنُوبَ إِلَّا اللّٰهُ وَلَمْ يُصِرُّوا عَلٰى مَا فَعَلُوا

اور کون ہے گناہ بخشنے والا سوا اللہ کے اور اڑتے نہیں اپنے کئے پر

وَهُمْ يَعْلَمُونَ ﴿١٣٥﴾ أُولٰئِكَ جَزَاؤُهُم مَّغْفِرَةٌ مِّن رَّبِّهِمْ وَ

اور وہ جانتے ہیں انہی کی جزاء ہے بخشش ان کے رب کی اور

جَنّٰتٌ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهٰرُ خٰلِدِينَ فِيهَا وَنِعْمَ أَجْرُ

باغ جن کے نیچے بہتی ہیں نہریں ہمیشہ رہیں گے وہ لوگ ان باغوں میں اور کیا خوب مزدوری

الْعٰمِلِيْنَ ﴿۱۳۶﴾ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِكُمْ سُنَنٌ فَسِيْرُوْا فِي

ہے کام کرنے والوں کی ۔ ہو چکے ہیں تم سے پہلے واقعات سو پھرو زمین

الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ ﴿۱۳۷﴾ هٰذَا

میں اور دیکھو کہ کیا ہوا انجام جھٹلانے والوں کا ۔ یہ

بَيَانٌ لِّلنَّاسِ وَهُدًى وَّمَوْعِظَةٌ لِّلْمُتَّقِيْنَ ﴿۱۳۸﴾ وَلَا تَهِنُوْا

بیان ہے لوگوں کے واسطے اور ہدایت اور نصیحت ہے ڈرنے والوں کو ۔ اور سست نہ ہو

وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۱۳۹﴾

اور نہ غم کھاؤ اور تم ہی غالب رہو گے اگر تم ایمان رکھتے ہو۔

جب تمہارے دشمن تم پر غالب آجائیں تو تمہارے دلوں میں غالبوں کے بارہ میں انتقام و غضب نہ ہونا چاہیئے جو تمہیں ایذا دے چکے ہیں ۔ یہ ایک اخلاقی مسئلہ ہے کہ جب انسان کسی کے مقابلہ میں انکسار برتے اگر وہ انکسار اپنے نفس کے قصور کی وجہ سے ہو تو حکمت اخلاقی اس بات پر مجبور کرے گی کہ انسان اس قصور کی تلافی کرے پھر اس کے بعد وہ اپنے حریف مقابل میں نظر کرے گا اگر اسے دشمن (حریف) کے مقابلہ میں غصہ ہے اور انتقامی جذبہ ہے اور اپنے قصور کے اصلاح کی کوشش نہیں تو اس دشمنی کا سلسلہ ہمیشہ جاری رہے گا اور کبھی نجات نہ ملے گی ۔

مسئلہ :- بعض روایات میں آیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُحد کے مقتولوں پہ کھڑے ہو کر فرمایا کہ ہم آئندہ جنگ میں ایک کے مقابلہ میں دو قتل کریں گے ۔ تو حکم آیا (۱۳۰) میں یاایھاالذین اٰمنو لاتاکلوا ...... لعلکم تفلحون اس سے منع کئے گئے یہ بھی اخلاقی مسئلہ کے ضمن میں ہے ۔ سود اضعافاً مضاعفاً اخلاق اور انسانیت کو برباد کرتا ہے ۔ یہ عزم جس کا ارادہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا ہے یہی اسیطرح کا ہے اس فائدہ کا استفادہ ہم نے شیخ الہند سے کیا ہے انہوں نے فرمایا کہ ہم نے سوچا کہ یہ مسئلہ احد کے واقعہ میں کیوں آگیا تو ہم نے سمجھا کہ اس کا اشارہ اس طرف ہے ۔ پھر فرمایا کہ ربط آیات میں غور کرنا امر عظیم ہے ۔ اور تدبر طلب بات ہے ۔ ہم نے اکثر تفاسیر ایسی دیکھی ہیں کہ وہ ربط آیات میں بہت بودی اور کمزور باتیں پیش کرتے ہیں ۔ اس سے تو بہتر یہ ہے کہ وہ ربط آیات کے متعلق کلام نہ کریں اور صرف آیات کے معانی پر ہی اکتفا کرلیں ۔ اب مسلمانوں کی توجہ اس طرف کرائی جارہی ہے کہ وہ اپنے نقصان کی تلافی کریں ۔

۱۳۱ و اتقوا النار التی اعدّت للکفرین، و اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول ..... لعلکم ترحمون مستقبل کے لئے کافروں کا کوئی صحیح پروگرام نہیں اسلئے وہ کوئی کام عزم مصمم سے نہیں کر سکتے اس کا نتیجہ یہ ہے کہ وہ آگ میں داخل ہوں گے۔ اور مسلمانوں کے لئے ضروری ہے کہ وہ کافروں کی حالت سے اجتناب کریں پھر اس کے بعد انہیں ارشاد ہے کہ ان یطیعو اللہ اس امر سے کفار مؤمنوں سے ممتاز ہو گئے۔

تنبیہ عام طور پر اطاعۃ اللہ والرسول کا مطلب ادا ء امر الٰہی لیا جاتا ہے لیکن ہم اس تشریح کو ٹھیک خیال نہیں کرتے۔ ہمارے خیال میں یہ ہے کہ فہم حکمت کے بعد کہ حکم ہمارے نفع کے لئے ہے۔ ادا ء امر اطاعت کہلاتا ہے۔ یعنی جب انسان یہ سمجھے کہ اسکا فائدہ نہ اللہ کو ہو گا نہ رسول کو بلکہ صرف ہمیں ہو گا۔ اور ہم پر رحمت ہو گی۔ اگر یہ سمجھ کر ادا ء امر کیا جائے تو یہ اطاعت ہے، لعلکم ترحمون۔

ہم اس بات کا ایک اچھے استاذ میں تجربہ کرتے ہیں کہ کسی کاریگری شاگردوں کو حکم دیتا ہے۔ ان شاگردوں میں سے ذکی متعلمین پہلے سمجھ لیتے ہیں کہ اس امر کی حکمت کیا ہے۔ پھر اس پر اعتماد کر کے ادا ء امر کرتے ہیں۔ لیکن شریعت کی تعلیم کا کام غیر حکماء کے قبضہ میں آ گیا ہے۔ ہم ان کی تقلید کرتے ہیں۔ اور بھلائی کے امیدوار ہوتے ہیں۔ اب قیامت کے انتظار میں رہتے ہیں افسوس کہ جب امر کسی نا اہل کے سپرد کر دیا جائے تو قیامت کا انتظار کیجئے۔ وسارعوا الی مغفرۃ من ربکم ... . . المتقین ۱۳۳ یعنی اے لوگو تم ایسے اعمال کیساتھ مامور ہو جس کی تمہیں تعلیم دی گئی ہے کہ ہم تمہارے گناہ ان اعمال کے مقابلہ میں بخش دیں گے۔

وجنّۃ عرضہا مجھے اس آیت سے معلوم ہوا کہ انسان جنت و جہنم میں اس مقدار سے ہوتا ہے جتنا کہ اس نے آسمان و زمین کی نعمت سے استفادہ یا اضافہ کیا جیسا کہ سورۂ ہود سے سمجھا جاتا ہے۔ پھر جہنم سے نجات کی طرف آتا ہے اور جنت کے ذریعہ حظیرۃ القدس سے اتصال کرتا ہے جو کہ اس کا ٹھکانا ہے اس سے روح انسانی مابعد الموت سیر کرتی ہے۔ ہم ان لوگوں پر تعجب کرتے ہیں جو آیات و احادیث کی تنظیم پر قادر نہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ ان کے ہاں متشابہات ہیں۔ پانچویں صدی سے اکثر متکلمین ایسے کرتے رہے پھر وہ جہان میں باہمی جنگ ایک دوسرے کے مذہب سے ٹھان لیتے ہیں۔ اور ان پر غلبہ کی کوشش کرتے ہیں اس کو اسلام بناتے ہیں جس کی طرف وہ لوگوں کو بلاتے ہیں۔ اور اس میں نجات کو بند کرتے ہیں۔ ہمارے خیال میں کوئی عقلمند ان کی طرف توجہ نہ دے گا۔ انہیں اسلام کی وکالت کا کوئی حق نہیں۔ البتہ صوفی اور فلسفی مستثنیٰ ہیں۔ متکلمین عام طور پر اصلاح سے زیادہ افساد کرتے ہیں۔

الذین ینفقون فی السراء والضراء ۔ ۔ ۔ وھم یعلمون ۱۳۵ پس قرآن خوان کو معلوم ہو کہ نبی علیہ السلام قریش کی ہدایت کی تکمیل کے لئے مبعوث ہوئے۔ لہٰذا اس قوم کو فنا کرنا مقصود نہیں لہٰذا مسلمانوں کے لئے بہتر ہے کہ وہ اخلاق میں کامل ہوں جن کا انہیں حکم دیا گیا ہے۔ یہ انتقام سے بہتر ہے وہ اپنا غصہ پئیں اور انہیں معاف کریں۔ بلکہ ضراء اور سراء میں قریش کے کمزوروں پر انفاق کریں واللہ یحب المحسنین۔ بعض اعمال کا نقصان صرف فاعل تک محدود رہتا ہے۔ اس کا اثر کسی دوسرے کی طرف تجاوز نہیں کرتا انسان کے لئے مناسب ہے، کہ ان اغلاط کی اصلاح بھی کرے تاکہ اس کے تمام اعمال کامل ہوں اس کی طرف اشارہ ہے والذین اذا فعلوا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ فاستغفروا اگر انسان اخلاق فاسدہ کی اصلاح کی کوشش کرے تو اس کے لئے قوت روحانیہ کی ضرورت ہے اور یہ صرف اللہ کی جانب سے ہو سکتی ہے اس کی طرف اشارہ ہے ومن یغفر الذنوب الا اللہ ولم یصروا علے ما فعلوا) اہل علم کا یہ فیصلہ ہے کہ انسان جب نقصان دہ کاموں سے رجوع کرتا ہے تو اسے معلوم ہوتا ہے۔ کہ وہ اصرار کرتا رہا (اپنی جہالت کی وجہ کرکے) اس لئے جو اصرار کو ترک کردے وہ مستحق مغفرت ہے۔ اسکی طرف اشارہ ہے۔ اولئک جزاءھم ۔ ۔ ۔ ۔ اجر العملین ہمیں یہ معلوم ہوا کہ یہ اعمال قیامت تک کے لئے مستوجب مغفرت ہیں۔ یہ تمام آیات وسارعوا الی مغفرۃ من ربہ کے متعلق ہیں۔

بقیہ ۱۳۶ اولئک جزاءھم پس مومنوں کے اخلاق کی تکمیل پر توجہ کرو۔ نیز یہ کہ وہ تمام اقوام عالم میں اظہار علوم ومعارف کا مصدر ہیں۔ یہ تمام مقصد ہے۔ اور ان مکذبین کو توجہ دلانے کی ہم ضرورت نہیں سمجھتے۔ اس کی طرف اشارہ ہے قد خلت الخ کیا تمام مکذبین قتل کئے جائیں۔ کیوں کہ انہوں نے مسلمانوں سے جنگ کی۔

۱۳۸ ھذا بیان للناس الخ گویا امر مقصود کی تعلیم کو تاہی پر متنبہ کرنے کے ضمن میں ہی اصل مقصود ہے اس فصل کا۔ اور یہ انواع تعلیم میں تاثیر کے لحاظ سے زیادہ کامل طریقہ ہے۔

فصل سادس کی فصلوں میں سے تیسری فصل)

فصل ثانی سے یہ سمجھا جائے کہ قتال کفار کا امر معطل ہو گیا۔ بلکہ مقصد یہ ہے کہ پہلے تم اپنے نقصان کی تلافی و تکمیل کرو اسکے بعد دوسرا کام کرو یعنی جہاد ہمیشہ کرتے رہو، ترقی کا یہی ذریعہ ہے ولا تھنوا ولا تحزنوا الخ غلبہ حق کو قائم کرنے میں سستی حرام ہے اور جو مصائب پہنچیں اس پر غم کرنا بھی ممنوع ہے کیوں کہ تم اپنے نقصان کی تلافی کر چکے ہو اور یہ نقصان فرح وسرور کا سبب بن چکا ہے۔ کیوں کہ ہم نقصان کے طفیل اپنی غلطیوں سے متنبہ کئے گئے ہیں۔ اس کی قاء ایک محقق ترقی خواہ یہی کر سکتا ہے پس کوئی باعث غم امر پیش نہ ہو۔ وانتم الاعلون

فصل ثانی میں جو گذرا اس کی طرف اشارہ ہے۔ اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول۔ اب دلوں سے اسباب حزن کے رفع کرنے کے متعلق بحث کی جائے گی تاکہ مستقبل میں خوشی پوری ہو سکے اس کی طرف اشارہ ہے۔

إِن يَمْسَسْكُمْ قَرْحٌ فَقَدْ مَسَّ الْقَوْمَ قَرْحٌ مِّثْلُهُ ۚ وَتِلْكَ الْأَيَّامُ

اگر پہنچا تم کو زخم تو پہنچ چکا ہے ان کو بھی زخم ایسا ہی اور یہ دن

نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ وَلِيَعْلَمَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَيَتَّخِذَ مِنكُمْ

باری باری بدلتے رہتے ہیں ہم ان کو لوگوں میں اور اس لیے کہ معلوم کرے اللہ جن کو ایمان ہے اور کرے تم میں سے

شُهَدَاءَ ۗ وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ الظَّالِمِينَ ﴿١٤٠﴾ وَلِيُمَحِّصَ اللَّهُ الَّذِينَ

شہید اور اللہ کو محبت نہیں ظلم کرنے والوں سے اور اس واسطے کہ پاک صاف کرے اللہ

آمَنُوا وَيَمْحَقَ الْكَافِرِينَ ﴿١٤١﴾ أَمْ حَسِبْتُمْ أَن تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ

ایمان والوں کو اور مٹا دیوے کافروں کو کیا تم کو خیال ہے کہ داخل ہو جاؤ گے جنت میں

وَلَمَّا يَعْلَمِ اللَّهُ الَّذِينَ جَاهَدُوا مِنكُمْ وَيَعْلَمَ الصَّابِرِينَ ﴿١٤٢﴾

اور ابھی تک معلوم نہیں کیا اللہ نے جو لڑنے والے ہیں تم میں اور معلوم نہیں کیا ثابت رہنے والوں کو

وَلَقَدْ كُنتُمْ تَمَنَّوْنَ الْمَوْتَ مِن قَبْلِ أَن تَلْقَوْهُ فَقَدْ

اور تم تو آرزو کرتے تھے مرنے کی اس کی ملاقات سے پہلے سو اب دیکھ لیا

رَأَيْتُمُوهُ وَأَنتُمْ تَنظُرُونَ ﴿١٤٣﴾ وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ

تم نے اس کو آنکھوں کے سامنے اور محمد تو ایک رسول ہے ہو چکے

خَلَتْ مِن قَبْلِهِ الرُّسُلُ ۚ أَفَإِن مَّاتَ أَوْ قُتِلَ انقَلَبْتُمْ عَلَىٰ

اس سے پہلے بہت رسول پھر کیا اگر وہ مر گیا یا مارا گیا تو تم پھر جاؤ گے الٹے

أَعْقَابِكُمْ ۚ وَمَن يَنقَلِبْ عَلَىٰ عَقِبَيْهِ فَلَن يَضُرَّ اللَّهَ شَيْئًا ۗ

پاؤں اور جو کوئی پھر جائے گا الٹے پاؤں تو ہرگز نہ بگاڑے گا اللہ کا کچھ

وَسَيَجْزِي اللَّهُ الشَّاكِرِينَ ﴿١٤٤﴾ وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ أَن تَمُوتَ إِلَّا

اور اللہ ثواب دے گا شکر گذاروں کو اور کوئی مر نہیں سکتا بغیر حکم

بِاِذۡنِ اللّٰہِ کِتٰبًا مُّؤَجَّلًا ؕ وَ مَنۡ یُّرِدۡ ثَوَابَ الدُّنۡیَا نُؤۡتِہٖ مِنۡہَا ۚ

اللہ کے لکھا ہوا ہے ایک وقت مقرر اور جو کوئی چاہے گا بدلہ دنیا کا دیں گے ہم اس کو دنیا ہی سے

وَ مَنۡ یُّرِدۡ ثَوَابَ الۡاٰخِرَۃِ نُؤۡتِہٖ مِنۡہَا ؕ وَ سَنَجۡزِی الشّٰکِرِیۡنَ ﴿۱۴۵﴾

اور جو کوئی چاہیگا بدلہ آخرت کا اس میں سے دیں گے ہم اس کو اور ہم ثواب دینگے احسان ماننے والوں کو

کیوں کہ اس طرح پہلی قوموں کو بھی تکلیفیں ہوئیں۔ وتلك الايام نداولها بين الناس الخ اجتماعیۃ انسانیہ طبیعت کی مقتضی ہے کہ ایک فریق نہ ہمیشہ غالب رہ سکتا ہے نہ مغلوب۔ جسے فتح خاص ہوتی ہے اسے زوال بھی آئیگا۔ یا شکست بھی

گرتے ہیں شہسوار ہی میدانِ جنگ میں وہ طفل کیا گرے جو گھٹنوں کے بل چلے

ولیعلم الذین آمنوا فتح کے وقت تو ہر شخص مؤمن ہو جاتا ہے اصل مؤمن وہ ہے جو شروع میں اعتراف کرے اور انکسار کے وقت بھی وہ ایمانی حالت میں ممتاز ہے۔ ہند کے مسلمانوں کو ہم دیکھتے ہیں کہ وہ سلطنت کے زوال کے بعد بھی حکمت اسلام اور علوم اسلام کا یقین رکھتے ہیں، اس لئے ان کا ایمان ظاہر ہوتا ہے اور ان سے خیر کی توقع ہے۔ ہم جب حرم پاک میں پہنچے تو ہمیں استاذ حمید الدین فراہی کی ملاقات ہوئی وہ سیاسیات سے تعلق نہیں رکھتا تھا۔ لیکن بعض علمی فنون میں ہم شریک ہیں۔ اور ہمیں ایک دوسرے سے محبت بھی ہے۔ اس نے مسئلہ خلافت میں مسلمانوں کی شکست اور جمعیت کے اعمال کے متعلق جو اس نے چند غیر پسندیدہ کام کئے ہیں ذکر کیا اور ہمیں سیاسی مشغولیتوں سے روکنے کی کوشش کی کہ ان کاموں سے کچھ نہیں ہوتا۔ میں نے کہا ٹھیک ہے کہ جمعیت خلافت کے لیڈروں نے معاملہ بگاڑ دیا ہے۔ مگر عام مسلمانوں کی حالت دیکھو کہ وہ غلبہ دین کے لئے اپنے اموال تک خرچ کرتے ہیں کیا ان کی قربانی تم نہیں دیکھتے۔ اور انہوں نے افغانستان میں ہجرت بھی کی ہے اور مصائب برداشت کئے ہیں۔ کیا یہ سب کچھ اللہ کے لئے نہیں ہوا کیا یہ عمل رائیگاں جائے گا۔ تب اس نے اعتراف کیا۔ اور اس نے خود بھی ہندی مسلمان عوام کے متعلق واقعات سنائے کہ انہوں نے اس طرح اللہ کی راہ میں خرچ کیا۔ میں نے کہا کیا ان مسلمانوں کی قربانیاں رائیگاں جائیں گی۔ ایسا ممکن نہیں۔

ہم بحمد اللہ اپنے مستقبل کے متعلق یقین رکھتے ہیں کہ وہ اچھا ہے۔ یہ سب کچھ ایمان کی دولت جمع کرنے کے لئے ہے اور جہاد کی تحریک ہندی مسلمانوں میں فقط امام ولی اللہ کے اتباع کے طفیل ہوتی۔ اور کسی قوم کو یہ میسّر نہیں لیکن علوم اسلامیہ میں جو مسلمانوں کے ہاں ہیں اس میں ہندی غیر ہندی سب شامل ہیں عجم کی کسی قوم نے قرآن کا ترجمہ یا حدیث کا ترجمہ یا اخلاق وحکمت کی کتب کا ترجمہ نہیں کیا۔ یہ ہندی مسلمانوں نے خود ترجمے کئے

اور جہاد کی حرکت کی بنیاد ڈالی۔ اب بھی ہمارے ہندوستان میں ایسے لوگ ہیں جو صرف اپنی ہندی زبان میں ہی وہ امام غزالی کی حکمت کی کتاب احیاء العلوم جانتے ہیں اور عربی داں سے بہتر جانتے ہیں۔ کیا تمہیں معلوم ہے کہ سکھ گروہ کا بانی بابا نانک نے غزالی کی کیمیا سعادت کا ترجمہ ہندی زبان میں کیا نہ کہ اردو میں۔ اور اس نے کتاب میں مسلمانوں کے نام حذف کرکے بعض صالحین کے نام سے مبہم کرکے اپنے مذہب کی اساس بنالیا۔ کیا دنیا کی کوئی مسلم قوم حکمت غزالی پر اجتماع منظم کرنے پر قادر ہے؟ یہ صرف ہندی ہیں جو تمام اقوام عجم پر سبقت لے گئے۔ حالانکہ خلافت بھی ہند میں نہیں رہی یتخذ منکم...... واللہ لا یحب الظالمین جب تمہارا ارادہ ہو کہ دشمن کے مقابلہ میں تم کو فتح ہو تو اللہ کے سامنے ثابت کرو کہ تم مظلوم ہو اور یہ اثبات بصورت شہدا ہوگا۔ اس کے بعد تم ظالموں پر غالب آؤ گے۔ ولیمحص اللذین آمنوا منکم تمحیص سے مراد نسمہ کا تصفیہ ہے۔ ہند کے بعض عارفوں نے بیان کیا ہے انسان کے مقامات صحابہ کو جہاد میں ضربت سیف سے حاصل ہوتے تھے۔ نسمہ کے تصفیہ یہ مطلب ہم نے ان سے لیا ہے ویمحق الخ کیوں کہ کافر مسکینوں پر رحم نہیں کرتے بلکہ قوت کے ساتھ جنگ کرتے ہیں یہی سبب ہے خدا کی رحمت سے ان کے بعید ہونے کا۔ ام الخ۔

۱۴۲ ام حسبتم جنت ایمان کے ذریعہ حاصل ہوگی۔ لیکن جنت کے درجات ہیں۔ تمام مومن درجات میں آگے پیچھے ہیں کیا وہ بغیر استحقاق کے مساوی ہوسکتے ہیں؟ حکمت میں یہ جائز نہیں مومنوں پہ واقعات آئیں گے۔ جن سے صابروں کا پتہ لگے گا۔ اور جنت میں وہ خاص درجات کے مستحق ہوں گے۔ اسی طرح ان واقعات سے مجاہدوں کا پتہ بھی لگے گا۔ اور اس طرح وہ جنت میں خاص درجات حاصل کریں گے۔

مسئلہ ایمان باللہ اس بات کا مقتضی ہے انسان اپنی جان اور ہر ملکیت کو اللہ کے ہاتھ فروخت کردے۔ اس کی طرف اشارہ ہے ان اللہ اشتری میں جو عمل بھی اللہ کی جانب سے موت کے یقین کا ہمارے پاس آتا ہے بلا عذر ہم کرتے ہیں۔ اللہ نے یہود کا امتحان کیا سورۃ جمعہ میں ہے۔ جن کی تفسیر سے مفسرین بڑے سٹ پٹائے ہم نے سمجھا کہ یہ ایمان کا معنیٰ نہیں جانتے۔ اور قرآن کی تفسیر کرتے ہیں، آیات قرآنی تفسیر لوگوں کے لئے مضحکہ خیز ہوجاتی۔

ولقد کنتم تمنون الموت ۱۴۳ میں اشارہ ہے مؤمنوں کے ایمان کے متعلق ولقد کنتم تمنون بدر میں جنہوں نے تخلف کیا تھا وہ کہتے تھے کہ کوئی دن بدر کی طرح آئے تاکہ اللہ ہمارے اعمال دیکھے۔ ان کلمات کی طرف اشارہ ہے اور کہا جاتا ہے کہ وہ سچا شخص احد میں شہید ہوا۔ ۱۴۴ وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ کسی فرد کی موت اتنی گراں نہیں ہوتی جتنی کہ اس کے کسی دوست کی موت گراں گذرتی ہے تو اس واقعہ میں مؤمنوں کا امتحان ہوتا ہے

مسئلہ میں ہے۔ لوگوں میں یہ مشہور ہو گیا تھا۔ کہ نبی قتل کیا گیا۔ اس کے باوجود ایک قوم اپنے نظام اور پروگرام پر کاربند رہی۔ یہی سچے مومن ہیں۔ تو یہ درجہ جنّت میں اسی وقت ہی حاصل ہو سکتا ہے۔ جب کہ امتحان لیا جائے۔ کہ اختیار و ابتلا کی حالت میں وہ قائم رہا۔ ۱۴۵ وما کان لنفس موت معین ہے۔ اپنے وقت پر آتی ہے صرف ارادہ اور ایمان پر موقوف ہے۔ اس واقعہ میں اگرچہ محمد اللہ نبی قتل نہیں کیا گیا۔ لیکن مومنوں کا امتحان حاصل ہو چکا۔

وَكَأَيِّنْ مِّنْ نَّبِيٍّ قٰتَلَ مَعَهٗ رِبِّيُّوْنَ كَثِيْرٌ فَمَا وَهَنُوْا لِمَآ أَصَابَهُمْ

اور بہت نبی ہیں جن کے ساتھ ہو کر لڑے ہیں بہت خدا کے طالب پھر نہ ہارے ہیں کچھ تکلیف پہنچنے سے

فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَمَا ضَعُفُوْا وَمَا اسْتَكَانُوْا ۗ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الصّٰبِرِيْنَ ﴿۱۴۶﴾

اللہ کی راہ میں اور نہ سست ہوئے ہیں اور نہ دب گئے ہیں اور اللہ محبت کرتا ہے ثابت قدم رہنے والوں سے

وَمَا كَانَ قَوْلَهُمْ إِلَّآ أَنْ قَالُوْا رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَإِسْرَافَنَا

اور کچھ نہیں بولے مگر یہی کہا کہ اے رب ہمارے بخش ہمارے گناہ اور جو ہم سے زیادتی

فِيْٓ أَمْرِنَا وَثَبِّتْ أَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۱۴۷﴾

ہوئی ہمارے کام میں اور ثابت رکھ قدم ہمارے اور مدد دے ہم کو قوم کفار پر

فَاٰتٰىهُمُ اللّٰهُ ثَوَابَ الدُّنْيَا وَحُسْنَ ثَوَابِ الْاٰخِرَةِ ۗ وَاللّٰهُ يُحِبُّ

پھر دیا اللہ نے ان کو ثواب دنیا کا اور خوب ثواب آخرت کا اور اللہ محبت رکھتا ہے

الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۴۸﴾ يٰٓأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا إِنْ تُطِيْعُوا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا

نیک کام کرنے والوں سے اے ایمان والو اگر تم کہا مانو گے کافروں کا

يَرُدُّوْكُمْ عَلٰٓى أَعْقَابِكُمْ فَتَنْقَلِبُوْا خٰسِرِيْنَ ﴿۱۴۹﴾ بَلِ اللّٰهُ

تو وہ تم کو پھیر دیں گے الٹے پاؤں پھر جا پڑو گے تم نقصان میں بلکہ اللہ

مَوْلٰىكُمْ ۚ وَهُوَ خَيْرُ النّٰصِرِيْنَ ﴿۱۵۰﴾

تمہارا مددگار ہے اور اس کی مدد سب سے بہتر ہے

۱۴۶ میں انبیاء سابقین کی حکایت ہے کہ جنگ جہاد میں مصائب کے باعث انہیں ضعف نہ آیا۔

سَنُلْقِیْ فِیْ قُلُوْبِ الَّذِیْنَ كَفَرُوا الرُّعْبَ بِمَآ اَشْرَكُوْا

اب ڈالیں گے ہم کافروں کے دل میں ہیبت اس واسطے کہ انہوں نے شریک ٹھہرایا

بِاللّٰهِ مَا لَمْ یُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطٰنًا ۚ وَ مَاْوٰىهُمُ النَّارُ ؕ وَ بِئْسَ

اللہ جس کی اس نے کوئی سند نہیں اتاری اور ان کا ٹھکانہ دوزخ ہے اور وہ برا

مَثْوَى الظّٰلِمِیْنَ ﴿۱۵۱﴾ وَ لَقَدْ صَدَقَكُمُ اللّٰهُ وَعْدَهٗۤ اِذْ تَحُسُّوْنَهُمْ

ٹھکانہ ہے ظالموں کا اور اللہ تو سچا کر چکا تم سے اپنا وعدہ جب تم قتل کرنے لگے ان کو

بِاِذْنِهٖ ۚ حَتّٰۤى اِذَا فَشِلْتُمْ وَ تَنَازَعْتُمْ فِی الْاَمْرِ وَ عَصَیْتُمْ مِّنْۢ

اس کے حکم سے یہاں تک کہ جب تم نے نامردی کی اور کام میں جھگڑا ڈالا اور نافرمانی کی بعد اسکے

بَعْدِ مَاۤ اَرٰىكُمْ مَّا تُحِبُّوْنَ ؕ مِنْكُمْ مَّنْ یُّرِیْدُ الدُّنْیَا وَ مِنْكُمْ مَّنْ

کہ تم کو دکھا چکا تمہاری خوشی کی چیز کوئی تم میں سے چاہتا تھا دنیا اور کوئی تم میں سے چاہتا تھا

یُّرِیْدُ الْاٰخِرَةَ ۚ ثُمَّ صَرَفَكُمْ عَنْهُمْ لِیَبْتَلِیَكُمْ ۚ وَ لَقَدْ

آخرت پھر تم کو الٹ دیا ان پر سے تاکہ تم کو آزماوے اور وہ تو تم کو

عَفَا عَنْكُمْ ؕ وَ اللّٰهُ ذُوْ فَضْلٍ عَلَى الْمُؤْمِنِیْنَ ﴿۱۵۲﴾

معاف کر چکا اور اللہ کا فضل ہے ایمان والوں پر

اِذْ تُصْعِدُوْنَ وَ لَا تَلْوٗنَ عَلٰۤى اَحَدٍ وَّ الرَّسُوْلُ

جب تم چڑھے چلے جاتے تھے اور پیچھے پھر کر نہ دیکھتے تھے کسی کو اور رسول پکارتا تھا

یَدْعُوْكُمْ فِیْۤ اُخْرٰىكُمْ فَاَثَابَكُمْ غَمًّۢا بِغَمٍّ لِّكَیْلَا

تم کو تمہارے پیچھے سے پھر پہنچا تم کو غم عوض میں غم کے تاکہ تم

تَحْزَنُوْا عَلٰى مَا فَاتَكُمْ وَ لَا مَاۤ اَصَابَكُمْ ؕ وَ اللّٰهُ خَبِیْرٌۢ

غم نہ کیا کرو اس پر جو ہاتھ سے نکل جائے اور اس پر کہ جو کچھ پیش آجائے اور اللہ کو خبر ہے

بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۵۳﴾

تمہارے کام کی

ثُمَّ أَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِنْ بَعْدِ الْغَمِّ أَمَنَةً نُعَاسًا يَغْشَىٰ

پھر تم پر اُتارا　تنگی کے بعد امن کو　جو اونگھ تھی　کہ ڈھانک لیا اس اونگھ نے

طَائِفَةً مِنْكُمْ ۖ وَطَائِفَةٌ قَدْ أَهَمَّتْهُمْ أَنْفُسُهُمْ يَظُنُّونَ

بعضوں کو تم　میں سے　اور بعضوں کو فکر پڑ رہا تھا اپنی جان　کا　خیال کرتے تھے

بِاللَّهِ غَيْرَ الْحَقِّ ظَنَّ الْجَاهِلِيَّةِ ۖ يَقُولُونَ هَلْ لَنَا مِنَ الْأَمْرِ

اللہ پر جھوٹے خیال　جاہلوں جیسے　کہتے تھے کچھ بھی کام ہے ہمارے ہاتھ میں

مِنْ شَيْءٍ ۗ قُلْ إِنَّ الْأَمْرَ كُلَّهُ لِلَّهِ ۗ يُخْفُونَ فِي أَنْفُسِهِمْ مَا

تو کہہ سب کام ہے اللہ کے ہاتھ　وہ اپنے جی میں چھپاتے تھے جو تجھ سے

لَا يُبْدُونَ لَكَ ۖ يَقُولُونَ لَوْ كَانَ لَنَا مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ مَا

ظاہر نہیں کرتے　کہتے ہیں　اگر کچھ کام ہوتا ہمارے　ہاتھ

قُتِلْنَا هَاهُنَا ۗ قُلْ لَوْ كُنْتُمْ فِي بُيُوتِكُمْ لَبَرَزَ الَّذِينَ

تو ہم مارے نہ جاتے اس جگہ　تو کہہ اگر تم ہوتے اپنے گھروں میں　البتہ　باہر نکلتے

كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقَتْلُ إِلَىٰ مَضَاجِعِهِمْ ۖ وَلِيَبْتَلِيَ اللَّهُ مَا فِي

جن پر لکھ دیا تھا مارا جانا　اپنے پڑاؤ پر　اور اللہ کو آزمانا تھا　جو کچھ تمہارے

صُدُورِكُمْ وَلِيُمَحِّصَ مَا فِي قُلُوبِكُمْ ۗ وَاللَّهُ عَلِيمٌ

جی میں ہے　اور صاف کرنا تھا اس کا جو تمہارے دل میں ہے　اور اللہ جانتا ہے

بِذَاتِ الصُّدُورِ ﴿١٥٤﴾

دلوں کے بھید

نہ سستی. تم بھی اسیطرح جہاد آخر تک جاری رکھو ۱۴۷ دَ کاین باوجود تمام طاقت صرف کرنے کے ان کی توجہ اصلاح نقصانات پر رہی. اور اعداء پر غلبہ کے خواہاں رہے. صرف اللہ کا فضل چاہتے تھے.

۱۴۸ فاتاھم اللہ یعنی ثبات و استقلال کی وجہ سے اور دشمنوں کے قتال پر ہمیشگی کی وجہ سے دنیا و آخرت دونوں میں بھلائی انہیں حاصل ہوگی.

فصل رابع ۱۴۹ تا ۱۵۸

اس میں استقلال کی حکمت بیان ہوگی نیز جو اعتراضات اور خطرات جہاد اور اسکی التفات سے تابع ہیں. ان کو دفع کیا جائے گا. نیز جو مستقل رہے گا. اس کی لغزش معاف کی جائے گی. خلاصہ کلام یہ عزم پختہ رکھنا ہی مقصود ہے. ۱۴۹ یاأیھا الذین کفار کی اطاعت کے معنیٰ کافروں سے صلح کرلو اور اپنا مقصد قائم نہ کرو. جیسے کہ قرآن کی پہلی سورت میں ہم نے تفسیر کی یہاں بھی یہی مراد ہے یعنی اگر کفار کا مقابلہ تم ترک کروگے کروگے تو وہ تمہیں الٹے پاؤں پھیر دیں گے. یعنی جاہلیت کی طرف اور تمہیں نظام مخصوص نہ قائم کرنے دینگے جسکی حقیقت سے تم واقف ہو چکے ہو. یہ خسران ہے کہ جب انسان حق سمجھتا ہے. اس پر ضروری ہے کہ اس کو غالب کرے. یہی چیز ہمارے استقلال کی باعث ہے بل اللہ مولیکم ۱۵۰ اس میں مدد و فتح تائید کی بشارت اس کے لئے ہے جو ثابت قدم رہا. اور جہاد پر اس نے ہمیشگی کی. سَنُلقِی فی قلوب الذین...... علیم بذات الصدور اللہ کی امداد کی یہ بھی ایک صورت ہے کہ کفار کے دلوں میں رعب ڈالدے یہ ملأ سافل کے ملائکہ کا کام ہے.

بما اشرکو اقضاء حاجات کے بارہ میں شرک کرنا اوہام و تقلید کی طرف ڈال دیتا ہے. انسان تحقیق امر کی طرف نہیں متوجہ ہوتا. بلکہ رسوم آباء و رسوم قوم کے پیچھے لگ جاتا ہے. اور جب موت واقع ہوتی ہے تو وہ دل ٹٹولنے ہیں کیا کوئی پناہ ہے؟ شرکاء بچا سکتے ہیں؟ جواب نفی میں ہوگا؟ سوائے خدا کوئی پناہ نہیں. ملائکہ کا قلوب میں رعب ڈالنا آلہ حرب سے بھی زیادہ تاثیر رکھتا ہے. اس جنگ عظیم میں ہم نے عجیب باتیں دیکھیں ایمان اپنے نظام عسکری سے غالب آچکے تھے. اور اسلحہ بھی ان کے پاس زیادہ تھا. لیکن جب اشتراکیوں کا پروپیگنڈہ ان کے لشکر میں پھیل گیا. اور انہیں اپنی حقیقت کمزور دکھائی دینے لگی تو وہ فتح و غلبہ کے قریب ہوتے ہوتے بھی سست پڑ گئے.

تنبیہ:- پروپیگنڈہ کی قوت سے اشتراکی اور حکومت کے عمال عزم جیش کو کمزور کرنے سے آگاہ ہیں کہ یہ تضعیف تمام اسلحہ سے زیادہ قوی ہے. اس لئے انہوں نے یورپ کی ذہنیت کے مطابق پروپیگنڈے کو

مضبوط و منظم کیا اس طرح ان کے ممالک دشمنوں کے غلبہ سے محفوظ ہو گئے۔ ہم اس تجربہ کی بنا پر تعلیم قرآنی پر یقین رکھتے ہیں کہ اسلامی انقلاب باوجود ضعف مسلمین کے ایک دن ضرور کامیاب ہو کر رہے گا۔ خواہ امپریلیزم ان کے مقابلہ میں قوی بھی ہے۔ اگر مسلمانوں میں تدبر فی القرآن میں یقین پیدا ہو گیا تو انشاءاللہ مسلمانوں کی ضرور بہتری ہوگی۔ اور اس معاملہ میں وہ خدا کے امام کی رعایت کا یقین بھی رکھیں تو۔

تنبیہ :- جب مومنوں میں مشرکین و کفار کے عزم کی طرح فتور آگیا تو وہ بھی ضرور مغلوب ہوں گے۔ اس حقیقت کو دکھانے کے لئے اُحد کا واقعہ ہوا اور مسلمانوں کا فشل یعنی سستی و بزدلی بھی بڑی نعمت ہے کہ انہیں آئندہ اس مسئلہ کا یقین حاصل ہو گیا۔ اس کی طرف اشارہ ۱۵۲ تا ۱۵۴ میں ہے۔

وَلَقَدْ صَدَقَكُمُ الخ یہ اشارہ ہے اس فتح کی طرف جو مسلمانوں کو ان کے عزم کی بنا پر نصیب ہوئی تھی۔

حَتّٰى إِذَا فَشِلْتُمْ میدان حرب میں لشکر اپنے آپ کو ایک شخصیت سمجھے، حکمت حرب میں یہ محقق مسئلہ ہے اگر اس شخصیت میں عزم کی سستی واقع ہو جائے۔ کہ لشکر کا ایک حصہ کچھ خواہش کرے، دوسرا کچھ تو شخصیت واحدہ کا عزم باطل ہو جاتا ہے۔ اور شکست واقع ہونا ضروری ہے جیسے کہ مشرکین پر ہوا۔

ثم صَرَفَكُمُ الخ تم نے ان کی شکست دیکھی اور اس کا طریقہ بھی دیکھا۔ وَلَقَدْ عَفَا عَنكُمْ مومنوں نے اس واقعہ کو متعلمین کی طرح دیکھا ہے انہوں نے اپنے گناہ پر اصرار نہیں کیا، ان کی خطا ایسی ہے جیسے طالب حق سے ہوتی ہے جو پہلے تجربہ نہ رکھتا ہو۔ اللہ نے اس کو معاف کیا۔ تھوڑے ایسے بھی تھے جنہوں نے فی الحقیقۃ خطا کی اس کا اشارہ فمنکم من یرید الدنیا میں ہے۔ مگر عدم اصرار کی وجہ سے بچ گئے۔ ۱۵۳۔ اذ تصعدون الخ تنبیہ ہے کہ اللہ نے ان کے ساتھ ڈاکٹر کی طرح معاملہ کیا رفیقانہ معلمانہ ثم انزل علیکم امنۃ میں یہی اشارہ ہے۔

طَائِفَةٌ قَدْ أَهَمَّتْهُمْ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے حقیقت میں خطا کی ہے یعنی وہ قتل کرنے کا ارادہ نہیں رکھتے يَظُنُّونَ بِاللَّهِ مومن تعلیم قرآن کے متعلق یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ جو کچھ اس مقام میں جاری ہے وہ حکمت الٰہی کا تقاضا ہے جو کہ ازل میں مقرر ہو چکی ہے۔ اور ہم اس کو بھی اس حکمت کے تابع بناتے ہیں۔ پس ان کے دل سے شرع اور قدر کا معارضہ دور ہو جائے گا۔ بلکہ وہ یہ اعتقاد رکھیں گے کہ تکلیف بھی تقدیر سے پھٹتی ہے۔

یہ وہ بات ہے جیسے ہم نے تحقیق کے ساتھ حکمت امام ولی اللہ میں سے لیا ہے۔ پس جب کوئی واقعہ صادر ہو تو ہم نے تو یہ معلوم کیا ہے اور مومن بھی یہ جانے کہ اُسے یہ بتایا گیا ہے کہ وہ تقاضا حکمت الٰہیہ تصور کرے اس کا رد نا ممکن ہے۔ اگر اس کے بعد کوئی یہ کہے کہ اگر ہم یوں کرتے تو ایسا ہو جاتا یہ حکمت الٰہی سے جہالت کا ثبوت ہے

جیسے کہ جاہلیت میں تھا۔ اب تم ایک مومن مرد دیکھتے ہو جس پر واجب ہو گیا کہ وہ صف قتال سے فرار نہ کرے خواہ قتل ہو جائے
پس اگر اس واجب کی ادائیگی میں کسی کو غلطی ہے کہ وہ اپنے نفس کی حفاظت اہم خیال کرے اور قتل ہونے سے بچائے تو یہ اسکی غلطی ہے پھر وہ
فلسفے گھڑتے ہیں اور اپنی غلطی کو لوگوں سے چھپاتے ہیں۔ مسلمانوں کو نفس کی تلبیسات پر متنبہ کیا گیا کہ اس موقعہ پر نفس
طرح طرح کے حیلے بناتا ہے۔ یظنون باللہ غیر الحق میں یہی اشارہ ہے۔ پھر تفصیل بیان کی ھل لنا من الامر شئی
یعنی اپنی غلطی چھپانے کے لئے چالیں ڈھونڈتے ہیں قل ان الامر کلہ للہ یعنی یہ تمام بہانہ اللہ نے جرم بنایا
یہ کلمہ صحیح ہے اس میں شک نہیں لیکن ان کی مراد بہانہ بنانے سے اور ہے۔ اس کے بعد خدا نے حکایت کی کہ وہ
کہتے ہیں اگر ہمیں کوئی اختیار ہوتا تو ہم یہاں قتل نہ کئے جاتے یہ غلط ہے۔ حکمت حرب یہ ہے کہ جب مسلمان کفار کے
مقابلہ صف آرا ہو جائیں تو فرار حرام ہے اور وہیں قتل ہونا فرض ہے۔ ان کی یہ تمام تعلیل باطل ہے۔ اگر اس
احتیال کی ہم اجازت دیتے تو دنیا میں کوئی جنگ واقع نہ ہوتی اور حضور نہ قتال بھی نہ ہوتا۔ اس لئے اس
مقرر اصول پر کوئی اعتراض نہ کرے اور عذر فرار نہ بنائے۔ اللہ نے ان کی غلطی اسی طرح بیان کی۔
قل لو کنتم فی بیوتکم جب تم یہ دیکھو کہ یہ آدمی یہاں قتل ہو چکا ہے تو تم خود سوچو کہ یہ واقعہ کیا بغیر اسباب
کے یونہی ہو گیا؟ ہرگز نہیں حکمت میں یہ محال ہے

حکایت

ایک شخص جو کالج کا فارغ التحصیل تھا نظارۃ المعارف دہلی میں ہمارے پاس قرآن کریم
پڑھتا تھا۔ اسے کسی روز اس کا کوئی کالج کے زمانہ کا ہم جماعت ملا جو اُن دنوں حکومت کا
ملازم تھا۔ اُس نے حال احوال پوچھے جب اُسے یہ معلوم ہوا کہ یہ قرآن پڑھتا ہے تو اسے تعجب ہوا اور کہا
کیا یہ ممکن ہے کہ کالج کا فارغ شدہ قرآن پڑھے اور کیا مسلمانوں میں کوئی ایسا معلّم ہے جو نئی روشنی کے لوگوں
کو تعلیم دے سکے اس نے کہا آؤ اور ہمارا استاذ دیکھو جب وہ میرے پاس آیا تو پہلا سوال اس نے تقدیر
کے مسئلہ کے متعلق مجھ سے کیا۔ میں نے کہا میری بات غور سے سنو۔ ابھی ایمان باللہ، شرع اور تقدیر کے متعلق
تم تمام عقائد ذہن سے نکال دو اور جو کالج میں تم نے یورپ کی تعلیمات پڑھی ہیں ذہن میں انہیں مستحضر کرو۔ پھر میں نے
اُسے کہا کیا تم سلسلہ اسباب، تسلسل علل و معلولات کے قائل نہیں۔ اس نے کہا قائل ہوں۔ میں نے وہاں کی ایک
بڑی قلم کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ سلسلہ علل کے مدنظر بتاؤ کہ کیا یہ ممکن ہے کہ یہ قلم اس جگہ موجود نہ ہو۔ اس نے کہا یہ
ہرگز ممکن نہیں میں نے کہا اب ایمان باللہ کے متعلق غور کرو۔ اللہ نے علل و معلول کا سلسلہ ایجاد کیا۔ کہ اس قلم کو اس جگہ پر رکھا جائے اور اسکے خلاف

ممکن نہیں۔ یہی تقدیر ہے۔

پس اس نے یقین کیا اور ہمیشہ بوقت فرصت مجھے ملتا رہا۔ اس سے خدا کے اس قول کا معنی بھی ظاہر ہو گیا۔

قل لو کنتم فی بیوتکم لبرز الذین کتب علیہم القتال، ولیبتلی اللہ یعنی کیا تم اپنے لئے واجب سمجھتے ہو یا نہیں ولیمحص تمہیں تمہاری غلطیوں پر انذار کرتا ہے تاکہ تم صفائی کر سکو واللہ علیم خلاصہ کلام یہ ہے کہ اللہ تعالے شریعت کے طلبدیوں کا ازالہ شبہ کر رہا ہے۔ یعنی جو شبہ انہیں جہاد سے مانع ہے اس کا ازالہ کر رہا ہے۔

اس طرح یہ شبہ پوری طرح زائل ہو گیا۔

إِنَّ الَّذِينَ تَوَلَّوْا مِنكُمْ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعَانِ إِنَّمَا اسْتَزَلَّهُمُ

جو لوگ تم میں سے ہٹ گئے جس دن لڑیں دو فوجیں سو اُن کو بہکا دیا

الشَّيْطَانُ بِبَعْضِ مَا كَسَبُوا وَلَقَدْ عَفَا اللَّهُ عَنْهُمْ إِنَّ اللَّهَ

شیطان نے ان کے گناہوں کی شامت سے اور ان کو بخش چکا اللہ اللہ بخشنے

غَفُورٌ حَلِيمٌ ﴿١٥٥﴾ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ كَفَرُوا

والا ہے تحمل کرنے والا اے ایمان والو تم نہ ہو ان کی طرح جو کافر ہوئے

وَقَالُوا لِإِخْوَانِهِمْ إِذَا ضَرَبُوا فِي الْأَرْضِ أَوْ كَانُوا غُزًّى لَّوْ

اور کہتے ہیں اپنے بھائیوں کو جب وہ سفر کو نکلیں ملک میں یا ہوں جہاد میں اگر

كَانُوا عِندَنَا مَا مَاتُوا وَمَا قُتِلُوا لِيَجْعَلَ اللَّهُ ذَٰلِكَ حَسْرَةً

رہتے ہمارے پاس تو نہ مرتے اور نہ مارے جاتے تاکہ اللہ ڈالے اس گمان سے افسوس ان کے

فِي قُلُوبِهِمْ وَاللَّهُ يُحْيِي وَيُمِيتُ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ﴿١٥٦﴾

دلوں میں اور اللہ ہی جلاتا ہے اور مارتا ہے اور اللہ تمہارے سب کام دیکھتا ہے

وَلَئِن قُتِلْتُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَوْ مُتُّمْ لَمَغْفِرَةٌ مِّنَ اللَّهِ وَرَحْمَةٌ

اور اگر تم مارے گئے اللہ کی راہ میں یا مر گئے تو بخشش اللہ کی اور مہربانی اسکی

خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُونَ ﴿١٥٧﴾ وَلَئِن مُّتُّمْ أَوْ قُتِلْتُمْ لَإِلَى اللَّهِ

بہتر ہے اس چیز سے جو وہ جمع کرتے ہیں اور اگر تم مر گئے یا مارے گئے تو البتہ اللہ ہی کے آگے

تُحْشَرُونَ ﴿١٥٨﴾ فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا

اکٹھے ہوگے تم سب سو کچھ اللہ ہی کی رحمت ہے جو تو نرم دل مل گیا انکو اور اگر تو ہوتا تند خو

غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ

سخت دل تو متفرق ہوجاتے تیرے پاس سے سو تو ان کو معاف کر اور ان کے واسطے بخشش مانگ

وَشَاوِرْهُمْ فِي الْاَمْرِ فَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ اِنَّ

اور ان سے مشورہ لے کام میں پھر جب قصد کرچکا تو اس کام کا تو پھر بھروسہ کر اللہ پر

اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِيْنَ ﴿١٥٩﴾ اِنْ يَّنْصُرْكُمُ اللّٰهُ فَلَا غَالِبَ لَكُمْ

اللہ کو محبت ہے توکل والوں سے اگر اللہ تمہاری مدد کرے گا تو کوئی تم پر غالب نہ ہوسکے گا

وَاِنْ يَّخْذُلْكُمْ فَمَنْ ذَا الَّذِيْ يَنْصُرُكُمْ مِّنْ بَعْدِهٖ وَعَلَى

اور اگر مدد نہ کرے تمہاری تو پھر ایسا کون ہے جو مدد کرسکے تمہاری اس کے بعد اور اللہ

اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ﴿١٦٠﴾ وَمَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّغُلَّ

ہی پر بھروسہ چاہیئے مسلمانوں کو اور نبی کا کام نہیں کہ کچھ چھپا رکھے

وَمَنْ يَّغْلُلْ يَاْتِ بِمَا غَلَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۚ ثُمَّ تُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ

اور جو کوئی چھپاوے گا وہ لائے گا اپنی چھپائی چیز دن قیامت کے پھر پورا پاوے گا ہر کوئی

مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿١٦١﴾ اَفَمَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَ اللّٰهِ

جو اس نے کمایا اور ان پر ظلم نہ ہوگا کیا ایک شخص جو تابع ہے اللہ کی مرضی کا برابر ہو

كَمَنْ بَآءَ بِسَخَطٍ مِّنَ اللّٰهِ وَمَاْوٰىهُ جَهَنَّمُ ۚ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ﴿١٦٢﴾

سکتا ہے اس کے جس نے کمایا غصہ اللہ کا اور اس کا ٹھکانا دوزخ ہے اور کیا ہی بری جگہ پہنچا

هُمْ دَرَجٰتٌ عِنْدَ اللّٰهِ ۗ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌ ۢ بِمَا يَعْمَلُوْنَ ﴿١٦٣﴾

لوگوں کے مختلف درجے ہیں اللہ کے ہاں اور اللہ دیکھتا ہے جو کچھ کرتے ہیں

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ

اللہ نے احسان کیا ایمان والوں پر جو بھیجا ان میں رسول انہی

مِنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ

میں کا پڑھتا ہے ان پر آیتیں اسکی اور پاک کرتا ہے ان کو یعنی شرک وغیرہ سے اور سکھلاتا ہے

الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ۚ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۱۶۴﴾

انکو کتاب اور کام کی بات اور وہ تو پہلے سے صریح گمراہی میں تھے

مسئلہ بعض وہ لوگ جو یوم اُحد میں فرار کر گئے تھے۔ ان کے گذشتہ اعمال صالحہ اس غلطی سے زیادہ وزنی تھے۔ لیکن چونکہ وہ منافقین کی صحبت میں آگئے تھے۔ اور منافقین نے شبہ اندازی سے انہیں متأثر کر دیا تھا۔ اس لئے غلطی کر بیٹھے۔ اس لئے ان کی سابقہ قربانیوں کو مدنظر رکھتے ہوئے یہ غلطی معاف کی جاتی ہے۔ مثلاً حضرت عثمانؓ مہاجرین حبشہ میں سے ہیں۔ ان کی سابقہ اسلامی قربانیاں بہت ہیں۔ اس غلطی کے مرتکب ہوئے مگر معاف کی جاتی ہے۔ یہی اشارہ ۱۵۵ ان الذین تولوا میں ہے۔

حاصل مسئلہ یہ ہے کہ یہ غلطی آئندہ استمرار جہاد سے مانع نہ ہو یہ حکمت اخلاق میں ثابت ہے اور ہیئت والے اسے تسلیم کرتے ہیں کہ تباعد موت کے اسباب تلاش کرنا جہاد سے مانع ہوتا ہے۔

لہٰذا انسان کو چاہیئے کہ یہ خیال دل سے نکال دے اور یقین کرے کہ موت وقت سے پہلے نہیں آسکتی، بلکہ موت سے فرار کی راہ ڈھونڈھنا تمہیں ہلاک کرے گی۔ اور موت مؤخر نہ ہوگی خواہ وہ قتال میں آئے یا فرار کرے یا گھر میں بیٹھے۔ اگر موت کا وقت ہی نہیں ہوا تو قتال میں بھی نہ آئے گی۔

پس اعمال جب مختلف وجوہ کے ہیں تو انسان کو چاہیئے کہ وہ زندگی کی غالب مصلحتوں کو دیکھے جو عمل اکثر حالات میں موافق ہے وہ قبول کرے اور جو مخالف ہو رد کرے اگرچہ وہ ہزار مصلحتوں سے مرکب ہو۔ تو مومن کی غالب مصلحت اس وقت یہ ہے کہ مسلمانوں کا غلبہ ہو تو جو اُسے اسکی زندگی کے مقاصد سے روکے اس پر التفات ہرگز نہ کرے۔ اگرچہ دوسرے لوگوں کے لئے یہی مصلحت ہو۔

اسکی طرف اشارہ ۱۵۶ میں ہے یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَکُوْنُوْا الخ نیز ۱۵۷، ۱۵۸ میں وَلَئِنْ قُتِلْتُمْ ..... یجمعون کہ موت تمہارا مقصود ہے تحشرون کہ موت تمہارا کوئی نقصان نہیں کرسکتی

(فصل رابع ختم ہوئی)

الفصل الخامس

جب انسان جہاد پر عزم مصمم کرلے تو پھر ڈٹ جائے ۔ تو اسے رسول اللہ کی قدر معلوم ہوگی ۔ نیز اُسے یہ معلوم ہوگا کہ اس راہ پر چلنا بغیر صحبت نبوی کے ممکن نہیں اس کا اشارہ ۱۵۹ میں ہے فَبِمَا رَحْمَةٍ الخ کہ شکست کے بعد استمرار علی الجہاد بغیر تدبیر و تعلیم نبی کے ممکن نہ تھا ۔ اس لئے اللہ کی رحمت قلب نبی میں ظاہر ہوئی اور اس نے ان سے نرمی کا معاملہ کیا ۔ ولو کنت فظاً حالات کی رعایت صاحب توفیق کرتے ہیں ۔ پس تھوڑی سی غلطی سے بھی جماعت کو نقصان پہنچتا ہے ۔ لہٰذا اللہ نے نبی کو حکم دیا فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ اس وقت یہ عفو جبلت کا تقاضا ہے وَشَاوِرْهُمْ یہ امر کا صیغہ ہے جو کہ فرضیت کے لئے آیا ہے جو لوگ اس امر کو استحباب و تالیف پر محمول کرتے ہیں ۔ وہ حقیقت امر تک نہیں پہنچتے کیوں کہ وہ اجتماعیات سے واقف نہیں اور نفوس کاملین کی توجہ سے واقف نہیں کیا ہی اچھا کیا ہے ایک کامل فن نے کہ جو معارفت میں مشورہ کرے گا وہ مشورہ میں اشتراک نہیں کرے گا غلطی کی بنیاد یہ ہے ۔ کہ لوگ اجتماعی نہیں ہیں اور وہ تصور کرتے ہیں کہ نبی بھی اجتماعی نہیں تھا ۔ اور وہ اس نبوت کو علی غیر الحکمۃ سمجھتے ہیں ۔ جس کا تقاضا آغاز پیدائش سے انسانیت کرتی ہے ۔ بلکہ امر کو وہ فقط صدقہ تک محدود سمجھتے ہیں اور اس مطلب کو لغو باتوں سے مخفی کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے نبی کی طاقت سے یہ کیا یعنی اللہ حکم نبی کے تابع ہے جیسے عاشق معشوق کی خواہش کی رعایت ڈھونڈھتا ہے ۔ ان کے کلام کا خلاصہ یہی ہوتا ہے ۔ یہ فہم نبوت سے بہت دور ہیں اور جو کچھ ہم نے حکمت ولی اللہی سے سمجھا ہے وہ یہ ہے کہ امر بالمشاورۃ اس لئے کہ لوگوں کو نبی کے بعد بھی اقامت امر کی طاقت ہو انہیں یہ تربیت دی جارہی ہے ۔ اور وہ نبی کے بعد بھی یہ سمجھیں کہ گویا نبی ہم میں موجود ہے ۔ یہ تربیت بغیر اشتراک تام کے ممکن نہیں ۔ میرے شیخ نے مجھے تربیت دی ہے ۔ وہ جن باتوں کو جانتا تھا میرے سامنے اس طرح ظاہر کرتا تھا گویا وہ جانتا نہیں ۔ اس طرح سے مجھے ان باتوں کے غور و خوض کا ملکہ نصیب ہوگیا ۔ وہ مجھے میرے علم و قوت پر معتمد دیکھتا تھا ۔ جب میں بیان کرتا تو وہ تصدیق کرتا تھا ۔ کیا یہ ممکن ہے کہ بطریق تالیف مصارفت سے حاصل ہو ۔ ہمیں معلوم ہے کہ ایسے مفسرین کو حکمۃ شرعیہ ذرا بھی معلوم نہیں ۔ اور ہم ان الفاظ کو اس جرأت سے نہ کہتے ۔ اگر ہم ابو بکر رازی کی کتاب احکام نہ دیکھتے ۔ ہم جانتے ہیں کہ ہمارے فقہاء و محققین اس مسئلہ کو اسی طرح سمجھتے تھے جیسے کہ آج ہم سمجھتے ہیں فاذا عزمت فتوکل الخ یعنی قانون اجتماعیت کے مطابق جب صحیح عمل کرے تو نتیجہ تیرے ذمہ نہیں جس چیز کا

حکمت تم سے ارادہ ہی نہیں کرتی اس کا گناہ بھی تم پر نہیں، جب تم اتباع حق کرتے ہو تو رعایت بھی تمہارے ساتھ لازمی ہے وضاحت آگے ہے۔ ان ینصرکم اللہ کسی مومن کے لئے روا نہیں کہ نبی کو اس کے درجہ سے کم خیال کرے آپنے فرمایا ہے انما بُعثتُ معلماً اگر کوئی یہ کہے کہ یہ کام اس نے ہماری تعلیم کے لئے کیا تو یہ حکمت و حق ہے مگر اگر کوئی یہ کہے کہ مطلب حاصل کرنا چاہتا ہے جیسا کہ بادشاہ کرتے ہیں تو یہ باطل ہے اس بات کی نسبت نبی کی طرف نہیں کی جاسکتی۔ یہ مسئلہ تقسیم اموال کا ہے اگر کوئی یہ کہے کہ نبی نے اسے عطیہ دیا کہ وہ مومنین کو نفع پہنچائے اور عطیہ سے زیادہ اسے علم دیا تو یہ امر جائز ہے۔ لیکن جو یہ کہے کہ اقارب کو مال دیا تاکہ وہ نبی کے گھر لے آئے تو یہ بات نبی کی طرف منسوب نہیں ہوسکتی۔ اس بات کی تنبیہ مَا کَانَ لِنَبِیٍّ اَنْ یَّغُلَّ ۱۶۱ میں ہے۔ اَفَمَنِ اتَّبَعَ...... وبئس المصیر ۱۶۲ میں نبی جیسے علم دیتا ہے ویسے ہی مال بھی دیتا ہے۔ ہُمْ دَرَجٰتٌ عِنْدَ اللہِ مومنین کے جب معرفت مختلف درجات ہیں جتنی معرفت بالنبی ہوتی ہے اتنا ہی درجہ ہوتا ہے۔ اور نبی کو پورے طور سے سمجھنا یہ ہی ہے کہ وہ مہربان نیک استاذ ہے انسان جس چیز کا مقتضیٰ و محتاج ہے اس کی وہ تعلیم دیتا ہے۔ خدا کی طرف سے نبی احسان ہے۔ اس کی طرف اشارہ لقد من اللہ میں ہے۔ فصل خامس ختم شد۔

فصل سادس من الفصل السادس

اَوَلَمَّآ اَصَابَتْكُمْ مُّصِیْبَةٌ قَدْ اَصَبْتُمْ مِّثْلَیْهَا ۙ قُلْتُمْ اَنّٰى هٰذَا ؕ

کیا جس وقت پہنچی تم کو ایک تکلیف کہ تم پہنچا چکے ہو اس سے دو چند تو کہتے ہو یہ کہاں سے آئی

قُلْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اَنْفُسِكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ﴿۱۶۵﴾

تو کہہ دے یہ تکلیف تم کو پہنچی تمہاری ہی طرف سے بیشک اللہ ہر چیز پر قادر ہے

وَمَآ اَصَابَكُمْ یَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعٰنِ فَبِاِذْنِ اللّٰهِ وَلِیَعْلَمَ الْمُؤْمِنِیْنَ

اور جو کچھ تم کو پیش آیا اس دن کہ ملیں دو فوجیں سو اللہ کے حکم سے اور اس واسطے کہ معلوم کرے

وَلِیَعْلَمَ الَّذِیْنَ نَافَقُوْا ۖۚ وَقِیْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا قَاتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ

ایمان والوں کو اور تاکہ معلوم کرے ان کو جو منافق تھے۔ اور کہا گیا ان کو کہ آؤ لڑو اللہ کی راہ میں

أَوِ ادْفَعُوْا قَالُوْا لَوْ نَعْلَمُ قِتَالًا لَّاتَّبَعْنٰكُمْ هُمْ لِلْكُفْرِ يَوْمَئِذٍ

یا دفع کرو دشمن کو بولے اگر ہم کو معلوم ہو لڑائی تو البتہ تمہارے ساتھ رہیں وہ لوگ اس دن کفر کے

أَقْرَبُ مِنْهُمْ لِلْإِيْمَانِ يَقُوْلُوْنَ بِأَفْوَاهِهِمْ مَّا لَيْسَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ

قریب ہیں بہ نسبت ایمان کے کہتے ہیں اپنے منہ سے جو نہیں ان کے دل میں

وَاللّٰهُ أَعْلَمُ بِمَا يَكْتُمُوْنَ ﴿۱۶۶﴾ الَّذِيْنَ قَالُوْا لِإِخْوَانِهِمْ وَقَعَدُوْا

اور اللہ خوب جانتا ہے جو کچھ چھپاتے ہیں وہ لوگ ہیں جو کہتے ہیں اپنے بھائیوں کو اور آپ بیٹھ

لَوْ أَطَاعُوْنَا مَا قُتِلُوْا قُلْ فَادْرَءُوْا عَنْ أَنْفُسِكُمُ الْمَوْتَ إِنْ

رہے ہیں اگر وہ ہماری بات مانتے تو مارے نہ جاتے تو کہہ دے اب ہٹا دیجیو اپنے اوپر سے موت کو اگر

كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۱۶۷﴾ وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ

تم سچے ہو اور تو نہ سمجھ ان لوگوں کو جو مارے گئے اللہ کی راہ میں

أَمْوَاتًا بَلْ أَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ ﴿۱۶۸﴾ فَرِحِيْنَ بِمَا

مُردے بلکہ وہ زندہ ہیں اپنے رب کے پاس کھاتے پیتے خوشی کرتے ہیں اس پر جو

اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ وَيَسْتَبْشِرُوْنَ بِالَّذِيْنَ لَمْ يَلْحَقُوْا

دیا ان کو اللہ نے اپنے فضل سے اور خوش وقت ہوتے ہیں ان کی طرف سے جو ابھی تک نہیں پہنچے

بِهِمْ مِّنْ خَلْفِهِمْ أَلَّا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۱۶۹﴾

ان کے پاس ان کے پیچھے سے اس واسطے کہ نہ ڈر ہے ان پر اور نہ ان کو غم

يَسْتَبْشِرُوْنَ بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَفَضْلٍ وَّأَنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ أَجْرَ

خوش وقت ہوتے ہیں اللہ کی نعمت اور فضل سے اور اس بات سے کہ اللہ ضائع نہیں کرتا

الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۷۰﴾ الَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ مِنْ بَعْدِ مَا

مزدوری ایمان والوں کی جن لوگوں نے حکم مانا اللہ کا اور رسول کا بعد اس کے کہ

أَصَابَهُمُ الْقَرْحُ لِلَّذِيْنَ أَحْسَنُوْا مِنْهُمْ وَاتَّقَوْا أَجْرٌ

پہنچ چکے تھے ان کو زخم جو ان میں نیک ہیں اور پرہیزگار ان کو ثواب

عَظِيمٌ ﴿۱۷۱﴾ اَلَّذِينَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ إِنَّ النَّاسَ قَدْ

بڑا ہے — جن کو کہا لوگوں نے کہ مکہ والے — آدمیوں نے جمع کیا ہے

جَمَعُوا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ إِيمَانًا ۖ وَقَالُوا حَسْبُنَا

سامان تمہارے مقابلہ کو — سو تم ان سے ڈرو تو اور زیادہ ہوا ان کا ایمان اور بولے کافی ہے ہم کو

اللَّهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ ﴿۱۷۳﴾ فَانْقَلَبُوا بِنِعْمَةٍ مِنَ اللَّهِ وَفَضْلٍ

اللہ اور کیا خوب کارساز ہے — پھر چلے آئے مسلمان — اللہ کے احسان اور فضل کے ساتھ

لَمْ يَمْسَسْهُمْ سُوءٌ وَاتَّبَعُوا رِضْوَانَ اللَّهِ ۗ وَاللَّهُ ذُو فَضْلٍ

کچھ نہ پہنچی ان کو برائی — اور تابع ہوئے اللہ کی مرضی کے — اور اللہ کا فضل کے ساتھ

عَظِيمٍ ﴿۱۷۴﴾ إِنَّمَا ذَٰلِكُمُ الشَّيْطَانُ يُخَوِّفُ أَوْلِيَاءَهُ فَلَا تَخَافُوهُمْ

بڑا ہے — یہ جو ہے سو شیطان ہے کہ ڈراتا ہے اپنے دوستوں سے سو تم ان سے مت ڈرو

وَخَافُونِ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ ﴿۱۷۵﴾

اور مجھ سے ڈرو اگر ایمان رکھتے ہو

مومنوں سے غلطیاں یا تو سوء فہم یا قصور عمل یا نقصان فی الرفقا کی وجہ سے ہوتی ہیں۔ یہ تمام جائز اور ممکن ہیں۔ مگر ان کی اصلاح ضرور چاہیئے لیکن ان باتوں میں سے کسی کو نبی کی طرف منسوب کرنا جائز نہیں۔ لَمَّا أَصَابَتْكُمْ میں یہی اشارہ ہے۔ مسلمانوں نے بدر میں قیدیوں کو پکڑا اور قتل کیا پھر مشرکین اُحد میں بڑھ گئے پس مجموعی نظر سے مسلمان کامیاب ہیں کیوں کہ مشرکین کسی مسلمان کو اسیر نہیں بنا سکے۔ تو مسلمانوں کا معاملہ نبی کی طرف رجوع کرتا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ مسلمان باعتبار مجموعی کامیاب ہیں۔ اور تدبیر امیر کی خامی کلیات کے لحاظ سے شمار کی جاتی ہے۔ جزئیات میں شمار نہیں کی جاتی۔ لہذا جزئی نقصان کا واقع ہونے سے امام کے کمال تدبیر میں مؤثر نہیں ہوتا۔ لیکن تم یہ مسؤلیت بھی نبی کی طرف منسوب کرتے ہو۔ اس کی طرف اشارہ ہے وَقُلْتُمْ أَنَّىٰ هَٰذَا یہ بات نبی کی طرف منسوب کی جا سکتی ہے۔ قُلْ هُوَ الخ اور جملہ قُلْ هُوَ الخ کی تفسیر بعد کی دو آیتوں میں ہے ۱۶۷، ۱۶۸ میں اس مسئلہ کا خلاصہ یہ ہے کہ جزئی نقصان مخصوص اسباب کی طرف رجوع کرتا ہے۔ اور امام امیر صرف امور کلیہ کا ذمہ دار ہوتا ہے۔ اس سے یہ فرق معلوم ہو گیا کہ کن باتوں کو نبی کی طرف منسوب

کیا جاسکتا ہے اور کن باتوں کو نہیں۔ وَمَا اَصَابَکُمْ ...... اِنْ کُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ جو نسبت نبی کی طرف کی جارہی ہے یہ نقصان جزئی ہے اور منافقین کی جانب سے ہوتی ہے۔ بعض مومنوں کو حقیقت امر معلوم نہ تھی انہوں نے منافقوں کی اتباع کی۔ پس یہ شبہ مومنوں سے دلوں سے زائل کر دیا گیا۔ کہ جب انہیں کہا گیا۔ آؤ قتال کرو تو انہوں نے امر نبی کی مخالفت کی۔ پس یہ نقصان اس مخالفت کی وجہ سے ہوا اس لئے کسی کے لئے روا نہیں کہ وہ منافق کی اطاعت کرے۔ اس نقصان سے بھی فوائد معلوم ہوئے۔ یعنی تجربہ ہوا اور مومنوں کے درجات میں امتیاز معلوم ہوگیا

فصل سادس ختم شد

فصل سابع من فصل السادس

۱۶۹، ۱۷۹ مسلمانوں کا کوئی نقصان نہیں ہوا جو جماعت مرگئی وہ شہید ہیں آخرت کے درجات میں فائز ہیں وہ مردہ نہیں بلکہ زندہ ہیں اس کی طرف اشارہ ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱ میں ہے وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ جماعت کو جو تکلیف و شکست حاصل ہوئی۔ اس میں بھی مسلمانوں کے لئے نفع ہے، کہ وہ کفار کا پیچھا کریں گے۔ زیادہ جوش میں آئیں گے۔ یہ ایسی منزل ہے کہ شکست کے بعد انسان کو یہ ہمت نہیں ہوتی کہ وہ آپس میں جمع ہوں اور اجتماع کریں۔ یہ مسلمانوں کے صحیح نظام کی پہلی دلیل ہے۔ پھر اس اجتماع کے بعد قائم ہوگئے ڈٹ گئے۔ حالاں کہ ان پر زخم ہیں۔ مصائب ہیں اور غالبوں سے بدلہ لینے کے لئے تل گئے ہیں۔ کیا اس کے بعد بھی قریش کی فتح ہے اس نعمت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے ۱۲۸ تا ۱۸۵ الَّذِیْنَ اسْتَجَابُوْا الخ واقعہ مشہور ہے کہ تھوڑا سا نقصان حاصل ہوا۔ منافقوں کی جماعت جدا ہوگئی اور لوٹ گئی۔ لیکن یہ بھی مسلمانوں کے لئے نافع ہے۔ جیسے کہ اشارہ ہے ۱۷۶ میں

وَلَا یَحْزُنْكَ الَّذِیْنَ یُسَارِعُوْنَ فِی الْكُفْرِ اِنَّهُمْ لَنْ یَّضُرُّوا اللّٰهَ شَیْـًٔا ؕ

اور غم میں نہ ڈالیں تجھ کو وہ لوگ جو دوڑتے ہیں کفر کی طرف وہ نہ بگاڑیں گے اللہ کا کچھ

یُرِیْدُ اللّٰهُ اَلَّا یَجْعَلَ لَهُمْ حَظًّا فِی الْاٰخِرَةِ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ

اللہ چاہتا ہے کہ ان کو فائدہ نہ دے آخرت میں اور ان کے لئے عذاب ہے

عَظِیْمٌ ﴿۱۷۶﴾ اِنَّ الَّذِیْنَ اشْتَرَوُا الْكُفْرَ بِالْاِیْمَانِ لَنْ یَّضُرُّوا اللّٰهَ

بڑا جنہوں نے مول لیا کفر کو ایمان کے بدلے وہ نہ بگاڑیں گے اللہ کا

شَیْـًٔا ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ﴿۱۷۷﴾ وَلَا یَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْٓا اَنَّمَا نُمْلِیْ

کچھ اور ان کے لئے عذاب ہے دردناک اور یہ نہ سمجھیں کافر کہ ہم جو مہلت دیتے ہیں

لَهُمْ خَيْرٌ لِّاَنْفُسِهِمْ ۭ اِنَّمَا نُمْلِيْ لَهُمْ لِيَزْدَادُوْٓا اِثْمًا ۚ وَلَهُمْ

ان کو کچھ بھلا ہے ان کے حق میں ہم تو مہلت دیتے ہیں ان کو تاکہ ترقی کریں وہ گناہ میں اور ان کے لئے

عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ﴿۱۷۸﴾ مَا كَانَ اللّٰهُ لِيَذَرَ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلٰي مَآ

عذاب ہے خوار کرنے والا اللہ وہ نہیں کہ چھوڑ دے مسلمانوں کو اس حالت پر جس پر

اَنْتُمْ عَلَيْهِ حَتّٰى يَمِيْزَ الْخَبِيْثَ مِنَ الطَّيِّبِ ۭ وَمَا كَانَ اللّٰهُ

تم ہو جب تک جدا نہ کردے ناپاک کو پاک سے اور اللہ نہیں ہے کہ تم کو

لِيُطْلِعَكُمْ عَلَي الْغَيْبِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِيْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ

خبر دے غیب کی لیکن اللہ چھانٹ لیتا ہے اپنے رسولوں میں جس کو

يَّشَاۗءُ ۠ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ ۚ وَاِنْ تُؤْمِنُوْا وَتَتَّقُوْا فَلَكُمْ

چاہے سو تم یقین لاؤ اللہ پر اور اس کے رسولوں پر اور اگر تم یقین پر رہو اور پرہیزگاری پر تو تم کو

اَجْرٌ عَظِيْمٌ ﴿۱۷۹﴾

بڑا ثواب ہے۔

وَلَا يَحْزُنْكَ الخ اگرچہ منافقوں کے حال کا بیان ہے۔ مگر مؤمنوں کے لئے یہ بیان بھی نافع ہے جب کہ اس سے پہلے اُحد کے منافع حاصل ہو چکے ہیں اور ثابت ہو گیا ہے کہ ان کی تعلیم و تربیت صحیح ہے۔ نتیجہ یہ ہے کہ وہ نبی کی اتباع کرتے ہیں اگرچہ وہ انجام نہیں جانتے۔ کیونکہ نبی بھی اپنی ذات کے لئے عمل نہیں کرتا اسے بھی خدا حکم دیتا ہے، اور وہ اللہ کی وحی اور حکمت کا امین ہے اللہ کی حکمت بعض دفعہ اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ مستقبل پر تمہیں اطلاع نہ دے۔ پس لازم ہے کہ تم نبی کی اتباع کرو خواہ انجام کار نہ جانتے ہو۔ اس کا ذکر آخر آیۃ میں کیا گیا ہے وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ یعنی اس میں بھی تمہارا نقصان تھا۔ یعنی افشا میں بھی نقصان تھا کہ اس طرح دشمن کو حکمت عمل معلوم ہو جاتی اور وہ اس حکمت کی رد کی کوشش کرتا اور تمہیں ضرر پہنچتا البتہ نبی یا خواص اصحاب کا اس مستقبل پر مطلع ہونا مضر نہیں اس لیے اللہ ان کو اطلاع دیتا ہے وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِيْ الخ اگرچہ نبی ایک ہے

لیکن اس کے خواص اصحاب جو سابقین اولین مہاجرین و انصار تمام کے تمام اس کی حکمت نبوت میں شریک ہیں کے حکم میں ہیں۔ قرآن کریم پر نبی کی جماعت اور اس کے خواص اصحاب عامل ہیں۔ جو مہاجرین اور انصار میں سے سابقین ہیں۔ فَآمِنُوا بِاللّٰہِ، رسلہ سے مراد نبی اور وہ جماعت مرکزیہ ہے جو اس کے بعد قائم مقام ہے۔ وَاِنْ تُؤْمِنُوا وَتَتَّقُوا سے فَلَکُمْ اَجْرٌ عَظِیْمٌ تک یعنی خلافت دنیا میں حاصل ہوگی اور جنت آخرت میں اور اس کے بعد خطیرۃ القدس میں تمکن نصیب ہوگا۔

(۱۲۰) اس پر فصل خامس ختم ہوئی۔ یہ اس بات کی تنصیص ہے کہ اہل کتاب سے جدا رہنا چاہیے کیونکہ وہ حزب مشرکین میں مشرک ہیں اور مومنوں کے خلاف ہیں۔

فصل سادس

۱۲۱ سے پھر ۱۷۹ تک ارتقار کی یقین ہے اور اجتماع سے نقائص کو دور کرنا ہے بنا بر تبصرہ غزوہ اُحد کہ اس میں جو غلطیاں واقع ہوئیں۔

الفصل السّابع

۱۸۰ سے ۱۸۸ تک باب پنجم میں اس بات کی تنصیص تھی کہ اہل کتاب سے قطع تعلقات کرنے چاہئیں، اہل کتاب سے مراد یہود تھے۔ اگرچہ اس سورت میں بحث نصاریٰ کے ساتھ ہے کیونکہ نصاریٰ کی حکومت میں امامت دینیہ یہود سے سلب نہیں ہوتی تھی۔ اور ملت مسیحیہ میں امامت نہیں آئی تھی۔ پس جو عادات یہود میں جڑ پکڑ چکی تھیں ان سے اجتناب کرنا ضروری ہے۔ اس لئے اہل کتاب سے میل جول کی ممانعت کی گئی۔ یہ فصل خامس کے متعلق ہے فصل سابع میں یہود کے فساد کی بنیاد بیان کی گئی ہے۔ حکومت یہود سے سلب کرلی گئی اور نصاریٰ دنیا میں تورات کے نام سے حکومت کرتے ہیں۔ حالانکہ وہ اصلاح مسیح بھی قبول کر چکے ہیں۔ لیکن یہود تو نصاریٰ کا حکم تسلیم نہیں کرتے اور تحصیل حکومت کی کوشش کر رہے ہیں اور وہ باوجود اپنی سستی در ترقی کے اپنے انکار پر منجمد ہیں۔ یہ وہ مرض ہے جس کے متعلق فصل سابع میں تنبیہ کی جائے گی۔ حکمار اسلام نے حکمت الٰہیہ کے متعلق انتہائی ممکن حد تک بحث کی ہے اور ریاضیات میں بھی مشغول ہوئے۔ مگر الٰہیات سے کم اور طبیعات میں ریاضیات سے بھی کم مشغول ہوئے۔ طبعیات میں فن طب کے ذریعہ اکثر مشتغل ہوئے اور کیمسٹری میں اس سے کم مشتغل ہوئے۔ لیکن حکمت عملیہ ان کی آخری بحث ہے۔ اخلاق میں الٰہیات کے ضمن میں مشغول ہوئے

اور تصوف میں ان کی بلند پایہ تصانیف ہیں۔ لیکن اخلاق من حیث الاجتماعیۃ میں ان کا خط یعنی حصہ بہت ہی تھوڑا ہے۔ اور جو اصول اجتماعیات کے لئے اسلام کے بعد یورپ کی ترقی میں منقح کئے گئے۔ اس کی طرف ایک یا دو آدمی متوجہ ہوئے۔ پس ان اصول سے ایک امپریلیزم ہے اس کے مفاسد پر اور اس کے احتیاج بغرض تحصیل فوائد پر امام ولی اللہ نے حجۃ اللہ البالغہ میں متنبہ کیا ہے۔ ان میں ایک سرمایہ داری بھی ہے جو امپریلیزم کا مقدمہ ہے اس پر بھی امپریلیزم کی طرح امام صاحب نے متنبہ کیا ہے۔ ہمارے زمانہ میں انسانیت کے دماغ میں ان دو اصلوں کی مرکزیت جم چکی ہے۔ تمام انقلابات اس کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ ہم دیکھتے ہیں کہ یہ اصول بھی قرآن کی تعلیمات میں مضمر ہیں۔ اس لئے کہ یہ اصول اجتماعیت انسانیت کی بنیاد ہیں۔ امام ولی اللہ نے ذکر کیا ہے کہ اسلام اجتماعیۃ عالمیہ میں ان دونوں اصولوں کو منہدم کرنے کی ٹھانتا ہے۔

اس فصل سابع میں فقط سرمایہ داری پر تنبیہ ہے۔ جو کہ یہود کے پاس امپریلیزم کے بعد باقی رہ گئی تھی یعنی اصول اجتماعیۃ سرمایہ دارانہ بادشاہانہ اور جس فصل کا بیان ہم آخر میں لائے اس میں شکست مسلمین در احد کا ذکر ہے۔ ان کی غلطیوں پر تنبیہات ہیں تاکہ وہ دوبارہ غلطیاں نہ کریں۔ وہ نصاری حکام پر جب ہی غالب آئیں گے جب وہ اپنے نقائص دور کریں گے۔ جو کہ ان سے احد میں واقع ہوئیں۔ کیوں کہ کامیاب اور فتح مند نہ ہونے کی صورت میں وہ سرمایہ داری کی طرف میلان کرنا چاہتے ہیں۔ اور تمام عیوب جو فصل سابع میں ہیں ان کا مدار و محور سرمایہ داری سے روکنے پر ہے۔ یہی فصل سابع کا مقصد ہے۔ **تنبیہ** ہم افسوس سے یہ کہنے پر مجبور ہیں کہ مفسرین نے اخلاق انسانی کی اس خرابی پر توجہ نہیں کی۔ انہوں نے چند مباحث قرآنیہ قائم کئے۔ حالانکہ یہ بحث تمام مباحث میں اہم ہے اور قرآن میں بار بار یہ بحث آتی ہے۔ اور مختلف انداز سے آئی ہے۔ ہماری مراد اس سے ذکر اللہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں بہت مقامات پر اس بحث کا ذکر کیا ہے۔ اور اجتماعی انسان مفسرین کی ان مباحث پر کما حقہ التفات نہیں کرتے۔ ذکر اللہ کی مباحث پر التفات سے کام نہیں لیا جاتا بلکہ وہ خیال کرتے ہیں کہ یہ رہبانیت کی دعوت ہے۔ حالانکہ قرآن رہبانیت کی صراحۃ نفی کر رہا ہے۔ یہ سب کچھ بدفہمی کا نتیجہ ہے۔ یہ بات اس طرح پیدا ہوئی کہ انہوں نے اخلاق کے قاعدہ عظیمہ کو متحقق

نہیں دیکھا۔ وہ بیماری سرمایہ داری ہے جس کا علاج سوائے انہماک ذکراللہ کے اور کوئی نہیں۔ ذکراللہ سرمایہ داری کی مرض کی دوا ہے۔ اگر مفسرین اس حکمت پر خبردار ہو جاتے تو ان ضروری قرآنی مباحث کو مہمل نہ چھوڑتے۔ تنبیہ ختم شد۔

وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ بِمَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ

اور نہ خیال کریں وہ لوگ جو بخل کرتے ہیں اس چیز پر جو اللہ نے ان کو دی اپنے فضل سے

هُوَ خَيْرًا لَّهُمْ ۭ بَلْ هُوَ شَرٌّ لَّهُمْ ۭ سَيُطَوَّقُوْنَ مَا بَخِلُوْا بِهٖ

کہ یہ بخل بہتر ہے ان کے حق میں بلکہ یہ بہت برا ہے ان کے حق میں طوق بنا کر ڈالا جائے گا ان کے گلوں میں وہ مال

يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ وَلِلّٰهِ مِيْرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ وَاللّٰهُ بِمَا

جس میں بخل کیا تھا قیامت کے دن اور اللہ وارث ہے آسمان اور زمین کا اور اللہ جو

تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ﴿۱۸۰﴾ لَقَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ

کرتے ہو سو جانتا ہے بیشک اللہ نے سنی ان کی بات جنہوں نے کہا کہ اللہ

فَقِيْرٌ وَّنَحْنُ اَغْنِيَاۗءُ ۘ سَنَكْتُبُ مَا قَالُوْا وَقَتْلَھُمُ الْاَنْۢبِيَاۗءَ

فقیر ہے اور ہم مال دار اب لکھ رکھیں گے ہم ان کی بات اور جو خون کیے ہیں انہوں نے

بِغَيْرِ حَقٍّ ۙ وَّنَقُوْلُ ذُوْقُوْا عَذَابَ الْحَرِيْقِ ﴿۱۸۱﴾ ذٰلِكَ بِمَا

انبیاء کے ناحق اور کہیں گے چکھو عذاب جلتی آگ کا یہ بدلہ اس کا ہے

قَدَّمَتْ اَيْدِيْكُمْ وَاَنَّ اللّٰهَ لَيْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ ﴿۱۸۲﴾

جو تم نے اپنے ہاتھوں آگے بھیجا اور اللہ ظلم نہیں کرتا بندوں پر

یہ سخت تہدید یعنی ڈانٹ ہے۔ مناسب ہے، کہ اس آیت کے ہر حرف پر توجہ کی جائے۔ اللہ نے ہمیں اپنے فضل سے دیا یعنی اشیاء ضروریہ ہم اپنی حاجات جانتے پہچانتے ہیں۔ پس مقصد یہ تھا کہ ہماری ضروریات سے جو زائد بچ جائے وہ ہم اپنے عزیز ضرورت مندوں میں تقسیم کردیں یعنی ذوی القربیٰ پر اس سے ہمارے اور ان کے اخلاق درست ہوں گے۔ اور اجتماعیت ایک چھوٹی صورت پر قائم ہو جائے گی۔ جو اللہ پر اعتماد

کرے گی۔ لیکن جن لوگوں نے اپنی فالتو ضروریات سے بخل کیا اور محبت کا رشتہ کاٹ دیا جن کے متعلق اللہ تعالیٰ نے صلہ رحمی کا حکم دیا تھا وہ بخیل ہیں۔ ان کی بیماری کی بنیاد کا نام ہم سرمایہ داری رکھتے ہیں۔ اور وہ سمجھتے ہیں کہ سرمایہ داری ان کے لئے خیر (بہتر) ہے۔ حالانکہ وہ ان کے لئے شر (بری) ہے بَلْ هُوَ شَرٌّ لَّهُمْ۔ لَا تَحْسَبَنَّ سخت تاکید کا لفظ ہے۔ سَيُطَوَّقُوْنَ مَا بَخِلُوْا بِهٖ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ جو اخلاق انہیں اس بخل کے ذریعے حاصل ہوئے انہیں کا وہ طوق پہنائے جائیں گے۔ وہ بخل ان پر طوق ہوگا۔ یہ تمام اخلاق بگڑنے کے بعد مثالی صورت میں آجائیں گے وَلِلّٰهِ مِيْرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ یعنی جن اشیا سے لوگ بخل کرتے ہیں ان کو ایک بھی نہیں اٹھا سکے گا تمام کو اللہ کے لئے چھوڑ جائیں گے۔ اور ان کے ساتھ صرف ان کے فاسد اخلاق جائیں گے واللہ بما تعملون خبیر (۱۸۰) بعض یہودی کہتے تھے کہ کتب اللہ ہم پر انفاق ضروری کرتی ہیں گویا اللہ فقیر ہے اور ہم غنی ہیں اور جس کی اسے حاجت ہوتی ہے۔ ہم دیتے ہیں۔ ان کے فاسد عقلوں کو ذرا دیکھو۔

یہ سامان جس کا استغناء وہ پیش کر رہے ہیں کیا اسے ایجاد بھی انہوں نے کیا تھا۔؟ اور کیا جس ہستی نے اس سروسامان کو ایجاد کیا ہے وہی فقیر ہے ؟ کیا وہ اس طرح کی غیر متناہی اشیاء اور نہیں پیدا کر سکتا ؟ اس نے تو انفاق تم پر اس لئے ضروری کیا ہے کہ وہ اجتماع انسانیہ کی حکمت ہے۔ یہ نتیجہ ہے سرمایہ داری کی خباثت کا کہ انسان دیوانہ بن جاتا ہے۔ جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے سورۂ بقرہ میں ذکر کیا ہے اَلَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ الرِّبٰوا لَا يَقُوْمُوْنَ اِلَّا كَمَا يَقُوْمُ الَّذِيْ يَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطٰنُ مِنَ الْمَسِّ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْا اِنَّمَا الْبَيْعُ مِثْلُ الرِّبٰوا وَاَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا) وہ اپنی خرابی عقل کے باعث حلال و حرام میں تمیز نہیں کر سکتے حکمت اجتماعیت میں یہ بات ہے کہ حلال و حرام لوگوں کے اپنے منافع و نقصانات کے لئے ہیں جو انہیں حیات اجتماعیہ میں پیش آتے ہیں۔ ان منافع و نقصانات میں سے کوئی چیز اللہ کے حق میں اثر انداز نہیں ہوتی۔ اور یہ مفقود العقل لوگ بیع کو جو تقویم اجتماعیت کا ذریعہ ہے۔ رِبا یعنی سود کی طرح سمجھ رہے ہیں وہ سود جو اجتماع کا بدترین دشمن اور مفسد ہے۔ غرضیکہ وہ حلال و حرام میں تمیز ہی نہیں کر سکتے۔ سرمایہ داری کا یہ اثر ہوتا ہے۔

لَقَدْ سَمِعَ اللّٰهُ .... بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ (۱۲۸) سَنَكْتُبُ مَا قَالُوْا ان کے اخلاق کو ان کا یہ قول ثابت کرے گا جو چیز وجود کے سلسلوں میں چند اسباب و علل کے ذریعہ واقع ہوتی ہے۔ اور پھر حکمت اسباب کے تحت معدوم ہو جاتی ہے وہ دراصل ایک جہاں میں محفوظ ہو جاتی ہے۔ جہاں تمام کائنات کا محافظ ہوتا ہے۔ اس عالم حافظ سے وہ لوگ غافل ہیں جو حکمت کے

فن میں ناقص ہیں. لہٰذا وہ بہت سی باتیں سمجھنے سے قاصر ہیں، اور حکمت الٰہیہ تامہ اس تک کامل نہیں ہوتی جب تک کہ اس عالم کا وجود مستقل طور پر اس کے سر پہ قائم نہ مانا جائے. کیا جس شخص کا حافظہ نہ ہو وہ اپنے کاموں میں حکیم یعنی دانا ہو گا؟ تمام حکماء عظام نے اس مسئلہ میں اتفاق کیا ہے اور ثابت کیا ہے. خواہ وہ اشراقی ہوں یا مشائی ہوں. ان کا اختلاف اس مسئلہ میں نہیں. اور ان کا اختلاف تو صرف تعبیرات میں ہے. یہ حکیم نما جاہل اس عالم کی ضرورت محسوس نہیں کرتے. اس کی طرف اشارہ ہے. سَنَكْتُبُ مَا قَالُوْا کہ وہ قول محفوظ ہو گا عالم محافظ میں. وَقَتْلَهُمُ الْاَنْبِيَاءَ یہ بھی اشارہ ہے اس بات کی طرف کہ یہ فعل شنیع بھی یعنی قتل انبیاء سرمایہ داری کے آثار میں سے ہے

الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ عَهِدَ اِلَيْنَآ اَلَّا نُؤْمِنَ لِرَسُوْلٍ حَتّٰى

وہ لوگ جو کہتے ہیں کہ اللہ نے ہم کو کہہ رکھا ہے کہ کہ یقین نہ کریں کسی رسول کا جب تک

يَاْتِيَنَا بِقُرْبَانٍ تَاْكُلُهُ النَّارُ ؕ قُلْ قَدْ جَآءَكُمْ رُسُلٌ مِّنْ

نہ لائے ہمارے پاس قربانی کہ کھا جائے اس کو آگ تو کہہ تم میں آ چکے کتنے رسول مجھ سے

قَبْلِيْ بِالْبَيِّنٰتِ وَبِالَّذِيْ قُلْتُمْ فَلِمَ قَتَلْتُمُوْهُمْ اِنْ كُنْتُمْ

پہلے نشانیاں لے کر اور یہ بھی جو تم نے کہا پھر ان کو کیوں قتل کیا تم نے اگر تم

صٰدِقِيْنَ ﴿۱۸۳﴾ فَاِنْ كَذَّبُوْكَ فَقَدْ كُذِّبَ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ

سچے ہو پھر اگر یہ تجھ کو جھٹلاویں تو پہلے تجھ سے جھٹلائے گئے بہت رسول

جَآءُوْ بِالْبَيِّنٰتِ وَالزُّبُرِ وَالْكِتٰبِ الْمُنِيْرِ ﴿۱۸۴﴾ كُلُّ نَفْسٍ

جو لائے نشانیاں اور صحیفے اور کتاب روشن ہر جی کو

ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ؕ وَاِنَّمَا تُوَفَّوْنَ اُجُوْرَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ فَمَنْ

چکھنی ہے موت اور تم کو پورے بدلے ملیں گے قیامت کے دن پھر جو کوئی

زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَاُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ ؕ وَمَا الْحَيٰوةُ

دور کیا گیا دوزخ سے اور داخل کیا گیا جنت میں اس کا کام تو بن گیا اور نہیں زندگانی

الدُّنْيَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ ﴿١٨٥﴾ لَتُبْلَوُنَّ فِيْٓ اَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ

دُنیا کی مگر پونجی دھوکے کی البتہ تمہاری آزمائش ہوگی مالوں میں اور جانوں میں

وَلَتَسْمَعُنَّ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَمِنَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْٓا اَذًى كَثِيْرًا

اور البتہ سنو گے تم اگلی کتاب والوں سے اور مشرکوں سے بدگوئی بہت اور اگر تم

وَاِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ﴿١٨٦﴾ وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ

صبر کرو اور پرہیزگاری کرو تو یہ بہت ہمت کے کام ہیں اور جب اللہ نے

مِيْثَاقَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ لَتُبَيِّنُنَّهٗ لِلنَّاسِ وَلَا تَكْتُمُوْنَهٗ

عہد لیا کتاب والوں سے کہ اس کو پورا بیان کرو گے لوگوں سے اور نہ چھپاؤ گے

فَنَبَذُوْهُ وَرَآءَ ظُهُوْرِهِمْ وَاشْتَرَوْا بِهٖ ثَمَنًا قَلِيْلًا

پھر پھینک دیا انہوں نے وہ عہد اپنی پیٹھ کے پیچھے اور خرید کیا اس کے بدلے تھوڑا سا مول

فَبِئْسَ مَا يَشْتَرُوْنَ ﴿١٨٧﴾ لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَفْرَحُوْنَ بِمَآ

سو کیا بُرا ہے جو خریدتے ہیں تو نہ سمجھ کہ جو لوگ خوش ہوتے ہیں اپنے

اَتَوْا وَّيُحِبُّوْنَ اَنْ يُّحْمَدُوْا بِمَا لَمْ يَفْعَلُوْا فَلَا تَحْسَبَنَّهُمْ

کیے پر اور تعریف چاہتے ہیں بن کیے پر سو مت سمجھ ان کو

بِمَفَازَةٍ مِّنَ الْعَذَابِ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿١٨٨﴾

کہ چھوٹ گئے عذاب سے اور ان کے لئے عذاب ہے دردناک

مسئلہ یہودی اس دین کے قبول کرنے سے بہانے پیش کرتے ہیں اسی طرح پہلے نصرانیت قبول کرنے سے بھی بہانے پیش کرتے تھے۔ اور اپنے بہانے شرعی رنگ میں پیش کرتے ہیں۔ لیکن ان کی اصلی بیماری حُبِّ مال اور حبِ سرمایہ داری ہے۔ اس بات کی طرف اشارہ ہے ۱۸۳ میں۔ اَلَّذِيْنَ قَالُوْٓا ..... صادقین۔ ہم نے اپنے ملک میں سرمایہ داری کا تجربہ کیا ہے کہ وہاں کے ہندو سرمایہ داروں کے ایک حصّہ کو بنیا کہا جاتا ہے۔ یمن میں ان کا نام بانیہ ہے۔ وہ یمن میں بھی موجود ہیں۔ ایک دوسری قسم ہے جسے مارواڑی ہاناں کہا جاتا ہے۔ ان دونوں گروہوں نے عام غریب لوگوں کی کمائیاں کھائی ہیں

اور ان کے دل میں کوئی محبت نہیں۔ نہ یہ اپنی اولاد سے نہ اپنے آبار اور ماؤں سے محبت رکھتے ہیں۔ نہ بیویوں سے انہیں محبت ہے۔ البتہ اس صورت میں ان سے محبت ہوتی ہے۔ اگر انہیں کوئی مالی فائدہ پہنچے ہمیں ان کا تجربہ تھا اور اس بات سے دکھ ہوتا تھا۔ لیکن تحقیق سے اصول حکمت میں ان باتوں کا منشأ و مرجع نہیں سمجھتے تھے۔ پر ہم نے یورپ سے پراپیگنڈوں میں پہلی بار پڑھا۔ پھر ہم نے ان کے حکمار کی کتابوں کا مطالعہ کیا۔ ان کی باتوں کو امام ولی اللہ کے کلام سے ملتا جلتا پایا۔ پھر ہم امام صاحب کی حکمت سے متنبہ ہوئے۔ اس کے بعد اب دعوت قرآنیہ کی تنظیم پر قادر ہیں۔ اور اجتماعیت انسانیہ عالمیہ کے لئے دعوت دے سکتے ہیں یہ ایک اتنا بڑا البسیط مسئلہ ہے جس کی طرف ہم لوگ متوجہ نہیں ہوتے۔ اور اس ایک مسئلہ نے ہمارے تمام علوم کو برباد کر دیا ہے۔ ہم معانی حکمت کے ادراک پر قادر نہیں ہوئے جب تک ہم سطحی رہے اہل حکمت کے مانند چند کلمات کہتے رہے لیکن جب اجتماعیت کے ان اصول سے ہم واقف ہو چکے ہیں تو ہم نے اپنے ائمہ کے کلمات پر بصیرت حاصل کر لی ہے۔ اور خوب سمجھتے ہیں۔ پس جو آثار اہل کتاب سرمایہ داری کے مسلمانوں میں آچکے ہیں۔ کیوں کہ وہ آپس میں ملتے جلتے ہیں اور دعوت الی الحنیفیۃ میں مشترک ہیں ان سے مسلمانوں کو بیدار و خبردار کیا گیا ہے۔ اور ان کے نقصانات سے بچنے کی تلقین کی گئی ہے۔

یہ اس فصل کا تتمہ ہے،

مسئلہ:۔ یہود سخت طرح سے نبی علیہ السلام کی تکذیب کرتے ہیں۔ یہ سب باتیں سرمایہ داری کی وجہ سے ہیں۔ جب نبی سرمایہ داری کے خلاف کوشش چھوڑ دے گا۔ تو وہ اسکے گرد جمع ہو جائیں گے اس لئے تلقین کی گئی کہ ان کی تکذیب کے باوجود بھی نبی ضرور صبر کرے۔ اس کی طرف اشارہ ہے ۱۸۴ اور ۱۸۵ میں فَإِن كَذَّبُوكَ تا

مسئلہ:۔ یہود کی طرف سے عام مسلمانوں کے لئے مالی اور جانی امتحانات آئیں گے۔ اور وہ مسلمانوں کو بہت ایذا دیں گے۔ یہ سب اس لئے کہ مسلمان سرمایہ داری ختم کرنے کے لئے ثابت قدم ہو چکے ہیں۔ پس جب وہ سرمایہ داری کے خاتمہ سے دستبردار ہوں گے۔ تو ان سے وہ مصائب اٹھ جائیں گے۔ اس لئے دعوت قرآنی کے قیام کے لئے صبر و استقامت کی ضرورت ہے ۱۸۵ میں اشارہ ہے لَتُبْلَوُنَّ ..... عَزْمِ الْأُمُورِ۔

مسئلہ :- نبی اور مومن ان یہودیوں سے ایذا پانے میں برابر ہیں۔ ان کا ایذا دینے کا مقصد یہ ہے کہ وہ تمہیں کتاب اللہ بیان کرنے سے روکتے ہیں کیونکہ اشاعت قرآن اور اس کے مقاصد انہیں ضرر دیتے ہیں۔ اسلئے وہ اپنی تدابیر سے کتمان حق پر مجبور کرتے ہیں حیاۃ دنیا سے محبت کا یہ نتیجہ ہے۔ انہیں جو حکم دیا گیا تھا وہ ترک کر چکے ہیں۔ ان کی عذاب الیم سے نجات نہیں۔ دنیا و آخرت میں عذاب ہے۔ ان کی کوشش یہ ہے کہ وہ تمہیں ایذا دے کر اور تکذیب نبی کر کے تمہیں اپنے جیسا بنانا چاہتے ہیں۔ اس کی طرف اشارہ ۱۸۷ اور ۱۸۸ میں ہے

وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ﴿۱۸۹﴾

اور اللہ ہی کے لئے ہے سلطنت آسمان اور زمین کی اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے

اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّیْلِ وَالنَّهَارِ

بیشک آسمان اور زمین کا بنانا اور رات اور دن کا آنا جانا

لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی الْاَلْبَابِ ﴿۱۹۰﴾ الَّذِیْنَ یَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِیٰمًا وَّ

اس میں نشانیاں ہیں عقل والوں کو وہ جو یاد کرتے ہیں اللہ کو کھڑے اور

قُعُوْدًا وَّ عَلٰى جُنُوْبِهِمْ وَیَتَفَكَّرُوْنَ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَ

بیٹھے اور کروٹ پر لیٹے اور فکر کرتے ہیں آسمانوں اور

الْاَرْضِ ۚ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا ۚ سُبْحٰنَكَ فَقِنَا

زمین کی پیدائش میں کہتے ہیں اے رب ہمارے تو نے یہ عبث نہیں بنایا تو پاک ہے سب عیبوں سے سو ہم کو بچا

عَذَابَ النَّارِ ﴿۱۹۱﴾ رَبَّنَاۤ اِنَّكَ مَنْ تُدْخِلِ النَّارَ فَقَدْ اَخْزَیْتَهٗ ؕ

دوزخ کے عذاب سے اے رب ہمارے جس کو تو نے دوزخ میں ڈالا سو اس کو رسوا کر دیا

وَمَا لِلظّٰلِمِیْنَ مِنْ اَنْصَارٍ ﴿۱۹۲﴾ رَبَّنَاۤ اِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِیًا

اور نہیں کوئی گنہ گاروں کا مددگار اے رب ہمارے ہم نے سنا کہ ایک پکارنے والا

یُّنَادِیْ لِلْاِیْمَانِ اَنْ اٰمِنُوْا بِرَبِّكُمْ فَاٰمَنَّا ۖ رَبَّنَا فَاغْفِرْ لَنَا

پکارتا ہے ایمان لانے کو کہ ایمان لاؤ اپنے رب پر سو ہم ایمان لے آئے اے رب ہمارے اب بخش دے

ذُنُوبَنَا وَكَفِّرْ عَنَّا سَيِّاٰتِنَا وَتَوَفَّنَا مَعَ الْاَبْرَارِ ﴿۱۹۳﴾ رَبَّنَا وَاٰتِنَا

گناہ ہمارے اور دور کردے ہم سے برائیاں ہماری اور موت دے ہم کو نیک لوگوں کیساتھ اے رب ہمارے اور دے ہم کو

مَا وَعَدْتَّنَا عَلٰى رُسُلِكَ وَلَا تُخْزِنَا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ اِنَّكَ

جو وعدہ کیا تو نے ہم سے اپنے رسولوں کے واسطے سے اور رسوا نہ کر ہم کو قیامت کے دن بیشک تو

لَا تُخْلِفُ الْمِيْعَادَ ﴿۱۹۴﴾

وعدہ کے خلاف نہیں کرتا

پھر فصل سادس کی آخری آیات میں تنبیہ ہے یہ کہ مسلمان ان کے مثل مت بنیں کتم حق اور عدم پر تعریف پسندی کے معاملہ میں۔ پس سرمایہ داری جب امامت دینیہ کے ساتھ جمع ہو جاتی ہے تو اس کا نتیجہ یہی ہوتا ہے۔ کتاب اللہ کی پابندی کے بغیر اموال جمع کرنے میں مشغول ہو جاتے اور کتاب اللہ چھپاتے ہیں اور اسے پس پشت ڈال دیتے ہیں۔ ان کے نزدیک قانون ارتقا تمسک بالکتاب نہیں۔ بلکہ سرمایہ داروں کے استنباطات یعنی زیادہ فائدے جمع کرنے کے اصول و طریقے ہوتے ہیں۔ اور ساتھ وہ امامت دینیہ کی محافظت بھی کرتے رہتے ہیں۔ امامت دینیہ کا ذرا ابھرا نہیں علم نہیں ہوتا۔ لیکن وہ خواہشمند ہوتے ہیں کہ ان کو دینی القاب ملیں۔ یعنی خلیفہ امیر المومنین، مجاہد، محدث، فقیہ، زاہد، ولی اور اسی طرح کے القاب وہ چاہتے ہیں۔ القاب باقی رہ جاتے ہیں اور عمل کتاب اللہ کے خلاف ہوتا ہے۔ اور القاب صرف اتفاقات کو باقی رکھنے کے لئے ہوتے ہیں۔ ایمان اور اسلام میں وہ ان کے مثل نہیں ہوتے۔ پس فصل ثامن ان امور کے بیان میں ہے جو سرمایہ داری سے مسلمانوں کا بچنا لازم کر دیتے ہیں۔ اور یہ فصل ۱۸۹ سے آخر سورۃ تک ہے

وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اسمیں اشارہ ہے کہ اتباع کتاب انسان کو خسران و نقصان میں نہیں کرتا۔ بلکہ اس کی ترقی کا کفیل ہوتا ہے۔ کیونکہ آسمان اور زمین صرف اللہ کے قبضہ میں ہیں وہ اس بات پر قادر ہے کہ اپنی کتاب کے متبع کو مفلح بنائے۔ اور اس یقین سے انسان کتاب کو مضبوطی سے پکڑتا ہے۔

اِنَّ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ الخ لوگوں میں ایک طبقہ اولی الالباب کا ہے۔ ان کی عقلیں سلیم ہیں وہ اپنے متقدمین کے افکار سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔ اور اپنے زمانہ کے حالات کے مطابق افکار کا استخراج کرتے ہیں اور اپنا مستقبل خود بناتے ہیں۔ یہی اولی الالباب ہیں۔ یہ خلق سموات و ارض اور اختلاف لیل و نہار سے استفادہ کرتے ہیں اور

مناسب ارتفاقات کا استنباط کرتے ہیں۔ جسکی شرح ہم نے سورۃ بقرہ میں کی ہے اِنَّ فِی ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ یہ اولی الالباب ہیں ارتفاقات سے استفادہ کرتے۔ اور ذکر الٰہی پر قیام وقعود اور پہلو میں رہ کر مداومت کرتے ہیں۔ اگر یہ ایسا نہ کریں تو یہ استنباط انہیں سرمایہ داری کی مفسد انسانیت خرافات تک پہنچا دے۔ وَیَتَفَکَّرُوْنَ جب وہ غور وفکر کریں کہ خلق سمٰوات وارض میں حکمت یہ ہے کہ انسانیت نفع اٹھائے۔ اور ترقی کرے اور مرکز انسانیت یعنی خطیرۃ القدس کی طرف رجوع کرے اور اس راستہ سے جنت تک جائے۔ اور خطیرۃ القدس سے دور رکھنے والی چیزوں یعنی نار سے اجتناب کرے۔ سمٰوات وارض کی پیدائش میں ایک بار فکر کریں اور دوسری بار انسانیت میں تفکر کریں۔ اور ایک دوسرے کا اتصال کریں۔ پس اگر انسانیت میں فساد چلنے لگے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ خلق سموات وارض کی حکمت میں بطلان واقع ہوگیا ہے۔ یہ سرمایہ داری جو ارتقاء فی الارتفاقات کا نتیجہ ہے جب ذکر الٰہی میں خلل انداز ہو اور خطیرۃ القدس کی طرف توجہ کرنے سے بھی مخل ہو تو انسانیت فاسد ہو جاتی ہے۔ اس کی طرف اشارہ ۱۹۲ سے ۱۹۴ تک ہے۔ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا ۱۹۴ رَبَّنَا اِنَّنَا سَمِعْنَا الخ یعنی ہم نے ایک آدمی کو ایمان کی منذر دیتے ہوئے سنا تو ہمارے دلوں نے اس کی سچائی کی شہادت دی۔ کیوں کہ وہ ذکر الٰہی کی طرف دعوت دیتا ہے۔ اور اجتماعیت انسانیہ میں تفکر کرنے کی دعوت دیتا ہے۔ یہ ساری بات ہمارے فکر کے موافق ہے۔ جس کی ہماری عقلوں نے گواہی دی۔ ہم نے اس کا اتباع کیا۔ بعض ایسی چیزوں کا اس نے ہمیں پتہ دیا ہے کہ ہم ان کا احاطہ نہیں کر سکتے۔ لیکن ہم تصدیق کرتے ہیں۔ ہم تجھ سے طلب کرتے ہیں کہ تو ہمارا وعدہ پورا کر۔ تو وعدہ خلافی نہیں کرتا۔ اس کے بعد ۱۸۵ میں وہ وعدے آئیں گے۔

فَاسْتَجَابَ لَهُمْ رَبُّهُمْ اَنِّیْ لَآ اُضِیْعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنْكُمْ

پھر قبول کی ان کی دعا ان کے رب نے کہ میں ضائع نہیں کرتا محنت کسی محنت کرنے والے کی تم میں

ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰی بَعْضُكُمْ مِّنْ بَعْضٍ فَالَّذِیْنَ هَاجَرُوْا وَ

سے مرد ہو یا عورت تم آپس میں ایک ہو پھر وہ لوگ کہ ہجرت کی انہوں نے اور

أُخْرِجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ وَأُوذُوا فِي سَبِيلِي وَقٰتَلُوا وَقُتِلُوا

نکالے گئے اپنے گھروں سے اور ستائے گئے میری راہ میں اور لڑے اور مارے گئے

لَأُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَلَأُدْخِلَنَّهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِي

البتہ دور کردوں گا میں ان سے برائیاں اُن کی اور داخل کردوں گا ان کو باغوں میں جن کے نیچے

مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهٰرُ ۚ ثَوَابًا مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۗ وَاللّٰهُ عِنْدَهُ

بہتی ہیں نہریں یہ بدلہ ہے اللہ کے ہاں سے اور اللہ کے ہاں ہے

حُسْنُ الثَّوَابِ ﴿۱۹۵﴾ لَا يَغُرَّنَّكَ تَقَلُّبُ الَّذِينَ كَفَرُوا فِي

اچھا بدلہ تجھ کو دھوکہ نہ دے چلنا پھرنا کافروں کا

الْبِلَادِ ﴿۱۹۶﴾ مَتَاعٌ قَلِيلٌ ۫ ثُمَّ مَأْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ۚ وَبِئْسَ

شہروں میں یہ فائدہ ہے تھوڑا سا پھر ان کا ٹھکانا دوزخ ہے اور بہت برا

الْمِهَادُ ﴿۱۹۷﴾ لٰكِنِ الَّذِينَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ لَهُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِي

ٹھکانا ہے لیکن جو لوگ ڈرتے رہے اپنے رب سے ان کے لئے باغ ہیں جن کے

مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهٰرُ خٰلِدِينَ فِيهَا نُزُلًا مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۗ وَمَا

نیچے بہتی ہیں نہریں، ہمیشہ رہیں گے اُن میں مہمانی ہے اللہ کے ہاں سے اور جو

عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ لِّلْأَبْرَارِ ﴿۱۹۸﴾ وَإِنَّ مِنْ أَهْلِ الْكِتٰبِ لَمَنْ

اللہ کے ہاں ہے سو بہتر ہے نیک بختوں کیواسطے اور کتاب والوں میں بعضے وہ بھی ہیں جو

يُّؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَمَا أُنْزِلَ إِلَيْكُمْ وَمَا أُنْزِلَ إِلَيْهِمْ خٰشِعِينَ

ایمان لاتے ہیں اللہ پر اور جو اُترا تمہاری طرف اور جو اترا ان کی طرف عاجزی کرتے

لِلّٰهِ ۙ لَا يَشْتَرُونَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ثَمَنًا قَلِيلًا ۗ أُولٰٓئِكَ لَهُمْ

ہیں اللہ کے آگے نہیں خریدتے اللہ کی آیتوں پر مول تھوڑا یہی ہیں جن کے لئے

أَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۗ إِنَّ اللّٰهَ سَرِيعُ الْحِسَابِ ﴿۱۹۹﴾

مزدوری ہے ان کے رب کے ہاں بلاشک اللہ جلد لیتا ہے حساب

یہ ثواب کی قسم ہے اور حسن ثواب غیر متناہی ہے۔ اور یہ ثواب نتیجہ اعمال ہے یہی وعدہ ہے کہ تم اس طرح کرو۔ اور نتیجہ اس طرح ملے گا۔ جو اعمال ان پر واجب تھے وہ یہ ہیں وَالَّذِیْنَ هَاجَرُوْا وَقُتِلُوْا نتیجہ یہ ہے لَاُكَفِّرَنَّ الخ وہ اس منادی پر ایمان لانے کے بعد اس کے احکام قبول کر چکے ہیں۔ اور اس کے نتیجہ کی امید رکھتے ہیں۔ اس کی طرف اشارہ فَاسْتَجَابَ لَهُمْ رَبُّهُمْ ۱۹۵ کے آغاز میں ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول کی اِنِّیْ لَاۤ اُضِیْعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنْكُمْ پس جنت لازم ہے جمع کرنے کے لئے یعنی حکومت دنیا میں اس کے لئے ہے جو آخر فتوحات تک سالم رہے۔ اس کی طرف اشارہ ہے حکم فی الدنیا کا ۱۹۶ تا ۱۹۸ میں لَا یَغُرَّنَّكَ ..... وَبِئْسَ الْمِهَادُ یہ روم ہیں اور ان کے ساتھ فارسی ہیں۔ مَتَاعٌ قَلِیْلٌ عنقریب مغلوب ہوں گے۔ یہ ملک بھی مومنین کے ہاتھ میں آئیگا۔ لٰكِنِ الَّذِیْنَ مجاہدین سب ایک جماعت ہیں اور تمام مستحق جنت ہیں۔ شیخ عبدالرحیم سے ہم نے یہ استفادہ کیا ہے کہ نُزُلًا مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ کی مراد یہ ہے کہ جنات النعیم کا مقدمہ ہے وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ خَیْرٌ لِّلْاَبْرَارِ۔ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ جن انعامات کا آج ذکر بھی ممکن نہیں وہ عظیم الشان انعامات ہیں۔ خلاصہ یہ کہ مسلمان صرف ارتفاقات کی طرف متوجہ نہیں ہوتے بلکہ ذکر الٰہی اور اصلاح اجتماعیت انسانیہ کی طرف بھی متوجہ ہوتے ہیں۔ تینوں مقاصد کے لئے جامع نظام جب کسی نبی سے پایا جائے تو وہ اس کی اتباع کرتے ہیں پس حاصل ہوگا۔ انہیں دنیا اور آخرت میں جنت اور خطیرۃ القدس میں تمکن۔ ان تمام باتوں میں کامیابی تب ہی ممکن ہے جبکہ وہ سرمایہ داری کو ختم کریں۔ اور روئے زمین سے جہاد و قتال کے بعد اس کی جڑ اکھیڑ دیں۔ اس کے بعد آیت ۱۹۹ میں تنبیہ ہے کہ مسلمان اپنی اجتماعی شخصیت پر دھوکہ نہ کھائیں بلکہ دوسری اقوام سے بھی اتفاق کر لیں اگر وہ ان کے نظام پر کار بند ہو جائیں وَاِنَّ مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ۔

تنبیہ: دوسری قوموں کی فضیلت سے اہل علم متنبہ نہیں، ان کے دل میں یہ خیال آئے گا کہ دوسری قومیں جب ہماری تصدیق کر کے ہماری جماعت میں شامل ہو جائیں تو ہم ان سے افضل ٹھہرے یہ ایک وجہ سے تو درست ہے لیکن ایک وجہ سے دوسری قومیں افضل ہیں۔ جیسے کہ صحاح ستہ میں حدیث ہے۔ جو شخص اپنے نبی اور ہمارے نبی پر ایمان لے آئے اس کے دو ثواب ہیں۔ خواہ ایمان لانے والے اہل کتاب ہوں یا وہ دوسری قوموں کے کہ وہ اصلاح کا خیال لے کر کوشش کرتے

رہے۔ لیکن جب تک وہ ہمارے ساتھ نہ ملے کامیاب نہ ہوسے۔ اب وہ ہماری طرح عمل کرتے ہیں۔ اگر ہم انہیں حق تقدم دے دیں تو ہم ان کے برابر ہوگئے تمام معاملات میں اسی طرح ہم ان کی فضیلت کا بعض وجوہ سے اعتراف کئے بغیر نہیں رہ سکتے۔ جیسے ہمارے ہاں کچھ فضیلت ان پر ہے بعض وجوہ سے اسی طرح اگر اہل حق بہت شامل ہوجائیں تو اجتماعیت درست ہوسکتی ہے۔ اب ہم نے دائرہ تنگ کردیا ہے۔ البتہ صرف ان کو موقع دیتے ہیں جو ہماری تعریف کرتے رہیں۔ جیسے بادشاہ۔ اس بات پر ہر شخص قادر نہیں یہی زندگی قصاص اور مماثلت میں ہے اگر کوئی اجتماعی آدمی دوسری قوم میں دیکھیں تو اس کا اکرام و احترام کریں۔ اس بات کے فوائد سے صرف تجربہ کار ہی واقف ہے۔ اس جماعت صالحہ کی طرف اشارہ ہے۔ اسی طرح یہود فارسی۔ تورانی۔ ہندی، حبشی۔ فرنگی بھی شامل ہیں۔ اس طرح سے دعوت دینیہ عالمیہ منتظم ہوسکتی ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اصْبِرُوا وَصَابِرُوا وَرَابِطُوا وَاتَّقُوا اللَّهَ

اے ایمان والو صبر کرو اور مقابلہ میں مضبوط رہو لگے رہو اور لگے رہو اور ڈرتے رہو اللہ سے

لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ﴿۲۰۰﴾

تاکہ تم اپنی مراد کو پہنچو

استقامت ودوام کا حکم ہے رابطوا دوسری قوموں کو اپنے ساتھ ملانے کا حکم ہے۔ اور وہ رابطہ اسلام کی حدود میں ہوگا۔ عام اہل علم رباط کی حکمت سے واقف نہیں۔ وہ دارالاسلام سے دفاع کرتے ہیں ہم اس پر ایک حکم بڑھانا چاہتے ہیں کہ جس نے دارالاسلام کی حدود میں صلح کی ہے وہ اسے اپنے ساتھ شامل کرلے گا۔ جیسے کہ ہند میں صوفیہ کے واسطہ سے ہوا کہ انہوں نے رباطات کا عمل کیا۔ صوفیہ کے رباطات یہ ہیں کہ وہ ہر شخص کی خدمت کرتے ہیں بغیر کسی فرق کے یعنی مسلم وغیر مسلم دونوں کی اس طرح لوگوں پر اجتماعیات اسلامیہ میں تدبیر کرنا سہل ہوجاتا ہے۔ واتقوا اللہ العدل واحسان اور تعظیم شعائر اللہ قائم کرنا یہ ہی مدار فلاح ہے۔ الحمد للہ سورۃ تمام شد

سورۂ آل عمران ختم ہوئی

سُورَةُ النِّسَاءِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بےحد مہربان نہایت رحم والا ہے

يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِىْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ

اے لوگو ڈرتے رہو اپنے رب سے جس نے پیدا کیا تم کو ایک جان سے

وَّخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّنِسَآءً ۚ

اور اسی سے پیدا کیا اسکا جوڑا اور پھیلائے ان دونوں سے بہت مرد اور عورتیں

وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِىْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ

اور ڈرتے رہو اللہ سے جسکے واسطہ سے سوال کرتے ہو آپس میں اور خبردار رہو قرابت والوں سے بیشک اللہ

كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا ① وَاٰتُوا الْيَتٰمٰۤى اَمْوَالَهُمْ وَلَا تَتَبَدَّلُوا

تم پر نگہبان ہے اور دے ڈالو یتیموں کو ان کا مال اور بدل نہ لو

الْخَبِيْثَ بِالطَّيِّبِ ۪ وَلَا تَاْكُلُوْۤا اَمْوَالَهُمْ اِلٰٓى اَمْوَالِكُمْ ؕ

برے مال کو اچھے مال سے اور نہ کھاؤ ان کے مال اپنے مالوں کے ساتھ

اِنَّهٗ كَانَ حُوْبًا كَبِيْرًا ② وَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تُقْسِطُوْا فِى

یہ ہے بڑا وبال اور اگر ڈرو کہ انصاف نہ کر سکوگے یتیم

الْيَتٰمٰى فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ مَثْنٰى وَثُلٰثَ

لڑکیوں کے حق میں تو نکاح کرلو جو اور عورتیں تم کو خوش آویں دو دو تین تین

وَرُبٰعَ ۚ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً اَوْ مَا مَلَكَتْ

چار چار پھر اگر ڈرو کہ انصاف نہ کر سکوگے تو ایک ہی نکاح کرو یا لونڈی

أَيْمَانُكُمْ ۚ ذَٰلِكَ أَدْنَىٰ أَلَّا تَعُولُوا ﴿۴﴾ وَآتُوا النِّسَاءَ صَدُقَاتِهِنَّ

جو اپنا مال ہے اس میں امید ہے کہ ایک طرف نہ جھک پڑو گے اور دے ڈالو عورتوں کو مہر ان کے

نِحْلَةً ۚ فَإِن طِبْنَ لَكُمْ عَن شَيْءٍ مِّنْهُ نَفْسًا فَكُلُوهُ هَنِيئًا

خوشی سے پھر اگر وہ اس میں سے کچھ چھوڑ دیں تم کو اپنی خوشی سے تو اس کو کھاؤ رچتا

مَّرِيئًا ﴿۵﴾ وَلَا تُؤْتُوا السُّفَهَاءَ أَمْوَالَكُمُ الَّتِي جَعَلَ اللَّهُ لَكُمْ

پچتا اور مت پکڑا دو بے عقلوں کو اپنے وہ مال جن کو بنایا ہے اللہ نے تمہارے

قِيَامًا وَارْزُقُوهُمْ فِيهَا وَاكْسُوهُمْ وَقُولُوا لَهُمْ قَوْلًا مَّعْرُوفًا ﴿۶﴾

گذران کا سبب اور ان کو اس میں سے کھلاتے اور پہناتے رہو اور کہو ان سے بات معقول

سورۃ بقرہ اور سورۃ آل عمران گویا تورات و انجیل کا خلاصہ ہیں اور یہ سورۃ شریعت اور قانون ہے شریعت اور قانون اجتماعیت طبعیہ پر قائم ہوتا ہے اور اجتماعیت کی اساس و بنیاد عورتیں اور مرد ہیں اور غذا اور اموال ہیں۔ سورۃ النسا اور سورۃ المائدہ دونوں اجتماعیت کے متعلق بحث کرتی ہیں کیوں کہ تمام اصول ان پر پڑتے ہیں۔ اور یہود و نصاری اور صابیوں کی خرابیاں جو اجتماعیت میں واقع ہو گئی ہیں۔ ان کو [illegible] ان سب گروہوں یعنی یہود و نصاری و صابیوں کو عام طور پر مشرکین کہا جاتا ہے۔

سورۃ نساء کا حاصل یہ ہے کہ جو اجتماعیت رجال و نساء کے درمیان ربط کرنے کے لئے ہے۔ اس کے متعلق اولاً بحث کی جائے گی۔ اور جو اموال و رجال و نساء میں ربط لیا جاتا ہے۔ اس کے متعلق ثانیاً بحث کی جائے گی۔ اور جو مسائل بھی اجتماعیت کے لئے بطور آئینہ کے ضروری ہیں۔ ان کے متعلق بحث کی جائے گی۔ اجتماعیت ان مسائل کے بغیر نہیں رہ سکتی۔ یاایها الناس اتقوا ۔ ۔ ۔ ۔ کان علیکم رقیباً تورات کے صحیفہ اول میں آدم اور اس کی بیوی کے متعلق بحث ہے۔ اور یہ آیت اس کا خلاصہ ہے۔ یہ وحدت نوع کی بنیاد ڈالی جا رہی ہے۔ اور یہ حکمت الٰہیہ کی طرف لوٹتی ہے۔ یعنی نفس واحد کی طرف جو امام نوع کی صورت ہے۔ اور اس کی تاسیس ہے۔ نوع کی کئی قسمیں ہیں۔ مرد اور عورتیں۔ پس مردوں کا امام شخص ہوتا ہے اور عورتوں میں پہلی عورت ہوتی ہے۔

پس پہلا مرد اور پہلا شخص۔ اس میں سب سے پہلے امام نوع کی صورت متمثل ہوتی ہے۔ اس میں نساء

کی صورت نکلتی ہے۔ اور مرد کی صورت باقی رہتی ہے گویا کہ وہ امام نوع کی صورت متنازلہ ہے۔ پس نفس واحدہ اپنی وحدت کے لحاظ سے امام نوع کے ساتھ تعلق رکھتا ہے جو معدن اول پر ہوتا ہے۔ جب اس سے زوجہ پیدا ہوتی ہے تو اسے اس حالت میں موطن ثانی کے ساتھ تعلق ہوتا ہے۔ جو کہ معدن اعلیٰ سے او پر درجہ سے نازل ہوتا ہے۔ مقصد یہ ہے کہ امام نوع دو قوتوں پر مشتمل ہے۔ (۱) فعلیہ (۲) انفعالیہ پھر موطن ثانی میں قوی قوت منقسم ہوتی ہیں۔ اور نوع کی صورت اپنی حالت پر قائم ہوتی ہے۔

ایک میں فعلیت غالب ہوتی ہے اور دوسری میں انفعالیت غالب ہوتی ہے۔ اس تقسیم میں قوت فعالیہ کا مرکز صنفوں کا مرکز ہوتی ہے۔ اور قوت انفعالیہ کی صنف اس سے کم ہوتی ہے۔ خلاصہ یہ کہ مرکزیت صنف فعلیت کے لئے محفوظ ہوتی ہے۔ یہ امام فعالیہ ہے اور پہلا امام نوع ہے۔ دونوں قالب آدم میں جو دو جگہوں پر ظاہر ہوتے پہلے آدم کی پیدائش میں جب کہ جنت میں ہوئی۔ اس میں امام نوع کا ظہور تھا۔ پھر امام فعالیت اس میں ظاہر ہوئی۔ گویا مرکز انفعالیت اس سے منفصل اور جدا ہوگیا۔

انفعال مرکز فعالیت ہے جو کہ امام نوع سے ہوا ہے نہ کہ امام فعالیہ سے۔ لیکن صورت واحدہ دو منزلت کو متمثل کرتی ہے (۱) امام نوع کو (۲) امام فعالیت کو۔ یہ امر مشتبہ ہوگیا۔ گویا یوں ہوا کہ عورتیں مردوں سے پیدا کی گئیں۔ اور درحقیقت وہ مردوں کی شقائق ہیں۔ جب آدم علیہ السلام کی صورت کے لئے دو منزلوں کا علاقہ ہوگیا۔ (الاولین) تو اس لئے وہ عورتوں کے مصدر ہوگئی

وَبثّ منہما رجالاً کثیراً ونساء۔ تمام بڑی قومیں آدم کو اپنا باپ سمجھنے میں متفق ہیں۔ اب یہ بات مشتبہ ہے کہ آدم ایک تھا یا کئی۔ ہمارا نظریہ اس معاملہ میں وہ نہیں جس طرح لوگ سمجھتے ہیں۔ آدم اور اس کی زوجہ زمین کے ایک ٹکڑے میں متمکن ہوتے ہیں۔ اور ان سے ان کی اولاد ظاہر ہوتی ہے۔ پس جب اولاد بھی صاحب اولاد ہوگئی تو وہ دوسری جگہ منتقل دیتے ہیں اور وہاں [illegible] مکانات بنا دیے ہیں۔ اسی طرح آگے سلسلہ بڑھتا ہے۔ اس طرح انسانیت پھیلی اور [illegible] دور ہو سکتا۔ اس لئے کہ اس کی طبیعت انسانیت کی مختلف اصناف کا [illegible] ہے۔ ایک [illegible] جس سے اولاد پیدا ہوتی ہے۔ اور دوسرے قطعہ میں دوسری صنف۔ اس طرح ہر قوم [illegible] ربط درست ہو سکتا ہے۔ اور اس پر اتفاق واتفاق ہو سکتا ہے۔ تمام روایات کا [illegible] بھی ایک دوسرے

سے افضل اولاد ہوتی ہے۔ اور وہ دوسری سے زیادہ روایات کی یادداشت رکھ سکتی ہے۔ یہ آدم اور اس کے بعد نوح علیہ السلام میں پھر آل ابراہیم میں موجود ہے۔ اور استقراء سے ان کا اجتماعیات میں دوسری قوموں سے اشرف اور افضل ہونا معلوم ہوتا ہے۔ اگرچہ دوسری قوموں میں بھی فضائل کی حامل قومیں ہیں جن کی افضلیت دوسری قوموں سے زیادہ ہے۔ پس اللہ کی طرف رجوع کرنا انسان کو اپنے والدین کی طرف رجوع کرنے میں فطرۃً آسانی پیدا کر دیتا ہے۔ اس کی نسبت والدین کی طرف حسب استعداد دماغ دس سو ہزار لاکھ تک بیان کی جائے گی۔ اس کی طرف اشارہ ہے رَبَّکُمُ الَّذِیْ خَلَقَکُمْ یعنی دو نفس سے۔ ایک دوسری سے پیدا کی گئی۔ یا پیدائش ایک دوسری سے متأخر ہے۔ ان دونوں عبارتوں سے مقصد ایک ہے پھر اس میں اوہام اور معقلات اقوام کی استعداد کے مطابق ہوتا ہے۔ اور اس میں خرافات قصے کہانیاں پیدا ہو گئی ہیں۔ لیکن ہم نے جو تعداد بیان کی ہے۔ صرف یہی مقدار حق ہے۔ کہ انسان دو جوڑوں سے پیدا ہوا۔ اور وہ مختلف انواع نہیں۔ بلکہ ایک ہی نوع کے افراد ہیں۔ اس نے خنثیٰ مشکل کا وجود بھی ظاہر ہوتا ہے کہ صنفی جذبات متبدل ہو جاتے ہیں۔ اور شخصیت کی اختلاف کی وجہ سے وہ پہنچانا نہیں جا سکتا۔ یہ امر ہلیۂ انسانیت میں مجرب ہے کہ بعض خنثیٰ اول میں انثیٰ یعنی مادینہ ہوتے ہیں پھر قوت انوثیت ضعیف ہو جاتی ہے۔ اور وہ مرد بن جاتا ہے یا اس کے برعکس۔ اسی طرح آلات تناسل ایک دوسرے سے بدل جاتے ہیں۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ ذکر اور انثیٰ ایک ہی نوع سے ہیں جب یہ صنف دو صنفوں میں منتقل ہوتی ہے تو امام فعالیہ مرکز میں تقدم میں ہوتا ہے۔ اور جس نے یہ کہا کہ نر مادینہ برابر ہیں اس نے خرافات کہی ہیں۔ فعالیت اور انفعالیت مساوی نہیں ہیں۔ البتہ ان کی حیثیت باعتبار مصدر کے ایک ہے، ان میں سے ایک دوسری سے جدا نہیں ہو سکتی۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ بغیر دوسرے کے قائم ہو سکتے۔ اس لحاظ سے دونوں مساوی ہیں۔ اور لوگ فطرۃً اس معنی میں متحد ہیں۔ البتہ جو خرفات کہتے ہیں وہ متحد نہیں۔ زمین اور آسمان میں انسان فعالیت اور انفعالیت دونوں طاقتیں دیکھتا ہے۔ اس لئے ایک کا نام نر اور دوسرے کا نام مادینہ رکھتا ہے۔ روح اور مادہ میں قوت فعالیہ اور انفعالیہ ہے ایک کا نام نر اور دوسرے کا نام مادہ رکھتا ہے۔ کیا واقعۃً روح و مادہ اور زمین و آسمان میں ذکوریت و انوثیت ہے؟ نہیں؟

انسانی فطرت نے فیصلہ کیا ہے کہ قوت فعالیہ کو وہ نر کہتا ہے اور قوت انفعالیہ وہ مادینہ کہتا ہے۔ لہٰذا

انسانیت اور اس کے علاوہ چیزوں میں نظام درست ہو ہی نہیں سکتا جب تک کہ دونوں قوتوں کی رعایت نہ رکھی جائے۔ پھر انسان اپنی فطرتی تقاضا سے والدین کے ساتھ تعلق بھی پاتا ہے۔ اور وہ جانتا ہے کہ یہ سلسلہ بہت لمبے عرصہ تک ترقی کرتا ہے۔

لیکن اس طول بعید کے تصور کی ضرورت نہیں۔ ہمارے آبا کی فطرت ہماری فطرت کی طرح ہے۔ جب فطرت سلیم ہو گئی تو ہم آسمانوں اور زمین کی ان چیزوں کی طرف توجہ کریں گے۔ جن کی ہمیں ضرورت و حاجت ہے۔ پھر ہماری عقل ہماری اس معاملہ میں رہنمائی کرے گی کہ زمین و آسمان کی پیدائش ایک خالق سے ہوتی ہے۔ اور اس کا شریک نہیں۔ گویا اب مسئلہ مشکل نہیں رہا۔ جیسے کہ بعض وسواسی لوگ سمجھتے ہیں خواہ وہ مدارس کے ہوں یا اجتماعیات میں ضعیف الادراک لوگ ہوں۔ اب صرف تین مقدمات کی ضرورت رہ گئی (۱) ہم ابوین سے پیدا ہوئے۔ (۲) ہماری اور ہمارے آبا کی ضروریات آسمان و زمین میں ایک سی ہیں (۳) اور جو کچھ ہمیں زمین و آسمان میں غور و فکر سے معلوم ہوگا ان سب کا تعلق ایک خالق کے ساتھ ہوگا۔ گویا ہمارا وجود آسمان و زمین میں معلق ہے۔ اور وہ ہمارے تابع اور ہمارے اختیار میں نہیں۔ ہمیں یہ بھی ادراک ہوتا ہے کہ وہ اب واحد ہے جو آسمان و زمین کی تدبیر کرتا ہے۔ اور اس کی جزئیات نازلہ کی تفاصیل میں بھی تدبیر کرتا ہے۔ اسے نہ اونگھ اور نہ نیند آتی ہے۔ اب اگر ہم خدا سے اتصال کا طریقہ پائینگے تو ان تشویشات سے نجات حاصل کریں گے۔

یایھا الناس عام اجتماعیت انسانیہ کو خطاب ہے۔ اتقوا یعنی بندہ کا اتصال خدا سے کئی طریقوں سے ہوتا ہے۔ اور اس کی کئی تعبیرات ہو سکتی ہیں۔ اور انسان متمدن کے لئے جامع تدبیر تقوٰی ہے۔ تقوی کی تحلیلات میں تین تعلقات نکلتے ہیں ۱ وہ لوگوں کا رب ہے ۲ لوگوں کا بادشاہ ہے ۳ لوگوں کا معبود ہے۔ سب سے پہلا ادراک جو انسان کو والدین سے ہوتا ہے۔ وہ ربوبیت کا ہے۔ دوسرا جب وہ بالغ ہو جاتا ہے اور گھر کی تنظیم کرتا ہے اپنے والدین کے گھر سے جزو کے طور پر، تو وہ ملوکیت معلوم کرتا ہے کہ اس کا باپ مثل بادشاہ کے ہوتا ہے۔ جو گھر میں تمام امور میں شاہانہ حکم کرتا ہے۔ نیز گھر کے تمام نزاعی امور میں باپ حکم، فیصلہ اور صلح کرتا ہے۔ یہی ملوکیت ہے۔ جب انسان کامل ہو جاتا ہے تو وہ اپنے مربی باپ سے محبت کرتا ہے جو اس کا بادشاہ بھی ہے۔ یا وہ اپنی دودھ پلانے والی ماں سے یا ان کی اولاد سے ایسی محبت کرتا ہے،

کہ ایسی دوسرے سے نہیں ہوتی ہے۔ یہ ایک قسم کی الوہیت کی مثال ہے۔ اجتماعیات میں انسان ان تین صفات کو فطرۃً معلوم کرتا ہے۔ ان کا ادراک کرنے کے بعد جب بندہ رب سے اتصال پیدا کرتا ہے۔ تو اسے کوئی لفظ اس تعلق کی تعبیر کے لئے سوائے ان الفاظ سے جو ملتے جلتے ہیں۔ نہیں ملتا۔ کیونکہ وہ اجتماعیات ان الفاظ کا عادی ہو چکا ہے۔ کہ وہ اس کا رب ہے۔ اس کا بادشاہ ہے اس کا معبود ہے۔ اس لئے ان اوصاف ثلاثہ کا تقاضا یہ ہے کہ وہ اپنے رب کے حقوق ادا کرے یا حکیمانہ زبان میں یوں کہا جائے گا کہ وہ اپنے نفس کے حقوق ادا کرے۔ کیوں کہ اس کا تعلق اسکے رب سے ہے۔ لہذا ان تمام حقوق کے لئے جامع لفظ تقوی ہے۔ اس کی توضیح یہ ہے کہ ہر قیمتی چیز اسے محبوب ہوتی ہے۔ پہلی بات جس کا خیال انسان کو ہوتا ہے وہ ہے کہ اسے ضائع ہونے سے محفوظ رکھتا ہے۔ جب اس بات میں کامل ہو جاتا ہے تو وہ اس تمام طریقوں سے استفادہ کرتا ہے۔ اور مطمئن ہوتا ہے۔ جب حفاظت میں غافل ہو جائے تو اپنے نفس کو غیر مطمئن پاتا ہے۔ اور اسے استفادہ کا اطمینان نہیں ہوتا۔ گویا ضائع ہونے سے محفوظ کرنا تمام استفادات کا مرکز ہے۔ اور یہی روح کلمہ تقویٰ میں محفوظ ہے یعنی بندے کے تعلق کی خدا سے حفاظت یہ تقوی ہے۔ اس سے اعلیٰ کوئی لفظ نہیں کہ ہماری فطرت اس سے پوری طرح متنبہ ہو یہی معنیٰ ہے اِتَّقُوْا رَبَّكُمْ کا۔

رب کی معرفت ابوین سے دوسرے یا تیسرے درجہ پر حاصل ہوتی ہے۔ ذکی لوگ جب والدین کا تعلق سمجھ لیتے ہیں تو وہ اللہ کی طرف توجہ کرتے ہیں۔ اور منتقل ہوتے ہیں۔ کہ والدین تمام حاجات کو پورا نہیں کر سکتے۔ اور رب ہی ایسا ہے کہ بغیر واسطہ والدین کے اور بغیر اس کی اپنی کوشش کے اس کی حاجات پوری کرتا ہے لہذا یہ باتیں اسے رب کی طرف توجہ دلاتی ہیں۔ اس طرح وہ ابوین کے تعلق سے زیادہ خدا کی طرف منتقل ہوتا ہے۔ اس کے بعد وہ آسمان زمین کی اشیاء میں منتقل ہوتا ہے گویا معرفت رب کا موجد حاسہ اس کے اپنے نفس ذکی میں موجود ہے۔ اور تفاصیل اسے والدین کے معاملہ کے بعد حاصل ہوتی جاتی ہیں۔ گویا اجتماعیات میں ترقی کا مدار رب سے تعلق محفوظ رکھنا ہے اسی طرح اپنے باپ دادا کی اولاد سے تعلق کی حفاظت ہے۔ جہاں تک کہ اتصال ممکن ہے کیوں کہ یہ جماعت اس کی طبعی فطرت کے لحاظ سے ایک جماعت ہے۔ اجتماعیت اور جماعت میں ارتقا سوا اس طریقہ کے ممکن نہیں جس جماعت نے توحد و اتحاد قائم رکھا ہے وہ ترقی کر جائے گی۔ اور جس میں توحد و اتحاد نہیں وہ ارتقاء حاصل نہ کر سکیں گی۔

حفظ تعلق رب دراصل حفظ نفس ہے۔ یہ پہلی چیز ہے اس کا ذکر پہلے ضروری تھا اس لئے آیا۔
واتقو االلہ الذی تساءلون بہ والارحام دوسرا کلمہ یعنی ارحام تو اس کے لئے بھی اتقوا آیا یعنی اتقوا الارحام۔ شیخ عبدالرحیم فرماتے ہیں کہ والدین سے نیکی کرنا لوگوں کے خیال میں مشکل ہے، اور حقیقت اس کے خلاف ہے۔ اس سے زیادہ تو کوئی آسان بات ہی نہیں۔ کیوں کہ والدین اولاد سے تھوڑی چیز پر ہی راضی ہو جاتے ہیں۔ ہم اس بات پر اضافہ کرتے کہ اجتماعی آدمی جو اپنے گرد جماعت کو جمع کر لے اس کے لئے یہ آسان بات ہے کہ وہ رشتہ داروں کو جمع کر لے۔ ان اللہ کان علیکم رقیبا۔ یہ فطرت تم میں ہمیشہ قائم ہے۔ کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے جو خالق سمٰوٰت وارض ہے اس نے نگہبانی کی ہوئی ہے کوئی اس بات پر قادر نہیں کہ وہ انسانیت کو طبعی منہاج سے تبدیل کر دے۔ یہ ہے اس سورت کا عنوان اجتماعیت سے بحث دو دعوؤں سے ہوگی۔ (۱) نفس انسان کا تعلق رب کے ساتھ (۲) انسان کا ذوی الارحام سے تعلق۔ نیز فطرت کو اپنی اصل پر قائم رکھنا اور ان باتوں کی تردید کرنا جو فطرت کے خلاف لوگوں نے پیدا کی ہیں۔ نبی علیہ السلام نے حنیفیت کی آسان روشن اور فیاض کے الفاظ سے تعبیر کی ہے۔ اس میں فطرت کے خلاف کوئی دعوت نہیں۔ ہر قوم ہر فرد اپنے آباء اور اپنے رب کی طرف رجوع کرے۔ اور جو فطرت کے خلاف ہیں وہ اسی فطرت سے لوگوں کو روکتے ہیں، اگر یہ لوگ دین کی شکل میں ظاہر ہوں تو یہ دجال ہیں۔ اگر حکومت کی شکل میں ظاہر ہوں تو یہ فرعون ہیں۔ لہٰذا اس سورت کا باب اول اجتماع طبیعی ہے۔ یعنی مردوں اور عورتوں کے درمیان اجتماع۔ گھروں میں نکاح کے ذریعہ اور اولاد کی تربیت اور اپنی ضروریات کو جمع کرنا جس میں رزق کی ضروریات اور اموال جو اصلاحی صورت پر جمع کئے جائیں نیز فطرت سلیمہ کے مطابق ہوں۔ فطرت کے خلاف نہ ہوں یہ بات ۳۶ تک ہے۔ واتوا الیتٰمیٰ الخ احکام یتامٰی میں ابوین کی تربیت کی قیمت معلوم ہوتی ہے یعنی اگر والدین کی تربیت کی قیمت اور برکات معلوم کرنا چاہو تو یتامٰی کو دیکھو سب سے پہلی بات جس میں یتیم مبتلا ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ جو شخص بھی یتیم کا مال نگرانی میں رکھتا ہے وہ چاہتا ہے کہ کھا جائے یا ناقص چیز سے تبدیل کرنے کی کوشش کرتا ہے یا یتیم کا مال اپنے مال سے ملا کر یتیم کا ہضم کرنے کا حیلہ کرتا ہے یا اس طرح کہ اپنے مال کو ضائع ثابت کرے جس میں کہ یتیم کا مال تھا اور اس طرح ملامت سے بچ جائے۔ ان سب باتوں سے اگلی آیت میں منع کیا گیا ہے۔ ابوین (ماں باپ) کی

پہلی برکت یہ ہے کہ اولاد کی حاجات کیلئے اموال کی حفاظت ہوتی ہے۔ پھر دوسری بات جس میں یتیم مبتلا ہوتا ہے کہ یتیم عورتوں کے ساتھ نکاح میں عدل نہیں کیا جاتا۔ اس سے بھی منع کیا گیا ہے۔ (۳) آیت میں اگر تم یتامٰی کے ساتھ عدل کرنے پر قادر نہیں تو ان سے نکاح نہ کرو۔ اور یہ انسان کی نفسیات میں شامل ہے کہ جس عورت سے نکاح کرنا پسند کرتا ہے پھر اُسے چھوڑتا نہیں۔ البتہ اس سے کوئی خوبصورت ہے تب چھوڑ دیتا ہے۔ اس لئے صرف نکاح نہ کرنے کے لئے سرسری طور پر کیا ہی نہیں گیا بلکہ حکم دیا گیا ہے کہ وہ نکاح کریں اس کی وضاحت۔ فانکحوا ما طاب لکم الخ سے ہوتی ہے کہ جب تم دوسری عورتوں سے نکاح کر سکتے ہو۔ دو تین چار عورتوں تک تمہیں اجازت ہے تو پھر یتامٰی سے نکاح کرنے پر مصر کیوں ہو۔ جب کہ تم عدل بھی نہیں کر سکتے۔ مثنٰی و ثُلٰث و رُبٰع جب یورپین مسلمانوں کی ذہنیت پر غالب آگئے تو ان کو شکست سے بچنے کے لئے اہتمام کرنا پڑا۔ انہوں نے مسلمانوں پر اور ان کے ملکوں پر پوری طرح غالب آنے کے لئے پروگرام بنایا۔ دین کے مقابلہ کی طاقت تو رکھتے نہیں۔ اور جبراً و قہراً ملکوں پر بھی غالب نہیں آسکتے تھے۔ اس لئے انہوں نے مسلمانوں کی اجتماعیات کو اساس و بنیاد سے تباہ و برباد کرنے کی کوشش کی۔ انہوں نے اس مسئلہ کو اپنے مقصد کے حاصل کرنے کے لئے زیادہ قریب محسوس کیا اس لئے انہوں نے اس کو بہت پھیلایا اور اس پر بہت بحث کی اور دو صدیوں کے قریب وہ اپنے مقصد میں کامیاب بھی ہوگئے۔ اُس کی تفصیل یہ ہے کہ رجال کی قوت فعالیہ طبعاً تین درجے رکھتی ہے۔

(۱) اعلٰی۔ (۲) متوسط۔ (۳) ادنٰی۔

پس ادنٰی درجہ یہ ہے کہ وہ ایک حالت پر رہے اور ایک عورت سے شادی کرے اور اس کے علاوہ وہ کسی اور عورت کی طرف توجہ نہ کرے۔ متوسط یہ ہے کہ ایک عورت کے بعد اسے دوسری عورت کی تمنا ہوتی ہے۔ اور وہ زیادہ عرصہ ایک بیوی پر اکتفا نہیں کر سکتا۔ اعلٰی قسم یہ ہے کہ ایک حالت میں وہ کئی عورتوں کو جمع کر سکے۔ یہ حالت فطریہ مردوں کی فعالیت میں کسی زمانہ میں تبدیل نہیں ہوئی۔ پھر نکاح اموال و معاشرہ کا ضرورت مند ہے۔ بعض لوگوں پر مال و معاشرہ کا معاملہ آسان ہوتا ہے۔ اور بعض لوگوں پر مال و معاشرہ آسان نہیں ہوتا۔ جن پر مال و معاشرہ سہل ہوتا ہے وہ اپنی تمنا کے مطابق نکاح کرتے ہیں۔ متوسط اور اعلٰی جس طرح ان کا ارادہ ہوتا ہے۔ جن پر مال و معاشرہ سہل نہیں ہوتا وہ

باوجود خواہش کے بھی ایک عورت سے زیادہ نکاح نہیں کر پاتے۔

پھر ان کی بھی دو قسمیں ہیں ایک فساق کی قسم ہے جو علانیہ طور پر یا خفیہ طور پر اپنی بیویوں پر اقتصار نہیں کرتے۔ بلکہ وہ فاحشہ عورتیں رکھتے ہیں۔ اور ان سے بیویوں جیسا سلوک کرتے ہیں۔ پھر انہیں چھوڑ دیتے ہیں یہ اجتماعیت میں پرانی رسم ہے اس سے کوئی قوم اور کوئی اجتماعیت خالی نہیں۔

پس یہ دعوی کہ آدمی ایک ہی عورت رکھ سکتا ہے یہ اس کے لئے ہے جو دنیاوی طبقہ میں ضعیف القوۃ ہو یا متقی آدمی ہو۔ جیسے فسق کی خواہش نہ ہو نہ ہی اسے مال و معیشت راست آئے۔ اس لئے وہ ایک عورت پر ہی اکتفا کرے گا۔ یہ طبقہ اجتماعیت میں کم ہے ورنہ عام طور پر ایک بیوی پر اقتصار نہیں کرتے اور جو لوگ عام طور پر فخر یہ ظاہر کرتے ہیں کہ اجتماعیت میں یہ طبقہ زیادہ ہے۔ ان کی حقیقت نہیں۔ مسئلہ کی یہ ایک توجیہ تھی اب دوسری توجیہ یہ ہے کہ قبیلہ دار قوم اور اس میں بھی ایک قسم ایسی ہے جو فخر کرتے ہیں اور اپنی لڑکیاں دوسری قوم میں نہیں دیتے۔ صرف اپنے اکفا میں یعنی اپنے خاندان میں ہی رشتہ کرتے ہیں۔ پھر اکفا کی تفصیل میں بھی اختلاف ہے۔ لیکن فطرت عام باعتبار عائلہ (کنبہ) یا قوم کے خود فیصلہ کرتی ہے اس رسم کی تحقیق کے بعد کئی زمانوں کے بعد قوم کثرت نساء میں مبتلا ہوگی۔ عورتیں زیادہ ہوں گی اور مرد تھوڑے اس لئے وہ ایک مرد کے لئے کئی عورتیں جمع کریں گے۔ پھر اگر ہم فرض کرلیں کہ وہ قوم دوسری قوموں پر فخر کرتی ہیں۔ اور اقوام پر سرداری کا گھمنڈ رکھتے ہیں تو وہ جنگوں کی طرف ضرورت سمجھیں گے اور مرد قتل کئے جائیں گے اس صورت میں بھی عورتوں کو اور اولاد کو بڑھانے کی وہ ضرورت سمجھیں گے۔ اور کثرت ازواج ان کے لئے ایک ضروری طریقہ ہو جائے گا۔ البتہ کمزور مرد مستثنیٰ بھی ہوں گے یہ ان کے حالات کا تقاضا ہو گا۔ کوئی انسانیت کے لئے عام قانون نہیں ہے۔

پس پہلی وجہ میں نظر کرنے سے کہ رجال و نساء میں فسق ہو اور اس کی وجہ یہ ہے ہو کہ مرد ایک ہی عورت کے ساتھ مقید ہے۔ اگر ہم کثرت نکاح تجویز کریں ان کی استعداد کے مطابق تو یہ ہم ان پر واجب اور ضروری نہیں کر سکتے۔ البتہ ان پر ترک فسق واجب کریں گے۔ تاکہ کثرت ازواج جائز ہو سکے۔ اگر مخصوص قوم کی مصلحت پر نظر کریں تو کثرت ازواج بھی بعض اوقات ان پر واجب کریں گے۔ پھر دوسری نظر اس مسئلہ میں یہ ہے کہ کنبوں میں فساد واقع ہوتا ہے۔ اور باہمی حسد و بغض اولاد میں ہوتا ہے۔ اگر ہم اصلاح

پر قادر ہو سکیں۔ اور فساد کو کم کر سکیں تو کثرت ازدواج کا انکار نہ کیا جائے گا۔ اگر مفاسد کا احتمال ہو تو ترکِ کثرت ضروری ہو گا۔

جب کسی قوم میں قوت ارتقار غالب ہو تو کثرت اموال اور بعض ازواج کا دوسری ازواج سے اعتزال اور علیحدگی بھی کرنی ضروری ہو گی لہٰذا ایک عورت کی اولاد کو اموال کے ساتھ اشتغال کرنا ہو گا جو اس کے لئے کافی ہو اور دوسری عورت کی اولاد اس کے علاوہ اموال کے ساتھ مشغول کرنا ہو گا۔ اس صورت میں تعارض مع الاخوۃ بھی نہ ہو گا۔ اگر ایسی حالت ہو تو اصلاح مفاسد قوانین عامہ کی رعایت سے ممکن ہو گی۔ جب دو بیویوں میں ربط فاسد ہو جائے تو ہر ایک شخص ان کے افتراق پر بھی قادر ہو گا۔ ہر شخص مرد عورت اپنی رضا کے مطابق ڈھونڈ لے گا۔ اور اجتماعیت میں ضرر پیدا نہ ہو گا۔

حاصل مسئلہ یہ ہے کہ یہ مسئلہ کئی وجوہ پر مشتمل ہے ہر قوم میں یہ حالات مساوی طور پر ہیں۔ ان میں کثرت ازدواج امر واجب نہیں۔ لیکن تجویز کثرت ضرورت کے وقت واجب ہے۔ اس کا انکار نہیں ہو سکتا۔

ہر قوم کے بادشاہ زیادہ عورتوں سے شادیاں کرتے رہے ہیں۔ لیکن جب شریعت کا التزام کرتے ہیں تو کثرت حرام ہو جاتی ہے۔ اور وہ متقی ہو جاتے ہیں۔ اور اس صورت کے علاوہ تمام بادشاہ شادی کرتے ہیں اور اس کا انکار نہیں کیا جاتا۔ اور یہ شاذ ہے۔ اس لئے اس سے ہم بحث نہیں کرتے۔ پس جو خلاصہ ہے وہ یہ ہے کہ بعد از ملاحظہ اجتماعیات و شرائع محرمہ و مبیحہ کہ ایجاب مستحق نہیں مگر جب کہ نکاح ایک عورت سے ہو اور تکثیر نکاح میں وہ مخیر ہیں۔ بعض شرائط و حالات کے تحت اگر وہ شروط کی مراعات نہ کریں تو انہیں منع کرنا ہو گا۔ مجھے اس خاص مسئلہ کا کافی مطالعہ ہے میرے خیال میں اس پر کوئی متنبہ نہیں ہوا۔ اور جس بات پر مجھے تنبہ ہوا وہ پردہ اور عدم پردہ کا مسئلہ ہے۔ پردہ چند حالات کے ساتھ مخصوص ہے۔ لیکن ریاکار اپنے دعویٰ کا تعصب کرتے ہیں۔ پردہ عام لوگوں پر واجب کرنا غیر ممکن ہے۔ اور جو لوگ تعصب کرتے ہیں ان سے مجھ کو دکھ ہوتا ہے۔ کیوں کہ جہالت انسان کو حق کی طرف نہیں لے جاتی۔ اور تعصب مع جہالت انسانیت کو تباہ کر دیتا ہے۔ ہم اس مسئلہ پر کچھ تھوڑا سا بیان کرتے ہیں۔ کہ مسلمان عورتیں عام طور پر بستیوں اور شہروں میں کھلے منہ پھرتی ہیں۔ البتہ چند مخصوص گھرانے ہیں جو اپنی فضیلت و شرف کا دعویٰ رکھتے ہیں تو ان میں پردہ قائم ہے شریعت اسلامی کے مطابق۔ میں نے

ان کے حالات کو اچھی طرح معلوم کیا ہے۔ ہندوستان کے طول و عرض میں نے ایک یا دو گھر فقط ایسے پائے ہیں۔ کیوں کہ شریعت اسلامیہ خاوند کے بھائیوں کو اسکی بیوی کے لئے اجنبی قرار دیتی ہے۔ حالانکہ کوئی گھر ایسا نہیں جو اپنی بیویوں کو اپنے بھائیوں سے پردہ کرائے۔ کیوں کہ ان کی اقتصادی حالت لازمی پردہ کے اخراجات کی متحمل نہیں اسی لئے وہ عورتیں اپنے ازواج کے بھائیوں سے پردہ نہیں کرتیں۔ بلکہ ان کے علاوہ اغیار سے پردہ کرتی ہیں۔ اور شریعت کا یہ حکم ہے ہی نہیں۔ بلکہ یہ ریا ہے۔ عورتیں فخر باطل کرتی ہیں۔ اور دیہاتی کھلے منہ عورتیں عصمت کے لحاظ سے ان جھوٹی پردہ باز عورتوں سے اچھی ہیں۔ اگر وہ شرعی حکم کی رعایت کرتے تو حکمت کو ترک نہ کرتے کیوں کہ حکمت کا تحقق شرعی رعایت کو مستلزم ہے۔ اور اس مصنوعی پردہ میں حکمت و مصلحت کا وجود ہی نہیں۔ یہ رسم بادشاہوں اور امراء سے اس وقت آتی ہے جب کہ شریعت کی ہر چیز ختم ہو چکی ہے۔ اس لئے اس مصنوعی پردہ کو بدلنا ضروری ہے۔ میں نے ہند کے اجتماعیات کا مطالعہ اس معاملہ میں یہ کیا ہے۔ اس ضمن میں مجھے دوسری قبائح کا علم بھی ہوا۔ اور قبیح فعل لواطت ہے۔ جن لوگوں میں عورتوں کا پردہ موجود نہیں وہاں زنا کا غلبہ ہے۔ مگر لواطت ان میں بہت کم ہی ہے۔ اور جن لوگوں میں پردہ رائج ہے وہاں لواطت زنا سے زیادہ ہے۔ جو لوگ عورتوں پر پابندی رکھتے ہیں اور خود فاسق ہیں ان میں لواطت زیادہ ہے۔ یہ ایسا معاملہ ہے کہ جب اجتماعیت کی اصل بنیادوں پر غور کیا جائے تو معلوم ہوگا۔ جو لوگ اپنی زندگی کی منزلیں حیوان کی طرح طے کرتے ہیں انہیں کچھ علم نہیں۔ اور احبار و رہبان جو اپنے آپ کو انسانیت پر مافوق سمجھتے ہیں وہ اجتماعیت کی طرف دھیان نہیں دیتے ان لوگوں کے متعلق ہم بحث نہیں کرنا چاہتے یہ دنیا و آخرت میں ملعون ہیں، خدا نے ان کی آنکھوں کو اندھا کر دیا ہے اور انہیں علم کے باوجود گمراہ کر دیا ہے۔ اور اجتماعیت میں یہ حالت عام ہو چکی ہے۔ اب ہم اس دعوت کی طرف رجوع کرتے ہیں جن کی حنیفی انبیا نے دعوت دی ہے وہ دو باتوں سے منع کرتے ہیں (۱) آدمی اپنے ہاتھ سے کوئی چیز بنائے۔ اور یہ اس آدمی کے کمال کی دلالت ہے اور وہ اپنی بنائی چیز پر فضیلت رکھتا ہے وہ ویسی ہزاروں چیزوں کو بنا سکتا ہے۔ پھر یہ معاملہ برعکس ہو جاتا ہے اور اپنی خود ساختہ چیز کو اپنا معبود بنا لیتا ہے۔ اور یہ خلاف فطرت ہے۔

البتہ اللہ کی بنائی ہوئی چیزیں اللہ کی آیت اور نشانی ہیں یہ حنیفیت میں ممنوع الفطرۃ نہیں،

مثلاً ہم پہاڑوں کو دیکھتے ہیں تو خدا کو یاد کرتے ہیں۔ بجلی کو چمکتا دیکھتے ہیں تو خدا یاد آتا ہے۔ اُگنے والی چیزیں دیکھتے ہیں تو یاد الٰہی تازہ ہو جاتی ہے۔ بعض دفعہ ہم اپنی جانوں کو مصائب سے بچا ہوا پاتے ہیں اور اس میں ہماری تدبیر کا دخل بھی نہیں ہوتا تو ہم خدا کو یاد کرتے ہیں۔ یہ اُمور پیدا کردہ ہیں ممکن ہیں۔ اور انہیں ہم رب کی تجلیات سمجھتے ہیں۔ اور یہ حنیفیت میں ممنوع نہیں ہیں۔ البتہ ہم کسی چیز کو اپنے ہاتھ سے بنائیں اور اسے معبود سمجھیں یہ ممنوع ہے۔ جن لوگوں نے عبادت اصنام کی ممانعت کا مدار اسے کیا ہے کہ وہ ممکنہ ہیں، وہ حق بات تک نہیں پہنچے۔ صنم سے اس لئے روکا گیا ہے کہ وہ فطرت کے خلاف ہے

(۲) اجتماعیت کا اساس نکاح ہے۔ لواطت فطرت کی ضد ہے اور اس سے منع کیا گیا ہے۔

لواطت سے ممانعت زنا کی ممانعت کے مثل نہیں کیوں کہ لواطت فطرت کے خلاف ہے اور زنا قانون کے خلاف ہے۔ یہ پردہ باز لوگ زنا سے روکتے ہیں اور لوگوں کو لواطت کے لئے مجبور کرتے ہیں یہ ان کی حقیقت الامر سے جہالت کی وجہ سے ہے۔ اور جو لوگ ایک بیوی کی پابندی کی قید و شرط لگاتے ہیں وہ بھی لواطت کے لئے مجبور کرتے ہیں۔ پس جو شخص لواطت کی نفی کرنا چاہے گا وہ اجتماع میں کھلے منہ رہنے کو اور کثرت نکاح کو جائز قرار دے گا جس وقت فطرت اپنے منہاج پر قائم ہو جائے اس وقت وہ اپنے مطابق برابر کے قانون بھی تیار کرے گی۔ لہٰذا ان قوانین کی قیمت۔ اصول و اوقات کے اختلاف سے بدلتی ہے۔ قانون کی بنیاد یہ ہے کہ فطرت کو حاکمہ بنایا جائے۔ فقط پس حاصل کلام یہ ہے کہ اجتماعیت انسانیہ دو بنیادوں پر قائم ہے۔

(۱) معرفت رب اور تقویٰ۔ پہلی چیز جو اس کے مخالف ہے وہ یہ ہے کہ اپنی مصنوعات کو معبود سمجھنا۔ خواہ کسی صورت میں بھی ہو۔ اس صورت میں عمارات عظیمہ باطل ہو جاتی ہیں جو ہزاروں کی محنت سے بنی ہیں۔ اور انکے ذریعہ ہزاروں لوگ رزق پاتے ہیں۔ نیز انکے گرانے سے بھی ہزاروں لوگ فائدہ اور رزق حاصل کرتے ہیں جب کہ یہ معابد اصنام ہوں۔ فطرت کی حاکمیت خلاص ہو جاتی ہے۔ اسی طرح اگر ہم نہر بنائیں اور خدا کی قدرت کا آئینہ سمجھیں یا ایسا پتھر جو خدا کی توجہ کا مرکز ہو اس کو ہم اپنے حال پر چھوڑیں گے۔ لیکن اگر ہم مصنوعات کو معبود بنالیں تو یہ انسانیت کی بربادی و تخریب کا سامان ہے، ان باتوں کی طرف دعوت دینے والوں کو اگر قتل کیا جائے تو ان سے ادنیٰ نقصان نہیں ہوتا۔

(۲) اجتماعیت کا دوسرا تقاضا نکاح ہے، اس صورت میں بھی استمتاع کو وسعت دی جائے۔ البتہ ایسی کی صورت میں جو کنبہ کے لئے فساد پیدا کرنے والی ہو ممنوع ہوگا۔ نکاح کے طریقہ کو ہم اسی طرح رہنے دیں گے تاکہ لواطت کا سد باب کیا جائے ہر ممکن طریقہ سے۔ یہ وہ بات ہے جسکی طرف اللہ نے دو تین چار نکاح کی بھی اجازت دی ہے۔

لطیفہ ہندوستان میں ایسے لوگ ہیں جن کو عورتوں کی اصناف پہچاننے میں خصوصی مہارت ہے اور انہوں نے اس موضوع پر کتابیں لکھی ہیں۔ یہ اسلام سے پہلے کی کتابیں لکھی گئی ہیں عورتوں کی انہوں نے چار قسمیں رکھی ہیں۔ اگر کوئی شخص تمام قسم کی ایک ایک عورت رکھنا چاہے تو یہ کثرتِ نکاح کا ادنیٰ نصاب ہے۔ کیوں کہ اگر وہ چاروں قسموں کی عورتوں سے استمتاع کرے گا تو وہ چار سے زیادہ کا حاجت مند نہ ہوگا۔ لہٰذا اگر کسی شخص کو اس فن میں مہارت ہوگی تو وہ چار پر اقتصار کرے گا۔ اس مسئلہ میں انبیاء کے نکاح کا مسئلہ اشکال نہیں رکھتا کیوں کہ وہ استمتاع کی غرض سے کثرتِ نکاح نہ کرتے تھے بلکہ ان میں دوسری مصلحتیں تھیں مثلاً وہ عورتوں کی تعلیم کے لئے کثرت نکاح کرتے تھے۔ عام اہل علم کے اعتبار سے یہ توجیہ ہے۔ میری ذہنیت کی توجیہ یہ ہے مردوں اور عورتوں دونوں کی تعلیم مقصود ہوتی ہے لہٰذا وہاں چار سے زیادہ کا نکاح استمتاع کے لحاظ سے نہ تھا۔ اور عورتوں کی چار قسمیں اگر مان لی جائیں تو ان چار پر اقتصار مصلحت کا فیہ ہے ہم اس میں حکمت پاتے ہیں جو کہ ربا کے باب میں ہے۔ اور یہ امام ولی اللہ کے اصول پر ہے ——— لطیفہ تمام ہوا

بیع اجناس کی تحریم میں جب کہ وہ بڑھ جائے اور اس کو سود سے ملانا۔ اسی طرح عورتوں کی اجناس مختلف ہیں اس لئے انسان کو چاہیے کہ وہ ہر جنس سے ایک لے۔ فان خفتم الخ اس میں اس بات کی دلالت ہے کہ کثرت نکاح چند شرطوں کے ساتھ مشروط ہے۔ اور حکیم اس بات کا انکار نہیں کرسکتا کہ اس کی ضرورت صرف بعض حالات میں ہوتی ہے۔ اوما ملکت ایمانکم اس میں قوت خاصہ کے اعتبار سے دلیل ہے۔ ہر قوم اپنی قوم کے علاوہ بیوی کو مملوکہ کے مانند سمجھتی ہے۔ ذمیات کا انکار کرنا اور انسانیت کو خرافات کے طبقہ پر محمول کرنا یہ بے قیمتی باتیں ہیں۔ اجتماع انسانی میں ان باتوں کی کوئی قیمت نہیں۔ اس کی مثال اجتماع انسانی میں نہیں۔ البتہ کوئی جماعت سطح ارض کو ہموار کرے تب۔ اب محنت بلا فائدہ ہے

فطرت انسانیہ ایسی ہے کہ ایک گھر کئی گھروں میں منقسم ہو جاتا ہے اور اس طرح معیشت اچھی صورت سے انتظام پاتی ہے۔ اگر ہم اس تمام کثرۃ کو ایک گھر میں جمع کر دیں تو زندگی اور معاشرہ خراب ہو جائے گا۔ جب یہ بات ہے تو یہ کیسے ممکن ہے کہ ہم قومیتوں کا انکار کریں۔ جو کہ روئے زمین پر پھیلی ہوئی ہیں۔ ایک ادنیٰ بات یہ ہے کیا ہم ایک زبان پر جمع ہو سکتے ہیں؟ ہم ہندوستانی قاف اور عین کو بھی ادا نہیں کر سکتے اور بڑے تکلف سے ادا کرتے ہیں۔ اسی طرح سین صاد تار اور طا میں بھی فرق بمشکل کر سکتے ہیں۔ اسی طرح عرب بھی ہندی کے ضخیم و ثقیل حروف ادا نہیں کر سکتے۔ ایک شخص ان پڑھ اور سیاح تھا۔ ایک حرف بھی لکھ پڑھ نہ سکتا تھا۔ لیکن بڑا دانا اور تجربہ کار تھا۔ اس نے ہم سے ایک واقعہ بیان کیا کہ وہ نجد گیا۔ عرب لوگ کہنے لگے ہندی مخارج سے حروف کی ادائیگی نہیں کر سکتے۔ اس نے کہا عرب بھی ہمارے حروف کی ادائیگی نہیں کر سکتے۔ عربوں نے کہا نہیں؟ ہم تمام حروف کی ادائیگی پر قادر ہیں۔ اس نے کہا اچھا ہندی الفاظ بولو "گھوڑے" کا لفظ بولو۔ عرب نہ بول سکے۔

غرضیکہ افکار پر مجتمع ہونا جو فطرت کے موافق ہوں اور ضرورت کے مطابق یہی مقصود ہے۔

وَذٰلِكَ اَدْنٰی اَنْ لَّا تَعُوْلُوْا یعنی ایک بیوی سے نکاح کرنا یا اپنی قوم کے علاوہ دوسری سے شادی کرنا یہ ادنیٰ درجہ ہے۔ مسئلہ یتامی عورتوں کے متعلق تھا۔ اور وہ ان کے مہر میں کمی کرتے تھے۔ اس سے انہیں منع کیا گیا۔ اور مراد تنگ کرنا نہیں۔ کیوں کہ عورتیں اگرچہ یتیم ہوں۔ اور مہر لینے کے بعد وہ خوشی سے پھر اپنے خاوندوں کو دیں۔ تو اس میں حرج نہیں اس کی طرف اشارہ ہے (۴) میں وَاٰتُوا النِّسَاءَ مسئلہ یتامی کو ان کے اموال دینے کا مسئلہ شرح کا محتاج ہے پس آیات ۵ اور ۶ اسکے قول وَاٰتُوا کی شرح ہے وَلَا تُؤْتُوا السُّفَهَاءَ ...... جعل اللہ لکم قیامًا اس میں ایک حکمت بیان کی گئی ہے۔ یعنی اجتماعیت قائم نہیں رہ سکتی مگر اموال سے رہ سکتی ہے۔ پس جو شخص حساب نہ جانتا ہو اور وارد و صادر کا توازن قائم رکھنے پر قادر نہ ہو وہ بیوقوف ہے۔ اس کو اموال سونپنا جائز نہیں۔ کیوں کہ اشخاص کے اموال کا جزو ہے اور قوم اپنے افراد کی نگہبانی کرتی ہے۔ پس جو بے وقوف نگہبانی کی مراعات نہیں کرتا اس کے بقدر ضرورت ہی دیا جائے گا۔ پس اسلامی حکومتیں مالی نظام کیونکر بیوقوف بادشاہوں کی اولاد کو سونپ دیں؟ اور یہ حکم قرآن کے خلاف ہے۔

ہم نے بیوقوف اور جاہل فقہار دیکھے ہیں جو قوموں پر بیوقوف بادشاہوں کی اولاد کی حکومت کا پروپیگنڈا کرتے ہیں اور زبردستی ان کی حاکمیت تسلیم کراتے ہیں۔ یہ بات افغانستان میں سب ہمیں اس بات سے بہت دُکھ پہنچا ہے۔ بلکہ نکاح کے معاملہ میں فساد اجتماعیت سے بھی زیادہ ہمیں اس بات کا افسوس ہے۔ اس زمانہ میں ہم اس کا علاج سوائے جبری تعلیم کے نہیں پاتے جو انہیں ان کی اپنی اپنی زبانوں میں تمام مرد عورت کو دی جائے۔ اور جو اس حکم کو خلاف اسلام قرار دے وہ جاہل ہے۔

فان انستم الخ اس بات سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ منصب سونپنے سے پہلے ضروری معلوم ہونا چاہیئے کہ آیا مدرس قاضی یا امام یا کسی دوسرے ادارہ کا کوئی عامل اور حاکم اس منصب کا اہل بھی ہے یا نہیں؟ علما کی جماعت اس فرض کی ادائیگی کے لئے جمع ہوں اور تعلیم واجب کریں اور افسروں کی جانچ پڑتال کی صلاحیت عوام میں پیدا کریں۔ یہ قومی فرض اہل علم طبقہ کے ذمہ ہے۔

اور صحیح بات تو یہ ہے کہ مسلمانوں نے ترقی کے تمام مدارج اجتماعیات کے تمام گوشوں سے ختم کر دینے میں اس درجہ تک پہنچنے کے بعد بھی وہ بیدار نہیں ہوئے۔ بلکہ دوسری قوموں نے ان کا راستہ پکڑ لیا ہے۔ اور منظم ہو کر بڑھ گئے ہیں۔ اور ان میں مسلمانوں سے زیادہ ترقی کی صلاحیت پیدا ہو چکی ہے

فمن کان غنیا الخ کسی خلیفہ راشد نے اس سے بڑے بڑے حکام کے وظیفہ کی بیت المال سے اجازت کا مسئلہ اخذ کیا ہے۔ لیکن لوگوں نے بعد میں بیت المال کا مسئلہ فاسد کر دیا ہے۔ اب یہ اس طرح ممکن ہے کہ وہ لکھنے پڑھنے کے ذریعہ بیدار ہوں اور بیت المال کے اموال کی میزانیت کی محافظت کریں۔ اور اپنے عقلمند لوگوں کے ذریعہ کسی کو بیت المال پر غالب نہ آنے دیں اور چالاک لوگوں کا غلبہ اسی وقت ختم کیا جا سکتا ہے جب کہ لوگ بیدار ہوں تعلیم کے ذریعہ۔ اور اپنے حقوق پر غور و فکر کریں اور مساوات حقوق سمجھیں۔ ہم نے اس بات کو ولکم فی القصاص حیوٰۃ میں ثابت کیا ہے جیسے کہ امام ولی اللہ نے اس کی تفسیر و ترجمہ کیا ہے۔

مسئلہ:- کیا یتامیٰ جو مال اپنے آباء سے لیں گے وہ ان کے لئے ہی خاص ہوگا؟ جواب نہیں! اسکی شرح مفصل آئے گی اور اس کا اجمال آیت ۷ میں ہے للرجال ۔ ۔ ۔ ۔ وللنساء ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

قولًا معروفا یہ تہذیب وثقافت کی ارتقائی قسم ہے۔ اور جو مالی جھگڑے کنبوں اور گھروں میں ہوتے

ہیں انہیں کم کرنے کے لئے ہے۔ ہر ایک کا حصہ کنبہ میں عدل کے ساتھ متعین ہونا چاہیئے۔ اس کی طرف
اشارہ ہے نَصِیبًا مفرُوضًا میں ہے۔ جب عدل کے مقرر کیا جائے اور امت اسے سونپ دے تو اسے
بہت سے مسائل سے نجات مل جائے گی۔ جو قانون اسلامی عنقریب آنے والا ہے وہ عدل پر مبنی ہے۔
ہم نے کوئی حکیم نہیں دیکھا فقہاء امت میں سے جس نے حجۃ اللہ البالغہ کی طرح تقسیم میں حکمت کو ملحوظ
رکھا ہو۔ ہمیں استنبول میں ایک ترکی شخص نے حکایت بیان کی کہ اس نے اس کا ترجمہ فرانسیسی زبان میں
میں کیا۔ اور فرانس کسی حکیم کے پاس لے گیا تو اس فرانسیسی حکیم نے کہا کہ اس ترکی عالم فرانسیسی ڈاکٹر پر ظلم
کیا ہے۔ ترکی عالم نے کہا قانون اسلام کی شرح تم اس طرح کیوں نہیں پیش کرتے؟ انتکایہ۔
تو جس طرح ہم نے دیکھا کہ اس نے حکمت کی شرح کی تھی اس طرح اسے یورپ دیکھتا ہے۔ لیکن ان
کو اسلام کی یہ باتیں کون پہنچاتا ہے۔ ۶ وَاِذَا حَضَرَ الخ (۸) اس آیت پر عمل کرنے سے فقہا نے غفلت
برتی ہے۔ حالاں کہ یہ تقسیم کے تتمہ میں سے ہے۔ اور اس بات کی ہدایت دیتی ہے کہ مال دراصل امت کا
ہے خاص گھر اور خاص کنبہ کا نہیں۔ پس اموال کے مستحق لوگوں کی دو قسمیں ہیں۔ ۱ پہلی قسم وہ ہے جن کیلئے
حصہ مقرر ہوا اور تقسیم کے وقت وہ لوگ آجائیں جن کا حصہ مقرر نہ ہو وہ لوگ رشتہ دار ہوں، کنبہ والے ہوں یتیم، مسکین۔ یہ قوم اور
امت میں ہیں۔ اور ۲ دوسری قسم وہ لوگ ہیں جن پر تقسیم ہوتی ہے۔ انہیں تقسیم کی حکمت بیان کی جارہی
ہے تاکہ تقلیل عطایا کے لئے عذر ہو سکے۔ یہ بات ان میں ہر شخص کے دل میں حسن اشتراک کا مادہ پیدا
کرے گی۔ پس جب کنبہ میں ایسا آدمی دیکھیں جو مال تباہ کرتا ہے اس سے لے لیں۔ کیوں کہ ان کے لئے بھی
اس مال میں حق ہے۔ ہمارے فقہا نے اس بات سے غفلت برت کر اور اسے مندوب کے باب میں
شامل کر کے اشتراکیت حقہ کے فکر سے محروم ہو گئے ہیں پس یہ گناہ عدم تدبر قرآن کے سبب سے ہوا
ولا تاکلوھا اسرافًا الخ یہ اس بات کی رہنمائی کرتی ہے کہ بیوقوفی اور اسراف یتامی کا خاصہ نہیں بلکہ
صاحب معاملہ لوگ موجود رہیں جو حفاظت اپنے ذمہ میں لیں، اور امت پر واجب کہ وہ افراد کے اموال کی
نگہداشت رکھیں۔ اگر ان یتامی سے اسراف و منہیات دیکھیں تو انہیں روکیں۔ اور ان پر کنٹرول کریں۔
حکومت اس قسم کے فرائض ادا کرنے کے لئے ہوتی ہے۔ اسی قسم کے وظائف اور ڈیوٹیاں حکومت
کے ذمہ ہیں اگر ان امور کے والی اس چیز سے غافل ہوں تو انہیں معزول کرنا ضروری ہے۔

ہیں انکے ساتھ چلتا رہا تھا اور وہ مجھے ایک دو شعر یاد کراتا رہتا تھا جب ہیں فرائض یاد کرنے سے فارغ ہوا تو میں نے کہا انکے علاوہ اب ضرورت نہیں۔ اس سے پہلے ہم نے انگریزی مدارس میں ایک مدرس دیکھا تھا جو حساب میں سست تھا میں نے کہا میں اس جیسا نہیں، تمہاری مرضی ہو کچھ چاہیے تو مجھ سے پوچھو۔ میں "صُغریٰ" میں ماہر تھا پس اس نے چند مسائل میرے سامنے رکھے میں نے سب استخراج کر کے بتا دیئے۔ اس کے بعد اس نے میری بات تسلیم کی پھر مغرب کے بعد میں نے سراجی دو گھنٹے میں پڑھی اور اسے ایک ہی جلسہ میں ختم کیا۔ بعدہ مصفیٰ میں مشتغل ہو گیا۔ اور اس میں مناسخات شبکہ کی بحث معلوم کی۔ بعد ازاں حجۃ اللہ البالغہ پڑھی اور اسے مضبوطی سے پکڑ لیا۔

حکایت

مجھ سے ایک ہندو نے دریافت کیا جو تازہ مسلمان ہوا تھا۔ کہ ہندو قانون آبا کے مال میں بیٹیوں کا حق مقرر نہیں کرتا اور قانون اسلام لڑکیوں کے لئے حق مقرر کرتا ہے۔ ان میں فارق کونسی چیز ہے؟ میں نے کہا ہندی قانون لڑکیوں کو خاوندوں کے گھر میں اس طرح شامل کرتا ہے کہ وہ ان گھروں کو چھوڑنے پر قادر نہیں رہتیں۔ انہیں ضرورت ہی نہیں پڑتی کہ وہ بھائی کے گھر کچھ لے سکیں۔ اور اسلام نے طلاق کو مباح کیا ہے اس لئے انہیں خاوند کے گھر میں ہمیشہ قرار رکھنا ضروری نہیں رہتا۔ لہذا ان کے لئے باپ کے مال سے حصّہ ہے۔ اس نے اس جواب کو بہت سراہا۔ اس نے کہا اسلام کے لئے آپ جیسے معلم ہونے چاہییں۔ میں نے اسے یہی کہا جس کا میں نے اشارہ کیا ہے کہ ادیان کی شریعتیں میں ایسا ہی اختلاف ہے جیسے احادیث کی کتابیں اس لئے اجتہاد کر کے حکم قرآن کے مطابق تطبیق دینی چاہیئے۔

(۱۳) تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ تا ۱۴۔ ان حدود سے تعدی کرنے والے کو سختی سے مخاطب کیا گیا ہے۔ کیونکہ ان حدود ۔ خانگی جھگڑے ختم ہو جاتے ہیں اور اپنی باتوں پر قومی صالح حکومتوں کی بنیاد پڑتی ہے۔ اس کے بعد قرآن تمام اقوام پر حکومت کر سکتا ہے۔ اسلئے ان احکام حدود سے تعدی اس بنا پر ظلیم گناہ کے مترادف ہے۔ فرائض کا بیان ختم ہوا

وَالّٰتِیْ یَاْتِیْنَ الْفَاحِشَةَ مِنْ نِّسَآىِٕكُمْ فَاسْتَشْهِدُوْا عَلَیْهِنَّ

اور جو کوئی بدکاری کرے تمہاری عورتوں میں سے تو گواہ لاؤ ان پر

اَرْبَعَةً مِّنْكُمْ فَاِنْ شَهِدُوْا فَاَمْسِكُوْهُنَّ فِی الْبُیُوْتِ حَتّٰی

چار مرد اپنوں میں سے پھر اگر وہ گواہی دیویں تو بند رکھو ان عورتوں کو گھروں میں یہاں تک

یَتَوَفّٰىهُنَّ الْمَوْتُ اَوْ یَجْعَلَ اللّٰهُ لَهُنَّ سَبِیْلًا ﴿۱۵﴾ وَالَّذٰنِ

کہ اٹھا لیوے ان کو موت یا مقرر کر دے اللہ ان کے لئے کوئی راہ اور جو دو

يَأْتِيٰنِهَا مِنْكُمْ فَاٰذُوْهُمَا ۚ فَاِنْ تَابَا وَاَصْلَحَا فَاَعْرِضُوْا

مرد کریں تم میں سے وہی بدکاری تو ان کو ایذا دو پھر اگر وہ دونوں توبہ کریں اور اپنی اصلاح کر لیں تو ان کا خیال

عَنْهُمَا ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا ﴿۱۶﴾ اِنَّمَا التَّوْبَةُ عَلَى اللّٰهِ

چھوڑ دو بیشک اللہ توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے توبہ قبول کرنی اللہ کو ضرور تو

لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السُّوْٓءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ يَتُوْبُوْنَ مِنْ قَرِيْبٍ

ان کی ہے جو کرتے ہیں براکام جہالت سے پھر توبہ کرتے ہیں جلدی سے

فَاُولٰٓئِكَ يَتُوْبُ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ﴿۱۷﴾ وَ

تو ان کو اللہ معاف کر دیتا ہے اور اللہ سب کچھ جاننے والا ہے حکمت والا اور

لَيْسَتِ التَّوْبَةُ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السَّيِّاٰتِ ۚ حَتّٰٓى اِذَا حَضَرَ

ایسوں کی توبہ نہیں جو کئے جاتے ہیں برُے کام یہاں تک کہ جب سامنے آجائے

اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ اِنِّيْ تُبْتُ الْـٰٔنَ وَلَا الَّذِيْنَ يَمُوْتُوْنَ

ان میں سے کسی کی موت تو کہنے لگا میں توبہ کرتا ہوں اب اور نہ ایسوں کی توبہ جو کہ مرتے ہیں حالت

وَهُمْ كُفَّارٌ ؕ اُولٰٓئِكَ اَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ﴿۱۸﴾ يٰٓاَيُّهَا

کفر میں ان کے لئے تو ہم نے تیار کیا ہے عذاب دردناک اے

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا يَحِلُّ لَكُمْ اَنْ تَرِثُوا النِّسَآءَ كَرْهًا ؕ وَلَا

ایمان والو حلال نہیں تم کو کہ میراث میں لے لو عورتوں کو زبردستی اور نہ

تَعْضُلُوْهُنَّ لِتَذْهَبُوْا بِبَعْضِ مَآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ اِلَّآ اَنْ

روکے رکھو ان کو اس واسطے کہ لے لو ان سے کچھ اپنا دیا ہوا مگر کہ وہ

يَّاْتِيْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ ۚ وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ۚ فَاِنْ

کریں بے حیائی صریح اور گذران کرو عورتوں کے ساتھ اچھی طرح پھر اگر

كَرِهْتُمُوْهُنَّ فَعَسٰٓى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْـًٔا وَّيَجْعَلَ اللّٰهُ فِيْهِ خَيْرًا

وہ تم کو نہ بھاویں تو شاید تم کو پسند نہ آوے ایک چیز اور اللہ نے رکھی ہو اس میں بہت

كَثِيرًا ﴿١٩﴾ وَإِنْ أَرَدْتُّمُ اسْتِبْدَالَ زَوْجٍ مَّكَانَ زَوْجٍ ۙ وَّآتَيْتُمْ

خوبی　اور اگر بدلنا چاہو　بدلنا چاہو　ایک عورت کی جگہ دوسری عورت کو　اور دے چکے

إِحْدَاهُنَّ قِنْطَارًا فَلَا تَأْخُذُوا مِنْهُ شَيْئًا ۚ أَتَأْخُذُونَهُ بُهْتَانًا

ہو ایک کو بہت سا مال　تو مت پھیر لو　اس میں سے کچھ　کیا لیا چاہتے ہو اس کو ناحق

وَّإِثْمًا مُّبِينًا ﴿٢٠﴾ وَكَيْفَ تَأْخُذُونَهُ وَقَدْ أَفْضَىٰ بَعْضُكُمْ إِلَىٰ

اور صریح گناہ سے　اور کیونکر اس کو لے سکتے ہو　اور پہنچ چکا ہے تم میں کا ایک دوسرے

بَعْضٍ وَّأَخَذْنَ مِنْكُمْ مِّيثَاقًا غَلِيظًا ﴿٢١﴾ وَلَا تَنْكِحُوا مَا نَكَحَ

تک　اور لے چکیں وہ عورتیں تم سے عہد پختہ　اور نکاح میں نہ لاؤ جن عورتوں

آبَاؤُكُمْ مِّنَ النِّسَاءِ إِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ ۚ إِنَّهُ كَانَ فَاحِشَةً وَّ

کو نکاح میں لائے تمہارے باپ　مگر جو پہلے ہو چکا　یہ　بے حیائی ہے　اور

مَقْتًا ۖ وَسَاءَ سَبِيلًا ﴿٢٢﴾ حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ أُمَّهَاتُكُمْ وَبَنَاتُكُمْ وَأَخَوَاتُكُمْ وَعَمَّاتُكُمْ وَ

کام ہے غضب کا　اور برا چلن ہے　حرام ہوئی ہیں تم پر　تمہاری مائیں　اور بیٹیاں

خَالَاتُكُمْ وَبَنَاتُ الْأَخِ وَبَنَاتُ الْأُخْتِ وَأُمَّهَاتُكُمُ اللَّاتِي أَرْضَعْنَكُمْ وَأَخَوَاتُكُمْ مِّنَ الرَّضَاعَةِ

اور بہنیں اور پھوپھیاں　اور خالائیں اور بیٹیاں بھائی کی اور بہن کی اور جن ماؤں نے تم کو دودھ پلایا　اور دودھ کی بہنیں۔

وَأُمَّهَاتُ نِسَائِكُمْ وَرَبَائِبُكُمُ اللَّاتِي فِي حُجُورِكُمْ مِّنْ نِّسَائِكُمُ اللَّاتِي

اور تمہاری عورتوں کی مائیں اور ان کی بیٹیاں جو تمہاری پرورش میں ہیں جن کو جنا ہے تمہاری ان عورتوں نے جن سے

دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَإِنْ لَّمْ تَكُونُوا دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ

تم نے صحبت کی　اور اگر تم نے ان سے صحبت نہیں کی　تو تم پر کچھ گناہ نہیں اس نکاح میں

وَحَلَائِلُ أَبْنَائِكُمُ الَّذِينَ مِنْ أَصْلَابِكُمْ ۙ وَأَنْ تَجْمَعُوا بَيْنَ

اور عورتیں تمہارے بیٹوں کی　جو تمہاری پشت سے ہیں　اور یہ کہ اکٹھا کرو　دو

الْأُخْتَيْنِ إِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ ۗ إِنَّ اللَّهَ كَانَ غَفُورًا رَّحِيمًا ﴿٢٣﴾

بہنوں کو　مگر جو پہلے ہو چکا　بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

اجتماعیت مرد و عورت پر مبنی ہے نیزان کے ربط۔ اور اموال پر مبنی ہے۔ اور اجتماع میں اموال کی بہت اہمیت ہے اور ربط قائم نہیں ہو سکتا جب تک کہ اشتراک نہ ہو اور میلان طبعی حیوان اور انسان میں برابر مشترک ہے لیکن حیوان اشتراک فی الاموال تک ہدایت اور راہ نہیں پا سکتا۔ اس لئے ان کی اجتماعیت بھی قائم نہیں ہو سکتی اور انسان چوں کہ اموال میں اشتراک پر قابو پا گیا اس لئے وہ ملائکہ سے بھی فوقیت لے گیا۔ اس لئے اموال کی بحث مقدم کی گئی اور اب رجال اور نسار کے درمیان ارتباط کی ایسے نصاب سے بحث کی جائے گی جس کے بعد اختلاف پیدا ہو نہیں سکتا۔ پس ارتباط میں فساد ہونے کا موجب عہد کی مراعات نہ کرنا ہے وہ عہد جو کہ عقد کے ذریعہ قرار پایا جس کا دوسرا نام نکاح ہے۔ کیوں کہ نکاح منافع حیات میں اشتراک کا نام ہے اور ایک دوسرے سے استمتاع طبعی کا نام ہے۔ لہٰذا جب عورت اس معاہدہ سے مخالفت کر کے خارج ہو جائے۔ قانون کے بحث نقض عہد کے بغیر، تو وہ عقد کو فاسد کرنے والی ٹھہری۔

اس لئے تعزیر مقرر کی گئی کہ آخر زندگی تک گھروں میں بند کرنا۔ یا دوسرا قانون جو ایک مدت کے بعد نافذ ہوا کہ الزانیۃ والزانی الخ اس آیت کو بعض اہل زمانہ نے سحاق بین النسار پر محمول کیا اور قرینہ بعد والی آیت کو بنایا ہے۔ واللذان یاتیانہا (۱۶) عام اہل علم نے اس آیت کو بھی زنا کے متعلق بنایا ہے۔ لیکن امام ولی اللہ نے اسے لواطت پر محمول کیا ہے۔ یہ بدفعلی دو مردوں کی اس کے لئے حد مقرر نہیں ضرب و اہانت کافی ہے فان تابا اس فاحشہ کو دوبارہ یا دمت کر دو کہ انہوں نے کی ہے۔

میرے نزدیک اس کے متعلق کچھ اور بات ہے جو کہ میں نے تلامیذ شیخ اسحاق سے لیا ہے کہ دو مردوں سے فاحشہ کا ظاہر ہونا مثلاً صدفہ۔ اس کا حکم ہے کہ اگر وہ عادی ہو جائیں تو ان کی سزا قتل ہے۔ جیسے کہ حدیث میں اسی پر پہلی آیت محمول ہے۔ اسی طرح زنا پر بھی محمول ہے جو ایک بار صدفہ سے پیدا ہو اور سنو دُرّوں کی سزا ان کے لئے جو فاحشہ کے عادی ہو جائیں۔ ہم نے فقہار کو دیکھا ہے جنہوں نے تعزیرات میں شدت برتی ہے۔ خلفائے راشدین سے انہوں نے اخذ کیا ہے۔ لیکن انہوں نے خلفا کی مجموعی سیرت سے واقفیت حاصل نہیں کی۔ وہ بعض موقعہ میں سختی برتتے ہیں۔ اور دوسری جگہ تسامح سے کام لیتے ہیں اور اس پر ائمہ تبع تابعین کا انکار بھی ظاہر نہیں۔ البتہ واقعہ تشدید فی التعزیر سے وہ متاثر ہوئے اور قوانین تعزیرات میں سختی برتی ہے۔ شاید انہوں نے اس میں خطا کی ہے۔ اس کا انجام ان تعزیرات کا مطلق

وَابْتَلُوا الْيَتٰمٰى حَتّٰى إِذَا بَلَغُوا النِّكَاحَ فَإِنْ اٰنَسْتُمْ مِّنْهُمْ

اور سدھارتے رہو یتیموں کو جب تک پہنچیں نکاح کی عمر کو پھر اگر دیکھو ان میں ہوشیاری

رُشْدًا فَادْفَعُوْا إِلَيْهِمْ أَمْوَالَهُمْ وَلَا تَأْكُلُوْهَا إِسْرَافًا وَّ

تو حوالہ کردو ان کے مال ان کا اور کھا نہ جاؤ یتیموں کا مال ضرورت سے زیادہ اور

بِدَارًا أَنْ يَّكْبَرُوْا وَمَنْ كَانَ غَنِيًّا فَلْيَسْتَعْفِفْ وَمَنْ

حاجت سے پہلے کہ یہ بڑے نہ ہو جائیں اور جس کو حاجت نہ ہو تو مال یتیم سے بچتا رہے اور جو کوئی

كَانَ فَقِيْرًا فَلْيَأْكُلْ بِالْمَعْرُوْفِ فَإِذَا دَفَعْتُمْ إِلَيْهِمْ أَمْوَالَهُمْ

محتاج ہو تو کھاوے موافق دستور کے پھر جب ان کو حوالہ کرد ان کے مال

فَأَشْهِدُوْا عَلَيْهِمْ وَكَفٰى بِاللّٰهِ حَسِيْبًا لِلرِّجَالِ نَصِيْبٌ مِّمَّا

تو گواہ کرلو ان پر اور اللہ کافی ہے حساب لینے کو مردوں کا بھی حصہ ہے اس میں جو

تَرَكَ الْوَالِدٰنِ وَالْأَقْرَبُوْنَ وَلِلنِّسَاءِ نَصِيْبٌ مِّمَّا تَرَكَ

چھوڑ مریں ماں باپ اور قرابت والے اور عورتوں کا بھی حصہ ہے اس میں جو چھوڑ مریں

الْوَالِدٰنِ وَالْأَقْرَبُوْنَ مِمَّا قَلَّ مِنْهُ أَوْ كَثُرَ نَصِيْبًا

ماں باپ اور قرابت والے تھوڑا ہو یا بہت ہو حصہ

مَّفْرُوْضًا وَإِذَا حَضَرَ الْقِسْمَةَ أُولُوا الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى

مقرر کیا ہوا ہے اور جب حاضر ہوں تقسیم کے وقت رشتہ دار اور یتیم

وَالْمَسٰكِيْنُ فَارْزُقُوْهُمْ مِّنْهُ وَقُوْلُوْا لَهُمْ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا

اور محتاج تو ان کو کچھ کھلا دو اس میں سے اور کہہ دو ان کو بات معقول

وَلْيَخْشَ الَّذِيْنَ لَوْ تَرَكُوْا مِنْ خَلْفِهِمْ ذُرِّيَّةً ضِعٰفًا خَافُوْا

اور چاہیئے کہ ڈریں وہ لوگ کہ اگر چھوڑی ہے اپنے پیچھے اولاد ضعیف تو ان پر

عَلَيْهِمْ فَلْيَتَّقُوا اللّٰهَ وَلْيَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا ﴿۹﴾ اِنَّ

اندیشہ کریں یعنی ہمارے پیچھے ایسا ہی حال ان کا ہوگا تو چاہیئے کہ ڈریں اللہ سے اور کہیں بات سیدھی جو

الَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ الْيَتٰمٰى ظُلْمًا اِنَّمَا يَاْكُلُوْنَ فِىْ بُطُوْنِهِمْ

لوگ کہ کھاتے ہیں مال یتیموں کا ناحق وہ لوگ اپنے پیٹوں میں آگ ہی بھر

نَارًا ؕ وَسَيَصْلَوْنَ سَعِيْرًا ﴿۱۰﴾ ع يُوْصِيْكُمُ اللّٰهُ فِىْۤ اَوْلَادِكُمْ ق

رہے ہیں اور عنقریب داخل ہونگے آگ میں حکم کرتا ہے تم کو اللہ تمہاری اولاد کے حق میں

لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ ۚ فَاِنْ كُنَّ نِسَآءً فَوْقَ اثْنَتَيْنِ

کہ ایک مرد کا حصہ ہے برابر دو عورتوں کے پھر اگر صرف عورتیں ہی ہوں دو سے زیادہ

فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ ۚ وَاِنْ كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصْفُ ؕ وَ

تو ان کیلئے ہے دو تہائی اس مال سے جو چھوڑ مرا اور اگر ایک ہی ہو تو اس کیلئے آدھا ہے اور

لِاَبَوَيْهِ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ مِمَّا تَرَكَ اِنْ كَانَ

میت کے ماں باپ کو ہر ایک کیلئے دونوں میں سے چھٹا حصہ ہے اس مال سے جو کہ چھوڑ مرا اگر میت کی

لَهٗ وَلَدٌ ۚ فَاِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهٗ وَلَدٌ وَّوَرِثَهٗۤ اَبَوٰهُ فَلِاُمِّهِ الثُّلُثُ

اولاد ہے اور اگر اس کے اولاد نہیں اور وارث ہیں اس کے ماں باپ تو اس کی ماں کا ہے تہائی

فَاِنْ كَانَ لَهٗۤ اِخْوَةٌ فَلِاُمِّهِ السُّدُسُ مِنْۢ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُّوْصِىْ

پھر اگر میت کے کئی بھائی ہیں تو اس کی ماں کا ہے چھٹا حصہ بعد وصیت کے جو کر مرا یا بعد

بِهَاۤ اَوْ دَيْنٍ ؕ اٰبَآؤُكُمْ وَاَبْنَآؤُكُمْ ۚ لَا تَدْرُوْنَ اَيُّهُمْ اَقْرَبُ

ادائے قرض کے تمہارے باپ اور بیٹے تم کو معلوم نہیں کون نفع پہنچائے

لَكُمْ نَفْعًا ؕ فَرِيْضَةً مِّنَ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ﴿۱۱﴾

تم کو زیادہ حصہ مقرر کیا ہوا اللہ کا ہے بیشک اللہ خبردار ہے حکمت والا

وَلَكُمْ نِصْفُ مَا تَرَكَ أَزْوَاجُكُمْ إِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهُنَّ وَلَدٌ ج

اور تمہارا ہے آدھا مال جو کہ چھوڑ مریں تمہاری عورتیں اگر نہ ہو ان کے اولاد

فَإِنْ كَانَ لَهُنَّ وَلَدٌ فَلَكُمُ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْنَ مِنْ بَعْدِ

اور اگر ان کے اولاد ہے تو تمہارے واسطے چوتھائی ہے اس میں سے جو چھوڑ گئیں بعد

وَصِيَّةٍ يُّوْصِيْنَ بِهَآ أَوْ دَيْنٍ ط وَلَهُنَّ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْتُمْ

وصیت کے جو کر گئیں یا بعد قرض کے اور عورتوں کیلئے چوتھائی مال ہے ان میں سے جو چھوڑ مرو تم

إِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّكُمْ وَلَدٌ ج فَإِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمُنُ

اگر نہ ہو تمہارے اولاد اور اگر تمہارے اولاد ہے تو ان کیلئے آٹھواں حصہ

مِمَّا تَرَكْتُمْ مِّنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ تُوْصُوْنَ بِهَآ أَوْ دَيْنٍ ط وَإِنْ كَانَ

ہے اس میں سے کہ جو کچھ تم نے چھوڑا بعد وصیت کے جو تم کر مرو یا قرض کے اور اگر

رَجُلٌ يُّوْرَثُ كَلٰلَةً أَوِ امْرَاَةٌ وَّلَهٗٓ أَخٌ أَوْ أُخْتٌ فَلِكُلِّ

وہ مرد کہ جس کی میراث ہے باپ بیٹا کچھ نہیں رکھتا یا عورت ہو ایسی ہی اور اس میت کے ایک بھائی ہے یا بہن ہے تو دونوں

وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ ج فَإِنْ كَانُوْٓا أَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ فَهُمْ

میں سے ہر ایک کا چھٹا حصہ ہے اور اگر زیادہ ہوں اس سے تو سب

شُرَكَآءُ فِي الثُّلُثِ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُّوْصٰى بِهَآ أَوْ دَيْنٍ لا

شریک ہیں ایک تہائی میں بعد وصیت کے، جو ہو چکی ہے یا قرض کے

غَيْرَ مُضَآرٍّ ج وَصِيَّةً مِّنَ اللّٰهِ ط وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَلِيْمٌ ط ﴿١٢﴾

جب اوروں کا نقصان نہ کیا ہو یہ حکم ہے اللہ کا اور اللہ ہے سب کچھ جاننے والا تحمل کرنیوالا

تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ ط وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ يُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ

یہ حدیں باندھی ہوئیں اللہ کی ہیں اور جو کوئی حکم پر چلے اللہ کے اور رسول کے اس کو داخل کرے گا جنتوں میں

تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ط وَذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿١٣﴾

جن کے نیچے بہتی ہیں نہریں ہمیشہ رہیں گے ان میں اور یہی ہے بڑی مراد ملنی

وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَتَعَدَّ حُدُوْدَهٗ يُدْخِلْهُ نَارًا

اور جو کوئی نافرمانی کرے اللہ کی اور اس کے رسول کی اور نکل جائے اس کی حدوں سے ڈالے گا اس کو آگ میں

خَالِدًا فِيْهَا وَلَهٗ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ﴿۱۴﴾

ہمیشہ رہیگا اس میں اور اس کے لئے ذلت کا عذاب ہے

مسئلہ:۔ لوگوں کے لئے ضروری ہے کہ وہ یتامی کے ساتھ ویسا ہی برتاؤ کریں جیسے کہ وہ اپنی اولاد سے کرتے ہیں اسی کی طرف اشارہ ہے آیت نمبر ۹ میں ولیخش الخ

مسئلہ یتامی پر ظلم بزدلی پیدا کرتا ہے یعنی مال کی حفاظت سے بزدلی پیدا کرتا ہے۔ کیونکہ جب آدمی مطمئن ہوگا کہ جب وہ مرگیا تو اس کی قوم اور اولاد مال کی حفاظت میں کوتاہی نہ کرے گی تو وہ بہادر ہوگا جہاد وغیرہ فرائض ادا کرتے ہیں۔ اور جب اسے یہ علم ہوگا کہ وہ مال ضائع کردیں گے تو وہ قتال کے لئے تیار ہوگا گویا یتامی پر ظلم قوم پر ظلم ہے اور اخلاق تباہ کرنے کے مترادف ہے اور قوی لوگوں کے اخلاق بھی اس طرح بگڑ جائیں گے۔ اسی کی طرف اشارہ آیۃ نمبر ۱۰ میں ہے اِنَّ الَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ الخ اس کے بعد فرائض کے احکام ہیں يُوْصِيْكُمُ اللّٰهُ (۱۱) فرائض تمام کے تمام ان دو آیتوں میں آگئے ہیں۔ اور ایک آیت سورۃ کے آخر میں ہے اور یہ ہے یستفتونک الخ (۱۷۶) پس تین آیتوں نے اصحاب فرائض کا استیعاب کرلیا ہے۔ اس کے بعد یہ اجتماعیت اسلامیہ جس نے ان آیات کی شرح میں ایک یا دو فرض واجب کئے غرضیکہ فروض کے مسائل ان تین آیات اور تین چار احادیث میں محصورہ اور محصاۃ ہوگئی ہیں۔ پس اس کے بعد حساب دان میراث کے متعلق تمام احادیث سے واقف ہوسکتا ہے۔ اور وہ مجتہد ہوسکتا ہے یہ نمونہ ہے مسائل میں اجتہاد کا۔ اس کی تحصیل قیامت تک ہر زمانہ میں ممکن ہے۔ اسی واسطے صحابہ میں فقہا طبقہ اس کی طرف بہت زیادہ متوجہ تھا۔ اور یہی مسائل فقہیہ اور غیر فقہیہ کے درمیان حد فارق ہے

تنبیہ:۔ میں نے اجتہاد کی تعلیم اور اس باب کی تعلیم مقدم سمجھی ہے پہلے قرآن اور مختصر حدیثیں سوئی میں پڑھیں پھر حساب جاننے کے بعد انہیں کوئی حاجت نہیں رہتی اس سے اجتہاد پائیں گے۔ اور اس شخص کی تردید کریں گے جو یہ کہتا ہے کہ اجتہاد کا دروازہ بند ہے۔ اس کے بعد وہ حکمت لینے کے اہل ہوجائیں گے۔ جو اس پر قادر نہیں تو ہم تھا

کی کوئی وجہ نہیں دیکھتے۔ اور میں نے الحمدللہ حساب مکتب میں سیکھ لیا تھا پھر اس کے بعد میرے استاذ نے فرائض کے چند ابیات یاد کرنے کا حکم دیا

ترک نکلا۔ اگر یہ اعتدال پر ہوتا اور فطرت کے مطابق ہوتا۔ تو مسلمان آج تک اسے کبھی نہ چھوڑتے۔ وہ دوسری قوموں کی نسبت فاحشہ میں قلیل ہیں۔ لہٰذا اگر مصلحت شرعیہ ملحوظ رکھی جاتی تو تعزیرات اقوام مسلم کی طبیعت بن جاتی۔ ہم زانی اور سارق کے کلمہ کا اطلاق صرف اس پر کرتے ہیں جو ان کا عادی ہو نیز عادی مجرم اور اتفاقی مجرم میں فرق کا خیال قانون کی رو سے ہونا چاہیئے۔ ورنہ اخلاق تمام بگڑ جانے کا اندیشہ ہے اس وجہ سے تعزیرات کے متعلق جو فقہا نے استنباط کیا ہے اس پر نظر کرنی چاہیئے۔ اور کتب فقہا کو حدود تعزیرات کے معاملہ میں اسلام سے منسوب نہ کرنا چاہیئے اور تحقیق کے بعد فیصلہ کرنا چاہیئے۔ ہماری غرض احکام الٰہی کی تبدیلی نہیں لیکن ہم بعض استنباطات میں تغافل دیکھتے ہیں۔ مثلاً رجم کو انہوں نے حدود میں شامل کیا ہے۔ حالاں کہ وہ تعزیر ہے اور تورات سے ماخوذ ہے۔ پس جن حدود کا اللہ تعالیٰ نے کتاب میں ذکر کیا ہے ان کے متعلق اہل اسلام کے لئے تساہل جائز نہیں۔ اب ہم دیکھتے ہیں جو ایک بار تھوڑی سی چیز چرا لے اس کا ہاتھ کاٹ دیتے ہیں اور اپنی اولاد و اقارب اور قوم میں یہ حکم نافذ نہیں کرتے۔ گویا کہ ان کی قوم میں یہ واقعہ پیش ہی نہیں آتا! ظاہر اور باطل پرستی مسلمانوں کو فائدہ نہیں دے سکتی۔ عادی مجرم اور اتفاقی مجرم میں فرق کا اشارہ ہے ۱۷ اور ۱۸ میں اِنَّمَا التَّوْبَۃُ الخ اور لیست التوبۃ الخ پس عذاب الیم ہے ان کے لئے جو سیئات کے عادی ہوں اور قطع ایدی سے بڑھ کر کیا عذاب ہو سکتا ہے۔ یا رجم بالحجارۃ سے بڑھ کر کیا عذاب ہو سکتا ہے۔ پس یہ دو نو سزائیں عادی مجرم کے لئے ہیں۔ جب ہم نے نوجوانوں سے عمل بالقرآن کے متعلق کیا تو انہوں نے جواب دیا کیا قطع ایدی اور رجم آج کے زمانہ میں ممکن ہے۔ تو میں نے کہا رجم قرآن میں نہیں ہے اگر تم عادی زانیوں کو رجم نہیں کرنا چاہتے تو ہم مجبور نہیں کرتے خواہ ہم اسے عادی بھی پائیں گے اور شرط زوجہ کا وجود ہے۔

فقہا احصان کے معنے میں تشدد کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جب کوئی ایک بار شادی کر لے خواہ وہ عورت مر جائے یا جدا جدا ہو جائیں وہ محصن ہیں اور یہ ہیں تفسیر ہے۔ اور غلط ہے۔ اور شروط پورا کرنے میں نقص ہے۔ شادی شدہ مرد جس کی زوجہ موجود ہے وہ محصن ہے اور پھر وہ زنا کا عادی بھی ہو جائے تو اسے رجم کیا جائے گا۔ تعزیراً۔ اگر اس میں بھی مسلمان مصلحت دیکھیں اور رعایت

کریں یہ عدم رجم اولیٰ ہے تو انہیں ایسا کرنا چاہیئے۔ لیکن سارق کے لئے قطع ید میرے نزدیک واجب و فرض ہے اس کا ترک جائز نہیں لیکن فقہاء نے سارق کی تفسیر میں بھی تشدد برتا ہے۔ اور سارق کا معنیٰ یہ ہے کہ وہ عادی ہو۔ اور چوتھی بار کے بعد چوری ثابت ہو۔ پھر چرائے ہوئے مال کے متعلق بھی ہم ایک مخصوص مطالعہ رکھتے ہیں کہ شارع نے سونے کی چوری کے متعلق یہ حد مقرر کی ہے اور سونے کے علاوہ اس حد کو عام کرنا سب غیر شرعی ہے۔ کیوں کہ سونا ایسی چیز ہے جسے انسان طبعاً انتہائی محفوظ رکھتا ہے۔ لہذا اگر چور سونا چوری کرے اور مسلمانوں کی آخری حفاظت کو تباہ کرے۔ پھر وہ عادی بھی ہو جائے تو اس کا ہاتھ کاٹا جائے گا۔ پس جو سختی فقہا نے برتی ہے۔ اگرچہ بظاہر اچھی معلوم ہوتی ہے لیکن انجام برا ہے۔ کہ لوگ حد قرآن کو ترک کر چکے ہیں۔ اور یہ مرض ایسا پھیلا کہ تمام حدود کو ترک کر بیٹھے، اور اس طرح فقہا نے مسلمانوں کی ذہنیت قرآن سے حاصل کرنے سے روک دی۔

میں نے ایک عجیب بات دیکھی ہے جب میں نے ہندی نوجوانوں کو یہ بات کہی تو انہوں نے بھی قطع و رجم کے متعلق تنقید کی اسی طرح استنبول کے جوانوں نے بھی قطع و رجم کے متعلق تنقید کی البتہ جب میں نے دونوں جگہ معاملہ اچھی طرح واضح کیا تو انہوں نے میری بات قبول کی۔ پس میں تعزیرات کے متعلق فقہا کی رائے کو تفسیر قرآن میں مطلقاً قبول نہیں کرتا اور اقوال فقہا اس بارہ میں واجب نہیں سمجھتا۔ بلکہ انسان کے لئے ضروری کہ قرآن و حدیث کے مقاصد میں غور کرے اجتہاد کرے۔ پھر قوانین کے اہل نظر کے سامنے اپنی رائے کو ظاہر کرے اگر اتفاق حاصل ہو جائے تو وہ تغیر احق ہوگی۔ **مسئلہ**:۔ نکاح میں مہر واجب ہے یہ بات اجتماع میں مردوں کی سیادت کی نشاندہ ہے۔ پس جب ارتباط فاسد ہو جائے اور وہ یہ چاہیں کہ جدا جدا ہو جائیں تو مہر کی ادائیگی میں فکر نہ کریں۔ کیوں کہ وہ شرط عقد میں سے ہے۔ خواہ معاہدہ سے استفادہ تھوڑا کیا ہے۔ مگر شرط کو پورا کرنا ضروری ہے اور مہر واپس کرنے میں حیلہ مکر روا نہیں۔ نیز اس طرح انسان عقد کے تاکد پر مطمئن ہو سکتا ہے۔ جیسے کہ خاوند عقد کے بعد بیوی پر حرام کر دیتا ہے کہ وہ خاوند کے علاوہ کسی دوسرے سے استمتاع نہ کرے اور یہ تحریم عقد کا نتیجہ ہوتا ہے۔ اور عقد اپنی پوری شرائط کے ساتھ منعقد ہوتا ہے اگر مرد شرائط میں تساہل کریں تو وہ عورتوں پر تحریم استمتاع کیسے واجب کر سکتے ہیں۔ پس جب اپنے پر واجب شدہ حق کو بغیر چالاکی کے ادا کر دیں تو وہ حق دار ہیں کہ اُسے استمتاع بغیرہ حرام کریں اور اگر

زنا صادر ہو تو مواخذہ کریں۔ یہ تمام باتیں صحت عقد کے نتائج ہیں اور مہر کی عدم ادائیگی قانون کو تباہ کرنے کے مترادف ہے۔ اس کی طرف اشارہ ۱۹، ۲۰، ۲۱ میں ہے۔ اس مسئلہ کا نام ہم تاکد عقد رکھتے ہیں یعنی عقد کی پابندی۔ اسکے بعد اس پر اجارہ وغیرہ کے مسائل قیاس کیے جا سکتے ہیں یایھا الذین اٰمنوا مہر عقد میں مشروط ہے۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اجماع بغیر مال کے قائم نہیں ہو سکتا۔ پس جن لوگوں نے مال کی اہمیت نہیں سمجھی اور قرآن کی تفسیر کی اور اسلام کی بنیاد اخلاق مہر پر رکھی انہوں نے حق قانون نہیں سمجھا اور ان کے استنباط کو قرآن اور اسلام کا منشا سمجھنا بالکل غلط ہے۔ ہم اشتراط مال کی حکمت سمجھنے میں خاص مطالعہ رکھتے ہیں۔ پہلی مصلحت یہ ہے کہ عورت اپنے باپ کے گھر کے اجتماع سے ہے اگر ہم اسے خارج کر دیں تو اجتماع میں نقص واقع ہو جائے گا۔ اس واسطے ہم اس عورت کے لئے مال کا حصہ مقرر کرتے ہیں اور اسے دیتے ہیں۔ نیز اس سے خاوند کی سیادت گھر میں قائم رہتی ہے۔ اور اثبات سیادت کے لئے عطیہ دیا جاتا ہے۔ اسی طرح اجتماع کو طبعی میل سے قانون میں کوئی دلچسپی نہیں جب تک کہ مالی معاملہ نہ ہو۔ اور اس طرح سے میل و ارتباط طبیعی امر محسوس بن جاتا ہے اور اہل رائے اس بات کا فیصلہ کرتے ہیں۔

پس اگر مرد کو میلان و رغبت نہ ہو تو اسے وہ مال نہ دے گا۔ اسی طرح اگر عورت کو میلان نہ ہو تو وہ مرد سے مال قبول نہ کرے گی جس مال سے کہ خاوند کی سیادت ظاہر ہوتی ہے۔ اس لحاظ سے ربط طبیعی کو قائم رکھنے کے لئے یہ حکم مقرر کیا گیا ہے۔ لہٰذا تمام مصالح کے پیش نظر مہر نہ ادا کرنا جائز نہیں جب وہ اس معاہدہ کے نسخ کا ارادہ کریں۔ یہ بات ختم ہوئی۔ اس کے بعد ان محرمات عورتوں کا ذکر ہے جن سے معاہدہ نہیں ہو سکتا یہ نکاح کی شرط ثانی ہے۔ اور محرمات کا تقرر بنی آدم میں بہت مصلحتوں کی بنا پر ہوا ہے (آیت ۲۲ تا ۲۵) میں محرمات کا ذکر ہے۔ ہم احصان کا معنی ذکر کر آئے ہیں اور اسکی طرف اشارہ ہے۔

وَّالْمُحْصَنٰتُ مِنَ النِّسَآءِ اِلَّا مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ كِتٰبَ

اور خاوند والی عورتیں مگر جن کے مالک ہو جائیں تمہارے ہاتھ حکم ہوا

اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَاُحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ اَنْ تَبْتَغُوْا

اللہ کا تم پر اور حلال ہیں تم کو سب عورتیں ان کے سوا بشرطیکہ طلب کرو ان کو اپنے

بِاَمْوَالِكُمْ مُّحْصِنِيْنَ غَيْرَ مُسٰفِحِيْنَ ۚ فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهٖ مِنْهُنَّ

مال کے بدلے قید میں لانے کو نہ مستی نکالنے کو پھر جس کو کام میں لائے تم ان عورتوں میں سے

فَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ فَرِيْضَةً ۚ وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْمَا تَرٰضَيْتُمْ

تو ان کو دو ان کے حق جو مقرر ہوئے اور گناہ نہیں تم کو اس بات میں کہ ٹھہرا لو تم دونوں

بِهٖ مِنْۢ بَعْدِ الْفَرِيْضَةِ ۚ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ﴿۲۴﴾ وَ

آپس کی رضا سے مقرر کیے پیچھے بیشک اللہ ہے خبردار حکمت والا اور

مَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ مِنْكُمْ طَوْلًا اَنْ يَّنْكِحَ الْمُحْصَنٰتِ الْمُؤْمِنٰتِ

جو کوئی نہ رکھے تم میں مقدور اس کا کہ نکاح میں لائے بیبیاں مسلمان

فَمِنْ مَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ مِّنْ فَتَيٰتِكُمُ الْمُؤْمِنٰتِ ۚ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ

تو نکاح کرلے ان سے جو تمہارے ہاتھ کا مال ہیں جو کہ تمہارے آپس کی لونڈیاں ہیں مسلمان اور اللہ کو خوب معلوم

بِاِيْمَانِكُمْ ۚ بَعْضُكُمْ مِّنْۢ بَعْضٍ ۚ فَانْكِحُوْهُنَّ بِاِذْنِ اَهْلِهِنَّ

ہے تمہاری مسلمانی تم آپس میں ایک ہو سو ان سے نکاح کرو ان کے مالکوں کی اجازت سے

وَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ مُحْصَنٰتٍ غَيْرَ مُسٰفِحٰتٍ

اور دو ان کے مہر موافق دستور کے قید میں آنے والیاں ہوں نہ مستی نکالنے والیاں

وَّلَا مُتَّخِذٰتِ اَخْدَانٍ ۚ فَاِذَآ اُحْصِنَّ فَاِنْ اَتَيْنَ بِفَاحِشَةٍ

اور نہ چھپی یاری کرنے والیاں پھر جب وہ قید نکاح میں آچکیں تو اگر کریں بےحیائی کا کام

فَعَلَيْهِنَّ نِصْفُ مَا عَلَى الْمُحْصَنٰتِ مِنَ الْعَذَابِ ۚ ذٰلِكَ

تو ان پر آدھی سزا ہے بیبیوں کی سزا سے یہ

لِمَنْ خَشِيَ الْعَنَتَ مِنْكُمْ ۚ وَاَنْ تَصْبِرُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ ۚ وَاللّٰهُ

اس کے واسطے ہے جو کوئی تم میں ڈرے تکلیف میں پڑنے سے اور صبر کرو تو بہتر ہے تمہارے حق میں اور اللہ

غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۲۵﴾ يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُبَيِّنَ لَكُمْ وَيَهْدِيَكُمْ سُنَنَ

بخشنے والا مہربان ہے اللہ چاہتا ہے کہ بیان کرے تمہارے واسطے اور چلائے تم کو پہلوں کی راہ

الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَيَتُوْبَ عَلَيْكُمْ ۗ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۲۶﴾

اور معاف کرے تم کو اور اللہ جاننے والا ہے حکمت والا

وَاللّٰهُ يُرِيْدُ اَنْ يَّتُوْبَ عَلَيْكُمْ ۫ وَيُرِيْدُ الَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ

اور اللہ چاہتا ہے کہ تم پر متوجہ ہووے اور چاہتے ہیں وہ لوگ جو لگے ہوئے ہیں

الشَّهَوٰتِ اَنْ تَمِيْلُوْا مَيْلًا عَظِيْمًا ﴿۲۷﴾ يُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ

اپنے مزوں کے پیچھے کہ تم پھر جاؤ راہ سے بہت دور اللہ چاہتا ہے کہ تم سے بوجھ

يُّخَفِّفَ عَنْكُمْ ۚ وَخُلِقَ الْاِنْسَانُ ضَعِيْفًا ﴿۲۸﴾ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

ہلکا کرے اور انسان بنا ہے کمزور اے ایمان والو

لَا تَاْكُلُوْۤا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ اِلَّاۤ اَنْ تَكُوْنَ

نہ کھاؤ مال ایک دوسرے کے آپس میں ناحق مگر یہ کہ

تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْكُمْ ۫ وَلَا تَقْتُلُوْۤا اَنْفُسَكُمْ ۗ اِنَّ

تجارت ہو آپس کی خوشی سے اور نہ خون کرو آپس میں بیشک

اللّٰهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيْمًا ﴿۲۹﴾ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ عُدْوَانًا وَّ

اللہ تم پر مہربان ہے اور جو کوئی یہ کام کرے تعدی سے اور

ظُلْمًا فَسَوْفَ نُصْلِيْهِ نَارًا ۗ وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ

ظلم سے تو ہم اس کو ڈالیں گے آگ میں اور یہ اللہ پر

يَسِيْرًا ﴿۳۰﴾ اِنْ تَجْتَنِبُوْا كَبٰٓئِرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ نُكَفِّرْ عَنْكُمْ

آسان ہے اگر تم بچتے رہو گے ان چیزوں سے جو گناہوں میں بڑی ہیں تو ہم معاف کردیں گے تم سے

سَيِّاٰتِكُمْ وَنُدْخِلْكُمْ مُّدْخَلًا كَرِيْمًا ﴿۳۱﴾ وَلَا تَتَمَنَّوْا مَا

چھوٹے گناہ تمہارے اور داخل کریں گے تم کو عزت کے مقام میں اور ہوس مت کرو جس

فَضَّلَ اللّٰهُ بِهٖ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ ۗ لِلرِّجَالِ نَصِيْبٌ مِّمَّا

چیز میں بڑائی دی اللہ نے ایک کو ایک پر مردوں کو حصہ ہے

اكْتَسَبُوْا ۚ وَلِلنِّسَاۤءِ نَصِيْبٌ مِّمَّا اكْتَسَبْنَ ۚ وَسْئَلُوا اللّٰهَ مِنْ فَضْلِهٖ ۚ اِنَّ اللّٰهَ

اپنی کمائی سے اور مانگو اللہ سے اس کا فضل۔ بے شک اللہ کو ہر چیز

كَانَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا ﴿۳۲﴾ وَلِكُلٍّ جَعَلْنَا مَوَالِيَ مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ وَ

معلوم ہے اور ہر کسی کے لئے ہم نے مقرر کر دیئے ہیں وارث اس مال کے کہ چھوڑ مریں ماں باپ اور

الْاَقْرَبُوْنَ ۚ وَالَّذِيْنَ عَقَدَتْ اَيْمَانُكُمْ فَاٰتُوْهُمْ

قرابت والے اور جن سے معاہدہ ہوا تمہارا ان کو دیدو

نَصِيْبَهُمْ ۚ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدًا ﴿۳۳﴾

ان کا حصہ بے شک اللہ کے روبرو ہے ہر چیز

روایات میں آیا ہے کہ لوگ ان عورتوں سے نکاح کرنے میں عظمت سمجھتے تھے جن کے خاوند ہوں اسلئے والمحصنات کا لفظ نازل ہوا۔ محصنہ وہ عورت ہے جس کا خاوند موجود ہو۔ اس سے ہم ایک دوسرے مسئلہ کا استنباط بھی کرتے ہیں کہ عقود اجتماع کے حکم کے ماتحت ہے جب اجتماعیت بدل جائے تو عقود کا حکم بھی نہیں رہتا۔ لہذا گھر کی تبدیلی حکم عقود کو باطل کر دیتا ہے ومن لم یستطع الخ فقہانے اس شرط کی تاثیر میں اختلاف کیا ہے۔ حنفیہ کے نزدیک مرد حرّہ عورت کے باوجود بھی آماء (باندیوں) کے ساتھ نکاح کرنا جائز ہے۔ لیکن شافعیوں کے نزدیک آماء کے ساتھ نکاح جائز نہیں جب کہ حرّہ کے ساتھ نکاح کرنے پر قادر ہو۔ پس ظاہر آیت کا شافعی کے قول کے مطابق ہے ہم نے اس سے یہ استنباط کیا ہے کہ اپنی قوم کی عورتوں سے نکاح کرنے کی رعایت رکھی گئی ہے۔ اور غیر قوم کی عورتوں سے تقدیم کی حکمت اس آیت میں ظاہر کیگئی ہے۔ حضرت امام ابو حنیفہ کی نظر اسلام کی اجتماعیت عالمی کیطرف تھی۔ اس مرتبہ میں تمام اقوام مساوی ہو جاتی ہیں۔ لیکن میرے نزدیک اسلام کی اجتماعیت عالمی کا مفہوم یہ نہیں۔ ہر قوم اپنی قومیت سے وابستہ ہے۔ اور اسلام تمام قومیتوں کے لئے جامع ہے، قرآن اسی درجہ کا اشارہ کر رہا ہے۔

جو لوگ امام ابو حنیفہ کے اس قول اور اس فقہ سے قومیت کا انکار مستنبط کرتے ہیں میں ان کی تائید نہیں کرتا۔ اور البتہ جب وہ اپنی ذاتی رائے کی طرف راجع ہوتے ہیں تو یہ مفہوم امام اعظم کے قول سے لیتے ہیں۔ ایک شخص اپنی قوم اپنا وطن چھوڑ کر دوسری قوم میں شامل ہو جاتا ہے اس کے لئے یہ جائز ہے۔

لیکن قومیات کا انکار اور عمومی قومیت کا وجود میرے نزدیک صرف لفظی اور محض نام کے طور پر ہے۔ اور قرآن کی مراد یہ نہیں ہے۔ ہر قوم اپنی قوم میں نکاح کرے البتہ ضرورت کے وقت استثنا ہے۔ یہ اس کی تائید ہے۔ جس کی طرف امام شافعی گیا ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ قرآن مراتب کی تمیز کرتا ہے۔ یہ محرمات تورات کی تعلیم کے مطابق و موافق ہیں یرید اللہ الخ ان محرمات کا وجود تورات کی تعلیم میں ہے۔ اور قرآن تورات کی تصدیق کر رہا ہے۔ پھر تورات میں محرمات کا ذکر اس بات کی دلیل ہے کہ اولاد ابراہیم میں بھی یہ بات ثابت ہے۔ قریش کے فساق عرب کے فساق کی طرح نہیں کرتے تھے اللہ تعالیٰ نے امر کو اپنے اصل کی طرف لوٹایا ہے۔ اس کی طرف اشارہ ہے ۲۴ سے ۲۷ تک۔ یرید اللہ الخ ویرید اللہ ان یخفف الخ اس کا مطلب یہ ہے کہ ان محرمات کے علاوہ باقی عورتیں تمہارے لئے جائز ہیں۔ یہی تخفیف ہے۔ جب گھر کی مشترک معاملہ کی حاجت محسوس کریں۔ تو یہ تبادل رضامندی کے طریقہ پر ہوگا۔ ورنہ ثبوت اور ان کا نظام باطل ہو جائے گا۔ اس کی طرف اشارہ ہے یا ایہا الذین امنوا (۲۹) میں تراض منکم x ولا تقتلوا انفسکم یعنی نکاح میں قانون محرمات کو ترک کرنا اور تبادل اموال رضامندی کے علاوہ ہونا اجتماعیت برباد کر دے گا۔ اور تم آپس میں قتل کرو گے۔ فمن یفعل ذٰلک الخ ترک قوانین اجتماع انسان کو دنیا اور آخرت میں ہلاک کرتا ہے۔ پس اتباع قانون کا مطلب کبائر سے بچنا ہے۔ یعنی محرمات جن کی نص آچکی ہے ان سے بچنا۔

پھر جو محرمات مستنبط کسی قوم میں ہیں اور دوسری قوم وہ محرمات تسلیم نہیں ہوتیں تو ان کے متعلق مواخذہ منصوصہ محرمات کی طرح نہ ہوگا۔ اس کی طرف اشارہ ہے ۲۱ میں ۳۱ تک ان تجتنبوا . . . . کریما

مسئلہ نظام اجتماعی محتاج ہے ایک رئیس کے لئے اگرچہ وہ رئیس دو سے مرکب ہو۔ یہ اجتماع مرد عورت کے درمیان ہے۔ مرد عورت ایک رئیس بمعنی سردار کے محتاج ہیں۔ اور وہ رئیس قانون عمومی کے ماتحت ہو۔ اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ رئیس کون ہو؟ اس کا جواب آیت ۳۴ میں ہے۔ اور ۳۲ و ۳۳ حکمت تمہید یہ ہے اور اس مسئلہ کی توضیح کے لئے آتی ہے۔

للرجال نصیب الخ پس جو فضائل کہ مردوں اور عورتوں کی طرف منسوب ہوتے ہیں۔ مناسب ہے کہ وہ بقدر اکتساب ہوں۔ مرد کام کرتا ہے اور طبعاً وہ مصائب و مشقتوں کا متحمل ہے۔ اور اکتساب اموال کرتا ہے۔ اور اموال پر محافظت بھی کرتا ہے۔ اور دفاع کے لئے قتال پر تیار رہتا ہے۔ یہ فضیلتیں مرد کے لئے مسلم

ہیں۔ پھر عورتیں طبعاً اولاد کی دیکھ بھال پرورش اور دودھ پلانے کے لئے مائل ہیں۔ اس لئے وہ گھر بیٹھنے کے لئے خواہشمند ہیں۔ اور اپنی طبیعت کے مطابق وہ ان فضائل کا اکتساب کرتی ہیں۔ ان کے لئے ان اعمال و وظائف میں فضیلت دحق ہے۔ اگر عورتیں مرد اپنی طبیعت کے تقاضا کے خلاف خروج کریں اور ادعا فضل خلاف مقتضی کریں تو ان کے لئے یہ غیر محمود و غیر مستحسن ہے۔ اور حکمت کی رو سے جائز نہیں۔ اس کی طرف اشارہ ہے آیت کے آغاز میں ولا تتمنوا ما فضل اللہ الخ اس کے بعد للرجال نصیب الخ یعنی خلاف طبیعت ادعا فضل غیر محمود ہے۔ ہر فرد اپنی طبیعت کے موافق فضائل کی تکمیل کرے۔

فائدہ:۔ حجۃ اللہ البالغہ میں غنیمہ مانعہ من السوال کے متعلق ہے کہ وہ چند اوقیہ ہیں یا پچاس درہم ہیں۔ اور یہ بھی آیا ہے غُنیہ سے مراد صبح شام غذا مہیا کردے یہ احادیث مخالف نہیں کیونکہ لوگ مختلف منازل پر ہیں۔ ہر شخص کے لئے کسب ہے جس سے وہ تحول نہیں کر سکتا۔ یعنی امکان تحول نہیں یعنی سیاست مدینہ کے علوم کے متعلق یہ امکان مراد ہے۔ تہذیب نسمہ کے علم میں یہ امکان مراد نہیں۔ پس جو پیشہ ور ہیں وہ آلات حرفت کے ضرورت مند ہیں اور جو کاشتکار ہیں وہ آلات زراعت کے ضرورتمند ہیں اور بغیر آلات کے معذور ہیں اور تاجر پونجی اور سرمایہ کا ضرورمند ہے۔ اور جہاد پر ہوگا۔ وہ غنائم پر صبح شام گذارہ کرے گا۔ جیسے کہ یہ رواج اصحاب میں موجود تھا۔ پس ان کے لئے ضابطہ اوقیہ اور پچاس درہم کا ہے۔ لیکن جو لوگ بار بردار ہیں یا لکڑی اٹھا کر بیچنے کا کام کرتے ہیں۔ اور ان کے علاوہ دوسری مزدوریاں ہیں ان کے لئے ضابطہ غذا صبح شام کی ہے پس حکمت یہ ہے کہ مرد اور عورت اپنی طبیعت کے مطابق مشغولیت دیئے جائیں۔ لہذا جب عورتیں مردوں کے کاموں کا ارادہ کریں یا مرد عورتوں کے کاموں کا ارادہ کریں تو یہ خلاف حکمت ہے۔ ہمارے نزدیک فرع قوانین میں یہی مراد ہے۔ اور امام صاحب غنی کے متعلق تقریب قریب یہی معنی لیتے ہیں۔ نیز ان کی عدم تحول ذی حرفہ عن حرفہ سے یہی مراد ہے اور عقلمند پر پوشیدہ نہیں کہ اضطراری حالت ان سب سے مستثنیٰ ہے۔ اور اضطرار پر حکمت کی نظر میں اصول نہیں بنائے جاتے۔

فائدہ:۔ لوگوں میں اکتساب کا مفہوم جیسے کہ اشتراکی مبالغہ کہتے ہیں اگر حالت اضطراری میں ہو تو ہم تسلیم کرتے ہیں لیکن اگر حالت استقرار میں ہو تو فریب ہے، اور باطل ہے اور کہنے والے کے منہ پر یہ بات پھینکنی چاہیئے خواہ وہ افلاطون ہو یا اس کا باپ۔

تتمہ تلک الفائدۃ :۔ عورتوں کو معامل و مصانع یعنی کارخانوں میں ضرورت کی بنا پر داخل کرنا جب کہ مرد جنگ کے میدان میں ہوں تو جائز ہے۔ لیکن بحالت امن و اختیار یہ بنیاد ڈالنا صحیح نہیں۔ اور جب استمرار کیا جائے تو استثنا کی ضرورت ہے مثلاً عورتوں کو بوقت حمل اور بوقت ارضاع اعمال سے فراغت دی جائے گی۔ اگر کاموں سے ان حالات میں بھی فراغ نہ دیا گیا تو یہ غیر فطری ہونے کی دلیل ہے۔ پس جس غیر فطری چیز کا التزام ضرورت تک محدود ہو تو اس میں حرج نہیں اور استمرار و ہمیشگی خلاف فطرت اور خلاف حکمت ہے۔

واسئلوا اللہ من فضلہ ہر شخص کے لئے طبیعت کے موافق کام کرنے میں ترقی کا میدان وسیع ہے، لہذا طبیعت کے سنن سے نکلنے کی کیا ضرورت ہے؟ واسئلوا الذین من فضلہ کا یہ مطلب ہے۔ جس حکمت کا ہمیں اعتماد ہے اس میں یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ جو لوگ جہنم میں داخل ہوں گے۔ ان کے لئے بھی انتہائی ترقی کا موقعہ ہے۔ پس انسان جس خاص قسم میں پیدا کیا گیا ہے وہ فطرت کے طریقوں سے تجاوز نہ کرے۔ ہم نے بڑے گھروں میں یہ بات دیکھی ہے کہ مردوں سے زیادہ عورتوں کو اولاد پر غلبہ اور اثر حاصل ہوتا ہے۔ اتنا د بدبہ سلاطین میں بھی نہیں ہوتا۔ اور ایسی عورتیں بھی دیکھی ہیں جو اپنی نسائیت ترک کر چکی ہیں۔ البتہ چند ایسے گھرانے اور گروہ ہیں جس میں اصطلاحاً ایسا رواج ہو چکا ہے۔ اور اصطلاحات پر انسانیت قائم نہیں ہو سکتی۔ انسانیت سنن طبعیہ پر قائم رہ سکتی ہے۔

مجھے بہت افسوس ہے کہ لوگ علوم شریعت کا نام رکھ لیتے ہیں۔ لیکن ان سے حکمت کا کلمہ نہیں نکلتا۔ اور حکمت کا کلمہ وہ لوگ منہ سے نکالتے ہیں جو شرائع کے منکر ہیں۔ حالاں کہ ہمارے نبی کے متبع کلمہ حکمت کے زیادہ حقدار تھے۔ لیکن مسلمانوں نے خاص طور پر قرآن کو چھوڑ دیا ہے۔ اور منہج قرآن پر اپنے افکار کی تصحیح نہیں کرتے بلکہ انہوں نے فقہاء مناظرین سے کلمات جدلیہ حاصل کر لیتے ہیں اور قرآن سے مقدم ان کلمات کو کر لیا ہے۔ حکمت سے بہت دور ہو چکے ہیں۔ ریاست میں مردوں کے لئے تکمیل کی ترقی کے متعلق ان کی حسب استعداد، آیت ۳۳ میں وارد ہوا ہے۔ ولکل جعلنا موالی الخ یہ ذوی القربیٰ میں سے ہیں۔ اور آیات مواریث میں اس کی تفصیل کی گئی۔ اس کو اعادہ کرنے میں دوسری مصلحت ہے اور وہ والذین عقدت ایمانکم میں ہے۔ موالی کی دو قسمیں ہیں (۱) قسم طبیعی (۲) قسم بالحلف والولاء ان کے لئے بھی ذوی القربیٰ کی طرح حقوق ہیں، انہیں ان کے حقوق پہنچانا ضروری ہیں۔ اس کی طرف اشارہ ہے فاتوھم نصیبھم۔ یہ

معاملہ عقد مخالفہ کا ہے۔ اس کے ساتھ بھی فطرت رجال محقق ہے اور گھر کے اندر بھی وہ سیادت کے مستحق ہیں۔ کیوں کہ انہیں گھر کے باہر سیادت حاصل ہے۔ یہ دونوں آئتیں فطرت رجال کو بیان کرتی ہیں کہ ان کی فطرت سیادت ہے۔ عورت کے لئے جائز نہیں کہ وہ مردوں کی فضیلت کی تمنا کریں کیوں کہ یہ چیز اجتماعیت طبعیہ کے لئے مفسد ہے۔

اس کے بعد الرجال قوامون سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے۔

تنبیہ:۔ موالی یعنی جن سے عقد ایمان ہو چکا ہے۔ یہ حکم فطرت کی طرف اشارہ ہے۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ انسان تکمیل خلق پر قادر ہے جب کہ اس کی جبلت میں نہ ہو۔ پس انسان قومی ہے کیوں کہ حُبّ ذوی الارحام اور حُبّ ذوی القربیٰ اس کی فطرت میں موجود ہے۔ اس محبت کے توسع کے لئے مرد فطرۃً قومی ہو جائے گا۔ پھر مرد طبعاً عالمی ہو جائے گا اور اجتماع عالمی کو پسند کرے گا۔ اور اس بات کو پسند کرے گا کہ اس کی جبلت میں کوئی اصل ہو۔ پس انسان جب عقد اُخوت کرے یا حلف ولا کرے۔ اور یہ اس کی طبعیت میں شامل بھی ہے پھر وہ آخر عمر تک مراعات حقوق عقد و حلف بھی کرے تو یہ مرد طبعاً اجتماعی عالمی ہوگا۔ یہ خصلت مردوں میں بنسبت عورتوں کے بہت زیادہ ہے۔ پس مرد طبعاً اجتماعی عالمی ہیں اور گھر کے باہر سیادت کے مستحق ہیں اور سیادات خارجی کی قوت کی وجہ سے سیادت داخلی کے بھی مستحق ہیں۔ تنبیہ ختم۔

اَلرِّجَالُ قَوّٰامُوْنَ عَلَى النِّسَاۗءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰى

مرد حاکم ہیں عورتوں پر اس واسطے کہ بڑائی دی اللہ نے ایک کو

بَعْضٍ وَّبِمَاۤ اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِهِمْ ۭ فَالصّٰلِحٰتُ قٰنِتٰتٌ

ایک پر اور اس واسطے کہ خرچ کیے انہوں نے اپنے مال پھر جو عورتیں نیک ہیں سو تابعدار ہیں

حٰفِظٰتٌ لِّلْغَيْبِ بِمَا حَفِظَ اللّٰهُ ۭ وَالّٰتِيْ تَخَافُوْنَ نُشُوْزَهُنَّ

نگہبانی کرتی ہیں پیٹھ پیچھے اللہ کی حفاظت سے اور جن کی بدخوئی کا ڈر ہو تم کو تو

فَعِظُوْهُنَّ وَاهْجُرُوْهُنَّ فِي الْمَضَاجِعِ وَاضْرِبُوْهُنَّ ۚ فَاِنْ

انکو سمجھاؤ اور جدا کرو سونے میں اور مارو پھر اگر

اَطَعْنَكُمْ فَلَا تَبْغُوْا عَلَيْهِنَّ سَبِيْلًا ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيًّا

کہا مانیں تمہارا تو مت تلاش کرو ان پر راہ الزام کی بے شک اللہ ہے سب سے

كَبِيْرًا ﴿٣٤﴾ وَإِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا فَابْعَثُوا حَكَمًا مِّنْ

بڑا اور اگر تم ڈرو کہ وہ دونوں آپس میں ضد رکھتے ہیں تو کھڑا کرو ایک منصف

أَهْلِهٖ وَحَكَمًا مِّنْ أَهْلِهَا ۚ إِنْ يُّرِيْدَآ إِصْلَاحًا يُّوَفِّقِ اللّٰهُ

مرد والوں میں سے اور ایک منصف عورت والوں میں سے اگر یہ دونوں چاہیں گے کہ صلح کرا دیں تو اللہ موافقت کر دیگا

بَيْنَهُمَا ۗ إِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا خَبِيْرًا ﴿٣٥﴾ وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا

ان دونوں میں بیشک اللہ سب کچھ جاننے والا خبردار ہے اور بندگی کرو اللہ کی اور شریک نہ کرو

بِهٖ شَيْئًا وَّبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا وَّبِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَ

اُس کا کسی کو اور ماں باپ کے ساتھ نیکی کرو اور قرابت والوں کے ساتھ اور یتیموں اور

الْمَسٰكِيْنِ وَالْجَارِ ذِي الْقُرْبٰى وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ

فقیروں اور ہمسایہ قریب اور ہمسایہ اجنبی اور پاس بیٹھنے

بِالْجَنْبِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ۙ وَمَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ ۗ إِنَّ اللّٰهَ

والے اور مسافر کے ساتھ اور اپنے ہاتھ کے مال یعنی غلام باندیوں کے ساتھ بیشک اللہ کو

لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالًا فَخُوْرًا ﴿٣٦﴾ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ وَيَأْمُرُوْنَ

پسند نہیں آتا اترانے والا بڑائی کرنے والا جو کہ بخل کرتے ہیں اور سکھاتے ہیں

النَّاسَ بِالْبُخْلِ وَيَكْتُمُوْنَ مَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ۗ وَ

لوگوں کو بخل اور چھپاتے ہیں جو ان کو دیا اللہ نے اپنے فضل سے اور

أَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا مُّهِيْنًا ﴿٣٧﴾ وَالَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ

تیار کر رکھا ہے ہم نے کافروں کے لیے عذاب ذلت کا اور وہ لوگ جو کہ خرچ کرتے ہیں

أَمْوَالَهُمْ رِئَآءَ النَّاسِ وَلَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۗ

اپنے مال لوگوں کے دکھانے کو اور ایمان نہیں لاتے اللہ پر اور نہ قیامت کے دن پر

وَمَنْ يَّكُنِ الشَّيْطٰنُ لَهٗ قَرِيْنًا فَسَآءَ قَرِيْنًا ﴿٣٨﴾

اور جس کا ساتھی ہوا شیطان تو وہ بہت برا ساتھی ہے

سیادت کا ذکر بما فضل اللہ یعنی فطرۃ وطبعاً بما انفقوا من اموالھم یعنی اکتساب کے ذریعہ۔ الصالحات قٰنتٰت
اس کا مطلب یہ کہ عورتوں کا اطاعت کرنا حکم قانون ہے۔ ہر قوم کے کنبہ میں قانون معروف مقرر ہوتا ہے۔ اور
اطاعت واجبہ سوائے معروف کاموں میں اور جگہ نہیں ہو سکتی۔ حٰفظٰتٌ الخ مرد مال کماتا ہے اور عورتیں
حفاظت کرتی ہیں جب کہ مرد موجود نہیں ہوتا۔ اور انہیں حفاظت میں تجربہ حاصل ہوتا ہے۔ اس لحاظ سے
عورتیں مردوں کے برابر ہیں۔ اور اپنی سنن طبع سے خارج کی گئی ہیں۔

حکایت:۔ میں اور میرا بھتیجا (عزیز احمد) مکہ مکرمہ میں مقیم تھے۔ ہمارے ساتھ عرصہ دراز سے عورت
نہیں تھی۔ ہمارے پاس بعض چیزیں محفوظ تھیں وہ حکومتوں کے وزرا کی خاص طور پر ہمارے لئے تھیں۔ اور
حقوق سیاسیہ کی بنا پر ملی تھیں۔ ان چند مہریں تھیں اور ان میں خاص مصلحتیں تھیں۔ کچھ سفر کے پاسپورٹ
تھے۔ ہم نے پوری طاقت سے انہیں محفوظ رکھا ہوا تھا۔ ہم کسی پر اعتماد نہیں کرتے تھے۔ کہ کسی کے حوالے
کریں کیوں کہ ہم جانتے تھے کہ اس کا انکار کرنا آسان ہے۔ ہمارے پاس ایک شخص آیا جو ہند میں ہمارے پاس
پڑھتا تھا۔ ہمارے گھر میں آکر بیٹھا۔ اور اس نے معلوم کر لیا کہ وہ خاص چیزیں ہم نے کہاں محفوظ کر رکھی ہوئی ہیں۔
ہماری عادت تھی کہ مغرب اور عشا بیت اللہ میں ادا کرتے تھے۔ حجرہ خالی چھوڑ جاتے تھے۔ بعض اوقات میں
حجرہ میں رہتا تھا۔ اس شخص نے وہ وقت تاڑ لیا اور تمام چیزیں چوری کر کے لے گیا پھر اس حکومت
کے پاس لے گیا جو ان چیزوں کو ہم سے حاصل کرنا چاہتی تھی۔ جب ہم اس مصیبت میں مبتلا ہوئے تو
ہم نے یہ حکمت معلوم کی کہ اجتماع کے بعض ارکان کے لئے ضروری ہے کہ وہ گھر میں مقیم رہیں اور مال
کی حفاظت کریں (یعنی عورتیں)، والتی تخافون نشوزھن جب عورت مرد کی سیادت برداشت نہ
کرے تو اجتماع کا مقصد حاصل نہیں رہتا۔ پس اگر براہ راست اصلاح ممکن ہو تو بہتر ورنہ قوم کے پاس مقدمہ
لے جائیں۔ اگر موافقت اور اتفاق ممکن نہ ہو تو دونوں میں فیصلہ ہو اور ایک دوسرے سے خلاصی پائیں۔
پس اجتماع کی درستی اسی طرح ممکن ہے کہ سیادت مردوں کے لئے ہو لیکن ایک دوسرے پر جبر غیر واجب
ہے۔ اسی طرح اشارہ ہے۔ ۳۴، ۳۵ میں والتی .... خبیراً الخ فابعثوا حکماً اگر حکومت
موجود ہو تو حکم ثالث حکومت کا ہو اور پنچ کا حکم دونوں پر واجب ہوگا اگرچہ وہ پسند نہ کریں۔ لیکن چوں کہ
گھر کی مصلحت عدم اجبار کی مقتضی ہے۔ اس واسطے اللہ تعالیٰ نے حکم ثالث کا حکم نہیں دیا۔ اور دو حکم پر اکتفا

کیا ہے۔ اور دو حکم سے موافقت کا حاصل ہونا ضروری نہیں۔ کیوں کہ جب دو حکم اختلاف کریں گے تو موافقت کرانے کا کوئی راستہ نہ ہوگا۔ اور اس حکم سازی سے مقصد ضروری طور پر موافقت کرانا ہی نہیں۔ بلکہ اگر ممکن ہو تو اتفاق کرا دے اور انتہائی کوشش یہی ہے موافقت کرانے کی۔ پس اگر اتفاق نہ کریں تو ان میں یعنی مرد و عورت میں جدائی ضروری ہے۔ اس میں کوئی حرج نہیں۔ یعنی حکمیں کا مسئلہ اسلئے نہیں کہ اتفاق کرانا ضروری ہے۔

تنبیہ - جن لوگوں نے اس پر خلافت کے مسئلہ کا قیاس کیا ہے۔ انہوں نے غلطی کی ہے کیوں کہ مسئلہ خلافت میں اتفاق کرانا ضروری ہے۔ ان کے لئے مناسب ہے کہ وہ تین حکام مقرر کریں۔ دو حکم طرفین کے ہوں اور حکم ثالث وہ ہے جس پر طرفین متفق ہوں۔ جو کسی ایک فریق کی طرف مائل نہ ہو۔ جب اسے دو حکموں کے ساتھ شامل کریں گے۔ تو دو حکموں کے اختلاف کے وقت تیسرے حکم کا فیصلہ ترجیح دیا جائے گا۔ اور یہ ممکن ہے صرف دو حکم سے خرابی اسی طرح ہوگی جیسے مہاجرین و انصار کے دو طائفے حضرت علیؓ اور حضرت معاویہ میں صلح نہ کرا سکے کیوں کہ ان دونوں گروہوں میں اختلاف تھا۔ (فصل اول تمام شد)

الفصل الثانی فصل ثانی اجتماعیت ابتدائیہ یا اجتماعیت فی القریٰ وغیرہ کے ذکر میں ہے۔ آیہ ۳۶ سے ۵۰ تک۔ اخلاق متعین ہوتے ہیں۔ یعنی اخلاق اجتماعیہ ابتدائیہ مسلمان جب بلاد عالیہ متمدنہ میں مرکزیت پکڑ گئے تو کچھ ایام کے بعد اجتماعیت کی ابتدائی ارتقار کے اخلاق بھول گئے۔ اس لئے وہ ہالکین کے قریب ہو گئے۔ وہ خیال کرتے ہیں کہ اجتماعیات سے اب وہ بے نیاز ہیں اور انسانیت کے طبقہ عالیہ میں آگئے ہیں۔ اور یہ مغالطہ شیطانیہ ہے۔ انسان انسانیت کے طبقہ میں ترقی نہیں کریگا وہ اس درجہ کو اجتماعیہ عامہ صالحہ کا فرد نہ بنے اور جب تک محفوظ نہ کرے۔ اور سوائے قری کے ممکن نہیں۔ بنی اُمیہ کے بادشاہ اور خلفاء جب اپنا اتصال جزیرہ اور دیہات سے منقطع کر چکے تو ان کی اجتماعیت فاسد ہو گی اور عجم ان پر بتدریج غلبہ حاصل کرے گا۔ یعنی ایرانی پھر تورانی، جو قری میں رہتے تھے اور پھر مجتمع ہو گئے۔ ہند ہزاروں سالوں سے اپنی ثقافت پر محافظ ہے۔ کیوں کہ نظام قری انقلابات کے ضمن میں متبدل نہیں ہوا۔ اور حنفیت بھی خراسان میں اس واسطے ترقی پر ہے کہ انہوں نے فقہ کو فارس اور اس کی بستیوں میں محفوظ کر دیا۔ پس انقلابات اجتماعیات میں آتے رہتے ہیں اور ان کی ابتدا بستیوں سے ہوتی ہے۔ اور اجتماعیت متوسطہ کے اخلاق کی حفاظت دیہاتوں سے اوپر کا درجہ ہے۔ اس میں نہ شہریت ہوتی ہے نہ تمدن

انسانیت کے لئے یہ زندگی ہے۔ اسی کے متعلق فصل ثانی میں ہم بحث کرتے ہیں۔ اجتماعیت کے اس درجہ کی اولاد ہی مہاجرین و انصار کے سابقین تھے قولہ اعبدوا اللہ ولا تشرکوا بہ شیئاً اس سے غرض شاہان فرعونی اور احبار ورہبان کے طوائف کی حکومت کی نفی ہے۔ پہلی بات یہ ہے کہ ان کے الٰہ ہونے کا انکار اسی کی طرف اشارہ ہے وَلَا تُشْرِكُوا بِهٖ شَيْئًا اور تمام انواع سیادات کو للہ حق میں محصور کیا گیا۔ اسی کی طرف اشارہ ہے وَاعْبُدُوا اللّٰهَ میں۔ پس انسان مستحق نہیں کہ وہ انسان پر تحکم کرے۔ وبالوالدین احساناً محسنین کا نمونہ والدین ہیں۔ جو شخص کسی پر احسان کرے اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ بھی احسان کے بدلہ میں احسان برابر کرے۔ یہ انسانیت کا ثبوت ہے۔ اور جب احسان بغیر معاوضہ کے قبول کیا جائے گا۔ تو بتدریج وہ محسن کا بندہ ہو جائے گا۔ پس اس مثال پر اجتماعیت کے ساتھ عام طور پر معاملہ کیا جائے۔ اس کی طرف اشارہ ہے۔
وبذی القربٰی احسان ویسا ہی ہے جیسے والدین کے ساتھ درجات کے مطابق ذوی القربٰی کے ساتھ احسان کیا جائے۔ والیتامٰی والمسٰکین قرآن عظیم نے ان لفظوں سے ضعفاء قوم کی اصطلاح مقرر کی ہے۔ پھر جو اس کی قوم کے علاوہ ہو اس کے ساتھ انسان نے یوں کہ مجبوراً معاملہ کرنا ہی ہے۔ اس لئے لازم ٹھہرا کہ اپنی قوم کی طرح ان سے معاملہ کیا جائے۔ اس کی طرف اشارہ ہے والجار ذی القربٰی والجار الجنب یعنی جو بھی ہماری اجتماعیات کی حد میں داخل ہوگیا۔ واجب ہے، کہ ان کے ساتھ احسان کا مساوی درجہ پر معاملہ کیا جائے۔ اگرچہ وہ طبقات کے اختلاف سے احسان ہوگا۔ اس کی مثال یہ ہے کہ انسان اپنے آباء و اولاد سے احسان کا مخصوص طریقہ برتتا ہے۔ پھر بھائیوں بہنوں سے احسان کا معاملہ کرتا ہے۔ جب انہیں کوئی ضرورت پیش آتی ہے تو وہ حاجت پوری کرنے سے دریغ نہیں کرتا۔ اور بھائی بہنوں کے پاس ہر وقت جمع اس طرح نہیں ہوتا۔ جس طرح کہ وہ اپنے آباء و اولاد کے پاس جمع ہوتا ہے۔ اس بھائی بہنیں یہ سمجھتے ہیں کہ وہ ان کے ساتھ ویسے ہی احسان کرتا ہے۔ جیسے کہ والدین سے۔ یہ ظاہری اختلاف کہ وہ بھائی بہنوں کے پاس ہر وقت نہیں جاتا۔ اس طرح کا ہے کہ ان کا گھر دور ہے اس کا یہ مطلب نہیں سمجھا جاتا کہ وہ بوقت حاجت احسان نہیں کرتا۔ غرضیکہ افراد قوم اور اجانب سے بھی احسان ہو اگرچہ بظاہر شکل جداگانہ ہوگی۔

حکایت:- حکیم اجمل خاں سیاسیات اجتماعیہ میں ایک بڑا آدمی تھا۔ وہ جوان مسلمانوں کے لئے باپ کے مرتبہ میں تھا۔ لیکن ہندوؤں اور سکھوں کا معاملہ ایک سا ہے اس میں فرق نہیں۔ ہندوؤں اور سکھوں

میں ہر شخص یہ خیال کرتا تھا کہ وہ صرف ان کے ساتھ ہی احسان کرتا ہے۔ اور مسلمانوں کے ساتھ احسان نہیں کرتا حالاں کہ معاملات میں فرق بین تھا۔ اس میں راز یہ تھا کہ جس کو بھی کوئی مصیبت پیش ہوتی تو وہ ان کے ساتھ انتہائی غمگساری اور ہمدردی کرتا تھا اور وہ سمجھتے تھے کہ صرف ان سے ہی اس کا سلوک ایسا ہے وہ اس کے احسان کی قدر اتنی کرتے تھے جتنی کہ اُن سے اُمید نہ ہوتی تھی۔ ایک بار سکھوں کا ایک گروہ حکومت کے مقابلہ میں آگیا کہ دینی معاملہ کی وجہ سے السنیوں سے لوگ حکیم صاحب کے پاس جمع ہوئے اس نے انہیں کسی نکتہ کی تنبیہ کی اور ان کی مالی امداد بہادرانہ کا اظہار کیا۔ انہوں نے حکیم صاحب کا شکریہ ادا کیا۔ سکھوں کے عقل مند اس نکتہ پر متنبہ نہ ہوئے۔ سکھوں نے حکیم صاحب کے ارادہ کا شکریہ ادا کیا اور وہ اسے اپنے سکھ لیڈروں کی طرح قدر کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔

ہماری مراد تساوی فی الاحسان سے یہی ہے۔ وَالجَارِ ذِي القُربٰى وَالجَارِ الجُنُبِ میں یہی اشارہ ہے مجھے مسلمانوں کے طبقہ عالیہ پر افسوس ہے وہ اجنبی ہمسایہ کے ساتھ ویسا احسان نہیں کرتے جیسا کہ جارِ ذی القربٰی سے کرتے ہیں۔ اسی وجہ سے انہوں نے اپنے گھروں کو آپ برباد کیا ہے۔

والصاحب بالجنب وابن السبیل یہ بھی اسی طرح احسان کے مستحق ہیں جس طرح والدین۔ جو لوگ ان اخلاق پر اولاد اسلام کی تربیت کرتے تھے وہ مرگئے۔ اب مدارس تعلیم میں شیطان گھس آتے ہیں۔ ان سے سرمایہ داروں اور بادشاہوں کی ترقی پیدا ہو رہی ہے۔ اور یہ اجتماع کے بطلان کی بنیاد ہے جیسا کہ امام صاحب نے حجۃ اللہ میں ثابت کیا ہے۔ وَمَا مَلَكَتْ أَيمَانُكُم یعنی ان کے ساتھ احسان بھی والدین کی طرح ہو۔ یعنی مملوک خواہ مرد ہوں یا عورتیں ہوں بچے ہوں وہ ہمارے گھروں میں خدمت کرتے ہیں۔ اور وہ مال اپنی زندگی کے لئے نہیں بنا سکتے۔ اس لئے ان کے ساتھ بھی مثل والدین احسان کیا جائے۔ اور جو ان باتوں کی مخالفت کرتا ہے اس کا نام اللہ نے مختالاً فخوراً رکھا ہے۔ ایسے خبیث کو اجتماعیت اسلام سے خارج کرنا ضروری ہے اللہ تعالیٰ نے وصیت کی ہے سورۃ اسرائیل ولا تمش فی الارض مرحاً یہ تمام باتیں خدا کے نزدیک مکروہ سیئہ ہیں۔ یہی باتیں حکمت کی اللہ نے وصیت کی ہیں۔ یعنی زمانوں اور شہروں کے بدلنے سے تو نہ بدل جا یہ ۳۶ میں ہے۔ عقل مندوں پر مخفی نہیں کہ یہ احسان ان کی تقضا حاجات ہی کے لئے ہے۔ کہ وقت ضرورت ان کی حاجات رفع ہوں۔ اور محسن اموال کو صرف کریں۔ جو لوگ بخل کا حکم دیتے ہیں اور زمین میں اموال کی سہولت

روکتے ہیں۔ اور افلاس وفقر پیدا کرتے ہیں وہ اس حکمت کے منکر ہیں۔ اس واسطے ان کے ۳۷ میں اشارہ ہے۔ الذین یبخلون الخ یہ فعل بخل ان کی سلب عزت کا باعث ہے۔ پھر بعض لوگ ایسے ہیں جو اخلاقی طور پر خرچ نہیں کرتے بلکہ اس خیال سے کہ لوگ ان کی تعریف کریں، ان کا یہ فعل لازمی نہیں رہے گا۔ ایک بار کریں گے پھر وہ انفاق نہیں کریں گے۔ اس طرح سے ان کا اعتماد بھی کھو جائے گا۔ اور اجتماعیت میں یگانگت باقی نہ رہے گی جو یگانگت کہ روح اجتماع ہے اس کی طرف اشارہ ۳۸ و ۳۹ میں ہے والذین ینفقون الخ پس جن اموال کو اس طرح خرچ کرتے ہیں ان کی مثال ایسی ہے۔ کہ وہ بہت منافع حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ اسی لئے اشارہ ۴۰ میں ہے۔

وَمَاذَا عَلَيْهِمْ لَوْ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَاَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقَهُمُ

اور کیا نقصان تھا ان کا اگر ایمان لاتے اللہ پر اور قیامت کے دن پر اور خرچ کرتے اللہ کے دیئے ہوئے

اللّٰهُ ۗ وَكَانَ اللّٰهُ بِهِمْ عَلِيْمًا ﴿۳۹﴾ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ ۚ

میں سے اور اللہ کو ان کی خوب خبر ہے بیشک اللہ حق نہیں رکھتا کسی کا ایک ذرہ برابر

وَاِنْ تَكُ حَسَنَةً يُّضٰعِفْهَا وَيُؤْتِ مِنْ لَّدُنْهُ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿۴۰﴾

اور اگر نیکی ہو تو اس کو دونا کر دیتا ہے اور دیتا ہے اپنے پاس سے بڑا ثواب

فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ بِشَهِيْدٍ وَّجِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰٓؤُلَاۗءِ

پھر کیا حال ہوگا جب بلادیں گے ہم ہر امت میں سے احوال کہنے والا اور بلاوینگے تجھکو ان لوگوں پر

شَهِيْدًا ﴿۴۱﴾ يَوْمَئِذٍ يَّوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَعَصَوُا الرَّسُوْلَ لَوْ تُسَوّٰى

احوال بتانے والا اس دن آرزو کریں گے وہ لوگ جو کافر ہوئے تھے اور رسول کی نافرمانی کی تھی کہ برابر ہو جاویں

بِهِمُ الْاَرْضُ ۭ وَلَا يَكْتُمُوْنَ اللّٰهَ حَدِيْثًا ﴿۴۲﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ

زمین کے اور نہ چھپا سکیں گے اللہ سے کوئی بات اے ایمان والو

اٰمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْتُمْ سُكٰرٰى حَتّٰى تَعْلَمُوْا مَا

نزدیک نہ جاؤ نماز کے جس وقت کہ تم نشہ میں ہو یہاں تک سمجھنے لگو جو

تَقُوْلُوْنَ وَلَا جُنُبًا اِلَّا عَابِرِیْ سَبِیْلٍ حَتّٰی تَغْتَسِلُوْا ؕ وَاِنْ كُنْتُمْ

کہتے ہو — اور نہ اس وقت کہ غسل کی حاجت ہو مگر راہ چلتے ہوئے یہاں تک کہ غسل کر لو اور اگر تم

مَّرْضٰۤی اَوْ عَلٰی سَفَرٍ اَوْ جَآءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَآئِطِ اَوْ لٰمَسْتُمُ

مریض ہو — یا سفر میں — یا آیا ہے کوئی شخص تم — جائے ضرور — سے — یا پاس گئے ہو

النِّسَآءَ فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَیَمَّمُوْا صَعِیْدًا طَیِّبًا فَامْسَحُوْا

عورتوں کے — پھر نہ ملا تم کو پانی — تو ارادہ کرو — زمین پاک کا — پھر ملو

بِوُجُوْهِكُمْ وَاَیْدِیْكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَفُوًّا غَفُوْرًا ﴿۴۳﴾ اَلَمْ تَرَ

اپنے منہ کو — اور ہاتھوں کو — بیشک اللہ ہے — معاف کرنیوالا بخشنے والا — کیا تو نے نہ دیکھا

اِلَی الَّذِیْنَ اُوْتُوْا نَصِیْبًا مِّنَ الْكِتٰبِ یَشْتَرُوْنَ الضَّلٰلَةَ وَ

ان کو جن کو — ملا ہے کچھ حصہ — کتاب سے — خرید کرتے ہیں — گمراہی — اور

یُرِیْدُوْنَ اَنْ تَضِلُّوا السَّبِیْلَ ﴿۴۴﴾ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِاَعْدَآئِكُمْ ؕ وَ

چاہتے ہیں کہ تم بھی بہک جاؤ — راہ سے — اور اللہ خوب جانتا ہے تمہارے دشمنوں کو — اور

كَفٰی بِاللّٰهِ وَلِیًّا ۙ وَّكَفٰی بِاللّٰهِ نَصِیْرًا ﴿۴۵﴾ مِنَ الَّذِیْنَ هَادُوْا

کافی ہے حمایتی — اور اللہ کافی ہے — مددگار — بعضے لوگ یہودی

یُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ وَیَقُوْلُوْنَ سَمِعْنَا وَعَصَیْنَا

پھیرتے ہیں بات کو — اس کے ٹھکانے سے — اور کہتے ہیں — ہم نے سنا اور نہ مانا

وَاسْمَعْ غَیْرَ مُسْمَعٍ وَّرَاعِنَا لَیًّۢا بِاَلْسِنَتِهِمْ وَطَعْنًا فِی الدِّیْنِ ؕ وَلَوْ

اور کہتے ہیں کہ سن نہ سنایا جائیو — اور کہتے ہیں راعنا — موڑ کر اپنی زبانوں کو اور عیب لگانے کو دین میں — اور اگر

اَنَّهُمْ قَالُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا وَاسْمَعْ وَانْظُرْنَا لَكَانَ خَیْرًا لَّهُمْ

وہ کہتے — ہم نے سنا — اور مانا — اور سن — اور ہم پر نظر کر — تو بہتر ہوتا ان کے حق

وَاَقْوَمَ ۙ وَلٰكِنْ لَّعَنَهُمُ اللّٰهُ بِكُفْرِهِمْ فَلَا یُؤْمِنُوْنَ اِلَّا قَلِیْلًا ﴿۴۶﴾

میں اور درست — لیکن لعنت کی ان پر — اللہ نے ان کے کفر کے سبب سو وہ ایمان نہیں لاتے مگر بہت کم

يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ اٰمِنُوْا بِمَا نَزَّلْنَا مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَكُمْ

اے کتاب والو! ایمان لاؤ اس پر جو ہم نے نازل کیا تصدیق کرتا ہے اس کتاب کی جو تمہارے پاس ہے

مِّنْ قَبْلِ اَنْ نَّطْمِسَ وُجُوْهًا فَنَرُدَّهَا عَلٰٓى اَدْبَارِهَآ اَوْ نَلْعَنَهُمْ

پہلے اس سے کہ ہم مٹا ڈالیں بہت سے چہروں کو پھر الٹ دیں ان کو پیٹھ کی طرف یا لعنت کریں ان پر

كَمَا لَعَنَّآ اَصْحٰبَ السَّبْتِ ؕ وَكَانَ اَمْرُ اللّٰهِ مَفْعُوْلًا ﴿۴۷﴾

جیسے ہم نے لعنت کی ہفتہ کے دن والوں پر اور اللہ کا حکم تو ہو کر ہی رہتا ہے۔

ان اللہ لا یظلم مثقال ذرۃ الخ اجتماع میں یہ امر لوگوں پر مخفی نہیں کہ کیا کوئی شخص شہرت کے لئے خرچ کرتا ہے۔ یا تکمیل ایمان کے لئے؟ اس لئے وہ یوم قیامت محاسبہ کیا جائیں گے۔ اور رسول حاکم ہوگا ان میں فصل کریگا۔ اور شاہد ہوگا۔ فکیف اذا جئنا الخ میں یہی اشارہ ہے۔ اور یومئذ الخ میں ایمان اور کفر کا نمونہ بتایا گیا ہے اور وجوب اطاعت رسولؐ ظاہر کیا گیا ہے۔ پس انسان کو اس کے فضائل انسانیت کی تکمیل کے لئے کہا گیا ہے یہ اخلاق اجتماعیہ متوسطہ کا ذکر تھا۔

اگر شرائع اجتماعیہ متوسطہ کا مسئلہ ذکر کیا جائے تو اس کا تعلق طہارت اور اداء صلوٰۃ سے ہے یہ سب سے پہلی بات ہے جو لوگوں پر شرائع کی جانب سے واجب ہوتی ہے جب کہ وہ اخلاق ایمانیہ کے پابند ہو جائیں۔ جو لوگ اس شریعت کو حکمت اخلاق پر مقدم کریں یعنی وہ حکمتِ اخلاق جن کا فقہائے متاخرین نے حکم دیا ہے تو وہ تحریف سے محفوظ ہو جائیں گے۔ کیوں کہ امام ابوحنیفہ نے فقہ کو معرفت نفس کے ساتھ تعبیر کیا ہے۔ اور حکمت کو اپنی اصطلاح میں فقہ میں داخل کیا ہے۔ جو شخص یہ کہے کہ وہ ابوحنیفہ کا مقلد ہے فقہ کے لحاظ سے۔ اور حکمت کو شریعت سے خارج کرے یا مؤخر کرے تو اس نے گویا امام صاحب کے کلام کی تحریف کی ہے۔

یہ مسئلہ ۴۳ میں ہے یا ایھا الذین اٰمنوا لا تقربوا نماز میں قرآن کی تلاوت کی جاتی ہے یہی بندہ اور رب میں عہد تھا اس کو یاد کیا جاتا ہے۔ کیوں کہ ایمان کا معنٰی یہ ہے کہ اپنے تمام اعمال کا مرجع قرآن کو قرار دیا جائے اور ایمان دراصل میثاق اور عہد ہے۔ یعنی یہ کہ وہ سوائے کتاب اللہ کے کسی اور چیز پر عمل نہیں کرتا۔ اور قرآن نہیں چھوڑتا۔ تو جو نماز میں قرآن پڑھتا ہے گویا وہ عہد کو یاد کرتا ہے، اور یہ اس وقت تک نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ امر الٰہی کو فہم و عقل میں نہ لائے۔ اس لئے بحالت مدہوشی نماز سے منع کئے گئے ہیں۔

بات صاف ہوگئی کہ قرآن کا مقصد اس کے احکام کو سمجھنا ہے۔ پس عربی تو قرآن کو سمجھ سکتا ہے۔ لیکن عجمی نہیں سمجھ سکتا۔
اس لئے وہ بھی سکران کی طرح ہے۔ اس لئے جو شخص اہل ایمان کا لغت قرآن کو نہیں سمجھتا اسکے لئے ضروری ہے
کہ وہ اس کا ترجمہ اپنی زبان میں پڑھے تاکہ وہ اپنی بات خود سمجھ سکے۔

یہی امام ابوحنیفہ اور اس کے صاحبین کا حکم ہے۔ ان کا آپس میں اس مسئلہ میں اختلاف نہیں۔ کیوں کہ عجمی ترجمہ
کا محتاج ہے جب تک کہ وہ عربی نہیں سیکھتا۔ لیکن اگر کوئی یہ کہے کہ جو شخص عجمی ہو عربی بھی جانتا ہو اور پھر وہ ترجمہ کر کے
نماز میں پڑھے اور یہ بات امام ابوحنیفہ کی طرف منسوب کرے تو وہ جاہل ہے کیوں کہ ائمہ ثلاثہ کا اس میں کوئی اختلاف
نہیں کہ جو شخص عجمی ہو عربی جانتا ہو وہ عربی میں ہی قرآن پڑھے۔ البتہ جب عربی نہ جانتا ہو وہ ترجمہ کر کے پڑھے۔
تاکہ وہ لا تقربوا الصلوٰۃ کی نہی سے نکل جائے اور اس کی مسئولیت نہ ہو۔ جو عجمی عالم لوگوں کو عربی زبان میں بقدر
صحت نماز قرآن کی تعلیم نہیں دیتے یا لوگوں کو ان کی اپنی زبان میں قرآن کے معنی نہیں بتاتے ان سے مواخذہ ہوگا
اور وہ من یکتم ما انزله الله کے ضمن میں پکڑے جائیں گے جس کا ہم نے سورۃ بقرہ کی آیت ۱۰۹ میں ذکر کیا ہے۔
نیز جو لوگ کلمات عربیہ کا تلفظ بغیر معنی سمجھنے کے نماز کے لئے کافی سمجھتے ہیں وہ بھی قرآن کی تحریف کر رہے ہیں۔
اسی طرح سے ہی اجتماعیت متوسطہ میں عام لوگ تشریع فی الاحکام سمجھ سکتے ہیں ولا جنبا الا عابری الخ یعنی مساجد اور
بیوت میں بحالت جنابت نماز نہ پڑھنی چاہیے عابری سبیل کا معنی یہ نہیں کہ بحالت جنابت مسجد سے نہ گذرے۔ جس نے یہ تفسیر کی ہے اس
نے غلطی کی ہے۔ بلکہ عابری سبیل سے مراد مسافر ہے وہ بعض اوقات غسل پر قادر نہیں ہوتا اس لئے وہ بحالت جنابت
نماز پڑھ سکتا ہے۔ اس کی طرف اشارہ ہے حتی تغتسلوا میں۔ پس استثناً عابری سبیل کا وجوب غسل سے
ہے۔ اور آیت اس طرح ہو جائے گی ولا تقربوا الصلوٰۃ جنبا حتی تغتسلوا الا عابری سبیل اور حتی تغتسلوا
سے جواز عبور من المسجد کا استنباط نحویوں کا کھیل ہے خواہ کوئی ہو (یعنی عبور من المسجد کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا
اس آیت سے) اس کے بعد تفصیل تیمم ہے۔ اور اس کی شرح سوی میں اور مصفی میں ہے۔ اور تشریع میں تصرف
جیسا کہ ہم نے عجم اور عرب کی طرف منسوب کیا ہے۔ بنی اسرائیل میں بھی ان کی کتاب میں مستعمل تھا۔ آیات ۴۴ سے
۴۶ تک اس کا بیان ہے اور مسلمانوں کو ڈرایا گیا ہے کہ وہ عمل یہود کی طرح نہ کریں جیسے کہ وہ اپنی کتاب میں کرتے
تھے۔ الم تر یعنی یہودی چاہتے ہیں کہ تم ان کی اتباع کرو تحریف کے معاملہ میں۔ مگر ایسا نہیں تم اپنی تشریع کی اتباع
کرو اور تحریف نہ کرو۔ الا قلیلا میں تحریف کی تہدید آئی ہے جو شخص تحریف کا عادی ہو جائے اللہ تعالیٰ

ان کے چہروں کو خراب و مسخ کرے گا یہودی ارتجاع کا ارادہ کرتے ہیں اس طرف اشارہ فنردھا علے ادبارھا میں ہے۔ یا وہ بہائم کے ساتھ مل جائیں گے کیوں کہ ان میں فواحش اور زنا کا غلبہ ہو جائے گا۔ میں فاحشات کی زندگی جو خرابات میں ہو صغر سنی پر محمول کرتا ہوں کیوں کہ بعض کنبے ان میں مبتلا ہو جاتے ہیں اس کے بعد ملوک اسلام کی فاحشانہ زندگی گویا حالت بلوغ میں ہوتی ہے۔ ان دونوں فاحشانہ زندگیوں کو میں برابر سمجھتا ہوں ان میں کوئی فرق نہیں یہ حیوانیت کی طرف رجوع ہے۔ اور ان کے علماء و زہاد کی زندگی پستی کی طرف رجوع کرتی ہے۔ یہ تمام تر نتیجہ تحریف کا ہے۔ اس کے بعد شرک کا درجہ آتا ہے۔ یعنی غیر اللہ کا حکم قبول کرنا اور خدا کے حکم کے برابر سمجھنا یہ جرم کبھی معاف نہیں کیا جائے گا یہ نتیجہ تحریف کے نتیجہ کے بعد اور تہاون فی الشرع کے نتیجہ کے بعد ہوتا ہے اس کی طرف اشارہ ۴۸ میں ہے

إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَشَاءُ ۚ

بیشک اللہ نہیں بخشتا اس کو جو اس کا شریک کرے اور بخشتا ہے اس سے نیچے کے گناہ جس کے چاہے

وَمَنْ يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَقَدِ افْتَرٰى إِثْمًا عَظِيمًا ﴿۴۸﴾ أَلَمْ تَرَ إِلَى

اور جس نے شریک ٹھہرایا اللہ کا اس نے بڑا طوفان باندھا کیا تو نے نہ دیکھا ان کو

الَّذِينَ يُزَكُّونَ أَنْفُسَهُمْ ۚ بَلِ اللَّهُ يُزَكِّي مَنْ يَشَاءُ وَلَا يُظْلَمُونَ

جو اپنے آپ کو پاکیزہ کہتے ہیں بلکہ اللہ ہی پاکیزہ کرتا ہے جس کو چاہے اور اُن پر ظلم نہ ہوگا

فَتِيلًا ﴿۴۹﴾ انْظُرْ كَيْفَ يَفْتَرُونَ عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ ۖ وَكَفٰى بِهِ إِثْمًا مُبِينًا ﴿۵۰﴾

تاگے برابر دیکھ کیسا باندھتے ہیں اللہ پر جھوٹ اور کافی ہے یہی گناہ صریح

أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ أُوتُوا نَصِيبًا مِنَ الْكِتٰبِ يُؤْمِنُونَ بِالْجِبْتِ

کیا تو نے نہ دیکھا ان کو جن کو ملا ہے کچھ حصہ کتاب کا جو مانتے ہیں بتوں کو

وَالطَّاغُوتِ وَيَقُولُونَ لِلَّذِينَ كَفَرُوا هٰؤُلَاءِ أَهْدٰى مِنَ

اور شیطان کو اور کہتے ہیں کافروں کو کہ یہ لوگ زیادہ راہ راست پر ہیں

الَّذِينَ آمَنُوا سَبِيلًا ﴿۵۱﴾ أُولٰئِكَ الَّذِينَ لَعَنَهُمُ اللَّهُ ۖ وَمَنْ يَلْعَنِ

مسلمانوں سے یہ وہی ہیں جن پر لعنت کی ہے اللہ نے اور جس پر لعنت کرے

اللّٰهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ نَصِيْرًا ﴿۵۲﴾ اَمْ لَهُمْ نَصِيْبٌ مِّنَ الْمُلْكِ فَاِذًا

اللہ نہ پاوے گا تو اس کا کوئی مددگار کیا ان کا کچھ حصہ ہے سلطنت میں پھر تو یہ

لَّا يُؤْتُوْنَ النَّاسَ نَقِيْرًا ﴿۵۳﴾ اَمْ يَحْسُدُوْنَ النَّاسَ عَلٰى مَآ اٰتٰهُمُ

نہ دیں گے لوگوں کو ایک تل برابر یا حسد کرتے ہیں لوگوں کا اس پر جو دیا ہے ان کو

اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ فَقَدْ اٰتَيْنَآ اٰلَ اِبْرٰهِيْمَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ

اللہ نے اپنے فضل سے سو ہم نے تو دی ہے ابراہیم کے خاندان میں کتاب اور علم

وَاٰتَيْنٰهُمْ مُّلْكًا عَظِيْمًا ﴿۵۴﴾ فَمِنْهُمْ مَّنْ اٰمَنَ بِهٖ

اور ان کو دی ہے ہم نے بڑی سلطنت پھر ان میں سے کسی نے اس کو مانا

وَمِنْهُمْ مَّنْ صَدَّ عَنْهُ ۭ وَكَفٰى بِجَهَنَّمَ سَعِيْرًا ﴿۵۵﴾

اور کوئی اس سے ہٹا رہا اور کافی ہے دوزخ کی بھڑکتی آگ

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِنَا سَوْفَ نُصْلِيْهِمْ نَارًا ۭ كُلَّمَا نَضِجَتْ

بیشک جو منکر ہوئے ہماری آیتوں سے ان کو ہم ڈالیں گے آگ میں جس وقت جل جائیگی

جُلُوْدُھُمْ بَدَّلْنٰھُمْ جُلُوْدًا غَيْرَھَا لِيَذُوْقُوا الْعَذَابَ ۭ

کھال ان کی تو ہم بدل دیویں گے ان کو اور کھال تاکہ چکھتے رہیں عذاب

اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ﴿۵۶﴾ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ

بیشک اللہ ہے زبردست حکمت والا اور جو لوگ ایمان لائے اور کام کئے نیک

سَنُدْخِلُھُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ

البتہ ان کو ہم داخل کریں گے باغوں میں جن کے نیچے بہتی ہیں نہریں رہا کریں ان میں

اَبَدًا ۭ لَھُمْ فِيْهَآ اَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ ۡ وَّنُدْخِلُھُمْ ظِلًّا ظَلِيْلًا ﴿۵۷﴾

ہمیشہ ان کے لئے وہاں عورتیں ہیں ستھری اور ان کو ہم داخل کریں گے گھنی چھاؤں میں

اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰٓى اَھْلِهَا ۙ وَاِذَا حَكَمْتُمْ

بیشک اللہ تم کو فرماتا ہے کہ پہنچا دو امانتیں امانت والوں کو اور جب فیصلہ کرنے لگو

بَيْنَ النَّاسِ اَنْ تَحْكُمُوْا بِالْعَدْلِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ نِعِمَّا يَعِظُكُمْ بِهٖ ۭ اِنَّ

لوگوں میں تو فیصلہ کرو انصاف سے اللہ اچھی نصیحت کرتا ہے تم کو بیشک

اللّٰهَ كَانَ سَمِيْعًۢا بَصِيْرًا ﴿٥٨﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا

اللہ ہے سننے والا دیکھنے والا اے ایمان والو حکم مانو اللہ کا اور حکم مانو

الرَّسُوْلَ وَاُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ ۚ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ

رسول کا اور حاکموں کا جو تم میں سے ہوں پھر اگر جھگڑ پڑو کسی چیز میں تو اسکو رجوع

اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۭ

کرو طرف اللہ کے اور رسول کے اگر یقین رکھتے ہو اللہ پر اور قیامت کے دن پر

ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّاَحْسَنُ تَاْوِيْلًا ﴿٥٩﴾ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ يَزْعُمُوْنَ

یہ بات اچھی ہے اور بہت بہتر ہے اس کا انجام کیا تونے نہ دیکھا ان کو جو دعوے کرتے ہیں

اَنَّهُمْ اٰمَنُوْا بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ يُرِيْدُوْنَ

کہ ایمان لائے ہیں اس پر جو اترا تیری طرف اور جو اترا تجھ سے پہلے چاہتے ہیں

اَنْ يَّتَحَاكَمُوْٓا اِلَى الطَّاغُوْتِ وَقَدْ اُمِرُوْٓا اَنْ يَّكْفُرُوْا بِهٖ ۭ وَيُرِيْدُ

کہ قضیہ لے جائیں شیطان کی طرف اور حکم ہو چکا ہے ان کو کہ اس کو نہ مانیں اور چاہتا

الشَّيْطٰنُ اَنْ يُّضِلَّهُمْ ضَلٰلًۢا بَعِيْدًا ﴿٦٠﴾ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا

ہے شیطان کہ ان کو بہکا کر دور جا ڈالے اور جب ان کو کہئے کہ آؤ

اِلٰى مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَاِلَى الرَّسُوْلِ رَاَيْتَ الْمُنٰفِقِيْنَ يَصُدُّوْنَ

اللہ کے حکم کی طرف جو اس نے اتارا اور رسول کی طرف تو دیکھے تو منافقوں کو کہ ہٹتے ہیں

عَنْكَ صُدُوْدًا ﴿٦١﴾ فَكَيْفَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌۢ بِمَا

تجھ سے رک کر پھر کیا ہوا جب ان کو پہنچے مصیبت اپنے

قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ ثُمَّ جَاۗءُوْكَ يَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ اِنْ اَرَدْنَآ

ہاتھوں کے کئے ہوئے سے پھر آویں تیرے پاس قسمیں کھاتے ہوئے اللہ کی کہ ہم کو غرض

إِلَّآ إِحْسَانًا وَتَوْفِيقًا ﴿٦٢﴾ أُولَٰٓئِكَ الَّذِينَ يَعْلَمُ اللَّهُ مَا فِي قُلُوبِهِمْ

نہ تھی۔ مگر بھلائی اور ملاپ   یہ وہ لوگ ہیں کہ اللہ جانتا ہے جو ان کے دل میں ہے

فَأَعْرِضْ عَنْهُمْ وَعِظْهُمْ وَقُل لَّهُمْ فِي أَنفُسِهِمْ قَوْلًا بَلِيغًا ﴿٦٣﴾

سو تو ان سے تغافل کر اور ان کو نصیحت کر اور ان سے کہہ ان کے حق میں بات کام کی

وَمَآ أَرْسَلْنَا مِن رَّسُولٍ إِلَّا لِيُطَاعَ بِإِذْنِ اللَّهِ وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذ ظَّلَمُوٓا

اور ہم نے کوئی رسول نہیں بھیجا مگر اسی واسطے کہ اس کا حکم مانیں اللہ کے فرمانے سے اور اگر وہ لوگ

أَنفُسَهُمْ جَآءُوكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللَّهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُولُ

جس وقت انہوں نے اپنا برا کیا تھا آتے تیرے پاس پھر اللہ سے معافی چاہتے اور رسول بھی ان کو بخشواتا

لَوَجَدُوا اللَّهَ تَوَّابًا رَّحِيمًا ﴿٦٤﴾ فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّىٰ

تو البتہ اللہ کو پاتے معاف کرنے والا مہربان سو قسم ہے تیرے رب کی وہ مومن نہ ہوں گے جب تک

يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِيٓ أَنفُسِهِمْ حَرَجًا

کہ تجھ کو ہی منصف جانیں اس جھگڑے میں جو ان میں اٹھے پھر نہ پاویں اپنے جی میں تنگی

مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا ﴿٦٥﴾ وَلَوْ أَنَّا كَتَبْنَا عَلَيْهِمْ أَنِ

تیرے فیصلے سے اور قبول کریں خوشی سے اور اگر ہم ان پر حکم کرتے کہ

اقْتُلُوٓا أَنفُسَكُمْ أَوِ اخْرُجُوا مِن دِيَارِكُم مَّا فَعَلُوهُ إِلَّا قَلِيلٌ

ہلاک کرو اپنی جان یا چھوڑ نکلو اپنے گھر تو ایسا نہ کرتے مگر تھوڑے

مِّنْهُمْ وَلَوْ أَنَّهُمْ فَعَلُوا مَا يُوعَظُونَ بِهِۦ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ وَأَشَدَّ

ان میں سے اور اگر یہ لوگ کریں وہ جو ان کو نصیحت کی جاتی ہے تو البتہ ان کے حق میں

تَثْبِيتًا ﴿٦٦﴾ وَإِذًا لَّآتَيْنَاهُم مِّن لَّدُنَّآ أَجْرًا عَظِيمًا ﴿٦٧﴾ وَلَهَدَيْنَاهُمْ

بہتر ہو اور زیادہ ثابت رکھنے والا ہو دین میں۔ اور اس وقت البتہ دیں ہم ان کو اپنے پاس سے بڑا ثواب اور چلاویں ان کو

صِرَاطًا مُّسْتَقِيمًا ﴿٦٨﴾ وَمَن يُطِعِ اللَّهَ وَالرَّسُولَ فَأُولَٰٓئِكَ مَعَ

سیدھی راہ اور جو کوئی حکم مانے اللہ کا اور اس کے رسول کا سو وہ ان کے ساتھ ہیں

الَّذِينَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ

جن پر اللہ نے انعام کیا کہ وہ نبی اور صدیق اور شہید

وَالصّٰلِحِيْنَ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا ﴿۶۹﴾ ذٰلِكَ الْفَضْلُ مِنَ اللّٰهِ

اور نیک بخت ہیں اور اچھی ہے ان کی رفاقت یہ فضل ہے اللہ کی طرف سے

وَكَفٰى بِاللّٰهِ عَلِيْمًا ﴿۷۰﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا خُذُوْا حِذْرَكُمْ

اور اللہ کافی ہے جاننے والا اے ایمان والو لے لو اپنے ہتھیار

فَانْفِرُوْا ثُبَاتٍ اَوِ انْفِرُوْا جَمِيْعًا ﴿۷۱﴾ وَاِنَّ مِنْكُمْ لَمَنْ لَّيُبَطِّئَنَّ

پھر نکلو جدی جدی فوج ہوکر یا سب اکٹھے اور تم میں سے بعضا ایسا ہے کہ البتہ دیر لگادے گا

فَاِنْ اَصَابَتْكُمْ مُّصِيْبَةٌ قَالَ قَدْ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيَّ اِذْ لَمْ اَكُنْ

پھر اگر تم کو کوئی مصیبت پہنچے تو کہے اللہ نے مجھ پر فضل کیا کہ میں نہ ہوا

مَّعَهُمْ شَهِيْدًا ﴿۷۲﴾ وَلَئِنْ اَصَابَكُمْ فَضْلٌ مِّنَ اللّٰهِ لَيَقُوْلَنَّ كَاَنْ

ان کے ساتھ اور اگر تم کو پہنچا فضل اللہ کی طرف سے تو اس طرح کہنے لگے گا کہ گویا

لَّمْ تَكُنْ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهٗ مَوَدَّةٌ يّٰلَيْتَنِيْ كُنْتُ مَعَهُمْ فَاَفُوْزَ فَوْزًا عَظِيْمًا ﴿۷۳﴾

نہ تھی تم میں اور اس میں کچھ دوستی اے کاش کہ میں ہوتا ان کے ساتھ تو پاتا بڑی مراد

ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہ و یغفر ما دون ذلک الخ

اس کے بعد شرک اور قبول حکم غیر کتاب اللہ سے ان میں دو دسری قبائح دوسری صورتوں میں آجاتی ہیں۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ (۱) باوجود قبول حکم غیر اللہ کے وہ خود کو مستحق نجات بحکم کتاب سمجھتے ہیں یہ افترا عظیم ہے کتاب اللہ غیر مومن باالکتاب کی نجات کی ضامن نہیں۔ اس کی طرف اشارہ ۴۹ و ۵۰ میں ہے الم تری الخ

(۲) دوسری قبیحہ یہ ہے کہ وہ کتاب ترک کرتے ہیں اور اعمال سحر کی طرف توجہ کرتے ہیں۔ حالاں کہ سحر صابیوں کے ہاں مروج ہے اور وہ صابیوں کو حنفا پر ترجیح دیتے ہیں اور حنفا ہی تو اصل میں حیار ملت ابراہیم کا ارادہ رکھتے ہیں، اس کی طرف اشارہ ۵۱، ۵۲ میں ہے الم تر...... اھدیٰ سبیلا۔

(۳) تیسری قبیحہ یہ ہے کہ وہ سیاسیات میں ترقی کا انحصار صرف اپنے گروہ کے لئے کرتے۔ اور اپنے علاوہ کے لئے جائز نہیں سمجھتے۔ حالاں کہ یہ سراسر ان کے تخیلات ہیں۔ اسی طرح کسی کو وہ یہ موقعہ بھی نہیں

دیتے کہ کوئی حق میں سے کچھ معلوم کرسکے۔ اس کی طرف اشارہ ۵۳ ، ۵۴ میں ہے ام لہم نصیب الخ یہ تخیل باطل ہے، میں ان آیات کو اس وقت تک نہیں سمجھ سکا جب تک کہ میں نے علماء اسلام میں اس قسم کے مشاہدہ نہیں کیے کہ علماء اسلام میں یہ سب قسمیں موجود ہیں۔ مجھے بعد میں اچھی طرح فیصلہ کرنا پڑا کہ اسی طرح کے لوگ یہود میں تھے جیسے کہ علماء اسلام میں ہیں۔ قرآن نے ان کے تخیل کا رد کیا ہے۔ فقد اٰتینا اٰل ابراھیم الخ جو لوگ قرآن کی حکمت نازلہ پر عمل کرتے ہیں اور کتاب اللہ کی روشن شریعت پر ٹھیک اسکی منشا کے مطابق کرتے ہیں۔ ان کے لیے اللہ نے ملک عظیم کا وعدہ کیا ہے۔ جو اس پر ایمان لائے گا۔ کامیاب ہوگا۔ اور جو اس سے لوگوں کو روکے گا ناکام ہوگا۔ اس کی طرف اشارہ ہے ۵۵ سے ۵۷ تک ہے، منہم من الخ (فصل ثانی تمام شد)

الفصل الثالث (اجتماعیت متوسطہ)

حکومت صالحہ اجتماعیت صالحہ سے پیدا ہوتی ہے یہ بیان ۵۸ سے ۷۰ تک ہے۔ حکم میں یعنی حکومت میں حکمت دو چیزوں کی ہے۔ ۱: حفظ امانت اور حکم بالعدل لوگوں میں۔ اجتماعیت معاملات اور اشتراکات کے لیے مستوجب ہے، روح معاملات ادا، امانت کا محفوظ کرنا ہے۔ جب مخاصمت واقع ہوجائے تو حکم میں کوئی خصم رغبت نہ کرے گا۔ لہذا حاکم جس بات کو حق گردانے اس کا ہی حکم کرے۔ اگر اس کے ادراک میں خطا ہو کوئی حرج نہیں۔ لیکن اگر وہ دو خصمیں میں کسی طرف مائل ہوگیا تو وہ عدل سے خارج ہوگیا۔ اس حکمت کے متعلق ارشاد ہے۔ ان اللہ یامرکم ... تا ... بصیراً ایسی شریعت جو اس حکمت یعنی امانت و عدل پر مشتمل ہے یہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی شریعت ہے۔ اس کے لئے اتباع کا حکم دیا گیا ہے۔

یایہا الذین اٰمنوا (۵۹) یہ شریعت محققہ ہے و اولی الامر منکم یہ شریعت مستنبطہ ہے اس کا نام آج کی زبان میں ہم "قانون ثانوی" رکھتے ہیں۔ اور انگریزی اصطلاح میں اسے بائیلاز کہتے ہیں۔

ہر وہ شخص جس کو تنفیذ قانون کے لئے مقرر کیا جائے گا وہ اپنے شرکاء کے ساتھ تنفیذ کے لئے قانون بنائے گا یہ قانون اولی الامر کی تبدیلی کے ساتھ بدلتا رہتا ہے۔ قرآن میں نص کتاب کے اتباع کا حکم ہے نیز جیسے اولی الامر استنباط کریں ان کے اتباع کا حکم ہے۔ پھر ترتیب قوانین کی تصریح ہے۔ اور اس کے کئی درجے ہوں گے۔ اولی دوسرے پر مقدم ہوگا جب کہ ان میں اختلاف ظاہر ہوجائے۔ اسی بات کا اشارہ

ہے فان تنازعتم کتاب اللہ کے علاوہ جو متدین حنفا کی ہر ایک قوم میں ہیں وہ ان کے طاغوت ہیں۔
پس قرآن انہیں حکم ان کی کتاب کے لئے دیتا ہے۔ اہل تورات کو اتباع تورات کا حکم دیتا ہے۔ اہل انجیل کو حکم دیتا ہے۔ پھر انہیں حکم دیتا ہے کہ اہل قرآن کے ساتھ اجتماع کریں۔ پس اختلاف کی صورت میں حکم قرآن مقدم سمجھا جائے گا۔ کیوں کہ وہ سیاست عالمیہ کے ساتھ قائم ہیں۔ اور قرآن انہیں ان کی کتاب کے ترک کا امر نہیں کرتا۔ الٹا ان میں وہ لوگ ہیں جو ان کو کتاب کے ترک کا امر کرتے ہیں۔ اہل کلام نے اپنی جہالت کا ثبوت دیا ہے وہ اہل کتاب کو ان کی تمام کتابوں کو ترک کا امر کرتے ہیں۔ یہ اہل کلام اجتماع عالمی پر حق قدرت نہیں رکھتے اس کی وضاحت یہ ہے کہ مسلمان فقہ کے اجتہادیات میں مختلف ہیں اور ان کا مذاہب ثلاثہ میں اختلاف ہے حنفیہ مشرق میں ہیں۔ مالکی مغرب میں ہیں۔ اور شافعی حنبلی بلادِ متوسطہ میں ہیں۔ ان تمام کا اتفاق یہ ہے کہ ماخذِ اجتہاد کتاب اللہ ہے۔ اور صحاح ستہ حدیث ہیں اور احادیث ضعیفہ سے صحاح کی تمیز کی مراعات بھی کرتے ہیں۔ نیز اہل اسلام اہل حل وعقد کا اجتماع بھی شرط ہے۔ اور اس کے بعد قیاس علی قدر الضرورۃ بھی کرتے ہیں۔
متجددین چاہتے ہیں کہ مذاہب ثلاثہ کو کتاب وسنت پر جمع کریں۔ پس اپنے اس ارادہ کے تحت مسلمانوں میں ایک نیا فرقہ بنا دیتے ہیں۔ اسی طرح ہر مجدد اس بات کے لئے اٹھا اور اس نے پہلے فرقوں میں ایک اپنے فرقہ کا اضافہ کر دیا۔ میں نے اس خرابی کا گذشتہ صدی کے مجددین میں مطالعہ کیا۔ میں نے دیکھا کہ مجددین نے حدود تجدید میں غلطی کھائی ہے۔ ان پر ضروری تھا کہ وہ مالکی شافعی وغیرہ کے تمام اہل مذہب کو ان کے اپنے اپنے مذہب کے اصول پر چلنے کی تلقین کرتے اور انہیں اپنے مذہب پر قائم رہنے کی تلقین کرتے۔ حالاں کہ یہ ان کے اصول کی مخالفت کرتے آئے۔ اور ہر مذہب میں وہ لوگ بھی ہیں جو کتاب وسنت پر عمل کو ترجیح دیتے رہے۔ اور مذہب کی ان روایات کو ترجیح دیتے رہے۔ جو کتاب وسنت کے موافق تھیں خواہ مذاہب ثلاثہ میں صورت اختلاف باقی رہی۔ لیکن کتاب وسنت پر عمل کرنے کی روح تمام مذاہب میں مفقود ہو چکی ہے۔ اور اختلاف ایسا رہ گیا ہے جیسا زبان اور معانی کا اختلاف ہو۔ حدود کی رعایت نہیں کی بلکہ مذاہب کے مختلف صورتوں کے باطل کرنے کی کوشش کی اور شریعت کی ایک نئی صورت پیدا کر دی جو تمام مذاہب کو منسوخ کرنے والی ہو۔ اور ایک ایسی جماعت تیار کرتے رہے جو لوگوں کو اس نئے مذہب کی دعوت دے۔ یہ مذاہب کو منسوخ نہ کر سکے بلکہ ایک فرقہ بڑھا گئے۔ اختلاف بڑھا گئے اور فرقے بہت ہو گئے۔

امام ولی اللہ کی حکمت میں ہم نے یہ دیکھا ہے کہ وہ اپنے نظریات علم وعمل اور اصحاب اولین چھوڑ گئے دوسرے طبقہ کے متبعین نے ان کے نظریات چھوڑ دئے اور عام متجددین کی اتباع میں شامل ہو گئے خواہ وہ ان کے مخصوص ائمہ کے خلاف ہی تھے۔ اس واسطے وہ کامیاب نہ ہو سکے۔ جیسا کہ چاہیئے تھا۔ امام ولی اللہ اور اس کے اکابر اصحاب کے بعد طبقہ متاخرہ کا امام امام عبد العزیز ہے اس کے طریقہ سے اس کی اتباع کی ایک جماعت نکل گئی۔ پھر طبقہ اخری میں امیر سید احمد شیخ عبد الحی شیخ محمد اسمٰعیل شیخ محمد اسحٰق تھے۔ یہ چاروں طبقہ متاخرہ کے اجتماع کے حکام تھے۔ ان کی شہادت کے بعد ان کے متبعین آپس میں جدا ہو گئے۔ پھر طبقہ متاخرہ میں ان کے بعد دیوبندی گروہ پیدا ہوا ہم نے تجربہ کیا اور تجربہ سے ہمیں تاریخ میں بصیرت حاصل ہوئی ہم نے ان کے ائمہ شیخ امداد اللہ شیخ محمد قاسم شیخ رشید احمد اور شیخ الہند دیکھے یہ چاروں اجتماع میں اپنے طائفہ کے حاکم تھے اور ایک ہی نہج پر تھے۔ شیخ رشید احمد کی وفات کے بعد پہلے یہ جماعت اندرونی طور پر متفرق ہو گئی۔ اور شیخ الہند کے بعد تو کھلم کھلا تفریق ہو گئی۔ پس امام ولی اللہ کے طریقہ میں متجددین کے ہر طبقہ میں ہم نے دیکھا ہے کہ وہ اپنے بعد ایک جماعت چھوڑ گئے اور فرقوں میں زیادتی ہوئی۔ اور ہم نے امام ولی اللہ کے نظریات سے انکا انحراف دیکھا۔ ہم نے اپنی عمر کی کافی مدت صرف کی ہے اور ہمیں تاریخ اسلام میں تبصر و بصیرت حاصل ہوئی ہے۔ پھر ہم مسلمانوں کی اس غلطی سے واقف ہوئے جو وہ اجتماعیت عامہ میں کوتاہی کرتے رہے۔ اور ہم فہم قرآن پر بحمد اللہ قادر ہوئے اور اس کی عمومی دعوت کے سمجھنے پر قادر ہوئے جو وہ اجتماعیت کے عام لوگوں کو دعوت دیتا ہے نیز ہمیں متکلمین کی کوتاہیوں کا علم بھی ہوا جب مسلمان اپنی خرابیوں کی اصلاح کے لئے کوشش کریں گے تو وہ کامیاب ہوں گے۔ جب تک کہ ان میں کتاب اللہ محفوظ ہے۔

۶۵ میں اشارہ ہے کہ یہودی لوگ خود کو دعوت عمومیہ کا امام سمجھتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ وہ طاغوت کو حاکمیت سپرد کریں انھم اٰمنوا بما الخ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ یہ لوگ اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ قرآن کتب سابقہ کی طرح دعوت دیتا ہے۔ اس لئے وہ پہلی اور تجھ پر نازل شدہ تمام کتابوں پر ایمان لے آئیں۔ اگر قرآن انہیں ان کی کتابوں کے ترک کی دعوت دیتا تو کیسے ثابت ہوتا کہ وہ پہلی اور تجھ پر نازل شدہ کتاب پر ایمان لے آئیں۔ لیکن اصل واقعہ وہ ہے جس پر ہم نے تنبیہ کی ہے۔ ہم خدا کا شکر کرتے ہیں کہ اصل امر کو ابطال امام ولی اللہ سمجھ چکے ہیں۔ لہذا انہیں جزائے خیر دے۔ ہم اعتراف کرتے ہیں کہ ہم کتاب اللہ پر عمل نہیں کرتے۔

لیکن بحمداللہ پوری کتاب پر ایمان لاتے ہیں۔ اور اس میں قطعاً اختلاف نہیں پاتے اور نہ کوئی اضطراب پاتے ہیں وہ خیال کرتے تھے کہ کتب الٰہیہ ترک کر دیں اور حاکمیت طاغوت کے ہاتھ دے دیں۔ اور طاغوت کے معنیٰ جس پر میں مطمئن ہوا قیصریت رومیہ ہے جو کتاب اللہ کی تارکہ ہے۔ اور میں تجربہ سے سمجھ چکا ہوں جیسے کہ سلاطین مسلمین کی اتباع کے لئے دعوت دی جاتی ہے۔ حالاں کہ وہ سیاسیات میں قرآن کی ترقی نہ چاہتے تھے۔ گویا بظاہر اتباع دین کی دعوت ہوتی ہے۔ اور در پردہ اس سلطان کی طرف دعوت دی جاتی ہے اور ترک کتاب کیا جاتا ہے اس تجربہ میں وسعت جب ہوئی جب کہ انقلاب یورپ اجتماعی طور پہ دیکھا تو ہم نے مطالعہ کیا کہ ہمارا عمل غلط ہے۔ اسی طرح سے اہل کتاب میں ایسے لوگ ہیں جو مسلمانوں کے موافق ہیں کہ ہر اہل کتاب اپنی اپنی کتاب پر عمل کرے۔ اور آپس میں وہ اجتماع کرتے ہیں۔ لیکن یہ لوگ اجتماع کے بعد حکم اللہ کے تحاکم کا ارادہ نہیں رکھتے وہ حکم اللہ جو تمام کتب اللہ میں متفق علیہ ہے۔ ہماری مراد یہ ہے کہ جیسے مسلمانوں کو حکم ہے کہ اختلاف کے وقت منصوص ہوتے ہوئے مستنبط چھوڑ دیں اسی طرح اجتماع عالمی میں یہ بات ہے کہ جب اہل کتاب اجتماع کریں گے تو اس صورت سے بعض مسائل ثابت ہوں گے جو تمام کتابوں میں متفق ہوں گے اور بعض مسائل میں تمام کتب کا اختلاف ہوگا۔ پس جو فصل اول و ثانی کے اختلاف میں تحاکم اللہ چاہے گا وہ اختلافات پر تمام کتب الٰہیہ کی متفق علیہا باتوں کو مقدم کرے گا۔ اور اسی کا نام دعوت قرآنیہ ہے۔ اور جو اختلاف کی صورت میں بعض ان مسائل کو جو فصل ثانی کے ہوں اور ملوک و سلاطین کی آراء کے موافق ہوں انہیں کتب الٰہیہ کے متفق علیہ مسائل سے مقدم کرے گا۔ وہ فی الحقیقۃ طاغوت کی حاکمیت چاہے گا۔ پس مسلمان اتباع قرآن کی برکت سے اس مسئلہ میں غلطی نہیں کھا سکتے۔ اور نبی دعوت حقہ کا امام ہے۔ پس یہ اہل کتاب اگر سچے ہیں تو اتباع نبی کریں لیکن یہ منافقین ہیں۔ اور جہالۃً اتباع طاغوت پر اصرار کر کے اور اس کا نقصان دیکھ کر یہ آخر کار نادم ہوں گے اسی کی طرف اشارہ ہے ۹۱، ۹۲، ۹۳ میں و اذا قیل لھم الخ مفسرین نے منافقین کے مقاصد کی تعیین میں غلطی کی ہے اور مشرکین کے مقاصد کی تعیین میں بھی غلطی کی ہے جو تجانہ کے اندر جزوی واقعات جو مکہ اور مدینہ میں پیدا ہوئے تھے۔ حالاں کہ ان واقعات کا مقصد اکاسرہ اور قیاصرہ کے واقعات کے ساتھ اتصال ہے۔ انہوں نے قرآن کو عام لوگوں کی نظر میں عرب کی کتاب مخصوص قرار دیا ہے۔ اور عام مفسرین کے نظریات سے ہمارے زمانہ کے جوان مسلمان بھی متاثر ہوئے۔ اس تمام بات کا گناہ اس نظریہ پر ہے کہ آیات کا شخصی اور جزوی

واقعات کے ساتھ مخصوص کر دیا گیا ہے۔

کتاب الفوز الکبیر اس مخمصہ سے نجات دینے میں بہترین ہے۔ آیات ۴۴ اور ۴۵ میں اہل کتاب کے ساتھ اتصال و اجتماع کے لئے قرآن کے درجہ کی تصریح ہے۔

وما ارسلنا من رسول الخ ہماری سمجھ میں یہ اشارہ ہے اس بات کا کہ جو شخص اس کے رسول کے ساتھ ایمان لے آئے اس کے لئے مناسب ہے، کہ وہ اس کی ہمیشہ اتباع کرے۔ اور ارسال رسل کی غرض یہ ہے کہ اذن الہی سے اس کی اطاعت کی جائے۔ اور جو اطاعت کی دعوت سے سکوت اختیار کرے گویا وہ منصب رسالت سے ناواقف ہے۔ ولو انہم اذ ظلموا الخ اس بات کا اشارہ ہے کہ اگر شروع میں خطا کی جائے تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ انتہا میں وہ خطا سے رجوع ہی نہ کرے۔ اس لئے داعی اپنی دعوت اولی پر فقط اکتفا نہ کرے۔ اس اجتہاد کو مسلمانوں نے اہل کلام سے متاثر ہو کر چھوڑ دیا ہے۔ واستغفر لهم الخ یہ بظاہر حیات رسول سے مختص ہے اور جب ہمیں روایات میں معلوم ہوا کہ اعمال رسول کے سامنے ملاء اعلیٰ میں پیش کئے جاتے ہیں۔ اور ملاء اعلیٰ کی طبیعت استغفار ہے اس شخص کے لئے جو ارادہ حق کرے تو اس سے وفات نبی کے بعد بھی حکم عام رہے گا اور اس کا مطلب یہ نہیں کہ وہ مسجد نبی یا قبر نبی پر حاضر کئے جاتے ہیں۔ کیوں کہ یہ تکلیف مالا یطاق ہے۔

فلا وربک لا یومنون یعنی اہل کتاب، کیوں کہ تو اختلافات جانتا ہے۔ اور تو اس بات کی دعوت دیتا ہے جس پر تمام کتب الہیہ کا اتفاق ہے۔ پس تجھے مقدم سمجھا اور تیرے حکم کو تسلیم کرنا ان پر ضروری ہے یہ اہل کتاب کے منافقین کے لئے مخصوص نہیں بلکہ ہر اس شخص کے لئے ہے جس کے دل میں کتاب اللہ کے علاوہ کیلئے عظمت ہو۔ خواہ وہ مسلمان ہوں وہ بھی اسی زمرہ میں داخل ہوں گے۔

اگر وہ نبی کو مقدم سمجھیں گے اور اس کا حکم تسلیم کریں گے خواہ وہ حکم قتال و قتل مخالفین کے لئے ہو یا ہجرت کے لئے اور وہ حکم نبی تسلیم کریں گے تو ہم جان لیں گے کہ وہ نبی کو مقدم سمجھتے ہیں۔ لیکن اس کے بغیر بس نہیں۔ ۵۸، ۵۹، ۶۰ کا خلاصہ یہ ہے کہ اتباع قرآن کیا جائے۔ نبی پر ایمان لایا جائے۔ اور اسے اپنی جانوں پر حاکم تسلیم کیا جائے۔ اور یہ اس وقت تک ممکن نہیں جب تک کہ اسکا حکم ہجرت و جہاد کے معاملہ میں تسلیم نہ کیا جائے۔ اس طرح حکومت قرآنیہ منظم ہو گی۔ اس کی طرف اشارہ ہے ولو انہم الخ میں۔ یہی وہ فضل ہے اور اسی کے ساتھ انزال قرآن کا ارادہ الہی پورا ہوتا ہے۔ اسی کی طرف اشارہ ہے ۶۷ اور ۷۰ میں

واذا ۔۔۔۔ ذلك فضل الله الخ

فصل رابع (۷۱ سے ۸۲ تک) اس میں قتال و ہجرت کی دعوت ہے۔ اس میں کوئی مشکل بات نہیں ہم پڑھتے ہیں اور اس کی تلاوت ہی اس کی تفسیر ہے۔ فتح الرحمٰن میں ہے "اے مسلمانان بگیرید سلاح خود را تاہمہ جمیع آمدہ" یہ امر و عمل کے استمرار پر دلالت کرتا ہے۔ بس اگر اجتماع کل اجتماعیت پر فرض ہوتا۔ تو استمرار پر قادر نہ ہوتے۔ لہٰذا مسلمان اجتماع کریں۔ حزب اللہ میں ایک گروہ اصول جزیہ پر ہو تاکہ وہ جہاد کریں اور سیاست قرآنیہ کے غلبہ کے لئے قتال کریں پس جب تک یہ عمل مسلمانوں میں عام تھا تو عزم جہاد ان میں باقی رہا اور زندہ رہا۔ اور جب یہ اجرت پر ہونے لگا کہ بادشاہوں سے اجرت لی جانے لگی تو مقصد باطل ہو گیا۔ لہٰذا عزم جہاد و قتال کی تعمیم مسلمانوں کے ہر فرد میں ہو خواہ وہ مرد ہو یا عورتیں یہ حکم لازم ہے اور یہ مسائل جو آجکل مسلمانوں نے اجتماعیات میں مردوں اور عورتوں کے حق میں دہشت ناک پھیلا دیے ہیں۔ یہ سب عزم جہاد کے ترک کی وجہ سے ہیں۔ جب مسلمان مرد عورتیں اس امر پر قائم ہوں گے۔ تو ان تشویشات میں کسی بات کا امکان نہیں اور مؤمن بالقرآن کے لئے ضروری ہے کہ قوت نفاقیہ کو روکیں۔ اور قوت منافقین روکیں خواہ وہ منافقین بادشاہوں یا راہب یا احبار سب کے سب منافق ہیں۔

فَلْيُقَاتِلْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ الَّذِينَ يَشْرُونَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا بِالْآخِرَةِ ۚ

سو چاہیے لڑیں اللہ کی راہ میں وہ لوگ جو بیچتے ہیں دنیا کی زندگی آخرت کے بدلے

وَمَنْ يُقَاتِلْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَيُقْتَلْ أَوْ يَغْلِبْ فَسَوْفَ نُؤْتِيهِ أَجْرًا

اور جو کوئی لڑے اللہ کی راہ میں پھر مارا جائے یا غالب ہووے تو ہم دیں گے اس کو بڑا

عَظِيمًا ﴿٧٤﴾ وَمَا لَكُمْ لَا تُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالْمُسْتَضْعَفِينَ

ثواب اور تم کو کیا ہوا کہ نہیں لڑتے اللہ کی راہ میں اور ان کے واسطے جو مغلوب ہیں

مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ وَالْوِلْدَانِ الَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَا أَخْرِجْنَا

مرد اور عورتیں اور بچے جو کہتے ہیں اے رب ہمارے نکال ہم کو

مِنْ هَٰذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ أَهْلُهَا وَاجْعَلْ لَنَا مِنْ لَدُنْكَ وَلِيًّا ۚ

اس بستی سے کہ ظالم ہیں یہاں کے لوگ اور کر دے ہمارے واسطے اپنے پاس سے کوئی حمایتی

وَّاجۡعَلۡ لَّنَا مِنۡ لَّدُنۡكَ نَصِيۡرًا ﴿۷۵﴾ اَلَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا يُقَاتِلُوۡنَ فِیۡ

اور کر دے ہمارے واسطے اپنے پاس سے مددگار جو لوگ ایمان والے ہیں سو لڑتے ہیں

سَبِيۡلِ اللّٰهِ ۚ وَالَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا يُقَاتِلُوۡنَ فِیۡ سَبِيۡلِ الطَّاغُوۡتِ

اللہ کی راہ میں اور جو کافر ہیں سو لڑتے ہیں شیطان کی راہ میں

فَقَاتِلُوۡۤا اَوۡلِيَآءَ الشَّيۡطٰنِ ۚ اِنَّ كَيۡدَ الشَّيۡطٰنِ كَانَ ضَعِيۡفًا ﴿۷۶﴾

سو لڑو تم شیطان کے حمائیتوں سے بیشک فریب شیطان کا سست ہے

اَلَمۡ تَرَ اِلَى الَّذِيۡنَ قِيۡلَ لَهُمۡ كُفُّوۡۤا اَيۡدِيَكُمۡ وَاَقِيۡمُوا الصَّلٰوةَ

کیا تو نے نہ دیکھا ان لوگوں کو جن کو حکم ہوا کہ اپنے ہاتھ تھامے رکھو اور قائم رکھو نماز

وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ ۚ فَلَمَّا كُتِبَ عَلَيۡهِمُ الۡقِتَالُ اِذَا فَرِيۡقٌ مِّنۡهُمۡ

اور دیتے رہو زکوٰۃ پھر جب حکم ہوا ان پر لڑائی کا اسی وقت ان میں ایک جماعت

يَخۡشَوۡنَ النَّاسَ كَخَشۡيَةِ اللّٰهِ اَوۡ اَشَدَّ خَشۡيَةً ۚ وَقَالُوۡا رَبَّنَا

ڈرنے لگی لوگوں سے جیسا ڈر ہو اللہ کا یا اس سے بھی زیادہ ڈر اور کہنے لگے اے رب

لِمَ كَتَبۡتَ عَلَيۡنَا الۡقِتَالَ ۚ لَوۡلَاۤ اَخَّرۡتَنَاۤ اِلٰٓى اَجَلٍ قَرِيۡبٍ ؕ قُلۡ

ہمارے کیوں فرض کی ہم پر لڑائی کیوں نہ چھوڑے رکھا ہم کو تھوڑی مدت تک کہہ دے

مَتَاعُ الدُّنۡيَا قَلِيۡلٌ ۚ وَالۡاٰخِرَةُ خَيۡرٌ لِّمَنِ اتَّقٰى وَلَا تُظۡلَمُوۡنَ

کہ فائدہ دنیا کا تھوڑا ہے اور آخرت بہتر ہے پرہیزگار کو اور تمہارا حق نہ رہیگا

فَتِيۡلًا ﴿۷۷﴾ اَيۡنَ مَا تَكُوۡنُوۡا يُدۡرِكْكُّمُ الۡمَوۡتُ وَلَوۡ كُنۡتُمۡ فِیۡ

ایک تاگے برابر جہاں کہیں تم ہو گے موت تم کو آ پکڑے گی اگرچہ تم ہو مضبوط

بُرُوۡجٍ مُّشَيَّدَةٍ ؕ وَاِنۡ تُصِبۡهُمۡ حَسَنَةٌ يَّقُوۡلُوۡا هٰذِهٖ مِنۡ

قلعوں میں اور اگر پہنچے لوگوں کو کچھ بھلائی تو کہیں یہ اللہ

عِنۡدِ اللّٰهِ ۚ وَاِنۡ تُصِبۡهُمۡ سَيِّئَةٌ يَّقُوۡلُوۡا هٰذِهٖ مِنۡ عِنۡدِكَ ؕ

کی طرف سے ہے اور اگر ان کو پہنچے کچھ برائی تو کہیں یہ تیری طرف سے ہے

قُلْ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۭ فَمَالِ هٰٓؤُلَاۗءِ الْقَوْمِ لَا يَكَادُوْنَ

کہہ دے کہ سب اللہ کی طرف سے ہے سو کیا حال ہے ان لوگوں کا ہرگز نہیں لگتے

يَفْقَهُوْنَ حَدِيْثًا ﴿٧٨﴾ مَآ اَصَابَكَ مِنْ حَسَنَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ ۡ وَمَآ

کہ سمجھیں کوئی بات جو پہنچے تجھ کو کوئی بھلائی سو اللہ کی طرف سے ہے اور

اَصَابَكَ مِنْ سَيِّئَةٍ فَمِنْ نَّفْسِكَ ۭ وَاَرْسَلْنٰكَ لِلنَّاسِ رَسُوْلًا ۭ

تجھ کو برائی پہنچے سو تیرے نفس کی طرف سے ہے اور ہم نے تجھ کو بھیجا پیغام پہنچانے والا لوگوں کو

وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا ﴿٧٩﴾

اور اللہ کافی ہے سامنے دیکھنے والا

فلیقاتل فی سبیل اللہِ الذین الخ اس آیت کا ترجمہ امام ولی اللہ کی حکمت میں یہ ہے کہ اس سے وہ لوگ مراد ہیں جو فطرت قرآن پر اخلاق کی تکمیل کیلیے مرافق دنیاویہ کا اتباع کرتے ہیں۔ بس جن اخلاق کی مومن ہمیشہ اقتداء کرتا ہے۔ وہ اس کی زندگی پر حاکم ہوں گے۔ اور جب ان اخلاق کی جڑ دیکھے گا تو وہ تمام مرافق حیات چھوڑ کر اس بنیاد پر زندگی ڈھالنے کی کوشش کرے گا۔ اس کی طرف اشارہ ومن یقاتل الخ ہے کیوں کہ اس کا عمل مرافق میں مغلوب ہونے کے لئے نہیں ، وما لکم لا تقاتلون یعنی وہ تمہیں قتال کے لئے بلاتے ہیں۔ گویا ضعفا سے دفع ظلم کرنا قتال فی سبیل اللہ کا باعث ہے (۷۵)

(۷۶) الذین آمنوا یعنی نظام قرآن کے حکم پر کمزوروں سے ظلم دور کیا جائے اور قرآن تمام کتب الٰہیہ کا خلاصہ ہے والذین کفروا یعنی فرعونیت سلطان غیر مسؤل مقدس سب طاغوت ہیں۔ اور ان ناموں سے تمام مظالم ہیں۔ یہی طاغوت ہیں۔ پس مسلمانوں نے اپنی پوری قوت سے کسریٰ و قیصر و کسرے کے قتال کے لئے جمع ہو گئے تھے۔ اور یہ ملوکیت مغربیہ اور جاپانیہ سب ایک طرح کی ہیں انہوں نے بادشاہوں کو الٰہ بنایا ہوا ہے۔ عنقریب لوگوں کو معلوم ہوا ہے کہ انگلینڈ کے شاہی گھرانے میں ایک شخص ضعفا سلطنت کی نصرت کے لئے میلان رکھتا تھا۔ اسے ملک سے معزول کر دیا۔

فقاتلوا اولیاء الشیطین الخ یعنی وہ حکومت شیطان کے مانند ہے جو حکومت ظالم ہو۔

حکایت:- مجھ سے ایک جوان نے دریافت کیا کہ کیا حدیث میں آیا ہے کہ سلطان ظل اللہ فی الارض

ہوتا ہے۔ ہم کابل میں تھے اور امیر کابل کی بعض ایسی باتیں سنتے تھے جو نا قابل ذکر ہیں۔ اس جوان نے تعریضاً دریافت کیا۔ میں نے کہا ہاں۔ جب سلطان حکم الٰہی کا حکم دے تو وہ ظل اللہ ہے۔ اور جب حکم شیطان کا حکم دے تو ظلِ شیطان ہے، پس وہ ہنس پڑا۔ تحت الحکایہ۔ الم تر الیٰ ایک گروہ قتال کا اس وقت ارادہ رکھتے تھے جب کہ انہیں اس کا حکم نہیں دیا گیا تھا۔ اور تیاری کا حکم دیا گیا تھا۔ اور کہا گیا تھا کفوا ایدیکم الخ واقیموا الصلوٰۃ واتوا الزکوٰۃ یعنی اپنی قوت جہادیہ کو جمع کرو۔ رجال و اموال کے ذریعہ ان کے لئے یہ تاخیر ثقیل گذری۔ فلما کتب علیہم القتال الخ عمل میں افراط کرنے والے محتاج ہو جاتے ہیں۔ اور تفریط کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ قالوا جب انہیں فتح نصیب ہو تو حمد رب کرتے ہیں، اگر تکلیف پہنچے تو نبی کی طرف منسوب کرتے ہیں کیوں کہ وہ امیر جماعت ہے۔ یہ بری سمجھ ہے۔ لشکر میں خرابی پیدا کرتی ہے۔ جنود اللہ کا ہر فرد جب شکست دیکھے تو وہ اپنے اعمال کی طرف نظر کرے۔ اور اس غلطی کو معین کرے جس کی وجہ سے وہ خرابی پیدا ہوئی ہو۔
اور عدم تدبر، عدم تحقق اور ہر نقصان کو امیر کی جانب منسوب کرنا یہ نقص ہے۔ اور ملٹری ازم میں خرابی ہونے کے مترادف ہے۔ اس بات پر انہیں تنبیہ کی گئی ہے کہ اگر وہ شکست کو اجتماعیت عالمیہ کے لحاظ سے غلط سمجھتے ہیں تو یہ ان کی غلطی ہے۔ کیوں کہ اجتماعیت عالمیہ باعتبار اپنے نظام کے یہ واجب کرتی ہے۔
کیوں کہ تم نے اس نظام کو چھوڑ دیا ہے جو عالمیت کا مقتضی ہے۔ لہٰذا اگر تم اس نظام کو چھوڑنے کے باوجود بھی کامیاب ہو جاؤ تو اقتضار عالمیت باطل ہو جائے گا۔ اور اقتضار عالمیت اللہ کے ارادہ سے حظیرۃ القدس میں مقرر و ثابت ہو چکا ہے۔ جو شکست اس عالمیت کے تقاضا سے حاصل ہوئی وہ حظیرۃ القدس کے ملاء اعلیٰ میں مقرر ہو چکی تھی۔ اور وہ خدا کی جانب سے ہوئی۔ پس یہ الزام جو تم پر لازم آتا ہے اگر نبی کی طرف منسوب کرنے سے رفع ہو سکتا ہے۔ تو اسے اللہ کی طرف منسوب کرو کیوں کہ وہ حظیرۃ القدس کی زبان میں جائز ہے۔ لیکن یہ الزام جو تمہاری بدولت پیدا ہوا۔ اسکا کچھ حصہ بھی رفع نہیں ہو سکتا۔ اس کی طرف اشارہ وان تصبہم الخ میں ہے۔ قل کل من عند اللہ کیوں کہ وہ تابع قضا ہے۔ اور حظیرۃ القدس کی طرف نازل ہوا ہے۔ پس نسبت واقعہ بلند اسباب کی طرف رفع نہیں کی جاسکتی اور نقص ناقص کو اسباب قریبہ کی وجہ سے رفع کرنا مفید نہیں۔ ۷۹ میں اشارہ ہے۔ انہیں تنبیہ ہے، وہ بات انہیں کی طرف رجوع کرتی ہے۔ ما اصابک و ارسلناک للناس رسولا نبی کی دو حیثیتیں ہیں (۱) امیر

علی الجہاد (۲) رسول تبلیغ امر اللہ۔ پس ایک جہت کو دوسری میں خلط ملط مت کرو۔ کیونکہ امیر جب تم سے مشورہ کر چکا اور شکست ہوگئی۔ تو اسے امیر کی طرف منسوب کرنا تمہیں فائدہ نہ پہنچائے گا۔ تم اس خرابی کو ثابت کرتے ہو۔ جو تمہاری وجہ سے تمہاری تدبیر میں پیدا ہوتی۔ کیونکہ امیر بعض دفعہ تمہاری رعایت کرتا ہے۔ کیوں کہ وہ تمہارے ساتھ رحیم ہے۔ تمہاری رائے کی موافقت کرتا ہے اور تمہیں تعلیم دینا اس کا مقصد ہوتا ہے۔

پس جب تم انکسار کا نتیجہ معلوم کر لیتے ہو تو اپنی رائے کا ضرر یقین کے ساتھ معلوم کر لیتے ہو۔ اور اس رائے کو تادم زیست ترک کر دیتے ہو۔ اگر رسول حظیرۃ القدس سے اشیاء معلومات کی تصریح کر دیتا تو گویا تمہیں فتح حاصل ہوتی لیکن اس صورت میں تم کچھ سیکھ نہ سکتے۔ اور تم اول سے ناقص رہ جاتے۔ لہذا جب رسول تمہیں مجبور کرنے سے بوجہ رحیم ہونے کے ساکت رہ گیا۔ اور اس کا مقصد یہ تھا کہ تم کچھ حاصل کر لو تو اب اس قصور کو صرف اپنے تئیں منسوب کرو۔ رسول تم سے اعلیٰ رتبہ کا ہے جیسے تم اس قصور کو خدا کی طرف منسوب کرنے کے مجاز نہیں۔ اسی طرح تعظیم رسول بھی تمہارے لئے ضروری ہے کیوں کہ وہ دو مرتبوں کا جامع ہے۔ ایک وہ رسول من اللہ ہے۔ دوسرے وہ تمہیں احکام الٰہی کی تعلیم دیتا ہے تاکہ تم اس کے بعد کتاب اللہ پر عمل کرنے میں مستقل ہو سکو۔ وکفٰی باللہ شھیدا اس کی طرف اشارہ ہے۔ اس کے بعد ۸۵ میں اطاعت رسول پر تنبیہ ہے اور یہ کہ منازعت نہ کرو جیسے کہ اللہ سے منازعت کی اجازت نہیں۔

مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ ۚ وَمَنْ تَوَلّٰى فَمَآ اَرْسَلْنٰكَ

جس نے حکم مانا رسول کا اس نے حکم مانا اللہ کا اور جو الٹا پھرا تو ہم نے تجھ کو نہیں بھیجا

عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا ﴿۸۰﴾ وَيَقُوْلُوْنَ طَاعَةٌ ۡ فَاِذَا بَرَزُوْا مِنْ عِنْدِكَ

ان پر نگہبان اور کہتے ہیں کہ قبول ہے پھر جب باہر گئے تیرے پاس سے

بَيَّتَ طَآئِفَةٌ مِّنْهُمْ غَيْرَ الَّذِيْ تَقُوْلُ ۭ وَاللّٰهُ يَكْتُبُ مَا

تو مشورہ کرتے ہیں بعضے بعضے ان میں سے رات کو اس کے خلاف جو تجھ سے کہہ چکے تھے اور اللہ لکھتا ہے

يُبَيِّتُوْنَ ۚ فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ وَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ۭ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا ﴿۸۱﴾

جو وہ مشورہ کرتے ہیں سو تو تغافل کر ان سے اور بھروسہ کر اللہ پر اور اللہ کافی ہے کارساز

أَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ ؕ وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا

کیا غور نہیں کرتے قرآن میں اور اگر یہ ہوتا کسی اور کا سوائے اللہ کے تو ضرور پاتے

فِيْهِ اخْتِلَافًا كَثِيْرًا ﴿۸۲﴾ وَإِذَا جَآءَهُمْ أَمْرٌ مِّنَ الْأَمْنِ أَوِ

اس میں بہت تفاوت اور جب ان کے پاس پہنچتی ہے کوئی خبر امن کی یا

الْخَوْفِ أَذَاعُوْا بِهٖ ؕ وَلَوْ رَدُّوْهُ إِلَى الرَّسُوْلِ وَإِلٰٓى أُولِي الْأَمْرِ

ڈر کی تو اس کو مشہور کر دیتے ہیں اور اگر اس کو پہنچا دیتے رسول تک اور اپنے حاکموں تک

مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِيْنَ يَسْتَنْۢبِطُوْنَهٗ مِنْهُمْ ؕ وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ

تو تحقیق کرتے اس کو جو ان میں تحقیق کرنے والے ہیں اس کی اور اگر نہ ہوتا فضل اللہ کا

عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ لَاتَّبَعْتُمُ الشَّيْطٰنَ إِلَّا قَلِيْلًا ﴿۸۳﴾ فَقَاتِلْ فِيْ

تم پر اور اس کی مہربانی تو البتہ تم پیچھے ہو لیتے شیطان کے مگر تھوڑے سو تو لڑ

سَبِيْلِ اللّٰهِ ۚ لَا تُكَلَّفُ إِلَّا نَفْسَكَ وَحَرِّضِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۚ عَسَى

اللہ کی راہ میں تو ذمہ دار نہیں مگر اپنی جان کا اور تاکید کر مسلمانوں کو قریب ہے

اللّٰهُ أَنْ يَّكُفَّ بَأْسَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ؕ وَاللّٰهُ أَشَدُّ بَأْسًا وَّأَشَدُّ

کہ اللہ بند کر دے لڑائی کافروں کی اور اللہ بہت سخت ہے لڑائی میں اور بہت

تَنْكِيْلًا ﴿۸۴﴾ مَنْ يَّشْفَعْ شَفَاعَةً حَسَنَةً يَّكُنْ لَّهٗ نَصِيْبٌ مِّنْهَا

سخت ہے سزا دینے میں اور جو کوئی سفارش کرے نیک بات میں اس کو بھی ملے گا اس میں سے ایک حصہ

وَمَنْ يَّشْفَعْ شَفَاعَةً سَيِّئَةً يَّكُنْ لَّهٗ كِفْلٌ مِّنْهَا ؕ وَكَانَ اللّٰهُ

اور جو شخص سفارش کرے بری بات میں اس پر بھی ہے ایک بوجھ اس میں سے اور اللہ ہے

عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ مُّقِيْتًا ﴿۸۵﴾ وَإِذَا حُيِّيْتُمْ بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوْا بِأَحْسَنَ مِنْهَآ

ہر چیز پر قدرت رکھنے والا اور جب تم کو دعا دیوے کوئی تو تم بھی دعا دو اس سے بہتر

أَوْ رُدُّوْهَا ؕ إِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ حَسِيْبًا ﴿۸۶﴾ اَللّٰهُ لَآ إِلٰهَ

یا وہی کہو الٹ کر بیشک اللہ ہے ہر چیز کا حساب کرنے والا اللہ کے سوا کسی کی

اِلٰہَ اِلَّا هُوَ ۚ لَيَجۡمَعَنَّكُمۡ اِلٰى يَوۡمِ الۡقِيٰمَةِ لَا رَيۡبَ فِيۡهِ ؕ

بندگی نہیں　بیشک تم کو جمع کرے گا　قیامت کے دن　اس میں کچھ شبہ نہیں

وَمَنۡ اَصۡدَقُ مِنَ اللّٰهِ حَدِيۡثًا ۝٨٧

اور اللہ سے سچی کس کی بات

دیقولون یعنی نبی کی موجودگی میں اس کے حکم پر ایمان لاتے ہیں اور اسکے بعد بدل دیتے ہیں یہ اطاعت نہیں۔ اس طرح کی بات تو سمجھ سے پہلے اظہار اطاعت سے واقع ہوتی ہے۔ تعجب یہ ہے کہ سمجھتے ہیں اور پھر مخالفت کرتے ہیں۔ یہ بات ان کے لئے واجب کرتی ہے　کہ وہ اپنی اطاعت کا اظہار ہی نہ کریں مگر حکم کو مکمل سمجھ لینے کے بعد۔ پس جو لوگ مخالفت امر کرتے ہیں ان کا عمل نبی کی طرف منسوب نہیں کیا جاسکتا۔ بعض مرتبہ شکست اسی وجہ سے حاصل ہوتی ہے تو کیوں کر ان کے لئے جائز ہے کہ وہ نبی کی طرف منسوب کریں، اس کی طرف اشارہ ہے فاعرض الخ ان کے لئے ضروری ہے کہ وہ احکام رسول میں تدبر کریں، اگر وہ اس معاملہ میں غفلت برتیں گے تو گویا وہ اسی طرح تدبر قرآن میں بھی غفلت برتیں گے، اس طرح انہیں حکم میں اختلاف نظر آئے گا۔ اور کتاب اللہ میں شک واقع ہوجائے گا۔ لہٰذا ضروری ہے کہ احکام رسول میں تدبر سے کام لیں اور احکام اولی الامر میں بھی تدبر کریں۔ اور اصل حکم کو محفوظ کرکے اس پر اس کے عمل کا قیاس کریں۔ اور جب عمل میں غلطی کریں تو امیر کی طرف منسوب مت کریں۔ پھر یہی عمل قرآن کے بارہ میں کریں اس کے احکام میں تدبر کریں تاکہ انہیں اختلاف دکھائی نہ دے اس کی طرف اشارہ ٨٢ میں ہے افلا یتدبرون الخ

فصل رابع ختم شد

فصل خامس

(جنود کے مابین رفع نزاع کے لئے جماعت مرکزیہ کی ضرورت) ٨٣ سے ١٠٤ تک

اذا جاءھم یہ جبلت عامہ ہے کہ ان میں سے جنود لئے جائیں۔ ہم ایجاب جہاد کا ذکر کر آئے ہیں کہ مسلمانوں کے ہر فرد پر واجب ہے۔ ہر مومن کو جندی بنائیں۔ یہ ان کی جبلت وعادت میں شامل ہے۔ اور مخالفین کے لشکر میں پراپیگنڈہ پھیلانا یہ دفاعی تدابیر اور آلات حربی سے بڑی بات ہے۔ اگر اس پوزیشن میں ہوں گے تو وہ ہر پراپیگنڈا سے متاثر ہوں گے۔ اس کا علاج ضروری ہے۔ ولو ردوہ اس کا علاج سوائے اس کے نہیں کہ وہ ان تمام امور میں نبی کی طرف رجوع کریں۔ ان میں ایسے آدمی ہوں گے۔

جو حقیقت کا استنباط کریں گے کہ یہ دشمن ہے اس کا کیا مقصد ہے؟ اولی الامر میں دو طبقے ہیں (١) وہ جماعت جو استنباط کرلیتی ہے (٢) دوسرے وہ جو تدبر امر کرتے ہیں۔ وہ رسول سے معاملہ کرتے ہیں۔ اس کا تعاون کرتے ہیں۔ اگر نبی حاضر ہو تو نبی کے پاس امر لے آئیں ورنہ اولی الامر کے پاس لے جائیں۔ پس رفع اختلاف اور مخالفین کے پراپیگنڈے سے متاثر نہ ہونا اس بات کا مستوجب ہے کہ رسول کے امر کے تحت جماعت مرکزیہ منظم ہو۔ یہ تنظیم اور یہ فضل اللہ کی جانب سے ہے۔ اس کی طرف اشارہ ہے۔ ولولا فضل اللہ (٨٣ و ٨٤) ان میں اس جماعت کا طریقہ تنظیم بیان کیا گیا ہے۔ نبی قتال فی سبیل اللہ سوائے اپنی ذات کے واجب نہیں کرتا اور دوسرے جو نبی سے محبت رکھتے ہیں۔ اور اسے نہیں چھوڑتے۔ نبی میدان جنگ میں اکیلا جائے گا۔ اور ان پر واجب نہیں کرے گا۔ بلکہ انہیں اکسائے گا۔ انہیں حکمت قتال سمجھائے گا۔ اس طریقہ سے جماعت پیدا ہوگی۔ اگر شروع شروع میں ان پر قتال واجب کردے تو انہیں تفکر میں داخل کردے گا۔ اور اس طرح جماعت کبھی نہ پیدا ہو سکے گی۔ اس کی طرف اشارہ ہے۔ فقاتل الخ اس تعلیم کا نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ دشمنوں سے جنگ لڑنے کے لئے اٹھ کھڑے ہوں گے۔ اس کی طرف اشارہ ہے۔ عسی اللہ الخ حرب کفار سوائے اس طریقہ کے ختم نہ ہوگی۔ اور دفاع بھی مقصود نہیں بلکہ ہجوم اور تہذیب اعداء

پس جماعت مرکزیہ کے لئے ضروری ہے کہ وہ قوی و زبردست ہو کوئی چیز ان کے خلاف اثر انداز نہ ہو سکے۔ ھم لا ینظرون الخ میرے خیال میں اس بات کی طرف اشارہ ہے آیت کے ان الفاظ واللہ اشد باسا میں۔ اس جماعت کے لئے ضروری ہے کہ اسے نبی کے ہاں وجاہت حاصل ہو اس کی طرف اشارہ من یشفع میں ہے۔ اس کی شفاعت قبول ہوگی۔ وہ جماعت عام لشکروں کے مساوی ہو تاکہ اس میں تاثیر ہو۔ اس کی طرف اشارہ ہے واذا حییتم الخ میں ہے اور جماعت لشکروں پر تحکم نہ کرے بلکہ حکم الہدی کا ہے اور بندے ہیں، اس کی طرف اشارہ ہے ٨٧ میں اللہ لا الٰہ الخ ٨٨ سے ٩١ تک اس جماعت کی ضرورت کا بیان ہے۔ کہ اگر یہ جماعت نہ ہوگی تو امر کبھی انتظام پذیر نہیں ہو سکتا۔ کفار کی دو قسمیں ہیں۔

١۔ عداوت میں سخت ترین ہیں اپنے منہ سے بغض کا اظہار کرتے ہیں۔ ان کا معاملہ آسان ہے۔ یا صلح یا جنگ۔ ٢۔ خوشامدی قسم کے کفار جو عداوت پوشیدہ رکھتے ہیں اور بظاہر دوستی کا اظہار کرتے ہیں۔ جب ان سے معاملہ ہوگا تو جماعت میں اختلاف ہونا ضروری بات ہے اور معاملہ بگڑ جائے گا۔

فمالکم فی المنافقین۔ تصریح یہ ہے کہ منافقین سے مراد وہ دشمن ہیں جو چاپلوس ہوں یہ عام مفسرین کے خلاف تفسیر ہے اس تحقیق کا افادہ امام صاحب کے فتح الرحمٰن سے ہوا ہے اور مسوی اور مصفی سے ہوا ہے۔ ان میں مکمل وضاحت ہے۔ مسوی میں لکھتے ہیں" والظاھر عندی ان المنافقین فی ھذہ الآیۃ محمول علی معناہ اللغوی اعلی من ان یکون لہ وجھان یاتی ھولاء بوجہ وھولاء بوجہ" مراد یہ کہ کفار کی قوم مسلمانوں کے پاس آتی ہے۔ ان کی باتیں سنتی ہے۔ پھر کافروں کے پاس جا کر ان کی مدد کرتے ہیں اور معاونت کرتے ہیں۔ مسلمانوں کے لئے یہ ٹھیک نہیں کہ ان کافروں کے معاملہ میں اختلاف کریں جو پناہ طلب کریں۔ بلکہ چاہیئے کہ ان کے معاملہ میں اجتہاد کریں تاکہ مومنوں کی رائے ایک ہو سکے۔ ہم نے ان آیات سے جماعت مرکزیہ کی ضرورت کا استنباط کیا ہے۔ یہ حکم ہم مطالعہ انقلاب کے بعد استعمال کرنے لگے ہیں۔ اس سے پہلے نہیں۔ اس کا نام ہم مجلس شوریٰ رکھتے ہیں۔ یہ ترجمہ مسوی سے استفادہ کیا ہے۔ اس میں امام صاحب لکھتے ہیں باب ابحث المخادعۃ مع ملوک الکفار وقبائلھم کہ جب امام اور ذوالرائے مسلمانوں کا اس میں فائدہ محسوس کریں اور کفار سے کسی فریب کی توقع نہ ہو تو کافر بادشاہوں سے اور ان کے قبائل سے مخادعہ مباح ہے۔

فَمَا لَكُمْ فِي الْمُنٰفِقِيْنَ فِئَتَيْنِ وَاللّٰهُ اَرْكَسَهُمْ بِمَا كَسَبُوْا ؕ

پھر تم کو کیا ہوا کہ منافقوں کے معاملہ میں دو فریق ہو رہے ہو اور اللہ نے ان کو الٹ دیا بسبب ان کے

اَتُرِيْدُوْنَ اَنْ تَهْدُوْا مَنْ اَضَلَّ اللّٰهُ ؕ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَنْ

اعمال کے کیا تم چاہتے ہو کہ راہ پر لاؤ جس کو گمراہ کیا اللہ نے اور جس کو گمراہ کرے اللہ ہرگز نہ

تَجِدَ لَهٗ سَبِيْلًا ﴿۸۸﴾ وَدُّوْا لَوْ تَكْفُرُوْنَ كَمَا كَفَرُوْا فَتَكُوْنُوْنَ

پاوے گا تو اس کے لئے کوئی راہ چاہتے ہیں کہ تم بھی کافر ہو جاؤ جیسے وہ کافر ہوئے تو پھر تم سب برابر

سَوَآءً فَلَا تَتَّخِذُوْا مِنْهُمْ اَوْلِيَآءَ حَتّٰى يُهَاجِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ

ہو جاؤ سو تم ان میں سے کسی کو دوست مت بناؤ۔ یہاں تک کہ وطن چھوڑ آویں اللہ کی راہ

اللّٰهِ ؕ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَخُذُوْهُمْ وَاقْتُلُوْهُمْ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ

میں پھر اگر اس کو قبول نہ کریں تو ان کو پکڑو اور مار ڈالو جہاں پاؤ

وَلَا تَتَّخِذُوا مِنْهُمْ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيرًا ﴿٨٩﴾ إِلَّا الَّذِينَ يَصِلُونَ إِلَىٰ

اور نہ بناؤ ان میں سے کسی کو دوست اور مددگار مگر وہ لوگ جو ملاپ رکھتے ہیں ایک

قَوْمٍ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُم مِّيثَاقٌ أَوْ جَاءُوكُمْ حَصِرَتْ صُدُورُهُمْ

قوم سے کہ تم میں اور ان میں عہد ہے یا آئے ہیں تمہارے پاس کہ تنگ ہو گئے ہیں دل ان

أَن يُقَاتِلُوكُمْ أَوْ يُقَاتِلُوا قَوْمَهُمْ ۚ وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ لَسَلَّطَهُمْ

کے تمہاری لڑائی سے اور اپنی قوم کی لڑائی سے بھی اور اگر اللہ چاہتا تو ان کو تم پر

عَلَيْكُمْ فَلَقَاتَلُوكُمْ ۚ فَإِنِ اعْتَزَلُوكُمْ فَلَمْ يُقَاتِلُوكُمْ وَأَلْقَوْا

زور دے دیتا تو ضرور لڑتے تم سے سو اگر یکسو رہیں وہ تم سے پھر تم سے نہ لڑیں اور پیش کریں

إِلَيْكُمُ السَّلَمَ فَمَا جَعَلَ اللَّهُ لَكُمْ عَلَيْهِمْ سَبِيلًا ﴿٩٠﴾

تم پر صلح تو اللہ نے نہیں دی تم کو ان پر راہ

سَتَجِدُونَ آخَرِينَ يُرِيدُونَ أَن يَأْمَنُوكُمْ وَيَأْمَنُوا

اب تم دیکھو گے ایک اور قوم کو جو چاہتے ہیں کہ امن میں رہیں تم سے بھی اور اپنی

قَوْمَهُمْ كُلَّمَا رُدُّوا إِلَى الْفِتْنَةِ أُرْكِسُوا فِيهَا ۚ فَإِن

قوم سے بھی جب کبھی لوٹائے جاتے ہیں وہ فساد کی طرف تو اس کی طرف لوٹ جاتے ہیں۔ پھر اگر

لَّمْ يَعْتَزِلُوكُمْ وَيُلْقُوا إِلَيْكُمُ السَّلَمَ وَيَكُفُّوا أَيْدِيَهُمْ

وہ تم سے یکسو نہ رہیں اور نہ پیش کریں تم پر صلح اور اپنے ہاتھ نہ روکیں

فَخُذُوهُمْ وَاقْتُلُوهُمْ حَيْثُ ثَقِفْتُمُوهُمْ ۚ وَأُولَٰئِكُمْ جَعَلْنَا

تو ان کو پکڑو اور مار ڈالو جہاں پاؤ اور ان پر ہم نے تم

لَكُمْ عَلَيْهِمْ سُلْطَانًا مُّبِينًا ﴿٩١﴾ وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ أَن يَقْتُلَ

کو دی ہے کھلی سند اور مسلمان کا کام نہیں کہ قتل کرے

إِلَّا خَطَأً فَتَحْرِيرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ وَدِيَةٌ مُّسَلَّمَةٌ إِلَىٰ أَهْلِهِ إِلَّا أَن يَصَّدَّقُوا ۚ

مسلمان کو مگر غلطی سے اور جو قتل کرے مسلمان کو غلطی سے تو آزاد کرے گردن ایک

فَإِنْ كَانَ مِنْ قَوْمٍ عَدُوٍّ لَّكُمْ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَتَحْرِيرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ ۖ وَإِنْ كَانَ مِنْ قَوْمٍ بَيْنَكُمْ

مسلمان کی   اور خون بہا پہنچائے اس کے گھر والوں کو مگر یہ کہ معاف کردیں. پھر اگر مقتول تھا ایسی قوم میں سے

وَبَيْنَهُمْ مِّيثَاقٌ فَدِيَةٌ مُّسَلَّمَةٌ إِلَىٰ أَهْلِهِ وَتَحْرِيرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ ۖ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ

کہ وہ تمہارے دشمن ہیں اور خود مسلمان تھا تو آزاد کردے گردن ایک مسلمان کی اور وہ تھا ایسی قوم سے کہ تم میں اور ان میں

فَصِيَامُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ تَوْبَةً مِّنَ اللَّهِ ۗ وَكَانَ اللَّهُ

عہد ہے تو خون بہا پہنچائے اسکے گھر والوں کو اور آزاد کرے گردن ایک مسلمان کی پھر جس کو میسر نہ ہو تو روزے رکھے دو مہینے کے برابر گناہ بخشوانے کو اللہ

عَلِيمًا حَكِيمًا ﴿٩٢﴾ وَمَنْ يَقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَاؤُهُ

ہے اور اللہ جاننے والا حکمت والا ہے   اور جو کوئی قتل کرے مسلمان کو   جان کر   تو اس کی سزا

جَهَنَّمُ خَالِدًا فِيهَا وَغَضِبَ اللَّهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهُ وَأَعَدَّ لَهُ

دوزخ ہے پڑا رہے گا اسی میں اور اللہ کا اس پر غضب ہو اور اس کو لعنت کی اور اس کے واسطے تیار کیا

عَذَابًا عَظِيمًا ﴿٩٣﴾ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا ضَرَبْتُمْ فِي سَبِيلِ

بڑا عذاب   اے ایمان والو   جب سفر کرو   اللہ کی راہ میں

اللَّهِ فَتَبَيَّنُوا وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ أَلْقَىٰ إِلَيْكُمُ السَّلَامَ لَسْتَ

تو تحقیق کرلیا کرو   اور مت کہو اس شخص کو جو تم سے سلام علیک کرے   کہ تو

مُؤْمِنًا تَبْتَغُونَ عَرَضَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا فَعِنْدَ اللَّهِ مَغَانِمُ

مسلمان نہیں   تم چاہتے اسباب دنیا کی   زندگی کا   سو اللہ کے ہاں بہت غنیمتیں

كَثِيرَةٌ ۚ كَذَٰلِكَ كُنْتُمْ مِّنْ قَبْلُ فَمَنَّ اللَّهُ عَلَيْكُمْ فَتَبَيَّنُوا ۚ

ہیں   تم بھی تو ایسے ہی تھے   اس سے پہلے پھر اللہ نے تم پر فضل کیا   سو اب تحقیق

إِنَّ اللَّهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرًا ﴿٩٤﴾ لَا يَسْتَوِي الْقَاعِدُونَ

کرلو بیشک اللہ تمہارے کاموں سے خبردار ہے   برابر نہیں بیٹھے رہنے والے

مِنَ الْمُؤْمِنِينَ غَيْرُ أُولِي الضَّرَرِ وَالْمُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ

مسلمان جن کو کوئی عذر نہیں اور وہ مسلمان جو لڑنے والے ہیں اللہ کی راہ میں اپنے مال سے اور جان سے

اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجٰهِدِيْنَ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ

اللہ نے بڑھا دیا لڑنے والوں کا اپنے مال اور جان سے

عَلَى الْقٰعِدِيْنَ دَرَجَةً وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى وَفَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجٰهِدِيْنَ عَلَى

بیٹھ رہنے والوں پر درجہ اور ہر ایک سے وعدہ کیا اللہ نے بھلائی کا اور زیادہ کیا اللہ نے لڑنے

الْقٰعِدِيْنَ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿۹۵﴾ دَرَجٰتٍ مِّنْهُ وَمَغْفِرَةً وَّرَحْمَةً وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۹۶﴾

والوں کو بیٹھ رہنے والوں سے اجر عظیم میں ۔ جو کہ درجے ہیں اللہ کی طرف سے اور بخشش ہے اور مہربانی ہے اور اللہ ہے بخشنے والا مہربان

عام مفسرین کے ہاں زید بن ثابت کے قول کے مطابق مشہور یہ ہے کہ آیت منافقین میں نازل ہوئی جو اُحد کے دن بھاگ گئے تھے ۔ اور امام صاحب اس روایت کی تاویل یہ کرتے ہیں کہ ان منافقین کا حکم اس آیت سے بطریق قیاس معلوم ہوا ہے، آیات میں تصریح ہے کہ وہ کفار ہیں ۔ امام صاحب کا قول زیادہ قوی اور ظاہر ہے جب کہ آیات مرتبط چلی جا رہی ہیں لیکن اگر آیت فما لکم الخ کو بعد کی آیات سے الگ کر لیا جائے تو منافقین پر اسے محمول کرنا نص ہوگا ۔ مفسرین کو بعض آیات کو دوسری سے قطع کرنے کی بیماری ہے ۔

ہم نے تعجب کیا جب پہلی بار مسوّی میں ترجمۃ الباب پڑھا کہ کیا ضروری ہے کہ نبی کے ساتھ بھی ذوی الرائے ہوں ۔ پس جب ہم نے اطاعت کی اور تحقیق میں شروع ہوئے تو ہمیں معلوم ہوا کہ تعلیمات قرآن میں عام طور پر تصریح اور اشارہ اس بات کا ملتا ہے اور مفسرین جب تفسیر شروع کرتے ہیں تو وہ سوائے نبی اور اس کے معجزات کے کچھ نہیں دیکھ پاتے ۔ یا آیات صفات میں مخاصمہ دیکھتے ہیں ۔ اور حکمت عملیہ جو جہاد اور تنظیم کے لئے موجب ہیں اس کے متعلق مفسرین کے ہاں کوئی متحقق کلمہ نہیں ملتا ۔

پس انہوں نے لوگوں کے ذہن میں یہ بات ڈالی ہے کہ قرآن پر عمل سوائے نبی کے کسی نے نہیں کیا ۔ اور قرآن اجتماعی تعلیم نہیں اس لئے مسلمان اقامت قرآن کے لئے آسمان کی طرف دیکھتے ہیں ۔ اور ان کی اجتماعیات باطل ہو کر رہ گئی ہیں ۔ کفار ان پر غالب ہو گئے ہیں اور انہوں نے اپنے آپ کو منظم کر کے غلبہ حاصل کیا اور ان کے ہاں قرآن کے سوا کوئی ایسی کتاب نہیں جو انہیں تنظیم کی رہنمائی کر سکے ۔ لیکن مسلمان قرآن پر تدبر نہیں کرتے ۔ اور جو قرآن پر تدبر کرے اس کی بات بھی نہیں سنتے ۔ اس کے بعد ہم نے دیکھا ہے کہ امام صاحب اپنی تمام کتابوں میں نبی کے بعد پوری قوت ذوی الرائے کو مفوض مانتے ہیں ذوی الرائے وہ اصحاب تھے جنہیں قرآن سابقین اولین کہتا ہے ۔ ہمیں معلوم ہوا کہ طالب علموں کی ذہنیت میں انقلاب آرہا ہے اور وہ سمجھنے لگ گئے ہیں کہ امام صاحب قرآن میں ایسی تحقیقی چیزیں لاتے ہیں ۔ جن کا وجود

نہ رازی اور نہ بیضاوی اور نہ کشاف کی تفسیر میں ہے۔ طلبہ متنبہ ہو رہے ہیں اگرچہ ہمیں اُمید نہیں تھی اب ہمارے رائے مسلمانوں کے حق میں بدل رہی ہے اور ہم مایوس نہیں ہیں، ان میں کامل استعداد موجود ہے لیکن ریت کے نیچے دبی ہوئی ہے۔ پس دو ادارے پختہ طور پر ہیں۔ ایک تو یہ کہ تدبر فی القرآن بذریعہ راسخین فی العلم کے سہل سے ہو سکتا ہے اور وہ جماعت امام ولی اللہ کی ہے۔ اور دوسرے یہ کہ قوت عالیہ صحیحہ پوشیدہ ہے اور مسلمانوں کی جماعتوں میں موجود ہے۔ اور ہمارے اس مستنبط فکر کی تائید کہ جماعت مرکزیہ کے وجوہ کی ضرورت ہے اور عام لوگ ایام حرب میں ضرورت محسوس کرتے ہیں۔ اس کا اشارہ ان آیات میں ہے اور اس سے پہلے آیا ہے۔ ردّوہ الی الرسول الخ غرضیکہ ہمارے نزدیک یہ ایک باب ہے۔

اب ۹۲ سے ۹۴ تک باہمی قتال مسلمین کی تحریم ہے۔ ماکان لمومن پھر ۹۳ میں دیات وغیرہ کے احکام ہیں۔ ومن یقتل مفسرین نے مومن قاتل کے لئے خلود فی جہنم میں اختلاف کیا ہے۔ یہ اسواسطے کہ خلود کو وہ فقط کافروں کے ساتھ مخصوص مانتے ہیں۔ اور یہ کہ ان کی نجات کبھی نہیں۔ اور مومنین کی نجات ان کے ہاں قطعی ہے ہم ان نظریات کو تسلیم نہیں کرتے، خلود مومن خلود کافر کی طرح نہیں۔ اور خلود کافر سے یہ بھی مراد نہیں کہ وہ اللہ کی رحمت سے بالکل محروم کر دیا جائے گا۔ ہم نے مسئلہ واضح کیا ہے۔ ہمیں ان کی تقلید کی ضرورت نہیں۔ ۹۴ میں اس بات کا بیان ہے۔ کہ مومن کی پہچان نہ کرنا حرام ہے۔ کیوں کہ یہ غلطی سے قتل مومن کا ذریعہ بن جائے گا اور ہم اسے قوت مرکزیہ کے نتائج میں سمجھتے ہیں۔ اگر قوت مرکزیہ نہ ہو تو باہمی قتال کو رفع کرنے پر قادر نہیں ہو سکتے۔ پس آیات باب میں مکمل ربط رکھتی ہیں۔

۹۵ سے ۱۰۴ تک اعداً و کفار کے قتال کے لئے تیار کرنے کا بیان ہے اور یہ بھی اس وقت تک ممکن نہیں جب تک کہ قوت مرکزیہ متعین نہ کی جائے کیوں کہ قتال کے لئے قوم کو منظم کرنا آسان نہیں یہ تمام قوت مرکزیہ قائم کرنے کے نتائج میں ہم ان احکام کو بھی اسی باب میں ملا دیتے ہیں۔

۹۵ میں مومنوں کی دو قسمیں بیان کی گئی ہیں۔ مجاہدین، قاعدین کیوں کہ ساری قوم جہاد کے لئے نہیں نکل سکتی۔ جو لوگ جہاد کے لئے نکلیں گے۔ وہ قاعدین سے افضل ہیں۔ اور ان آیات کے ضمن میں آیا ہے۔ وکلا وعد اللہ الحسنٰی۔ امام صاحب اس آیت کو باب اذا کان الکفار متفرقین فی بلادھم فالجہاد فرض علی الکفایۃ میں لائے ہیں۔ کہ اگر بعض جہاد کے لئے تیار ہوتے تو باقیوں سے حرج ساقط

ہو جائے گا۔ اور جب وہ ہمارے بلاد کا ارادہ کریں اور مسلمانوں کا امام جہاد کے لئے نکلے تو تمام افراد پر واجب ہے۔ اور وکلاّ وعد اللہ الخ کی شرح میں امام صاحب نے یہ لکھا ہے کہ یہ فرض کفایہ ہونے پر دلالت کرتی ہے۔ کہ اگر وہ تمام اعیان پر فرض ہوتا تو اس کا تارک حسنیٰ کا وعدہ نہ دیا جاتا۔ اور ہمارے ملک حسنیٰ کا وعدہ اس لئے ہے کہ وہ قاعدین کے ساتھ فضیلت میں مشترک ہیں نیز یہ کہ وہ مال ورزق اور رجال سے مقاتلین کی امداد کرتے ہیں۔ اس لئے وہ فضیلت میں اشتراک رکھتے ہیں۔ کیوں کہ قرآن کریم نے اندھے لنگڑے سے غزوہ مشروط طور پر ساقط کیا ہے۔ اذا نصحوا الخ یعنی مسلمانوں کے لئے اچھی خبریں پھیلانا اور کفار کے پراپیگنڈے کی تردید کرنا ان پر فرض ہے۔ اور نصیحت میں داخل ہے۔ پس اصحاب مال اور اصحاب صحت کے لئے بغیر شرط کے ساتھ وعدہ ہے؟ مسلمانوں کے لئے خیر خواہی ان پر بھی فرض ہے، وہ تنظیم مملکت پر قادر ہیں۔ نیز قادر ہیں کہ قوم میں خصومت نہ واقع ہونے دیں۔ تاکہ مجاہدین تک مالی مدد اور آدمی بھیجے جا سکیں۔ یہ اس کے نزدیک واضح بات ہے جو مصالح حرب کا مطالعہ کرتا ہے اور حاجات حرب کا مطالعہ کرتا ہے پس جو شخص مفسر کے لئے ملکہ فی الکلام ضروری گردانتا ہے۔ اسے چاہیئے کہ وہ مفسر کے لئے مصالح اجتماعیہ کا مطالعہ بھی ضروری قرار دے۔ لیکن اہل اسلام کے افکار فہم اجتماعیات سے متکلمین کے غلط کام کی وجہ سے ہٹ چکے ہیں۔ آیت نمبر ۹۴ کے ساتھ ۹۵ بھی تعلق رکھتی ہے۔

إِنَّ الَّذِينَ تَوَفَّاهُمُ الْمَلَائِكَةُ ظَالِمِي أَنفُسِهِمْ قَالُوا فِيمَ كُنتُمْ ۖ قَالُوا

وہ لوگ کہ جن کی جان نکالتے ہیں فرشتے اس حالت میں کہ وہ برا کر رہے ہیں اپنا کہتے ہیں ان سے فرشتے تم کس حال میں

كُنَّا مُسْتَضْعَفِينَ فِي الْأَرْضِ ۚ قَالُوا أَلَمْ تَكُنْ أَرْضُ اللَّهِ وَاسِعَةً

تھے وہ کہتے ہیں ہم تھے بے بس اس ملک میں کہتے ہیں فرشتے کیا نہ تھی زمین اللہ کی کشادہ

فَتُهَاجِرُوا فِيهَا ۚ فَأُولَٰئِكَ مَأْوَاهُمْ جَهَنَّمُ ۖ وَسَاءَتْ مَصِيرًا ﴿٩٧﴾

جو چلے جاتے وطن چھوڑ کر وہاں سو ایسوں کا ٹھکانا ہے دوزخ اور وہ بہت بری جگہ پہنچے

إِلَّا الْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ وَالْوِلْدَانِ لَا يَسْتَطِيعُونَ

مگر جو ہیں بے بس مردوں اور عورتوں اور بچوں میں سے جو نہیں کر سکتے

حِيلَةً وَّلَا يَهْتَدُونَ سَبِيلًا ﴿۹۸﴾ فَأُولَٰئِكَ عَسَى اللَّهُ أَن يَعْفُوَ

کوئی تدبیر اور نہ جانتے ہیں کہیں کا راستہ سو ایسوں کو امید ہے کہ اللہ معاف کرے

عَنْهُمْ ۚ وَكَانَ اللَّهُ عَفُوًّا غَفُورًا ﴿۹۹﴾ وَمَن يُهَاجِرْ فِي سَبِيلِ

اور اللہ ہے معاف کرنے والا بخشنے والا اور جو کوئی وطن چھوڑے اللہ کی

اللَّهِ يَجِدْ فِي الْأَرْضِ مُرَاغَمًا كَثِيرًا وَسَعَةً ۚ وَمَن يَخْرُجْ

راہ میں پاوے گا اس کے مقابلہ میں جگہ بہت اور کشایش اور جو کوئی نکلے اپنے

مِن بَيْتِهِ مُهَاجِرًا إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ ثُمَّ يُدْرِكْهُ الْمَوْتُ فَقَدْ

گھر سے ہجرت کر کے اللہ اور رسول کی طرف پھر آپکڑے اس کو موت تو

وَقَعَ أَجْرُهُ عَلَى اللَّهِ ۗ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَّحِيمًا ﴿۱۰۰﴾

مقرر ہو چکا اس کا ثواب اللہ کے ہاں اور ہے اللہ بخشنے والا مہربان

۹۷ تا ۱۰۰ میں مرکز جہاد کی طرف ہجرت کرنے کے لئے دعوت دی گئی ہے۔ ہم نے ان آیات کے معانی امام عبدالعزیز کی اتباع سے معلوم کئے ہیں، جنہوں نے دہلی سے حدود افغان کی طرف ہجرت کی اور اعداد کفار کے غلبہ سے خارج ہوئے اور جہاد کے مرکز کو متعین کرنے کا ارادہ کیا اور چار سال تک اس کام میں مصروف رہے۔ لیکن آخر کار وہ ہار گئے۔ پس ہجرت دو معنوں کے لئے ہوتی ہے۔ (۱) یا جماعت مرکزیہ کا مرکز متعین ہو اور وہ اس مرکز کی طرف لوگوں کو دعوت دیں (۲) یا مرکز کے لوگ اور ان کے اتباع مرکز متعین کرنے کے لئے خروج کریں۔ پس ہجرت ثانیہ درست نہیں البتہ اپنے علاقوں کے قریب قریب کے لئے درست ہے تاکہ وہ متغلبین کے ساتھ جہاد کرتے ہوئے طاقت پکڑ لیں۔ یہ تمام وضاحت اصحاب عبدالعزیز نے ہمیں بتائی اور مراکز اسلامیہ کی طرف دعوت دینا یہ اسی صورت میں ہے جب کہ مرکز میں جماعت مرکزیہ قائم ہو

مسئلہ:۔ شرعیات کی تعلیم میں اہم امر نماز ہے اور یہ عقائد کا اور اخلاق کا مرکز ہے۔ فقہا اور زہاد نے اس کا بہت زیادہ خیال کیا ہے اور بعض لوگوں کی نماز میں مشغولیت انہیں ہجرت و جہاد سے باز رکھتی ہے۔ یہ بات ہم نے اپنے زمانہ کی ایک نیکوکار صالح جماعت میں دیکھی ہے جو مسجدوں میں بیٹھی ہے ذکر الٰہی کرتے ہیں نماز قائم کرتے ہیں۔ اور صالحین کی ایک جماعت مدرسوں میں بیٹھی ہے جو لوگوں کو نماز کے مسائل کی تعلیم دیتے ہیں۔

وہ خیال کرتے ہیں کہ وہ بہترین عمل میں مصروف ہیں، اور ہم بھی اس کی ستائش نہیں کرتے۔ جب انہیں جماعت مرکزیہ کی طرف سے دعوت ہجرت یا دعوت جہاد آتی ہے تو یہ رک جاتے ہیں کیوں کہ وہ نمازوں میں۔ ہماری نظر میں ان کا یہ کام گناہ اور کھلم کھلا غلطی پر ہے۔ جب ہم (۱۰۱) (۱۰۲) – ۱۰۳ آیات میں تدبر کرتے ہیں تو ان کی غلطی ہمیں معلوم ہوتی ہے۔ اللہ نے ۱۰۱ میں ذکر کیا ہے۔

وَاِذَا ضَرَبْتُمْ فِی الْاَرْضِ فَلَیْسَ عَلَیْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَقْصُرُوْا مِنَ الصَّلٰوةِ

اور جب تم سفر کرو ملک میں تو تم پر گناہ نہیں کہ کچھ کم کرو نماز میں سے

اِنْ خِفْتُمْ اَنْ یَّفْتِنَكُمُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا اِنَّ الْكٰفِرِیْنَ كَانُوْا لَكُمْ عَدُوًّا

اگر تم کو ڈر ہو کہ ستادیں گے تم کو کافر البتہ کافر تمہارے صریح

مُّبِیْنًا ﴿۱۰۱﴾ وَاِذَا كُنْتَ فِیْهِمْ فَاَقَمْتَ لَهُمُ الصَّلٰوةَ فَلْتَقُمْ طَآئِفَةٌ مِّنْهُمْ مَّعَكَ

دشمن ہیں اور جب تو ان میں موجود ہو پھر نماز میں کھڑا کرے تو چاہیے ایک جماعت انکی کھڑی

وَلْیَاْخُذُوْۤا اَسْلِحَتَهُمْ فَاِذَا سَجَدُوْا فَلْیَكُوْنُوْا مِنْ وَّرَآئِكُمْ وَلْتَاْتِ

ہو تیرے ساتھ اور ساتھ لے لیویں اپنے ہتھیار پھر جب یہ سجدہ کریں تو ہٹ جاویں تیرے پاس سے اور آدے

طَآئِفَةٌ اُخْرٰى لَمْ یُصَلُّوْا فَلْیُصَلُّوْا مَعَكَ وَلْیَاْخُذُوْا حِذْرَهُمْ وَاَسْلِحَتَهُمْ وَدَّ

دوسری جماعت جس نے نماز نہیں پڑھی وہ نماز پڑھیں تیرے ساتھ اور ساتھ لیویں اپنا بچاؤ اور ہتھیار کافر

الَّذِیْنَ كَفَرُوْا لَوْ تَغْفُلُوْنَ عَنْ اَسْلِحَتِكُمْ وَاَمْتِعَتِكُمْ فَیَمِیْلُوْنَ عَلَیْكُمْ

چاہتے ہیں کسی طرح تم بے خبر ہو اپنے ہتھیاروں سے اور اسباب سے تاکہ تم پر حملہ کریں

مَّیْلَةً وَّاحِدَةً وَلَا جُنَاحَ عَلَیْكُمْ اِنْ كَانَ بِكُمْ اَذًى مِّنْ مَّطَرٍ اَوْ كُنْتُمْ مَّرْضٰۤى

یکبارگی اور تم پر کچھ گناہ نہیں اگر تم کو تکلیف ہو مینہ سے یا تم بیمار ہو

اَنْ تَضَعُوْۤا اَسْلِحَتَكُمْ وَخُذُوْا حِذْرَكُمْ اِنَّ اللّٰهَ اَعَدَّ لِلْكٰفِرِیْنَ عَذَابًا

کہ اتار رکھو اپنے ہتھیار اور ساتھ لے لو اپنا بچاؤ بیشک اللہ نے تیار کر رکھا ہے کافروں کیواسطے

مُّهِیْنًا ﴿۱۰۲﴾ فَاِذَا قَضَیْتُمُ الصَّلٰوةَ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ قِیٰمًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِكُمْ

عذاب ذلت کا پھر جب تم نماز پڑھ چکو تو یاد کرو اللہ کو کھڑے اور بیٹھے اور لیٹے

وَإِذَا اطْمَأْنَنْتُمْ فَأَقِيمُوا الصَّلٰوةَ إِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ

پھر جب خوف جاتا رہے تو درست کرو نماز کو بیشک نماز مسلمانوں پر

كِتٰبًا مَّوْقُوتًا ﴿۱۰۳﴾ وَلَا تَهِنُوا فِي ابْتِغَاءِ الْقَوْمِ إِنْ تَكُونُوا تَأْلَمُونَ فَإِنَّهُمْ

فرض ہے مقررہ وقتوں میں اور ہمت نہ ہارو ان کا پیچھا کرنے سے اگر تم بے آرام ہوتے ہو تو وہ بھی

يَأْلَمُونَ كَمَا تَأْلَمُونَ وَتَرْجُونَ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا يَرْجُونَ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيمًا حَكِيمًا ﴿۱۰۴﴾

بے آرام ہوتے ہیں جس طرح تم ہوتے ہو اور تم کو اللہ سے امید ہے جو انکو نہیں اور اللہ سب کچھ جاننے والا حکمت والا ہے

اذا ضربتم الخ یعنی جب امر جہاد اور امر صلوٰۃ میں تعارض واقع ہو تو امر جہاد مقدم ہے۔ اور قصر فی الصلوٰۃ میں کوئی گناہ نہیں اسی طرح ۱۰۲ میں صلوٰۃ خوف کا ذکر ہے۔ جہاد کی نماز پر تقدیم پوری طرح ان آیات سے ظاہر ہوتی ہے۔ ۱۰۳ میں ذکر قیام و قعود و علی جنوبکم ہے جو صلوٰۃ الخوف کی قضا کے بعد ہے۔ ہمارے نزدیک اس کا مطلب یہ ہے کہ نماز کی صورت مقصود ہے لیکن حالات پر قابو نہ پانے کی شکل میں ذکر الٰہی صلوٰۃ خوف ادا کرنے کے بعد بھی واجب ہے۔ کیونکہ شرائع کی رخصت کا مرجع تشریع اور صورت عمل کی طرف ہے نہ کہ وہ معنی جو ذکر عمل سے مراد لئے جاتے ہیں۔ پس جو شخص یہ خیال کرتا ہے کہ جہاد و سفر ہمیں نماز سے بعید کر دیتے ہیں۔ اس لئے اس کی طرف توجہ نہ کی جائے۔ اس نے حقیقت حال کو نہیں سمجھا کیوں کہ نماز کا معنی اپنی حالت پر قائم ہے۔ غرضیکہ ہم نے ان آیات سے زہاد و فقہا کا عمل زمانہ حرب میں غلط قرار دیا ہے۔ اور یہ فقط بحالت امن پر محمول ہے۔ اسی کی طرف اشارہ ہے ۱۰۳ کے آخر میں ہے فاذا اطماننتم الخ مساجد اور مدارس کی تعمیر امن کی حالت ہی میں ہو سکتی ہے۔ زمانہ جنگ میں مصلحت جہاد باقی تمام چیزوں پر مقدم ہے۔ ہم نے اس مسئلہ پر علی وجہ الصحۃ عمل کو جماعت مرکزیہ کے وجود و اتصال پر موقوف کیا ہے۔ ورنہ نماز بھی صحیح نہیں ہو سکتی۔

۱۰۴ میں مقصود کی تصریح کی گئی ہے ولا تهنوا فی الخ یہ استعداد اور یہ تیاری بیشک اس فرض کی ادائیگی کے لئے ہے اور اس فرض کی ادائیگی کئی حیثیتوں سے جماعت مرکزیہ کے وجود پر موقوف ہے۔

إِنَّا أَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ لِتَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ بِمَا أَرٰىكَ

بے شک ہم نے اتاری تیری طرف کتاب سچی کہ تو انصاف کرے لوگوں میں جو کچھ سمجھا دے تجھ کو

اللّٰهُ ۭ وَلَا تَكُنْ لِّلْخَآئِنِيْنَ خَصِيْمًا ﴿۱۰۵﴾ وَّاسْتَغْفِرِ اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ

اللہ اور تو مت ہو دغا بازوں کی طرف سے جھگڑنے والا اور بخشش مانگ اللہ سے بیشک اللہ

كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۱۰۶﴾ ۚ وَلَا تُجَادِلْ عَنِ الَّذِيْنَ يَخْتَانُوْنَ

بخشنے والا مہربان ہے اور مت جھگڑ ان کی طرف سے ان کی طرف سے جو اپنے جی ہیں

اَنْفُسَهُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ خَوَّانًا اَثِيْمًا ﴿۱۰۷﴾ ۙ يَّسْتَخْفُوْنَ

دغا رکھتے ہیں اللہ کو پسند نہیں جو کوئی ہو دغا باز گنہ گار شرماتے ہیں

مِنَ النَّاسِ وَلَا يَسْتَخْفُوْنَ مِنَ اللّٰهِ وَهُوَ مَعَهُمْ اِذْ يُبَيِّتُوْنَ مَا

لوگوں سے اور نہیں شرماتے اللہ سے اور وہ ان کے ساتھ ہے جب کہ مشورہ کرتے ہیں رات

لَا يَرْضٰى مِنَ الْقَوْلِ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ بِمَا يَعْمَلُوْنَ مُحِيْطًا ﴿۱۰۸﴾ هٰٓاَنْتُمْ

کو اس بات کا جس سے اللہ راضی نہیں اور جو کچھ وہ کرتے ہیں سب اللہ کے قابو میں ہے سنتے ہو تم

هٰٓؤُلَاۗءِ جٰدَلْتُمْ عَنْهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۣ قف فَمَنْ يُّجَادِلُ اللّٰهَ

لوگ جھگڑا کرتے ہو ان کی طرف سے دنیا کی زندگی میں پھر کون جھگڑا کرے گا

عَنْهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَمْ مَّنْ يَّكُوْنُ عَلَيْهِمْ وَكِيْلًا ﴿۱۰۹﴾ وَمَنْ يَّعْمَلْ

ان کے بدلے میں اللہ سے قیامت کے دن یا کون ہوگا ان کا کارساز اور جو کوئی کرے گناہ

سُوْۗءًا اَوْ يَظْلِمْ نَفْسَهٗ ثُمَّ يَسْتَغْفِرِ اللّٰهَ يَجِدِ اللّٰهَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۱۱۰﴾

یا اپنا برا کرے پھر اللہ سے بخشواوے تو پاوے اللہ کو بخشنے والا مہربان

وَمَنْ يَّكْسِبْ اِثْمًا فَاِنَّمَا يَكْسِبُهٗ عَلٰي نَفْسِهٖ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا

اور جو کوئی کرے گناہ سو کرتا ہے اپنے ہی حق میں اور اللہ سب کچھ جاننے والا

حَكِيْمًا ﴿۱۱۱﴾ وَمَنْ يَّكْسِبْ خَطِيْۗئَةً اَوْ اِثْمًا ثُمَّ يَرْمِ بِهٖ بَرِيْۗئًا

حکمت والا ہے اور جو کوئی کرے خطا یا گناہ پھر تہمت لگادے کسی بے گناہ پر

فَقَدِ احْتَمَلَ بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِيْنًا ﴿۱۱۲﴾ وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ

تو اس نے اپنے سر دھرا طوفان اور گناہ صریح اور اگر نہ ہوتا تجھ پر اللہ کا فضل

وَرَحْمَتُهٗ لَهَمَّتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْهُمْ اَنْ يُّضِلُّوْكَ ؕ وَمَا يُضِلُّوْنَ اِلَّا

اور اس کی رحمت تو قصد کر ہی چکی تھی ان میں ایک جماعت کہ تجھ کو بہکا دیں اور بہکا نہیں سکتے مگر

اَنْفُسَهُمْ وَمَا يَضُرُّوْنَكَ مِنْ شَيْءٍ ؕ وَاَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ

اپنے آپ کو اور تیرا کچھ نہیں بگاڑ سکتے اور اللہ نے اتاری تجھ پر کتاب اور

وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ ؕ وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ

حکمت اور تجھ کو سکھائیں وہ باتیں جو تو نہ جانتا تھا اور اللہ کا فضل تجھ پر بہت

عَظِيْمًا ﴿۱۱۳﴾ لَا خَيْرَ فِيْ كَثِيْرٍ مِّنْ نَّجْوٰىهُمْ اِلَّا مَنْ اَمَرَ بِصَدَقَةٍ

بڑا ہے کچھ اچھے نہیں ان کے اکثر مشورے مگر جو کوئی کہ کہے صدقہ کرنے کو

اَوْ مَعْرُوْفٍ اَوْ اِصْلَاحٍۢ بَيْنَ النَّاسِ ؕ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ

یا نیک کام کو یا صلح کرانے کو لوگوں میں اور جو کوئی یہ کام کرے

ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ فَسَوْفَ نُؤْتِيْهِ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿۱۱۴﴾ وَمَنْ

اللہ کی خوشی کے لئے تو ہم اس کو دیں گے بڑا ثواب اور جو کوئی

يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ

مخالفت کرے رسول کی جب کہ کھل چکی ہے اس پر سیدھی راہ اور چلے سب مسلمانوں

الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ ؕ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا ﴿۱۱۵﴾

کے رستے کے خلاف تو ہم حوالہ کریں گے اس کو وہی طرف جو اس نے اختیار کی اور ڈالیں گے ہم اس کو دوزخ میں اور بہت بری جگہ پہنچا

جو جماعت مرکزیہ کے مقابلہ و معارضہ کے لئے خائن جماعت کھڑی ہو۔ اس سے اعراض کرنا واجب ہے۔

۰۵ اسے ۱۰۶ ۱۱۳ تک انا انزلنا الخ دین کا اصل مرجع کتاب اللہ ہے اور تو لوگوں میں حاکم کی حیثیت سے ہے۔

کیوں کہ تجھے اللہ نے اپنی کتاب میں سب کچھ سمجھا دیا ہے۔ جو جماعت مقاصد کتاب کو قائم کرے۔ تو اس کی تائید

کر اور خائنوں کے لئے خصیم کی حیثیت میں نہ ہو جا۔ وہ خائن جو کتاب کے مقاصد قائم کرنے میں خیانت

کرتے ہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں ایک واقعہ پیدا ہوا کہ کسی شخص نے چوری کی اور اتہام کسی بری

پر لگا دیا۔ بری سے انتقام لینے کے لئے اکٹھے ہو کر آگئے اور چور کو چھوڑ دیا۔ فیصلہ نبی کے پاس

لے آئے۔ پہلے تو نبی ان کے قول کی طرف مائل ہوا۔ اس کے بعد تنبیہ آیا۔ ولا تکن الخ نبی نے جب حقیقۃ الامر پر تأمل کیا تو حق ظاہر ہو گیا۔ وہ جماعت ان لوگوں کا نمونہ بنی جو جماعت مرکزیہ کے مقابلہ کے لئے کھڑے ہوتے ہیں۔ اور اہل خیانت ہوتے ہیں۔ یہ بات اس کے لئے عیاں ہے جو ادارے اور جماعت مرکزیہ کی حاکمیت کے مصالح جانتا ہے۔ ۱۱۲ تک اس جماعت کی حکایت ہے۔ ۱۱۳ میں تنبیہ ہے کہ وہ لڑائے نبی پر غلبہ نہیں پا سکتے۔ کیوں کہ اللہ نے نبی پر کتاب نازل کی ہے اور حکمت اور وہ علم جو پہلے نہ جانتا تھا پس حق و باطل جماعت میں تمیز بھی کتاب کی طرف رجوع کرتی ہے۔ جو کتاب کو علی وجہ الحکمۃ قائم کرے وہ حق پر ہے۔ اسی بات کی طرف شروع آیہ میں اشارہ ہے ولولا فضل اللہ یعنی اگر تجھے کتاب کا علم نہ دیا جاتا تو وہ تجھے بہکانے لگے تھے۔ پس کیوں کر معلوم ہو کہ وہ جماعت کتاب و حکمت قائم کرنا چاہتی ہے۔

امرِ بین ۱۱۴ میں واضح ہے۔ لاخیر جماعت حقہ اپنے شعار کے ساتھ تمام ہوئی ان کی اتباع لازم ہے اس کی طرف اشارہ ہے ۱۱۵ میں من یشاقق مخالفت جماعت حقہ کی اور موافقت جماعت خائنہ سوائے شرک و خرافات کے اور کوئی نتیجہ پیدا نہیں کرتی۔ ان کے معاملات اور ان کی تعلیمات میں یہ اندرونی نشانی ہے۔ ہم نے سنا ہے اور تجربہ کیا ہے کہ بظاہر دونوں جماعتیں قریب قریب ہوتی ہیں جب لوگ ان میں داخل ہوتے ہیں اور ان سے لین دین اور برتاؤ کرتے ہیں تو حقیقت حال طالب حق پر ظاہر ہو جاتی ہے۔ خائن جماعت اپنی اجتماعیت میں جہل و خرافات کی طرف مائل ہوتی ہے اور علم کے پابند نہیں رہتے۔ جب ان کی خواہشات حاصل ہو جاتی ہیں۔ پس طالب حق ظاہری صورت دیکھ کر دھوکا کھا سکتا ہے۔ لیکن معاملہ کے بعد خطا نہیں اٹھا سکتا۔ مرزا غلام احمد قادیانی نصرت دین کے دعوے سے اٹھا اور اپنے آپ کو مسیح ثابت کیا۔ بہت سے لوگ اس کے ساتھ مل گئے۔ ان میں غلام قادر فصیح بھی تھا جو سیالکوٹ میں پریس کا مالک تھا۔ اس نے مرزا کی پوری طاقت سے امداد و تائید کی۔ پس جب کام چل نکلا۔ اور ان کے پاس مال جمع ہو گیا تو انہوں نے چار یا پانچ حصوں میں تقسیم کیا ان کے لئے جو شروع شروع میں شریک ہوئے تھے۔ غلام قادر کو بھی انہیں حصوں میں شامل کیا اور اس کی طرف اس کا حصہ بھیج دیا۔ اس نے حصہ واپس کر دیا اور کہا میں یہ آرزو نہیں رکھتا تھا میں تو سمجھتا تھا تم دین کی خدمت کر رہے ہو۔ اور تمہاری منشا مال اکٹھا کرنا ہے۔ اب اصل بات معلوم ہوئی۔ لہذا میں تمہاری جماعت چھوڑتا ہوں۔

اور تمہارا مال واپس کرتا ہوں۔ اس طرح کے واقعات ہمارے ہاں بہت پائے جاتے ہیں۔

۱۱۶ سے ۱۲۱ تک ہم عام مومنوں کے لئے باب کا حصہ بناتے ہیں۔ نبی جماعت کی خیانت پر بذریعہ علم الٰہی مطلع ہوا۔ پھر مومن سب مبتلا ہوئے اور انہوں نے دیکھا کہ جماعت خائنہ میں اشتراک کرنا۔ اشتراک باللہ اور اتباع خرافات کا سبب بنتا ہے۔ تو انہیں صاف علم ہو گیا۔

إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَن يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَٰلِكَ لِمَن يَشَاءُ

بیشک اللہ نہیں بخشتا اس کو جو اس کا شریک کرے کسی کو اور بخشتا ہے اس کے سوا جس کو چاہے

وَمَن يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا بَعِيدًا ﴿١١٦﴾ إِن يَدْعُونَ

اور جس نے شریک ٹھہرایا اللہ کا وہ بہک کر دور جا پڑا اللہ کے سوا نہیں پکارتے

مِن دُونِهِ إِلَّا إِنَاثًا وَإِن يَدْعُونَ إِلَّا شَيْطَانًا مَّرِيدًا ﴿١١٧﴾

مگر عورتوں کو اور نہیں پکارتے مگر شیطان سرکش کو

لَّعَنَهُ اللَّهُ ۘ وَقَالَ لَأَتَّخِذَنَّ مِنْ عِبَادِكَ نَصِيبًا مَّفْرُوضًا ﴿١١٨﴾

جس پر لعنت کی اللہ نے اور کہا شیطان نے کہ البتہ میں لوں گا تیرے بندوں سے حصہ مقررہ

وَلَأُضِلَّنَّهُمْ وَلَأُمَنِّيَنَّهُمْ وَلَآمُرَنَّهُمْ فَلَيُبَتِّكُنَّ آذَانَ الْأَنْعَامِ وَلَآمُرَنَّهُمْ فَلَيُغَيِّرُنَّ خَلْقَ

اور ان کو بہکاؤں گا اور ان کو امیدیں دلاؤں گا اور ان کو سکھلاؤں گا کہ چیریں جانوروں کے کان اور ان کو سکھلاؤں گا

اللَّهِ ۚ وَمَن يَتَّخِذِ الشَّيْطَانَ وَلِيًّا مِّن دُونِ اللَّهِ فَقَدْ خَسِرَ خُسْرَانًا

کہ بدلیں صورتیں بنائی ہوئی اللہ کی اور جو کوئی بنا وے شیطان کو دوست اللہ کو چھوڑ کر تو وہ پڑا صریح نقصان میں

مُّبِينًا ﴿١١٩﴾ يَعِدُهُمْ وَيُمَنِّيهِمْ ۖ وَمَا يَعِدُهُمُ الشَّيْطَانُ إِلَّا

ان کو وعدہ دیتا ہے اور ان کو امیدیں دلاتا ہے اور جو کچھ وعدہ دیتا ہے شیطان سو سب

غُرُورًا ﴿١٢٠﴾ أُولَٰئِكَ مَأْوَاهُمْ جَهَنَّمُ وَلَا يَجِدُونَ عَنْهَا مَحِيصًا ﴿١٢١﴾

فریب ہے ایسوں کا ٹھکانا ہے جہنم اور نہ پائیں گے وہاں سے کہیں بھاگنے کو جگہ

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَنُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ

اور جو لوگ ایمان لائے اور عمل کئے اچھے ان کو ہم داخل کریں گے باغوں میں کہ

مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ۭ وَعْدَ اللّٰهِ حَقًّا ۭ وَ

جن کے نیچے بہتی ہیں نہریں رہا کریں ان میں ہمیشہ وعدہ ہے اللہ کا سچا اور

مَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ قِيْلًا ﴿۱۲۲﴾ لَيْسَ بِاَمَانِيِّكُمْ وَلَآ اَمَانِيِّ اَھْلِ

اللہ سے سچا کون نہ تمہاری امیدوں پر مدار ہے اور نہ اہل کتاب

الْكِتٰبِ ۭ مَنْ يَّعْمَلْ سُوْۗءًا يُّجْزَ بِهٖ ۙ وَلَا يَجِدْ لَهٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ

کی امیدوں پر جو کوئی برا کام کرے گا اس کی سزا پاوے گا اور نہ پاوے گا اللہ کے سوا

وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ﴿۱۲۳﴾ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ مِنْ ذَكَرٍ

اپنا کوئی حمایتی اور نہ کوئی مددگار اور جو کوئی کام کرے اچھے مرد ہو

اَوْ اُنْثٰى وَھُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰۗىِٕكَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ وَلَا يُظْلَمُوْنَ

یا عورت اور وہ ایمان رکھتا ہو سو وہ لوگ داخل ہوں گے جنت میں اور ان کا حق

نَقِيْرًا ﴿۱۲۴﴾ وَمَنْ اَحْسَنُ دِيْنًا مِّمَّنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَھُوَ

ضائع نہ ہوگا تل بھر اور اس سے بہتر کس کا دین ہوگا جس نے پیشانی رکھی اللہ کے حکم پر اور نیک

مُحْسِنٌ وَّاتَّبَعَ مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا ۭ وَاتَّخَذَ اللّٰهُ اِبْرٰهِيْمَ

کاموں میں لگا ہوا ہے اور چلا دین ابراہیم پر جو ایک ہی طرف کا تھا اور اللہ نے بنا لیا ابراہیم کو خالص

خَلِيْلًا ﴿۱۲۵﴾ وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ

دوست اور اللہ ہی کا ہے جو کچھ ہے آسمانوں میں اور زمین میں ہے اور سب چیزیں اللہ

بِكُلِّ شَيْءٍ مُّحِيْطًا ﴿۱۲۶﴾ ع

کے قابو میں ہیں

جماعت حقہ کا ذکر ہے۔

مسئلہ:۔ جو قوم اپنے آپ کو اجتماعیت حقہ کا ٹھیکیدار سمجھ لے۔ کیونکہ وہ حق پرست

بزرگوں کے ساتھ منسوب ہو۔ جیسے یہود و نصاریٰ اس گھمنڈ میں تھے۔ یہود خود کو حق پر اور غیر یہود کو حق پر نہ سمجھتے تھے۔ کیوں کہ وہ موسیٰ کے تابع کہلاتے تھے۔ اور نصاریٰ بھی اس طرح اپنے آپ کو حق پر سمجھتے تھے۔ پھر مسلمان آئے اور وہ بھی اپنا انتساب جماعت حقہ کے ساتھ کرتے ہیں۔ جب تک معانی کے لحاظ سے اپنا حق پرست ہونا ظاہر نہ کردیں یہ انتساب اور ان کا دعویٰ غلط ہے۔ یعنی وہ درجہ ثانیہ پر جماعت خائنہ کے ساتھ ملحق ہیں۔ گو پہلے خیانت کا عمد ان میں موجود نہ تھا۔ لیکن اب ان کی خیانت لازمی تصور کی جائے گی نہ تمہاری آرزوئیں کوئی حقیقت رکھتی ہیں۔ اور نہ اہل کتاب کی، جو بھی برا عمل کرے گا پورا بدلہ دیا جائے گا۔ کسے باشد۔

حکایت:- میں کئی بار ارادہ کرتا تھا کہ اگر میں کتاب اللہ کی دعوت دینے کیلئے کوئی مدرسہ قائم کرسکا تو اس کے پہلے دروازہ پر یہ آیت لکھوں گا۔ لیس بامانیکم الخ البتہ جو لوگ معانی حقہ کے ساتھ اپنی حق پرستی ثابت کردیں۔ ان کا ذکر ۱۲۴، ۱۲۵ میں و من یعمل یہ ابتدا عمل ہے۔ اور اعلیٰ مرکز میں ہے۔ و من احسن تو جماعت حقہ دو شخصوں پر مشتمل ہے (۱) جو شخص ملت ابراہیم پر زندگی گذارے۔

(۲) جو اعمال صالحہ ادا کرے۔ و اللہ ... تا ... محیطا۔ روئے زمین پر اللہ کا حکم قائم کرتے ہیں (۱۲۶)

فصل سادس تمام شد۔ باب اجتماعیت متوسطہ بھی تمام ہوا۔ اب اجتماعیت متوسطہ کے قریب جو اجتماعیت عالمیہ ہو اس کا باب شروع ہوتا ہے۔

وَيَسْتَفْتُونَكَ فِي النِّسَاءِ ۖ قُلِ اللَّهُ يُفْتِيكُمْ فِيهِنَّ وَمَا يُتْلَىٰ عَلَيْكُمْ

اور تجھ سے رخصت مانگتے ہیں عورتوں کے نکاح کی کہہ دے اللہ تم کو اجازت دیتا ہے ان کی اور وہ جو تم کو سنایا

فِي الْكِتَابِ فِي يَتَامَى النِّسَاءِ اللَّاتِي لَا تُؤْتُونَهُنَّ مَا كُتِبَ لَهُنَّ وَتَرْغَبُونَ

جاتا ہے قرآن میں سو حکم ہے ان یتیم عورتوں کا جن کو تم نہیں دیتے جو ان کے لئے مقرر کیا ہے اور چاہتے ہو

أَنْ تَنْكِحُوهُنَّ وَالْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ الْوِلْدَانِ وَأَنْ تَقُومُوا

کہ ان کو نکاح میں لے آؤ اور حکم ہے ناتواں لڑکوں کا اور یہ کہ قائم رہو

لِلْيَتَامَىٰ بِالْقِسْطِ ۚ وَمَا تَفْعَلُوا مِنْ خَيْرٍ فَإِنَّ اللَّهَ كَانَ بِهِ عَلِيمًا ﴿١٢٧﴾

یتیموں کے حق میں انصاف پر اور جو کرو گے بھلائی سو وہ اللہ کو معلوم ہے

وَاِنِ امْرَاَةٌ خَافَتْ مِنْ بَعْلِهَا نُشُوْزًا اَوْ اِعْرَاضًا فَلَا جُنَاحَ

اور اگر کوئی عورت ڈرے اپنے خاوند کے لڑنے سے یا جی پھر جانے سے تو کچھ گناہ نہیں

عَلَيْهِمَا اَنْ يُّصْلِحَا بَيْنَهُمَا صُلْحًا ؕ وَالصُّلْحُ خَيْرٌ ؕ وَاُحْضِرَتِ

دونوں پر کہ کرلیں آپس میں کسی طرح صلح اور صلح خوب چیز ہے اور دلوں کے

الْاَنْفُسُ الشُّحَّ ؕ وَاِنْ تُحْسِنُوْا وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا

سامنے موجود ہے حرص۔ اور اگر تم نیکی کرو اور پرہیزگاری کرو تو اللہ کو تمہارے سب

تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ﴿۱۲۸﴾ وَلَنْ تَسْتَطِيْعُوْۤا اَنْ تَعْدِلُوْا بَيْنَ النِّسَآءِ

کاموں کی خبر ہے۔ اور تم ہرگز برابر نہ رکھ سکو گے عورتوں کو

وَلَوْ حَرَصْتُمْ فَلَا تَمِيْلُوْا كُلَّ الْمَيْلِ فَتَذَرُوْهَا كَالْمُعَلَّقَةِ ؕ وَ

اگرچہ اس کی حرص کرو سو بالکل پھر بھی نہ جاؤ کہ ڈال رکھو ایک عورت کو جیسے ادھر میں

اِنْ تُصْلِحُوْا وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۱۲۹﴾ وَاِنْ

لٹکتی اور اگر اصلاح کرتے رہو اور پرہیزگاری کرتے رہو تو اللہ بخشنے والا مہربان ہے اور اگر

يَّتَفَرَّقَا يُغْنِ اللّٰهُ كُلًّا مِّنْ سَعَتِهٖ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ وَاسِعًا حَكِيْمًا ﴿۱۳۰﴾

دونوں جدا ہو جائیں تو اللہ ہر ایک کو بے پروا کر دے گا اپنی کشائش سے اور اللہ کشائش والا تدبیر جاننے والا ہے

وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ وَلَقَدْ وَصَّيْنَا الَّذِيْنَ

اور اللہ کا ہے جو کچھ ہے آسمانوں میں اور جو کچھ ہے زمین میں اور ہم نے حکم دیا ہے پہلے

اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَاِيَّاكُمْ اَنِ اتَّقُوا اللّٰهَ ؕ وَاِنْ تَكْفُرُوْا

کتاب والوں کو اور تم کو کہ ڈرتے رہو اللہ سے اور اگر نہ مانو گے

فَاِنَّ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَكَانَ اللّٰهُ غَنِيًّا

تو اللہ کا ہے جو کچھ ہے آسمانوں میں اور جو کچھ کہ ہے زمین میں اور اللہ ہے بے پرواہ سب

حَمِيْدًا ﴿۱۳۱﴾ وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ

خوبیوں والا اور اللہ کا ہے جو کچھ ہے آسمانوں میں اور جو کچھ ہے زمین میں اور اللہ کافی ہے

وَكِيلًا ﴿١٣٢﴾ إِن يَشَأْ يُذْهِبْكُمْ أَيُّهَا النَّاسُ وَيَأْتِ بِآخَرِينَ

کارساز — اگر چاہے تو تم کو دور کردے — اے لوگو — اور لے آئے اور لوگوں کو

وَكَانَ اللَّهُ عَلَىٰ ذَٰلِكَ قَدِيرًا ﴿١٣٣﴾ مَّن كَانَ يُرِيدُ ثَوَابَ الدُّنْيَا

اور — اللہ کو یہ — قدرت ہے — جو کوئی چاہتا ہو ثواب دنیا کا

فَعِندَ اللَّهِ ثَوَابُ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ ۚ وَكَانَ اللَّهُ سَمِيعًا بَصِيرًا ﴿١٣٤﴾

سو اللہ کے یہاں ہے ثواب دنیا کا — اور آخرۃ کا — اور اللہ سب کچھ سنتا دیکھتا ہے۔

امپیریلزم عالیہ اور تمدن متوسطہ کی توسیع میں فرق ہے۔ پہلی چیز عام انسانوں کو نقصان پہنچاتی ہے۔ ہاں تھوڑے گروہ ضرور آرام حاصل کرتے ہیں۔ اور دوسرا نظام لوگوں کے لئے رحمت ہے۔ جو تعلیم و ارشاد و اصلاح اور اجتماعت قومیہ موافقہ ہے عنفار کی حکومت قائم کرنے سے پیدا ہوا اور یہی مقصد ہے گویا فصل سابع اس اجتماعیت عالمیہ کے مقصد کی تعیین کے لئے ہے اور وہ مقصد یہ ہے کہ کمزوروں کے لئے انصاف کے ساتھ پیش آؤ۔ اور انصاف پیدا کرو۔ یہ اساس ہے اور تقوی کے عناصر کا اتمام بقیہ ہے۔ تقوی کے عناصر یہ تھے احسان، ایتاء ذی القربی۔ انتہاء من الفحشاء والمنکر والبغی۔ اور یہ ان عناصر کی تکمیل ہے۔ گویا ہمارے نزدیک مرکز بحث ۱۲۷ میں ہے۔ و ان تقوموا للیتٰمی الخ اس پر مزید وضاحت و ما تفعلوا من خیر (۱۲۸) میں ہے۔ مرکز بحث الصلح خیر ہے اقوام کی باہمی مصالحت کی طرف اشارہ ہے۔ اور مرکز بحث ۱۲۹، ۱۳۰ میں و ان تصلحوا الخ۔ اور مرکز بحث ۱۳۵ میں ہے

قومیں اپنی قومیات میں متفرق ہو جائیں تو اجتماع عمومی اور صلح کے بعد کسی کو نقصان نہیں۔ ہمارا مقصد یہ ہے کہ اقوام کا وجود جامعہ اسلامیہ میں ثبت ہے۔ اگر وہ جدا ہو جائیں تو اللہ تعالیٰ ہر ایک کو وسعت دے گا۔ تفرق کا معنی جامعہ سے خروج نہیں۔ پس مسئلہ میاں بیوی میں ہو رہا ہے۔ اور جب میاں بیوی جدا ہو جائیں تو وہ ایک منزل خاص کی رو سے جدا ہوں گے وہ قوم سے خارج نہیں ہو جائینگے۔ گویا تفرق تفرق جزئی ہے خاوند ایک منزل بناتا ہے۔ اور بیوی دوسری منزل اللہ نے ان کیلئے وسعت کا وعدہ کیا ہے۔ گویا ہمارے نزدیک جامعہ اسلامیہ میں اقوام شہر کے گھروں یا بستی کے گھروں کی طرح ہیں۔ استنباط صحیح ہو گیا۔

و للہ ما فی السموات عمومیت کے ساتھ روئے زمین پر حکم قرآن قائم کرتا ہے۔ اس اجتماع کا یہی مقصد ہے

فصل سابع

اور اس کی وصیت اللہ نے ہم سے پہلے لوگوں کو کی ہے کہ روئے زمین پر حکومت الٰہیہ قائم کریں۔
اس کی طرف اشارہ ہے ولقد وصینا...... وان تکفروا۔ فصل سابع تمام شد الحمد للہ۔

الفصل الثامن اجتماع عالمی میں پروگرام کی توضیح

۱۳۲ وللہ ما...... وکیلا تمام امور میں خدا پر توکل کرنا چاہیے حکم کا مرجع اللہ کی طرف ہے۔ اسی نے یہ فرض قائم کیا ہے اگر مسلمان اسے ادا نہ کریں گے تو اللہ تعالیٰ کوئی دوسری قوم لائے گا جو اس کام کو قائم کریں گے۔ لوگ اجتماعیت سے صرف اپنی زندگی کی سہولتیں تلاش کرتے ہیں اس لئے اگر وہ حکم قرآن پر قائم ہو جائیں تو انہیں یہ دنیاوی آسانیاں بھی حاصل ہوں گی۔ اور اس کے ساتھ مزید اشیاء بھی حاصل ہوں گی یعنی تکمیل اخلاق جو آخرت کی نجات کا مستوجب ہے، اس کی طرف اشارہ ۱۳۳ میں ہے۔ ان یشا یذھبکم الخ ۱۳۴ میں من کان یرید۔ یہ پروگرام کی تفصیل ۱۳۵ میں ہے۔

يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ كُونُوا۟ قَوَّٰمِينَ بِٱلْقِسْطِ شُهَدَآءَ لِلَّهِ وَلَوْ

اے ایمان والو قائم رہو انصاف پر گواہی دو اللہ کی طرف کی اگرچہ

عَلَىٰٓ أَنفُسِكُمْ أَوِ ٱلْوَٰلِدَيْنِ وَٱلْأَقْرَبِينَ ۚ إِن يَكُنْ غَنِيًّا أَوْ

نقصان ہو تمہارا یا ماں باپ کا یا قرابت والوں کا اگر کوئی مالدار ہے یا

فَقِيرًا فَٱللَّهُ أَوْلَىٰ بِهِمَا ۖ فَلَا تَتَّبِعُوا۟ ٱلْهَوَىٰٓ أَن تَعْدِلُوا۟ ۚ وَإِن

محتاج ہے تو اللہ اس کا خیرخواہ تم سے زیادہ ہے سو تم پیروی نہ کرو دل کی خواہش کی انصاف کرنے میں اور اگر تم

تَلْوُۥٓا۟ أَوْ تُعْرِضُوا۟ فَإِنَّ ٱللَّهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرًا ﴿۱۳۵﴾

زبان ملو گے یا بچا جاؤ گے تو اللہ تمہارے سب کاموں سے واقف ہے

يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓا۟ ءَامِنُوا۟ بِٱللَّهِ وَرَسُولِهِۦ وَٱلْكِتَٰبِ ٱلَّذِى

اے ایمان والو یقین لاؤ اللہ پر اور اس کے رسول اور اس کی کتاب پر جو

نَزَّلَ عَلَىٰ رَسُولِهِۦ وَٱلْكِتَٰبِ ٱلَّذِىٓ أَنزَلَ مِن قَبْلُ ۚ وَمَن

نازل کی ہے اپنے رسول پر اور اس کتاب پر جو نازل کی تھی پہلے اور جو کوئی

يَّكْفُرْ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَقَدْ

یقین نہ رکھے اللہ پر اور اس کے فرشتوں پر اور کتابوں اور رسولوں اور قیامت کے دن پر وہ بہک کر

ضَلَّ ضَلٰلًاۢ بَعِيْدًا ﴿۱۳۶﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا ثُمَّ اٰمَنُوْا

دور جا پڑا جو لوگ مسلمان ہوئے پھر کافر ہو گئے پھر مسلمان ہوئے

ثُمَّ كَفَرُوْا ثُمَّ ازْدَادُوْا كُفْرًا لَّمْ يَكُنِ اللّٰهُ لِيَغْفِرَ لَهُمْ

پھر کافر ہو گئے پھر بڑھتے رہے کفر میں تو اللہ ان کو ہرگز بخشنے والا نہیں

وَلَا لِيَهْدِيَهُمْ سَبِيْلًا ﴿۱۳۷﴾ بَشِّرِ الْمُنٰفِقِيْنَ بِاَنَّ لَهُمْ عَذَابًا

اور نہ دکھلا دے ان کو راہ خوشخبری سنا دے منافقوں کو کہ ان کے واسطے ہے عذاب

اَلِيْمَا ﴿۱۳۸﴾ الَّذِيْنَ يَتَّخِذُوْنَ الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ

دردناک وہ جو بناتے ہیں کافروں کو اپنا رفیق مسلمانوں کو چھوڑ کر

اَيَبْتَغُوْنَ عِنْدَهُمُ الْعِزَّةَ فَاِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا ﴿۱۳۹﴾ وَقَدْ نَزَّلَ

کیا ڈھونڈھتے ہیں ان کے پاس عزت سو عزت تو اللہ ہی کے واسطے ہے ساری اور حکم اتار چکا

عَلَيْكُمْ فِى الْكِتٰبِ اَنْ اِذَا سَمِعْتُمْ اٰيٰتِ اللّٰهِ يُكْفَرُ بِهَا وَ

تم پر قرآن میں کہ جب سنو اللہ کی آیتوں پر انکار ہوتے اور

يُسْتَهْزَاُ بِهَا فَلَا تَقْعُدُوْا مَعَهُمْ حَتّٰى يَخُوْضُوْا فِىْ حَدِيْثٍ

ہنسی ہوتے تو نہ بیٹھو ان کے ساتھ یہاں تک کہ مشغول ہوں کسی دوسری بات

غَيْرِهٖٓ اِنَّكُمْ اِذًا مِّثْلُهُمْ اِنَّ اللّٰهَ جَامِعُ الْمُنٰفِقِيْنَ وَ

میں نہیں تو تم بھی ان ہی جیسے ہو گئے اللہ اکٹھا کرے گا منافقوں کو اور

الْكٰفِرِيْنَ فِىْ جَهَنَّمَ جَمِيْعَا ﴿۱۴۰﴾ الَّذِيْنَ يَتَرَبَّصُوْنَ بِكُمْ فَاِنْ

کافروں کو دوزخ میں ایک جگہ وہ منافق جو تمہاری تاک میں ہیں پھر اگر

كَانَ لَكُمْ فَتْحٌ مِّنَ اللّٰهِ قَالُوْٓا اَلَمْ نَكُنْ مَّعَكُمْ وَاِنْ كَانَ

تم کو فتح ملے اللہ کی طرف سے تو کہیں کیا ہم نہ تھے تمہارے ساتھ اور اگر

لِلْكٰفِرِيْنَ نَصِيْبٌ ۙ قَالُوْٓا اَلَمْ نَسْتَحْوِذْ عَلَيْكُمْ وَنَمْنَعْكُمْ مِّنَ

نصیب ہو کافروں کو تو کہیں کیا ہم نے گھیر نہ لیا تھا تم کو اور بچا دیا تم کو

الْمُؤْمِنِيْنَ ؕ فَاللّٰهُ يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ وَلَنْ يَّجْعَلَ

مسلمانوں سے سو اللہ فیصلہ کرے گا تم میں قیامت کے دن اور ہرگز نہ دے گا

اللّٰهُ لِلْكٰفِرِيْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ سَبِيْلًا ﴿١٤١﴾ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ

اللہ کافروں کو مسلمانوں پر غلبہ کی راہ البتہ منافق دغابازی کرتے

يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَهُوَ خَادِعُهُمْ ۚ وَاِذَا قَامُوْٓا اِلَى الصَّلٰوةِ

ہیں اللہ سے اور وہی ان کو دغا دیگا اور جب کھڑے ہوں نماز کو

قَامُوْا كُسَالٰى ۙ يُرَآءُوْنَ النَّاسَ وَلَا يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿١٤٢﴾

تو کھڑے ہوں ہارے جی سے لوگوں کے دکھانے کو اور یاد نہ کریں اللہ کو مگر تھوڑا سا

مُّذَبْذَبِيْنَ بَيْنَ ذٰلِكَ ۖ لَآ اِلٰى هٰٓؤُلَآءِ وَلَآ اِلٰى هٰٓؤُلَآءِ ؕ وَمَنْ

اُدھر میں لٹکے ہیں دونوں کے بیچ نہ ان کی طرف اور نہ ان کی طرف اور جس کو

يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ سَبِيْلًا ﴿١٤٣﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا

گمراہ کرے اللہ تو ہرگز نہ پاوے گا تو اس کے واسطے کہیں راہ اے ایمان والو نہ بناؤ

الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ؕ اَتُرِيْدُوْنَ اَنْ تَجْعَلُوْا

کافروں کو اپنا رفیق مسلمانوں کو چھوڑ کر کیا لیا چاہتے ہو اپنے اوپر

لِلّٰهِ عَلَيْكُمْ سُلْطٰنًا مُّبِيْنًا ﴿١٤٤﴾ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ فِى الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ

اللہ کا الزام صریح بیشک منافق ہیں سب سے نیچے درجہ میں

مِنَ النَّارِ ۚ وَلَنْ تَجِدَ لَهُمْ نَصِيْرًا ﴿١٤٥﴾ اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا وَاَصْلَحُوْا

دوزخ کے اور ہرگز نہ پاوے گا تو ان کے واسطے کوئی مددگار مگر جنہوں نے توبہ کی اور اپنی اصلاح کی

وَاعْتَصَمُوْا بِاللّٰهِ وَاَخْلَصُوْا دِيْنَهُمْ لِلّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الْمُؤْمِنِيْنَ

اور مضبوط پکڑا اللہ کو اور خالص حکم بردار ہوئے اللہ کے سو وہ ہیں ایمان والوں کے ساتھ

وَسَوْفَ يُؤْتِ اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿۱۴۶﴾ مَا يَفْعَلُ

اور جلد دے گا اللہ ایمان والوں کو بڑا ثواب کیا کرے گا اللہ تم کو عذاب کر کے اگر تم

اللّٰهُ بِعَذَابِكُمْ اِنْ شَكَرْتُمْ وَاٰمَنْتُمْ ۚ وَكَانَ اللّٰهُ شَاكِرًا عَلِيْمًا ﴿۱۴۷﴾

حق کو مانو اور یقین رکھو اور اللہ قدردان ہے سب کچھ جاننے والا

پہلی بات شہداء اللہ دوسری بات ولو علی انفسہم او الوالدین والاقربین۔ یعنی تمہاری قوم۔ یہ عالمی حرکت ہے۔ اگر یہ ہماری قوم کے مخالف ہوں تب بھی ہم حق کا حکم کریں گے سلطان یا کسی قوم کی طرف میلان کرنا جائز نہیں۔ اس کی طرف اشارہ ہے۔ ان یکن غنیاً الخ پس فلا تتبعوا الھوٰی کے معنی اور تفسیر یہ ہے کہ عدل کرو۔ اور اعراض عن العدل مت کرو۔ فان تلوٗا او تعرضوا۔۔۔ یعنی اگر اعراض کرو گے تو وہ معمولی بات پر تمہیں بدلہ دے دے گا۔ یعنی اعراض کی وجہ سے بدلہ دے گا۔ یہ روح ہے۔ تمہارا فرض ہے کہ تم اس کی حفاظت کرو پھر تم تمام ادیان کو جمع کر سکتے ہو اس کی طرف اشارہ ۱۳۷ میں ہے۔

یاایھا الذین اٰمنوا یہ پہلی آیت کی طرف اشارہ ہے۔ یعنی اتباع حکمت اور قیام بالقسط اور علم اتباع ہوٰی اور اقامت العدل ان تمام باتوں پر ہمیشہ گامزن رہو یعنی اٰمنوا باللہ ورسولہ، الکتاب الذی انزل من قبل یہاں الکتاب بطور جنس کے مراد ہے یعنی تمام کتب الہیہ کو اس حکمت کی طرف لوٹایا جائے۔ اسطرح تمام ادیان مجتمع ہو سکتے ہیں اور حکومت صرف خدا کی ہوگی۔ جو اس کی مخالفت کرے گا وہ دین کے ذرہ حصہ کا عامل بھی متصور نہ ہوگا۔ اور اس کا دین کوئی نہ سمجھا جائے گا۔ اس کی طرف اشارہ ہے ومن یکفر ۱۳۷۔ یعنی جو اس اجتماعی دین سے مرتد ہو جائے منحرف ہو جائے۔ اور اس پر استمرار کرے تو فلیس لہم الخ پھر منافقین کی طرف اس کے بعد اشارہ کیا گیا ہے۔ جو بظاہر اس اجتماعی دین پر ایمان لاتے ہیں لیکن در پردہ ایمان نہیں لاتے۔ ۱۳۸ سے ۴۶ تک یہی بیان ہے۔ یعنی منافقین کا بیان ہے اور انہیں تہدید کی گئی ہے اور مسلمانوں کو انذار کیا گیا ہے۔ کہ وہ انہیں اپنا دوست مت بنائیں بشر المنافقین یہ عذاب ہو کافروں کو اور منافقین کو ہوگا۔ یہ اس لئے کہ وہ اجتماعیت میں نقصان پہنچاتے ہیں اور اس عذاب کے ذمہ دار یہ خود ہیں اللہ تعالیٰ نہیں۔ مایفعل اللہ الخ (۱۴۷)

فصل تاسع

اقوام میں جو غلطیاں پیدا ہوگئی ہیں، ان کا ذکر باقی ہے۔ اور ان غلطیوں کا ذکر وہی دین کر سکتا ہے جس پر تمام ادیان عالم مجتمع ہوں۔ پس اجتماعی پروپیگنڈا قومی پروپیگنڈے پر غالب آگیا۔ یہ فصل ۱۴۸ سے ۱۶۹ تک ہے۔ اس فصل کے دو حصے ہیں۔

(۱) ان غلطیوں اور خرابیوں کے ذکر سے روکنا جو تمام اقوام میں پائی جاتی ہیں۔ کیوں کہ ہر قوم دوسری قوم کی برائیاں بیان کرتی رہتی ہے۔ یہ فصل نہم کا جزءِ اول ہے۔ اس کا اجمال آیۃ ۱۴۸ تا ۱۴۹ میں ہے۔

لَا يُحِبُّ اللّٰهُ الْجَهْرَ بِالسُّوْٓءِ مِنَ الْقَوْلِ اِلَّا مَنْ ظُلِمَ ؕ وَ

اللہ کو پسند نہیں کسی کی بُری بات کا ظاہر کرنا مگر جس پر ظلم ہوا ہو اور

كَانَ اللّٰهُ سَمِيْعًا عَلِيْمًا ﴿۱۴۸﴾ اِنْ تُبْدُوْا خَيْرًا اَوْ تُخْفُوْهُ اَوْ

اللہ ہے سننے والا جاننے والا اگر تم کھول کر کرو کوئی بھلائی یا اس کو چھپاؤ یا

تَعْفُوْا عَنْ سُوْٓءٍ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَفُوًّا قَدِيْرًا ﴿۱۴۹﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ

معاف کرو بُرائی کو تو اللہ بھی معاف کرنے والا بڑی قدرت والا ہے جو لوگ

يَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَيُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّفَرِّقُوْا بَيْنَ

منکر ہیں اللہ سے اور اس کے رسولوں سے اور چاہتے ہیں کہ فرق نکالیں اللہ

اللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَيَقُوْلُوْنَ نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَّنَكْفُرُ بِبَعْضٍ ۙ وَّ

میں اور اس کے رسولوں میں اور کہتے ہیں ہم مانتے ہیں بعضوں کو اور نہیں مانتے بعضوں کو اور

يُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّتَّخِذُوْا بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيْلًا ﴿۱۵۰﴾ اُولٰٓئِكَ هُمُ

چاہتے ہیں کہ نکالیں اس کے بیچ میں ایک راہ ایسے لوگ وہی ہیں

الْكٰفِرُوْنَ حَقًّا ۚ وَاَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا مُّهِيْنًا ﴿۱۵۱﴾ وَالَّذِيْنَ

اصل کافر اور ہم نے تیار کر رکھا ہے کافروں کے واسطے ذلت کا عذاب اور جو لوگ

اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَلَمْ يُفَرِّقُوْا بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ اُولٰٓئِكَ

ایمان لائے اللہ پر اور اس کے رسولوں پر اور جدا نہ کیا ان میں سے کسی کو اُن کو

سَوْفَ يُؤْتِيهِمْ أُجُورَهُمْ ۗ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَّحِيمًا ﴿١٥٢﴾

جلد دے گا ان کے ثواب اور اللہ ہے بخشنے والا مہربان

يَسْأَلُكَ أَهْلُ الْكِتَابِ أَن تُنَزِّلَ عَلَيْهِمْ كِتَابًا مِّنَ السَّمَاءِ

تجھ سے درخواست کرتے ہیں اہل کتاب کہ تو ان پر اتار لاوے لکھی ہوئی کتاب آسمان سے

فَقَدْ سَأَلُوا مُوسَىٰ أَكْبَرَ مِن ذَٰلِكَ فَقَالُوا أَرِنَا اللَّهَ جَهْرَةً

جو مانگ چکے ہیں موسیٰ سے اس سے بھی بڑی چیز اور کہا ہم کو دکھلا دے اللہ کو بالکل سامنے

فَأَخَذَتْهُمُ الصَّاعِقَةُ بِظُلْمِهِمْ ۚ ثُمَّ اتَّخَذُوا الْعِجْلَ مِن بَعْدِ

سو آپڑی اُن پر بجلی ان کے گناہ کے باعث پھر بنا لیا بچھڑے کو بہت کچھ

مَا جَاءَتْهُمُ الْبَيِّنَاتُ فَعَفَوْنَا عَن ذَٰلِكَ ۚ وَآتَيْنَا مُوسَىٰ

نشانیاں پہنچ چکنے کے بعد پھر ہم نے وہ بھی معاف کیا اور دیا ہم نے موسیٰ کو

سُلْطَانًا مُّبِينًا ﴿١٥٣﴾ وَرَفَعْنَا فَوْقَهُمُ الطُّورَ بِمِيثَاقِهِمْ وَقُلْنَا

غلبہ صریح اور ہم نے اٹھایا اُن پر پہاڑ قرار لینے کے واسطے اور ہم نے کہا

لَهُمُ ادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا وَقُلْنَا لَهُمْ لَا تَعْدُوا فِي

داخل ہو دروازے میں سجدہ کرتے ہوئے اور ہم نے کہا کہ زیادتی مت کرو ہفتہ

السَّبْتِ وَأَخَذْنَا مِنْهُم مِّيثَاقًا غَلِيظًا ﴿١٥٤﴾ فَبِمَا نَقْضِهِم

کے دن میں اور ہم نے ان سے لیا قول مضبوط ان کو جو سزا ملی سو ان کی

مِّيثَاقَهُمْ وَكُفْرِهِم بِآيَاتِ اللَّهِ وَقَتْلِهِمُ الْأَنبِيَاءَ بِغَيْرِ حَقٍّ

عہد شکنی پر اور منکر ہونے پر اللہ کی آیتوں سے اور خون کرنے پر پیغمبروں کا ناحق

وَقَوْلِهِمْ قُلُوبُنَا غُلْفٌ ۚ بَلْ طَبَعَ اللَّهُ عَلَيْهَا بِكُفْرِهِمْ فَلَا

اور اس کہنے پر کہ ہمارے دل پر غلاف ہے سو یہ نہیں بلکہ اللہ نے مہر کر دی انکے دل پر کفر کے سبب سو

يُؤْمِنُونَ إِلَّا قَلِيلًا ﴿١٥٥﴾ وَبِكُفْرِهِمْ وَقَوْلِهِمْ عَلَىٰ مَرْيَمَ بُهْتَانًا

ایمان نہیں لاتے مگر کم اور ان کے کفر پر اور مریم پر بڑا طوفان باندھنے پر

عَظِيمًا ﴿١٥٦﴾ وَّقَوْلِهِمْ إِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيحَ عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ

اور ان کے اس کہنے پر کہ ہم نے قتل کیا مسیح عیسٰے مریم کے بیٹے

رَسُولَ اللّٰهِ ۚ وَمَا قَتَلُوهُ وَمَا صَلَبُوهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ ۚ وَإِنَّ

جو رسول تھا اللہ کا اور انہوں نے نہ اس کو مارا اور نہ سولی پر چڑھایا ولیکن وہی صورت بن گئی انکے آگے اور جو

الَّذِينَ اخْتَلَفُوا فِيهِ لَفِي شَكٍّ مِّنْهُ ۚ مَا لَهُمْ بِهِ مِنْ عِلْمٍ إِلَّا

لوگ اس میں مختلف باتیں کرتے ہیں تو وہ لوگ اس جگہ شبہ میں پڑے ہوئے ہیں کچھ نہیں ان کو اس کی خبر صرف

اتِّبَاعَ الظَّنِّ ۚ وَمَا قَتَلُوهُ يَقِينًا ﴿١٥٧﴾ بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ إِلَيْهِ ۚ وَ

اٹکل پر چل رہے ہیں اور اس کو قتل نہیں کیا بیشک بلکہ اس کو اٹھا لیا اللہ نے اپنی طرف اور

كَانَ اللّٰهُ عَزِيزًا حَكِيمًا ﴿١٥٨﴾ وَإِنْ مِّنْ أَهْلِ الْكِتٰبِ إِلَّا

اللہ ہے زبردست حکمت والا اور جتنے فرقے ہیں اہل کتاب کے سو

لَيُؤْمِنَنَّ بِهِ قَبْلَ مَوْتِهِ ۚ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكُونُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا ﴿١٥٩﴾

عیسٰے پر یقین لاویں گے اس کی موت سے پہلے اور قیامت کے دن ہوگا ان پر گواہ

فَبِظُلْمٍ مِّنَ الَّذِينَ هَادُوا حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ طَيِّبٰتٍ أُحِلَّتْ

سو یہود کے گناہوں کی وجہ سے ہم نے حرام کیں ان پر بہت سی پاک چیزیں جو ان پر حلال

لَهُمْ وَبِصَدِّهِمْ عَنْ سَبِيلِ اللّٰهِ كَثِيرًا ﴿١٦٠﴾ وَّأَخْذِهِمُ

تھیں اور اس وجہ سے کہ روکتے تھے اللہ کی راہ سے بہت اور اس وجہ سے

الرِّبٰوا وَقَدْ نُهُوا عَنْهُ وَأَكْلِهِمْ أَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ ۚ

کہ سود لیتے تھے اور ان کو اس کی ممانعت ہو چکی تھی اور اس وجہ سے کہ لوگوں کا مال کھاتے تھے ناحق

وَأَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِينَ مِنْهُمْ عَذَابًا أَلِيمًا ﴿١٦١﴾ لٰكِنِ الرّٰسِخُونَ

اور تیار کر رکھا ہے ہم نے کافروں کے واسطے جو ان میں ہیں عذاب دردناک لیکن جو پختہ ہیں

فِي الْعِلْمِ مِنْهُمْ وَالْمُؤْمِنُونَ يُؤْمِنُونَ بِمَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ وَمَا

علم میں ان میں اور ایمان والے سو مانتے ہیں اس کو جو نازل ہوا تجھ پر اور جو

أُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ وَالْمُقِيمِينَ الصَّلٰوةَ وَالْمُؤْتُونَ الزَّكٰوةَ

نازل ہوا تجھ سے پہلے اور آفرین ہے نماز پر قائم رہنے والوں کو اور جو دینے والے ہیں زکوٰۃ کے

وَالْمُؤْمِنُونَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۭ اُولٰۗىِٕكَ سَنُؤْتِيْهِمْ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿۱۶۲﴾

اور یقین رکھنے والے ہیں اللہ پر اور قیامت کے دن پر سو ایسوں کو ہم دیں گے بڑا ثواب

یعنی بری باتوں کو ظاہراً اس کے لئے روا ہے جو مظلوم ہو۔ اور مجلس حکومت میں بیان کرے۔ یا قوم کی طرف مقدمہ لے جائے جب کہ مجلس انصاف نہ کرے۔ لیکن ان دو صورتوں کے علاوہ کسی قوم کے نقص کو بیان کرنا مناسب نہیں، بلکہ اس قوم کی خوبیاں بیان کرنی چاہیئں یعنی ان کی بری باتوں سے درگذر کریں۔ اس کی طرف اشارہ ہے ۱۴۵ میں ہے۔ اِنْ . . . . قدیرا۔ پس جو لوگ اس باطل کو شائع کرتے ہیں جو تمام مذاہب میں ثابت وموجود ہے۔ وہ انسانیت پر نہیں۔ بلکہ پکے کافر ہیں۔ اگرچہ وہ اپنے لئے اچھے القاب رکھ لیں اس کی طرف اشارہ ۱۶۰، ۱۰۱ میں ہے۔ ان الذین. . . . . عذابا مھینا۔ اہل کتاب یعنی یہود ونصاریٰ کی اجتماعیت اس قابل نہیں کہ وہ دین عمومی کی اقامت کریں۔ کیوں کہ وہ کہتے ہیں نؤمن ببعض و نکفر ببعض پس قاری اس بات کو یاد رکھے کہ انبیا نے کسی کتاب کے متعلق یہ تصریح نہیں کی اور کتب الہیہ میں سے کسی کتاب کے متعلق یہ تصریح نہیں پائی جاتی۔ لہذا تمام مذاہب الہیہ پر ایمان لانا ضروری ہے

اس کی طرف اشارہ ۱۰۲ میں ہے۔ والذین الخ

مسئلہ یہ لوگ جو اللہ اور اس کے رسولوں میں فرق پیدا کر رہے ہیں اور جدائی ڈال رہے ہیں ان میں سے ایک جماعت سوال کرتی ہے کہ ان پر آسمان کی طرف کوئی کتاب نازل کی جائے۔ ان کی منشا اس سوال سے یہ ہے کہ وہ نبی پر ایمان نہ لائیں جب بھی وہ حجت فاسدہ کر رہے ہیں۔ یہ موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ سے ہمیشہ انبیاء اللہ کا انکار کرتے چلے آئے ہیں۔ لہذا ان کا یہ سوال بھی کوئی انوکھا اور اچنبا نہیں؟ نبی سے سوال کرنے والے یہ یہودی مدینہ کے تھے اس کی طرف اشارہ ۱۰۲ تا ۱۰۵ میں ہے

یسئلک یعنی صرف یہود مدینہ سوال کرتے ہیں۔ تمام اہل کتاب نہیں۔ وہ سوال کرتے ہیں کہ ان پر کوئی آسمان سے کتاب نازل کی جائے۔ اللہ نے ان کی طبیعت زمانہ موسیٰ سے جو تھی بیان کردی ہے اور اللہ نے اپنی اس بات پر اتمام کیا ہے فلا یؤمنون الا قلیلا ۱۰۵ یعنی یہ لوگ اپنے کفر

یعنی یہ لوگ اپنے کفر اور اپنے ظلم کے سبب بہت تھوڑے ایمان لائیں گے۔ ان کے کفر کی تفصیل ۱۵۹ تک ہے۔ اور ظلم کی تفصیل ۱۶۰ میں ہے اور اخذ ربا کا ذکر اور اس سے منع کرنا یہ ۱۶۰، ۱۶۱ میں مذکور رہے ان کفار کا ذکر اللہ نے تک ختم کیا ہے۔ لیکن ان میں بعض لوگ حق پر بھی ہیں جن کا ذکر ۱۶۲ یعنی لکن الراسخون ... اجراً عظیماً ۱۶۲ اور یہ اس فصل کا جزو ثانی ہے اس کی ابتدا ۱۶۲ سے ہوتی ہے۔ یہ لوگ تجھ پر نازل شدہ کتاب اور تجھ سے پہلے کتب نازلہ پر ایمان لائیں ہیں۔ اور شرح میں اضافہ کیا گیا ہے۔ کہ دین تمام ایک ہے۔ اس کا ذکر ۱۶۳ میں ہے۔

إِنَّآ أَوْحَيْنَآ إِلَيْكَ كَمَآ أَوْحَيْنَآ إِلَىٰ نُوحٍ وَٱلنَّبِيِّـۧنَ مِنۢ بَعْدِهِۦ ۚ وَأَوْحَيْنَآ

ہم نے وحی بھیجی تیری طرف جیسے وحی بھیجی نوح پر اور ان نبیوں پر جو اس کے بعد ہوئے اور وحی بھیجی

إِلَىٰٓ إِبْرَٰهِيمَ وَإِسْمَٰعِيلَ وَإِسْحَٰقَ وَيَعْقُوبَ وَٱلْأَسْبَاطِ وَعِيسَىٰ

ابراہیم پر اور اسماعیل پر اور اسحٰق پر اور یعقوب پر اور اس کی اولاد پر اور عیسیٰ پر

وَأَيُّوبَ وَيُونُسَ وَهَٰرُونَ وَسُلَيْمَٰنَ ۚ وَءَاتَيْنَا دَاوُۥدَ زَبُورًا ﴿١٦٣﴾

اور ایوب پر اور یونس پر اور ہارون پر اور سلیمان پر اور ہم نے دی داؤد کو زبور

وَرُسُلًا قَدْ قَصَصْنَٰهُمْ عَلَيْكَ مِن قَبْلُ وَرُسُلًا لَّمْ نَقْصُصْهُمْ

اور بھیجے ایسے رسول کہ جن کا احوال ہم نے سنایا تجھ کو اس سے پہلے اور ایسے رسول جن کا احوال نہیں سنایا

عَلَيْكَ ۚ وَكَلَّمَ ٱللَّهُ مُوسَىٰ تَكْلِيمًا ﴿١٦٤﴾ رُّسُلًا مُّبَشِّرِينَ وَ

تجھ کو اور باتیں کیں اللہ نے موسیٰ سے بول کر بھیجے پیغمبر خوشخبری اور

مُنذِرِينَ لِئَلَّا يَكُونَ لِلنَّاسِ عَلَى ٱللَّهِ حُجَّةٌۢ بَعْدَ ٱلرُّسُلِ ۚ

ڈر سنانے والے تاکہ باقی نہ رہے لوگوں کو اللہ پر الزام کا موقع رسولوں کے بعد

وَكَانَ ٱللَّهُ عَزِيزًا حَكِيمًا ﴿١٦٥﴾ لَّٰكِنِ ٱللَّهُ يَشْهَدُ بِمَآ أَنزَلَ

اور اللہ زبردست ہے حکمت والا لیکن اللہ شاہد ہے اس پر جو تجھ پر نازل کیا

اِلَيْكَ اَنْزَلَهٗ بِعِلْمِهٖ ۚ وَالْمَلٰٓئِكَةُ يَشْهَدُوْنَ ۭ وَكَفٰى بِاللّٰهِ

یہ کہ نازل کیا اپنے علم کے ساتھ اور فرشتے بھی گواہ ہیں اور اللہ کافی ہے

شَهِيْدًا ﴿۱۶۶﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ قَدْ

حق ظاہر کرنیوالا جو لوگ کافر ہوئے اور روکا اللہ کی راہ سے وہ

ضَلُّوْا ضَلٰلًا بَعِيْدًا ﴿۱۶۷﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَظَلَمُوْا لَمْ يَكُنِ

بہک کر دور جا پڑے جو لوگ کافر ہوئے اور حق دبا رکھا ہرگز

اللّٰهُ لِيَغْفِرَ لَهُمْ وَلَا لِيَهْدِيَهُمْ طَرِيْقًا ﴿۱۶۸﴾ اِلَّا طَرِيْقَ جَهَنَّمَ

اللہ بخشنے والا نہیں ان کو اور نہ دکھلاوے گا ان کو سیدھی راہ مگر راہ دوزخ کی

خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ۭ وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًا ﴿۱۶۹﴾ يٰٓاَيُّهَا

رہا کریں اس میں ہمیشہ اور یہ اللہ پر آسان ہے اے

النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمُ الرَّسُوْلُ بِالْحَقِّ مِنْ رَّبِّكُمْ فَاٰمِنُوْا خَيْرًا

لوگو تمہارے پاس رسول آچکا ٹھیک بات لے کر تمہارے رب کی سو مان لو تاکہ بھلا ہو

لَّكُمْ ۭ وَاِنْ تَكْفُرُوْا فَاِنَّ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ وَ

تمہارا اور اگر نہ مانو گے تو اللہ کا ہے جو کچھ ہے آسمانوں میں اور زمین میں اور

كَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ﴿۱۷۰﴾ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لَا تَغْلُوْا فِيْ

ہے اللہ سب کچھ جاننے والا حکمت والا اے کتاب والو مت مبالغہ کرو

دِيْنِكُمْ وَلَا تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ ۭ اِنَّمَا الْمَسِيْحُ عِيْسَى

اپنے دین کی بات میں اور مت کہو اللہ کی شان میں مگر پکی بات بیشک مسیح جو ہے عیسیٰ

ابْنُ مَرْيَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَكَلِمَتُهٗ ۚ اَلْقٰىهَآ اِلٰى مَرْيَمَ وَرُوْحٌ

مریم کا بیٹا وہ رسول ہے اللہ کا اور اس کا کلام ہے جس کو ڈالا مریم کی طرف اور روح ہے

مِّنْهُ ۡ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ ڤ وَلَا تَقُوْلُوْا ثَلٰثَةٌ ۭ اِنْتَهُوْا خَيْرًا

اس کے ہاں کی سو مانو اللہ کو اور اس کے رسولوں کو اور نہ کہو کہ خدا تین ہیں اس بات کو چھوڑو بہتر ہوگا

لَكُمْ ۭ اِنَّمَا اللّٰهُ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۭ سُبْحٰنَهٗٓ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗ وَلَدٌ ۘ

تمہارے واسطے بیشک اللہ معبود ہے اکیلا اس کے لائق نہیں ہے کہ اس کی اولاد ہو

لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا ﴿۱۷۱﴾

اسی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اور کافی ہے اللہ کارساز

لَنْ يَّسْتَنْكِفَ الْمَسِيْحُ اَنْ يَّكُوْنَ عَبْدًا لِّلّٰهِ وَلَا الْمَلٰۗىِٕكَةُ

مسیح کو اس سے ہرگز عار نہیں کہ وہ بندہ ہو اللہ کا اور نہ فرشتوں کو

الْمُقَرَّبُوْنَ ۭ وَمَنْ يَّسْتَنْكِفْ عَنْ عِبَادَتِهٖ وَيَسْتَكْبِرْ فَسَيَحْشُرُهُمْ

جو مقرب ہیں اور جس کو عار آوے اللہ کی بندگی سے اور تکبر کرے سو وہ جمع کریگا

اِلَيْهِ جَمِيْعًا ﴿۱۷۲﴾ فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَيُوَفِّيْهِمْ

ان سب کو اپنے پاس اکٹھا پھر جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے عمل کئے اچھے تو ان کو پورا دیگا

اُجُوْرَهُمْ وَيَزِيْدُهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ۚ وَاَمَّا الَّذِيْنَ اسْتَنْكَفُوْا

ان کا ثواب اور زیادہ دے گا اپنے فضل سے اور جنہوں نے عار کی

وَاسْتَكْبَرُوْا فَيُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا اَلِــيْمًا ڏ وَّلَا يَجِدُوْنَ

اور تکبر کیا سو ان کو عذاب دے گا عذاب دردناک اور نہ پاویں گے

لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ﴿۱۷۳﴾

اپنے واسطے اللہ کے سوا کوئی حمایتی اور نہ مددگار

یہ ایک ہی سلسلہ نوح علیہ السلام سے آرہا ہے۔ ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم تک اور ان کے ساتھ دوسرا سلسلہ ہے جس کا اشارہ ۱۶۴ میں ہے۔ دسلاً ان کا ذکر نوح کے بعد کیا گیا ہے ودسلاً لم نقصصھم یہ صابئہ مراد ہیں۔ ان کا ذکر نہ تورات میں ہے نہ انجیل میں نہ قرآن میں اور ان کا اتصال حنفا سے نوح علیہ السلام کے اوپر ہے۔ کلم اللہ موسی الخ رسولوں کی تمثیل ہے کہ اللہ اپنے رسولوں سے مختلف طریقوں سے کلام کرتا ہے۔ دسلاً مبشرین ۱۶۵ اور ۱۶۶ میں یہ حجت ہے۔ کیوں کہ لوگ نہ سارے کے سارے بنی اسرائیل ہیں۔ نہ حنفا ہیں۔ رسول حنفا میں مبعوث ہوئے۔ اور بنی اسرائیل میں اس لئے گیا ان کے علاوہ سے

حجت رفع ہو جاتی ہے ؟ اور بنی اسرائیل و حنفاء کے علاوہ لوگوں نے انبیاء کو سنا دیکھا نہیں تھا ؟ جواب نہیں ! بلکہ ان میں بھی رسل آئے لوگوں کو اللہ پر حجت کرنے کا موقعہ ہی نہیں ملا ۔ کیونکہ اس نے اپنے رسول تمام لوگوں میں بھیج دیئے ہیں ۔ وَکان اللہ ... عزیزاً حکیماً ۔ ایران کے مسلم حکماء مثلاً جلال الدین دوانی زردشت کی نبوت پر ایمان رکھتے تھے ۔ اور ہند کے مسلم حکماء انبیاء ہند کا ایمان رکھتے تھے ۔ اور اب ہند کے مسلمان جوان اپنے ایمان موسیٰ علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام کے بعد زرتشت ، کرشن رام ، بدھ ، سقراط سب پر ایمان کی تصریح کرتے ہیں ۔ اور جاہل اہل کلام کی مخالفت کی پرواہ نہیں کرتے ۔ پس ان سب پر ایمان لائے بغیر اہل علم حکمت قرآن کو جان ہی نہیں سکتے ۔ اور ایمان لا ہی نہیں سکتے اگر ہم یہ عقیدہ رکھیں کہ حنفاء کا سلسلہ دوسروں سے افضل ہے ۔ تو اس کی تصریح اللہ تعالیٰ نے اس طرح کی ہے ۔ تلک الرسل فضلنا الخ یعنی قرآن کا مقصد یہ ہے کہ سب انبیاء پر ایمان لائیں ۔ اس کی طرف اشارہ ہے ۱۶۶ میں ہے لکن اللہ یشھد الخ یہ حظیرۃ القدس میں امر متقرر ہے اور جو اس کی مخالفت کریں وہ کافر ہیں ان کا راستہ سوائے جہنم کے اور کوئی نہیں ۔ اس کی طرف اشارہ ۱۶۷ سے ۱۶۹ تک ہے ۔

ان الذین کفروا ۔۔۔۔ علے اللہ یسیرا یہ حکم ان اہل کتاب کی طرف رجوع کرتا ہے جو تمام انبیاء پر ایمان لانے کے طریقہ سے منحرف ہیں ۔

فصل تاسع تمام شد

اس فصل کا تتمہ جن یہود کے کفر کی حکایت بیان کی گئی ہے ۔ ان کے ضمن میں مریم و مسیح کے متعلق تفصیل آتی ہے ۔ یہ تفصیل مقصود بالذات نہیں تھی ۔ تبعاً آئی ہے ۔ اس لئے ہم نے اسے آخر میں بیان کرنا چاہا ۔ جب کہ سیاق تمام ہو جائے ۔ ۱۵۶ میں وبکفرھم وقولھم انہوں نے مریم پر فاحشہ کا بہتان باندھا وہ اس بات کو نہیں دیکھتے کہ اس بات کا تعلق اور رجوع ایک دین کے امام کی طرف ہے اور وہ دین انبیاء اللہ کی کتابوں کو قائم کرنے والے دینوں میں سے ایک ہے ، یعنی نصرانیت بہت سے ایسے لوگ ہیں جو مسیح پر ایمان لائے ۔ اور دین بنی اسرائیل کی خدمت کی ، اس لئے ان پر سب کرنا جائز نہیں ۔ کیا یہ ان کی جانب سے کفر جماعت نہیں ہے ۔ جو جماعت جس کی انبیاء دعوت دیتے تمام انبیاء کے ساتھ اطمینان کی دعوت دیتی ہے نصاریٰ کو کافر بنانے کے بعد کیا مومن دین میں جمع ہو سکتے ہیں ؟

اور ان کا بہتان مریم پر ایسا ہی ہے جیسا کہ ان کا بہتان مسیح پر ہے ۱۵۷ میں وقولھم انا قتلنا المسیح اگر ہم فرض بھی کر لیں کہ مسیح کا خاندان بلند و برتر نہیں لیکن یہ تسلیم کئے بغیر نہیں رہ سکتے کہ ان سے تمام عمر تعلیم کو قائم کرنے کے لئے گذاری اور حواریوں میں سے بہتوں نے اسکی اتباع کی اور دنیا میں مسلسل اپنے اعمال سے تورات اور انجیل کی تعلیم کو دنیا میں قائم کرنے کیلئے تگ و دو کرتے رہے۔

حتی کہ انہوں نے اس قانون پر بادشاہتیں قائم کیں۔ مسیح علیہ السلام کے رسول اللہ ہونے پر یہ کافی دلیل ہے۔ کیا نزول قرآن کے زمانہ میں کوئی اس بات پر قادر ہے کہ وہ روما کی بادشاہت کا مذہب دین نصرانیت نہ سمجھے اور مسیح کو نصرانیت کا منبع نہ سمجھے؟ اور کیا اس کے رسول اللہ ہونے کا انکار کر سکتا ہے؟ کیا النصارٰی کے دشمنوں کی مشکوک کہانیاں، قصے نصارٰی کے متعلق اور مسیح کے متعلق قابل اعتماد ہیں؟ کیا اصلاح اجتماعیت کے پیغمبر کے متعلق مقابلہ کے دشمنوں کی لغویات معتبر ہیں؟ ہرگز نہیں! اس کی طرف اشارہ ہے انا قتلنا المسیح ابن مریم الخ پس اگر یہود یہ کہیں مسیح کی رسالت ثابت نہیں تو ان کے قول کی کوئی قیمت نہیں۔ وہ رسول اللہ ہے۔ اس وجہ سے کہ اس نے اجتماعیت انسانیت میں صحیح تعلیم کو نافذ کیا اور حق کے قیام کے لئے کوشش کی۔ اور اگر ہم یہ باتیں تسلیم کر لیں تو صابی انبیاؑ کی رسالت کا ثبوت بھی ہمارے پاس نہیں صرف آثار دیکھ کر ہم کہتے ہیں کیا ہم ان کی رسالتوں کی تکذیب کر سکتے ہیں! جب یہ نہیں ہو سکتا تو مسیح کی رسالت بھی یقیناً ثابت ہوتی ہے۔

اگر یہ خرافات اور مصنوعی کہانیوں کے ذریعہ اس کی رسالت کا انکار کرتے ہیں تو کیا وہ مریم پر بہتان باندھے ہوئے کو ثابت کر سکتے ہیں؟ اور جو ان فحشیات کو ثابت کرنے پر قادر نہیں اس کے لئے کیسے جائز ہے کہ وہ پاکدامن عورت پر بہتان لگائے۔ مریمؑ پر یہودیوں کا بہتان بہتان عظیم ہے۔ اس کو ثابت کرنے پر وہ قادر نہیں۔ اسی لئے جس یہودی نے مریمؑ کا واقعہ لکھا ہے وہ شرعی بہانے بنا کر اسے یوسف کے ساتھ منسوب کرتا ہے اس شبہ کے ظاہر کرنے کے بعد کسی کو یہ طاقت نہیں ہوئی کہ وہ ثابت بھی کر سکے۔

بس ان کا کفر پر اصرار اجتماعیت دینیہ کا انکار و کفر ہے اور یہ دعوت قرآنیہ کا ابطال ہے۔ پھر اسی طرح انکا قول انا قتلنا المسیح اسکو بھی ثابت نہیں کر سکتے۔ حالاں کہ یہودیوں کا فرض ہے کہ وہ ثابت کریں۔ اللہ نے ان کے دعویٰ قتل کی تردید کی اور فرمایا کہ ان کو شبہ واقع ہوا اور اس میں شک نہیں کہ یہ بات یہود و نصاریٰ میں شروع سے مشتبہ چلی آتی ہے اناجیل کے راویوں نے واقعہ کی روایت میں شبہ پیدا کیا ہے اور یہودیوں میں سے کسی نے انسانیت کو کوئی حجت پیش نہیں کی۔ ولکن شبہ لہم اس کی تفسیر بعد میں ہے۔ یعنی وان الذین اختلفوا الخ یہ انجیل کی روایتوں کے تعارض میں ظاہر ہے۔ ان کی ہمیشہ عادت صلب کے متعلق یہ تھی کہ جو سولی پر لٹکایا جاتا تھا وہ اس پر اٹھایا جاتا تھا۔ پس اناجیل کے راویوں نے اختلاف کیا ہے ایک راوی کہتا ہے کہ مسیح کی سولی اٹھائی گئی، اور دوسرا کہتا ہے نہیں؟ پہلے مسیح بیشک اٹھایا گیا اور راستے میں ایک دوسرے آدمی کو پکڑ لیا اور اس کو سولی دی پس اگر کوئی دیا گیا ہے تو وہ مسیح یقیناً نہیں۔ بلکہ شک واقع ہو گیا۔ اللہ کے قول کا معنی ظاہر ہے کہ جنہوں نے اختلاف کیا ہے وہ شک میں ہیں۔ پھر وہ ایک کو دوسری روایت پر ترجیح دیتے ہیں۔ یا تطبیق دیتے ہیں۔ صلب کو صحیح ثابت کرنے کے لئے۔ یہ تمام باتیں ان کے گمان اور شبہات ہیں۔ اور تاویلات ہیں۔ اللہ کا قول صادق ہے۔ وما الہم...... یقیناً۔ اس لئے یہود و نصاریٰ کے قصوں کی ضرورت نہیں۔ ان کا شرح قرآن کے متعلق کذب متواتر چلا آرہا ہے۔

مفسرین نے ایک قصہ بنا دیا اور مسلمان اس پر ایمان لائے کہ مسیح رفع کر لیا گیا اور اس کا ایک حواری اسکی صورت بن گیا۔ ہم کو اس بات کی تصدیق یا تکذیب کی ضرورت نہیں۔ جو کچھ قرآن نے حکایت بیان کی ہے وہی اناجیل میں ہے۔ بل رفعہ اللہ یہ کلمہ قرآن میں ایک بار مستعمل نہیں ہوا بلکہ اس کلمہ کی بہت سی مثالیں اور نظائر ہیں

جیسے اجتماعیت میں مقام عالی حاصل ہو تو

قرآن اسے رفع کے ساتھ موصوف کرتا ہے۔ ہمارا ایمان ہے کہ اللہ نے مسیح کا درجہ بلند کیا۔ اب ہم موسیٰ اور ابراہیم کی تعلیمات نہیں جان سکتے جب تک کہ ابن مریم کی اتباع نہ کریں۔ یقیناً اللہ نے اس کا مقام بلند کیا (یہی رفع کا معنی ہے) نیز ہمیں یہ ضرورت نہیں کہ قرآن کی تفسیر میں اس کے رفع جسمانی کے قائل ہوں۔ اہل متکلمین ہماری مخالفت کرتے ہیں تو یہ اختلاف آج کا نہیں بلکہ شروع سے اسلام میں چلا

آرہا ہے وان من اھل الکتٰب الا لیؤمنن بہ قبل موتہ نسفی نے بہ کی ضمیر کا مرجع اللہ یا محمدؐ کی طرف کیا ہے اور دوسری ہا ضمیر کا مرجع کتابی کی طرف کیا ہے وان من اھل الکتاب کا تعلق ۴ ۱۵۲ یسئلک اھل الکتٰب سے ہے۔ یعنی ان سائلین میں بعض وہ بھی ہیں جو ایمان لائیں گے الخ ہمارا اس آیت کے متعلق خاص مطالعہ ہے کہ یہود مدینہ کے ان سائلین میں ایسا کوئی نہ رہے گا جو موت سے پہلے نبی پر ایمان نہ لائے۔

یہاں ایمان ہمارے نزدیک عام ہے خواہ وہ صدقِ قلب سے ہو یا بصورت خضوع جب کہ وہ مقہور و مجبور ہو جائیں۔ پس جو بادشاہ کے حکم کی اطاعت کرے۔ اگرچہ وہ ناخوشی سے ایمان ہو جائز ہے کہ اسے کہہ سکیں کہ وہ ایمان لے آیا۔ موتہٖ کی ضمیر کتابی کی طرف ہے۔ اور ممکن ہے کہ موتہ کی ضمیر کا مرجع نبی کی طرف ہو۔ یسئلک اہل الکتٰب اس میں ذکر نبی موجود ہے ولیؤمنن کا مرجع نسفی نے نبی کی طرف کیا ہے۔ تو اس کا مطلب ہوا کہ قبل موتِ نبی حجاز کے یہود ایمان لے آئیں گے۔ یعنی حکمِ نبی قبول کریں گے۔ طوعًا یا کرھًا۔ اخراجًا یا اماتۃً۔ پس اس طرح ہمیں ضرورت نہیں رہتی کہ نزولِ مسیح قبول کریں۔ اور یہ کہیں کہ اس پر اہل کتاب ایمان لائیں گے۔ اور یہ کہیں کہ کتاب اللہ میں یہ نص ثابت ہے۔ جس طرح بعض لوگ اپنے استنباط اور اپنی رائے کے موافق اس کا مفہوم لیتے ہیں ہم انہیں ترک کرتے ہیں۔ اگر ہم اقوام کے مجتمع میں کھڑے ہو کر دعوت الی القرآن دیں تو ہمیں یہ کوئی نہیں کہہ سکتا کہ تم حکومت قرآن کے لئے مسیح کے منتظر ہو اور ہم (عیسائی وغیرہ) بھی مسیح کے منتظر ہیں، اور تم بھی ہمارے ساتھ اس کی انتظار کرو

میری بات ان سے یہ ہوئی ہے کہ مسلمانوں کے چند گروہ مسیح کی آمد کے منتظر ہیں۔ لیکن یہ حکمِ قرآن نہیں۔ میں تمہیں سوائے قرآن کے کسی اور چیز کی دعوت نہیں دیتا۔ اور ہم نے تجربہ کیا ہے کہ ہم یہ صحیح سمجھیں کہ ہم مسیح کا انتظار کرتے ہیں تو ہم دعوت قرآنیہ نہ مسلمانوں کو دے سکتے ہیں نہ غیر مسلموں کو۔ ہم اللہ کا حمد کرتے ہیں کہ تفسیر قرآن پر قادر ہیں۔ اور اس میں اس کا ذکر نہیں، (یعنی انتظار[علہ] مسیح یا آمد مسیح کا) ہم اسے اپنے پر اللہ کا فضل شمار کرتے ہیں (تتمہ تمام شد)

علہ انتظارِ مسیح علیہ السلام یا آمدِ مسیح کے متعلق مولانا سندھی کے نظریہ پر مکمل بحث سورۂ مائدہ کے اختتام کے بعد والے صفحات پر ملاحظہ فرمائیں۔ ——— محمد معاویہ

فصل عاشر

انذار بالانقلاب :- اجتماعیت صالحہ کو تمام دنیا کے لیے پیدا کرنا ۱۷۰ سے آخر سورۃ تک ۔

یاایها الناس الخ یعنی جس نظام کا اللہ ارادہ رکھتا ہے اور وہ حظیرۃ القدس میں ثابت ہو چکا ہے۔ اسی کے متعلق نبیؐ نے تمہیں خبر دی ہے۔ اگر تم اپنی اصلاح کرو گے اور اس کے موافق ہو گے تو وہ تمہارے لئے رحمت و راحت ہو گا۔ اور اس تعلیم کے خلاف تم اپنی اتباع مت کرو کیوں کہ انقلاب واقع ہونا ضروری ہے۔ اس کی طرف اشارہ ہے وان تکفروا ..... علیمًا حکیمًا میں ہے۔ ۱۷۱ حنفاء کیلئے اجتماعیت میں اس تعلیم کے حاصل کرنے کے لئے مانع عظیم نصاریٰ کا غلو ہے جو وہ اپنے دین میں کرتے ہیں۔ اور حنفاء انقلاب اوّل میں شامل ہیں۔ یعنی پہلے انقلاب ان میں آئے گا۔ نصاریٰ کا غلو یہ ہے کہ وہ تثلیثات کا عقیدہ رکھتے ہیں۔ اور اس کی بنیاد یہ ہے کہ وہ اللہ کا لڑکا ثابت کرتے ہیں۔ انہوں نے اجتماعیت انسانیت کا معنی فاسد کیا ہے، کیوں کہ تناسل اور توالد نوع بشر اور نوع حیوان میں ہوتا ہے فقط جب وہ اس تناسل و توالد کو مقدسین اور اللہ کے لئے ثابت کرتے ہیں اور وہ حظیرۃ القدس کا تصور فاسد کرتے ہیں۔ اور وہ ملأ اعلیٰ اور حظیرۃ القدس کو بھی گناہوں کے ساتھ ملوث قرار دیتے ہیں، حالاں کہ یہ طبعی گناہ بشریت کے لئے ہیں۔ اور اس سے منبع انسانیت مکدر ہو جاتا ہے اور اس کی اصلاح لازم ہے۔ کیوں کہ حظیرۃ القدس کی نوع انسانی کے ساتھ نسبت ایسی ہے جیسے دماغ، اس کی طرف اشارہ ہے۔ یاھل الکتاب یہ حق ہے اور اس کا معنی یہ ہے کہ مسیح عیسے بن مریم اللہ کا رسول ہے اور اللہ کا کلمہ ہے اور روح ہے۔ اسے رسولوں سے جدا نہ سمجھو اس کی طرف اشارہ ہے فامنوا باللہ میں۔ اس کے بعد تثلیث کی قیامت کی طرف اشارہ ہے کہ اس طرح سمٰوٰت اور ارض کی مملوکیت خداوندی کا تصور باطل ہو جاتا ہے۔ اس کی طرف اشارہ ہے ولا تقولوا ثلاثۃ بعض لوگ جہالت سے یہ خیال کرتے ہیں کہ مسیح کی عبودیت کا اثبات اور ولایت سے اس کا اخراج اس کی حقارت شان پر دال ہے اس خیال کی تردید کے لئے اشارہ ہے ۱۷۲ لن یستنکف المسیح الخ بلکہ اس کا بندۂ خدا ہونا اس کے لئے شرف ہے۔ ورنہ یہ قول اس کی تعلیم کے خلاف ہو گا۔ اس کی طرف اشارہ ہے ومن یستنکف الخ جو لوگ استنکاف کریں گے انہیں خدا عذاب دے گا۔

اس کی طرف اشارہ ہے ۱۷۳ میں ہے ولا نصیرا الخ اللہ تعالیٰ نے عقیدہ انسانی سے یہ غلو دور کیا تاکہ اجتماعی تعلیم بھی تاثیر واقع ہو۔ اور یہ تاثیر پیدا کرنے کے لئے اس غلو کو دور کرنا فرض ہے۔ لہٰذا اگر وہ اس تعلیم کے مطابق اصلاح کریں تو اللہ کی رحمت و فضل کے مستحق ہوں گے۔ یہ آخر آیت ہے۔

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمْ بُرْهَانٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَاَنْزَلْنَآ

اے لوگو تمہارے پاس پہنچ چکی تمہارے رب کی طرف سے سند اور اتاری ہم نے

اِلَيْكُمْ نُوْرًا مُّبِيْنًا ﴿۱۷۴﴾ فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَاعْتَصَمُوْا

تم پر روشنی واضح سو جو لوگ ایمان لائے اللہ پر اور اس کو مضبوط پکڑا

بِهٖ فَسَيُدْخِلُهُمْ فِيْ رَحْمَةٍ مِّنْهُ وَفَضْلٍ ۙ وَّيَهْدِيْهِمْ اِلَيْهِ

تو ان کو داخل کرے گا اپنی رحمت میں اور فضل میں اور پہنچا دے گا ان کو اپنی طرف

صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا ﴿۱۷۵﴾ يَسْتَفْتُوْنَكَ ۭ قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيْكُمْ فِي

سیدھے راستہ پر حکم پوچھتے ہیں تجھ سے سو کہہ دے اللہ حکم بتاتا ہے تم کو

الْكَلٰلَةِ ۭ اِنِ امْرُؤٌا هَلَكَ لَيْسَ لَهٗ وَلَدٌ وَّلَهٗٓ اُخْتٌ فَلَهَا

کلالہ کا اگر کوئی مرد مر گیا اور اس کے بیٹا نہیں اور اس کی ایک بہن ہے تو اسکو

نِصْفُ مَا تَرَكَ ۚ وَهُوَ يَرِثُهَآ اِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهَا وَلَدٌ ۭ فَاِنْ

پہنچے آدھا اس کا جو چھوڑ مرا اور وہ بھائی وارث ہے اس بہن کا اگر نہ ہو اسکے بیٹا پھر اگر

كَانَتَا اثْنَتَيْنِ فَلَهُمَا الثُّلُثٰنِ مِمَّا تَرَكَ ۭ وَاِنْ كَانُوْٓا اِخْوَةً

بہنیں دو ہوں تو ان کو پہنچے دو تہائی اس مال کا جو چھوڑ مرا اور اگر کئی شخص ہوں اسی

رِّجَالًا وَّنِسَآءً فَلِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ ۭ يُبَيِّنُ اللّٰهُ

رشتہ کے کچھ مرد اور کچھ عورتیں تو ایک مرد کا ہے حصہ برابر دو عورتوں کے بیان کرتا ہے اللہ

لَكُمْ اَنْ تَضِلُّوْا ۭ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۱۷۶﴾

تمہارے واسطے تاکہ تم گمراہ نہ ہو اور اللہ ہر چیز سے واقف ہے

سورۃ کے آخر میں کلالہ کی آیت ہے، اس میں تنبیہ ہے کہ جس اجتماعیت کے متعلق سورۃ النساء میں بحث ہے اگرچہ بصورت قومیہ و عالمیہ ہے۔ لیکن اس کا رخ "تدبیر منزل" کی طرف۔ یہ بات ہم نے حجۃ اللہ البالغہ میں سمجھی ہے۔ کہ انقلاب اسلام میں حکمت یہ ہے کہ یہ امپریلزم کی تردید کے لئے آیا ہے۔ اور قومیات کے لئے اجتماعیت صالحہ متوسط کو پیدا کرنے کے لئے آیا ہے۔

مسئلہ نفی مواریث:۔ کلالہ کے متعلق بہت اختلاف واقع ہوا ہے۔ ہم قول صدیق کو ترجیح دیتے ہیں۔ ہمارے لئے ان اختلافات مسائل سے اعراض کرنے میں خاص مطالعہ ہے۔ ہم ضروری سمجھتے ہیں کہ انسان حکومتِ قومیہ صالحہ مبنی بر شوریٰ کا عضو ہو۔ اور جب کوئی قوم ہماری طرح سوچے گی تو وہ حکومت پیدا کرنے کے لئے مصروف ہوگی اور اس کی قوت دماغیہ ان اختلافات کی تفصیل میں اس مطلب کے لئے خراب نہ ہوگی۔ جب آدمی حکومت قومیہ متوارثیہ میں ہوگا تو اور اختلاف شکوک پیدا کرے تو وہ حکومت کی قوت متشاورہ کے سامنے لے جائے۔ اگر وہ قدرت اختلاف نہ رکھے تو اس کی اتباع کرے، اس طرح اختلافاتِ فرعیہ میں قوم کی پھوٹ نہ ہوگی اور یہ تعریف کا باعث نہ ہوگا۔

بعض اہل علم غلطی کرتے ہیں جب وہ یہ کہتے ہیں کہ اختلافات فرعیہ میں پہلے فیصلہ کر لیا جائے اور حکومتِ قومیہ کی تنظیم بعد میں ہو۔ ان کا مرجع کتب فقہ اور کتب احادیث میں پہلے مشتغل ہونا ہے اور قرآن سے زیادہ فقہ و احادیث میں اشتغال ہے۔ حالاں کہ قرآن انسان کے ذہن میں حکومت کی ضرورت پیدا کرتا ہے۔ ایسی حکومت جو قرآن کے حکم کے تابع ہو۔ جب انسان فقہ و احادیث میں مشغول ہو جائے گا۔ تو اس کا دماغ پریشان ہو جائے گا۔ اور ان فروعی اختلافات کا فیصلہ حکومت پیدا کرنے کے لئے ضروری سمجھیگا۔ اور یہ عقلیت فاسدہ ہے۔ کیوں کہ یہ فیصلے حکومت کے بعد ہونے چاہییں، حکومت سے پہلے نہیں اسی لئے ہم حکماء کو فقہاء پر مقدم کرتے ہیں۔

تمت سورۃ النساء

سُوْرَةُ الْمَائِدَة

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بیحد مہربان نہایت رحم والا ہے

اس میں بھی پہلے کی طرح اجتماعیت پر بحث ہے، فرق صرف یہ ہے کہ اجتماعیت کی بنا اکل وشرب پر اس میں زیادہ ہے۔ کیوں کہ حاجت انسانیہ نکاح کیطرح اکل وشرب میں بھی پائی جاتی ہے اکل وشرب ضروری ہے۔ اور اس سے استغنار ناممکن ہے، گویا سورۂ مائدہ کی مباحث سورۂ نسائکے لیئے اساس کا درجہ رکھتی ہیں۔ جب اجتماعیت میں عمومیت پیدا کی گئی تو اس کا شرف بھی بڑھ گیا گویا مائدہ میں سورۃ النساء سے زیادہ مکمل بحث ہوگی۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَوْفُوا بِالْعُقُودِ ۚ أُحِلَّتْ لَكُمْ بَهِيمَةُ

اے ایمان والو پورا کرو عہدوں کو حلال ہوتے تمہارے لیے جو پائے

الْأَنْعَامِ إِلَّا مَا يُتْلَىٰ عَلَيْكُمْ غَيْرَ مُحِلِّي الصَّيْدِ وَأَنْتُمْ حُرُمٌ ۗ

مویشی سوائے ان کے جو تم کو آگے سنائے جاویں گے مگر حلال نہ جانو شکار کو احرام کی حالت میں

إِنَّ اللَّهَ يَحْكُمُ مَا يُرِيدُ ① يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُحِلُّوا

اللہ حکم کرتا ہے جو چاہے اے ایمان والو حلال نہ سمجھو

شَعَائِرَ اللَّهِ وَلَا الشَّهْرَ الْحَرَامَ وَلَا الْهَدْيَ وَلَا الْقَلَائِدَ

اللہ کی نشانیوں کو اور نہ ادب والے مہینہ کو اور نہ اس جانور کو جو نیاز کعبہ کی ہو اور جن کے گلے

وَلَآ آٰمِّيْنَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنْ رَّبِّهِمْ وَ

میں پٹہ ڈال کر لے جاویں کعبہ کو اور نہ آنے والوں کو حرمت والے گھر کیطرف جو ڈھونڈتے ہیں فضل اپنے رب کا اور

رِضْوَانًا ؕ وَاِذَا حَلَلْتُمْ فَاصْطَادُوْا ؕ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ

اس کی خوشی اور جب احرام سے نکلو تو شکار کر لو اور باعث نہ ہو تم کو اس قوم کی دشمنی جو کہ تم کو

اَنْ صَدُّوْكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اَنْ تَعْتَدُوْا ۘ وَتَعَاوَنُوْا

روکتی تھی حرمت والی مسجد سے اس پر کہ زیادتی کرنے لگو اور آپسمیں

عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى ۪ وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ ۪

مدد کرو نیک کام پر اور پرہیزگاری پر اور مدد نہ کرو گناہ پر اور ظلم پر اور ڈرتے رہو اللہ سے بیشک

وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ (۲)

اللہ کا عذاب سخت ہے

یعنی ایفائے عقد۔ انسان عقد کا تحصیل معاش کے لئے ضرورت مند ہے۔ اور عقد اشتراک مع الجنس کیساتھ ہوتا ہے۔ اشتراک عقد و ایفا کے بغیر تمام نہیں ہوتا۔ پس انسان جب زندگی گذارنے کا ارادہ کرتا ہے تو وہ ایفاء عقد کا عزم کرتا ہے۔ اور اسے تقاضائے ایمان سمجھتا ہے۔ اور تجلی عقل و قلب ان کے اکمل و احسن مظاہر ہوتے ہیں۔ جس طرح ابتدائے اجتماعیت میں ایفاء عقود کا ضرورتمند ہے اسی طرح وہ ایک حالت میں آکر اعلیٰ درجات تک نوع اجتماعیت میں ایفائے عقود کا ضرورتمند ہے۔

یہ بات حنفاء پر ظاہر ہے کہ تکمیل اجتماعیت مساجد ابراہیم کو مرکز بنانے کے بغیر ممکن نہیں۔ اور عرب میں تکمیل اجتماعیت مسجد حرام کی مرکزیت کے بغیر ممکن نہیں۔ گویا مسجد حرام کے گرد اجتماع قرآنی زمانہ میں، عام حنفاء کے لئے اعلیٰ اجتماع ہے۔ اور مسجد حرام کے احترام میں بھی وہ ایفائے عقود کا ضرورتمند ہے۔ جس کا عقد امام ملت نے مع اپنے اتباع کے کیا تھا۔

گویا ایفائے عقود ابتداء اور انتہاء دونوں کے لحاظ سے روح اجتماعیت ہے۔ اس کی طرف اشارہ ہے احلت لکم الخ احرام کے وقت شکار کا حرام ہونا۔ امام ملت کی اتباع میں عقود لازمہ میں سے ہے۔

یاایھا الذین امنوا لاتحلوا الخ اشارہ ہے کہ ایفائے عقود تمام فضائل کو مکمل کرتا ہے۔ پس پہلی بات یہ

ہے کہ حرمت شعائر اللہ کی ہتک نہ کی جائے۔ یعنی مسجد حرام اور اس کے مضافات صفا مروہ اور جو کچھ بھی اجتماع کے ساتھ تعلق رکھتی ہیں۔ مثلاً شہر حرام، ہدی قلائد وغیرہ ان میں کسی کی ہتک نہ کی جائے۔ اور جو شخص حج کا احرام باندھے اس کے لئے ایفاء عقود کے سلسلہ میں یہ تمام باتیں پہلے پیش آئیں گی۔ اس کی طرف اشارہ ہے ولا تحلوا تا الحرام میں، و یبتغون تا و رضوانا۔ شعائر اللہ وغیرہ میں سے محرمات کی تحریم کی حکمت بیان کی گئی ہے۔ یعنی بات صرف یہاں تک نہیں کہ برکات اخرویہ حاصل ہوں بلکہ مقصد اس اجتماع سے یہ ہے کہ فضل اللہ اور اس کی رضا حاصل کی جائے۔ انسان اجتماع ناقص میں اپنی کوشش و محنت سے اکتساب رزق سو روپے ماہوار سے کرتا ہے، وہی انسان اسی محنت سے اجتماع تام میں ہزار روپے ماہوار حاصل کرتا ہے جونہی اجتماع ترقی کرتا جائے گا اس کی محنت کی قیمت بھی بڑھتی جائے گی۔ اور دوگنی ہوتی جائے گی۔ پس جو لوگ مرکز اجتماعی میں اجتماع رکھتے ہوں۔ اور ان کے اوپر کوئی مرکز نہیں گویا وہ اپنی مساعی کی قیمت دنیا میں ممکن سے زیادہ حاصل کرتے ہیں۔ یہ ہے یبتغون فضلاً کا اور متجر للعالم سے یہی مراد ہے۔ پھر اس اجتماع وہ امام ملت کی اتباع تلاش کرتے ہیں۔ پس انہیں خدائی رضا ہو گی۔ کیوں کہ اس نے خدا کو دوست بنا لیا ہے۔ یہ حکمت ہے احرام کی جو اُن شعائر کے لئے کیا جاتا ہے۔ اور انسان احرام کی تکمیل پر قادر نہیں جب تک کہ وہ ایفائے عقود کا پکا ارادہ کرنے والا نہ ہو۔ اس سے ایفاء عقود کی منفعت اول معلوم ہوتی ہے۔

فاذا حللتم فاصطادوا الخ یہ خصوصی قید شرط تھی۔ اور یہ ٹھیک نہیں کہ انسان کی زندگی بھر یہ پابندی عام کر دی جائے اس لئے اس قید کو ختم کرنا لازم ہے۔ جب مسجد حرام میں پہنچیں تو وہ اجتماعیت میں عالی مقام تک ترقی کریں۔ یہ فاصلہ احلال و احرام میں ضروری ہے اور اس آیت فاذا حللتم فاصطادوا میں یہی اشارہ ہے۔ شکار کرنے کی صورت بطور مثال کے ہے حالاں کہ سب حلال چیزیں اس وقت حلال ہو جاتی ہیں۔ اور یہ شعائر عمل مخصوص سے خاص ہیں غرض یہ ہے کہ دماغ میں مرکز کا احترام قائم ہو جائے، اور اجتماعیت مرکز کے ارتکاز کے تمام نہیں ہو سکتی۔ نماز کے وقت استقبال قبلہ میں بھی یہی راز ہے۔ اور یہ ارتکاز ہی تک محدود نہیں بلکہ تحصیل کمال کا ایک راستہ ہے اور اس راستہ سے بہتر اور قریب تر انسانیت کے لئے کوئی اور نہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ فصل بین الحالین شکار کرنے سے کیا گیا ہے

اس طرح انسان کو متوجہ کیا گیا ہے کہ وہ وسیلہ سے فارغ ہو گیا ہے اور مقصد کی طرف انتہائی توجہ سے متوجہ ہو اس کی طرف اشارہ وتعاونوا علی البر والتقوی میں ہے۔ اجتماع کا یہی مقصود ہے اور برّ کا معنی البقرہ میں اجتماعیت متوسطہ کی ابتدا میں گزر چکا ہے۔ اس اجتماعیت کی تعمیم میں تعاون کرنا یہی اجتماع سے مقصود ہے۔ بقرہ (۱۷۷) میں برّ کا معنی گذر گیا ہے۔ تقوی سے مراد اقامت عدل واحسان ہے۔ اس کی ہم نے کئی بار شرح کی ہے گویا اقامت عدل میں تعاون کرنا ہی مقصد ہے۔ اور اس طرح سے اجتماعیت عالیہ تقوی کو قائم کرتی ہے نہ کہ امپیریلزم کو۔ اور اس اجتماعیت عالیہ کا حاکم سوائے خدائے واحد کے کوئی نہیں۔ اس کا کوئی شریک نہیں۔ اتباع کے لئے صرف ایک خلیفہ ہی نہیں بلکہ اس طرح تو امپیریلزم پیدا ہو جائیگا اور امپیریلزم اور خلافت میں اس صورت میں رسمی فرق رہے گا۔ درحقیقت وہ ایک چیز ہوں گے۔ مقصد یہ ہے کہ جماعت خلفاء قابل اطاعت ہے۔

ھوالذی جعل خلائف فی الارض۔۔۔۔ وعدﷲ المومنین۔۔۔۔ ان یستخلفھم۔ نبی مقبول فرماتے ہیں۔ ارحم امتی بامتی ابوبکر واشدھم فی امر اللہ عمر واحیاھم عثمان واقضاھم علی و اقرءھم ۔۔۔ واعلمھم بالحلال والحرام معاذ بن جبل۔ اس طرح اپنے باقی اصحاب کی جماعت کے فضائل ہیں اور وہ اجتماعیت کے پیشوا ہیں۔ حضرت ابن مسعود کا ذکر بھی کیا گیا ہے۔ یہ تمام خلفا ہیں اور حاکم اللہ وحدہٗ ہے۔ اور صرف ایک آدمی خدا کا خلیفہ ہو۔ اس کا اطلاق سوائے انبیاء کے ہمیں معلوم نہیں۔ مثلاً آدم، داؤد اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہر ایک اللہ کے خلیفہ ہیں اور اس حکم کا اطلاق انبیاء کے علاوہ کسی اور پر ہمارے خیال میں نہیں ہوا۔ اور اس لفظ کو جس طرح متاخرین مسلمانوں نے خلافت کی اصطلاح میں استعمال کیا ہے۔ اس کا مرجع امپیریلزم ہے۔ فقط رسمی طور پر امپیریلزم اور خلافت میں فرق کرتے ہیں۔ فقط۔

غرضیکہ یہ مرکز اقوام مسلمہ میں بر وتقوی پر تعاون قائم کرنا چاہتا ہے۔

تنبیہ:۔ عموماً اس پروپیگنڈا سے لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ اسلام قومیتوں کے منافی ہے۔ اور اقوام مسلمہ کو ایک قوم سمجھتا ہے۔ ہم خود ایک زمانہ تک اس طرح کی دعوت دیتے رہے۔ آخر کار ہمیں اپنی غلطی معلوم ہوئی کہ اس طرح تمام قومیتوں کو ایک قوم سمجھنا خیالی بات ہے۔ اس کا دنیا میں وجود نہیں اس پروپیگنڈے کا بطلان سورۂ حجرات سے ہمیں معلوم ہوا۔ یایھا الذین امنوا لایسخر قوم (۱۱)

تو کیسے ممکن ہے کہ اسلام قومیات کے منافی ہو۔ حالانکہ قوموں کے اختلاف کا ذکر اللہ نے قرآن پاک میں کیا ہے۔ اسی طرح سورۂ روم کی (۲۲) آیت میں ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وما ارسلنا من رسول الا بلسان قومہ یعنی اقوام کے اپنے اپنے طریقوں میں اور یہ اللہ کی شریعتوں میں مدنظر رہا ہے۔ وما ارسلناک الا رحمۃ للعٰلمین یعنی تمام اقوام کے لئے تو اسلام قومیات کا کس طرح منافی ہے۔

یہ فکر اپنے دماغ سے وہ لوگ پیدا کرتے ہیں جو فلسفہ الٰہیہ عقلیہ میں نظر کرتے ہیں ان پر توہم غالب آجاتا ہے اور وہ ایک فکر اساسی منظم کرتے ہیں۔ اور فردیت تک جا پہنچتے ہیں۔ حکمتِ اجتماعیت میں غور و فکر نہیں کرتے۔ اور اقوام اور قرآن عظیم کے درمیان علاقات طبیعیہ میں غور و فکر نہیں کرتے۔ اگر وہ اس میں تدبر کرتے تو وہ ان مطالب پر متنبہ ہو جاتے۔ ہم جانتے ہیں کہ انہوں نے اپنے اجتہاد میں غلطی کی ہے۔ لیکن انہوں نے ہمیں بہت موخر کر دیا ہے۔ پس اقوام کے لئے بر و تقویٰ میں تعاون کرنا اس دین کا موضوع ہے اور اس کو وہی سمجھ سکتا ہے جو فلسفہ اجتماعیۃ میں غور و فکر کرے اور صرف فلسفہ الٰہیہ میں نظر رکھنے والے فقط اقوام مقرر کرتے ہیں اور اجتماعیت میں فساد پیدا کرتے ہیں حالانکہ اجتماعیت شرائع الٰہیہ میں مقصود ہے ولا یجرمنکم شنآن الخ یہ اشارہ ہے کہ بر کا قیام اور بر و تقویٰ میں تعاون کا قیام کیا جائے۔ اسی واسطے تعاون کا مقدمہ بنایا گیا ہے۔ پس امپریلزم جسے اسلام منہدم کرتا ہے۔ اور حکومات عالیہ جسے اسلام پیدا کرنا چاہتا ہے۔ ان میں فرق یہ ہے کہ امپریلزم تعاون قائم کرنے والوں پر یعنی ان کے خلاف حاکم ہوتا ہے اور وہ حکومت جسے اسلام پیدا کرنا چاہتا ہے تعاون قائم کرنیوالوں کیلئے یعنی ان کے حق حکومت ہوتی ہے۔ اس فرق عظیم سے کئی صدیوں سے اسلامی حکومتیں غافل ہیں۔ لیکن جب بھی ہمارے عرف کے مطابق ایسی نئی حکومت بنی تو ہم ان شاء اللہ اسے تعلیم قرآنی کے مطابق کریں گے میں نے بعض امراء اسلام کو اس اصلاح کی دعوت دی لیکن وہ تیار نہ ہوئے اسلئے ہم بھی سست ہو گئے اور ہم نے سمجھا کہ غلط بنیاد سے بھلائی کی امید نہیں۔ البتہ جب ہم دعوت و تعلیم کو ابتدا سے عام کریں گے اور قوم کے ذہن میں یہ بات قائم ہو گئی تو پھر قرآن کی تابع حکومت بنانا ممکن ہو گا۔

وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ الخ۔ اثم وعدوان کا ذہنیت قوم سے نکالنا۔ اس کا نام ہم فلسفہ رکھتے ہیں۔ اور اس کے لئے ہم حکمت امام ولی اللہ اختیار کرتے ہیں۔ اور اس کے لئے تھوڑی سی اصلاح کی ضرورت ہے

تاکہ زمانہ حاضرہ کے مطابق ہو۔ جیسے حضرت شیخ الہند نے شیخ عبدالقادر دہلوی کے ترجمہ موضح القرآن میں ہندی متروک اللسان الفاظ کی اصلاح کی ہے۔ شیخ الہند اپنی زبان کے ماہر تھے اور بزرگ شاعر تھے جن الفاظ کی اصلاح کی ہے ان کے متعلق مجھے انہوں نے بتایا اور وہ تمام الفاظ بتائے جو موضح القرآن کے حاشیہ میں شیخ عبدالقادر نے استعمال کئے تھے یا شیخ رفیع الدین نے ترجمۃ القرآن میں یا امام ولی اللہ نے فتح الرحمان میں استعمال کئے تھے۔ کیونکہ فارسی کلمات کو ہماری زبان اُردو غذا طبعی کی طرح ہضم کر لیتی ہے۔ خلاصہ یہ کہ شیخ الہند نے اپنی طرف سے کوئی لفظ نہیں استعمال کیا۔ اسی طرح میں بھی امام ولی اللہ کی حکمت کی اصلاح میں یہی عمل کرتا ہوں۔ کہ بعض افکار کی تو امام صاحب اپنی تصانیف میں تصریح کرتے ہیں ان سے میں قاعدہ استخراج کرتا ہوں جو قاعدہ اسکے عوض لوگوں میں مشہور ہوتا ہے۔ یا امام عبدالعزیز اور اس کے اصحاب کے کلام سے یا شیخ محمد قاسم کے کلام سے۔ اس سے زیادہ میں کچھ نہیں پیش کرتا ہاں بہت تھوڑا میرے اپنے افکار میں سے ہوتا ہے۔ اور اس کی میں تصریح بھی کر دیتا ہوں۔ اثم و عدوان کو ذہن سے نکالنے اور ذہن کو صاف کرنے کے لئے اس طرح کی حکمت میں مشغول ہونے کی ضرورت ہے اسی لئے قرآن عظیم نے دعوت اتباع ملت ابراہیم کو استعمال کیا ہے کیونکہ ملت ابراہیم کے افکار بنی اسمٰعیل اور بنی اسرائیل میں اور قوم صابیہ میں متفق علیہ ہیں اور وہ عقلی ہیں اس کی کوئی مخالفت نہیں کرتا۔ البتہ بیوقوف مخالفت کریں یہ اور بات ہے۔

لہٰذا تصفیہ ذہن بغیر اس طرح کی چیزوں کے استعمال کے ممکن ہی نہیں۔ فقہا اور متکلمین اس معاملہ میں قاصر رہے ہیں۔ اسی واسطے وہ فہم قرآن میں بہت پیچھے رہے۔

ان اللہ شدید العقاب۔ یہ وعید اس کے لئے ہے جو تعظیم شعائر اللہ کو ترک کرنے کے تُلا رہے اور مخالفت کرے یہ دوسری آیت کا خلاصہ ہے۔

حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيرِ وَمَا أُهِلَّ

حرام ہوا تم پر مردہ جانور اور لہو اور گوشت سور کا اور جس جانور پر

لِغَيْرِ اللَّهِ بِهِ وَالْمُنْخَنِقَةُ وَالْمَوْقُوذَةُ وَالْمُتَرَدِّيَةُ وَالنَّطِيحَةُ

نام پکارا جائے اللہ کے سوا کسی اور کا اور جو مر گیا گلا گھونٹنے سے یا چوٹ سے یا اونچے سے گر کر یا سینگ مارنے سے

وَمَا أَكَلَ السَّبُعُ إِلَّا مَا ذَكَّيْتُمْ وَمَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ وَأَنْ

اور جس کو کھایا ہو درندے نے مگر جس کو تم نے ذبح کر لیا اور حرام ہے جو ذبح ہوا کسی تھان پر اور یہ کہ

تَسْتَقْسِمُوا بِالْأَزْلَامِ ذَٰلِكُمْ فِسْقٌ الْيَوْمَ يَئِسَ الَّذِينَ

تقسیم کرو جوئے کے تیروں سے یہ گناہ کا کام ہے آج نا امید ہو گئے

كَفَرُوا مِنْ دِينِكُمْ فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنِ الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ

کافر تمہارے دین سے سو ان سے مت ڈرو اور مجھ سے ڈرو آج میں پورا کر چکا

لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ

تمہارے لئے دین تمہارا اور پورا کیا تم پر میں نے احسان اور پسند کیا میں نے تمہارے واسطے اسلام کو

دِينًا فَمَنِ اضْطُرَّ فِي مَخْمَصَةٍ غَيْرَ مُتَجَانِفٍ لِإِثْمٍ فَإِنَّ

دین پھر جو کوئی لاچار ہو جائے بھوک میں لیکن گناہ پر مائل نہ ہو تو اللہ

اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ ﴿٣﴾

بخشنے والا مہربان ہے

حیات میں ایفاء عقود کی شرح ہے۔ آیتی حکمت یہ ہے کہ اگر انسان کو مہمل چھوڑ دیا جائے تو وہ ہر ملتبس چیز کو کھانے کے لئے تیار ہو جائے گا۔ اور حیوان کی طرح بغیر کسی پابندی کے شکار کھا جائے گا۔ اور جب اس کا نفس بعض اشیاء کی حرمت اور بعض کی حلت سے مقید اور پابند کر دیا جائے تو وہ بعض اشیا کھائیگا، اور بعض نہیں، یہ اسلئے ہے کہ اسے تحصیل معاش اور سعی کے لئے فکر کو استعمال کرنے کا ضرور تمند بنا دیا گیا ہے۔ بعض اوقات وہ اپنی خواہش کو حاصل نہ کر سکے گا اور حظیرۃ القدس سے اتصال کی وجہ سے وہ اس سے خروج کا بھی ارادہ نہ کرے گا۔ اول حیات سے یہ مشروع ہوا ہے تاکہ درجہ عالیہ کو پہنچ سکے۔

مطلق پابندی جب ضروری ہو جائے تو ان کی تخصیص میں انسان طبیعت انسانیہ کا متبع رہے گا۔ یعنی بعض لوگ اکل وشراب میں ایک خاص طریقہ کے پابند ہیں اور ہم ان کی موافقت کرنا چاہتے ہیں تو یہ اس طرح ہو گا کہ وہ جس چیز کو ہماری جانب سے پسند کرتے ہیں ہم اس طریقہ سے پیش کریں گے۔

اس میں لوگوں کے اجتماع کا آسان ہونا تخصیص کے موافق ہو گا۔ اس طرح اکل وشرب ہر جماعت کے گھروں سے وسیع ہو گا جب کہ وہ اس میں خصوصیت رکھتے ہوں گے۔ اہل کتاب کے ذبائح کو حلال کرنے میں راز یہ ہے کہ وہ امام ملت کی اتباع کرتے ہیں۔

تنبیہ: میں نے برہمن ہندوں کا ایک گروہ ایسا دیکھا ہے جو فطرت انسانیہ کے تقاضا کیمطابق چند قیود کے پابند ہیں پھر تخصیصات میں اپنی شخصی خواہشات یا اپنے آبا کی خواہشات کی اتباع کرتے ہیں خاص کر جو ان کے اپنے گھر میں ہوتا ہے۔ اس لئے وہ کھانا تیار کرنے میں بہت تکلف برتتے ہیں یا یہ کہ ان کے گھر والوں میں سے کوئی ہماری رائے کے موافق ہو۔

اس کے برخلاف حنفا میں توسع عمومی ہے۔ اور تحریکات عالمی کی تنظیم پر سہولت سے قادر نہیں۔ اس کی طرف اشارہ ہے۔ حرم ما ذبح الخ میں۔ استقسام بالازلام بھی محرمات طبیعہ میں سے ہے۔ جبکہ ملت ابراہیم واسمٰعیل واسحاق کا اتباع کیا جائے، اس کی مخالفت کا حکم ہے۔ اسے فسق قرار دیا گیا ہے۔ یعنی خروج عن الملۃ۔ اس کی طرف اشارہ ہے۔ ذلکم فسق الیوم یئس الخ اخشونی یہ اس لئے کہ تم آبائے ملت کے طریقہ کے مبادی اجتماعیت میں پابند ہو۔ گویا تم نے ترک ملت حنفیہ کرنے والے کی مخالفت کی ہے۔ وہ ملت حنفیہ جو اجتماع کی اساس ہے۔ اس لئے وہ تم سے اتفاق کی امید نہیں رکھتے اور وہ مایوس ہو گئے ہیں۔ یہ انقطاع تمہیں نقصان دہ نہیں کیوں کہ تم احکام قرآن کے پابند ہو۔ فلا تخشوہم واخشونی سے یہی مراد ہے۔ الیوم اکملت الخ آیت کا یہ ٹکڑا حجۃ الوداع میں نازل ہوا تھا۔ جب نبی پاک کے لئے خلافۃ اللہ تمام ہوئی۔ پس بنیاد سے حکومت کے درجات تک اتباع ائمہ ملت برابر ہے۔ اس کے ساتھ وہ نعمت تمام ہوئی اور تبھی نے لوگوں کو آسان و روشن طریقہ پر قائم کر کے چھوڑا ہے۔ وہ طریقہ اس لئے آسان و روشن ہے کہ ملت کے آبار کے موافق ہے یا دوسرے لفظوں میں اس فلسفہ کے مطابق ہے جو ذہنیت مسلمین کے لئے مصفیٰ ہے۔

فمن اضطر بحالت مخمصہ انسان اس میں اجتہاد کرے۔ اہل فقہ میں سے جنہوں نے لوگوں کو

اس معاملہ سے اجتہاد کرنے سے مؤخر کیا ہے انہوں نے غلطی کی ہے۔

يَسْـَٔلُوْنَكَ مَاذَآ اُحِلَّ لَهُمْ ۭ قُلْ اُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبٰتُ ۙ وَ

تجھ سے پوچھتے ہیں کہ کیا چیز ان کے لئے حلال ہے کہہ دے تم کو حلال ہیں ستھری چیزیں اور

مَا عَلَّمْتُمْ مِّنَ الْجَوَارِحِ مُكَلِّبِيْنَ تُعَلِّمُوْنَهُنَّ مِمَّا عَلَّمَكُمُ

جو سدھاؤ شکاری جانور شکار پر دوڑانے کو کہ ان کو سکھاتے ہو اس میں سے جو اللہ نے تم کو

اللّٰهُ ۡ فَكُلُوْا مِمَّآ اَمْسَكْنَ عَلَيْكُمْ وَاذْكُرُوا اسْمَ

سکھایا ہے سو کھاؤ اس میں سے جو پکڑ رکھیں تمہارے واسطے اور اللہ کا نام لو

اللّٰهِ عَلَيْهِ ۠ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ④

اس پر اور ڈرتے رہو اللہ سے بیشک اللہ جلد لینے والا ہے حساب

اَلْيَوْمَ اُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبٰتُ ۭ وَطَعَامُ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ

آج حلال ہوئیں تم کو سب ستھری چیزیں اور اہل کتاب کا کھانا تم کو

حِلٌّ لَّكُمْ ۠ وَطَعَامُكُمْ حِلٌّ لَّهُمْ ۡ وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ

حلال ہے اور تمہارا کھانا ان کو حلال ہے اور حلال ہیں تم کو پاکدامن

الْمُؤْمِنٰتِ وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ

عورتیں مسلمان اور پاکدامن عورتیں ان میں سے جن کو دی گئی کتاب تم سے

قَبْلِكُمْ اِذَآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ مُحْصِنِيْنَ غَيْرَ

پہلے جب دو ان کو مہر ان کے قید میں لانے کو نہ مستی

مُسٰفِحِيْنَ وَلَا مُتَّخِذِيْٓ اَخْدَانٍ ۭ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِالْاِيْمَانِ

نکالنے کو اور نہ چھپی آشنائی کرنے کو اور جو منکر ہوا ایمان سے

فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهٗ ۡ وَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ⑤ ع

تو ضائع ہوئی محنت اس کی اور آخرت میں وہ ٹوٹے والوں میں ہے

ملت حنفیہ کی تفصیل بیان کی گئی ہے قُل اُحلّ لکم یعنی جسے نظر بصورت اقوام پاک و حلال خیال کرے بشرطیکہ وہ تعظیم شعائر اللہ کے پابند ہوں

وما علمتم ہم اس سے تحصیل طعام کے لئے استعمال آلات کا اشارہ سمجھتے ہیں۔ یعنی وہ فرق ہے جو انسان و حیوان میں واقع ہوتا ہے کہ انسان اپنے مرزق کے حاصل کرنے کے لئے کسی بھی حیوان کو آلہ بنا سکتا ہے۔ یہ انسانیت کی حیوانیت پر فضیلت کی علامت ہے۔ لہذا انسان درجہ حیوانیہ تک اپنے آپ کو نہ گرا دے۔

تنبیہ:۔ ہم نے منطق کی کتابوں میں انسان کی تعریف حیوان ناطق پڑھی ہے۔ یعنی متفکر یعنی حیوانات تفکر سے خالی ہیں۔ اور انسان و حیوان میں فرق تفکر کا ہے۔ جب ہم باہر گئے اور انقلابیوں سے انسان کا معنی پوچھا ہماری غرض یہ تھی کہ انہیں ترک انسانیت پر الزام دینا چاہتے تھے کیوں کہ انہوں نے اپنے انقلاب میں بعض قوموں میں ترک انسانیت کیا ہے۔ تو انہوں نے انسان کی تعریف یہ بیان کی ہے کہ انسان ایک حیوان ہے جو آلات کا استعمال کرتا ہے ہم انہیں الزام دینے پر قادر نہ ہو سکے اور انسانیت کے مطالعہ میں ہمارے لئے نیا دروازہ کھل گیا۔ اور متفکر کو معلوم ہونا چاہیئے کہ فلسفہ اقتصاد میں آلات ہی سرمایہ ہے۔ فلوس (پیسے) و نقود (نقدی) سرمایہ نہیں۔ پھر ہم نے تکمیل اذہان کے لئے رجوع کیا جو کچھ کہ عربی سے حاصل کیا تھا تو ہمیں معلوم ہوا کہ شیخ رفیع الدین انسان کی دو تعریفیں کرتے انسان حیوان ناطق ہے یا وہ حیوان ہے جو اپنی حاجات حاصل کرنے کے لئے استعمال آلات کرتا ہے۔ اور ہمیں اپنے آئمہ کی کلام سے ناواقف ہونے کا افسوس ہوا۔ تمت التنبیہ۔

اب تحصیل طبیعات کے لئے انسان تفکر کرتا ہے۔ اور شکار کے حلال کے لئے استعمال آلات کی طرف نظر کرتا ہے اور شرح آیت ہمارے مشائخ کے طریقہ پر چوتھی آیت کے ماتحت ہوگی۔

جب مسلمان اجتماعیت مالیہ کی طرف ترقی کریں گے تو وہ اتباع حلیفیت اس کے توسیع کے ضرور تمند ہونگے پس اللہ نے آیت (۵) میں ارشاد کیا ہے الیوم احل لکم فقط اس پر عطف کرنے کیلئے اعادہ کیا گیا ہے۔ کیونکہ معطوف اور معطوف علیہ کا بیان مساوی۔ اور آیت سے مقصد وہ معطوف ہے۔ یعنی وطعام الذین اوتوا الکتاب حل لکم گویا اہل کتاب کے طعام سے استفادہ جائز ہے۔ یعنی ان کے گھروں میں اسی طرح کھا سکتا ہے۔ جیسے کہ وہ اپنے گھر میں کھاتا ہے

اس طرح سے ان کے ساتھ ذریعہ اتصال زیادہ قوی ہو جائے گا اور انہیں اپنے پروگرام کے لئے کھینچ لائے گا یعنی اتباع حنفیہ کے لئے وطعامکم حل لہم یہ اس بات کی تصریح ہے کہ وہ اپنی اصلی کتاب سے غلطی کرکے بھول گئے ہیں کیوں کہ ان کے مذہب میں یہ روا ہے کہ وہ آل ابراہیم کے گھروں سے کھا سکتے ہیں وہ چوں کہ بھول چکے تھے قرآن نے انہیں یاد دلایا ہے۔ مفسرین خوامخواہ اس آیت میں اشکال پیدا کر دیا ہے۔ اور کئی کمزور توجیہات پیش کی ہیں والمحصنات من یہ بھی اس پر عطف کی وجہ سے ہے۔ مقصد وہی ہے کتابیات کا نکاح نکاح مسلمات کی طرح ہے پس اشتراک فی الطعام اشتراک فی المنزل کی دعوت دیتا ہے۔ ان کی عورتیں ہمارے لئے حلال ہیں، جس طرح انسان کھانے پینے کا محتاج ہے اسی طرح نکاح کا بھی محتاج ہے بسا اوقات سفر کرتا ہے اور اپنی قوم سے کوئی عورت میسر نہیں ہو سکتی۔ لہٰذا اگر اہل کتاب ہوں تو ان سے اکل و تزوج استعمال کر سکتا ہے۔

تنبیہ:۔ بعض لوگ خوامخواہ محرمات قطعیہ کا سوال پیدا کر کے اشکال پیدا کر دیتے رہیں۔ یہ سوال یہاں وارد ہی نہیں ہوتا۔ پس انسان جس طرح اپنے گھر میں بعض چیزوں کو اچھا نہیں سمجھتا اور باقی گھر والے پسند کرتے ہیں اور وہ باقیوں کی نہ تقلید کرتا ہے نہ اشتراک نہ معارضہ اسی طرح وہ اہل کتاب میں بھی اپنی محللات کو استعمال کرے گا۔ اللہ کے کلام کی مُراد یہ نہیں کہ ان کی تمام چیزوں میں تقلید کی جائے ان کی محرمات میں تقلید ہرگز نہ ہوگی۔ اہل کتاب کے بعض وہ کھانے جسے وہ پسند نہیں کرتا نہ کھائے یہ بات محض اکل کے لئے ہے۔ اللہ کے لئے نہیں، جو کچھ ہماری سمجھ میں ہے وہ یہ ہے کہ انسان اپنی مسؤلیت پر اپنے اجتہاد کے ساتھ حاکم ہے۔ کسی دوسرے کو حق نہیں کہ اس پر اعتراض کرے۔ نہ یہ کہ اس پر کوئی چیز واجب کرے۔

یہ اشکالات مسلمانوں کی قوت اجتہاد سلب ہونے کے بعد ہی پیدا ہوتے رہیں۔

اس کی تمام تر ذمہ داری فقہا پر ہے مسلمانوں پر نہیں۔ من الذین اوتو عام فقہا نے اہل کتاب سے صرف یہودی نصاریٰ ہی مراد لئے ہیں اس کے بہت سے اسباب ہیں۔

(۱) ارض مقدسہ میں یہود و نصاریٰ مسلمانوں کے ساتھ شریک ہیں (۲) حنیفیت میں وہ شریک ہیں۔

اس معاملہ میں ہم ان فقہاء کو معذور سمجھتے ہیں۔ اس بارہ میں ہمارا مطالعہ خاص ہے۔ ہم نے دیکھا ہے کہ فقہا نے مجوس سے جزیہ لیا ہے۔ بربر سے بھی اور اہل ہند سے بھی جزیہ لیا۔ انہیں وہ اہل کتاب سمجھتے تھے

اس معاملہ میں یہی فیصلہ ہے۔ اس کے بعد ہم ترک طعام و نکاح کے معاملہ میں ان کے لئے کوئی حجت نہیں پاتے ہمارے نزدیک یہ حقیقت ہے کہ:۔

اقوام صابیہ اہل کتاب ہیں ان کی دو قسمیں ہیں۔

(۱) ایک قسم وہ ہے جو ائمہ حنفیہ کی تعظیم کرتی ہے اور ان کا احترام کرتی ہے ہم ان کے ساتھ اشتراک فی الطعام والنکاح جائز سمجھتے ہیں

(۲) دوسری قسم وہ ہے جو حنیفیہ سے عناد رکھتی ہے۔ اور ان کے ائمہ کا احترام نہیں کرتی ان کے ساتھ ہم اشتراک جائز نہیں سمجھتے نہ زندگی نہ معیشت میں۔ اسی طرح بعض سلاطین ہند عمل کرتے ہیں۔ لہذا بعض وہ فقہاء جنہوں نے ہماری طرح تخصیص نہیں کی ان کے فتاوی عام فقہاء کی مخالفت کی وجہ سے متروک ہو گئے۔ ہم تابعین کے بعض ائمہ فقہاء مثلاً سعید بن مسیب کو دیکھتے ہیں کہ وہ ذبائح مجوس کو حلال گردانتے ہیں۔ ومن یکفر بالایمان۔۔۔۔ الخاسرین یعنی جس نے اتباع ائمہ ملت و اہل کتاب کی پابندی کو ترک کر دیا ہے۔ اور مطلق اباحت کو اپنا لیا وہ دنیا و آخرت میں نفع حاصل نہیں کر سکتا

يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓاْ إِذَا قُمْتُمْ إِلَى ٱلصَّلَوٰةِ فَٱغْسِلُواْ وُجُوهَكُمْ

اے ایمان والو جب تم اٹھو نماز کو تو دھو لو اپنے منہ

وَأَيْدِيَكُمْ إِلَى ٱلْمَرَافِقِ وَٱمْسَحُواْ بِرُءُوسِكُمْ وَأَرْجُلَكُمْ إِلَى

اور ہاتھ کہنیوں تک اور مل لو اپنے سر کو اور پاؤں ٹخنوں

ٱلْكَعْبَيْنِ ۚ وَإِن كُنتُمْ جُنُبًا فَٱطَّهَّرُواْ ۚ وَإِن كُنتُم مَّرْضَىٰٓ أَوْ عَلَىٰ

تک اور اگر تم کو جنابت ہو تو خوب طرح پاک ہو اور اگر تم بیمار ہو یا

سَفَرٍ أَوْ جَآءَ أَحَدٌ مِّنكُم مِّنَ ٱلْغَآئِطِ أَوْ لَٰمَسْتُمُ ٱلنِّسَآءَ فَلَمْ

سفر میں یا کوئی تم میں آیا ہے جائے ضرور سے یا پاس گئے ہو عورتوں کے پھر نہ

تَجِدُواْ مَآءً فَتَيَمَّمُواْ صَعِيدًا طَيِّبًا فَٱمْسَحُواْ بِوُجُوهِكُمْ وَ

پاؤ تم پانی تو قصد کرو مٹی پاک کا اور مل لو اپنے منہ اور

أَيْدِيكُمْ مِّنْهُ مَا يُرِيدُ اللّٰهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُمْ مِّنْ حَرَجٍ وَّ

ہاتھ اس سے — اللہ نہیں چاہتا کہ — تم پر — تنگی کرے — لیکن

لٰكِنْ يُّرِيْدُ لِيُطَهِّرَكُمْ وَلِيُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ⑥

چاہتا ہے کہ تم کو پاک کرے — اور پورا کرے اپنا احسان تم پر تاکہ تم احسان مانو

اس کے بعد طہارت کا حکم ہے جیسا کہ سورۃ النساء میں گذر چکا ہے یعنی نماز کے وقت وضو اور تیمم کر یا غسل کرے۔ یہ بھی شرائع کی ابتداء میں ہے اور اس کا التزام اجتماعیت کی ابتداء میں بھی ضروری ہے۔

وَاذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَمِيْثَاقَهُ الَّذِيْ وَاثَقَكُمْ بِهٖٓ

اور یاد کرو احسان اللہ کا — اپنے اوپر اور عہد اس کا — جو تم سے — ٹھہرایا تھا

اِذْ قُلْتُمْ سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا ۡ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ

جب تم نے کہا تھا کہ ہم نے سنا اور مانا — اور ڈرتے رہو اللہ سے — اللہ خوب جانتا ہے

بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ⑦ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ

دلوں کی بات — اے ایمان والو — کھڑے ہو جایا کرو

لِلّٰهِ شُهَدَاۗءَ بِالْقِسْطِ ۡ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰٓي اَلَّا

اللہ کے واسطے گواہی دینے کو انصاف کی — اور کسی قوم کی دشمنی کے باعث انصاف کو ہرگز

تَعْدِلُوْا ۭ اِعْدِلُوْا ۣ هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى ۡ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ

نہ چھوڑو — عدل کرو یہی بات زیادہ نزدیک ہے تقویٰ سے — اور ڈرتے رہو اللہ سے

اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ⑧ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا

اللہ کو خوب خبر ہے جو تم کرتے ہو — وعدہ کیا اللہ نے ایمان والوں سے جو نیک

الصّٰلِحٰتِ ۙ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ عَظِيْمٌ ⑨ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَ

عمل کرتے ہیں کہ ان کے واسطے بخشش اور بڑا ثواب ہے — اور جن لوگوں

كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ اُولٰۗىِٕكَ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ ⑩ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا

نے کفر کیا اور جھٹلائیں ہماری آیتیں وہ ہیں دوزخ والے — اے ایمان والو

اذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ هَمَّ قَوْمٌ اَنْ يَّبْسُطُوْٓا

یاد رکھو احسان اللہ کا اپنے اوپر جب قصد کیا لوگوں نے کہ تم پر ہاتھ

اِلَيْكُمْ اَيْدِيَهُمْ فَكَفَّ اَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ وَعَلَى

چلا دیں پھر روک دیئے تم سے ان کے ہاتھ اور ڈرتے رہو اللہ سے اور اللہ

اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۱﴾ ع

ہی پر چاہیئے بھروسہ ایمان والوں کو

میثاق سے مراد وہی ہے جو سورۃ بقرہ کے آخر میں آیا ہے۔ جب اللہ نے خلاف کی شرط کردی تھی اِنْ تُبْدُوْا نہ بظاہر نہ پوشیدہ مخالفت کرو۔ مقصد کی مخالفت نہ ہو۔ حکم کتاب کے مخالف نہ ہو۔ اور اس کام کو کریں جس کا تحصیل مقصد کے لئے حکم دیا گیا ہے۔ اگر مقصد کو پوری طرح حاصل نہ کریں تو یہ بھی مخالفت خفی ہے۔ حالاں کہ وہ وعدہ کر چکے ہیں کہ مخالفت نہ کریں گے۔

سَمِعْنَا الخ۔ صلوۃ وطہارت کا حکم صورۃً ہے اور اغتسال وتیمم کا حکم وہ صورۃً اور معنیً ہے۔ چھٹی آیت میں جیسا کہ آیا ہے۔ وَلٰكِنْ يُّرِيْدُ لِيُطَهِّرَكُمْ وَلِيُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكُمْ۔ تطہیر سے مراد حظیرۃ القدس کے ملائکہ سے مشابہت ہے۔ اور تحصیل سماحت ہے۔

جو تحصیل مقصد سے پیچھے رہ جائے گویا وہ امر الٰہی کا مخالف ٹھہرا۔ گویا ان تبدوا مافی انفسکم کے تحت داخل ہوا وَلِيُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكُمْ شامل ہو جاتا ہے۔ یعنی اس سے اقامت عدل وتقوی کا امر ہے۔ اور تطہیر بوقت نماز ظاہراً ہے نہ معنیً۔ انہیں حکم تحصیل مقصد ومعنی کا دیا گیا۔

وَاتَّقُوا اللّٰهَ الخ اس کی تفصیل آیت ۸ میں ہے۔ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ یہ گذر چکا ہے۔ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ یہ تفصیل اور تفسیر ہے تقوی کی۔ جو کتاب کے اتارنے کا مقصد ہے ایفاء مقصد کا حکم اس سورہ کے اول میں ہے۔ اس کے بعد تدریجاً اکل وشرب حلال وحرام کی پابندی کے ساتھ ترقی ہے۔ اور شعائر اللہ کی تعظیم، وضو کا انتظام نماز کے وقت یہ سب تقوی کے طریقے ہیں۔ احیاء، ذی القربیٰ میں عدل کرنا بھی شامل ہے۔ لایجرمنکم شنان الخ یہ وہی میثاق ہے جس کے ساتھ اہل قرآن نے مضبوطی سے وعدہ کیا ہے۔ جس وقت قرآن کو کوئی ذی عقل خواہ کسی ملت کا ہو پڑھے گا تو کیا اس کی مخالفت کرے گا؟ ہرگز نہیں۔

یہی ایک کلمہ پر تمام اقوام کو جمع کرنا ہے۔ باقی رہے اعمال تو ہر قوم اپنی لغت کے مطابق قائم کرتی ہے۔ زبانوں اور قومیات میں یگانگت تعلیم قرآن کا مقصد نہیں بلکہ مقصد اقامت عدل وتقوی ہے۔ اور یہ اختلاف السنہ سے مختلف ہو سکتا ہے۔

تنبیہ:۔ جب قرآن کا مقصد یہ ہے تو دنیا کی تمام زبانوں میں اس کا ترجمہ ممکن ہے۔ اور جب قرآن کا مقصد بلاغت عربیہ اور فصاحت ہو تو کسی زبان میں ترجمہ کرنا ممکن نہیں۔ اس سے متاخرین اور متقدمین مسلمانوں کا فرق معلوم ہو جاتا ہے۔ اسلاف کے ہاں مقصد اقامت تھا وہ کسی زبان کی پروا نہیں کرتے تھے لیکن جب سے متکلمین کھڑے ہو گئے اور نبوت کے لئے امر خارق العادۃ کا ثبوت شرط ٹھہرا لیا۔ حالانکہ قرآن کریم میں یہ شرط تھی ہی نہیں نہ ہی کسی اور دین میں یہ شرط تھی اور متکلمین نے اپنی باطل حذاقت اور تجربہ سے اس کا استنباط کر لیا۔ اس میں اقوام میں جھگڑے پیدا ہوتے ہیں۔ تو انہوں نے اعجاز قرآن صرف بلاغت عربیہ میں محدود کر دیا ہمارے نزدیک مخالفت قرآن کی یہ بڑی قسم ہے۔ اور تحریف ہے۔ یہ اس طبقہ میں نہیں جنکی دنیا و آخرت میں کامیابی کا اللہ نے وعدہ کیا ہے۔

وعداللہ الخ ان کے لئے مغفرت وغیرہ کا وعدہ ہے۔ اگر عدل قائم نہ کریں گے تو والذین کفرو..... الجحیم، وعید آئی ہے یعنی ترک میثاق اور ترک مقصد قرآن اور ترک ظاہر قرآن یہ کفر و تکذیب ہے۔ جب مومن اقامت قرآن کا ارادہ کریں تو اللہ تعالیٰ دشمنوں کے ہاتھ ہم پر اٹھانے سے روک لے گا۔ یہ اس بات کی علامت ہے کہ ہم قرآن پر قائم ہیں۔ یعنی جب کافر قوم کا ہاتھ ہم تک پہنچ جائے تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ ہم قرآن ترک کر چکے ہیں اور عذر کرتے ہیں کہ قرآن پر اس زمانہ میں عمل ناممکن ہے یہ تکذیب میں زیادتی ہے اس کی طرف اشارہ ہے۔ یٰاَیُّھَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوا الخ المومنون یعنی اللہ کی طرف سے نعمت ایفاء میثاق کا نتیجہ ہے صحائف تورات میں اچھی طرح واضح ہے۔ تمام انبیاء کی زبان پر یہ بات تھی۔ بنو اسرائیل اس بات کو جانتے ہیں۔ کہ اگر تم میثاق قائم کرو گے تو غالب آؤ گے ورنہ مغلوب ہو گے۔ اس کی طرف اشارہ (۱۲) میں

وَلَقَدۡ	اَخَذَ اللّٰهُ	مِیۡثَاقَ	بَنِیۡۤ اِسۡرَآءِیۡلَ	وَبَعَثۡنَا	مِنۡهُمُ	اثۡنَیۡ
اور لے چکا ہے	اللہ	عہد	بنی اسرائیل سے	اور مقرر کئے ہم نے	ان میں	

عَشَرَ نَقِيبًا ۖ وَقَالَ اللّٰهُ إِنِّي مَعَكُمْ ۖ لَئِنْ أَقَمْتُمُ الصَّلٰوةَ

بارہ سردار اور کہا اللہ نے میں تمہارے ساتھ ہوں اگر تم قائم رکھو گے نماز

وَآتَيْتُمُ الزَّكٰوةَ وَآمَنْتُمْ بِرُسُلِي وَعَزَّرْتُمُوهُمْ وَ

دیتے رہو گے زکوٰۃ اور یقین لاؤ گے میرے رسولوں پر اور مدد کرو گے ان کی اور

أَقْرَضْتُمُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا لَأُكَفِّرَنَّ عَنْكُمْ سَيِّئَاتِكُمْ وَ

قرض دو گے اللہ کو اچھی طرح کا قرض تو البتہ دور کروں گا میں تم سے گناہ تمہارے اور

وَلَأُدْخِلَنَّكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهٰرُ ۚ فَمَنْ

داخل کروں گا تم کو باغوں میں کہ جن کے نیچے بہتی ہیں نہریں پھر جو کوئی

كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ مِنْكُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَوَاءَ السَّبِيلِ ﴿١٢﴾ فَبِمَا

کافر ہوا تم میں سے اس کے بعد تو وہ بیشک گمراہ ہوا سیدھے راستے سے سو ان کے

نَقْضِهِمْ مِيثَاقَهُمْ لَعَنّٰهُمْ وَجَعَلْنَا قُلُوبَهُمْ قٰسِيَةً ۚ يُحَرِّفُونَ

عہد توڑنے پر ہم نے ان پر لعنت کی اور کر دیا ہم نے ان کے دلوں کو سخت

الْكَلِمَ عَنْ مَوَاضِعِهِ ۙ وَنَسُوا حَظًّا مِمَّا ذُكِّرُوا بِهِ ۚ وَلَا

پھیرتے ہیں کلام کو اس کے ٹھکانے سے اور بھول گئے نفع اٹھانا اس نصیحت سے جو انکو کی گئی اور ہمیشہ

تَزَالُ تَطَّلِعُ عَلٰى خَائِنَةٍ مِنْهُمْ إِلَّا قَلِيلًا مِنْهُمْ ۖ فَاعْفُ عَنْهُمْ

تو مطلع ہوتا رہتا ہے ان کی کسی دغا پر مگر تھوڑے لوگ ان میں سے سو معاف کر اور درگذر

وَاصْفَحْ ۚ إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ ﴿١٣﴾ وَمِنَ الَّذِينَ

کر ان سے اللہ دوست رکھتا ہے احسان کرنے والوں کو اور وہ جو کہتے ہیں

قَالُوا إِنَّا نَصٰرٰى أَخَذْنَا مِيثَاقَهُمْ فَنَسُوا حَظًّا مِمَّا ذُكِّرُوا

اپنے کو نصاریٰ ان سے بھی لیا تھا ہم نے عہد ان کا پھر بھول گئے نفع اٹھانا اس نصیحت

بِهِ فَأَغْرَيْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ إِلٰى يَوْمِ

سے جو ان کو کی گئی تھی پھر ہم نے لگا دی آپس میں ان کے دشمنی اور کینہ قیامت کے دن

الْقِيٰمَةِ ؕ وَسَوْفَ يُنَبِّئُهُمُ اللّٰهُ بِمَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ ﴿۱۴﴾

تک اور آخر جتا دے گا ان کو اللہ جو کچھ کرتے تھے

يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ قَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ كَثِيْرًا

اے کتاب والو تحقیق آیا ہے تمہارے پاس رسول ہمارا ظاہر کرتا ہے تم پر بہت سی

مِّمَّا كُنْتُمْ تُخْفُوْنَ مِنَ الْكِتٰبِ وَيَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ ؕ

چیزیں جن کو تم چھپاتے تھے کتاب میں سے اور درگذر کرتا ہے بہت سی چیزوں سے

قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّكِتٰبٌ مُّبِيْنٌ ﴿۱۵﴾ يَّهْدِيْ بِهِ

بیشک تمہارے پاس آئی ہے اللہ کی طرف سے روشنی اور کتاب ظاہر کرنے والی جس سے اللہ

اللّٰهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهٗ سُبُلَ السَّلٰمِ وَيُخْرِجُهُمْ مِّنَ

ہدایت کرتا ہے اسکو جو تابع ہوا اسکی رضا کا سلامتی کی راہیں اور ان کو نکالتا ہے اندھیروں سے

الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ بِاِذْنِهٖ وَيَهْدِيْهِمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۱۶﴾

روشنی میں اپنے حکم سے اور ان کو چلاتا ہے سیدھی راہ

اس کے بعد جو کافر ہوگا سیدھے راستہ سے گمراہ ہو جائے گا۔ جن لوگوں نے آیاتِ قرآنیہ کو کسی ایک قوم یا چند اشخاص کے ساتھ مخصوص کر لیا انہوں نے قرآن کی تحریف کی۔ یہ خرافات اور بیہودگی تحریف کی ان کے پاس ہوتی ان کے علاوہ نہیں تھی۔ اس کے بعد جو حالات نقضِ عہود کے بنی اسرائیل کے بیان کئے گئے ان سے مقصد ہمیں نصیحت دینا ہے۔

لوگ ہمیں اقوام ماضیہ کے حالات سے عبرت حاصل کرنے کی بجائے الفاظ و بلاغات اور تحسینِ اصوات کی طرف توجہ دلاتے ہیں۔ آیت نمبر ۲ یہود کیلئے ہے آیت نمبر ۱۴ نصاریٰ کے متعلق ہے کہ انہوں نے میثاق توڑ دیا۔ آیت نمبر ۱۵ اور نمبر ۱۶ میں انہیں دعوت اتباعِ قرآن دی گئی ہے۔ اس طرح دوسری قومیں مسلمانوں میں منضم ہوں گی یعنی جب وہ اپنا عہد پورا کریں گے۔ آیت واضح ہے

تنبیہ:۔ ہم مسلمان اس زمانہ میں ان تمام خرابیوں میں مبتلا ہو چکے ہیں۔ پہلی بات یہود کا نقضِ میثاق ہے۔ اللہ نے ذکر کیا ہے۔ لعنا ھم وجعلنا قلوبہم قاسیہ۔ قساوتِ قلب ہم تمام مسلم قوموں میں

دیکھتے ہیں۔ احسان مفقود ہو چکا ہے۔ اور وہ محسنین مفقود ہیں جنہیں مقامات و احوال الہیہ حاصل اور اتصال بحظیرۃ القدس تھا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ ان کے دلوں سے صلہ رحمی اٹھ جائیگی۔ یہ تمام اللہ کی لعنت ہے یہی معنی قسوۃ القلوب کا ہے۔ دوسری بات معانی سے تحریف کلمات کی گئی ہے۔ کلمات کی صورت ظاہر ہے۔ تمام تفسیروں میں تحریف موجود ہے۔

تیسری بات تذکیر سے غافل ہیں جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ سیاست دین کا جزو نہیں۔ بتدریج یہ فکر چھا جائے گا اور یہی نسیان کا مصداق ہے۔ نصاریٰ کے حق میں پہلی بات

اللہ تعالیٰ ذکر کیا ہے۔ نسوا حظاً مما ذکروا، یعنی قوت استنباط جب کسی قوم میں مفقود ہو جائے۔ تو وہ زمانوں کے مطابق تفسیر نہیں کر سکتا۔ ان پر جمود چھا جاتا ہے۔ چونکہ ان کی عادات ماضی کے ساتھ وابستہ ہو جاتی ہیں۔ اور قوت استنباط کے فقدان کے باعث تحریف کرتے ہیں۔ یہ جس طرح نصاریٰ میں موجود ہمارے ہاں بھی موجود ہے۔ نصاریٰ کے حق میں دوسری بات فاغرینا بینہم العداوۃ الخ اس میں بھی شک نہیں کہ مسلمان دوسری قوموں سے آپس میں زیادہ عداوت کرتے ہیں۔ ہند میں رہ کر ہمیں اس کا علم نہیں تھا۔ جب ہم ترکوں اور عربوں کا معاملہ جا کر دیکھا تو ہمیں یقین ہوا کہ ان میں عداوت ناقابل زوال حالت تک پہنچ چکی ہے۔ اس سے پہلے ہمیں شیعہ سنی کا اختلاف معلوم تھا لیکن اختلاف کے باوجود ائتلاف و الفت تھی اب عداوت تمام مسلمانوں قوموں میں بہت حد تک پھیل چکی ہے۔ اس کے سوا مجھے کوئی بات سمجھ نہیں آتی کہ کوئی دوسری قوم قرآن قبول کریگی اور اس پر عمل کر کے ان تمام مسلمانوں کے سروں پر ضرب کرے گی۔ اور کو ان کی پلیدیگیوں سے پاک کرے گی۔ اللہ غالب علیٰ امرہ معلوم نہیں اللہ اپنے بندوں سے کیا ارادہ رکھتا ہے۔ تم التنبیہ۔

ان مدارج کو طے کرنے کے بعد جب کہ وہ حق کی طرف رجوع نہ کریں گے۔ تو عذاب دوسری طرح آئے گا۔ ان میں کفر بکتاب اللہ پایا جاتا ہے اور وہ خیال کرتے ہیں کہ وہ اللہ کے نزدیک زیادہ قابل اکرام ہیں۔ یہ جہل مرکب ہے۔ اس سے پہلے جہل بسیط تھا۔ اس کی طرف اشارہ (۱۷، ۱۸) میں ہے۔

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ

بیشک کافر ہوئے جنہوں نے کہا کہ اللہ تو وہی ہے مسیح مریم کا بیٹا

قُلْ فَمَنْ يَّمْلِكُ مِنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا اِنْ اَرَادَ اَنْ يُّهْلِكَ الْمَسِيْحَ

تو کہہ دے پھر کس کا بس چل سکتا ہے اللہ کے آگے اگر وہ چاہے کہ ہلاک کرے مسیح

ابْنَ مَرْيَمَ وَاُمَّهٗ وَمَنْ فِى الْاَرْضِ جَمِيْعًا ؕ وَلِلّٰهِ مُلْكُ

مریم کے بیٹے کو اور اس کی ماں کو اور جتنے لوگ ہیں زمین میں سب کو اور اللہ ہی کے واسطے ہے

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ؕ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ

سلطنت آسمانوں اور زمین کی اور جو کچھ درمیان ان دونوں کے ہے پیدا کرتا ہے جو چاہے اور اللہ

عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۱۷﴾

ہر چیز پر قادر ہے

تجلیات الٰہیہ اللہ کے بندوں پر نازل ہوتی ہیں اور وہ اس حالت میں اپنی طرف کلام نہیں کرتے بلکہ اللہ ان کی زبانوں پر کلام کرتا ہے۔ اس حقیقت سے وہ واقف نہیں۔ جو شخص ارتقار انسانی اپنی انسانیت میں دیکھتا ہے وہ اس کو انسان کے مقامات انسانیہ میں سے سمجھتا ہے۔ جو شخص قاسی القلب ہوتا ہے وہ اس احسان کی حقیقت نہیں سمجھتا اور مقرب انسان کو خدا بنا دیتا ہے۔ یہ کفر ہے۔ اور وہ خیال کرتا ہے کہ مقامات احسان پر فائز ہو چکا ہے۔

اس کی طرف اشارہ ۱۹ میں ہے۔ وقالت الیہود والنصاریٰ نحن الخ یہ جہالت پر جہالت ہے (اللہ۔ قولہم ان المسیح ابن مریم۔ قل فمن یملک۔ علی کل شئی قدیر) یعنی مسیح جیسا پیدا کرنے پر یا اس کی ماں جیسی پیدا کرنے پر وہ قادر ہیں اس کے امثال پر وہ قادر ہے۔

تنبیہ:۔ اسی طرح کی بات شیخ محمد اسمٰعیل شہید نے تقویۃ الایمان میں ایک حدیث کی تفسیر بیان کرتے ہوئے لکھی ہے۔

قال اللہ یا عبادی الخ انکم اجتمعتم علی قلب اتقیٰ رجل منکم مازاد فی۔ شیخ نے تبعاً اہل العلم کہا ہے کہ انہوں نے اتقیٰ رجل معین کیا ہوا تھا یا جبرائیل یا محمد علیہ السلام کو۔ شیخ نے شان رب کی تعظیم ظاہر کرتے ہوئے کہا کہ تعالیٰ اجل و اعظم ہے وہ قادر ہے کہ جبرئیل اور محمد صلعم کی طرح ہزاروں پیدا کرے۔

مگر اس کے سیاسی مخالفوں نے اس کے اتباع کے خلاف شور مچا دیا اس سے وہ جہادی تحریک کی مخالفت کرنا چاہیئے تھے لوگوں کو غلط پروپیگنڈے کے ذریعہ جہاد کے لئے تیار ہونے سے روک دیا۔ اور یہ مشہور کر دیا کہ آنحضرت جیسا پیدا کرنے پر اللہ تعالیٰ قادر نہیں گویا ان کی نظر میں شیخ اور اس کے اتباع کافر ہو گئے۔ اس طرح سے انہوں نے مسلمانوں کا کام بگاڑ دیا۔ جب ہم یہ کہتے ہیں کہ ہم شیخ اسماعیل کے اتباع میں سے ہیں۔ تو اس سے ہماری مراد ان گروہوں سے بیزاری ہوتی ہے۔ پھر اہل حدیث کی ایک جماعت ہے جس نے اسماعیل شہید کو امام بنایا ہوا ہے۔ تو مشائخ دیوبندیہ کا اختلاف ان اہلحدیثوں سے اجتہادی اختلاف ہے۔ جیسے شافعیہ اور مالکیہ کا اختلاف ہے۔ لیکن ہمارا اختلاف اس جھٹلانے والے گروہ سے ہے (یعنی بریلویوں) سے پس ہم پوری قوت و طاقت سے ان سے بیزار ہیں۔ ہم نے اپنے آغاز کے مشائخ کو دیکھا ہے کہ انہوں نے اس جماعت مکفرہ کو کافر نہیں کہا بلکہ انہیں جہال کے درجہ میں رکھا ہے۔ اس طریقہ پر ہمارے مشائخ شیخ الہند تک چلے آئے۔ اس کے بعد شیخ الہند کے اتباع میں سے ایسے لوگ ہیں جو اس جماعت مکفرہ کو کافر گردانتے ہیں اور یہ میرے ساتھی ہیں۔ یعنی شیخ مرتضیٰ حسن، شیخ انور شاہ میں ان کے فعل سے بھی بیزار ہوں۔

اللہ تعالیٰ نے یہود و نصاریٰ کے قول کی تردید کی ہے یعنی نحن ابناء اللہ کی۔ اسی طرح کے ہمارے جہال بھی اقطاب و ابدال بنے ہوئے ہیں۔ حالانکہ کوئی نسبت بھی ان سے نہیں ہوتی۔ اللہ نے تردید کی قل فلم یعذبکم اگر کفار ہم پر غالب آ چکے ہیں اور وہ پورا عذاب دے رہے ہیں۔ لیکن یہ جہال اگرچہ زندہ ہیں کھاتے پیتے ہیں مگر عذاب محسوس نہیں کرتے۔

تنبیہ یورپ کے انقلاب کے مطالعہ کے بعد چند تجار، زمیندار اور کچھ امرا کی اولاد جن میں امارت کا نام کچھ باقی ہے۔ ہم ان سے ملے یہ اس عذاب کو محسوس کرتے ہیں۔ جو اللہ نے ہم پر نازل کیا ہے۔ آج[1] اجتماعی، انقلابی بھی غیر ہندوستانی لوگوں کے غلبہ کو سب اس عمومی عذاب محسوس کرتے ہیں۔ اور جوں کہ اہل ہند میں سے چند گروہوں کا غلبہ عملہ پر غالب آ چکا ہے۔ انقلاب کے مطالعہ کے بعد میں بھی

---

[1] مولانا سندھی نے یہ کلمات اس وقت کہے تھے جب انگریز ہندوستان پر حکومت کر رہے تھے

[1] مولانا سندھی نے یہ کلمات اس وقت کہے تھے جب انگریز ہندوستان پر حکومت کر رہے تھے۔ اب تو ملک آزاد ہے اس بات کو اس وقت پر محمول کیا جائے گا

ان کے احساس کی طرح محسوس کرتا ہوں۔ مگر مجھے زیادہ احساس اس بات کا ہے کہ مسلمانوں کے آدمیوں کو فقط فوج میں لیتے ہیں اور وہ مسلمان مارے جاتے ہیں پھر یہ مشہور کر دیتے ہیں کہ مقتولوں کی تعداد ہزاروں تک ہے۔ اس کے بعد ان کے کنبے ان کی عورتیں اور بچے قتل کر دیئے جاتے ہیں۔ یا وہ محتاج ہو جاتے ہیں یا فسق و کفر میں نکل جاتے ہیں۔ یہ ایسی بات ہے جس پر صبر ممکن نہیں ان مسلسل خرابیوں کو ہم بیان بھی نہیں کر سکتے۔ عوام پر مصائب بڑھتے جا رہے ہیں۔ اور ان مصائب کا سبب چند وہ لوگ ہیں جنہیں انگلیوں پر گنا جا سکتا ہے۔ حکومت کے ہاں ان لیڈروں کی عزت ہوتی ہے۔ اور ان کے گھروں میں اور خاندانوں میں دولت ہوتی ہے۔ یہ باب طویل ہے۔ میں نے عمر بھر ان حالات کی جستجو کی اور ان حالات کی تفتیش کی ہے۔ اور اس کا سبب میری استقامت بھی تھی جو شیخ اسمٰعیل اور شیخ الہند کے نظریہ جہاد پر تھی۔ کیوں کہ شیخ الہند ہمارے استاذ ہیں۔ انہوں نے تین مشائخ کی صحبت حاصل کی ہے۔

(۱) شیخ امداد اللہ کی جو امیر جہاد تھے (۲) شیخ مولانا محمد قاسم (۳) اور مولانا رشید احمد کی۔ یہ تینوں انگریزوں کے خلاف جہاد پر قائم رہے۔ جب کہ وہ دہلی پر غلبہ کر چکا تھا۔ شیخ الہند (ہمارے استاذ) اس زمانہ میں ان کے ساتھ تھے۔ اور ان تینوں شیوخ مذکورہ کا امام عبدالعزیز کے اصحاب سے اتصال تھا۔ وہ اصحاب جہاد قائم کرنے والے تھے۔ شیخ امداد اللہ کو شیخ اسحاق نے اقامت جہاد کے لئے وصی بنایا۔ مولانا قاسم کا اتصال شیخ یعقوب سے تھا جو شیخ اسحاق کے چھوٹے بھائی تھے اور شیخ اسحاق اور یعقوب اس مجاہد شہید جماعت کے بقیہ میں سے تھے۔ ہمارے شیخ الہند باوجود انکسار و تواضع کے اسی شان کے امام تھے۔ انہوں نے اس جنگ عمومی میں جہاد کو قائم رکھا۔ اللہ نے ان کے ارادے میں برکت دی۔ امیر امان اللہ نے انگریز سے حدود ہند پر جہاد کیا۔ یہ میرا عمل اسکی دعا اور اس کے اعمال اور اس کے نظم کا نتیجہ ہے انشاءاللہ مستقبل ہند میں اس کی عظیم تاثیر ہوگی۔ اگرچہ بظاہر یہ بات حقیر و قلیل ہے۔ یہ عمل رحمت الہیہ کے نزول کا سبب باقی رہا ہے۔ اس کے علاوہ ہمارے اعمال سخت عذاب میں متعذب ہیں۔

دھوکہ کھانے والے خیال کرتے ہیں کہ وہ اللہ کی پیاری مخلوق ہیں تم التنبیہ۔

پس ہم انقلابیوں سے صرف اس لئے محبت کرتے ہیں کہ وہ ہمارے مصائب کا احساس کرتے

ہیں۔ یا اہل الکتاب ان پر حجت قائم کی گئی ہے۔ ان تقولوا ما جاءنا من بشیر ولا نذیر الخ تو ہمارے نبی علیہ السلام موسیٰ علیہ السلام کی تجدید کے لئے آئے ہیں۔ اسی طرح نبی علیہ السلام کے بعد تعلیم قرآن کے لئے بھی مجددین قائم ہوتے رہیں گے کوئی ایک شخص نبی کا قائم مقام نہ ہوگا بلکہ ایک جماعت ہوا کرے گی۔ اس درجہ تک اعتذار ہے۔ کفریات پر عمل کرتے ہیں اور گمان یہ رکھتے ہیں کہ خدا کے مقرب ترین ہیں۔ جب انہیں اُن غلطی پر تنبیہ کیا جاتا ہے تو ان کی ہمیشہ یہ عادت ہوتی ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ ہم ایک شخص کے منتظر ہیں جو عنقریب مبعوث ہوگا۔ تمام نصیحت ہم اس سے حاصل کریں گے۔ اور مفاسد کی اصلاح کریں گے اس شخص کی بعثت ہم ہی سے ہوگی۔ ہم خدا کے مقرب ترین ہیں۔ یہ عادت یہود و نصاریٰ کی ہے (میں تمہیں خبر دیتا ہوں کہ ہند کے برہمنوں میں یہی بات ہے۔ علامہ سندھی) مسلمان بھی اس مرض میں مبتلا ہیں۔ نجات دینے والے مہدی کے منتظر ہیں یا مسیح کے۔ علامہ سندھی)

یہ ہمیشہ باطل پرست قوموں میں ہوتا چلا آیا ہے۔ ان پر حجت قائم نہ ہوگی۔ مگر صرف اس طرح کہ تم میں جب وہ نیک شخص مبعوث ہوا تو تم نے اس سے کیا معاملہ کیا۔ اور کیا عمل کیا۔ جب انہیں خبائث کا ذکر بتایا گیا جن کا وہ عمل کرتے تھے تو انبیا و مجددین کے لئے عذر باقی نہیں رہا۔ مثلاً ایک جماعت دیوبندیوں نے ہمارے شیخ کے اخوان میں سے ہمارے شیخ سے بُرا معاملہ کیا اور یہ مغربی مہدی کے منتظر ہیں۔ میں نے ان سے کہا کہ تم مہدی سے کیا سلوک کرو گے کیا ایسا جیسا کہ ہمارے شیخ سے معاملہ کرتے ہو۔ اور جیسا تم اپنے شیخ سے معاملہ کرتے ہو۔ اگر ہم فرض کرلیں کہ مہدی آئے گا تو وہ فرشتوں کے ساتھ نہیں آئے گا۔ بلکہ وہ اہل ایمان کے ایک طائفہ کے ساتھ ہوگا۔

اگر تمہیں مسئلہ مہدی کی سمجھ ہوتی تو تم اپنے شیخ سے یہ سلوک نہ کرتے۔ اور نہ استحقار کرتے۔ بلکہ مجھے یقین ہے کہ تم مہدی کے مددگاروں میں نہیں ہوگے۔ بلکہ مہدی کے خلاف ہوگے۔" ان پر حجت ختم ہوئی۔ اور اس میں میرا نظریہ اور میری سمجھ ہے

وَقَالَتِ الْيَهُودُ وَالنَّصٰرٰى نَحْنُ أَبْنٰٓؤُا اللّٰهِ وَأَحِبَّآؤُهٗ

اور کہتے ہیں یہود اور نصاریٰ ہم بیٹے ہیں اللہ کے اور اس کے پیارے

قُلْ فَلِمَ يُعَذِّبُكُمْ بِذُنُوبِكُمْ ۖ بَلْ أَنْتُمْ بَشَرٌ مِّمَّنْ خَلَقَ ۚ يَغْفِرُ لِمَنْ

تو کہہ پھر کیوں عذاب کرتا ہے تم کو تمہارے گناہوں پر کوئی نہیں بلکہ تم بھی ایک آدمی ہو اس کی مخلوق میں بخشے جس کو

يَّشَآءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَ

چاہے اور عذاب کرے جس کو چاہے اور اللہ ہی کے لئے ہے سلطنت آسمان اور زمین کی اور

مَا بَيْنَهُمَا ۖ وَإِلَيْهِ الْمَصِيرُ ﴿۱۸﴾ يٰٓأَهْلَ الْكِتٰبِ قَدْ جَآءَكُمْ رَسُولُنَا

جو کچھ دونوں کے بیچ میں ہے اور اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے اے کتاب والو آیا ہے تمہارے پاس رسول ہمارا

يُبَيِّنُ لَكُمْ عَلٰى فَتْرَةٍ مِّنَ الرُّسُلِ أَنْ تَقُولُوا مَا جَآءَنَا مِنْ

کھولتا ہے تم پر رسولوں کے انقطاع کے بعد کبھی تم کہنے لگو کہ ہمارے پاس نہ آیا

بَشِيرٍ وَّلَا نَذِيرٍ ۖ فَقَدْ جَآءَكُمْ بَشِيرٌ وَّنَذِيرٌ ۗ وَاللّٰهُ عَلٰى

کوئی خوشی یا ڈر سنانے والا سو آچکا تمہارے پاس خوشی اور ڈر سنانے والا اور اللہ ہر

كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿۱۹﴾

چیز پر قادر ہے

وَإِذْ قَالَ مُوسٰى لِقَوْمِهٖ يٰقَوْمِ اذْكُرُوا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ

اور جب کہا موسیٰ نے اپنی قوم کو اے قوم یاد کرو احسان اللہ کا اپنے اوپر

اِذْ جَعَلَ فِیْكُمْ اَنْۢبِیَآءَ وَ جَعَلَكُمْ مُّلُوْكًا ۖۗ وَّ اٰتٰىكُمْ مَّا

جب پیدا کیے تم میں نبی اور کر دیا تم کو بادشاہ اور دیا تم کو جو نہیں

لَمْ یُؤْتِ اَحَدًا مِّنَ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۲۰﴾ یٰقَوْمِ ادْخُلُوا الْاَرْضَ

دیا تھا کسی کو جہان میں اے قوم داخل ہو زمین

الْمُقَدَّسَةَ الَّتِیْ كَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ وَ لَا تَرْتَدُّوْا عَلٰۤى اَدْبَارِكُمْ

پاک میں جو مقرر کر دی ہے اللہ نے تمہارے واسطے اور نہ لوٹو اپنی پیٹھ کی طرف پھر جا

فَتَنْقَلِبُوْا خٰسِرِیْنَ ﴿۲۱﴾ قَالُوْا یٰمُوْسٰۤى اِنَّ فِیْهَا قَوْمًا جَبَّارِیْنَ ۖۗ

پڑو گے نقصان میں بولے اے موسیٰ وہاں ایک قوم ہے

وَ اِنَّا لَنْ نَّدْخُلَهَا حَتّٰى یَخْرُجُوْا مِنْهَا ۚ فَاِنْ یَّخْرُجُوْا مِنْهَا فَاِنَّا

زبردست اور ہم ہرگز وہاں نہ جائیں گے یہاں تک کہ وہ نکل جاویں اس میں سے پھر اگر وہ نکل

دٰخِلُوْنَ ﴿۲۲﴾ قَالَ رَجُلٰنِ مِنَ الَّذِیْنَ یَخَافُوْنَ اَنْعَمَ

جاویں گے اس میں سے تو ہم ضرور داخل ہونگے کہا دو مردوں نے اللہ سے ڈرنے والوں میں سے کہ خدا کی نوازش تھی

اللّٰهُ عَلَیْهِمَا ادْخُلُوْا عَلَیْهِمُ الْبَابَ ۚ فَاِذَا دَخَلْتُمُوْهُ

ان دو پر گھس جاؤ ان پر حملہ کر کے دروازہ میں پھر جب تم اس میں گھس جاؤ گے

فَاِنَّكُمْ غٰلِبُوْنَ ۬ۚ وَ عَلَى اللّٰهِ فَتَوَكَّلُوْۤا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ﴿۲۳﴾

تو تم ہی غالب ہو گے اور اللہ پر بھروسہ کرو اگر تم یقین رکھتے ہو

قَالُوْا یٰمُوْسٰۤى اِنَّا لَنْ نَّدْخُلَهَاۤ اَبَدًا مَّا دَامُوْا فِیْهَا

بولے اے موسیٰ ہم ہرگز نہ جائیں گے ساری عمر جب تک کہ وہ رہیں گے اس میں

فَاذْهَبْ اَنْتَ وَ رَبُّكَ فَقَاتِلَاۤ اِنَّا هٰهُنَا قٰعِدُوْنَ ﴿۲۴﴾

سو تو جا اور تیرا رب اور تم دونوں لڑو ہم تو یہیں بیٹھے ہیں

قَالَ رَبِّ اِنِّیْ لَاۤ اَمْلِكُ اِلَّا نَفْسِیْ وَ اَخِیْ فَافْرُقْ بَیْنَنَا

بولا اے رب میرے اختیار میں نہیں مگر میری جان اور میرا بھائی سو جدائی کر دے

وَبَيْنَ الْقَوْمِ الْفٰسِقِيْنَ ﴿٢٥﴾ قَالَ فَاِنَّهَا مُحَرَّمَةٌ عَلَيْهِمْ

تو ہم میں اور اس نافرمان قوم میں فرمایا تحقیق وہ زمین حرام کی گئی ہے ان پر

اَرْبَعِيْنَ سَنَةً ۚ يَتِيْهُوْنَ فِى الْاَرْضِ ۗ فَلَا تَاْسَ عَلَى

چالیس برس سر مارتے پھریں گے ملک میں سو تو افسوس نہ کر

الْقَوْمِ الْفٰسِقِيْنَ ﴿٢٦﴾

نافرمان لوگوں پر

(۲۰ سے ۲۶) اس میں اسی طرح اشارہ ہے۔ موسیٰ علیہ السلام نے انہیں جہاد کا حکم دیا اور انہوں نے اس سے کہا کہ ہم اس میں اس وقت تک داخل نہ ہوں گے جب تک وہ اس میں رہیں گے۔ اہل کتاب میں سے یہ لوگ نجات دینے والے مسیح کے منتظر ہیں اور اس سے بھی وہی معاملہ کریں گے جو بنی اسرائیل کے پہلے لوگ انبیاءؑ سے کرتے تھے۔ ان کا معاملہ متشابہ مماثل ہے۔

وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى ..... الْفٰسِقِيْنَ۔ اسکی اسی کلام میں ہیں۔ میرے نزدیک یہی ہے واللہ اعلم۔ اور یہ ایذا جو موسیٰ کو دی۔ اس میں اکثر محدثین مفسرین نے غلطی کی ہے۔ وہ نہیں سوچتے کہ انبیاءؑ اجتماع انسانیت کی سنت پر آتے ہیں وہ خوارق عادات نہیں جانتے جو سنت اجتماع کے علاوہ ہوں۔ ایک حکیم استاذ جو قوم کو ارتقائے اجتماع کے طریقہ کی تعلیم دے اور اُن سے عہد و میثاق لے۔ لیکن عمل کے وقت وہ لوگ پھر جائیں تو اس سے زیادہ حکیم کو تکلیف اور کیا ہو سکتی ہے؟ کوئی نہیں!

اللہ تعالیٰ ان کی تہمت کی اس سے برأت کر رہا ہے۔ اور اُنہیں ہلاک کرنے کا ارادہ رکھتا ہے وہ آدمی کھڑے ہوئے۔ دشمنوں کی سلطنت میں داخل ہوئے ان کے حالات کا کھوج لگایا۔ اور سالم لوٹ آئے۔ اگر یہود موسیٰ کے حکم کو قبول کرتے تو ہلاک نہ ہوتے۔ لیکن غفلت کی وجہ سے جو انہوں نے سنن اجتماع کے بارہ میں۔ برتی ہلاک ہوئے اور یہ غفلت برتنے والے بڑے اہل علم کا گروہ تھا میرے نزدیک مسلمان بھی پستی کے گڑھے میں گر چکے ہیں۔ خدا انہیں اور انہیں مغفرت کرے۔

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ ابْنَيْ اٰدَمَ بِالْحَقِّ ۘ اِذْ قَرَّبَا قُرْبَانًا

اور سنا ان کو حال واقعی آدم کے دو بیٹوں کا جب نیاز کی دونوں نے پھر

فَتُقُبِّلَ مِنْ اَحَدِهِمَا وَلَمْ يُتَقَبَّلْ مِنَ الْاٰخَرِ ؕ قَالَ لَاَقْتُلَنَّكَ ؕ

نیاز اور مقبول ہوئی ایک کی اور نہ مقبول ہوئی دوسرے کی کہا میں تجھ کو مار ڈالوں گا

قَالَ اِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللّٰهُ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ ﴿۲۷﴾ لَئِنْۢ بَسَطْتَّ

وہ بولا اللہ قبول کرتا ہے تو پرہیزگاروں سے اگر تو ہاتھ چلاوے گا

اِلَيَّ يَدَكَ لِتَقْتُلَنِيْ مَاۤ اَنَا بِبَاسِطٍ يَّدِيَ اِلَيْكَ لِاَقْتُلَكَ ۚ

مجھ پر مارنے کو میں نہ ہاتھ چلاؤں گا تجھ پر مارنے کو

اِنِّيْۤ اَخَافُ اللّٰهَ رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۲۸﴾ اِنِّيْۤ اُرِيْدُ اَنْ

میں ڈرتا ہوں اللہ سے جو پروردگار ہے سب جہان کا میں چاہتا ہوں کہ تو

تَبُوْٓاَ بِاِثْمِيْ وَاِثْمِكَ فَتَكُوْنَ مِنْ اَصْحٰبِ النَّارِ ۚ وَذٰلِكَ

حاصل کرے میرا گناہ اور اپنا گناہ پھر ہو جاوے تو دوزخ والوں میں اور یہی ہے

جَزٰٓؤُا الظّٰلِمِيْنَ ﴿۲۹﴾ ۚ فَطَوَّعَتْ لَهٗ نَفْسُهٗ قَتْلَ اَخِيْهِ

سزا ظالموں کی پھر اسکو راضی کیا اس کے نفس نے خون پر اپنے بھائی کے

فَقَتَلَهٗ فَاَصْبَحَ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿۳۰﴾ فَبَعَثَ اللّٰهُ غُرَابًا يَّبْحَثُ

پھر اسکو مار ڈالا سو ہو گیا نقصان اٹھانے والوں میں پھر بھیجا اللہ نے ایک کوا جو کریدتا تھا

فِي الْاَرْضِ لِيُرِيَهٗ كَيْفَ يُوَارِيْ سَوْءَةَ اَخِيْهِ ؕ قَالَ يٰوَيْلَتٰۤى

زمین کو تاکہ اس کو دکھلادے کس طرح چھپاتا ہے لاش اپنے بھائی کی بولا اے افسوس

اَعَجَزْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِثْلَ هٰذَا الْغُرَابِ فَاُوَارِيَ سَوْءَةَ

مجھ سے اتنا نہ ہو سکا کہ ہوں برابر اس کوے کی کریں چھپاؤں لاش اپنے

اَخِيْ ۚ فَاَصْبَحَ مِنَ النّٰدِمِيْنَ ﴿۳۱﴾ ۚۛ مِنْ اَجْلِ ذٰلِكَ ۚۛ كَتَبْنَا

بھائی کی پھر لگا پچھتانے اسی سبب سے لکھا ہم نے

عَلٰى بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اَنَّهٗ مَنْ قَتَلَ نَفْسًۢا بِغَيْرِ نَفْسٍ اَوْ

بنی اسرائیل پر کہ جو کوئی قتل کرے ایک جان کو بلا عوض جان کے یا

فَسَادٍ فِي الْاَرْضِ فَكَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيْعًا ۭ وَمَنْ

بغیر فساد کے ملک میں تو گویا قتل کر ڈالا اس نے سب لوگوں کو اور جس

اَحْيَاهَا فَكَاَنَّمَآ اَحْيَا النَّاسَ جَمِيْعًا ۭ وَلَقَدْ جَاۗءَتْهُمْ

نے زندہ رکھا ایک جان تو گویا زندہ کر دیا سب لوگوں کو اور لا چکے ہیں انکے پاس

رُسُلُنَا بِالْبَيِّنٰتِ ۡ ثُمَّ اِنَّ كَثِيْرًا مِّنْهُمْ بَعْدَ ذٰلِكَ فِي

رسول ہمارے کھلے ہوئے حکم پھر بہت لوگ ان میں سے اس پر بھی ملک

الْاَرْضِ لَمُسْرِفُوْنَ ﴿۳۲﴾ اِنَّمَا جَزٰۗؤُا الَّذِيْنَ يُحَارِبُوْنَ

میں دست درازی کرتے ہیں یہی سزا ہے ان کی جو لڑائی کرتے ہیں

اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَسْعَوْنَ فِي الْاَرْضِ فَسَادًا اَنْ يُّقَتَّلُوْٓا

اللہ سے اور اس کے رسول سے اور دوڑتے ہیں ملک میں فساد کرنے کو کہ ان کو قتل کیا جائے

اَوْ يُصَلَّبُوْٓا اَوْ تُقَطَّعَ اَيْدِيْهِمْ وَاَرْجُلُهُمْ مِّنْ خِلَافٍ

یا سولی چڑھائے جائیں یا کاٹے جائیں انکے ہاتھ اور پاؤں مخالف جانب سے

اَوْ يُنْفَوْا مِنَ الْاَرْضِ ۭ ذٰلِكَ لَهُمْ خِزْيٌ فِي الدُّنْيَا وَلَهُمْ

یا دور کر دیے جائیں اس جگہ سے یہ ان کی رسوائی ہے دنیا میں اور ان کے

فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿۳۳﴾ ۙ اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا مِنْ قَبْلِ

لئے آخرت میں بڑا عذاب ہے مگر جنہوں نے توبہ کی تمہارے قابو

اَنْ تَقْدِرُوْا عَلَيْهِمْ ۚ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۳۴﴾ ع

پانے سے پہلے تو جان لو کہ اللہ بخشنے والا مہربان ہے

اس درجہ کے بعد جب انہوں نے اصرار کیا۔ انکار حکم کے معاملہ میں تو ان کی عقلیں سلب کر لی جاتی ہیں۔ وہ تمیز میں حیوانات اور پرندوں کی طرح ہو جاتے ہیں۔ میرے خیال میں بنی آدم کے قصہ میں اسی

طرف اشارہ ہے۔ قال لوبلینا الخ ۲۷ تا ۳۱)۔

اس واقعہ میں ایک ضمنی فائدہ معلوم ہوتا ہے۔ وہ یہ ہے کہ قتل بنی آدم کے گناہ کے ارادہ پر اللہ نے تنبیہ کی ہم اسکو سیاق کے لحاظ سے جملہ معترضہ مانتے ہیں۔ مِنْ اَجْلِ ذٰلِكَ كَتَبْنَا عَلٰى بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ۔ **قولہ** مَنْ قَتَلَ نَفْسًا فَكَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيْعًا۔ یہ قول ہمارے نزدیک حقیقت اجتماعیت الانسانیہ کی طرف اشارہ ہے۔ تمام لوگ ایک آدمی کی طرح ہیں۔ جس نے قتل نفس کی جرأت کی۔ اس سے یہ بھی ممکن ہے کہ وہ فساد و بربادی کرے اس وجہ سے شریعت نے قانون بنایا مَنْ قَتَلَ نَفْسًا الخ جس نے مبتلاء بالقتل کو نجات دی اس سے یہ بھی ممکن ہے کہ وہ ایسا طریقہ قائم اور زندہ کردے کہ تمام لوگ اس طریقہ کی وجہ سے حیات زندگی حاصل کریں۔ یہ خلاصہ ہے (۲۷) کا۔

اس حکم میں استثناء ہے۔ مَنْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ حَقٍّ اَوْ فَسَادٍ فِي الْاَرْضِ۔ لیکن جو لوگ زمین میں فساد کرتے ہیں تو ان کا قتل و قتال اور لڑائی تمام جائز ہے۔ اور بعض اوقات بہترین عمل ہے۔ اس کی طرف اشارہ ہے۔ اِنَّمَا جَزٰٓؤُا الَّذِيْنَ ــــ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ۔ جملہ معترضہ ختم

جب اللہ نے اہل کتاب کے ترک میثاق کا انجام واضح کردیا۔ اور ان کی تمام مدارج میں پستی کے متعلق بیان کردیا۔ تو اللہ تعالیٰ نے ان تمام باتوں سے اجتناب کا حکم دیا۔ ۲۵ میں یہی بات ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَابْتَغُوْٓا اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ وَجَاهِدُوْا

اے ایمان والو ڈرتے رہو اللہ سے اور ڈھونڈو اس تک وسیلہ اور جہاد کرو

فِيْ سَبِيْلِهٖ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۳۵﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْ اَنَّ لَهُمْ

اس کی راہ میں تاکہ تمہارا بھلا ہو جو لوگ کافر ہیں اگر ان کے پاس

مَّا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا وَّمِثْلَهٗ مَعَهٗ لِيَفْتَدُوْا بِهٖ مِنْ عَذَابِ

ہو کچھ زمین میں سب سارا اور اس کے ساتھ اتنا ہی اور ہو تاکہ بدلہ میں دیں اپنے قیامت

يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مَا تُقُبِّلَ مِنْهُمْ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۳۶﴾

کے عذاب سے تو ان سے قبول نہ ہوگا اور ان کے واسطے عذاب دردناک ہے

يُرِيدُونَ أَنْ يَخْرُجُوا مِنَ النَّارِ وَمَا هُمْ بِخَارِجِينَ

چاہیں گے کہ نکل جاویں آگ سے اور وہ اس سے نکلنے والے

مِنْهَا ۖ وَلَهُمْ عَذَابٌ مُقِيمٌ ﴿٣٧﴾ وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوا

نہیں اور ان کے لئے عذاب دائمی ہے اور چوری کرنیوالا مرد اور چوری کرنیوالی عورت کاٹ

أَيْدِيَهُمَا جَزَاءً بِمَا كَسَبَا نَكَالًا مِنَ اللَّهِ ۗ وَاللَّهُ عَزِيزٌ

ڈالو ان کے ہاتھ سزا میں ان کی کمائی کی تنبیہ ہے اللہ کی طرف سے اور اللہ غالب ہے

حَكِيمٌ ﴿٣٨﴾ فَمَنْ تَابَ مِنْ بَعْدِ ظُلْمِهِ وَأَصْلَحَ فَإِنَّ اللَّهَ

حکمت والا پھر جس نے توبہ کی اپنے ظلم کے پیچھے اور اصلاح کی تو اللہ قبول کرتا ہے

يَتُوبُ عَلَيْهِ ۗ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ ﴿٣٩﴾ أَلَمْ تَعْلَمْ أَنَّ

اس کی توبہ بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے تجھ کو معلوم نہیں کہ

اللَّهَ لَهُ مُلْكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ يُعَذِّبُ مَنْ يَشَاءُ

اللہ ہی کیواسطے ہے سلطنت آسمان اور زمین کی عذاب کرے جس کو چاہے

وَيَغْفِرُ لِمَنْ يَشَاءُ ۗ وَاللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿٤٠﴾

اور بخشے جس کو چاہے اور اللہ سب چیز پر قادر ہے

جو لوگ اقامت عدل وتقویٰ کے لئے مامور و پابند ہیں وہ اللہ کے مقرب ترین ہیں اور انکی تم پیروی کرو۔ اس طرح سے تقویٰ پر عمل آسان ہوگا۔ اور نظریات وتخیلات میں مصروف رہنا اقامت تقویٰ کے لئے موصل نہیں۔ امام ولی اللہ نے اپنی بعض کتابوں میں بیان کیا ہے کہ آدمی اس وقت تک فلاح نہیں پاتا۔ جب تک کہ وہ مفلحین کو نہ دیکھے۔ تم قولہ

لہذا مدارس میں نظریات میں مشغول رہنا پوری طرح مفید نہیں جبتک کہ آدمی اپنا فکر درست نہ کرے اور جب تک کہ وہ اجتماع میں کسی ایسے انسلاک کو نہ دیکھے۔ جو اس کے ہاں اقرب الی اللہ ہے۔ یہ اجتماع تمام اجتماع کا رئیس ہوگا۔ مجھے بڑی بحث کے بعد یہ معلوم ہوا۔ اور صرف امام ولی اللہ اور شاہ اسماعیل شہید کے وسیلہ کی تفسیر میں اقوال سے میرا دل مطمئن ہوا۔ ان دو کے علاوہ

بہت سی باتیں دیکھیں دل مطمئن نہیں ہوا۔

تنبیہ :- جب ہم نے انقلابیوں کا نظام ان کے اجتماع واحتساب اور اعتصام سالک کے متعلق دیکھا تو ہمیں یقین ہوا کہ اجتماع صالح میں انضمام ضروری ہے۔ اور جب اجتماع صالح احتساب افراد سے غافل ہو تو وہ سب ہلاک ہوں گے۔ اور سب کا گناہ خود ان پر ہے اور کسی پر نہیں۔

اب میرے لئے انقلاب کے نام سے امر قرآن کی اقامت کے لئے جماعت صالحہ کی تنظیم ممکن ہے۔ اور یہ اس طرح کہ اقامت قرآن کے لئے قریب کن درجات میں بتدریج ترقی کریں۔ اس طرح کے اجتماع کے علاوہ میرے خیال میں کامیابی ممکن نہیں۔ اس اجتماع کی ایجاد وانتشار منکرین کے ذریعہ ہو سکتی ہے خواہ زمین سے یا آسمان کے فرشتوں کے ذریعہ ہو۔ دونوں درست ہوئی ہیں لیکن اجتماع کے بغیر میرے نزدیک تمام غلط خیالات ہیں۔ اب وَابْتَغُوا اِلَیْہِ الْوَسِیْلَۃَ الخ وَجَاہِدُوا ۔ لعلکم تُفلِحُون کی حقیقت معلوم ہوگئی۔ کہ یہ مومنوں کی جانب سے تقوٰی اور ابتغاء وسیلہ کی طرف دعوت ہے۔ اور جہاد فی سبیل اللہ کی طرف دعوت ہے جب کہ مظلوم کی حمایت میں ظالم و کافر کے خلاف جہاد ہو۔ اور اس طرح مومن رفع کفر اور رفع ظلم پر قادر ہوں گے۔ یہاں یہی بات ہے، اور للہ ملکُ السّمٰوٰت والارض کا مطلب بھی صاف ہوگیا۔ اور یہ تتمہ ہے۔ اس آیت کا۔ ہم تک۔ اِنَّ الَّذِین کفروا ۔ یُرِیْدُوْنَ اَنْ یَّخْرُجُوا ۔ عذاب دنیا سے زیادہ ہوگا۔ اللہ کی راہ میں تمام اموال خرچ کرو۔ اور آخرت کی نجات حاصل کرو۔ (۲۸ : ۲۹) میں چوری اور اسکی جزا کا ذکر ہے نفی ظلم کا نمونہ ہے۔ کفار مصلحت خارجیہ میں ہیں اور چور مصلحت داخلیہ میں ہیں۔

والسارق والسارقۃ الخ اس سے پہلے اَلَمْ تَعْلَمْ الخ آچکا ہے۔ اس جماعت کو تیار کرنے سے مقصد اتمام امر اللہ فی الارض ہے۔ جامعہ بین الادیان کی طرف دعوت ارادۂ نبی اور حکم قرآن کے تحت منافقین۔ یہود اور مشرکین مدینہ کو ہے۔ اور ان مسلمانوں کو ہے جو دوسرے مرکز سے اتصال چاہتے ہیں کہ یہ بات اجتماعیت اسلامی کو خراب کرے گی۔ کافروں کی حکومت جب مومن جماعت غالب آئے گی تو ان کا ایمان بھی صحیح نہ رہے گا۔ ان کا حال واضح ہوگیا۔ اب انضمام اس مرکز سے نہ کریں گے۔

فصل ثانی (۴۱ سے ۶۶) تک

يَٰٓأَيُّهَا الرَّسُولُ لَا يَحْزُنْكَ الَّذِينَ يُسَارِعُونَ فِي الْكُفْرِ مِنَ

اے رسول غم نہ کر ان کا جو دوڑ کر گرتے ہیں کفر میں وہ

الَّذِينَ قَالُوٓا آمَنَّا بِأَفْوَاهِهِمْ وَلَمْ تُؤْمِنْ قُلُوبُهُمْ ۛ وَمِنَ

لوگ جو کہتے ہیں ہم مسلمان ہیں اپنے منہ سے اور ان کے دل مسلمان نہیں اور وہ

الَّذِينَ هَادُوا ۛ سَمَّاعُونَ لِلْكَذِبِ سَمَّاعُونَ لِقَوْمٍ آخَرِينَ

جو یہودی ہیں جاسوسی کرتے ہیں جھوٹ بولنے کے لئے وہ جاسوس ہیں دوسری جماعت کے

لَمْ يَأْتُوكَ ۖ يُحَرِّفُونَ الْكَلِمَ مِنْ بَعْدِ مَوَاضِعِهِ ۖ يَقُولُونَ

جو تجھ تک نہیں آئی بدل ڈالتے ہیں بات کو اس کا ٹھکانا چھوڑ کر کہتے ہیں اگر

إِنْ أُوتِيتُمْ هَٰذَا فَخُذُوهُ وَإِنْ لَمْ تُؤْتَوْهُ فَاحْذَرُوا ۚ

تم کو یہ حکم ملے تو قبول کر لینا اور اگر یہ حکم نہ ملے تو بچتے رہنا

وَمَنْ يُرِدِ اللَّهُ فِتْنَتَهُ فَلَنْ تَمْلِكَ لَهُ مِنَ اللَّهِ شَيْئًا ۚ

اور جس کو اللہ نے گمراہ کرنا چاہا سو تو اس کے لئے کچھ نہیں کر سکتا اللہ کے ہاں

أُولَٰٓئِكَ الَّذِينَ لَمْ يُرِدِ اللَّهُ أَنْ يُطَهِّرَ قُلُوبَهُمْ ۚ لَهُمْ فِي

یہ وہی لوگ ہیں جن کو اللہ نے نہ چاہا کہ دل پاک کرے ان کے ان کو دنیا

الدُّنْيَا خِزْيٌ ۖ وَلَهُمْ فِي الْآخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيمٌ ﴿٤١﴾ سَمَّاعُونَ

میں ذلّت ہے اور ان کو آخرت میں بڑا عذاب ہے جاسوسی

لِلْكَذِبِ أَكَّالُونَ لِلسُّحْتِ ۚ فَإِنْ جَآءُوكَ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ

کرنیوالے جھوٹ بولنے کے لئے اور بڑے حرام کھانیوالے سو اگر آویں وہ تیرے پاس تو فیصلہ کر دے ان میں

أَوْ أَعْرِضْ عَنْهُمْ ۖ وَإِنْ تُعْرِضْ عَنْهُمْ فَلَنْ يَضُرُّوكَ شَيْئًا ۖ

یا منہ پھیر لے ان سے اور اگر تو منہ پھیر لیگا ان سے تو وہ تیرا کچھ نہ بگاڑ سکیں گے

وَإِنْ حَكَمْتَ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ ۚ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ

اور اگر تو فیصلہ کرے تو فیصلہ کر ان میں انصاف سے بیشک اللہ دوست رکھتا ہے

الْمُقْسِطِيْنَ ﴿۴۲﴾ وَكَيْفَ يُحَكِّمُوْنَكَ وَعِنْدَهُمُ التَّوْرٰىةُ فِيْهَا

انصاف کرنیوالوں کو اور وہ تجھ کو کسطرح منصف بنائیں گے اور ان کے پاس تو توریت ہے جسمیں

حُكْمُ اللّٰهِ ثُمَّ يَتَوَلَّوْنَ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ ؕ وَمَآ اُولٰٓئِكَ

حکم ہے اللہ کا پھر اس کے پیچھے پھرے جاتے ہیں اور وہ ہرگز ماننے والے

بِالْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۴۳﴾ اِنَّآ اَنْزَلْنَا التَّوْرٰىةَ فِيْهَا هُدًى وَّنُوْرٌ ۚ

نہیں ہیں ہم نے نازل کی توریت کہ اس میں ہدایت اور روشنی تھی

يَحْكُمُ بِهَا النَّبِيُّوْنَ الَّذِيْنَ اَسْلَمُوْا لِلَّذِيْنَ هَادُوْا وَ

اس پر حکم کرتے تھے پیغمبر جو کہ حکم بردار تھے اللہ کے یہود کو اور

الرَّبّٰنِيُّوْنَ وَالْاَحْبَارُ بِمَا اسْتُحْفِظُوْا مِنْ كِتٰبِ اللّٰهِ

حکم کرتے تھے درویش اور عالم اس واسطے کہ وہ نگہبان ٹھہرائے گئے تھے اللہ کی کتاب پر

وَكَانُوْا عَلَيْهِ شُهَدَآءَ ۚ فَلَا تَخْشَوُا النَّاسَ وَاخْشَوْنِ

اور اس کی خبر گیری پر مقرر تھے سو تم نہ ڈرو لوگوں سے اور مجھ سے ڈرو

وَلَا تَشْتَرُوْا بِاٰيٰتِیْ ثَمَنًا قَلِيْلًا ؕ وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ

اور مت خریدو میری آیتوں پر مول تھوڑا اور جو کوئی حکم نہ کرے اسکے موافق

اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ ﴿۴۴﴾

جو کہ اللہ نے اتارا سو وہی لوگ ہیں کافر

انہیں تبلیغ ہے کہ اگر وہ مسلمانوں سے انضمام کریں تو ان کی دیانت باقی رہے گی. اور اپنی کتب کے مطابق اصلاح کے حاجتمند ہوں گے. منافقین کی جماعت جب کہ اس پر ایمان لائے تو امر قرآن کے موافق اپنی جانیں سپرد کرے۔

۴۱ : ۴۶ منافقوں اور یہودیوں کو تنبیہ ہے کہ اگر وہ دوسرے مرکز میں منضم ہوں گے تو انہیں نقصان ہوگا۔ ۴۱ سے یہود کی بحث ہے کہ وہ دوسری قوم کے لئے سماع ہیں اور یہ اس بات کی دلیل ہے کہ وہ دوسروں سے ملنا چاہتے ہیں، انہیں دعوت ہے کہ تورات کو حکم بنائیں۔

اگر ان کا اس پر ایمان ہے۔ یا ایّھا الرسول لا یحزنک ۔ ولم تؤمن قلوبھم یہ منافقین ہیں۔
من الذین ہادوا سمّٰعون یہ کفر میں مسارعت کرتے ہیں۔ منافق قرآن کا کفر کرتے ہیں۔ اور یہود تورات کا کفر کرتے ہیں وہ دوسری قوم کی جاسوسی کے لیے یہاں آتے ہیں انہیں خبر نہیں کہ دوسروں سے ان کا ملنا انکار تورات کا موجب ہے ہمارے خیال میں فارسیوں سے اتصال مراد ہے۔ فارسیوں کی یمن قوت تھی۔ اور یہود یمن میں موجود تھے۔ ان کی وساطت سے وہ یہود مدینہ سے ملتے اور مسلمانوں کی جاسوسی کرتے اور اجتماع مسلمین میں فساد کرنا چاہتے تھے۔ اس کی طرف اشارہ ہے، سمّٰعون للکذب الخ میں ہے، اسلام انہیں اتباع تورات کی دعوت دیتا ہے آرار احبار ورہبان کے ترک کی دعوت دیتا ہے کہ وہ تحریف کتاب کے باعث اس دعوت کو باطل کرتے ہیں اپنی آرا کے مطابق تاویلات کرتے ہیں۔ اس کی طرف اشارہ یحرّفون الکلم الخ میں ہے۔
درحقیقت یہ کام ان کے دین میں فتنہ کا باعث ہے۔ ان کے دین کا امتحان ہے۔ مومن بالکتاب تاویل بعید کرکے تحریف نہیں کرتے اس کی طرف اولٰئک الذین لم یرد اللہ الخ میں ہے۔ اگر معانی تورات میں بحث کریں اور نصوص ملت حنیفیہ پر محمول کریں تو یہ تطہیر ہوگی۔ لیکن جب اعراض کریں۔ اور اخلاص دین مدنظر نہ ہو تو یہ کامیاب نہ ہوں گے۔

تنبیہ :- ہم نے اپنے ملکوں میں مسلمانوں کی ایک جماعت دیکھی ہے جو اتباع امام ولی اللہ کی دعوت دیتی ہے اور کتاب وسنت اور محققین مجتہدین فقہاء عارفین کے راستہ کی دعوت دیتی ہے مگر ہمسایہ کفار کی رسم جو ان میں داخل ہو چکی ہے۔ اس کا انہیں خیال ہی نہیں۔ کیا اس طرح اقامت اسلام ہند میں ان کے طریقہ پر ہو سکتا ہے۔ مجھے تحقیق سے معلوم ہوا ہے کہ اقامت اسلام جہاد چاہتا ہے۔ اور جہاد اسی وقت ممکن ہے جب کہ اخذ حق کریں اور ترک باطل کریں۔ جب تک مسلمان اصول اسلامیہ کو اخذ کا ارادہ مصممہ نہ کرے۔ اقامت اسلام پر قادر نہیں ہو سکتا۔ زمانہ نبی میں یہود کا بھی یہی حال تھا۔ کہ وہ حکومت کفار پر راضی ہیں۔ اور جانتے ہیں کہ وہ ترک کر رہے ہیں۔ اور دوسروں کے لیے کام کر رہے ہیں۔ گویا جب تک یہود اخذ تورات کا عزم نہ کریں گے۔ وہ دوسری قوم کے ساتھ عمل کرتے رہیں گے۔

قولہ (۴۰) سمّٰعُون الخ یعنی دین حق انسان کو اخذ بالصدق کی دعوت دیتا ہے۔ اکل حلال کی دعوت دیتا ہے۔
مگر وہ چند پر اڑے ہوئے ہیں۔ تیرے پاس فیصلہ کرانے آتے ہیں۔ ان کی غرض سوائے مسلمانوں میں
فساد مچانے کے اور کوئی نہیں تو انہیں اخذ تورات کی دعوت دیتا ہے۔ اور وہ تورات سے باطل معنی لینے
ہیں۔ حرام حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ اور اپنے ساتھیوں کو وصیت کرتے ہیں کہ اس کے علاوہ اور مفہوم نہ لیں۔ پس ان پر
فیصلہ کرنا اخذ بالحق کا موصل نہیں بلکہ امر متردد ہے ممکن ہے کہ ان میں کوئی آدمی ہو جو حق پہنچاتا ہو۔ اس
حالت کی نفی ان کے قبول تحاکم کی علامت نہیں۔ اس کی طرف اشارہ ہے۔ فان جاءُوک اوا عرض
عنہم (۴۲) میں ہے۔ اس تحاکم سے ان کی منشا اتباع حق نہیں۔ اگر یہ منشاء ہوتی تو اتباع تورات کرتے
اس کی طرف اشارہ کیف یُحکّمُوک الخ میں ہے۔ حقیقت تورات کا اثبات ہے۔ نیز یہ کہ اس پر انبیاء نے
ربانیوں اور احبار نے عمل کیا ہے۔ ان میں کتاب متواتر ہے۔ تینوں طبقات ان میں محفوظ ہیں۔ اس کے معانی
جانتے ہیں اور فساد ترک تورات سے پیدا ہوا۔ اسکی طرف اشارہ اِنَّا اَنزَلْنَا التَّوْرٰۃَ الخ میں ہے۔

تنبیہ :۔ مناظرین متکلمین کے طفیل مسلمانوں میں مشہور ہے کہ تورات اہل کتاب کے پاس
محفوظ نہیں۔ اس بات کو ثابت کرنے کے لئے بہت جھگڑے سے کام لیا۔ ملحدوں اور ناقدین کی باتوں
سے مدد لی۔ اس میں ایک قسم کا فائدہ بھی ہے۔ مگر سچ یہ ہے مسلمان ہمارے ملک میں مبشرین پر غالب
آگئے۔ جب ان کی سلطنت ختم ہوگئی تو ایسا ہوا مگر ساتھ ساتھ اس سے نقصان عظیم بھی حاصل ہوا۔
ملحدوں سے احتراز جیسے تورات کے معاملہ میں ضروری ہے۔ قرآن کے بارہ میں بھی ضروری ہے۔ نوجوانوں کو جب
معلوم ہوا کہ مسلمانوں نے ملحدوں کے کلام سے تورات کے رد کرنے کے لئے تعلق و التزام پیدا کر لیا ہے تو
ملحدوں کی کتابوں کا رد بھی ہونے لگا۔ مگر الحاد کے جراثیم سے جوانوں کے دل زیادہ خراب ہوتے۔ ہم نے
بڑی محنت سے طرفین کی کتابوں کا مطالعہ کیا آخر کار اس نتیجہ پر پہنچے کہ کتب مقدسہ کے ترجمے جو ہمارے
شہروں میں ہیں وہ بمنزلہ ہماری احادیث کی کتابوں کے ہیں ان میں صحیح و غلط دونوں ہیں لیکن تصحیح
ممکن ہے۔ اور غلط الگ کیا جا سکتا ہے۔ مگر اسکے لئے فہم کتب کا ملکہ ہونا چاہیئے۔ جیسے کہ علمائے
حدیث نے صحاح حدیث سے تمیز اغلاط کی ہے۔ یہ بات عام کتب احادیث کے بارے میں ہے۔ لیکن
ام الکتب موطا مالک۔ اس کی حدیثیں محفوظ ہیں۔ اور اکثر اہل حق میں معمول ہیں۔ عام مسلمانوں کے

کے لئے اس کی تحقیق کی ذریعہ تصدیق احادیث ہو سکتی ہے. جب کہ معلم سے ابتدائی درجہ حاصل کر لیا جائے ہمارے خیال میں کتب موسیٰ موطا کی طرح اب بھی ان میں محفوظ ہیں۔ اور ان کی باقی کتب ہماری احادیث کی کتب کی طرح ہیں۔ اس تحریف سے مراد ان کی باقی کتب کے لئے اشارہ کیا گیا ہے۔ کہ انہوں نے تحریف کر دی۔ بحمد اللہ ہمارا ایمان ہے کہ دنیا میں قرآن کے برابر کوئی کتاب نہیں۔ اور دوسری قوموں کی کتب الٰہیہ کا درجہ ہماری احادیث کی کتب سے کم بھی نہیں۔

اصل مسئلہ یہ ہے کہ وہ طرفین کتب ادیان کا معارضہ قرآن کے لئے کر رہے ہیں۔ حالاں کہ انہیں مغالطہ ہے۔ قران اور باقی کتب میں رات دن کا فرق ہے۔ ہم نے ایسے مسلمان لوگ بھی دیکھے ہیں جو کتب حدیث کو قرآن کے برابر گردانتے ہیں۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ چند مسلمان انکار حدیث کرنے پر مجبور ہوئے۔ کیوں کہ قرآن کے لئے تو معارضہ کی ضرورت ہی نہیں۔ اسی طرح متکلمین صحائف تورات کا مقابلہ جب قرآن سے کرنے لگے تو کچھ نہ بیان کر سکے۔ تحقیق اصل مسئلہ کی یہ ہے کہ صحائف تورات احادیث کے برابر ہیں۔ قرآن کے برابر نہیں۔ امام ولی اللہ نے سطعات میں اس کی تصریح کی ہے۔ جب علم حدیث دیکھتے ہیں تو ام الکتاب متواتر و مشہور رعام اہل علم میں موجود ہے۔ اگرچہ اغلاط بھی ہیں۔ ضعیف بھی ہیں۔ تمام زبانوں میں محقق مسلمان یہ یقین سے جانتے آئے ہیں کہ تورات کی حقیقت کیا ہے؟ مثلاً ابن عباس۔ بخاری۔ ابن تیمیہ، امام ولی اللہ۔ تحقیق حق کے بارہ میں ائمہ متاخرین متقدمین سب برابر ہیں۔

فلا تخشوا الناس الخ یہود کو ڈراوا ہے کہ وہ اتباع کتاب اللہ کریں مخالفت ترک کریں۔ لوگوں کو خوش کرنے کا ارادہ نہ کریں تحصیل اموال نہ کریں۔ و من لم یحکم الخ یہود تورات پر فیصلہ نہ کریں تو کافر ہیں۔ اکثر مفسرین پر اس آیت کا معنی مشتبہ ہے۔ کیوں کہ وہ بھی اکثر مسلمانوں کو دیکھتے ہیں کہ حکم الٰہی کے خلاف فیصلہ کرتے ہیں۔

میرا دل اس معنی سے مطمئن ہے کہ اس آیت سے مراد یہ ہے کہ جو شخص حکم کتاب اللہ کو اعلیٰ نہ سمجھے اور خلاف کتاب حاکم پر راضی ہو وہ کافر ہے۔ اس کی مثال ان ملکوں میں ہے جہاں کفار غالب ہیں۔ اور مسلمان ان کی حکومت پر راضی ہیں قوانین مترددہ کے معاملہ میں وہ اس آیت کا مصداق ہیں لیکن جن ممالک میں حکام مسلمان ہیں اور کتاب اللہ کے مطابق حکم کرنا چاہتے ہیں جیسے کہ وہ ملتانی

سمجھتے ہیں پھر اگر خطاً یا عمداً بعض احکام میں مخالفت کرتے ہیں۔ وہ اس آیت کے مصداق نہیں۔
یہ آیت ان کے لئے ہو غیر کتاب اللہ کے ساتھ فیصلہ کرے جیسے کوئی حکومت کافر کے تحت رہ کر راضی ہو
میرے نزدیک دونوں قسم کے مسلمانوں میں فرق ضروری ہے۔

وَكَتَبْنَا عَلَيْهِمْ فِيهَا أَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ ۙ وَالْعَيْنَ بِالْعَيْنِ
اور لکھ دیا ہم نے ان پر اس کتاب میں کہ جی کے بدلے جی اور آنکھ کے بدلے آنکھ
وَالْأَنْفَ بِالْأَنْفِ وَالْأُذُنَ بِالْأُذُنِ وَالسِّنَّ بِالسِّنِّ ۙ وَ
اور ناک کے بدلے ناک اور کان کے بدلے کان اور دانت کے بدلے دانت اور
الْجُرُوحَ قِصَاصٌ ۚ فَمَنْ تَصَدَّقَ بِهِ فَهُوَ كَفَّارَةٌ لَهُ ۚ وَمَنْ
زخموں کا بدلہ ان کے برابر پھر جس نے معاف کر دیا تو وہ گناہ سے پاک ہو گیا اور جو
لَمْ يَحْكُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ ﴿۴۵﴾
کوئی حکم نہ کرے اس کے موافق جو کہ اللہ نے اتارا سو وہی لوگ ہیں ظالم
وَقَفَّيْنَا عَلَىٰ آثَارِهِمْ بِعِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ مُصَدِّقًا لِمَا
اور پیچھے بھیجا ہم نے انہی کے قدموں پر عیسیٰ مریم کے بیٹے کو تصدیق کرنے والا
بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرَاةِ ۖ وَآتَيْنَاهُ الْإِنْجِيلَ فِيهِ
توریت کی جو آگے سے تھی اور اس کو دی ہم نے انجیل جس میں
هُدًى وَنُورٌ ۙ وَمُصَدِّقًا لِمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرَاةِ
ہدایت اور روشنی تھی اور تصدیق کرتی تھی اپنے سے اگلی کتاب توریت کی
وَهُدًى وَمَوْعِظَةً لِلْمُتَّقِينَ ﴿۴۶﴾ وَلْيَحْكُمْ أَهْلُ الْإِنْجِيلِ
اور راہ بتانے والی اور نصیحت تھی ڈرنے والوں کو اور چاہیئے کہ حکم کریں انجیل والے موافق اسکے
بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ فِيهِ ۚ وَمَنْ لَمْ يَحْكُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ ﴿۴۷﴾
جو کہ اللہ نے اس میں اور جو کوئی حکم نہ کرے موافق اسکے جو اتارا اللہ نے سو وہی لوگ ہیں نافرمان

وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ

اور تجھ پر اتاری ہم نے کتاب سچی تصدیق کرنے والی سابقہ کتابوں

الْكِتٰبِ وَمُهَيْمِنًا عَلَيْهِ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَ

کی اور انکے مضامین پر نگہبان سو تو حکم کر ان میں موافق اس کے کہ جو اتارا اللہ نے اور

لَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ عَمَّا جَآءَكَ مِنَ الْحَقِّ ؕ لِكُلٍّ جَعَلْنَا

ان کی خوشی پر مت چل چھوڑ کر سیدھا راستہ جو تیرے پاس آیا ہر ایک کو تم میں سے

مِنْكُمْ شِرْعَةً وَّمِنْهَاجًا ؕ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَعَلَكُمْ اُمَّةً

دیا ہم نے ایک دستور اور راہ اور اللہ چاہتا تو تم کو ایک دین پر

وَّاحِدَةً وَّلٰكِنْ لِّيَبْلُوَكُمْ فِيْ مَآ اٰتٰىكُمْ فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرٰتِ ؕ

کر دیتا لیکن تم کو آزمانا چاہتا ہے اپنے دیئے ہوئے حکموں میں سو تم دوڑ کر لو خوبیاں

اِلَى اللّٰهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيْعًا فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ ۝۴۸

اللہ کے پاس تم سب کو پہنچنا ہے پھر جتا دے گا جس بات میں تم کو اختلاف تھا

وَاَنِ احْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ

اور یہ فرمایا کہ حکم کر ان میں موافق اس کے جو اتارا اللہ نے اور مت چل ان کی خوشی پر

وَاحْذَرْهُمْ اَنْ يَّفْتِنُوْكَ عَنْۢ بَعْضِ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَيْكَ ؕ

اور بچتا رہ ان سے کہ تجھ کو بہکا نہ دیں کسی ایسے حکم سے جو اللہ نے اتارا تجھ پر

فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاعْلَمْ اَنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّصِيْبَهُمْ بِبَعْضِ

پھر اگر نہ مانیں تو جان لے کہ اللہ نے یہی چاہا ہے کہ پہنچا دے انکو کچھ سزا ان کے

ذُنُوْبِهِمْ ؕ وَاِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ لَفٰسِقُوْنَ ۝۴۹ اَفَحُكْمَ

گناہوں کی اور لوگوں میں بہت ہیں نافرمان اب کیا حکم

الْجَاهِلِيَّةِ يَبْغُوْنَ ؕ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ حُكْمًا لِّقَوْمٍ

چاہتے ہیں کفر کے وقت کا اور اللہ سے بہتر کون ہے حکم کرنے والا یقین

يُوقِنُونَ ۝۵۰

کرنے والے کیواسطے

اس سے معلوم ہوا ہے کہ یہ وہ واقعہ ہے جس میں وہ نبی کے پاس آئے اور حکم کی مخالفت کی۔ وَمن لم یحکم الخ کا مصداق مسلمان ہیں۔ جب کہ وہ کتاب اللہ کے مطابق فیصلہ نہ کریں۔ خواہ مسلمانوں کی حکومت ہی ان پر موجود ہو۔ بعض خرابیوں میں یہود و نصاریٰ مشترک ہیں اس لئے ان کا ذکر یہود کے تتمہ کے طور پر آیا۔ ۴۴ میں وقفینا الخ انہیں اتباع انجیل کی دعوت ہے۔ کہ جب وہ تعلیم عیسےٰ ترک کریں گے تو وہ سہولت سے ادیان حنیفیہ میں جمع نہیں ہو سکتے۔ ۴۷ میں امر حکم ہے۔ ولیحکم اہل الانجیل الخ۔ حنیفیت میں دعوت انجیل کی مثال یہ ہے کہ وہ احکام تورات کا درجہ احسانیہ ہے۔ اس کا ترک کرنا فسق تک پہنچتا ہے۔ جیسے ہم نے شرح کی ہے۔ اس طرح بعض مفسرین اثبات تخالف نہیں کرتے۔ یعنی کفر ظلم اور فسق کے درجات حکم الٰہی کے خلاف فیصلہ کرتے ہیں۔ اختلاف حالات سے تعلق رکھتا ہے۔ ۴۸ میں اہل اسلام کو اتباع قرآن کا حکم ہے۔ نیز حکم ہے کہ امر مشترک بین الادیان کو محفوظ رکھیں۔ کیوں کہ بعض کمزور اہل الادیان فروع کو اصول پر مقدم کر دیتے ہیں۔ انکی اصلاح قرآن میں آتا ہے کہ اصول کو فروع پر مقدم رکھیں۔ اس کی طرف اشارہ ہے۔ وَاَنزَلنَا اِلَیکَ الخ... مصدقاً۔ کتاب خواہ یہاں جنس ہو (یعنی تمام کتابوں پر شامل) یا عہد ہو (یعنی خاص کتاب جس کا ذکر چلا آرہا ہے) بہرکیف تورات مراد ہے کیوں کہ تورات تمام سابقہ کتب پر مقدم ہے۔ اسی طرح معنی جنس کا ہو گا۔ فَاحکم بینہم الخ یعنی حق کا فیصلہ کرانے کی خواہشات کی پیروی نہ کر یعنی فروع کو اصول پر مقدم نہ کر

تنبیہ:- اتفاق سے اتفاق فی کل الفروع مراد لینا غلط ہے جیسے کہ تمام اسلامی فرقہ کے مسلمان سمجھتے ہیں وہ بھی غلطی کرتے ہیں کیوں کہ اتفاق فی الفروع ناممکن ہے نہ ہی یہ مطلوب مراد ہے۔ مھیمناً اس کا معنی میرے نزدیک یہ کہ اہل کتاب ملت ابراہیم سے خارج ہو گئے۔ تو قرآن انہیں حق دکھاتا ہے۔ جیسے کہ مسلمانوں کو اتباع قرآن کے لئے حکم ہے۔

جب اہل اسلام کا کوئی گروہ مخالفت کرے تو اس کے لئے بھی کتاب اللہ پیش کی جاتی ہے۔ استنباط و اجتہاد میں ہر قوم مختار ہے۔ اس کا اشارہ لِکُلٍّ جَعَلنَا مِنکُم شِرعَۃً الخ میں حنفاء کے لئے

اتباع ابراہیم ہے ان کا اپنا راستہ ہے۔ مسلمین یہود و نصاریٰ کے لئے اتباع موسیٰ و عیسیٰ و محمد ہے اسی طرح صابیوں کے لئے منہاج و شرعہ ہے۔ غرضیکہ اتفاق منہاج میں متصور ہے نہ کہ شرعات میں۔
ولو شاء اللہ لجعلکم الخ یعنی اصول و فروع دونوں ہیں۔ ولکن لیبلوکم الخ اس طرح ایک قوم کی دوسری پر فضیلت نہ ظاہر ہوتی اس لئے شرعات قائم کی اور مسابقت ظاہر ہوئی۔ اس کی طرف اشارہ ہے۔ فاستبقوا الخیرات الخ میں ہے۔ حکمت خلقیہ کونیہ کی طرف اشارہ ہے۔ اختلاف اقوام افراد کا تقاضا فطری کے تحت کون میں ثابت ہے۔ اس کے خلاف نہیں ہو سکتا۔ بلکہ کسی تشریح کے ذریعہ تمام اختلاف کا رفع ممکن ہے۔ ہرگز نہیں! پس حق ثابت ہو گیا۔ قیمت پر مختلف کی اس کے اختلاف میں ہے۔ اس پر حکم کرنے میں سوائے خدا کے کوئی قادر نہیں۔ وَاَنِ احْکُمْ الخ یعنی قرآن کے ساتھ۔ بلاشک اس میں اجتماعی اصول ہیں۔ یہ حکم ان پر ہر حال میں نافذ ہے۔ ان کے ساتھ صرف فروع میں اختلاف ہے۔ اور فروع حفظ اصول کی مقدار پر جماعت پیش کرتی ہے گویا وہ معاملہ نہیں ہو کہ بعض مسلمان چاہتے ہیں کہ اپنی فروع بھی تمام ادیان پر مسلط کر دیں۔
وَاحْذَرْهُمْ الخ اصول حنیفیہ کی طرف دعوت کے لئے جائز نہیں کہ اس میں سے کچھ ترک کر دیا جائے۔
فَاِنْ تَوَلَّوْا الخ خلاف اہل قرآن کے لئے مقدار مقرر ہے۔ اگر وہ مسلمین کے ساتھ جمع نہ ہوں گے تو ان کے متبع ہوں گے۔ لیکن ان سے جزیہ لیا جائے گا اور اسلامی اجتماعیت میں داخل ہوں گے۔ اس کی طرف اشارہ ہے۔ اِنَّمَا یُرِیْدُ اللہُ میں۔ جب وہ اسلام کی اتباع سے نکلے تو وہ طاعت کفار منکرین کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ وَمَنْ اَحْسَنُ الخ اس کی مثال متاخرین مسلمانوں میں ہے کہ کسی سنی مسلمان سنی حکم کے تحت داخل نہیں ہوتے اور حکم کفار قبول کرتے ہیں کیا یہی ان کے دین کا مقتضا ہے۔ اسیطرح اہل کتاب پر واجب ہے کہ وہ اہل اسلام کی حکومت قبول اور کفار کو ترجیح نہ دیں۔

مسئلہ: جب یہود و نصاریٰ پر اتباع قرآن ضروری ہے تو وہ اس کے حکم یعنی حکومت میں بھی داخل ہوں۔ ورنہ اس کی حکومت کے تحت ذمی بن کر رہیں۔ مسلمانوں کے لئے جائز نہیں کہ وہ یہود و نصاریٰ کی اتباع کریں۔ ورنہ اس مرکزیت کا تحقق ممکن نہیں۔ منافقین کے ایک گروہ نے کفر تسارع کیا (یعنی جلدی کی) اور یہود و نصاریٰ کی اتباع کرنے میں انہیں چند دنیاوی منافع مدنظر تھے

مسلمانوں کے لئے بھی عمل منافقین کے عمل کا مسئلہ مشتبہ ہو سکتا ہے۔ اس لئے انہیں منع کیا گیا کہ یہود و نصاریٰ کو دوست مت بنائیں۔ (۵۱ - ۵۲) میں یہی کچھ ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُوْدَ وَالنَّصٰرٰٓى اَوْلِيَآءَ ۘ

والوں کیواسطے اے ایمان والو مت بناؤ یہود اور نصاریٰ کو دوست

بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ۭ وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاِنَّهٗ مِنْهُمْ ۭ اِنَّ

وہ آپس میں دوست ہیں ایک دوسرے کے اور جو کوئی تم میں سے دوستی کرے ان سے تو وہ انہی میں ہے اللہ

اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۵۱﴾ فَتَرَى الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ

ہدایت نہیں کرتا ظالم لوگوں کو اب تو دیکھے گا انکو جن کے دل میں

مَّرَضٌ يُّسَارِعُوْنَ فِيْهِمْ يَقُوْلُوْنَ نَخْشٰٓى اَنْ تُصِيْبَنَا

بیماری ہے دوڑ کر ملتے ہیں ان میں کہتے ہیں کہ ہم کو ڈر ہے کہ نہ آجائے ہم پر

دَاۗىِٕرَةٌ ۭ فَعَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّاْتِيَ بِالْفَتْحِ اَوْ اَمْرٍ مِّنْ عِنْدِهٖ

گردش زمانہ کی سو قریب ہے کہ اللہ جلد ظاہر فرمائے فتح یا کوئی حکم اپنے پاس سے

فَيُصْبِحُوْا عَلٰي مَآ اَسَرُّوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ نٰدِمِيْنَ ﴿۵۲﴾ وَ

تو لگیں اپنے جی کی چھپی بات پر پچھتانے اور

يَقُوْلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَهٰٓؤُلَاۗءِ الَّذِيْنَ اَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ

کہتے ہیں مسلمان کیا یہ وہی لوگ ہیں جو قسمیں کھاتے تھے اللہ کی

جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ ۙ اِنَّهُمْ لَمَعَكُمْ ۭ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ

تاکید سے کہ ہم تمہارے ساتھ ہیں برباد گئے ان کے عمل

فَاَصْبَحُوْا خٰسِرِيْنَ ﴿۵۳﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَنْ يَّرْتَدَّ

پھر رہ گئے نقصان میں اے ایمان والو جو کوئی تم میں

مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَسَوْفَ يَاْتِي اللّٰهُ بِقَوْمٍ يُّحِبُّهُمْ وَ

پھرے گا اپنے دین سے تو اللہ عنقریب لاوے گا ایسی قوم کو کہ اللہ انکو چاہتا ہے اور

يُّحِبُّوْنَهٗٓ ۙ اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اَعِزَّةٍ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ۡ

وہ انکو چاہتے ہیں نرم دل ہیں مسلمانوں پر زبردست ہیں کافروں پر

يُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا يَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَآئِمٍ ۭ

لڑتے ہیں اللہ کی راہ میں اور ڈرتے نہیں کسی کے الزام سے یہ

ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ۭ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ (۵۴)

فضل ہے اللہ کا دے گا جس کو چاہے اور اللہ کشایش والا ہے خبردار

اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ

تمہارا رفیق تو وہی اللہ ہے اور اسکا رسول اور جو ایمان والے ہیں جو کہ قائم ہیں

الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ رٰكِعُوْنَ (۵۵) وَمَنْ يَّتَوَلَّ

نماز پر اور دیتے ہیں زکوٰۃ اور وہ عاجزی کرنیوالے ہیں اور جو کوئی دوست

اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَاِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْغٰلِبُوْنَ (۵۶)

رکھے اللہ کو اور اسکے رسول کو اور ایمان والوں کو تو اللہ کی جماعت وہی سب پر غالب ہے

تو دیکھے گا ان کے دلوں میں مرض ہے۔ وہ منافق ہیں۔ جو کچھ کہتے ہیں اس میں بڑی جلدی کرتے ہیں دنیاوی زندگی میں تنگی اس طرح کر ان سے مقاطعہ کیا جائے۔ عسی اللہ الخ اللہ مسلمانوں کے لئے فتح لایا۔

اہل ایمان تنقید کرتے ہیں کہ یہ ہمارے ساتھ نہیں ہے۔ اس کی طرف اشارہ ۵۲ میں ہے۔ یقول الخ یہ تولی اسلام سے ارتداد تک نتیجہ خیز ہوتی ہے۔ مرکزیت ہوتی تو ارتداد نہ ہوتا۔ اور مرکزیت صرف اس قوم کے ذریعہ ہوتی ہے جو فقط اللہ پر اس کی کتاب پر اعتماد رکھتی ہو۔ اس کی طرف اشارہ ہے۔ یا ایھا الذین امنو..... من یرتد منکم الخ میں ہے۔ پس تحقیق حزب اللہ غالب ہیں مرکزیت حزب اللہ سے متعین ہوگی جو انہیں اولیا اور دوست بنانے سے منع کرتا ہے۔

مسئلہ تمام شد

یہود کے ساتھ اشتراک کو قباحت ثابت کیا گیا ہے کہ اس طرح ارتداد تک نوبت پہنچی ہے۔ ۵۵، ۵۶ میں ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا دِيْنَكُمْ هُزُوًا

اے ایمان والو مت بناؤ ان لوگوں کو جو ٹھہراتے ہیں تمہارے دین کو ہنسی اور

وَّلَعِبًا مِّنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَالْكُفَّارَ اَوْلِيَآءَ

کھیل وہ لوگ جو کتاب دیے گئے تم سے پہلے اور نہ کافروں کو اپنا دوست

وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿٥٧﴾ وَاِذَا نَادَيْتُمْ اِلَى

اور ڈرو اللہ سے اگر ہو تم ایمان والے اور جب تم پکارتے ہو نماز

الصَّلٰوةِ اتَّخَذُوْهَا هُزُوًا وَّلَعِبًا ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ

کے لئے تو وہ ٹھہراتے ہیں اسکو ہنسی اور کھیل یہ اس واسطے کہ وہ لوگ

لَّا يَعْقِلُوْنَ ﴿٥٨﴾ قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ هَلْ تَنْقِمُوْنَ مِنَّآ اِلَّآ

بے عقل ہیں تو کہہ اے کتاب والو کیا ضد ہے تم کو ہم سے مگر

اَنْ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْنَا وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلُ وَ

یہی کہ ہم ایمان لائے اللہ پر اور جو نازل ہوا ہم پر اور جو نازل ہو چکا ہے پہلے اور

اَنَّ اَكْثَرَكُمْ فٰسِقُوْنَ ﴿٥٩﴾ قُلْ هَلْ اُنَبِّئُكُمْ بِشَرٍّ مِّنْ ذٰلِكَ

یہی کہ تم میں سے اکثر نافرمان ہیں تو کہہ میں تم کو بتلاؤں ان میں کس کی

مَثُوْبَةً عِنْدَ اللّٰهِ مَنْ لَّعَنَهُ اللّٰهُ وَغَضِبَ عَلَيْهِ وَجَعَلَ

بری جزا ہے اللہ کے ہاں وہی جس پر اللہ نے لعنت کی اور اس پر غضب نازل کیا اور ان میں

مِنْهُمُ الْقِرَدَةَ وَالْخَنَازِيْرَ وَعَبَدَ الطَّاغُوْتَ اُولٰٓئِكَ

سے بعضوں کو بندر کر دیا اور بعضوں کو سؤر اور جنہوں نے بندگی کی شیطان کی وہی لوگ

شَرٌّ مَّكَانًا وَّاَضَلُّ عَنْ سَوَآءِ السَّبِيْلِ ﴿٦٠﴾ وَاِذَا جَآءُوْكُمْ

بدتر ہیں درجہ میں اور بہت بہکے ہوئے ہیں سیدھی راہ سے اور جب تمہارے پاس آتے

قَالُوْٓا اٰمَنَّا وَقَدْ دَّخَلُوْا بِالْكُفْرِ وَهُمْ قَدْ خَرَجُوْا بِهٖ

ہیں تو کہتے ہیں ہم ایمان لائے اور حالت یہ ہے کہ کافر ہی آئے تھے اور کافر ہی چلے گئے

وَاللّٰہُ اَعۡلَمُ بِمَا کَانُوۡا یَکۡتُمُوۡنَ ﴿۶۱﴾ وَتَرٰی کَثِیۡرًا مِّنۡہُمۡ یُسَارِعُوۡنَ

اور اللہ خوب جانتا ہے جو کچھ چھپائے ہوئے تھے اور تو دیکھیگا بہتوں کو ان میں سے کہ دوڑتے ہیں

فِی الۡاِثۡمِ وَالۡعُدۡوَانِ وَاَکۡلِہِمُ السُّحۡتَ ؕ لَبِئۡسَ مَا کَانُوۡا

گناہ پر اور ظلم اور حرام کھانے پر بہت برے کام ہیں جو

یَعۡمَلُوۡنَ ﴿۶۲﴾ لَوۡلَا یَنۡہٰہُمُ الرَّبّٰنِیُّوۡنَ وَالۡاَحۡبَارُ عَنۡ

کررہے ہیں کیوں نہیں منع کرتے ان کے درویش اور علماء گناہ

قَوۡلِہِمُ الۡاِثۡمَ وَاَکۡلِہِمُ السُّحۡتَ ؕ لَبِئۡسَ مَا کَانُوۡا یَصۡنَعُوۡنَ ﴿۶۳﴾

کی بات کہنے سے اور حرام کھانے سے بہت ہی برے عمل ہیں جو کر رہے ہیں

وَقَالَتِ الۡیَہُوۡدُ یَدُ اللّٰہِ مَغۡلُوۡلَۃٌ ؕ غُلَّتۡ اَیۡدِیۡہِمۡ وَلُعِنُوۡا

اور یہود کہتے ہیں اللہ کا ہاتھ بند ہوگیا انہی کے ہاتھ بند ہو جائیں اور لعنت ہے

بِمَا قَالُوۡا ۘ بَلۡ یَدٰہُ مَبۡسُوۡطَتٰنِ ۙ یُنۡفِقُ کَیۡفَ یَشَآءُ ؕ وَلَیَزِیۡدَنَّ

ان کو اس کہنے پر بلکہ اس کے تو دونوں ہاتھ کھلے ہوئے ہیں خرچ کرتا ہے جس طرح چاہے اور ان میں

کَثِیۡرًا مِّنۡہُمۡ مَّاۤ اُنۡزِلَ اِلَیۡکَ مِنۡ رَّبِّکَ طُغۡیَانًا وَّکُفۡرًا ؕ

بہتوں کو بڑھے گی اس کلام سے جو تجھ پر اترا تیرے رب کی طرف سے شرارت اور انکار

وَاَلۡقَیۡنَا بَیۡنَہُمُ الۡعَدَاوَۃَ وَالۡبَغۡضَآءَ اِلٰی یَوۡمِ الۡقِیٰمَۃِ ؕ

اور ہم نے ڈال رکھی ہے ان میں دشمنی اور بیر قیامت کے دن تک

کُلَّمَاۤ اَوۡقَدُوۡا نَارًا لِّلۡحَرۡبِ اَطۡفَاَہَا اللّٰہُ ۙ وَیَسۡعَوۡنَ

جب کبھی آگ سلگاتے ہیں لڑائی کے لئے اللہ اسکو بجھا دیتا ہے اور دوڑتے ہیں

فِی الۡاَرۡضِ فَسَادًا ؕ وَاللّٰہُ لَا یُحِبُّ الۡمُفۡسِدِیۡنَ ﴿۶۴﴾ وَلَوۡ اَنَّ

ملک میں فساد کرتے ہوئے اور اللہ پسند نہیں کرتا فساد کرنے والوں کو اور اگر

اَہۡلَ الۡکِتٰبِ اٰمَنُوۡا وَاتَّقَوۡا لَکَفَّرۡنَا عَنۡہُمۡ سَیِّاٰتِہِمۡ

اہل کتاب ایمان لاتے اور ڈرتے تو دور کر دیتے ہم ان سے ان کی برائیاں اور

وَلَاَدْخَلْنٰهُمْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ ﴿۶۵﴾ وَلَوْ اَنَّهُمْ اَقَامُوا التَّوْرٰىةَ وَ

اور ان کو داخل کرتے نعمت کے باغوں میں اور اگر وہ قائم رکھتے توریت اور

وَالْاِنْجِيْلَ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِمْ مِّنْ رَّبِّهِمْ لَاَكَلُوْا مِنْ

انجیل کو اور اس کو جو کہ نازل ہوا ان پر ان کے رب کی طرف سے تو کھاتے اپنے

فَوْقِهِمْ وَمِنْ تَحْتِ اَرْجُلِهِمْ مِنْهُمْ اُمَّةٌ مُّقْتَصِدَةٌ

اوپر سے اور اپنے پاؤں کے نیچے سے کچھ لوگ ان میں ہیں سیدھی راہ پر

وَكَثِيْرٌ مِّنْهُمْ سَآءَ مَا يَعْمَلُوْنَ ﴿۶۶﴾ ع

اور بہت سے ان میں برے کام کر رہے ہیں

جو ایسے لوگوں سے دوستی کرے جو اسے مذاق کھیل سمجھتے ہیں وہ مومن نہیں ہو سکتے۔ نداء بالصلوٰۃ کو کھیل سمجھتے ہیں۔ اس کی طرف اشارہ ہے وَاِذَا نَادَيْتُمْ الخ میں۔ اتداد میں یہ ظاہر بات ہے۔ پھر وہ کفریات میں ڈٹے ہوئے ہیں۔ دوست بنانے سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ وہ مومنوں کے برابر نہیں ہوں گے۔ مومن تو اپنے ایمان کی وجہ سے ان سے ممتاز ہیں ان کا ایمان اللہ پر ہے لہٰذا اہل اللہ میں جدائی ممکن نہیں۔ اس کی طرف اشارہ ہے ۵۶ میں۔ یا اھل الکتاب الخ ان کا انغماس فی الکفریات بیان کیا گیا ہے۔ قُلْ هَلْ اُنَبِّئُكُمْ کیا مومن کے لئے ٹھیک ہے کہ اس طرح کے دوست بنائے۔ بلکہ ان کے لئے ضروری ہے کہ وہ دعوت قرآنیہ قبول کریں۔ اور اس سے زیادہ یہ ہے کہ ام کتاب کا اتباع کریں۔ اس کی طرف اشارہ ہے ولو انہم الخ میں ہے۔ فصل ثانی تمام شد

فصل ثالث

مرکزیت اسلامیہ یعنی قرآن کی طرف دعوت۔

جب ثابت ہو گیا کہ یہود و نصاریٰ کی مرکزیت نہیں۔ کیوں کہ تارک کتاب توراۃ انجیل ہیں۔ اور جو منافق ان کی مرکزیت کی طرف توجہ کرتے ہیں۔ وہ بھی کفریات میں پہنچ رہے ہیں۔ ان سب کے مجموعہ کو مرکز صابی کی طرف دعوت دی جاتی ہے۔ یہ فصل ثانی کا خلاصہ تھا۔ اب ضروری ہے کہ دعوت قرآنیہ کے مرکز کی طرف دعوت دی جائے۔

يٰۤاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ؕ وَاِنْ

اے رسول پہنچادے جو تجھ پر اترا تیرے رب کی طرف سے اور اگر

لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسٰلَتَهٗ ؕ وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ

ایسا نہ کیا تو تو نے کچھ نہ پہنچایا اس کا پیغام اور اللہ تجھ کو بچا لے گا

النَّاسِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۶۷﴾ قُلْ

لوگوں سے بیشک اللہ راستہ نہیں دکھلاتا قوم کفار کو کہہ دے

يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ لَسْتُمْ عَلٰى شَىْءٍ حَتّٰى تُقِيْمُوا التَّوْرٰىةَ

اے کتاب والو تم کسی راہ پر نہیں جب تک نہ قائم کرو توریت

وَالْاِنْجِيْلَ وَمَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ ؕ وَلَيَزِيْدَنَّ

اور انجیل کو اور جو تم پر اترا تمہارے رب کی طرف سے اور ان میں

كَثِيْرًا مِّنْهُمْ مَّاۤ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ طُغْيَانًا وَّكُفْرًا ۚ

بہتوں کو بڑھے گی اس کلام سے جو تجھ پر اُترا تیرے رب کی طرف سے شرارت اور کفر

فَلَا تَاْسَ عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۶۸﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

سو تو افسوس نہ کر اس قوم کفار پر بیشک جو مسلمان ہیں

وَالَّذِيْنَ هَادُوْا وَالصّٰبِئُوْنَ وَالنَّصٰرٰى مَنْ اٰمَنَ

اور جو یہودی ہیں اور فرقہ صابی اور نصاریٰ جو کوئی ایمان لاوے

بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ

اللہ پر اور روز قیامت پر اور عمل کرے نیک نہ ان پر ڈر ہے

وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۶۹﴾

نہ وہ غمگین ہوں گے

یہود و منافقین دوسری قوم کے سماع میں تو اس لئے جب ہم انہیں اتباع قرآن کی طرف دعوت دیں گے تو اس کا مطلب یہ ہوگا دوسری قوموں کی مخالفت پیش کرینگے۔ عرب فارسیوں سے بہت ڈرتے

ہیں۔ اس دعوت میں ان سے معارضہ ہے۔ اس واسطے تاکیداً آئی بَلِّغِ الخ ما انزل الیک یعنی تمامی
نہ بالتدریج۔ وَاِن لَّمْ تفعل الخ پہلے قریش عرب کو دعوت کی جائے۔ یہ دعوت کا پہلا درجہ ہے
اس کے بعد اگر رسول نے دعوت عالمی نہ دی جس کا مرکز قرآن ہے اور وہ عالم کے لئے ہے تو
اس کا مطلب یہ ہوا کہ رسول نے دعوت اولیٰ کی تبلیغ بھی نہیں کی۔ اس دعوت سے مقصد اصلاح عالم
ہے۔ صرف اصلاح قریش و عرب نہیں۔
عظمت امر کا اشارہ ہے۔ واللہ یعصمک من الناس ہے۔ کیونکہ امپریلزم کے ساتھ مقابلہ آسان
نہیں۔ وہ بہت سے حیلوں پر قادر ہیں جو اپنے معارض کے لئے استعمال کرتے ہیں۔ پس نبی مصئون
و معصوم رکھا جائے گا۔ نبی کی آخر عمر تک یہ وعدہ صرف ہوا۔ اس کی طرف اشارہ ان اللہ
لا یہدی القوم الکٰفرین میں ہے۔ اللہ نے اہل کتاب کو پہلے دعوت اس مرکز کے لئے دی۔ اس کا
مطلب اقامت توریٰۃ و انجیل ہے فقط۔ میری سمجھ میں اس سورت میں دعوت صرف یہ ہے کہ (نمبر ایک)
قرآن اور اس کی دعوت ان کے مثل ہے۔ یا نمبر دوم) حکم میں ان سے اعلیٰ ہے۔ جب اسلام تاسیس
حکومت کے لئے ترقی کرے گا۔ دوسری فضیلت ظاہر ہوگی۔ اب صرف بحث اول مراد ہے کہ یہود و
نصاریٰ دعوت حنفیہ کے بارہ میں اہل قرآن کو قبول کریں۔ اگر دعوت قرآنیہ حنیفیت کے علاوہ ہو تو وہ
اقامت توریٰۃ و انجیل کے لئے راضی نہیں۔ ہمارے زمانے میں اس کی مثال یہ ہے کہ ہم حنفی ہیں۔ شافعی
مالکی کو اتباع کتاب اللہ کے لئے اتباع موطا مالک کی دعوت دیتے ہیں۔ اس کے بعد انہیں ہم حنفی ہونے کی
دعوت نہیں دیتے۔ یہ ہمارے سنی ہونے کی دلیل ہے فقط۔ اگر وہ ہم سے یعنی اہل سنت سے حنفیت
تسلیم کرلیں۔ تو آج ہم اس پر اکتفا کریں گے ہم مطمئن ہیں کہ مرکز حنیفیت متحقق ہے۔ تمرکز الفاظ سے
نہیں بلکہ تقلب فی السیاست سے حاصل ہوتا ہے۔ اس کے بعد ہم سیاسیات عالم میں تقلب کی امید
رکھ سکتے ہیں۔ انشاءاللہ۔ آج ہمارے بھائی اگر ہمیں سنی تسلیم کرلیں تو ہم تمرکز کی اساس ڈال کر خوش
ہوں گے۔ اس سورت میں انسان اہل کتاب کے لئے قرآن کا خطاب اس طرح سمجھے۔ اور اب انہیں
دعوت دیتا ہے کہ وہ اپنی کتابوں کو قائم کریں فقط۔ ان کی کتابوں کی تصدیق کرتا۔ اگر اہل کتاب ایسا
نہ کریں تو اہل اسلام کو ان کے قریب تمام اقوام میں سے کیا جائے گا۔ مثال ختم شد۔

لَقَدْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ وَاَرْسَلْنَآ اِلَيْهِمْ رُسُلًا

ہم نے لیا تھا پختہ قول بنی اسرائیل سے اور بھیجے ان کی طرف رسول

كُلَّمَا جَآءَهُمْ رَسُوْلٌۢ بِمَا لَا تَهْوٰٓى اَنْفُسُهُمْ فَرِيْقًا كَذَّبُوْا

جب لایا ان کے پاس کوئی رسول وہ حکم جو خوش نہ آیا ان کے جی کو تو بہتوں کو جھٹلایا

وَفَرِيْقًا يَّقْتُلُوْنَ ﴿۷۰﴾ وَحَسِبُوْٓا اَلَّا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ فَعَمُوْا وَصَمُّوْا

اور بہتوں کو قتل کر ڈالتے تھے اور خیال کیا کہ کچھ خرابی نہ ہوگی سو اندھے ہو گئے اور

ثُمَّ تَابَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ ثُمَّ عَمُوْا وَصَمُّوْا كَثِيْرٌ مِّنْهُمْ ۭ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِمَا يَعْمَلُوْنَ ﴿۷۱﴾ لَقَدْ كَفَرَ

بہرے پھر توبہ قبول کی اللہ نے ان کی پھر اندھے اور بہرے ان میں سے بہت اور اللہ دیکھتا ہے جو کچھ وہ کرتے ہیں بیشک

الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ ۭ وَقَالَ الْمَسِيْحُ يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ

کافر ہوئے جنہوں نے کہا اللہ وہی مسیح ہے مریم کا بیٹا اور مسیح نے کہا ہے اے بنی اسرائیل

اعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّيْ وَرَبَّكُمْ ۭ اِنَّهٗ مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ حَرَّمَ

بندگی کرو اللہ کی جو رب ہے میرا اور تمہارا بیشک جس نے شریک ٹھہرایا اللہ کا سو حرام کی

اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَاْوٰىهُ النَّارُ ۭ وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ ﴿۷۲﴾

اللہ نے اس پر جنت اور اس کا ٹھکانا دوزخ ہے اور کوئی نہیں گنہگاروں کی مدد کرنے والا

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ ثَالِثُ ثَلٰثَةٍ ۘ وَمَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّآ

بیشک کافر ہوئے جنہوں نے کہا اللہ ہے تین میں کا ایک حالانکہ کوئی معبود

اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۭ وَاِنْ لَّمْ يَنْتَهُوْا عَمَّا يَقُوْلُوْنَ لَيَمَسَّنَّ

بجز ایک معبود کے اور اگر نہ باز آئیں گے اس بات سے کہ کہتے ہیں تو بیشک پہنچے گا

الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۷۳﴾ اَفَلَا يَتُوْبُوْنَ اِلَى

ان میں سے کفر پر قائم رہنے والوں کو عذاب دردناک کیوں نہیں توبہ کرتے

اللّٰهِ وَيَسْتَغْفِرُوْنَهٗ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۷۴﴾ مَا الْمَسِيْحُ

اللہ کے آگے اور گناہ بخشواتے اس سے اور اللہ ہے بخشنے والا مہربان نہیں ہے مسیح

ابْنُ مَرْيَمَ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ۭ وَاُمُّهٗ

مریم کا بیٹا مگر رسول گذر چکے اس سے پہلے بہت رسول اور اس

صِدِّيْقَةٌ ۭ كَانَا يَاْكُلٰنِ الطَّعَامَ ۭ اُنْظُرْ كَيْفَ نُبَيِّنُ لَهُمُ

کی ماں ولی ہے دونوں کھاتے تھے کھانا دیکھ ہم کیسے بتلاتے ہیں ان کو

الْاٰيٰتِ ثُمَّ انْظُرْ اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ﴿۷۵﴾ قُلْ اَتَعْبُدُوْنَ مِنْ

دلیلیں پھر دیکھ وہ کہاں الٹے جارہے ہیں تو کہہ دے کیا تم ایسی چیز کی بندگی

دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا ۭ وَاللّٰهُ هُوَ

کرتے ہو اللہ کو چھوڑ کر جو مالک نہیں تمہارے برے کی اور نہ بھلے کی اور اللہ وہی ہے

السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿۷۶﴾ قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لَا تَغْلُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ

سننے والا جاننے والا تو کہہ دے اہل کتاب مت مبالغہ کرو اپنے دین کی بات میں

غَيْرَ الْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعُوْٓا اَهْوَاۗءَ قَوْمٍ قَدْ ضَلُّوْا مِنْ قَبْلُ وَاَضَلُّوْا

ناحق کا اور مت چلو خیالات پر ان لوگوں کے جو گمراہ ہو چکے پہلے اور گمراہ کر گئے

كَثِيْرًا وَّضَلُّوْا عَنْ سَوَاۗءِ السَّبِيْلِ ﴿۷۷﴾ ع

بہتوں کو اور بہک گئے سیدھی راہ سے

دعوت قرآنیہ کے قبول کرنے سے چند بدعات مانع ہیں جو انہوں نے پیدا کر دی ہیں۔ اس کی بحث تعلیم دعوت کے لئے لازم ہے۔ قرآن نے بطور تمثیل اور نمونہ کے راہ اختیار کی ہے۔

یہود و نصاریٰ عرب اور مومنوں کی بحث ظاہر ہے۔ ان کے دلوں میں جاہلیت کی دغجت کی وجہ سے مرض ہے۔ تینوں اقوام کو ان باتوں پر تنبیہ اس فصل کا مقصد ہے۔ پہلے بنی اسرائیل کا ذکر ہے کہ ان میں فتن پیدا ہو گئے ہیں۔ اللہ کے انبیاء بار بار اصلاح کے لئے آئے۔

پس اہم بدعات کا ذکر ہے۔ اور وہ قابل بحث ہے۔ اجمالی اشارہ ۷۰ و ۷۱ میں ہے۔ لَقَدْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَ الخ ۷۲ میں تفصیلی اشارہ ہے۔ لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ الخ ان کی کتاب سے اس بات کا رد کیا گیا وقال المسیح الخ لقد کفر الَّذِيْنَ قَالُوْٓا ان کا رد انجیل سے کیا گیا۔

۷۲ میں اَفَلا یُؤمِنُونَ الخ ان کفریات سے ان کی کتاب مخالفت ثابت ہوتی ہے۔
پھر قرآن نے ان کی بدعات کے ابطال کی دلیل پیش کی جو انجیل میں بھی آئی ہے۔ آیت ۷۵ میں اَنّٰی یُؤفَکُونَ کہ ابن مریم رسول ہے اس کی ماں صدیقہ ہے محدثات میں سے ہیں۔ یہ افراد بشر تھے۔ کھانا کھاتے تھے۔ کھانے والا بول و براز بھی کرتا ہے حدث بھی کرتا ہے ۷۶ میں ایک عقیدہ کی تنبیہ ہے جس کا اثبات صحائف تورات میں بدرجہ عالیہ موجود ہے۔ قُلْ اَتَعْبُدُوْنَ الخ یہ مسئلہ الوہیت مسیح اور تثلیث کا ہے۔ اور سُفہاء صابیہ کی جانب سے آیا ہے۔ جو حکماء کی ہر بات میں تقلید کرتے تھے اور بعض بادشاہوں کی قوت کے ذریعہ اقوام پر غالب آگئے تھے۔ سیاسی ضروریات کی بنا پر انہوں فطرت انسان کو فاسد کر دیا تھا۔ اس کی طرف اشارہ ہے ۷۷ میں ہے قُلْ یٰاَھْلَ الْکِتٰبِ الخ میرے نزدیک یہ ضلال و اضلال حکماء یونان کے ایک گروہ پر صادق آتا ہے حکماء فارس کے ایک گروہ پر بھی صادق آتا ہے۔ اور ہند کے تمام برہمنوں پر صادق آتا ہے

لُعِنَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا مِنْۢ بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ عَلٰی لِسَانِ دَاوٗدَ
ملعون ہوئے کافر بنی اسرائیل میں کے داؤد کی زبان پر

وَعِیْسَی ابْنِ مَرْیَمَ ؕ ذٰلِکَ بِمَا عَصَوْا وَّ کَانُوْا یَعْتَدُوْنَ ﴿۷۸﴾
اور عیسے بیٹے مریم کے یہ اس لئے کہ وہ نافرمان تھے اور حد سے گذر گئے تھے

کَانُوْا لَا یَتَنَاھَوْنَ عَنْ مُّنْکَرٍ فَعَلُوْہُ ؕ لَبِئْسَ مَا کَانُوْا یَفْعَلُوْنَ ﴿۷۹﴾
آپس میں منع نہ کرتے برُے کام سے جو وہ کر رہے تھے کیا ہی برُا کام ہے جو کرتے تھے

تَرٰی کَثِیْرًا مِّنْھُمْ یَتَوَلَّوْنَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا ؕ لَبِئْسَ مَا قَدَّمَتْ
تو دیکھتا ہے ان میں کے بہت سے لوگ دوستی کرتے ہیں کافروں سے کیا ہی برُا سامان بھیجا انہوں نے

لَھُمْ اَنْفُسُھُمْ اَنْ سَخِطَ اللّٰہُ عَلَیْھِمْ وَفِی الْعَذَابِ ھُمْ
اپنے واسطے وہ یہ کہ اللہ کا غضب ہوا ان پر اور وہ ہمیشہ عذاب میں رہنے

خٰلِدُوْنَ ﴿۸۰﴾ وَلَوْ کَانُوْا یُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ وَالنَّبِیِّ وَمَآ اُنْزِلَ
والے ہیں اور اگر وہ یقین رکھتے اللہ پر اور نبی پر اور جو نبی پر اترا

اِلَیۡہِ مَا اتَّخَذُوۡھُمۡ اَوۡلِیَآءَ وَلٰکِنَّ کَثِیۡرًا مِّنۡھُمۡ فٰسِقُوۡنَ ﴿۸۱﴾

تو کافروں کو دوست نہ بناتے لیکن ان میں بہت سے لوگ نافرمان ہیں

لَتَجِدَنَّ اَشَدَّ النَّاسِ عَدَاوَۃً لِّلَّذِیۡنَ اٰمَنُوا الۡیَھُوۡدَ وَ

تو پاوے گا سب لوگوں سے زیادہ دشمن مسلمانوں کا یہودیوں کو اور

الَّذِیۡنَ اَشۡرَکُوۡا ۚ وَلَتَجِدَنَّ اَقۡرَبَھُمۡ مَّوَدَّۃً لِّلَّذِیۡنَ اٰمَنُوا الَّذِیۡنَ

مشرکوں کو اور تو پاویگا سب سے نزدیک محبت میں مسلمانوں کے ان لوگوں کو

قَالُوۡۤا اِنَّا نَصٰرٰی ؕ ذٰلِکَ بِاَنَّ مِنۡھُمۡ قِسِّیۡسِیۡنَ وَرُھۡبَانًا وَّ

جو کہتے ہیں کہ ہم نصاریٰ ہیں یہ اس واسطے کہ نصاریٰ میں عالم ہیں اور درویش ہیں اور

اَنَّھُمۡ لَا یَسۡتَکۡبِرُوۡنَ ﴿۸۲﴾ وَاِذَا سَمِعُوۡا مَاۤ اُنۡزِلَ اِلَی

اس واسطے کہ وہ تکبر نہیں کرتے اور جب سنتے ہیں اس کو جو اترا

الرَّسُوۡلِ تَرٰۤی اَعۡیُنَھُمۡ تَفِیۡضُ مِنَ الدَّمۡعِ مِمَّا عَرَفُوۡا

رسول پر تو دیکھے تو ان کی آنکھوں کو کہ ابلتی ہیں آنسوؤں سے اس وجہ سے کہ انہوں نے پہچان

مِنَ الۡحَقِّ ۚ یَقُوۡلُوۡنَ رَبَّنَاۤ اٰمَنَّا فَاکۡتُبۡنَا مَعَ الشّٰھِدِیۡنَ ﴿۸۳﴾ وَ

لیا حق بات کو کہتے ہیں اے رب ہمارے ہم ایمان لائے سو تو لکھ ہم کو ماننے والوں کے ساتھ اور

مَا لَنَا لَا نُؤۡمِنُ بِاللّٰہِ وَمَا جَآءَنَا مِنَ الۡحَقِّ ۙ وَنَطۡمَعُ اَنۡ

ہم کو کیا ہوا کہ یقین نہ لاویں اللہ پر اور اس چیز پر جو پہنچی ہم کو حق سے اور توقع رکھیں اس کی کہ

یُّدۡخِلَنَا رَبُّنَا مَعَ الۡقَوۡمِ الصّٰلِحِیۡنَ ﴿۸۴﴾ فَاَثَابَھُمُ اللّٰہُ بِمَا

داخل کرے ہم کو رب ہمارا ساتھ نیک بختوں کے پھر ان کو بدلے میں دیے اللہ نے اس

قَالُوۡا جَنّٰتٍ تَجۡرِیۡ مِنۡ تَحۡتِھَا الۡاَنۡھٰرُ خٰلِدِیۡنَ فِیۡھَا ؕ وَ

کہنے پر ایسے باغ کہ جن کے نیچے بہتی ہیں نہریں رہا کریں ان میں ہی اور

ذٰلِکَ جَزَآءُ الۡمُحۡسِنِیۡنَ ﴿۸۵﴾ وَالَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا وَکَذَّبُوۡا بِاٰیٰتِنَاۤ

یہ ہے بدلا نیکی کرنے والوں کا اور جو لوگ منکر ہوئے اور جھٹلانے لگے ہماری آیتوں کو

اُولٰٓئِکَ اَصۡحٰبُ الۡجَحِیۡمِ ﴿۸۶﴾

وہ ہیں دوزخ کے رہنے والے

۸۰ یہ مرض نصاریٰ کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ یہود میں پایا جاتا ہے۔ یہود کی حالت کے متعلق بحث مشکل ہے۔ ان کے پاس حکومت نہیں ہے۔ نصاریٰ کی حالت کے متعلق بحث آسان ہے۔ اس واسطے وہ یہود پر فوقیت لے گئے۔

۷۹ میں ذکر یہود ہے۔ عرب کا ایک تیسرا گروہ ہے منافقین۔ وہ کہتے ہیں کہ یہود و نصاریٰ ان کے بلسبت مسلمانوں کے زیادہ دوست ہیں کیونکہ منافقین یہود و نصاریٰ کو مومنوں پر افضل سمجھتے ہیں۔ کیوں کہ مسلمان اُمّی ہیں اور اُمّی کی بمقابلہ اہل کتاب ان کے ہاں فضیلت کم ہے۔ اس لئے وہ باطن میں مسلمانوں سے متفق نہیں۔ اس کی طرف اشارہ ۸۰، ۸۱ میں ہے۔ تری . . . . خٰلِدُوۡنَ۔ وَلَوۡ کَانُوۡا . . . . . فٰسِقُوۡنَ اس کے بعد دوسرے مسئلہ کی بحث ہے یعنی تین گروہوں کی جو قبول حق کے لحاظ سے قریب تر ہیں یکے بعد دیگرے بحث ہے۔

یہود و مشرکین ہیں مسلمانوں کے لئے سخت عداوت کا جذبہ ہے۔ کیوں کہ مسلمان مکہ کی سیاسیات میں مشرکین سے نزاع رکھتے ہیں۔ اور مدینہ میں سیاست یہود سے نزاع رکھتے ہیں۔ اس کی طرف اشارہ ۸۲ میں ہے۔ وَلَتَجِدَنَّ اَشَدَّ النَّاسِ اب تک مسلمانوں کو نصاریٰ سے معارضہ نہیں تھا۔ بلکہ نصاریٰ مودت و دوستی میں مسلمانوں کے قریب ترین تھے۔ اس کی طرف اشارہ ہے وَلَتَجِدَنَّ . . . . . اَقۡرَبَهُمۡ ۸۲ تا ۸۵ تک یہ اشارہ ہے۔ نصاریٰ میں سے ایک گروہ قرآن پر ایمان لایا۔ وہ چند درجات میں مسلمانوں کے ساتھ ہیں الذین کفروا من النصٰری جو نصاریٰ میں سے کافر ہوئے وہ بھی اصحاب ۸۷ میں ذکر عرب شروع ہوتا ہے۔ اتباع قرآن میں ان کے مانع منافق ہیں اور فاسق مشرک ۸۷ سے ۹۲ تک

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا لَا تُحَرِّمُوۡا طَیِّبٰتِ مَاۤ اَحَلَّ اللّٰهُ لَکُمۡ وَ

اے ایمان والو مت حرام ٹھہراؤ وہ لذیذ چیزیں جو اللہ نے تمہارے لئے حلال کردیں اور

لَا تَعۡتَدُوۡا ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ الۡمُعۡتَدِیۡنَ ﴿۸۷﴾ وَ کُلُوۡا مِمَّا رَزَقَکُمُ

حد سے نہ بڑھو بیشک اللہ پسند نہیں کرتا حد سے بڑھنے والوں کو اور کھاؤ اللہ کے دیئے ہوئے

اللّٰهُ حَلٰلًا طَيِّبًا ص وَّاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْٓ اَنْتُمْ بِهٖ مُؤْمِنُوْنَ ﴿۸۸﴾

ہیں سے جو چیز حلال پاکیزہ ہو اور ڈرتے رہو اللہ سے جس پر تم ایمان رکھتے ہو

لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِيْٓ اَيْمَانِكُمْ وَلٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ

نہیں پکڑتا تم کو اللہ تمہاری بے ہودہ قسموں پر لیکن پکڑتا ہے

بِمَا عَقَّدْتُّمُ الْاَيْمَانَ ۚ فَكَفَّارَتُهٗٓ اِطْعَامُ عَشَرَةِ مَسٰكِيْنَ

اس پر جس قسم کو تم نے مضبوط باندھا سو اس کا کفارہ کھا دینا ہے دس محتاجوں کو

مِنْ اَوْسَطِ مَا تُطْعِمُوْنَ اَهْلِيْكُمْ اَوْ كِسْوَتُهُمْ اَوْ تَحْرِيْرُ

اوسط درجہ کا کھانا جو دیتے ہو اپنے گھر والوں کو پاکیزہ پہنا دینا دس محتاجوں کو یا ایک گردن

رَقَبَةٍ ط فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ ط ذٰلِكَ كَفَّارَةُ

آزاد کرنی پھر جس کو میسر نہ ہو تو روزے رکھنے ہیں تین دن کے یہ کفارہ ہے تمہاری

اَيْمَانِكُمْ اِذَا حَلَفْتُمْ ط وَاحْفَظُوْٓا اَيْمَانَكُمْ ط كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ

قسموں کا جب قسم کھا بیٹھو اور حفاظت رکھو اپنی قسموں کی اسی طرح بیان کرتا

اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۸۹﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا

ہے اللہ تمہارے لئے اپنے حکم تاکہ تم احسان مانو اے ایمان والو

اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ

یہ جو ہے شراب اور جوا اور بت اور پانسے سب گندے

عَمَلِ الشَّيْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۹۰﴾ اِنَّمَا يُرِيْدُ

کام ہیں شیطان کے سو ان سے بچتے رہو تاکہ تم نجات پاؤ شیطان تو

الشَّيْطٰنُ اَنْ يُّوْقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ فِي الْخَمْرِ

یہی چاہتا ہے کہ ڈالے تم میں دشمنی اور بیر بذریعہ شراب

وَالْمَيْسِرِ وَيَصُدَّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَعَنِ الصَّلٰوةِ ج فَهَلْ

اور جوئے اور روکے تم کو اللہ کی یاد سے اور نماز سے سو اب بھی

اَنْتُمْ مُّنْتَهُوْنَ ﴿۹۱﴾ وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاحْذَرُوْا

تم باز آؤ گے اور حکم مانو اللہ کا اور حکم مانو رسول کا اور بچتے رہو

فَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا عَلٰى رَسُوْلِنَا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ﴿۹۲﴾

پھر اگر تم پھر جاؤ گے تو جان لو کہ ہمارے رسول کا ذمہ صرف پہنچا دینا ہے کھول کر

لَيْسَ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جُنَاحٌ فِيْمَا

جو لوگ ایمان لائے اور نیک کام کیے ان پر گناہ نہیں اس میں جو کچھ

طَعِمُوْٓا اِذَا مَا اتَّقَوْا وَّاٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ثُمَّ اتَّقَوْا

پہلے کھا چکے ہیں جب کہ آئندہ کو ڈر گئے اور ایمان لائے اور عمل نیک کیے پھر ڈرتے رہے

وَّاٰمَنُوْا ثُمَّ اتَّقَوْا وَّاَحْسَنُوْا ۭ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۹۳﴾ ع

اور یقین کیا پھر ڈرتے رہے اور نیکی کی اور اللہ دوست رکھتا ہے نیکی کرنے والوں کو

وہ بھی اتباع آبا ہیں۔ بعض اشیا حرام کرتے ہیں۔ یہ ذکر سورۂ انعام وغیرہ میں ہے۔

مسئلہ:- عرب کی عادت ہے کہ وہ بہت زیادہ قسم کھاتے ہیں یہ چیز عزم کو کمزور کرتی ہے۔ عدم وفا بالحلف بھی عزم کمزور کرتی ہے۔ پس کفارہ کا حکم دیا گیا۔ منعقدمیں اور قسم لغو میں عفو کیا گیا۔ ۸۸ واحفظوا ایمانکم الخ

مسئلہ:- ان کی عادت میں شراب جوا شامل ہے اور بت شامل ہیں جو قرآن میں اخلاص کرنے سے روکتے ہیں۔ اسی سے روکا گیا۔ ۹۰، ۹۱ میں ان الخمر والمیسر الخ انما یرید الشیطن الخ ان معاملوں میں وہ آبا اور رسوم جاہلیت کی اطاعت نہ کریں۔ بلکہ رسول کی اطاعت کریں۔ اور قرآن کی اطاعت کریں۔ اسکی طرف اشارہ ہے۔ اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول الخ جن چیزوں کی تحریم نہیں کی گئی ان میں وہ عادات قوم کو عمل کریں تو مواخذہ نہیں۔ مواخذہ اس وقت ہے جب کہ وہ اتباع رسول سمجھیں۔ اشارہ ہے ۹۲ میں۔ لیس علی الذین الخ **فصل ثالث ختم۔**

فصل رابع ۹۴ سے ۱۰۸ تک اجتماع اقوام کے لئے قوت مرکزیہ ضرورت مند ہے کہ بعض حقوق ترک کر دیئے جائیں اور اقوام ملتفت الیہا کے ساتھ نرمی برتی جائے۔ اس کا

معنی یہ کہ ان پر اظہار تفوق نہ کیا جائے جب وہ ال ابراہیم کی عظمت تسلیم کریں گے تو حنیفیت کا احترام کریں گے۔ یہ اس وقت حاصل ہوتا ہے جب کہ اقوام ہماری طرف اجتماع کے لئے رجوع کریں۔ کیوں کہ ہم اپنے حقوق نہیں مقرر کرتے۔ لیکن ہمارے ائمہ کا فکر ہمارے نزدیک معظم ہے۔ جسے کبھی حقیر نہیں سمجھا جائے گا۔ جب وہ ہمارے اجتماع کے لئے مائل ہو جائیں تو ہمارا مقصود حاصل ہو جائے گا۔ یعنی احترام حنیفیت۔ ہم اس پر اکتفا کریں اور اس تفوق کو ترک کریں جو اجتماع اقوام کے بعد ہمیں حاصل ہوگا یعنی جب وہ ہمارے ساتھ اجتماع کریں گے۔ اس مرکزیت میں اس بنیاد پر ہمیں تنازل کرنا چاہیئے۔

مسئلہ:۔ بوقت احرام صید ہمارے لئے حرام ہے۔ اسکے علاوہ صید ہمارے لئے حلال ہے۔ احرام میں حُرمت صید احترام سب کے لئے ہے۔ احترام بیت کے لئے ترک صید ہمارے طریقہ کے احکام میں ایک حکم ہے۔ اس میں حکیم کو تدبر کرنا چاہیئے

تدبر سے اس کا معنی یہ معلوم ہوں گے کہ جب ہم احترام بیت کا ارادہ کریں تو انتفاع صید کو ترک کریں۔ اسی سے لوگوں کو یہ بات معلوم ہوگی کہ بعض حقوق میں ہمارا تنازل (دستبرداری) ہمارے مرکز کے احترام کے لئے ہے۔ اور اس مرکز کے معنی ظاہر ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے بیت اللہ کو قیام للناس بنایا ہے۔ لہذا احتراماً ہم نے صید ترک کیا یعنی مرکز انسانیت کا احترام کیا۔ لہذا یہ تفوق بھی ہمیں چھوڑنا چاہیئے تاکہ لوگ اس کے گرد جمع ہوں۔ کیا خوشی سے اقوام اپنے اوپر کسی قوم کی برتری قبول کریں گی؟ ہرگز نہیں! لہذا ہمیں خودبخود دوسری اقوام کے مساوی ہو جانا چاہیئے۔ اور یہ صرف مرکزیت بیت کے احترام کے لئے ہے۔ یہ ہے تدبر حکیم۔ اب ہم حکم پڑھتے ہیں

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَيَبْلُوَنَّكُمُ اللَّهُ بِشَيْءٍ مِّنَ الصَّيْدِ تَنَالُهُ

اے ایمان والو البتہ تم کو آزمادے گا اللہ ایک بات سے اس شکار میں کہ

أَيْدِيكُمْ وَرِمَاحُكُمْ لِيَعْلَمَ اللَّهُ مَن يَخَافُهُ بِالْغَيْبِ ۚ فَمَنِ

جس پر پہنچتے ہیں ہاتھ تمہارے اور نیزے تمہارے تاکہ معلوم کرے اللہ کون اس سے ڈرتا ہے بن دیکھے پھر جس

اعْتَدَىٰ بَعْدَ ذَٰلِكَ فَلَهُ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿٩٤﴾ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا

نے زیادتی کی اس کے بعد تو اس کے لئے عذاب دردناک ہے اے ایمان والو

لَا تَقْتُلُوا الصَّيْدَ وَاَنْتُمْ حُرُمٌ ؕ وَمَنْ قَتَلَهٗ مِنْكُمْ مُّتَعَمِّدًا

نہ مارو شکار جس وقت تم ہو احرام میں اور جو کوئی تم میں اس کو مارے جان کر

فَجَزَآءٌ مِّثْلُ مَا قَتَلَ مِنَ النَّعَمِ يَحْكُمُ بِهٖ ذَوَا عَدْلٍ مِّنْكُمْ

تو اس پر بدلا ہے اس مارے ہوئے کے برابر مویشی میں سے جو تجویز کریں دو آدمی معتبر تم میں سے

هَدْيًاۢ بٰلِغَ الْكَعْبَةِ اَوْ كَفَّارَةٌ طَعَامُ مَسٰكِيْنَ اَوْ عَدْلُ

اس طرح سے کہ وہ جانور بدلے کا بطور نیاز پہنچایا جاوے کعبہ تک یا اس پر کفارہ ہے چند محتاجوں کو کھلانا یا اس کے برابر

ذٰلِكَ صِيَامًا لِّيَذُوْقَ وَبَالَ اَمْرِهٖ ؕ عَفَا اللّٰهُ عَمَّا سَلَفَ ؕ

روزے تاکہ چکھے سزا اپنے کام کی اللہ نے معاف کیا جو کچھ ہو چکا

وَمَنْ عَادَ فَيَنْتَقِمُ اللّٰهُ مِنْهُ ؕ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ ذُو انْتِقَامٍ ﴿۹۵﴾

اور جو کوئی پھر کرے گا اس سے بدلا لے اللہ اور اللہ زبردست ہے بدلا لینے والا

اُحِلَّ لَكُمْ صَيْدُ الْبَحْرِ وَطَعَامُهٗ مَتَاعًا لَّكُمْ وَلِلسَّيَّارَةِ ۚ

حلال ہوا تمہارے لئے دریا کا شکار اور دریا کا کھانا تمہارے فائدے کے واسطے اور سب مسافروں

وَحُرِّمَ عَلَيْكُمْ صَيْدُ الْبَرِّ مَا دُمْتُمْ حُرُمًا ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ

کے اور حرام ہوا تم پر جنگل کا شکار جب تک احرام میں رہو اور ڈرتے رہو اللہ

الَّذِيْٓ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ﴿۹۶﴾ جَعَلَ اللّٰهُ الْكَعْبَةَ الْبَيْتَ

سے جس کے پاس تم جمع ہو گے اللہ نے کر دیا کعبہ کو جو کہ گھر ہے

الْحَرَامَ قِيٰمًا لِّلنَّاسِ وَالشَّهْرَ الْحَرَامَ وَالْهَدْيَ وَالْقَلَآئِدَ ؕ

بزرگی والا قیام کا باعث لوگوں کے لئے اور بزرگی والے مہینوں کو اور قربانی کو جو نیاز کعبہ کی ہو اور جن کے گلے

ذٰلِكَ لِتَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ

پڑے ڈال کر لیجائیں کعبہ کو یہ اسلئے کہ تم جان لو کہ بیشک اللہ کو معلوم ہے جو کچھ ہے آسمان اور زمین میں

وَاَنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۹۷﴾ اِعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ وَاَنَّ

اور اللہ ہر چیز سے خوب واقف ہے جان لو کہ بیشک اللہ کا عذاب سخت ہے اور بیشک

اللہَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿٩٨﴾ مَا عَلَى الرَّسُولِ إِلَّا الْبَلٰغُ وَاللّٰہُ يَعْلَمُ مَا تُبْدُونَ

اللہ بخشنے والا مہربان ہے رسول کے ذمہ نہیں مگر پہنچا دینا اللہ کو معلوم ہے جو تم ظاہر کرتے

وَمَا تَكْتُمُونَ ﴿٩٩﴾ قُلْ لَّا يَسْتَوِي الْخَبِيثُ وَالطَّيِّبُ وَلَوْ أَعْجَبَكَ

ہو اور جو چھپا کر کرتے ہو تو کہہ دے کہ برابر نہیں ناپاک اور پاک اگرچہ تجھ کو بھلی لگے

كَثْرَةُ الْخَبِيثِ فَاتَّقُوا اللّٰہَ يٰۤأُولِي الْأَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ﴿١٠٠﴾

ناپاک کی کثرت سو ڈرتے رہو اللہ سے اے عقلمندو تاکہ تمہاری نجات ہو

یعنی بطور امتحان کے تنالہ ایدیکم الخ تاکہ اللہ اس کو جاننے اور دیکھنے والا ہے جو اُن دیکھے اس سے ڈرتا ہے۔ مسؤلیت پر انسان کے سپرد کی گئی ہے۔ ہر شخص رب کے ہاں مسؤل ہوگا۔ جو اس حکم سے تعدی کرے اس کے لئے عذاب الیم ہے۔ ۹۴۔

تنبیہ:۔ اقوام بیت اللہ میں بغیر ہتھیار کے آئیں بطور احترام بیت اللہ پر ہر شخص پر لازم ہے جو مخالفت کرے اللہ اسے عذاب دے گا۔ کیوں کہ وہ مرکز انسانیت کو باطل کرتا ہے۔ ثم التنبیہ ۹۵ میں صید کے قتل کرنے کی جزا کا ذکر ہے۔ اس کا معنی یہ ہے کہ اگر کوئی شخص خطا کرے یا تعمدًا کرے تو اس پر کفارہ ضروری ہے۔ یہ اس قوم کو راضی کرنے کے لئے۔ عفی اللہ ما سلف الخ

۹۵۔ ۹۶۔ احل لکم صید البحر وطعامہ جب انسان اس میں تدبر کرے تو اسے معلوم ہوگا کہ کہ حجاز مرکز حرام ہے اور منبع اجتماعیت ہے اس میں قومیت عرب کے حقوق ہیں۔ حجاز کے علاوہ باقی عربوں کے حقوق ہیں۔ باقی عرب اقوام عالم میں سے ایک قوم ہیں۔ لہذا اقوام یمن نجد شمال ان کے لئے ان کے اپنے شہروں میں حقوق قومیت ثابت ہیں۔ لیکن حجاز میں ان کے حقوق قومیت نہیں۔ اس لئے وہ حجاز میں حقوق قومیت چھوڑ کر آئیں۔ یہ اس لئے ہے کہ بیت اللہ سے احتراز کیا جائے۔ اور بیت اللہ کا امتیاز رہے۔ ورنہ اجتماعیت عالمیہ کا تحقق ممکن نہیں۔ البتہ امپریلزم کی صورت میں ہوگا۔ اور امپریلزم ملعون صورت ہے۔ اور امپریلزم کو پہلے آل ابراہیم نے پھر بنی اسرائیل نے پھر فارس و روم نے نزول قرآن کے زمانہ میں قائم کیا ہوا تھا۔ ان کا فساد بر و بحر میں ظاہر ہو گیا تھا۔ لہذا جب ہم نے امپریلزم کا فکر باطل کر دیا۔ اور حکم اللہ کے لئے ثابت ہوا تو مرکز تمام اقوام

کے لئے مساوی ہے اس کی طرف اشارہ سَوَاء فیہ العاکف الخ میں ہے۔ یہ مسجد کا حکم ہے یہی بنیاد ہے
اور تحریم صید خارج مسجد میں اس کے طبعاً ہے۔ لہذا حجاز اُم القریٰ ہے اور اس کے اردگرد کے علاقے
مرکز کے تابع ہیں۔ اس کی طرف امام ولی اللہ نے حجۃ اللہ البالغہ میں اشارہ کیا ہے فرماتے ہیں۔ البلاد علی
القسمین قسم مجرد الخ یعنی شہر دو قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک قسم اہل اسلام کے لئے مجرد جیسے حجاز۔

قولہ علیہ السلام "اگر میں زندہ رہا تو انشاء اللہ یہود و نصاریٰ کو جزیرہ عرب سے نکال دوں گا۔
اور میں وصیت کرتا ہوں کہ مشرکین کو جزیرہ عرب سے نکال دو"

امام فرماتے ہیں کہ رسول پاک کی مراد یہ ہے کہ زمانہ گھومتا پھرتا رہتا ہے خدا نخواستہ اسلام کمزور
ہوا اس کی جماعت منتشر ہوئی تو اگر دشمن اس وقت اسلام کے مرکز میں ہوں گے تو وہ حرمات اللہ
کی ہتک کریں گے اور قطع کریں گے اس لئے آنحضرت صلعم نے مشرکین کے اخراج کا حکم دیا حوالی اسلام
اور بیت حرام کے قیام سے۔ اسی طرح مخالفت مع الکفار بھی لوگوں کے دین میں فساد پیدا کرے گی۔ اور
ان کو متغیر کرے گی اور جب مخالفت کا موقعہ نہ دینا ہی ضروری ہے۔ تو رسول پاک نے ان سے حرمین کو
پاک کرنے کا حکم فرمایا" اھ

امام نے جزیرہ عرب کی تفسیر حجاز سے کی ہے۔ اسی طرح حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں تفسیر کی
ہے۔ حوالی بیت اللہ یعنی حجاز۔ کل جزیرہ عرب مراد نہیں۔ جس طرح ترک صید کا حکم احترام بیت کے
ہے۔ اسی طرح یہ حکم بھی حجاز میں قوم خاص کے حقوق قومیت محفوظ کرنے کے لئے ہے۔ لیکن الا حجاز
کے علاوہ عرب میں وہ باقی لوگوں کی طرح حقوق قومیت سے نفع حاصل کریں گے۔ تمت المسئلہ۔

مسئلہ: جعل اللہ الکعبۃ (۹۷) اجتماعیت قیام انسانیت کا سبب ہے اور اموال قیاما
اجتماعیت کا سبب ہے۔ اللہ نے اس کا ذکر قرآن میں اموال سے کیا ہے پس فرمایا جعل اللہ لکم قیاما
(سورۃ نساء) جب حکیم تدبر کرے تو اس کو اس قول الٰہی کی قیمت معلوم ہو گی یعنی قیاما للناس الخ
جب امپیریلزم کو تباہ کرتے ہیں تو اب قیام ناس صرف اسی طرح ممکن ہے کہ اجتماعیت اس مقدس
جگہ میں کیا جائے۔ پھر قول جعل اللہ الکعبۃ الخ ہمارے خیال میں اس بات کا اشارہ ہے کہ انسان
اجتماع ناس کے لئے کسی جگہ بھی دستور اور پروگرام بنائے اور کوشش کرے لیکن اجتماعیت مرکز یہیں

کامیابی اور دوام و استمرار اسی طرح ہوگی جس طرح چار ہزار سال تک چلی آئی ہے۔ اس کے علاوہ اور کسی طرح ممکن نہیں اور یہ تائید الہی سے ہوگا۔ اس جگہ کو اللہ نے عامۃ الناس کے لئے مرکز بنایا ہے۔

قولہ لِتَعْلَمُوْا ان اللہ الخ اشارہ ہے اس بات کی طرف کہ ابراہیم نے جب قواعد کعبہ وضع کیں تو اللہ تعالیٰ جانتا تھا کہ تین ہزار سال کے بعد یہ تمام ہوں گی۔ اس کو سوا خدا کے کوئی نہ جانتا تھا۔ جس نے کہ ابراہیم علیہ السلام کو بنا ربیت کا حکم دیا۔ اسی نے اس کی صلب سے ایک نبی پیدا کیا جو لوگوں کو کعبہ کے گرد جمع کرتا ہے۔ اس میں متفکرین کے لئے نشانی ہے۔ اِنَّ اللہ یعلم مافی السموات الخ اس کے بعد ۹۸ میں اِنَّ اللہ شَدِیْدُ الْعِقَاب...... غفور رحیم جو احترام بیت کرے اس کو بخشے گا جو ہتک بیت کرے اسے عذاب دے گا۔ ۹۹ میں ما علی الرسول الا البلاغ یہ اشارہ ہے کہ اجتماعیت عالمیہ میں کامیابی صرف نبی کی تدبیر سے نہیں ہوئی بلکہ وہ مبلغ و معلم ہے اور اصل امر و حکم اللہ کا ہے۔ کسی امت کے لئے روا نہیں کہ وہ نبی کا لوگوں کے لئے تحکم منسوب کرے اور مرکز کو بصورت امپریلزم تبدیل کر دے واللہ اعلم باحکامہ۔

(۱۰۰) قُلْ لَا یَسْتَوِی الْخَبِیْثُ الخ میرے نزدیک امپریلزم قائم کرنا کثرت خبیث ہے اور جامعہ اسلامیہ کا استیلاء مع ضعف و قلت کے یہ طیب ہے۔

و اتقوا یا اولی الالباب یہ اشارہ ہے کہ اگر مسلمان استمرار عمل کریں گے تو وہ امپریلزم پر غالب رہیں گے واللہ اعلم۔ **مسئلہ**:۔ قانون اجتماعیت کی تفصیل اور اقوام کے لئے قانون اجتماعی یہ ان کے سپرد ہے بشرطیکہ مصلحت عامہ کی بھی رعایت ملحوظ ہو پس اگر کوئی قوم ارادہ کرے کہ اس قانون کو رسول کے زمانہ میں منضبط کرے تو اس سے انہیں روکا جاتا ہے کہ مصلحت اس بات کا تقاضا نہیں کرتی۔ اس کی طرف اشارہ ہے ۱۰۱ و ۱۰۲ میں۔

یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَسْـَٔلُوْا عَنْ اَشْیَآءَ اِنْ تُبْدَ لَكُمْ تَسُؤْكُمْ

اے ایمان والو مت پوچھو ایسی باتیں کہ اگر تم پر کھول دی جائیں تو تم کو بری لگیں

وَ اِنْ تَسْـَٔلُوْا عَنْهَا حِیْنَ یُنَزَّلُ الْقُرْاٰنُ تُبْدَ لَكُمْ عَفَا اللّٰهُ عَنْهَا

اور اگر پوچھو گے یہ باتیں ایسے وقت میں کہ قرآن نازل ہو رہا ہے تو تم پر ظاہر کر دی جاویں گی اللہ نے ان سے

وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ ﴿١٠١﴾ قَدْ سَاَلَهَا قَوْمٌ مِّنْ قَبْلِكُمْ ثُمَّ اَصْبَحُوْا

درگزر کی اور اللہ بخشنے والا تحمل والا ہے ایسی باتیں پوچھ چکی ہے ایک جماعت تم سے پہلے پھر ہو گئے ان

بِهَا كٰفِرِيْنَ ﴿١٠٢﴾ مَا جَعَلَ اللّٰهُ مِنْۢ بَحِيْرَةٍ وَّلَا سَآئِبَةٍ وَّلَا

باتوں سے منکر نہیں مقرر کیا اللہ نے بحیرہ اور سائبہ اور نہ

وَصِيْلَةٍ وَّلَا حَامٍ وَّلٰكِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ

وصیلہ اور نہ حامی ولیکن کافر باندھتے اللہ پر

الْكَذِبَ وَاَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ ﴿١٠٣﴾ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا

بہتان اور ان اکثروں کو عقل نہیں اور جب کہا جاتا ہے اُن کو آؤ

اِلٰى مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَاِلَى الرَّسُوْلِ قَالُوْا حَسْبُنَا مَا وَجَدْنَا

اس کی طرف جو کہ اللہ نے نازل کیا اور رسول کی طرف تو کہتے ہیں ہم کو کافی ہے وہ جس پر

عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا ؕ اَوَلَوْ كَانَ اٰبَآؤُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ شَيْـًٔا وَّلَا

پایا ہم نے اپنے باپ دادوں کو بھلا اگر ان کے باپ دادے نہ کچھ علم رکھتے ہوں اور نہ

يَهْتَدُوْنَ ﴿١٠٤﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا عَلَيْكُمْ اَنْفُسَكُمْ ۚ لَا يَضُرُّكُمْ

راہ جانتے ہوں تو بھی ایسا ہی کریں گے اے ایمان والو تم پر لازم ہے فکر اپنے جان کا تمہارا کچھ نہیں بگاڑتا

مَّنْ ضَلَّ اِذَا اهْتَدَيْتُمْ ؕ اِلَى اللّٰهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيْعًا فَيُنَبِّئُكُمْ

جو کوئی گمراہ ہوا جب کہ تم ہوئے راہ پر اللہ کے پاس لوٹ کر جانا ہے تم سب کو پھر وہ جتلا دیگا تم کو

بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿١٠٥﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا شَهَادَةُ بَيْنِكُمْ

جو کچھ تم کرتے تھے اے ایمان والو گواہ درمیان تمہارے

اِذَا حَضَرَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ حِيْنَ الْوَصِيَّةِ اثْنٰنِ ذَوَا عَدْلٍ

جب کہ پہنچے کسی کو تم میں موت وصیت کے وقت دو شخص معتبر ہونے چاہیئے

مِّنْكُمْ اَوْ اٰخَرٰنِ مِنْ غَيْرِكُمْ اِنْ اَنْتُمْ ضَرَبْتُمْ فِى الْاَرْضِ

تم میں سے یا دو شاہد اور ہوں تمہارے سوا اگر تم نے سفر کیا ہو ملک میں

فَاَصَابَتْكُمْ مُّصِيْبَةُ الْمَوْتِ تَحْبِسُوْنَهُمَا مِنْۢ بَعْدِ

پھر پہنچے تم کو مصیبت موت کی تو کھڑا کرو ان دونوں کو بعد

الصَّلٰوةِ فَيُقْسِمٰنِ بِاللّٰهِ اِنِ ارْتَبْتُمْ لَا نَشْتَرِيْ بِهٖ ثَمَنًا

نماز کے وہ دونوں قسم کھادیں اللہ کی اگر تم کو شبہ پڑے کہیں کہ ہم نہیں لیتے قسم کے بدلے

وَّلَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى ۙ وَلَا نَكْتُمُ شَهَادَةَ اللّٰهِ اِنَّآ اِذًا لَّمِنَ

مال اگرچہ کسی کو ہم سے قرابت بھی ہو اور ہم نہیں چھپاتے اللہ کی گواہی نہیں تو ہم بیشک

الْاٰثِمِيْنَ ﴿۱۰۶﴾ فَاِنْ عُثِرَ عَلٰٓى اَنَّهُمَا اسْتَحَقَّآ اِثْمًا فَاٰخَرٰنِ

گنہگار ہیں پھر اگر خبر ہو جائے کہ دونوں حق بات دبا گئے تو دو اور

يَقُوْمٰنِ مَقَامَهُمَا مِنَ الَّذِيْنَ اسْتَحَقَّ عَلَيْهِمُ الْاَوْلَيٰنِ

گواہ کھڑے ہوں ان کی جگہ ان میں سے کہ جن کا حق دبا ہے جو سب سے زیادہ قریب ہوں میت

فَيُقْسِمٰنِ بِاللّٰهِ لَشَهَادَتُنَآ اَحَقُّ مِنْ شَهَادَتِهِمَا وَمَا اعْتَدَيْنَآ

کے پھر قسم کھاویں اللہ کی ہماری گواہی تحقیقی ہے پہلوں کی گواہی سے اور ہم نے زیادتی نہیں

اِنَّآ اِذًا لَّمِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۰۷﴾ ذٰلِكَ اَدْنٰٓى اَنْ يَّاْتُوْا بِالشَّهَادَةِ

کی نہیں تو ہم بیشک ظالم ہیں اس میں امید ہے کہ ادا کریں شہادت کو

عَلٰى وَجْهِهَآ اَوْ يَخَافُوْٓا اَنْ تُرَدَّ اَيْمَانٌۢ بَعْدَ اَيْمَانِهِمْ ۭ وَ

ٹھیک طرح پر اور ڈریں کہ الٹی پڑے گی ہماری قسم ان کی قسم کے بعد اور

اتَّقُوا اللّٰهَ وَاسْمَعُوْا ۭ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ﴿۱۰۸﴾ ع

ڈرتے رہو اللہ سے اور سن رکھو اور نہیں چلاتا سیدھی راہ پر نافرمانوں کو

وہ امثلہ و سوالات جو اشیاء ممنوعہ کے متعلق انہوں نے ذکر کئے وہ فہم مراد کے لئے ناکافی ہیں مثلاً ایک شخص ابی طالب کے متعلق سوال کرے کیا اس کا تعلق قانون قرآن سے ہے؟ پس لوگ ان امثلہ کے سمجھنے سے قاصر ہیں حکیم اس پر اقتصار نہیں کرتا۔

قَدْ سَاَلَهَا قَوْمٌ... كٰفِرِيْنَ الخ یہ اس کے وقت سے کی شریعت تھی اس لئے اسلاف نے ان

واقعات کے متعلق سوال کرنے سے منع کیا ہے جو واقع نہیں ہوئے مَاجَعَلَ اللّٰہُ مِنۡ بَحِیۡرَۃٍ..... وَّلَا حَامٍ قوم کی حالت عمومی کا بیان ہے کہ وہ صالح نہیں اگر انہیں تعین قوانین کا کام سپرد کیا گیا تو وہ اس حالت میں تفصیل قوانین قطعاً نہ سمجھیں گے۔

(۱۰۲) وَلٰکِنَّ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا الخ مفتری علی اللہ ہیں اور امرالٰہی ہیں وہ فرق نہیں سمجھتے کیونکہ وہ لایعقل ہیں۔ ان میں سے اکثر تقلید آباء پر راضی ہیں۔ اس کی طرف اشارہ ۱۰۴ میں ہے واذا قیل لھم الخ پس عامۃ الناس کی ذہنیت اس طرح ہو تو کیا وہ جامع للجزئیات قانون کو متعین کرسکتے ہیں اور سمجھ سکتے ہیں؟ ہرگز نہیں؟ یہ ہی مانع ہے۔ شرائع اجتماعیت کی تفصیل کو نازل کرنے کا۔ تمت المسئلہ

مسئلہ:۔ مومنوں کے لئے ضروری ہے کہ وہ فہم قانون شرعی تک ترقی کریں اور خود قوت یقین پیدا کریں اسکی طرف اشارہ ہے۔ یٰۤاَیُّھَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا عَلَیۡکُمۡ۔ یعنی اپنی اصلاح خود کرو امانت قرآنیہ کو اٹھاؤ۔ دوسری اقوام کے لئے یقین قوانین کی توجیہ مت کرو۔ اسکی طرف اشارہ ہے۔ لا یضرکم من الخ۔ یعنی جب تم تدبر فی القرآن کروگے اس کے اشارے سمجھو گے تو تم اس قابل ہوگے کہ دوسری اقوام پر حکومت کرسکو۔ اب صرف تمہارا فکر قرآن کو مضبوطی سے پکڑنے کے لئے ہونا چاہیے اور قرآن سمجھنا اور حکمت قرآن کا احاطہ کرنا ضروری ہے۔ یہ تمہارے لئے وجود نبی کی برکت سے آسان ہے۔ جب تم ہدایت پاجاؤگے تو تمہارے لئے پھر کوئی ضرر رساں نہ ہوسکے گا۔ یعنی تم اپنے پاؤں کھڑے ہوجاؤگے اور ان پر اپنی عقول کے ذریعہ غالب آؤگے اس کا اشارہ (۱۰۵) میں ہے۔ واتقوا الخ۔ الی اللہ مرجعکم اس میں اشارہ ہے کہ ہدایت قرآن حاصل کرنے کے بعد فہم قرآن میں ہمیں وسعت نصیب ہوگی۔ یہ اس وقت ہوگا جب کہ تم دوسری اقوام کے ساتھ اجتماع کروگے (یعنی اجتماعی زندگی)۔ کیونکہ مسئولیت قومیہ عنداللہ، مسولیت اجتماعیۃ الانسانیہ پر بحث ہے۔ اس آیت میں ان الفاظ سے یہی اشارہ ہے۔ یعنی اجتماع کے بعد تم اللہ کی طرف رجوع کروگے۔ تمت المسئلہ

مسئلہ:۔ زمانہ نبی میں ایک واقعہ پیش آیا۔ ایک مسلم شخص نے دارالسلام سے باہر سفر کیا وہ مرگیا۔ گھر والوں کو وصیت کرگئے۔ اس پر دو غیر مسلم گواہ بنا گیا۔ ان دونوں نے خیانت کی اور کچھ حصہ امانت کو سرقہ کیا۔ ان کی خیانت ظاہر ہونے کے بعد ولیوں نے ان دونوں غیر مسلموں کی شہادت کو رد کردیا۔

اور ان کی شہادت کے خلاف ہو گئے۔ پس میت کے اولیا کا دعوی قبول کر لیا گیا اور ان کے حق میں فیصلہ دیا گیا۔ اس جزئیہ واقعہ کے بعد آیات شہادت نازل ہوئیں۔ ۱۰۶ تا ۱۰۸۔ پس قانون بن گیا۔

اس قانون کے معاملہ میں ہمیں ایک خاص مطالعہ ہے۔ ہماری رائے فقہائے حنفیہ کے خلاف ہے اور علاوہ خلیفہ کے بھی اور کوئی فقیہ اس رائے میں ہمارے موافق نہیں۔ اور یہ مطالعہ دوسری قوموں کے درمیان شہادت کے قانون سمجھنے پر مبنی ہے اس کی تفصیل یہ ہے کہ ہمارے نزدیک قانون شہادت البینۃ علے المدعی یعنی گواہ مدعی پر ہیں۔ اگر اسکے بیّنہ (گواہ) نہ ہوں تو یمین (قسم) علی المدعی علیہ ہمارے ہاں یہ تمام خصومت کے لئے قاطع قانون ہے۔ پھر مشہور بینہ کا عادل ہونا بھی ہمارے قانون میں ضروری ہے۔ تو پہلے زمانہ میں فقہا تعدیل شہود زعمائے اقوام یا معتدل الحالات کو سمجھتے تھے یہ اس وقت آسان تھا۔ کیوں کہ قومی معاملہ تھا حکومت قومی تھی۔ جب اقوام اور باہر کے اجنبی لوگ مرکز دولت میں مل جل گئے مثلا بغداد میں جو کہ تمام اقوام عربیہ و عجمیہ کا مجتمع ہے۔ تو معاملہ مشکل ہو گیا۔ اور بڑے بڑے خاندانوں اور قوموں میں پاکیزہ گواہی کی چھان بین مشکل ہو گئی تو شہدا کی قسم لینے کو تزکیہ اور عادل کو گواہی کے قائم مقام سمجھ لیا گیا۔ سو وہ گواہوں سے قسم لینے لگے۔ قضاۃ شروع سے اس بات کے عادی تھے کہ گواہوں کے عادل ثابت ہونے کے بعد ان کی شہادت کے خلاف رد قبول نہیں کرتے تھے۔ یعنی مدعی علیہ کو حق نہیں ہوتا تھا کہ عدول کی شہادت میں جرح کر سکے۔ اس طرح تعدیل حقیقی کے زمانہ میں مدعی علیہ کو جرح علی الشہود سے روکنے سے کوئی ضرر ظاہر نہیں ہوا۔ اور شہادت شہدا کرنے کی مخالفت سے ضرر واقع نہ ہوا۔ لیکن جب معاملہ تعدیل سے قسم لینے تک پہنچ گیا تو مدعی علیہ سے جرح کے حق سلب کرنیکا ضرر ظاہر ہوا کھلم کھلا اگر گواہ جھوٹ بولیں تو انہیں اطمینان ہے کہ وہ قسم کھا کر اپنی گواہی قائم رکھ سکیں گے۔ اور رد شہادت کا حق ان کے خلاف کسی کو نہیں۔ اسلام میں عروج حکومات کے زمانہ کی تاریخ قضاۃ کا تو علم نہیں۔ البتہ حکومت ہند کے آخری زمانہ کے متعلق ہم جانتے ہیں کہ جھوٹے گواہ دار القضاۃ کے ارد گرد جمع ہو جاتے ہیں جو انہیں قیمت شہادت ادا کر دے وہ گواہ جھوٹی قسم اٹھا لیں گے۔ اور مدعی کے منشا کے مطابق گواہی دیدیں گے۔ اس طرح احترام قضا مسلمانوں کے دلوں سے ختم ہو گیا۔ اور وہ انگریزی عدالتوں کی طرف رجوع کرنے لگے۔ اور قاضیوں سے ہٹنے لگے۔

فرق یہ ہے کہ انگریزی عدالتوں میں جب مدعی علیہ کذب شاہد کو ثابت کرنے پر قادر ہو تو حاکم اس کی جرح کو قبول کرلیتا ہے۔ اور شہادت شاہد ساقط ہو جاتی ہے لیکن دارالقضا میں جب گواہ جھوٹی گواہی دے اور قاضی کے ہاں اس کا عادل ہونا بھی ثابت ہو جائے تو وہ شاہد صرف قسم اٹھا کر ہی اپنی گواہی کے مطابق فیصلہ کرالیتا ہے۔ مدعی علیہ قوم کے اعلیٰ عادل لوگوں کی گواہی سے شاہد مدعی کا کذب ثابت کرسکتا ہے بسا اوقات مدعیٰ علیہ کے عادل گواہ قاضی سے زیادہ عادل ہوتے ہیں۔ مگر قاضی جرح نہیں سنتا اور شہدا مدعی کے خلاف قبول نہیں کرتا اسی لئے دارالقضا کو مسلمان چھوڑ چکے ہیں۔ اور بتدریج لوگوں کے دلوں میں قانون اسلامی کی ہیبت بیٹھ گئی ہے اس تاریخ کو میں خوب جانتا ہوں اور میں ہمیشہ مسائل کو اس طرح سوچتا ہوں گویا میں اس پر عمل کرنے پر قادر ہوں جب میں نے اس مسئلہ میں غور کیا اور عدم جرح کے نقصان کو بھی معلوم کیا یعنی یہ کہ مدعی علیہ کے وکیل کو شہود مدعی پر جرح کا کوئی حق نہیں۔ تو میں نے ایسی قضا کو باطل گردانا۔ اور میں جانتا ہوں کہ گواہوں کی قسم کے ذریعہ تصدیق عجیب بات ہے اور خود ساختہ ہے۔ اس کی قانون اسلام میں کوئی اصل نہیں۔ یہ صرف ایک قسم کا استنباط ہے۔ حالاں کہ قرآن میں نص یہ ہے۔ ممن ترضون من الشھداء الخ ہم جھوٹے گواہ پر راضی نہیں۔ ہمارے سامنے اس کے جھوٹ کی دلیل ثبوت اور گواہ بھی ہیں۔

قضاۃ حنفیہ کا حکم اسقاط جرح کے متعلق جب ہے کہ گواہوں کی پاکیزگی وعدل سرًا وجہرًا معروف ومسلّم ہو۔ اس طرح میں بھی تسلیم کرتا ہوں۔ کیوں کہ قاضی پسندیدہ گواہ کی شہادت قبول کرنے کا اجتہاد کرچکا ہے تو جب قاضی اپنے اجتہاد سے معلوم کرلے کہ وہ مرضی ہے یعنی مِمَّنْ تَرْضَوْنَ کے زمرہ میں ہے تو کسی کے لئے جائز نہیں کہ حکم قاضی کو باطل کرے۔ یہ حکمت میرے ہاں بھی مسلم ہے۔ اور ائمہ سابقین کے قضاۃ حنفیہ کا یہی عمل تھا۔ لیکن اب اگر کوئی قاضی شہود کی عدالت (عادل ہونا) فقط قسم لینے سے ثابت کردے یعنی معیار بنالے تو یہ اسی طرح کی بات ہے۔ جیسے مدعی کی قسم (حلف مدعی) اور نبی صلعم نے حلف مدعی (مدعی کی قسم) کو رد کیا ہے۔ پس اسی طرح مدعی کے گواہ کی قسم بھی رد کی جائے گی۔

اگر قاضی اس بودی اور کمزور بات پر راضی ہو جائے تو اس سے یہ جواز بھی ثابت ہوتا ہے کہ مدعیٰ علیہ کو حق جرح مدعی کے گواہوں پر ہے۔ اس طرح ہماری قضا یورپ کے درجے سے کم درجہ نہ ہوگی۔ اور ہم شاہد مدعی کے گواہ مدعی کی شہادت کو رد کرنے میں یہ سند پیش کرتے ہیں اور اس کا جواز اس طرح

لاتے ہیں کہ ہم جھوٹی گواہی کو سامنے دیکھ رہے ہیں یعنی اگر جھوٹی گواہی ہمیں معلوم ہو تو مدعی کے گواہ کی شہادت تو رد کرینگے مدعی علیہ کو حق ہے
اور مدعی علیہ کو جو حق جرح نہیں دیتا خواہ وہ کوئی ہو ہم قبول نہیں کرتے۔ اس معاملہ میں ہم کسی کی تاویل
قبول نہیں کرتے خواہ کوئی ہو۔ تلاوت کردہ آیات سے ہم نے یہی سمجھا ہے۔ میرا استنباط مسئلہ ختم ہوا۔
اب ہم اس شریعت کی حکمت کے متعلق کلام کرتے ہیں۔ اور اس کا ماسبق سے ربط بیان کرتے ہیں
ہم گذشتہ مسئلہ میں پڑھ چکے ہیں کہ گذشتہ اقوام کی طرف اجتماعیت کے معاملہ میں رجوع واجب
ہے۔ اس سے لازم آتا ہے کہ اقامت عدل کے متعلق دوسری اقوام اپنی قوم کی طرح قبول کریں ورنہ ہم سے
اقامت عدل ممکن نہیں یعنی اپنی قوم کے علاوہ دوسری قوم پر اقامت عدل پر ہم قادر نہیں۔ پس جب
ہمارا ارادہ یہ ہو کہ ہم ان پر حکم چلائیں تو انہیں ہم اپنے دار القضا میں ضرور داخل کریں گے۔ کیوں کہ ہمیں
مماثلت اور مساوات ثابت کرنا۔ خواہ یہ بوقت ضرورت ہی ہو۔ قرآن نے نص بیان کی ہے کہ وصیت کے
وقت تم دو عادلوں کی گواہی ہونی چاہیئے قرآن نے غیر قوم کی شہادت کو بھی بوقت ہماری شہادت کی طرح
ٹھہرایا ہے۔ پس اس حجت سے ہماری قضا اجتماعیت عالمیہ کے لئے بھی معتبر ثابت ہوئی۔ اس طرح تعین قانون
پر قدرت ہوگی۔ اتساق تمام شد اور فصل رابع ختم۔

فصل خامس

تمام اقوام پر حکم چلانا صرف اللہ کو حاصل ہے۔ لہذا کوئی قوم اس اجتماعی قانون میں
تحریف نہ کرے، یہ اجتماعی قانون تمام ادیان کے لوگوں میں ہے۔ شروع سے یوم قیامت
تک۔ دینیات میں پہلی بات ایمان بحکم اللہ اور اسے تسلیم کرنا اس کے لوازم میں امپیریلزم کا ابطال امپیریلزم
ملعون ہے۔ کیوں کہ اس کا مرجع یہ ہے کہ مرکز امپیریلزم سے کسی چیز کی مسولیت نہیں اور اس بات کا صرف
اللہ ہی مستحق ہے۔ وہ وحدہ لاشریک لہٗ ہے۔ اس کی طرف اشارہ ہے۔ لا یسئل عما یفعل وھم یسئلون
پس جب کوئی حکومت لوگوں کے نزدیک غیر مسئولہ سمجھی جائے خواہ حکم الٰہی کی وہ حامل بھی ہو وہ فرعون اور
ملعون حکومت ہے۔ دیانت یعنی دین داری کی بات اس بات کے منافی ہے اب کسی قوم کیلئے زیبا نہیں
کہ وہ اس حکم کی تحریف کریں اور اپنے اندر کسی کو معبود سمجھ لیں۔ اگر ان کا یہ عقیدہ ہو جائے تو وہ گویا اللہ کے
نام سے اپنی قومیت کو دوسری اقوام پر حاکم بنائیں گے اور یہ باطل ہے شروع سے داول الامر سے تمام
رسولوں کی متفق علیہ تعلیم کے خلاف ہے۔ اس کا بیان ۱۰۹ سے ۱۲۰ تک ہے۔

يَوْمَ يَجْمَعُ اللّٰهُ الرُّسُلَ فَيَقُوْلُ مَاذَآ اُجِبْتُمْ ۭ قَالُوْا لَا عِلْمَ

جس دن اللہ جمع کرے گا سب پیغمبروں کو پھر کہے گا تم کو کیا جواب ملا تھا وہ کہیں گے ہم کو خبر نہیں

لَنَا ۭ اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ ﴿۱۰۹﴾ اِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسَى ابْنَ

تو ہی ہے چھپی باتوں کو جاننے والا جب کہے گا اللہ اے عیسیٰ مریم

مَرْيَمَ اذْكُرْ نِعْمَتِيْ عَلَيْكَ وَعَلٰي وَالِدَتِكَ ۘ اِذْ اَيَّدْتُّكَ

مریم کے بیٹے یاد کر میرا احسان جو ہوا ہے تجھ پر اور تیری ماں پر جب مدد کی میں نے تیری

بِرُوْحِ الْقُدُسِ ۣ تُكَلِّمُ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ وَكَهْلًا ۚ وَاِذْ

روح پاک سے تو کلام کرتا تھا لوگوں سے گود میں اور بڑی عمر میں اور جب

عَلَّمْتُكَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَالتَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ ۚ وَاِذْ

سکھائی میں نے تجھ کو کتاب اور تہہ کی باتیں اور توریت اور انجیل اور جب

تَخْلُقُ مِنَ الطِّيْنِ كَهَيْـَٔةِ الطَّيْرِ بِاِذْنِيْ فَتَنْفُخُ فِيْهَا

تو بناتا تھا گارے سے جانور کی صورت میرے حکم سے پھر پھونک مارتا تھا اس میں

فَتَكُوْنُ طَيْرًۢا بِاِذْنِيْ وَتُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَالْاَبْرَصَ بِاِذْنِيْ ۚ وَاِذْ تُخْرِجُ الْمَوْتٰى بِاِذْنِيْ ۚ

تو ہو جاتا تھا اڑنے والا میرے حکم سے اور اچھا کرتا تھا مادر زاد اندھے کو اور کوڑھی کو میرے حکم سے اور جب نکال کھڑا کرتا تھا

وَاِذْ كَفَفْتُ بَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ عَنْكَ اِذْ جِئْتَهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ

مردوں کو میرے حکم سے اور جب روکا میں نے بنی اسرائیل کو تجھ سے جب تو لے کر آیا ان کے پاس نشانیاں

فَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۱۱۰﴾

تو کہنے لگے جو کافر تھے ان میں اور کچھ نہیں یہ تو جادو ہے صریح

وَاِذْ اَوْحَيْتُ اِلَى الْحَوَارِيّٖنَ اَنْ اٰمِنُوْا بِيْ وَبِرَسُوْلِيْ ۚ قَالُوْٓا

اور جب میں نے دل میں ڈال دیا حواریوں کے ایمان لاؤ مجھ پر اور میرے رسول پر تو کہنے لگے

اٰمَنَّا وَاشْهَدْ بِاَنَّنَا مُسْلِمُوْنَ ﴿۱۱۱﴾ اِذْ قَالَ الْحَوَارِيُّوْنَ يٰعِيْسَى

ہم ایمان لائے اور تو گواہ رہ کہ ہم فرمانبردار ہیں جب کہا حواریوں نے اے عیسیٰ

ابْنَ مَرْيَمَ هَلْ يَسْتَطِيعُ رَبُّكَ أَنْ يُنَزِّلَ عَلَيْنَا مَآئِدَةً

مریم کے بیٹے تیرا رب کر سکتا ہے کہ اتارے ہم پر خوان بھرا ہوا

مِّنَ السَّمَآءِ ۖ قَالَ اتَّقُوا اللَّهَ إِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِينَ ﴿١١٢﴾ قَالُوا

آسمان سے بولا ڈرو اللہ سے اگر ہو تم ایمان والے بولے

نُرِيدُ أَنْ نَّأْكُلَ مِنْهَا وَتَطْمَئِنَّ قُلُوبُنَا وَنَعْلَمَ أَنْ قَدْ

کہ ہم چاہتے ہیں کہ کھاویں اس میں سے اور مطمئن ہو جائیں ہمارے دل اور ہم جان لیں کہ تو نے ہم سے

صَدَقْتَنَا وَنَكُونَ عَلَيْهَا مِنَ الشّٰهِدِينَ ﴿١١٣﴾ قَالَ عِيسَى

سچ کہا اور رہیں ہم اس پر گواہ کہا عیسےٰ

ابْنُ مَرْيَمَ اللَّهُمَّ رَبَّنَآ أَنْزِلْ عَلَيْنَا مَآئِدَةً مِّنَ السَّمَآءِ

مریم کے بیٹے نے اے اللہ رب ہمارے اتار ہم پر خوان بھرا ہوا آسمان سے

تَكُونُ لَنَا عِيدًا لِّأَوَّلِنَا وَآخِرِنَا وَآيَةً مِّنْكَ ۖ وَارْزُقْنَا

کہ وہ دن عید رہے ہماری پہلوں اور پچھلوں کے واسطے اور نشانی ہو تیری طرف سے اور روزی دے

وَأَنْتَ خَيْرُ الرّٰزِقِينَ ﴿١١٤﴾ قَالَ اللَّهُ إِنِّي مُنَزِّلُهَا عَلَيْكُمْ ۖ

ہم کو اور تو ہی ہے سب سے بہتر روزی دینے والا کہا اللہ نے میں بیشک اتاروں گا وہ خوان تم پر

فَمَنْ يَّكْفُرْ بَعْدُ مِنْكُمْ فَإِنِّي أُعَذِّبُهُ عَذَابًا

پھر جو کوئی تم میں ناشکری کریگا اس کے بعد تو میں اس کو وہ عذاب دوں گا

لَّآ أُعَذِّبُهُ أَحَدًا مِّنَ الْعٰلَمِينَ ﴿١١٥﴾

جو کسی کو نہ دوں گا جہان میں

فصل کا مقصد تمام ہوا اور صرف اس ایک آیت میں یہ ظاہر ہو گیا۔ یعنی جب ہم آیت کے آخر حصہ میں رجوع کریں للہ ملک السمٰوٰت والارض...... نذیر یہاں ایک شبہ ہے جو بنی اسرائیل کی ایک قوم کے پیش آتا ہے اس کا ازالہ مناسب ہے۔ نصاریٰ دعویٰ کرتے ہیں کہ مسیح نے ان سے کہا میں خدا ہوں۔ او کما قالوا۔ اس عقدہ کا حل منظور ہے، ۱۱۰ سے ۱۱۹ تک۔

اور مسئلہ انجیل کے صحیفوں سے ہم بیان کرتے ہیں۔ انجیل کے راویوں نے ذکر کیا ہے

مسئلہ عشاء ربانی

مسئلہ عشاء ربانی۔ متی، مرقس، لوقا۔ متی (۲۶ تا ۲۶) وہ اپنے مال میں سے کچھ کھا رہے تھے۔ یسوع نے روٹی لی اور برکت ڈالی اور توڑا اسکو اور اپنے شاگردوں کو دیدیا۔ اور فرمایا لو اور کھاؤ یہ میرا بدن ہے۔ پیالہ لیا اور شکر پڑھا اور انہیں دیا کہا اس میں سے سب پیو کیونکہ یہ میرا خون ہے۔ جو عہد جدید کے لئے ہے۔ ا ھ

مرقس میں ہے (۱۴ : ۲۲) وہ اپنے مال میں کچھ کھا رہے تھے۔ یسوع نے روٹی لی۔ برکت ڈالی، توڑی اور ان کو دیدی فرمایا لو کھاؤ یہ میرا بدن ہے۔ پھر پیالہ لیا شکر پڑھا پس تمام شاگردوں نے اس سے پیا اور ان سے کہا۔ یہ میرا خون ہے۔ عہد جدید کے لئے کہ جو بہت آدمی خونریزی کریں گے ا ھ

لوقا میں ہے (۲۲ : ۱۵) جب وقت شام کا تھا بارہ رسول اس کے ساتھ تھے فرمایا مجھے خواہش ہے کہ تمہارے ساتھ کھاؤں (۱۵)

(۱۷) میں ہے پھر پیالہ لیا شکر پڑھا اور کہا اسے لو آپس میں تقسیم کر لو (۱۹) میں ہے روٹی لی، اُسے توڑا اور انہیں یہ کہتے ہوئے دیا کہ یہ میرا بدن ہے جو تم سے چھین لیا جائے گا۔ اسے میری یادگار بناؤ۔ اور اسی طرح پیالہ کے ساتھ کیا۔ اس شام کو۔ یہ کہا یہ عہد جدید ہے۔ جو تم میں سے سفاکی کرے۔ ا ھ

آج تک یہ عید صورت عشا کے ساتھ نصاریٰ کے ہاں معمول ہے۔ یہ وہ دسترخوان (مائدہ) ہے جس پر جمع ہوتے ہیں۔ اور اس میں سے مسیح کے ساتھ کھاتے ہیں تاکہ یادگار اور عید قائم رہے۔ اس طریقہ سے۔ یہ انجیل میں مذکور ہے۔ اس مائدہ کے متعلق ان سے سوال ہوا تھا۔ پھر اس میں برکت مسیح ہے۔ روٹی پانی کی صورت میں ممثل ہے۔ جب انہوں نے کھایا پیا دعوت اور اس کی برکت ان سب کو متصل ہوئی۔ اس برکت کا نزول مائدہ (دسترخوان) کو آسمان سے نازل شدہ بناتا ہے۔ مسیح کی انہیں خبر دینا ہے کہ اس عہد کے بعد کہا کسی کے لئے ممکن ہے کہ وہ کہے مسیح حقیقۃً خدا ہے؟ ہرگز نہیں؟ اگر اس نے کوئی کلام کی ہے تو وہ گویا نزول رحمانی حجر بحث میں ہے۔ اور سب نے عیسےٰ بن مریم کی زبان پر کلام کی ہے۔ اس کے سمجھنے سے وہ قاصر ہیں جنہوں نے اس کی صحبت حاصل نہیں کی اس لئے وہ تحریف

کرتے ہیں اس تجلی کے ظہور سے جو کہ کمالات انسانیہ میں سے ہے اس سے کوئی شخص خدا نہیں بن جاتا۔ اور محققین کے نزدیک یہی بات ہے۔ کیوں کہ کوئی خدا کا رسول کا اس بات سے خالی نہیں۔ رب نے ہر کسی رسول کی زبان پر کلام کیا ہے۔ مگر کوئی اس طرح الٰہ تو نہیں بن گیا۔ اسیطرح مسیح بھی اللہ نہیں بن گیا یہ بیزاری ہے مسیح کی حالت سے اس علم کیمتعلق جو انکے بعض اتباع نے تحریف کر دیا ہے۔ اللہ نے اس قصہ کے آخر میں یہ بیان کیا ہے اور شبہ کا ازلہ کیا ہے

قولہ اذ قال اللہ یٰعیسٰی الخ۔ اللہ نے اس کے احسان الی اللہ کا ذکر کیا ہے ۱۱۵ و ۱۱۶ تک اور اللہ تعالیٰ نے ذکر کیا ہے۔

وَإِذْ قَالَ اللَّهُ يَٰعِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ ءَأَنتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُونِي

اور جب کہے گا اللہ اے عیسٰی مریم کے بیٹے تو نے کہا لوگوں کو کہ ٹھہرا لو مجھے

وَأُمِّيَ إِلَٰهَيْنِ مِن دُونِ اللَّهِ ۖ قَالَ سُبْحَٰنَكَ مَا يَكُونُ لِي أَنْ أَقُولَ مَا لَيْسَ لِي

اور میری ماں کو دو معبود سوا اللہ کے کہا تو پاک ہے مجھ کو لائق نہیں کہ کہوں ایسی بات

بِحَقٍّ ۚ إِن كُنتُ قُلْتُهُۥ فَقَدْ عَلِمْتَهُۥ ۚ تَعْلَمُ مَا فِي نَفْسِي وَ

حق نہیں اگر میں نے یہ کہا ہوگا تو تجھ کو یہ ضرور معلوم ہوگا تو جانتا ہے جو میرے جی میں ہے اور

لَآ أَعْلَمُ مَا فِي نَفْسِكَ ۚ إِنَّكَ أَنتَ عَلَّٰمُ الْغُيُوبِ ﴿١١٦﴾ مَا

میں نہیں جانتا جو تیرے جی میں ہے بیشک تو ہی ہے جاننے والا چھپی باتوں کا میں نے

قُلْتُ لَهُمْ إِلَّا مَآ أَمَرْتَنِي بِهِۦٓ أَنِ اعْبُدُوا اللَّهَ رَبِّي وَرَبَّكُمْ ۚ

کچھ نہیں کہا ان کو مگر جو تو نے حکم کیا کہ بندگی کرو اللہ کی جو رب ہے میرا اور تمہارا

وَكُنتُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا مَّا دُمْتُ فِيهِمْ ۖ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي

اور میں ان سے خبردار تھا جب تک ان میں رہا پھر جب تو نے مجھ کو اٹھا لیا

كُنتَ أَنتَ الرَّقِيبَ عَلَيْهِمْ ۚ وَأَنتَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ ﴿١١٧﴾

تو تو ہی تو ہی تھا خبر رکھنے والا ان کی اور تو ہر چیز سے خبردار ہے

إِن تُعَذِّبْهُمْ فَإِنَّهُمْ عِبَادُكَ ۖ وَإِن تَغْفِرْ لَهُمْ فَإِنَّكَ

اگر تو ان کو عذاب دے تو وہ بندے ہیں تیرے اور اگر تو ان کو معاف کر دے تو تو ہی ہے

أَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿١١٨﴾ قَالَ اللّٰهُ هٰذَا يَوْمُ يَنْفَعُ الصّٰدِقِيْنَ

تو ہی ہے زبردست حکمت والا　فرمایا اللہ نے　یہ دن ہے کہ کام آوے گا سچوں کے

صِدْقُهُمْ لَهُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ

ان کا سچ　ان کے لئے ہے باغ جن کے نیچے　بہتی ہیں　نہریں　رہا کریں گے

فِيْهَآ اَبَدًا ۭ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ۭ ذٰلِكَ الْفَوْزُ

ان میں ہمیشہ　اللہ راضی ہوا ان سے اور وہ راضی ہوئے اس سے یہی ہے بڑی

الْعَظِيْمُ ﴿١١٩﴾ لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا فِيْهِنَّ ۭ

کامیابی　اللہ ہی کے لئے سلطنت ہے آسمانوں کی اور زمین کی اور جو کچھ ان کے بیچ میں ہے

وَهُوَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿١٢٠﴾

اور وہ ہے ہر چیز پر قادر ہے

ءَ انت قلت للناس الخ یعنی اللہ نے تجھ پر یہ نعمتیں نازل کیں (یہ بیان ۱۱۰ تا ۱۱۴ ہے) ان انعامات کے عوض تجھ سے یہ ہوا؟ تو عیسٰی جواب دیتے ہیں قَالَ سُبْحٰنَكَ الخ تا علّام الغیوب کی طرف عیسٰیؑ نے بات لوٹائی۔ جیسے کہ عام رسولوں کا طریقہ ہے (۱۱۶) میں ہے کہ ما قلت لهم الا ما امرتنی به الخ یہ بات ہے۔ اور عہد جدید جو لیلۃ العشاء الربانی ان سے لیا اس کے متعلق وکُنتُ عَلیهم شهیدا مَا دُمت.... شہیدا تو جانتا ہے میری وفات کے بعد ان میں یہ خیال واقع ہوا۔ میرے وقت حیات میں اور میرے اصحاب کے وقت حیات میں ایسی کوئی بات نہ تھی۔

(۱۱۸) ان تعذبہم الخ　اشارہ ہے کہ ان سے اجتہادی خطا ہوئی ہے (جیسا کہ فقہا جانتے ہیں) جیسے کہ معارف الٰہیہ کے باب میں ہے۔ کہ یہ خطا قابل بخشش ہے۔ خطا غلبہ بشریت و شدت محبت کی وجہ سے ہوئی ہے۔ انہیں بخشش دی جائے گی۔ وان تغفر۔ جب امت غلطی سے خطا کرے تو نوع مسؤلیت کا تعلق ان کے ہی ذمہ ہے یہ ان تعذّبہم میں اشارہ ہے۔ تجھ پر اس غلبہ کا اعتراض نہیں ہو سکتا۔ تائب کی مثال　حدیث میں آئی ہے۔ رجعت راجعۃ قال من شدۃ الفرح "انت عبدی وانا ربکؑ" اللہ کا شکر کرے گا۔ اللہ نے مسیح کے جواب کے لئے کہا۔ هذا یوم ینفع الصّٰدقین صدقهم

قل یا اہل الکتاب تا کفراً۔ وہ سمجھتے ہیں کہ اس میں انہیں اپنے تمرکز کی دعوت دی جارہی ہے۔ اس لئے
وہ عمل میں مقدور بھر کوشش کریں اور ترقی کریں۔ اہل تورات وانجیل کی طرح صابیوں کو بھی دعوت ہے۔
دعوت ان میں مشترک ہے۔ یعنی ایمان باللہ ایمان بالیوم الآخر عمل صالح اس میں صابی بھی شریک ہیں۔
اہل کتاب بھی شریک ہیں۔ تمام شریک ہیں۔ صورِ ایمانیہ کی تصویر اور تصویر دار آخرت کے معاملہ میں
اگرچہ وہ بعض اشیا میں اہل کتاب سے مختلف ہیں۔ قرآن صرف امر حق مشترک کی طرف دعوت دیتا ہے
اس کی طرف اشارہ ہے۔ ان الذین آمنوا ۔۔۔ ھادو ۔ ولا ھم یحزنون۔

امام ولی اللہ نے تفصیلاً بیان کیا ہے کہ اختلاف صابی وحنفا کا حظیرۃ القدس میں قابل اعتماد نہیں۔
یعنی حظیرۃ القدس میں اختلاف سے کوئی فرق نہیں آتا۔

اس کی ایک مثال سے ہے وہ یہ کہ حکما کی ایک تمام وجود کو الٰہ الحق میں بند کرتی ہے۔ لیکن وہ ایجاب
کے قائل ہیں۔ اور ایک گروہ حصر تاثیر میں تو متفق ہے اور وہ ارادہ الٰہیہ کے قائل ہیں۔
حظیرۃ القدس میں دونوں برابر مقبول ہیں۔ کیوں کہ اصلاح انسانیت میں کوشش وقصد وہ تاثیر پر ہے
فقط۔ اس طرح کی بہت سی مثالیں تطبیق میں وہ پیش کرتے ہیں (یعنی امام صاحب) میں نعمت
رب کا شکر ادا کرتا ہوں اور سعی امام کا بھی شکریہ ادا کرتا ہوں کہ اس طرح اس نے تطبیق مذاہب
کردی ہے۔ یعنی۔ میں یقین کرتا ہوں کہ قرآن حق ہے۔ حقیقت قرآن پر یقین رکھتا ہوں۔ جو شخص تطبیق
مذاہب تک نہیں پہنچا خواہ کسی طریقہ سے بھی تطبیق مذاہب ہو خواہ امام ولی اللہ کے علاوہ کسی طریقہ
سے ہو۔ بہرحال جو تطبیق ملل تک رسائی نہیں کر سکا میرے نزدیک وہ تصدیق کتاب اللہ میں اپنے
آبا کی اتباع کرتا ہے فقط۔ قرآن اس معاملہ میں منفرد ہے۔ اس علم میں منفرد ہے تمام ملل کو اپنی طرف
دعوت دیتا ہے۔ میرا یقین ہے اگر ملل کو یہ دعوت دی جائے اور اس کا انکار کریں تو وہ کافر ہیں
اور وہ اس کا انکار کریں تو وہ کافر ہیں۔ اور یہ تحقیق اگرچہ آسان نہیں لیکن اللہ کی توفیق کا ہم شکر کرتے
ہیں۔

اگر کوئی اس کی حب میں معذور تھا اور اپنے ایمان میں صادق تھا۔ تو اسے بخشا جائے گا۔ اگر کسی نے فساد کا تعمد و قصد کیا تو اسے اللہ عذاب دے گا۔

الصادقون.... الفوز العظیم (۱۱۹) (۱۲۰) للہ ملک السمٰوٰت الخ

تتمہ

(۱۱۲) اذ قال الحواریون الخ اس کی تفسیر میں مفسرین نے خبط کیا ہے۔ ان یُنَزِّلَ علینا الخ کی وجہ سے۔ اور وانزلنا علیکم المن والسلوٰی (۵۷) بقرہ) کے معنی سے غافل ہو گئے ہیں۔ بعض مقامات کے سمجھنے میں مفسرین غلطی کھاتے ہیں اس کے باوجود وہ تفسیر قرآن ضرور کر چھوڑتے ہیں جب کسی جاہل کو مشکل پیش آتی ہے تو وہ مفسرین کی جہالت کو امر ملت سمجھ لیتے ہیں یہ سب ان کی طرف مردود ہے اور کتاب اللہ بری ہے یہ مائدہ جو انہیں لیلۃ العشا الربانی حاصل ہوا اس کی ہیئت یہ ہے کہ مسیح علیہ السلام اپنے بعض اصحاب کو عید فصح کھانے کا امر دیتا ہے۔ والذی انزل لہ الخ سے مراد یہ ہے کہ عیسیٰؑ نے رب سے دعا کی اللہ نے الہام کیا کہ وہ اپنے کسی شاگرد کو حکم دے۔ یہ استجابت دعا ہے۔ اتقوا اللہ اِن کُنْتُمْ مؤمنین عیسیٰ علیہ السلام نے ان سے ارادہ کیا کہ وہ اس حالت میں اقامت تقوٰی کا عزم کریں جیسے کہ صحابہ حدیبیہ نے رسول پاک صلی اللہ علیہ السلام کے ہاتھ پر بیعت کی یہی معنیٰ اتقوا اللہ الخ کا ہے۔ جب وہ امر مسیح سمجھ گئے تو انہوں نے کہا تو ارادہ کرتا ہے کہ یہ اس عزم کی تصویر ہو۔ گویا جماعت رجل واحد کے مانند ہے۔ عیسیٰ علیہ السلام نے ان کے اقتراح کو قبول کیا۔ رب سے دعا کی (۱۱۴) اللّٰھُمَّ ربنا انزل یعنی اپنے بندوں کے دلوں پر حظیرۃ القدس سے تصرف نازل کے ذریعہ۔ کہ وہ ہمارے لئے وہ چیز مہیا کریں۔ جس کی ہمیں ضرورت ہے قال اللہ انی منزلھا عَلیکُمْ جب اقامت دین پر رجل واحد کی طرح عزم مصمم کی تصویر ہو گئی تو فَمَنْ یکفر الخ ان میں سے ایک نے تخلف کیا۔ عیسیٰ علیہ السلام نے اس پر تنبیہ کی ہے اناجیل میں یہ تمام باتیں بسط سے مذکور ہیں۔ اور وہ صاحب الجمل الاحمر کی طرح تھا۔ جیسے کہ حدیبیہ میں ایک منافق تھا۔ یہ واقعہ روایات صحاح میں آیا ہے۔ تو اس واقعہ کی تفسیر میں اکثر مفسرین نے غلطی کی ہے۔ جب ہم ولی اللہ کی حکمت میں اصطلاحات حکما کو سمجھ چکے تو فہم واقعات آیات مائدہ ہمارے لئے بحمد اللہ آسان ہو گیا۔ امام نے عشاء ربانی کی تاویل کے متعلق اپنی بعض کتابوں میں ذکر کیا کہ قول عیسیٰ سے مراد کہ حضرت امام نے اس واقعہ کو صحیح

اعتراف کیا ہے۔ اس کے بعد ہم اس سے زیادہ ضرورت نہیں سمجھتے۔

وَاللّٰہُ الْمُوَفِّقُ الْہَادِیْ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ

تَمَّتِ التَّتِمَّۃُ وَالسُّوْرَۃُ اَیْضًا

اَللّٰھُمَّ ارْحَمْ عَلٰی مَنْ سَعٰی فِیْ فَہْمِ کَلَامِکَ الْحَکِیْمِ وَتَفْسِیْرِہٖ اَیْ اِمَامُنَا السَّنَدِیُّ عُبَیْدُ اللّٰہِ اَلْفَ اَلْفَ مَرَّۃٍ اَبَدًا اَبَدًا وَجَعَلْنَا فِیْ زُمْرَتِہٖ لَاحِقِیْنَ

یہ مضمون امام سندھی کی امالی سے من و عن پیش خدمت ہے جو انہوں نے مولانا بشیر احمد کو کرائی، ولی اللہ سوسائٹی لاہور کے پاس یہ امالی موجود ہے۔

(صـ ۲۰۳) ۱۹ / اگست ۱۹۴۰ء جمعہ ۔ وان من اھل الکتاب الا لیؤمنن بہ قبل موتہ
بخاری شریف میں آیا ہے کہ مسیح نازل ہوں گے۔ شاہ صاحب نے قاعدہ بنایا ہے کہ بخاری مسلم اور موطا جس روایت پر متفق ہوں، وہ اول درجے کی صحیح روایت ہے، شاہ صاحب کے طریقے پر میں قرآن کریم کی ۳۰ روایات میں سے ان روایات کو اول درجے کی صحیح مانتا ہوں جو ان تینوں میں متفق طور پر پائی جاتی ہیں مگر کوئی حدیث ایسی صحیح ہو اور مجھے اس کا مطلب سمجھ میں نہ آسکے تو میں خاموش ہو کر تفتیش کرتا رہوں گا، انکار کبھی نہ کروں گا، مجھے یہ شبہ تھا کہ یہ حدیث مؤطا میں سے داصل میں مؤطا میں اور حدیث تھی اس لئے میں اسے اصح الحدیث تسلیم کرتا تھا۔ اور اسے صحیح سمجھ کر اس کی تحقیق کرتا رہا لیکن مجھے اس چیز کا قرآن سے منطبق کرنا مشکل ہو گیا، بیس برس خاموش رہا اور اس پر کبھی بحث نہ کی، مکہ معظمہ میں تھا کہ معلوم ہوا کہ یہ حدیث مؤطا میں نہیں ہے اب میرے نزدیک اس کا درجہ نہیں رہا، اب میرے نزدیک یہ دوسرے درجے کی حدیث ہے اس سے جو چیز ثابت ہو وہ بسر خود صحیح ہے۔ مگر ایسے قرآن کے معارضے میں پیش نہیں کیا جاسکتا۔ اب ہم نے قرآن پر مستقل طور پر غور کرنا شروع کیا۔

(صـ ۲۰۴) ہم یہ مانتے ہیں جیسا کہ حدیث میں ہے کہ مسیح نازل ہوں گے مگر اس مسئلے کو قرآن سے کوئی تعلق نہیں، قرآن دنیا کی ہدایت کے لئے آیا ہے اگر یہ مسئلہ اس کا جز بن جائے تو حقیقت اور ہو جاتی ہے اگر قرآن نے یہ تعلیم دی ہے کہ مسیح آئے گا تو جس وقت تک ہم اسے تسلیم نہ کرلیں اس وقت تک ہمارا ایمان قرآن پر ٹھیک نہ رہا، اب میری کیفیت یہ ہے کہ میں اسے قرآن کا حکم نہیں مانتا، جیسے اور سینکڑوں مسائل حدیث سے ثابت ہوتے ہیں جن پر اہل علم کی آرا مختلف رہتی ہیں یہ مسئلہ بھی ہے کہ مسیح آئے گا، مگر قرآن کی وہ تعلیم جو انقلاب پیدا کرنے کیلئے انسانیت کیساتھ خیانت تک رہے گی اس کا یہ مسئلہ جز نہیں بن سکتا،

یسئلک اھل الکتاب ان تنزل علیھم کتب من السماء

یہ بات ٹھیک نہیں ہے کہ جبرائیل اگر تمہیں بتا دیتا ہے کہ ضرورت ہے کہ آسمان سے کھلم کھلا کتاب آئے، کتاب چاہتے ہیں کہ یہ کتاب آسمان سے ان کے سامنے نازل ہو، انہوں نے موسیٰ کو اس لئے بھی مارا تکلیف دی اور مکابرہ کرنے لگے کہ خدا کو ہمیں آنکھوں سے دکھاؤ تو اس گستاخی کے سبب ان پر بجلی آ کر پڑی پھر اس گستاخی کی سزا میں ان کا یہ حشر ہوا کہ گوسالہ کو خدا بنا تھا سوچنے سمجھنے کے بعد پھر ہم نے انہیں معاف کر دیا، انہوں نے اپنی غلطی سمجھ لی اور ہم نے موسیٰ کو غلبہ ظاہر دیا اور ان پر راضی کر دیا کہ یہ بات درست نہیں کہ خدا کو یوں علانیہ دیکھیں

وہ سمجھ گئے پھر اور غلطیاں کرتے رہے اور ان کے غلطی تسلیم کر لینے کے بعد ان سے وعدے لیتے رہے۔
یہ اہل کتاب کے ساتھ مسلسل وطیرہ رہا ہے کہ انبیائے نے مطالبہ کرتے اور جب سمجھایا جاتا تو مان جاتے ہے
اور پھر وہی کیفیت ہو جاتی۔ اب ان کے بُرے طریقے کا ذکر شروع ہوتا ہے۔ رکوع کے آخر تک ان کی اس
خلاف عہد کرنے والی غلطیوں کا ذکر ہے۔ فبما نقضهم ميثاقهم انہوں نے اپنے وعدے توڑے
اور آیات الٰہی کا انکار شروع کیا اور انبیاء کو ناحق قتل کرنے لگ گئے اور آخیر میں کہ
کہ ہمارے دل غلاف میں ہیں۔ یعنی نبی کا فرض ہے کہ وہ علم کو ہمارے دل تک پہنچائے اور جب نہیں
پہنچتا ہے تو ہم مجرم نہیں ہیں۔ بلکہ نبی کی تعلیم ہی ناقص ہے۔ ایسا نہیں ہے۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ
خدا نے ان کے دلوں پہ مہر لگا دی۔ ۲۰۶ سے اس کفر کی شامت ہیں۔ اس لئے انہیں سمجھ نہیں آتا
اور تھوڑی سی باتیں مان لیتے ہیں۔ حقائق اور حکمت کے عالی مراتب تک نہیں پہنچ سکتے۔ اس ذیل میں یہ بات
آئی ہے کہ و بكفرهم و قولهم على مريم بهتانا عظيما اور ان کے انکار کرنے والے اور مریم پہ بڑا
بہتان لگانے کا نتیجہ ہے۔ اس طرح غلطیاں گنانے کے بعد نتیجہ یہ بیان کیا گیا ہے۔ کافروں کے لئے
ہم نے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے یہ ان کے کفر کے مختلف طریقے گنے جا رہے ہیں۔ ان میں
ایک کفر یہ ہے کہ و قولهم انا قتلنا المسيح عيسى بن مريم رسول الله . . . . عزيزاً حكيما
۱۵۷ ، ۱۵۸ یہ بھی ان کا کفر اور غلطی ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ مسیح ابن مریم کو قتل کیا جو رسول اللہ تھے۔
ان لوگوں نے نہ قتل کیا اور نہ پھانسی دی بلکہ امر اُن پہ مشتبہ ہو گیا۔ جو لوگ اس میں اختلاف کرتے ہیں
وہ شک میں ہیں ان کے پاس کوئی یقین نہیں۔ اور انہوں نے یقینی طور پر قتل نہیں کیا۔ انہیں اس کا یقین
نہیں ہے۔ بلکہ اللہ نے انہیں اٹھا لیا۔ اور اللہ عزیز و حکیم ہے۔ اب وہ آیت آتی ہے۔ ۲۰۷ شروع
میں آیا ہے مسلک اہل کتاب، اہل تجھ سے یہ سوال کرتے ہیں۔ یعنی کیا ساری دنیا کے اہل کتاب رسول اللہ
سے آ کر پڑھنے لگے یا مدینہ منورہ کے چند اہل کتاب پوچھتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ آخر الذکر بات ہے
ساری دنیا تو آ نہیں سکتی۔ یہ آیت صرف ان کے حق میں سے ان اہل کتاب میں سے ایک آدمی بھی
نہیں ملے گا۔ کہ رسول اللہ پر ایمان لے آئے گا۔ رسول اللہ پہ ایمان لے آئیں گے۔ ایک آدمی بھی
ان میں سے باقی نہ رہے گا۔ جو ایمان نہ لایا ہو۔ اسی ایمان کا مطلب یہ ہے کہ جبراً حکم مانیں گے۔

کسی کو قتل کر دیا جائے گا۔ اور کسی کو نکال دیا جائے گا۔ یہ سب رسول اللہ کی وفات سے پہلے ہو گا۔ اب تو یہ باتیں پوچھ پوچھ کر شک ڈالتے ہیں۔ مگر وقت آنے والا ہے جب ان کو رسول اللہ کی باتوں کو جبرًا ماننا پڑے گا۔

بعض مفسرین نے واقعی اس کا ترجمہ قبل موت النبی کیا ہے۔ (مدارک) اور قیامت کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان پر شہادت دیں گے خاص اہل کتاب کے متعلق حکم ختم ہو گیا۔ اب عمومی طور پر لگایا جاتا ہے جس کا یہ لوگ نمونہ ہیں۔ فبظلم من الذین ھادو الخ (۴) : ۱۱۰) ان حرکتوں سے ان کیلئے ہم نے عذاب الیم تیار کیا ہے۔

۲۰۸۵۔ یہ شرارت پسند لوگ ہیں لیکن جو ان میں راسخ فی العلم ہیں اور جو ایماندار ہیں وہ نبی پر جو نازل ہوا اور جو پہلے نازل ہوا اُسے مانتے ہیں ہمیں یہ چیز کیسے معلوم ہوئی۔

سب سے پہلے عزیز احمد نے ہمیں بتایا کہ مولوی عاشق الٰہی میرٹھی (دیوبندی) نے اس کے حاشیہ پر لکھا ہے کہ قبل موتہ کی ضمیر رسول اللہ کی طرف راجع ہے دیکھا تو ہماری آنکھیں کھل گئی اور اب معاملہ صاف ہو گیا ایمان کا ترجمہ ہماری اپنی تحقیق ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا پر قرآن کی حکومت قائم کرنے کے لئے آئے ہیں۔ ان کے مرکز میں جو حجاز میں ہے کوئی طاقت زندہ نہیں رہ سکتی ہے۔ ان کے حکم ملنے بغیر حجاز میں اگر مخالف طاقت رسول کی زندگی میں زندہ رہے تو کام ہی کیا ہوا۔ تم الکلام الامام

اصل بات یہ ہے کہ حضرت علامہ انور شاہ (جو کہ امام سندھی کے نزدیک) قرآن کی عربی بلاغت کے فن میں امام ہیں، مگر امام سندھی قرآن کی تفسیر فلسفیانہ انداز کے مطابق کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ امام سندھی انقلاب پیدا کرنے کے لئے قرآنی تسلیم کی رُو سے مسیح کی آمد کے قائل کم نظر آتے ہیں۔ جبکہ علامہ صاحب نے اسے عقائد ایمانیہ میں شمار کرتے ہوئے اس پر کتابیں لکھ ڈالیں حالانکہ الملل والنحل طبع مصر صفحہ پندرہ پر عبدالکریم شہرستانی نے لکھا ہے کہ فاروق اعظم نے کہا جو کہے گا حضورِ اکرم انتقال کر گئے ہیں اسکا سر قلم کر دونگا بلکہ حضور حضرت مسیح کی طرح آسمان پر اٹھالئے گئے ہیں یہاں سے صاف ظاہر ہے کہ فاروق اعظم مسیح کے رفع جسمانی کے قائل نہیں بلکہ روحانی کے کیونکہ حضور کا جسد اطہر تو ان کے سامنے تھا۔ بہرحال امام سندھی مسیح کی آمد کے حدیث کی رُو سے قائل ہیں۔ جیسا کہ انہوں نے اپنی کتاب محمودیہ میں امام شاہ ولی اللہ کے حوالے سے حضرت مسیح کی آمد کا ذکر کیا ہے

الہام الرحمٰن فی تفسیر القرآن

سورۃ الفاتحہ تا سورۃ المائدۃ

از

محدث اعظم امام انقلاب علامہ مولانا عبید اللہ السندھی